جغرافیہ عرب

وجہ تسمیہ : اہلِ لغت کے نزدیک عرب اعراب سے مشتق ہے جس کے معنی فصاحت اور زبان آوری کے ہیں۔ چونکہ عرب نہایت فصیح اللسان اور زبان آور تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنا نام عرب رکھا۔ باقی دنیا کی اقوام کو عجم کے نام سے پکارا۔ عجم کے معنی تز دلیدہ اور گونگے کے ہیں۔

دوسری رائے کے مطابق لفظ عرب عربہ سے نکلا ہوا ہے جس کے معنی صحرا کے ہیں۔ چونکہ اس ملک کا بیشتر حصہ ریگستان پر مشتمل ہے اس لئے سارے ملک کو عرب کہا جانے لگا۔

حدود و وسعتِ عرب عرب یا جزیرۃ العرب تین براعظموں یعنی ایشیاء، یورپ اور افریقہ میں مرکز کے طور پر ہے اور تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ مشرق میں خلیج فارس اور بحرِ عمان جنوب میں اور بحرِ ہند مغرب میں بحر احمر عرب خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔

عرب کی پیمائش حقیقی طور پر نہیں ہوئی وہ ہندوستان سے بڑا ہے اور ملک جرمن اور فرانس سے چار گنا ہے۔ طول تقریباً چودہ سو میل اور عرض مختلف جنوب میں زیادہ اور شمال میں کم ہوتا گیا ہے۔ مجموعی رقبہ بارہ لاکھ مربع میل ہے۔

اس ملک کا ایک بڑا حصہ ریگستان ہے۔ شمالی حد میں شام اور عرب کے درمیان ایک ریگستان ہے جس کو بادیہ شام یا بادیہ عرب کہا جاتا ہے۔ جنوبی حد میں یمن، عمان اور یمامہ کے درمیان ایک وسیع صحرا ہے جس کو الدھنا یا ربع خالی کہا جاتا ہے۔

اس ملک میں سب سے بڑا طویل السلسلہ جبل السراۃ ہے جو جنوب میں یمن سے شروع ہو کر شمال میں شام تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی سب سے اونچی چوٹی آٹھ ہزار فٹ ہے۔

اس طرح حجاز کا سب سے بڑا پہاڑ جبل الہدیٰ طائف کا جبل الثرا نجد کا جبل عارض و طریق اور یمن کا جبل کوکبان ہے۔ ملک عرب میں کوئی دریا نہیں ہے۔ پہاڑوں سے چشمے جاری

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریب

تاریخ کا علم تحصیلِ عبرت اور تہذیبِ نفس کا بہترین اور موثر ترین ذریعہ ہے۔ امتِ مسلمہ کے فرزندوں میں طبری، ابن خلدون، ابن سعد، بیہقی، امیر خسرو، برنی، سراج عفیف، محمد صالح کمبوہ، بدایونی، فرشتہ اور شبلی جیسے بیسیوں نامور تاریخ دان اور تاریخ نویس ہوئے ہیں۔ قرونِ اولیٰ سے لے کر عصرِ حاضر تک ایک ایک بات ان لوگوں نے محفوظ کر دی ہے، جس میں ہمارے لئے وہ سب باتیں موجود ہیں کہ جن کو اختیار کر کے ہم ترقی یافتہ اقوام کی سلطانی کے قابل ہو سکتے ہیں۔ اور جنہیں ترک کر کے ہم اغیار کو سانحہ ہائے بغداد و ڈھاکہ کا باعث بننے کی دعوت دے سکتے ہیں — لہٰذا یہ امر ازحد ضروری ہے کہ ہماری موجودہ اور آئندہ نسلیں قوموں کے عروج و زوال کی داستان سے بالعموم اور خود اپنی تاریخ سے بالخصوص، اپنے علمی رشتے استوار رکھیں۔ چاہیئے کہ اس شعبے میں زیادہ سے زیادہ کتابیں لکھی جائیں اور زیادہ سے زیادہ اس کے قاری پیدا کئے جائیں، تاکہ من حیث القوم ہمارا تشخص ایک مضبوط، مہذب اور متمدن قوم کے اعتبار سے دوسروں کے سامنے آ سکے — تاکہ ہم مقتضائے الٰہی کے مطابق اپنے افعال و کردار کو مرتب کر سکیں۔ لاریب ہمارے لئے یہی فلاح کی راہ ہے۔

زیرِ نظر "تاریخ اسلام" اسی ذہن کے ساتھ لکھی گئی ہے، خدا کرے پروفیسر چودھری غلام رسول صاحب کی یہ کاوش ہماری اصلاح و فلاح کا موجب ہو۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

لاہور یوم الجمعہ
۱۲ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ
(۱۹ ستمبر ۱۹۷۵ء)

اقبال صلاح الدین
عفی عنہٗ

Marfat.com

CURRICULUM OF ISLAMIC HISTORY PAPER I

PART-I

PRE -ISLAMIC ARABIA

The land and the people of Arabic, Religion, Political, Social, Economic, Cultural Conditions.

EARLY LIFE OF RASUL-ULLAH (S.A.M)

(i) Birth and family background of Rasul-ullah.
(ii) Before of NUBUWATT.
(iii) After declaration of NUBUWATT.

PROGRESS OF ISLAM AT MAKKAH

Beginning of Mission and opposition from Quresh,Early Muslims and their sufferings and its, Emigration to Habshah importance, Journey to Taif, Miraj, The Pledges of Aqaba, Importance of Rasul-ullah's Makkah life, Teachings.

PROGRESS OF ISLAM AT MADINA.

Hijrat and its significance Brotherhood.

(i) Mithaq of Madina,
(ii) Battle of Badr, Uhad, Ahzab, Khyber, Hunain, Tabuk. Relation with Jews, Bait-e-Rizwan, Conquest of Makkah, Menage to rules, Year of deputations, Farewell pilgrimage last sermon and its significance.

SEERAT-UN-NABI.

(i) As a prophet.
(ii) As a perfectman.
(iii) As a founder of Ummah.
(iv) As an administrator, preacher and Educator.
(v) 'Law giver.
(vi) As a general.
(vii) As a statesman.

PART-II

KHILAFAT-E-RASHIDA

Khilafat-e-Rashida.

PART-III

UMAYYA

-Ummayyas of Damascus.
-Establishment, Rise, Development and decline of the Umayyas of Damascus.

Marfat.com

فہرست

عنوانات	صفحہ
تقریب و اقبال صلاح الدین	۳
جغرافیہ عرب	۶
دورِ جاہلیت	۹
غزواتِ نبویؐ	۵۴
غزوۂ بدر	۵۵
غزوۂ اُحد	۶۲
جنگِ احزاب (خندق)	۷۰
صلح حدیبیہ	۸۰
غزوۂ خیبر	۹۰
معرکۂ موتہ	۹۲
فتح مکہ	۹۵
غزوۂ حنین	۱۰۱
غزوہ تبوک	۱۰۵
وفود کا سال	۱۰۶
حجۃ الوداع	۱۰۸
وفات	۱۱۵
اسلامی تعلیمات	۱۱۶
اسلام سے قبل عرب کی سیاسی تمدنی، مذہبی حالت	
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی	۱۹
" " " مدنی زندگی	۷
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱۸
رسولِ کریمؐ بحیثیت کامل نبی	۱۲۰
رسول کریمؐ بحیثیت خاتم النبیین	۱۴۶
رسول کریمؐ بحیثیت معمار ملت نو	۱۵۱
" " " معلم و مربی	۱۵۲
" " " منتظم و مدبر	۱۵۷
رسول کریمؐ بحیثیت مبلغ و داعی	۱۶۴
" " " معلم	۱۶۳
" " " قانون ساز و جج	۱۸۵
" " " سپہ سالار	۱۹۰
" " " سیاسی مفکر	۲۰۷
رسول کریمؐ کا انتظامِ حکومت	۲۲۰
خلفائے راشدین کا سنہری دور	
حضرت ابوبکر صدیقؓ	۲۲۸
حضرت عمر فاروقؓ	۲۷۳
حضرت عثمان غنیؓ	۳۲۸
حضرت علیؓ عہدِ امام حسنؓ	۳۵۴
خلافت راشدہ کا انتظامِ سلطنت	۳۸۰
عہدِ بنو امیہ	
امیر معاویہؓ بن ابی سفیان	۳۹۵
یزید اول اور سانحہ کربلا	۴۱۶
معاویہ ثانی	۴۲۸
مروان بن حکم	۴۲۹
عبداللہ بن زبیرؓ	۴۳۱
عبدالملک بن مروان	۴۴۲
ولید اول بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک	۴۵۹
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	۴۸۳
یزید ثانی	۴۹۳
ہشام بن عبدالملک	۴۹۶
ولید ثانی	۵۰۶
یزید سوم	۵۰۹
ابراہیم بن ولید	۵۱۱
مروان دوم	۵۱۲
عباسی تحریک	۵۲۴
بنو امیہ کے زوال کے اسباب	۵۳۰
بنو امیہ کے عہدِ حکومت پر تبصرہ	۵۵۹

Marfat.com

جغرافیہ عرب

وجہ تسمیہ : اہل لغت کے نزدیک عرب اعراب سے مشتق ہے جس کے معنی فصاحت اور زبان آوری کے ہیں۔ چونکہ عرب نہایت فصیح اللسان اور زبان آور تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنا نام عرب رکھا۔ باقی دنیا کی اقوام کو عجم کے نام سے پکارا۔ عجم کے معنی ژولیدہ اور گونگے کے ہیں۔

دوسری رائے کے مطابق لفظ عرب عربہ سے نکلا ہوا ہے جس کے معنی صحرا کے ہیں۔ چونکہ اس ملک کا بیشتر حصہ ریگستان پر مشتمل ہے اس لئے سارے ملک کو عرب کہا جانے لگا۔

حدود و وسعت عرب عرب یا جزیرۃ العرب تین براعظموں یعنی ایشیا، یورپ اور افریقہ میں مرکز کے طور پر ہے اور تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ مشرق میں خلیج فارس اور بحر عمان جنوب میں اور بحر ہند مغرب میں بحر احمر عرب خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔

عرب کی پیمائش حقیقی طور پر نہیں ہوئی وہ ہندوستان سے بڑا ہے اور ملک جرمن اور فرانس سے چار گنا ہے۔ طول تقریباً چودہ سو میل اور عرض مختلف جنوب میں زیادہ اور شمال میں کم ہوتا گیا ہے۔ مجموعی رقبہ بارہ لاکھ مربع میل ہے۔

اس ملک کا ایک بڑا حصہ ریگستان ہے۔ شمالی حد میں شام اور عرب کے درمیان ایک ریگستان ہے جس کو بادیہ شام یا بادیہ عرب کہا جاتا ہے۔ جنوبی حد میں یمن، عمان اور یمامہ کے درمیان ایک وسیع صحرا ہے جس کو الدھنا یا ربع خالی کہا جاتا ہے۔

اس ملک میں سب سے بڑا طویل السلسلہ جبل السراۃ ہے جو جنوب میں یمن سے شروع ہو کر شمال میں شام تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی سب سے اونچی چوٹی آٹھ ہزار فٹ ہے۔

اس طرح حجاز کا سب سے بڑا پہاڑ جبل الہدیٰ طائف کا جبل ابرا نجد کا جبل عارض وطراق اور یمن کا جبل کوکبان ہے۔ ملک عرب میں کوئی دریا نہیں ہے۔ پہاڑوں سے چشمے جاری

Marfat.com

رہتے ہیں کبھی کبھی یہ چشمے پھیل کر تھوڑی دور تک ایک مصنوعی دریا بن جاتے ہیں پھر ریگستان میں جذب ہو جاتے ہیں یا سمندروں میں گر جاتے ہیں۔

عرب کے وہ حصے جو سواحل بحر پہ واقع ہیں وہ سرسبز و شاداب اور زرخیز ہیں۔ خاص طور پر یمن کا صوبہ بہت ہی زرخیز ہے، عمان۔ حضرموت۔ نجد۔ حجاز میں طائف عرب کے شاداب و سبز علاقے ہیں۔

اقطاع عرب

عرب کا ایران سے ملتا ہوا حصہ عراق عرب کے نام سے مشہور ہے جس میں بصرہ اور کوفہ کے مشہور اسلامی شہر آباد ہیں۔ شام سے ملتا ہوا حصہ عرب شام کہلاتا ہے اور حلب تک چلا گیا ہے۔ موجودہ ملکی تقسیم میں عرب سے الگ نظر آتے ہیں۔ ان کے علاوہ عرب حسب ذیل چار صوبوں میں منقسم ہے۔ عروض۔ نجد۔ یمن اور حجاز آگے ہر صوبہ متفرق چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم ہے۔

عروض: مشرقی نجد اور حدود عراق سے سواحل خلیج فارس تک پھیلا ہوا ہے اس صوبہ میں یمامہ۔ بحرین۔ عمان تین اقطاع ہیں۔

نجد: وسط عرب میں ایک سرسبز۔ شاداب زرخیز اور بلند قطعہ ملک ہے۔ تین طرف سے صحراؤں سے محیط ہے۔ شمال میں صحرائے شام مغرب میں صحرائے حجاز مشرق میں صحرائے دھنا اور جنوب میں صوبہ یمامہ ہے۔ یہ صوبہ سطح سمندر سے ۱۲۰۰ میٹر بلند ہے۔ آجکل نجد۔ شمر، قصیم، اور عارض تین حصوں میں منقسم ہو کر دو شیرج کے زیر حکومت ہو گیا ہے۔ نجد کے گھوڑے اور اونٹ بہت مشہور ہیں۔ ہر قسم کے میوے یہاں پیدا ہوتے ہیں۔ وادیوں اور پہاڑوں کے دامن میں زراعت ہوتی ہے۔ قبائل غطفان اور سلیم وغیرہ اس جگہ آباد تھے [illegible]

یمن: عرب کا سب سے زیادہ زرخیز، سرسبز اور آباد علاقہ ہے جو اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد بھی علم و ہنر کا مرکز رہا۔ محققین آثار قدیمہ نے یہاں سے ایسے آثار پائے ہیں جو قدیم تمدن کا پتہ دیتے ہیں۔ یمن کو مندرجہ ذیل اقطاع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ حضرموت، احقاف، صنعا، نجران علی الترتیب مشرقی جنوبی حدود یعنی حضرموت سے جنوب مغربی حدود یعنی حجاز تک ساحل بحر احمر پر واقع ہیں۔ احقاف وہی حصہ ہے جہاں کبھی عاد کی زبردست قوم آباد تھی جس کی تباہی کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ سبا کی قوم ایک زمانہ میں یہیں آباد تھی۔

حجاز: مغرب میں بحر احمر کے ساحل پہ ایک مستطیل کی شکل میں تہامہ کا مشہور پہاڑی علاقہ

Marfat.com

سے۔ جس میں مکہ مدینہ اور طائف کے مشہور شہر آباد ہیں۔ اس کی دو بڑی بندرگاہیں ہیں جدہ جہاں سے مکہ معظمہ کو جاتے ہیں ینبوع جہاں سے مدینہ منورہ کو جاتے ہیں۔ مکہ حجاز کا دارالخلافہ ہے۔ یہ ایک بے آب و گیاہ آبادی میں واقع ہے۔ اس کے چاروں طرف خشک پہاڑیاں ہیں۔ اس کے تین نام ہیں۔ بکہ، ام القریٰ اور البلد۔ اس کی آبادی کی ابتدا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانے سے ہے۔ اسی شہر میں سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ اسی شہر میں خانہ کعبہ ہے جس کے معمار دو نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ اسی سے دنیا کی روحانی پیاس کو بجھانے کے لئے توحید کا چشمہ جاری ہوا اور تا ابد جاری رہے گا اور دلوں کی خشک کھیتیوں کو سیراب کرتا رہے گا۔ ظہورِ اسلام کے وقت عرب مستعربہ میں سے قبائل بنو کنانہ، قبائل ہذیل، قبائل ہوازن، بنو قحطان اور ازد آباد تھے۔

مدینہ: مدینہ کا پرانا نام یثرب ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے یہاں تشریف لائے تو اس کا نام مدینۃ النبیؐ پڑ گیا۔ بعد میں صرف مدینہ کہلانے لگا۔ بعض تاریخی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کی تعمیر ۱۶۰۰ قبل مسیح اور ۲۲۰۰ قبل مسیح کے درمیان ہوئی سب سے پہلے عمالیق آباد ہوئے۔ عمالیق کے بعد یہاں سب سے پہلے یہود آ کر آباد ہوئے۔ اس کے بعد قبیلہ ازد کی دو شاخیں اوس اور خزرج آباد ہوئیں۔ اسلام کا سب سے پہلا دارالخلافہ بنا۔ مدینہ مکہ سے ۲۷۰ میل شمال کی جانب ہے۔ یہاں زراعت ہوتی ہے۔ میوہ دار درخت پائے جاتے ہیں۔

طائف: حجاز کی جنت ہے۔ بہت زرخیز اور شاداب علاقہ ہے۔ رؤساء حجاز عموماً گرمیوں کا موسم یہیں بسر کرتے تھے۔ یہ مکہ معظمہ سے مشرق کی طرف قدرے جنوب کو واقع ہے۔ سمندر سے پانچ ہزار فٹ بلند ہونے کی وجہ سے یہاں پانی عام ہے اس لئے پھل اور سبزیاں بہت ہوتی ہیں۔ ابتداً قبیلہ عدوان کا مسکن تھا بعد میں قبیلہ ثقیف کے قبضہ میں آ گیا۔ ہجرت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت اسلام دے کر یہاں تشریف لائے۔ اہلِ طائف نے غرور کے نشہ میں بدمست ہو کر دعوت حق کو قبول نہ کیا۔ ۸ ہجری میں آپؐ نے طائف کا محاصرہ کیا۔ ۹ ھ کو سردار ثقیف عروہ بن مسعود نے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اس سال وفد ثقیف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔

Marfat.com

دورِ جاہلیت

اسلام سے پہلے عرب کی سیاسی، تمدنی، اقتصادی اور مذہبی حالت

عرب کی سیاسی حالت

عربوں کی سیاسی حالت کے نمایاں خدوخال یہ تھے

ا۔ بیرونی غلبہ سے آزادی

عرب اس لحاظ سے خوش نصیب ہے کہ یہ علاقہ غیر ملکی حملہ آوروں کی تاخت سے بڑی حد تک محفوظ رہا۔ سبب یہ ہے کہ کسی فاتح نے بھی اس ریگ زار میں گھس کر اپنی فوجوں کو مبتلائے آلام کر کے اس ملک پر قبضہ کرنے کو لاحاصل سمجھا۔ ہر زمانہ میں فوجی قائدین اور فاتحین کی نگاہیں وادی نیل یا وادی دجلہ و فرات یا گنگا و سندھ کے میدانوں جیسے زرخیز و شاداب علاقوں پر رہیں اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ پانی اور خوراک کی قلت، راستوں کا فقدان ریت کے ٹیلے اور بادِ سموم کے جھکڑ جو عموماً اہل عرب کے لئے تکلیف دہ تھے ان کی آزادی کے سب سے بڑے محافظ ثابت ہوئے بلاشبہ عرب کے شمال میں غسانی رومیوں کے باجگزار تھے اور سرحد عراق پر حیرہ کی ریاست ایرانیوں کے زیرِ اثر تھی۔ اہل حبشہ نے یمن پر قبضہ کر لیا تھا مگر اس سے آگے کسی کے قدم نہ بڑھنے عربوں کی جمہوری روایات برقرار رہیں۔ مکہ، مدینہ اور طائف پر کسی بادشاہ نے حکومت نہ کی۔

ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ مکہ کے ایک باشندے عثمان اسدی نے جب قسطنطنیہ میں عیسائی مذہب قبول کیا تو قیصر روم نے اس کے سر پہ تاج رکھا اور اس کو مکہ کا بادشاہ بنا کر بھیجا مگر اہل مکہ نے نہ مانا۔ قیصر نے اپنی قلمرو میں عرب تاجروں کی آمدورفت بند کر دی اور کچھ تاجروں کو گرفتار کر لیا۔ مگر اس سے عربوں کے کانوں پہ جوں تک نہ رینگی۔ پس عرب مجموعی طور پہ کسی کا غلام نہیں تھا

Marfat.com

ب۔ سیاسی انتشار

عرب میں کسی مرکزی حکومت کا وجود نہ تھا اور نہ ہی کوئی محکمہ عدلیہ تھا۔ نہ ہی امن کو قائم رکھنے کے لیے محکمہ پولیس تھا اور نہ ہی خارجی خطرات کے دفاع کے لئے فوجی نظام نہ ان کے پاس اپنا سکہ یا ٹکسال تھی۔ مرکزی حکومت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہی ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ پر حملہ کر دیتا مظلوم قبیلہ کے مرد و زن کو تہ تیغ کر دیتا۔ عربوں کی خانہ جنگیاں "ایام عرب" کے عنوان سے ان کی تاریخ کا المناک باب ہیں۔ ظہور اسلام سے چالیس پچاس سال پہلے ایسی تقریباً ۱۳۲ لڑائیاں ہو چکی تھیں۔ مدینہ اور اس کے شمال میں مالدار یہودی بستے تھے جو بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے لیکن ان کا بھی کوئی ایک حکمران نہ تھا۔ اپنے لالچ اور لوٹ کھسوٹ کے سبب انہوں نے عربوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ پس مرکزی حکومت کی غیر موجودگی کی وجہ سے عرب کی سیاسی حالت انتہائی ابتر تھی۔

ج۔ قبائلی نظام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب میں مرکزی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے جو ایک دوسرے سے الگ اور بالکل آزاد تھے۔ قبائل کی باہمی شیرازہ بندی نسب اور اتحاد خون کے واسطے ہوتی تھی۔ قبیلہ کی حکومت جمہوری طرز پر ہوتی تھی ہر قبیلہ کا رئیس اعلیٰ اہل قبیلہ میں سے ہوتا۔ جمہوری اصول کے مطابق وہی شخص سردار ہوتا تھا جس کے حامی سب سے زیادہ ہوں۔ اور وہ شجاعت، مہمان نوازی اور فیاضی میں ممتاز حیثیت رکھتا ہو۔ قبیلہ کا رئیس اعلیٰ کنبوں کے دوسرے سرداروں کو جمع کرتا۔ اس سے مجلس شیخ القبیلہ کی ایک کمیٹی تشکیل پاتی تھی اس میں جنگ و صلح یا دوسرے اہم امور کے متعلق گفتگو ہوتی۔ قبیلہ کا کوئی خاص قانون نہیں ہوتا تھا۔ ارکان قبیلہ کے باہمی جھگڑے مقامی رسم و رواج کے مطابق سردار قبیلہ خود نپٹاتا تھا۔

مختلف قبیلے آپس میں برسرِ پیکار رہتے تھے۔ جھگڑے معمولی معمولی باتوں سے شروع ہو جاتے تھے اور انتقام در انتقام کا سلسلہ چل نکلتا۔

د۔ عرب قبائل کی سرحدی حکومتیں

ظہور اسلام کے وقت عرب کے شمال میں ایرانیوں اور رومیوں کی سلطنتیں تھیں جو اس دور کی مہذب ترین سلطنتیں سمجھی جاتی تھیں۔ ان کی فوجیں اس دور کے بہترین اسلحہ سے لیس تھیں اپنی سرحدوں کو عرب بدوؤں کے حملوں سے بچانے کے لئے انہوں نے عرب کے سرحدی سرداروں کو اپنا حلیف بنا کر فوجی اعتبار سے اتنا مضبوط کر رکھا تھا اور وہ بادیہ گرد عرب حملہ آوروں کو شام و عراق میں گھسنے نہ دیتے تھے۔ چنانچہ عراق کی سرحد پر حیرہ کی عرب ریاست ایرانیوں کی حلیف تھی اور شام کی سرحد پر غسان کے سردار رومیوں کے حلیف تھے۔ بصریٰ اور دومۃ الجندل کے سردار رومیوں

Marfat.com

کے اطاعت گزار تھے۔ آخرالذکر مقام کی صحرائی راستوں کے ملنے کی وجہ سے سیاسی اور معاشی اعتبار سے بہت اہم تھا مذہبی اعتبار سے ہر سردار اپنے اپنے سرپرست بادشاہوں کے زیراثر تھے ان ریاستوں کی حیثیت بفر سٹیس (ریاست ہائے فاصل) کی سی سمجھی جاتی تھی۔

ب۔ **امارت حجاز** مکہ کا نظم و نسق چلانے کے لیے قریشی قبائل کے سرکردہ لوگوں پر مشتمل ایک کونسل (الملاء) تھی جس کے اجلاس دارالندوہ میں ہوتے تھے۔ دارالندوہ کی عمارت قصیٔ بن کلاب نے تعمیر کی تھی اس کے ارکان کی عمر چالیس سال ہوتی تھی۔ کاروان تجارت دارالندوہ سے روانہ ہوتے اور وہیں واپس آتے تھے شہر کا نظم و نسق بڑا منظم تھا۔ خانہ کعبہ کی تولیت کے سبب حاجیوں کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا تھا۔ نظم و نسق کے مختلف شعبے قریش کے دس مختلف قبائل میں تقسیم کیے گئے تھے۔ اسلام سے قبل ان کی تقسیم حسب ذیل تھی۔

۱۔ عقاب یعنی قومی نشان کی علمبرداری ۔ بنوامیہ

۲۔ قبہ اور اعنہ یعنی فوجی کیمپ کا نظم و انصرام اور سواروں کے رسالہ کی سپہ سالاری۔ بنو مخزوم۔

۳۔ سفارت یعنی دوسری حکومتوں سے خط و کتابت کا ادارہ ۔ بنی عدی۔

۴۔ ندوہ یعنی عدالت اور قومی جلسہ کا انتظام ، بنی عبدالدار

۵۔ مشورہ۔ یعنی اہم امور میں صلاح و مشورہ ، بنی اسد

۶۔ اشناق۔ یعنی جہاں جرمانہ اور مالی تاوان کی نگہداشت ہوتی تھی بنی تمیم

۷۔ حکومت یعنی جہاں مقدمات کے فیصلے ہوتے تھے۔ بنی سہم

۸۔ سقایہ یعنی حاجیوں کی خورد و نوش کا انتظام اور عمارہ یعنی کعبہ کا انتظام۔ بنی ہاشم۔

۹۔ رفادہ یعنی حاجیوں کی مہمان نوازی اور مالی امداد ۔ بنی نوفل ۔

۱۰۔ سدانہ یعنی خانہ کعبہ کی کلید برداری کا کام ۔ بنی عبددار

تمدنی حالت عرب کی معاشرتی حالت مختلف علاقوں میں مختلف تھی یمن کسی وقت معاشرتی لحاظ سے بلند مقام پر پہنچ چکا تھا۔ ایران اور شام سے ملحقہ علاقے خاصے ترقی یافتہ تھے لیکن اندرون عرب کی تمدنی حالت خراب تھی۔ اگرچہ عربوں کو اپنی زبان پر ناز تھا مگر سکہ، چراغ، لوٹا، پاجامہ وغیرہ کے لئے عربی زبان میں کوئی الفاظ نہ تھے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کی ابتدائی معاشرت میں

Marfat.com

ان اشیاء کا وجود نہ تھا۔ چراغ صرف خوشی کے مواقع پر جلائے جاتے تھے۔ عربوں کی تمدنی اور معاشرتی زندگی کے خدوخال یہ تھے۔

۱۔ معاشرتی تقسیم

عرب کی آبادی معاشرتی لحاظ سے دو حصوں میں منقسم تھی۔ ایک حصہ حضری (شہری)، دوسرا بدوی کہلاتا تھا۔ حضری وہ لوگ تھے جو قصبوں، شہروں اور آبادیوں میں مستقل سکونت رکھتے تھے۔ یہ آبادیاں عموماً نخلستانوں کے قریب واقع تھیں جہاں کھیتی باڑی کے لئے تھوڑا بہت پانی مل جاتا تھا۔ ان کی گزراوقات زراعت، تجارت اور دستکاری پر تھی۔ بدوی ان خانہ بدوش قبائل کو کہا جاتا تھا جو کوئی مستقل سکونت نہ رکھتے تھے اور پانی اور چارے کی تلاش میں صحراؤں میں اپنی رہائش گاہیں تبدیل کرتے رہتے تھے۔ خیمہ ان کا گھر تھا۔ ان کی گزراوقات کا ذریعہ اونٹ گھوڑے اور بھیڑ بکریوں کی پرورش تھا۔ تعداد کے لحاظ سے بدویوں کی اکثریت تھی اور وہ حضریوں کی نسبت زیادہ جفاکش، جنگجو اور آزادی پسند تھے۔ ان کی زبان خالص تھی۔ بدوی اور حضری باہم شیر و شکر نہ تھے۔ حضری نسبتاً خوشحال اور اخلاق و عادات میں بدویوں سے بہتر تھے۔

۲۔ غلاموں کی زبوں حالی

عرب معاشرے میں امراء، متوسط اور غریب تینوں طبقات کے لوگ تھے مگر آخرالذکر لوگوں کی زیادہ تعداد تھی۔ قدیم یونان کی طرح عرب میں بھی غلامی کا رواج عام تھا۔ ان کی باقاعدہ خرید و فروخت ہوتی تھی۔ غلام کا بیٹا غلام ہوتا تھا۔ ان کی جان، مال اور اولاد مالک کے رحم و کرم پر تھی۔ لونڈیاں ان کی داشتائیں تھیں وہ ان سے پیشہ کرواتے تھے۔ غلاموں کی اولاد کو دوسروں کے ہاتھوں میں فروخت کرایا جاتا تھا۔ ان کی خوراک اور پوشاک کا خیال نہ رکھا جاتا تھا۔ مالک جب چاہے اور جس طرح چاہے ان کو جان سے مار سکتا تھا۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان غلاموں پر ان کے آقاؤں کے ظلم و ستم کی خونچکاں داستانوں سے غلاموں کی زبوں حالی کا بھیانک نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

۳۔ عورت کا مقام

عرب معاشرہ میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل تھی اس برتری کا سبب یہ تھا کہ اہل و عیال کی کفالت اور جنگوں میں شرکت صرف مرد کا فریضہ تصور کیا جاتا تھا۔ عرب معاشرہ میں عورت کا کوئی مقام نہ تھا۔ وہ ذلیل اور محکوم سمجھی جاتی تھی۔ شادیوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہ تھی۔ طلاق دینے کیلئے ظالمانہ طریقے رائج تھے۔ ایک مرد چاہتا تو ایک عورت کو ہزار مرتبہ بھی طلاق دے کر عدت کے اندر رجوع کر لیتا۔

Marfat.com

ایک عورت کے کئی خاوند ہوتے تھے۔ دو حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنے عرب میں عام رواج تھا، باپ مرجاتا تو اس کی کل بیویاں سوائے حقیقی ماں کے بیٹے کے تصرف میں آتیں اور ان کی جائز بیویاں سمجھی جاتی تھیں انہیں حق وراثت حاصل نہ تھا۔ عورتیں مردوں سے آزادانہ میل میلاپ رکھتی تھیں۔ زناکاری اور عشق بازی عام تھی۔ وہ آدمی گھٹیا سمجھا جاتا تھا جس کو کسی عورت سے کبھی عشق نہ ہوا ہو عرب شعراء اپنی محبوباؤں کے حسن وجمال کی تعریف فحش اشعار میں برسرِعام کرتے تھے۔ لڑکیوں کی پیدائش کو ذلت کا باعث سمجھتے تھے اس وجہ سے ان کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ ایک عرب قیس بن عاصم نے اپنی دس لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا تھا۔ بعض لوگ غربت کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کو مار ڈالتے تھے بس عورت عرب معاشرہ میں مظلوم ترین طبقہ تھا۔

۴ اخلاقی برائیاں

عرب کی اخلاقی حالت حد درجہ گری ہوئی تھی شاید ہی کوئی ایسی برائی ہو جو ان میں نہ پائی جاتی ہو۔ بدکاری عام تھی شعراء فخریہ اپنے قصائد میں بدکاری کے واقعات بیان کرتے تھے۔ غارت گری میں بعض قبائل بہت ہی مشہور تھے۔ یہ لوگ مسافروں اور قافلوں کو لوٹتے تھے۔ عورتوں اور مویشیوں پر قبضہ پالیتے، شراب خوری حد سے زیادہ تھی۔ ہر گھر مے خانہ تھا، عرب جوئے کے بہت رسیا تھے جو عموماً تیروں کے ذریعے کھیلا جاتا تھا، اور داؤ پر اونٹ لگائے جاتے تھے۔ خانہ کعبہ کے اندر ہبل بت کے سامنے جوا کھیلا جاتا تھا۔ عربوں کی ایک عادت سفاکی اور بے رحمی تھی زندہ جانوروں کا گوشت کاٹ لیتے اور اس کو بھون کر کھا جاتے۔ ان کو درختوں سے باندھ کر ان پر تیر چلاتے لڑائیوں میں عورتیں قید ہوتیں اگر وہ حاملہ ہوتیں تو ان کے پیٹ چاک کر دیتے۔ مقتولوں کے کان، ناک کاٹ دیتے ان کی کھوپڑیوں کو شراب کا پیالہ بنایا جاتا تھا۔ مجرموں کو وحشیانہ سزائیں دی جاتیں۔ مجرم کو دو اونٹوں سے باندھ دیتے اور پھر ان کو مخالف سمتوں میں چلاتے تو مجرم کا جسم چر جاتا۔

عربوں میں بے حیائی معیوب نہ تھی۔ بیت اللہ کا حج کرنے کے لئے لاکھوں آدمی جمع ہو جاتے سوائے قریش کے سب لوگ ننگے ہو کر طواف کرتے۔ سود نے ملک عرب میں نہایت ظالمانہ صورت اختیار کر لی تھی اگر مقروض مدت مقررہ پر رقم واپس نہ کرتا تو قرض خواہ مدت کو بڑھا دیتا لیکن اس کے معاوضہ میں اصل زر میں بھی اضافہ کر دیتا۔

اہل عرب بہت کینہ پرور تھے جب تک بدلہ نہ لے لیتے آرام سے نہ بیٹھتے۔ اسی طرح عربوں میں تکبر کی رذیل صفت حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ بنی مخزوم تکبر کے لئے خصوصی

Marfat.com

شہرت رکھتے تھے۔

۵۔ شاعری عرب بڑے زبان دان تھے اور انہیں اپنے ادب اور زبان پر ناز تھا۔ یہ نثر اور شاعری میں بہت عمدہ کلام لکھتے تھے سالانہ میلوں، تقریبوں اور حج کے مواقع پر قصیدہ خوانی کے مقابلے ہوتے تھے۔ بہترین قصائد خانہ کعبہ میں لٹکا دیے جاتے تھے۔ ایسے سات قصائد "سبع معلقات" کے نام سے مشہور ہیں شاعروں کے موضوعات شراب، عورت، جوا، قبائلی تفاخر اور رجز ہوتے تھے۔

۶۔ اوہام پرستی عقیدہ توحید سے جہالت کے سبب عرب طرح طرح کی اوہام پرستی اور ضعیف الاعتقادی کا شکار تھے۔ وہ جنوں بھوتوں، خبیث روحوں، دیوؤں اور پریوں کے قائل تھے اکثر بیماریوں اور آفتوں کو ان کی ناراضگی کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔ بدروحوں کو شیطان کا نام دیتے ان سے خوف کھاتے ان سے بچنے کے لئے جادو ٹونکے اور تعویذ استعمال کرتے تھے۔

ان میں عجیب وغریب اوہام تھے جس اونٹنی کا پانچواں بچہ نر ہو تو اس کا کان چھید کر آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی وبائی بستی میں داخل ہوتا تو بستی کے دروازے پر کھڑے ہوکر زور سے گدھے کی آواز لگاتا۔ تاکہ وبا سے محفوظ رہے۔ جب کوئی گائے پانی نہ پیتی تو عرب بیلوں کو مارتے تھے۔ ان کا یہ وہمی عقیدہ تھا کہ جن بیلوں پر سوار ہوکر گایوں کو پانی پینے سے روکتے ہیں۔ ان کا ایک یہ وہمی عقیدہ تھی کہ جن خرگوش سے بہت ڈرتا ہے اس لئے جنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خرگوش کی ہڈی کو بطور تعویذ بچوں کے گلے میں باندھتے تھے۔

۷۔ کہانت اور جادوگری عرب میں جادوگر اور کاہن بہت تھے۔ کاہن غیب دانوں کو کہا جاتا تھا۔ ان میں عورتیں بھی ہوتی تھیں گذشتہ حالات کی خبر دینے والا کاہن اور آئندہ کی خبر دینے والے عراف کہلاتے تھے۔ ان میں سے بعض آئینہ، پانی کی طشت یا حیوانات کے اجزاء پر نظر ڈال کر غیب کی باتیں بتاتے تھے۔ لوگوں کی توہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی کے باعث ان کی دکان خوب چلتی تھی۔

۸۔ اخلاق محاسن عربوں میں خوبیاں بھی پائی جاتی تھیں حق گوئی اور بے باکی ان کا شیوہ تھا۔ عیاری اور مکاری سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا وہ کھلے دشمن تھے ــــــ وہ آزادی اور حریت کے پروانے تھے ــــــ اور اس کی حفاظت کے لیے وہ بڑی سے بڑی قربانی

Marfat.com

دینے کو تیار رہتے تھے وہ شجاع اور بہادر تھے کسی عرب کو بزدل کہنا اس کو گالی دینے کے مترادف تھا۔ ان کی مہمان نوازی اور فیاضی ضرب المثل تھی۔ وہ دشمنی مول لے سکتے تھے اپنی قیمتی سے قیمتی چیز قربان کر سکتے تھے مگر مہمان کو تکلیف پہنچانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اگر دشمن بھی ان کے کھانے میں شریک ہو جاتا تو قتل سے محفوظ ہو جاتا تھا۔ ان کا حافظہ بلا کا تھا۔ وہ سو اشعار کے قصیدے کو ایک دو مرتبہ سن کر یاد کر لیتے تھے عرب انتہائی ذہین تھے۔

۹۔ اقتصادی حالت

عرب کا بیشتر حصہ بنجر اور بے آب وگیاہ ریگستان ہے یہاں پیداوار کی کمی ہے اس لئے عرب کی اقتصادی حالت خراب تھی۔ آئے دن کی خانہ جنگیوں اور عام بدامنی نے اقتصادی حالت کو خراب تر بنا دیا تھا۔ باشندوں میں امراء، متوسط اور غرباء سب ہی قسم کے لوگ تھے لیکن غرباء کی کثرت تھی۔ امراء کی دولت اور غرباء کی ناداری کی کوئی حد نہ تھی۔ باغ اور نخلستان کے مالک یا تاجر کو دولت مند سمجھا جاتا تھا۔ قیصر و کسریٰ کے وفادار عرب بھی اہل ثروت تھے۔ شہری لوگ خوشحال تھے، بدوی لوگ انتہائی غریب اور نادار تھے یہی وجہ ہے کہ وہ قبائل کو لوٹنا برا خیال نہ کرتے تھے۔

عربوں کے عام پیشے زراعت تجارت اور گلہ بانی تھے۔ ملک میں کئی جگہ بازار اور منڈیاں لگتی تھیں۔ جہاں لوگ خرید و فروخت کے لئے جمع ہوتے تھے۔ قریش مکہ بالعموم تاجر تھے، وہ برصغیر اور دیگر ممالک سے تجارتی سامان خرید لاتے اور اسکو دیگر ممالک میں فروخت کرتے تھے۔ تجارتی لحاظ سے مکہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ تجارتی قافلے یمن، عمان، عراق، شام، فلسطین، مصر اور حبشہ جاتے تھے۔ بعض تجارتی قافلوں میں اڑھائی ہزار اونٹ اور تین سو تک آدمی ہوتے تھے۔ ایک سفر میں پچاس پچاس ہزار روپیہ منافع ہو جاتا تھا۔ مذہبی سیادت کے سبب ان کے تجارتی قافلے بے کھٹکے سفر کرتے تھے زراعت برساتی نالوں کی وادیوں میں ہوتی تھی۔ گلہ بانی بدوؤں کا عام پیشہ تھا وہ زیادہ تر اونٹ، گھوڑے، بھیڑ اور بکریاں پالتے تھے۔ ان کی زندگی کا دارومدار ان کی پرورش پر تھا شہری عرب بھی گلہ بانی کرتے تھے۔

عرب کے بیشتر علاقوں میں صنعت و حرفت کا رواج نہ تھا اور لوگ بالعموم اس سے ناواقف تھے۔ البتہ یمن میں اون کاتنے اور چادر کمبل بنانے کی صنعت موجود تھی، کہیں کہیں آلات جنگ بھی بنائے جاتے تھے۔

۲۔ مذہبی حالت

ظہور اسلام سے قبل اہل عرب مذہبی اعتبار سے مختلف گروہوں میں منقسم تھے۔

Marfat.com

ا:۔ بت پرست اہل عرب کی اکثریت مشرک اور بت پرست تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً چار صدی قبل عمرو بن لحی قحطانی نے سب سے پہلے خانۂ کعبہ کی چھت پر ہبل نامی ایک بت رکھا۔ اور لوگوں سے اسے پوجنے کی ترغیب دی۔ اس کے بعد بت پرستی عام ہوگئی خانۂ کعبہ میں بتوں کی تعداد ۳۶۰ تھی۔ ہر قبیلہ کا دیوتا جدا تھا۔ لات منات، عزیٰ، شمس ان کے مشہور بت تھے دیوتاؤں کے ساتھ دیویوں کی بھی پرستش کی جاتی تھی۔ عرب ان کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے ان کے بت عموماً ناتراشیدہ پتھر اور لکڑی کے بنے ہوئے ہوتے تھے۔ وہ بتوں پر جانوروں اور بعض اوقات انسانوں کی قربانی چڑھاتے تھے اور انہی سے مدد طلب کرتے تھے۔ خانۂ کعبہ میں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریم کی تصاویر بنی ہوئی تھیں اور ان کی پرستش کی جاتی تھی۔

بت پرستی کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اپنے قبیلے کے لیے کوئی کارنامے انجام دیئے تھے ان کی یاد کے لئے بت بنا دیئے تھے اور ان کو پوجنا شروع کر دیا تھا اس طرح ان کے بڑے بڑے بت ان کے اسلاف کی یادگار ہی تھے۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ عرب کے بت پرست الوہیت کے قائل تھے۔ ان بتوں کی پرستش اس لئے کرتے تھے کہ بارگاہِ الٰہی میں یہ ان کے سفارشی ہیں۔ اللہ کے نام پر نام رکھتے تھے جیسا کہ آنحضرتؐ کے والدِ ماجد کا نام عبداللہ تھا۔

ب:۔ ستارہ پرستی بتوں کے علاوہ ستاروں، سورج اور چاند کی پرستش کرتے تھے یہ لوگ ستاروں کو خدا کا شریک ٹھہراتے تھے ان کو صابئین کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

اکثر قبائل کے بت ستاروں کے نام سے موسوم تھے۔ وہ لوگ ستاروں کے طلوع وغروب پر بڑے بڑے کاموں کا انحصار رکھتے تھے غالباً ان کا یہ عقیدہ بابل و نینوا کی قدیم تہذیبوں کی یادگار تھا۔ لیکن کھلے میدانوں اور ریگستانوں میں زندگی بسر کرتے اور رات کو سفر کرنے والے لوگوں کا سیاروں اور ستاروں کو معبود بنا لینا کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ ستارہ پرستوں میں چاند کے پرستار زیادہ تھے۔

مجوسیت (آتش پرست) آتش پرستی ایران کا سرکاری مذہب تھا ایرانی اثرات کے تحت ایران و عراق کی سرحد کے آس پاس آباد عرب قبائل نے آتش پرستی اختیار کر لی تھی۔ ان میں بنو

Marfat.com

بنو تمیم اور بنو لخم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حیرہ کی ریاست پر اس مذہب کے عربوں کی حکومت تھی مجوسیوں کی طرح وہ دو خداؤں کے قائل تھے ان میں سے ایک نیکی کا خدا (یزدان) اور دوسرا بدی کا خدا (اہرمن) تھا۔

د:۔ **دہریت** عرب میں کچھ لوگ خدا کی ذات کے منکر اور مذہب کے سرے سے قائل نہ تھے وہ عرب کے مشرکانہ عقائد کو بھی تسلیم نہیں کرتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں جو کچھ ہورہا ہے وہ خود بخود ہو رہا ہے اور ایسا ہی ہوتا رہے گا یہ لوگ تشکیک کا شکار تھے۔

ر:۔ **حنفیت** دین ابراہیمی کو حنفی کہا جاتا تھا عرب میں خال خال ایسے نیک طبع افراد بھی ملتے تھے جو بت پرستی اور مشرکانہ عقائد سے متنفر تھا اپنی قلبی بصیرت کے سبب توحید کے قائل تھے ایک خدا کی عبادت کرتے تھے وہ حضرت ابراہیم کے دین حنیف کی جستجو میں رہتے تھے اور اسی لئے خود بھی حنیف کہلاتے تھے ان موحدین اور حق پسند لوگوں میں زید بن عمرو، عبداللہ بن جحش، عثمان بن حویرث اور ورقہ بن نوفل خاص طور پر قابل ذکر ہیں[1]۔ عرب ان کو صابی یا بے دین کے نام سے یاد کرتے تھے۔

س:۔ **یہودیت** عرب میں یہودی قبائل بھی آباد تھے۔ شام میں جب بنی اسرائیل پر سختیاں ہوئیں تو ان کے چند قبیلے یثرب اور خیبر وغیرہ میں ہجرت کر گئے یہاں کافی تعداد میں لوگ ان کے دین میں داخل ہو گئے۔ یثرب میں بنو قریظہ، بنو قینقاع اور بنو نضیر قبائل یہودی تھے۔ یثرب کے دو یہودی یمن پہنچے صنعا کا بادشاہ یوسف ذو نواس یہودی ہوگیا اس کے اثر سے وہاں کی آبادی کے ایک بڑے حصہ نے یہ دین اختیار کر لیا۔

ان کی مذہبی کتاب کا نام تورات ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری یہ لوگ خود کو خدا کی برگزیدہ امت سمجھتے تھے۔ اور تورات کے علم کی وجہ سے خود کو مذہبی طور پر عربوں سے بالا سمجھتے تھے۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو مسخ کر ڈالا تھا اور تورات میں حسب ضرورت تحریف کر لیتے تھے۔ حضرت عزیز کو خدا کا بیٹا تصور کرتے تھے۔ ان کے علماء خود غرض دنیا پرست تھے اور دین موسوی سے ہٹ چکے تھے۔ یہودی عربوں کے ساتھ ہر قسم کی زیادتی جائز سمجھتے تھے۔ سودی کاروبار کرتے تھے جس وجہ سے بہت سنگدل ہوگئے تھے اور چند کوڑیوں کی خاطر

---

[1]: حافظ غلام سرور۔ دی ہسٹری آف اسلام جلد اول ص ۸۲

Marfat.com

معصوم بچوں کی جان لینا بھی جائز تصور کرتے۔

۵۔ **عیسائیت** | عرب میں نصرانیت یمن کے مقام نجران سے شروع ہوئی پھر حیرہ کا بادشاہ نعمان بن منذر عیسائی ہو گیا اس کے اثر سے بہت سے لوگ اس دین میں داخل ہو گئے۔ قبائل نے بھی دین عیسوی اختیار کر لیا۔ غسانی عرب بھی جو رومی سلطنت کے زیر اثر تھے نصاریٰ تھے۔ جزیرہ میں تمر اور تغلب کے چند قبائل بھی عیسائی ہو گئے تھے۔ عیسائیوں کی مذہبی کتاب انجیل تھی۔ عیسائی علماء اس میں من مانی تحریف کر لیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی تعلیم کو فراموش کر چکے تھے وہ تثلیث کے قائل تھے ان کا عقیدہ تھا کہ خدا کے بیٹے عیسیٰ نے اپنی جان کی قربانی دیکر تمام عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے اور یہ کہ پادری کے سامنے اقرار گناہ سے وہ پاک ہو جاتے ہیں۔

سوالات

مندرجہ ذیل قدیم تہذیبوں پر تفصیلی بحث کیجیے۔

۱۔ ۱۔ سمیری ۲۔ بابلی۔ ۳۔ آشوری ۴۔ کلدانی ۵۔ بزنطینی ۶۔ ساسانی۔

۲۔ تاریخ بنی اسرائیل اور ان کے اہم عقائد بیان کیجیے۔

۳۔ عیسائیت پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں جس سے اس مذہب کے تمام اہم پہلو نمایاں ہو جائیں۔

۴۔ زرتشتی مذہب کے اہم اصولوں پر بحث کیجیے اور ان پر ایک تنقیدی اور تفصیلی نوٹ لکھیں؟

۵۔ پیغمبر اسلام سے قبل عرب کی سیاسی، تمدنی اور مذہبی حالت کا مختصر حال بیان کریں؟

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی

نسل: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس جگہ چھوڑا تھا جو آجکل مکہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت کوئی مستقل آبادی نہ تھی۔ صرف یمن اور شام سے آنے جانے والے قافلے آرام کرنے کے لیے پڑاؤ ڈال لیا کرتے تھے۔

حضرت ہاجرہ نے وہاں جھونپڑی بنالی۔ جو تھوڑا سا سامان معیشت ساتھ لایا ہوا تھا۔ وہ ختم ہوگیا۔ جب بچہ کو سخت پیاس لگی تو حضرت ہاجرہ نے ماں کی مامتا میں پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر سات مرتبہ چکر لگائے لیکن پانی نہ ملا۔ مایوسی کے عالم میں واپس اپنے ننھے بچے کو دیکھنے کے لئے واپس لوٹیں تو دیکھا کہ بچہ پیاس کے مارے زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اس کی ایڑیاں پانی سے شرابور ہیں اور صاف و شفاف پانی بہہ نکلا ہے۔ انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا اور چشمہ کے اردگرد منڈیر بنا دی۔ آخر یہ چشمہ ایک شہر کی تعمیر کا باعث بنا جس کو آجکل مکہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم کے ایک سردار مضاض بن عمرو کی لڑکی سے شادی کر لی۔ اس سے بارہ اولادیں ہوئیں۔ ان میں نابت اور قیدار کی نسل نے بہت دنیاوی عروج حاصل کیا۔ اسی نسل سے فہر پیدا ہوا۔ اس کا لقب قریش تھا۔ اسی نسبت سے اس کی نسل قریشی کہلاتی ہے۔ اس کی پانچویں پشت سے قصی پیدا ہوا۔ قصی کے چھ لڑکے تھے۔ عبد دار۔ عبد مناف عبد العزیٰ عبد۔ تخمر اور برہ۔ عبد مناف کا بیٹا ہاشم تھا۔ اس نے مدینہ کے خاندان بنی بخار میں شادی کی۔ شادی کے بعد شام جاتے ہوئے فوت ہوگیا۔ وفات کے بعد لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شیبہ رکھا۔ ان کے بھائی مطلب کو علم ہوا تو وہ مدینہ گیا۔ اپنے پیارے بھائی کی نشانی کو مکہ لے آیا۔ بعض لوگوں نے غلطی سے شیبہ کو مطلب کا غلام سمجھا چنانچہ شیبہ کو عبد المطلب کے نام سے پکارا جانے لگا۔ عبد المطلب کے کئی نامور بیٹے تھے۔ مثلاً عبد اللہ ابو طالب۔ حمزہ اور عباس۔

ولادت نبوی عبد المطلب نے عبد اللہ کی شادی وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی حضرت آمنہ نام سے کردی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد عبد اللہ تجارت کے لیے شام گئے۔

Marfat.com

واپس آتے ہوئے مدینہ میں قیام کیا اور بیمار ہو گئے۔ عبد المطلب نے خبر لانے کے لئے حارث کو یثرب بھیجا۔ حارث کے یثرب پہنچنے سے قبل عبد اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہ صدمہ نو عروس کے لئے کوئی کم نہ تھا۔ ان کی وفات کے چند ماہ بعد بروز دوشنبہ بوقت صبح ۹، ربیع الاوّل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ یہ وہی سال ہے جس میں یمن کے حاکم ابرہہ نے خانہ کعبہ کو پیوند خاک کرنے کے لئے مکہ پر چڑھائی کی تھی۔

آپ کے دادا نے نام محمد رکھا اور والدہ نے احمد نام رکھا۔ آپ اسم بامسمّٰی تھے۔

رضاعت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش پر آپ کی والدہ مکرمہؓ نے دو تین دن دودھ پلایا۔ اس کے بعد ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ پھر حضرت حلیمہ نے دودھ پلایا۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ شہر کے روسا اور شرفاء اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے دیہات اور قصبات میں بھیج دیا کرتے تھے تاکہ جسمانی لحاظ سے صحت مند اور زبان کے لحاظ سے فصیح ہو جائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے چند روز قبل ہوازن قبیلہ کی عورتیں مکہ آئیں۔ ان میں حضرت حلیمہ سعدیہ بھی تھیں۔ بی بی آمنہ نے اپنے لخت جگر کو حلیمہ کے سپرد کر دیا۔ وہ ہر چھٹے ماہ مکہ لاکر ان کی والدہ کو دکھا جاتی تھیں۔ دو سال کے بعد دودھ چھڑا دیا اور حضرت حلیمہ بی بی آمنہ کے پاس لائیں۔ چونکہ ان ایام میں مکہ میں بھی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے حضرت حلیمہ کے پاس واپس بھیج دیا۔ جب چار سال کے ہوئے تو دوبارہ حضرت حلیمہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ لائیں تو بی بی آمنہ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھ لیا۔

والدہ مکرمہ کا انتقال

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر جب چھ برس ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کرنے کے لئے مدینہ ساتھ لے گئیں۔ ایک ماہ وہیں مقیم رہیں۔ اس سفر میں اُمّ ایمن ساتھ تھیں۔ واپس آتے ہوئے جب مقام ابوا میں پہنچیں تو آپ کی والدہ مکرمہ کا انتقال ہو گیا۔ اور وہیں مدفون ہوئیں۔ اُمّ ایمن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ لے کر آئیں۔

دادا کی تربیت اور ان کا انتقال

حضرت آمنہ کی وفات کے بعد حضورؐ کو عبد المطلب نے اپنی آغوش پرورش میں لے لیا اور ہمیشہ آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر آٹھ برس اور دس دن ہوئی تو عبد المطلب نے بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابوطالب کی کفالت اور شام کا سفر

عبد المطلب کے دس بیٹے مختلف ازواج سے تھے۔ ابوطالب اور عبد اللہ ایک بیوی کے بطن سے تھے۔ اس وجہ سے

Marfat.com

عبداللہ کی بے وقت موت کے بعد عبدالمطلب نے ابوطالب کے سپرد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی اور ساتھ یہ وصیت کی کہ یہ تمہارے مرحوم بھائی عبداللہ کی نشانی ہے۔ اس پیاری نشانی کو دل وجان سے عزیز رکھنا۔ ابوطالب نے عبدالمطلب کی وصیت کو جس رنگ میں پورا کیا۔ تاریخ اس کی شاہد ہے۔

جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ سال کی عمر تھی کہ ابوطالب نے تجارت کے لئے شام کا سفر کیا۔ سفر کی صعوبت اور تکلیف کی وجہ سے آپ کو ساتھ لے جانا نہیں چاہتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوطالب سے اتنی محبت تھی کہ جب ابوطالب جانے لگے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جذبۂ محبت میں ابوطالب کے ساتھ چمٹ گئے۔ انہوں نے اپنے ساتھ لے لیا۔

حرب فجار جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو آپ نے حرب فجار میں حصہ لیا۔ یہ لڑائی ایام الحرام میں ہوئی تھی۔ ان مہینوں میں لڑنا منع ہے۔ اس وجہ سے لڑائی کا نام حرب فجار پڑ گیا۔ یہ لڑائی قریش اور قیس وکنانہ کے درمیان لڑی گئی تھی۔ چونکہ قریش برحق تھے اس لئے آپ نے ان کا ساتھ دیا۔ لیکن کسی پر تلوار نہیں اٹھائی۔ آپ نے صرف دشمنوں کے پھینکے ہوئے تیر اٹھا اٹھا کر اپنے چچاؤں کو دیتے تھے۔

حلف الفضول قدیم زمانہ میں عرب کے بعض نیک دل اشخاص کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی انجمن کا انعقاد جو ملک میں امن وسلامتی کو قائم رکھے۔ چنانچہ ایک معاہدہ ہوا کہ اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد کریں۔ ۱۔ ہم ملک سے بدامنی دور کریں۔ ۲۔ ہم غربا کی اعانت کریں گے۔ ۳۔ مسافروں کی حفاظت کریں گے۔ ۴۔ مظلوموں کو ظالموں کے پنجہ سے چھڑائیں گے۔

عربی میں چونکہ حق کو فضل بھی کہتے ہیں جس کی جمع فضول ہے اس لئے اس معاہدہ کا نام حلف الفضول رکھا گیا یا بعض روایتوں کی رو سے چونکہ اس تجویز کے محرک ایسے اشخاص تھے جن کے ناموں میں فضل کا لفظ آتا تھا۔ اس لئے یہ عہد حلف الفضول کے نام سے مشہور ہو گیا۔

بہرحال حرب فجار کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس حلف کی تجدید کی جائے؟ چنانچہ اس تحریک پر بعض قبائل قریش کے نمائندگان عبداللہ بن جدعان کے مکان پر اکٹھے ہو گئے۔ جہاں سب نے حلف اٹھایا۔ وہ ہمیشہ

۱۔ روض الانف مصنفہ امام سہیلی جلد ۱ صفحہ ۱۱

ظلم کو روکیں گے اور مظلوم کی مدد کریں گے۔ غربا کی اعانت کریں گے۔ ملک سے بدامنی دور کریں گے۔ اس عہد میں حصہ لینے والوں میں بنو ہاشم۔ بنو مطلب، بنو اسد، بنو زہرہ، بنو تیم شامل تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس معاہدہ میں شامل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے

Marfat.com

نبوت کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس معاہدہ کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں ہرگز قبول نہ کرتا۔ اگر آج بھی اس قسم کا معاہدہ ہو تو شرکت کرنے کو تیار ہوں ۔

حلف الفضول کی وجہ تسمیہ حلف الفضول کی وجہ تسمیہ میں دو قول ہیں (الف) قریش سے پہلے بھی قبیلہ جرہم اور قطورہ نے مل کر اس قسم کا معاہدہ کیا جس میں تین شخص داخل تھے۔ ان تینوں کے ناموں میں لفظ فضل مشترک تھا۔ (ب) یہ نام اس لئے پڑا کہ اس میں یہ الفاظ تھے۔ ترد الفضول علی اھلھا۔

امین کا لقب پانا اس زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیکی تقویٰ دیانت اور راستبازی مکہ میں زبان زد خلائق بن چکی تھی۔ جس آدمی کا بھی واسطہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑا۔ آپ کو کھرا پایا۔ اس وجہ سے لوگ آپ کو نام سے نہیں بلاتے تھے بلکہ الامین کے نام سے یاد کرتے تھے۔

خدیجہ سے نکاح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راست بازی کی وجہ سے مکہ کی ایک معزز خاتون خدیجہؓ نام نے آپ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ ان کے مال سے تجارت کریں جو معاوضہ دوسروں کو دیتی ہوں اس سے دوگنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوں گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا۔ چنانچہ آپ مال تجارت لے کر بصریٰ چلے گئے۔ خدیجہ کا ذاتی نوکر میسرہ بھی ہمراہ تھا۔ اس تجارتی سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت حضرت خدیجہؓ کو بہت نفع ہوا۔ میسرہ غلام نے حضرت خدیجہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حمیدہ کے متعلق بہت کچھ بتایا اور حضرت خدیجہؓ بہت ہی متاثر ہوئیں۔ چنانچہ واپس آنے کے تین ماہ بعد حضرت خدیجہؓ نے شادی کا پیغام بھیج دیا۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۲۵ سال۔ تاریخ مقررہ پر ابوطالب اور تمام رؤسا خاندان حضرت خدیجہؓ کے مکان پر آئے اور ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھا اور پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد سوائے ایک بیٹے کے حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئی۔

تعمیر کعبہ اور نصب حجر اسود بیت الحرام نشیب میں واقع تھا۔ بارش کے زمانہ مکہ کا تمام پانی حرم میں داخل ہو جاتا تھا۔ پانی کی روک تھام کے لئے بالائی حصہ پر بند بندھوایا تھا لیکن وہ ٹوٹ جاتا تھا۔ اور عمارت کو نقصان پہنچتا تھا۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے کعبہ کی عمارت بھی کمزور ہو گئی۔ اس لئے قریش نے کعبہ کی عمارت گرا کر از سرِ نو تعمیر کرائی۔ جب حجر اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو اس میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا کہ کون سا قبیلہ حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر رکھے۔ ہر قبیلہ کی یہ خواہش تھی کہ اس متبرک پتھر کو نصب کرنے کی سعادت اسے نصیب ہو۔ آخر کار

36/13

Marfat.com

جھگڑا یہاں تک پہنچ گیا کہ قبائل کی تلواریں میانوں سے باہر آگئیں۔ ابو امیہ بن مغیرہ نے یہ رائے دی کہ جو شخص اگلے دن سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو وہی فیصلہ کرے کہ حجرِ اسود کو اس جگہ پر کون سا قبیلہ رکھے۔ حکمت الٰہی سے بیت اللہ میں سب سے پہلے داخل ہونے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ سب لوگ بیک زبان پکار اٹھے "ھذا الامین" یہ امین آگیا۔ اگر آپ چاہتے تو خود ہی یہ کام سرانجام دے دیتے۔ لیکن آپ نے قبائل میں اتحاد اور اتفاق پیدا کرنے کے لئے ایک حسین تدبیر سے کام لیا۔ آپ نے چادر بچھا کر اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود اس پر رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ ہر قبیلے کا سردار چادر کو پکڑ کر اٹھائے۔ جب حجرِ اسود کو چادر میں رکھ کر اس جگہ لے آئے جہاں حجرِ اسود کو نصب کرنا تھا تو آپ نے حجرِ اسود کو اپنے دستِ مبارک سے اٹھا کر نصب کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔

غارِ حرا میں ریاضت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طبعی میلان یادِ الٰہی کی طرف تھا۔ حضرت خدیجہؓ سے شادی ہو جانے کی وجہ سے خورد و نوش سے بے فکری ہو گئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یادِ الٰہی اور ریاضت کے لئے غارِ حرا کو پسند کیا۔ یہ غار مکہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ ہر سال رمضان کا پورا ماہ اس غار میں یادِ الٰہی میں بسر کرتے۔ تھوڑا سا توشہ ہمراہ لے جاتے۔ اسی پر تمام مہینے کا گزران ہوتا۔

بت پرستی اور گناہوں سے نفرت

ملک کی تمام توہم پرستیوں۔ برائیوں اور بدیوں سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فطرۃً نفرت تھی۔ آپ کی طبیعت بت پرستی سے نفور تھی۔ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں لات۔ منات، عزیٰ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے جتنی نفرت ان بتوں سے ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی وہ کھانا نہیں کھایا جو اصنام پر چڑھایا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے قبل ہی بت پرستی کی برائی شروع کر دی۔

رسول کریم صلعم کے احباب خاص

نبوت سے قبل جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احباب تھے وہ بھی اخلاق فاضلہ اور بلند رتبہ کے مالک تھے۔ ان میں سب سے مقدم ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے جو دعویٰ نبوت سنتے ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ۲۔ حضرت حکیم بن حزام۔ ۳۔ حضرت ضماد بن ثعلبہ۔ ۴۔ قیس بن سائب مخزومی ۵۔ ورقہ بن نوفل۔

نبوت کا دیباچہ

احادیث سے یہ عیاں ہے کہ نبوت سے قبل خواب میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اسرار منکشف ہونے لگتے جو کچھ خواب میں دیکھتے تھے صبح کی سپیدی کی طرح وہ پورا ہو جاتا تھا۔

Marfat.com

ظہورِ قدسی

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس سال کے ہوئے اور آپ حسب معمول غار حرا میں عبادت میں مصروف تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ ایک مبارک رات میں جبرائیل آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے آئے اور آپ سے فرمایا۔ اقرأ یعنی پڑھ۔ آپ نے جواب میں فرمایا:

"ما انا بقاری" میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو سینہ سے لگا کر زور سے دبایا۔ اور فرمایا اقرا۔ جواب وہی دیا۔ "ما انا بقاری"۔ غرض تیسری بار کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے سورہ علق کی پہلی پانچ آیات پڑھیں۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۔

یعنی اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم دیا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا۔

یہ وہ پہلا دن ہے جب نبوت کا بارگراں آپ پر ڈالا گیا اور وہ راستہ جس کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دن رات متلاشی اور جویاں تھے مل گیا۔ وہ آبحیات جس کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کام و دہن پیاسا تھا دستیاب ہو گیا۔ وہ نور ہدایت جس کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی باطنی بینائی جستجو میں تھی حاصل ہو گیا۔ وہ سکون قلب جس کے لئے حیران و سرگرداں تھے نصیب ہو گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلاح عالم کی ذمہ داری کا احساس اپنے دل میں لئے ہوئے گھر لوٹے۔ حضرت خدیجہؓ سے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ اس پاک اور مقدس بیوی نے ان الفاظ میں تسلی دی۔

"خدا آپ کو کبھی رسوا نہیں ہونے دے گا اور کبھی ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنے نہیں دے گا" اس کی وجہ یہ بیان کی کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ بے کسوں کے معاون و مددگار ہیں۔ مہمان نوازی کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ مظلوموں کی جائے پناہ ہیں۔ مسافروں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔ مصائب میں حق کے مددگار ہیں جس آدمی میں یہ اوصاف ہوں وہ بھلا کیسے ضائع ہو سکتا ہے۔"

ذرا طبیعت سنبھلی تو حضرت خدیجہؓ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وہ حضرت خدیجہؓ کے عم زاد بھائی تھے۔ بت پرستی سے متنفر اور دین حق کے متلاشی تھے۔

Marfat.com

آخر کار وہ نصرانیت کی آغوش میں آگئے تھے۔ وہ عبرانی زبان جانتے تھے۔ توریت اور انجیل کے خوب ماہر تھے۔ انہوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ سنا اور سننے کے بعد فرمایا: یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰؑ پر اترا تھا۔ پھر ورقہ بن نوفل نے آرزو کی کہ کاش میں بھی اس وقت تک زندہ ہوتا جب کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قوم آپؐ کو مکہ سے نکال دے گی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعجب ہوکر پوچھا۔ میری قوم مجھ کو یہاں سے نکال دے گی۔ ورقہ نے جواب دیا۔ ہاں۔ ہر نبیؑ کے ساتھ ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ اس کے بعد ورقہ جلد فوت ہوگئے۔

پہلے پیغام کے بعد تقریباً ۲ ماہ تک وحی کا آنا رُک گیا۔ اس کے بعد دوسری وحی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی وہ یہ تھی۔ یَاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ اے لباس (نبوت) اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا۔

اس پیغام میں خدا نے یہ فرمایا کہ خلوت میں بیٹھ کر صرف عبادت الٰہی کرنے کا زمانہ ختم ہو گیا ہے بلکہ لوگوں کو ظلمات سے نکال کر حلقۂ نور میں لانے کا وقت آگیا ہے۔ اس وجہ سے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا کہ جس نے اس شمع ہدایت سے منہ پھیرا وہ دین و دنیا میں خسران اور گھاٹے میں ہے۔ سو اس حکم کو پاتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ عمل میں آگئے۔

السابقون الاولون

بالکل ابتدائی زمانہ نبوت میں پیغام حق پہنچانے میں بڑا رازداری اور احتیاط سے کام لیا جاتا تھا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہی لوگوں کو پیغام پہنچاتے تھے جو آپ کے حلقہ احباب میں داخل تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ سب لوگوں سے بڑھ کر یہی بیوی رازدار تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئے ہوئے پندرہ سال گذر چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نہاں نہ تھی یہی وجہ ہے کہ یہ پاک بیوی نبوت سے قبل ہی آپ کے غموں کی گھڑیوں میں موجب تسکین ہوتی تھیں آپ کے قلب پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راست بازی، امانت داری اور دیانت داری کا بہت گہرا اثر تھا۔ جونہی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا سے پیغام ہدایت لے کر باہر نکلے اور گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس پیغام کا ذکر کیا تو آپ نے اس پیغام کو حق سمجھا اور ایمان لے آئیں اور ساتھ یہ کہہ اٹھیں کہ آپ جیسا راست باز کبھی ناکام نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل کے اعضا پیری کی وجہ سے مضمحل اور آنکھیں سفید ہوچکی تھیں۔ اور موت کے دروازے کو دستک دے رہے تھے۔ ورقہ پیغام سنتے ہی اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ کہہ اٹھے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دولت مند۔ صائب الرائے اور ماہر انساب تھے۔ آپ کی مجلس سے فیاضی کا دریا بہتا تھا۔ غرباً، مساکین اور مسافروں کے لئے رحمت کا موجب تھے۔ اس وجہ سے مکہ میں بہت ہی ہر دلعزیز تھے۔ بعثت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت دوستانہ مراسم تھے۔ پیغام حق سنتے ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابوطالب کے فرزند تھے۔ آپ بچپن سے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تھے اور وہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ غلاموں میں سے سب سے پہلے حضرت زید بن حارث رضی حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کے ساتھ بہت میل ملاپ تھا۔ ان کی تبلیغ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ حضرت زبیر رضی، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی۔ حضرت طلحہ رضی اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی مسلمان ہوئے۔ پھر ابوعبیدہ رضی۔ عامر بن عبداللہ بن الجراح رضی۔ عبدالاسد بن ہلال۔ عثمان بن مظعون رضی عامر بن فہیرہ ازدی رضی۔ ابوحذیفہ بن عتبہ رضی۔ سائب بن عثمان مظعون ارقم رضی۔ عمار رضی۔ یاسر رضی۔ خباب رضی۔ سعید بن زید رضی عبداللہ بن مسعود رضی۔ صہیب رضی رومی۔ بلال رضی۔ ابوذر غفاری رضی حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

عورتوں میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت عباس رضی کی بیوی ام الفضل رضی اسماء بنت عمیس رضی۔ اسماء بنت ابوبکر رضی۔ سمیہ رضی۔ فاطمہ خواہر عمر فاروق رضی نے اسلام قبول کیا۔

تبلیغ عام اور کفار کی ایذارسانی کا آغاز

تین سال تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رازداری اور احتیاط و حزم سے فریضہ تبلیغ کو سرانجام دیتے رہے۔ آخر کار کھل کر میدان عمل میں آنے کا حکم آگیا۔ قرآن مجید میں آتا ہے فاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔ یعنی جو تم کو حکم دیا گیا ہے اس کو واشگاف کر دو۔ پھر حکم آیا وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ یعنی اپنے کنبے اور قریبیوں کو ڈرا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو بلایا جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک جرار لشکر آ رہا ہے تو تم یقین کرو گے۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا۔ ہاں۔ کیونکہ آپ ہمیشہ جادہ راست پر گامزن رہے ہیں اور ہم سے امین کا لقب پایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر دردناک عذاب نازل ہوگا۔ یہ سن کر سب لوگ جن میں ابولہب بھی تھا سخت برافروختہ ہوئے اور بُرا بھلا کہتے ہوئے چلے گئے۔ چند روز کے بعد حضرت علی رضی سے کہا کہ ایک دعوت کا انتظام کرو۔ یہ تبلیغ اسلام کا پہلا موقعہ تھا۔ اس دعوت میں تمام خاندان عبدالمطلب مدعو

Marfat.com

تھے۔ابوطالب۔حمزہؓ۔عباسؓ۔سب شریک تھے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھا چکنے کے بعد فرمایا کہ میں وہ چیز لایا ہوں جو اس کو قبول کرے گا وہ دین و دنیا میں فلاح پائے گا اس بارگراں کے اٹھانے میں میرا کون ساتھ دے گا۔تمام حاضرین محفل خاموش رہے۔دفعتہً ایک کونے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے اور کہا اس بارگراں کے اٹھانے میں میں معاون و مددگار رہوں گا۔حاضرین محفل کو بے ساختہ ہنسی آگئی اور چل دیئے۔عرب میں عکاظ ۔۔۔۔۔ اور ذوالمجاز کے میلے بہت مشہور تھے۔عرب کے ہر کونے سے وہاں لوگ آتے تھے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جاتے اور ان کو وعظ کرتے۔

وعظ کی اہم باتیں

خدا کو ایک مانو۔اسی کے سامنے سر جھکاؤ۔وہی ذات قابل عبادت ہے۔وہ تمام عیوب سے منزہ اور تمام خوبیوں کی جامع ہے۔زمین آسمان، چاند، سورج، ستارے وغیرہ اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔بتوں کے سامنے سر نہ جھکاؤ۔ جوا نہ کھیلو۔جسمانی اور قلبی پاکیزگی اختیار کرو۔وعدہ کی پابندی کرو، چوری زنا سے باز آجاؤ، لین دین میں کسی سے دغا نہ کرو۔لڑکیوں کو زندہ درگور نہ کرو۔اللہ کے نزدیک تمام امیر و غریب انسان برابر ہیں۔خدا کے نزدیک افضل وہ ہے جو متقی ہے۔

قریش کی مخالفت کے وجوہ

بت پرستی کی مخالفت

۱۔قریش کی گھٹی میں بت پرستی رچ چکی تھی۔وہ بتوں کی برائی اور تنقیص سننا پسند نہیں کرتے تھے۔

۲۔قبائلی مخالفت

اکثر قبائل بنو ہاشم سے مخالفت کرتے تھے۔مخالف قبیلے ایک شخص کے پیچھے چلنا عار سمجھتے تھے۔جیسا ابوجہل کی ایک گفتگو سے ظاہر ہے۔ابوجہل اخنس بن شریق ثقفی کو ایک سوال کے جواب میں کہا۔ہم اور بنو عبد مناف (آل ہاشم) ہمیشہ ایک دوسرے کے مخالف اور حریف رہے ہیں۔انہوں نے مہمانداریاں کیں تو ہم نے بھی کیں۔انہوں نے خون بہا دیئے تو ہم نے بھی بہا دیئے۔انہوں نے فیاضیاں کیں تو ہم نے بھی اپنی فیاضیوں کی بارش سے غربا کے دلوں کی خشک زمین کو سیراب کیا۔اب بنو ہاشم میں سے ایک نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے خدا کی قسم ہم اس پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔

۳۔اخلاقی پستی

مخالفت کا ایک بڑا سبب قریش کی بداخلاقیاں تھیں۔قریش زنا۔جوا۔رہزنی۔عہد شکنی۔آوارگی۔جھوٹ۔چغل خوری کے عادی تھے۔قرآن مجید ان عادات قبیحہ کا سخت دشمن تھا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان برائیوں پر سخت سرزنش کرتے

Marfat.com

تھے۔ بیعت ان عادات قبیحہ کو ترک کرنے پر لیتے تھے۔

۴۔ نسلی تفاخر

وہ خاندان اور شرافتِ بزرگان پر مغرور تھے۔ انہیں اسلامی مساوات کا قبول کرنا ایک قسم کی ذلت محسوس ہوتی تھی۔ اس وجہ سے وہ اسلامی تعلیمات کو اپنے مفادات کے خلاف سمجھتے تھے جن لوگوں کے مفاد پر ضرب پڑتی تھی وہ انتہائی مخالف ہو گئے۔

۵۔ قبلہ اوّل کی طرف منہ کر کے نماز

قریش کو عیسائیت سے نفرت تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابرہہ نے بیت الحرام کے ڈھانے کے لیے فوج کشی کی تھی۔ اسلام اور عیسائیت میں بہت سی باتیں مشترک تھیں۔ اس زمانہ میں اسلام کا قبلہ بھی بیت المقدس تھا۔ قریش نے خیال کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیت کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔

۶۔ نبوت کا مفہوم

وہ نبوت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے اور بعید سمجھتے تھے کہ خدا کے حکم سے کوئی انسان انسانوں کو سمجھانے کے لیے آئے۔

۷۔ جزا و سزا کے قائل نہ تھے

وہ جزا و سزائے اعمال کے قائل نہ تھے۔ اس لیے یہ تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی ہو گی۔ ان کے نزدیک بالکل قابل تمسخر تھی۔

۸۔ معاشی مسئلہ

اسلام کا بت پرستی کے خلاف ہونا قریش کا محض جذباتی مسئلہ نہ تھا بلکہ ان کا معاشی مسئلہ بھی تھا۔ تمام عرب بتوں پر چڑھاوے چڑھاتے تھے قائدین قریش جو بیت اللہ کے متولی تھے ان میں سے اپنے حصے وصول کرتے تھے۔ قریش سردار جانتے تھے کہ اگر اسلام غالب آ گیا تو چڑھاووں کی آمدن ختم ہو جائے گی اس وجہ سے انہوں نے شجر اسلام کو جڑھ سے اکھاڑ پھینکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

۹۔ آباؤ اجداد کی پیروی

اہل عرب اپنے آباؤ اجداد کی عزت کرنا اور ہر بات میں خواہ وہ درست ہو یا غلط ان کی پیروی اختیار کرنا اپنا جزو دین و مذہب سمجھتے تھے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ "ہم تو بہر حال اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے۔" لیکن اسلام نے عقل کو سچ اور جھوٹ کے درمیان حکم قرار دیا اور یہ ہدایت کی کہ آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کرنے والوں کو یہ سوچنا چاہیئے کہ آیا ان کے آباؤ اجداد نے گمراہی اور بے وقوفی کا راستہ تو اختیار نہیں کیا ہوا تھا۔ ارشاد الٰہی ہے "کیا وہ اپنے آباؤ اجداد ہی کی اتباع کریں گے۔ خواہ ان کے آباؤ گمراہ اور بے وقوف ہی کیوں نہ ہوں"۔ یہی وجہ ہے کہ کفار کا ایک وفد ابو طالب کے پاس گیا تو ان سے کہا کہ اپنے بھتیجے کو روک دیں کہ وہ ہمارے بزرگوں کو برا بھلا نہ کہے۔

Marfat.com

۱۰۔ رسول کریم کا مالدار نہ ہونا

قریش میں بڑے بڑے صاحب اثر اور دولت مند لوگ تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنے کے ان دونوں باتوں سے خالی تھے۔ ایسی حالت میں قائدین مکہ کا آپ کی اتباع میں آنا اپنی توہین خیال کرتے تھے اسی وجہ سے وہ کہتے تھے "کیوں نہ یہ قرآن مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر نازل ہوا"

مسلمانوں کو دکھ دیئے جانے میں حکمت

پہلی حکمت :- مسلمانوں کے اخلاص پر مہر لگ جائے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ دنیاوی لالچ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع نہیں ہوئے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی رضا جوئی کے لئے ایمان لائے ہیں۔

دوسری حکمت :- انسان کے اخلاق کی تکمیل نہیں ہوتی۔ جب تک وہ مصائب اور آلام کی بھڑکتی ہوئی بھٹی میں نہیں ڈالا جاتا۔

تیسری حکمت :- اللہ تعالےٰ اپنی یہ قدرت دکھانا چاہتا ہے کہ انسانی طاقتیں اسلام کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔

چوتھی حکمت :- مومن اور منافق میں تمیز ہو جائے کیونکہ منافق مشکلات میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

تبلیغ اسلام روکنے کی کوشش اور ایذاء رسانیاں

قریش نے ایک وفد ابو طالب کے پاس بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ وہ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں کہ وہ ان کے بتوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دے۔ ابو طالب نے وفد کو سمجھایا اور واپس کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کو جاری رکھا۔ جب اسلام کی نورانی شعاعیں ذرا پھیلنے لگیں تو پھر قریش نے دوسرا وفد ابو طالب کے پاس بھیجا اور وہ وفد اپنے ساتھ عمارہ بن ولید کو لے گیا۔ یہ نوجوان شجاعت اور حسن وزیبائی میں بے مثال تھا۔ ابو طالب سے کہا کہ اس نوجوان کو اپنا بیٹا بنا لو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دو۔ ابو طالب نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ میں تمہارے بیٹے کی پرورش کروں اور آپ میرے بیٹے کو موت کے گھاٹ اتار دیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ابو طالب کا جواب سن کر کفار قریش واپس ناکام و نامراد لوٹ آئے۔ اب قریش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکالیف اور ایذائیں دینی شروع کر دیں۔ کبھی شاعر کہتے۔ کبھی مجنوں کا نام دیتے۔ کبھی کاہن پکارتے۔ راستوں میں کانٹے بچھانے شروع کر دیئے۔ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں عبادت کے لئے گئے۔ سجدہ کی حالت میں اونٹنی کی غلیظ بچہ دانی آپ پر رکھ دی گئی۔ کسی راستہ پر گزرتے وقت آپ پر مٹی پھینکی جاتی۔ پتھر مارے جاتے۔ ایک دفعہ عقبہ بن ابی معیط نے چادر آپ کے گلے میں ڈال کر اس زور سے مروڑا کہ دم گھٹ گیا۔

Marfat.com

قریش نے ایک اور وفد سہ بارہ ابو طالب کے پاس بھیجا اور وفد نے کہا اے ابوطالب! آپ ہم سے عمر میں زیادہ ہیں۔ مرتبہ اور وجاہت میں بھی سربلند ہیں۔ پہلے بھی آپ سے دوبارہ درخواست کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو بتوں کی مذمت سے منع کریں لیکن آپ نے اس کو اس کام سے نہیں روکا

اسے ابوطالب اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اگر اب اس نے ہمارے بتوں کو برا بھلا کہا۔ ہمارے آباؤ اجداد کی تذلیل کی۔ ہمیں گمراہ اور جہنم کا ایندھن کہا تو ہم آپ سے جنگ کریں گے تاکہ معاملہ ختم ہو جائے۔

ابوطالب نے اپنے پیارے بھتیجے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر قوم کا ایک ایک حرف کہہ سنایا اور کہا کہ ہم اس قابل نہیں کہ قوم کا مقابلہ کر سکیں۔ اس وجہ سے مجھے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ابوطالب کے دل پر قوم کی دھمکی کا بہت اثر ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا اگر آپ قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو بے شک میری معاونت سے دست کش ہو جائیں۔ پھر فرمایا اے میرے چچا خدا کی قسم اگر کفار مکہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند رکھ دیں اور کہیں کہ اس کے عوض تبلیغ اسلام کو ترک کر دوں مجھے منظور نہ ہوگا اگر مجھے اس راہ میں ہلاکت نظر آئے تو میں پیچھے قدم نہیں رکھوں گا۔

ابوطالب کے قلب پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بجلی کا سا اثر کر گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جو بات تمہیں لوگوں سے کہنا ہے کہہ دیجئے۔ بخدا میں آپ کی ہر قدم پر مدد کروں گا اور آپ کی تکلیف کو گوارہ نہیں کروں گا۔

قریش نے ایک منصوبہ بنایا شاید اسی سے رسول کریم صلعم تبلیغ اسلام سے رک جائیں وہ منصوبہ یہ تھا کہ اس دفعہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عتبہ بن ربیعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا . . . . .

۱۔ اگر اس قسم کی تبلیغ سے آپ کا منشا مال جمع کرنا ہے تو ہم لوگ آپ کے لئے دولت جمع کر دیتے ہیں۔

۲۔ اگر یہ نیت ہے کہ آپ تمام عرب کے سردار بن جائیں تو ہم آپ کی سیادت قبول کرنے کے لئے حاضر ہیں۔

۳۔ اگر آپ بادشاہت کے طلب گار ہیں تو ہمیں یہ بھی منظور ہے۔

۴۔ اگر کوئی خوبصورت عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کے اس مقصد کو بھی پورا کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

۵۔ اگر آپ آسیب زدہ ہیں تو آپ کا علاج کروا دیتے ہیں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں فرمایا مجھے مال، عزت، حکومت، دولت، بیوی، سیادت کی ضرورت نہیں اور نہ میرے دماغ میں خلل ہے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حم السجدہ کی ابتدائی آیات تلاوت کیں۔ قرآن مجید کے پاکیزہ اور مقدس الفاظ سن کر عتبہ بن ربیعہ اٹھ کر واپس رفقا کے پاس آیا اور کہا اے قریش کے گروہ میں ایک ایسا کلام سن کر آیا ہوں جو نہ کہانت ہے نہ شعر نہ جادو منتر۔ میرا کہنا مانو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ رائے سن کر کہا تو پر بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو چل گیا۔

جب کفار کے تمام حیلے جاتے رہے تو انہوں نے مسلمان بے چاروں پر مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ مختصر طور پر چند بزرگ ہستیوں اور ان کو عذاب دینے کے طریقے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت خباب بن ارت۔ قبیلہ تمیم سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں لوہاری کا کام کرتے تھے قریش نے ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ ایک دفعہ کوئلے جلا کر زمین پر بچھا دیئے گئے۔ ان پر چت لٹا دیا گیا۔ ایک آدمی ان کی چھاتی پر چڑھ گیا۔ تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں یہاں تک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے ٹھنڈے ہو گئے۔

۲۔ بلال رض: حبشی تھے اور امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ ان کو علم ہوا کہ بلال مسلمان ہو گیا ہے تو ان کے لئے طرح طرح کے عذاب اور اذیتیں تجویز کیں۔ موسم گرما کی چلچلاتی دھوپ میں زمین پر لٹا دیا جاتا اور ان کے سینے پر ایک بھاری سل رکھ دی جاتی۔

۳۔ حضرت عمار رض نے جب اسلام قبول کیا تھا تو ان سے پہلے صرف تین اشخاص دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ قریش ان کو تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے تھے۔ ساتھ سخت ایذائیں دی جاتیں تو وہ بے ہوش ہو جاتے۔

۴۔ حضرت سمیہ رض جو حضرت عمار رض کی والدہ تھیں سنگدل ابوجہل نے ان کی ران پر برچھا مار کر شہید کر دیا۔

۵۔ حضرت یاسر رض حضرت عمار رض کے والد تھے یہ بھی کفار مکہ کے ظلم و ستم اٹھاتے اٹھاتے شہید ہو گئے۔

۶۔ حضرت ابوفکیہ رض صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ جب صفوان کو ان کے اسلام کا علم ہوا تو اس کے پاؤں میں رسی باندھی۔ لوگوں سے کہا کہ اس کو گھسیٹ کر تپتی ہوئی ریت پر لٹائیں۔

۷۔ حضرت لبینہ رض ایک کنیز تھیں۔ حضرت عمر رض ان کو اتنا مارتے کہ خود تھک جاتے تو کہتے کہ میں نے رحم کی بنا پر مارنا ترک نہیں کیا۔ بلکہ تھک گیا ہوں۔ وہ جواب دیتیں اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو خدا اس کا انتقام لے گا۔

Marfat.com

۸. حضرت زنیرہ رضؓ حضرت عمرؓ کے گھر کی کنیز تھیں۔ ظالم اور سنگدل ابوجہل نے ان کو اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔

۹. حضرت نہدیہ رضؓ اور ام عبیس رضؓ یہ بھی دونوں کنیز تھیں۔ کافر ان کو سخت ایذائیں دیا کرتے تھے

۱۰. حضرت صہیب رضؓ اور عمار بن یاسرؓ ایک ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ قریش ان کو اس قدر تکلیف اور اذیت پہنچاتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے تھے۔ جب انہوں نے مدینہ ہجرت کرنی چاہی تو قریش نے کہا اپنا سارا سامان چھوڑ جاؤ تو جا سکتے ہو۔ حضرت صہیب رضؓ نے خوشی سے مان لیا۔

جو لوگ بڑے بڑے قبائل سے تعلق رکھتے تھے وہ بھی سنگدل کفار کے ہاتھ سے محفوظ نہ تھے۔ ان کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا گیا جو غلاموں اور ضعفاء کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا۔

حضرت عثمان بن عفان جب اسلام لائے تو ان کے چچا نے رسی سے باندھ کر مارا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بہنوئی اور بہن کو مار مار کر لہولہان کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کی والدہ نے گھر سے باہر نکال دیا۔

حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیا گیا۔

لیکن یہ جور و ستم یہ جلادانہ بے رحمیاں اور سفاکیاں ایک مسلمان کو صراط مستقیم سے متزلزل نہ کر سکیں۔ جب کہ پہلی امتوں نے اپنے انبیاء کے چند کوڑیاں لے کر گرفتار کرا دیا اور ان کے منہ پر تھوکا ایک عیسائی مورخ نے لکھا ہے۔

"عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مسائل نے وہ درجہ نشہ دین کا آپ کے پیروؤں میں پیدا کر دیا۔ جس کو عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے جب کہ عیسیٰؑ کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے ان کا نشہ دینی جاتا رہا۔ وہ اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چل دیئے برعکس اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اپنے مظلوم کے گرد آئے آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔ (سیرت النبی جلد اول صفحہ ۲۳۲)

ہجرت حبشہ ۶۱۵ء

بعثت کا پانچواں سال تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد تقریباً پچاس آدمی سے زائد جمع ہو چکے تھے۔ کفار مکہ کے مظالم اور ایذاؤں نے ان کے قصر اتحاد کو اور زیادہ مرصوص بنا دیا تھا اور یہ جماعت روز بروز ترقی پر تھی۔ صحابہ کرام کے ساتھ کفار کی سفاکیوں اور ایذاؤں کو دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی کہ وہ ارض حبش کی طرف ہجرت کر کے

Marfat.com

چلے جائیں۔ وہاں کا بادشاہ نجاشی جس کا نام اصحمہ تھا بہت عادل اور منصف تھا اور وہ مذہباً عیسائی تھا
جان نثاران اسلام ہر قسم کی تکلیف برداشت کر سکتے تھے لیکن ان کے مکہ میں رہ کر فرائض اسلامی کا ادا کرنا ناممکن تھا۔ کوئی شخص کعبہ میں اونچی آواز سے قرآن مجید کی تلاوت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ بار اول بارہ مرد اور چار عورتوں کا ایک مختصر سا قافلہ رات کی تاریکی کے پردہ میں نکلا۔ اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کی طرف روانہ ہو گیا۔

کفار کو جب ہجرت کی خبر ہوئی تو تعاقب کیا لیکن جب بندرگاہ پر پہنچے تو جہاز جا چکے تھے تو ناپرس ہو کر واپس مکہ لوٹے۔ کفار یہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان کسی ملک میں امن کے ساتھ زندگی بسر کریں اور اسلام کی نورانی شعاعیں پھیلیں۔ اندرونی جلن کی وجہ سے مشورہ کرکے یہ رائے قرار پائی کہ نجاشی کے پاس ایک سفارتی وفد بھیجا جائے۔ وہ جا کر یہ کہے کہ وہ ان لوگوں کو جو عرب سے بھاگ کر آئے ہیں سفیروں کے سپرد کر دے۔

چنانچہ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص اس کام کے لئے منتخب ہوئے۔ بڑے بڑے قیمتی تحفے ساتھ لئے۔ پہلے درباریوں سے ملے۔ ان کو تحائف پیش کئے ان کی تائید حاصل کی۔ اس کے بعد وہ سفیر دربار میں حاضر ہوئے درخواست کی کہ مہاجرین ہمارے مجرم ہیں ان کو واپس کیا جائے۔ بادشاہ کو یہ کہہ کر اکسایا کہ ان لوگوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کر لیا ہے چنانچہ بادشاہ نے مسلمانوں کو جواب دینے کے لئے طلب کر لیا۔ تب جعفرؓ نے یہ تقریر کی۔

"اے بادشاہ ہم ایک جاہل قوم تھے جو بتوں کو پوجتے، مردار کھاتے، بے حیائی کے کام کرتے۔ قریبیوں کے حقوق ادا نہ کرتے ہمسایوں سے بُرا سلوک کرتے اور ہم میں سے مضبوط کمزور کو کھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا۔ جس کے نسب، صدق، امانت اور پرہیزگاری کو خوب جانتے ہیں۔ اس نے ہم کو بلایا کہ خدا کو ایک مانو۔ اسی کی عبادت کرو پتھروں اور بتوں کی پرستش کو چھوڑ دو۔ اور اس نے ہم کو حکم دیا کہ بات سچ کہو۔ امانت ادا کرو۔ صلہ رحمی کرو۔ ہمسایوں سے اچھا سلوک کرو۔ حرام باتوں اور خون ریزیوں سے بچو۔ اس نے ہم کو بے حیائی کے کاموں سے۔ جھوٹ بولنے سے اور یتیم کا مال کھانے سے۔ عورتوں پر جھوٹے الزام لگانے سے روکا۔ پس ہم اس پر ایمان لائے۔ اور اس کی پیروی کی اور اس کی باتوں کو مانا۔ اس پر ہماری قوم نے ہم پر ظلم شروع کیا اور ہم کو دکھ دیا کہ ہم اپنے دین کو ترک کر دیں اور بت پرستی کی طرف لوٹ آئیں۔ پس جب ان کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔"

بادشاہ نے حضرت جعفرؓ کی تقریر کے بعد کہا کہ جو کلام آپ کے نبی پر نازل ہوتا ہے وہ بھی سناؤ

Marfat.com

حضرت جعفرؓ نے سورہ مریمؑ کی چند آیات پڑھ کر سنائیں۔

اگلے دن سفراء نے ایک اور تدبیر سوچی کہ نجاشی کو اُکسایا جائے کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کو نہیں مانتے۔ عمرو بن العاص دوبارہ دربار میں پہنچے اور نجاشی سے کہا کہ حضور آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے دوبارہ مسلمانوں کو بلا کر پوچھا کہ تم حضرت عیسےٰؑ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو۔ حضرت جعفرؓ نے کہا کہ ہم حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا ایک برگزیدہ نبی اور رسول مانتے ہیں۔ خدا نہیں مانتے۔

یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین پر سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ حضرت عیسیٰؑ کا جو مقام مسلمانوں نے بیان کیا ہے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں۔

پادری بہت برہم ہوئے لیکن نجاشی نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ قریش کے سفراء کو ناکام و نامراد واپس لوٹا دیا۔ ہجرت حبشہ کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ مسلمان وہاں جا کر آزادی سے اپنے فرائض ادا کرنے لگے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ وہاں کے لوگ تعلیم اسلام سے آشنا ہونے لگے۔ ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ کسی نے یہ افواہ پھیلا دی کہ تمام اہل مکہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس افواہ پر تمام مہاجرین واپس مکہ لوٹنا شروع ہو گئے۔ جب مکہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ خبر سراسر بے بنیاد تھی واپس جانا بھی دشوار تھا اس لئے سوائے چند ایک کے باقی سب چھپ چھپا کر مکہ میں آ گئے۔

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت

سفیروں کی ناکامی اور نامرادی کی وجہ سے قریش مکہ نے اپنی ذلت اور بے عزتی محسوس کی اسی وجہ سے کفار نے مسلمانوں کی تکالیف اور ایذاؤں میں مزید اضافہ کر دیا اور بے کس مسلمان مجبوراً حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس بار یہ قافلہ ۸۳ مردوں اور ۱۸ عورتوں پر مشتمل تھا۔

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

حضرت حمزہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے آپ چھٹے سال تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ لیکن آپؐ سے خاص محبت رکھتے تھے۔ ایک دن حسب معمول ابوجہل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخی کی۔ حضرت حمزہؓ کی لونڈی دیکھ رہی تھی۔ جب حضرت حمزہؓ شکار سے واپس گھر لوٹے تو لونڈی نے طنزاً کہا۔ اتنے شہ زور بنے پھرتے ہو۔ آپ کو معلوم ہے کہ آج آپ کے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوجہل کس طرح پیش آیا ہے۔

حضرت حمزہؓ قرابت کے جوش میں حرم میں ابوجہل کے پاس پہنچے اور زور سے کمان ابوجہل کے سر پہ ماری اور مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ جب گھر واپس لوٹے تو اس خیال میں تھے کہ آبائی دین کو دفعتہً چھوڑ دینا ٹھیک نہیں تمام دن سوچتے رہے آخر کار اسی نتیجہ پر پہنچے کہ اسلام ہی

درست دین ہے ۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی ۔ بازار سے ہوتے ہوئے جا رہے تھے۔ راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ اور حضرت عمرؓ سے پوچھا ہاتھ میں برہنہ تلوار ہے کہ کدھر کا رخ ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ نعیم بن عبداللہ نے کہا کیا آپ کو علم ہے کہ آپ کے بہنوئی اور بہن نے اسلام قبول کر لیا ہے ۔ غصہ کی حالت میں واپس بہنوئی کے گھر آئے ۔ اس وقت حضرت خبابؓ گھر والوں کو قرآن پاک پڑھا رہے تھے حضرت عمرؓ کی آواز سن کر قرآن مجید کے اوراق چھپا دیئے گئے ۔ حضرت عمرؓ نے جلالی آواز میں کہا کہ مجھے علم ہوا ہے کہ آپ مرتد ہو گئے ہیں ۔ یہ کہہ کر اپنے بہنوئی سعید کو پکڑا اور مارنا شروع کر دیا۔ بہن چھڑانے کے لئے آئیں ان کو بھی چوٹیں لگیں اور لہولہان ہو گئیں ۔ بہن کی یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا کہ جو کچھ تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی سناؤ ۔ چنانچہ سورۃ طٰہٰ کے اوراق دیئے گئے ۔ حضرت عمرؓ نے وہ اوراق پڑھے قرآن کے دل میں صداقتِ اسلام میخ کی طرح گڑ گئی ۔

حضرت خبابؓ بھی باہر نکل آئے ۔ تبلیغ کا موقعہ غنیمت جانا ۔ تبلیغ کی ۔ حضرت عمرؓ سیدھے حضرت ارقم کے گھر پر آئے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو تعلیم دیا کرتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۔

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کو بہت تقویت ہوئی ۔ انہوں نے اعلانیہ اور ... جہار کیا اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ بیت اللہ میں نماز ادا کی ۔

معاشری مقاطعہ (محرم ۷ھ نبوی)

قریش نے اسلام کی دعوت کو دبانے کے لئے ہر قسم کا حربہ استعمال کیا ۔ ایذائیں دیں ۔ لالچ دیا ۔ لیکن اسلام کا دائرہ پھیلتا چلا گیا ۔ اسلام کی شعاعیں تاریک قلوب کو منور کرتی چلی جا رہی تھیں ۔ اس لئے کفار نے یہ معاہدہ کیا کہ بنی ہاشم سے مکمل معاشری مقاطعہ کیا جائے یعنی ان سے ناطہ رشتہ کرنا چھوڑ دیا جائے ۔ گلی بازار میں پھرنے سے روک دیا جائے ۔ ان سے خرید و فروخت نہ کی جائے یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور کعبہ میں آویزاں کیا گیا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا قبیلہ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے اور تین سال تک وہیں رہے ، یہ ایسا زمانہ تھا کہ محصورین درختوں کے پتے اور چھال کھا کھا کر گزارہ کرتے تھے ۔ بھوک و پیاس کی وجہ سے بچے بلبلاتے تھے ان کی آواز باہر سنائی دیتی تھی تو سنگدل کفار سن سن کر خوش ہوتے تھے ۔ آخر قریش کے چند افراد ہشام ، مخزومی ۔ زمعہ بن الاسود ۔ مطعم بن عدی اور زبیر کو رحم آیا ۔ انہوں نے معاہدہ چاک کیا اور بنی ہاشم کو اس قید سے نجات دی ۔

Marfat.com

عام الحزن (غم کا سال) ۱۰ نبوی

شعب ابی طالب سے نکلنے کے چند دن بعد ابی طالب وفات پا گئے۔ ابو طالب کی وفات کے چند دن بعد حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رمضان ۱۰ نبوی میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ اس سال کو رسول کریم صلعم نے عام الحزن (غم کا سال) فرمایا۔

سفر طائف ۱۰ نبوی

مکہ کے آخری ایام

جب کفار مکہ کی حد سے زیادہ ہٹ دھرمی ضد اور مخالفت دیکھی تو آپ نے طائف کا رُخ کیا۔ یہ جگہ مکہ سے ستر میل مشرق کی طرف واقع ہے آپؐ کے ساتھ آپؐ کا آزاد کردہ غلام زید بن حارث تھا۔ طائف میں قبیلہ بنو ثقیف آباد تھا۔ عبدیالیل مسعود، حبیب تینوں بھائی اس کے سردار تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے دعوت اسلام دی۔ ان تینوں نے نہائت گستاخی سے جواب دیا ان کے انکار کے بعد آپؐ عوام کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے متوجہ ہوئے۔ ان تینوں بھائیوں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو اکسایا کہ وہ آپؐ کی ہنسی اڑائیں تمام شہر کے اوباش آپؐ پر ٹوٹ پڑے اور پتھر پھینکنے شروع کر دیئے یہاں تک کہ آپؐ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں آخر چلتے چلتے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ ایک کافر عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ اس نے آپؐ کی خستہ حالت دیکھ کر اپنے ایک خادم عداس کے ہاتھ ایک انگور کا خوشہ بھیجا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ غلام نے حیران ہو کر دیکھا اور کہا کہ یہ ایسا کلام ہے جو یہاں کے لوگ بولا ...

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے لوٹ کر چند روز نخلہ میں قیام کیا۔ اس کے بعد مکہ تشریف لے آئے اور فریضہ تبلیغ کو اور جوش و خروش سے ادا کرنا شروع کر دیا۔ جب حج کا موسم آتا تو مختلف قبائل مکہ کے آس پاس اُترتے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے دعوتِ اسلام دیتے اس طرح آپؐ میلوں میں جاتے اور اسلام کی تبلیغ فرماتے قبائل عرب میں بنی عامر، بنی فزارہ، غسان مرہ، سلیم، عبس، بنو نصر، کندہ، کلب، عذرہ، مشہور قبائل ہیں ان کے پاس تشریف لے گئے۔ ابولہب ہر وقت سائے کی طرح ساتھ رہتا۔ جب آپ تقریر کرتے تو ابولہب کہتا کہ یہ دین سے پھر گیا ہے اور جھوٹ کہتا ہے اس کی باتیں نہ سنو۔

یثرب میں اشاعت اسلام

یثرب مکہ کے شمال میں ایک قصبہ تھا جہاں قحطانی نسل کے دو قبیلے بنو اوس اور بنو خزرج رہتے تھے جن کے درمیان اکثر جنگ

Marfat.com

رہتی تھی۔ ان قبائل کے علاوہ یہودی قبائل بھی آباد تھے۔ یہی بستی بعد میں مدینۃ النبی کہلائی، آہستہ آہستہ النبیؐ کا لفظ ساقط ہو گیا۔ صرف مدینہ کا لفظ رہ گیا۔ آج یثرب مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔

سوید بن صامت کا اسلام قبول کرنا

اس بستی میں سب سے پہلے نورِ اسلام سوید بن صامت کے ذریعہ پہنچا۔ سوید رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ملے۔ آپ نے دعوت اسلام دی۔ سوید نے کہا۔ شاید آپ کے پاس بھی وہی ہے جو میرے پاس ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کے پاس کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ حکمت لقمان۔ نبی کریم نے فرمایا۔ بیان کرو۔ سوید نے اپنے چند حکیمانہ اشعار سنائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس قرآن ہے جو اس سے افضل ہے۔ سوید نے کہا سناؤ۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا ایک حصہ سنایا۔ سوید وجد میں آگیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ جب یثرب میں گیا تو خزرج نے اُسے قتل کر دیا۔

ایاس بن معاذ کا ہدایت پانا

اوس اور خزرج کے درمیان بعاث کی مشہور لڑائی ہونے والی تھی۔ اس کی تیاری کے لئے خزرج کا ایک وفد قریش کے پاس امداد کی طلب کے لئے آیا۔ رسولِ کریم اس وفد کے پاس گئے اور اسلام پیش کیا۔ قرآن مجید پڑھ کر سنایا۔ ایاس بن معاذ بے اختیار بول اٹھے۔ اے میری قوم جس مقصد کے لئے تم یہاں آئے ہو یہ اس سے بہتر ہے۔ انس بن رافع نے خاک کی مٹھی ایاس بن معاذ کے منہ پر پھینک ماری اور کہا بس چپ رہو۔ ہم اس مقصد کے لئے نہیں آئے۔ ایاس واپس جا کر جلد فوت ہو گئے۔ مرتے وقت اس کی زبان پر تسبیح و تحمید جاری تھی۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایام حج میں مختلف قبائل کو دعوت اسلام دیتے پھرتے تھے تو آپ خزرج کے چند آدمیوں کے پاس آئے۔ ان کو دعوتِ اسلام دی۔ اسلام کی تعلیم نے ان کے قلوب پر بہت اثر کیا۔ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

یہ نبوت کے گیارہویں سال کا واقعہ ہے۔ جب لوگ یثرب پہنچے تو اسلام کا چرچا گھر گھر ہونے لگا۔ ہر ایک کی زبان پر رسول کریم صلعم کے اسم مبارک کا ورد تھا۔

بیعت عقبہ اولیٰ

نبوت کے بارہویں سال یثرب کے بارہ آدمی مکہ میں آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ یہ بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

بیعت کی شرائط

۱۔ ہم خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے ۲۔ چوری نہیں کریں گے۔ ۳۔ زنا نہیں کریں گے۔ ۴۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ ۵۔ کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے۔ ۶۔ نہ کسی کی چغلی کیا

Marfat.com

کریں گے۔۔۔امر بالمعروف میں آپؐ کی فرمانبرداری کریں گے۔!"

مصعب بن عمیر رسول کریمؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کی خواہش کے مطابق احکام اسلام سکھانے کے لئے ان کے ساتھ یثرب بھیجا۔ وہ یثرب میں آ کر اسعد بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہوئے جو یثرب کے معزز رئیس تھے۔ آپ کا معمول تھا۔ صبح باہر نکل جاتے اور لوگوں کو دعوتِ اسلام دیتے اس طرح دو تین آدمی ہر روز حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ حضرت سعد بن معاذؓ مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغی مساعی سے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور ان کا تمام قبیلہ اپنے سردار کا قبول اسلام کر لینے کی وجہ سے مسلمان ہو گیا۔

بیعت عقبہ ثانیہ اور اہل عرب سے دوستی کا معاہدہ نبوت کے تیرہویں سال تہتر مرد اور دو عورتیں حج کے لئے مکہ آئے عقبہ کے مقام پر بیعت کی۔ اس وقت حضرت عباسؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لیکن اسلام نہیں لائے تھے۔ انہوں نے انصار سے مخاطب ہو کر کہا "گروہ خزرج! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں معزز اور محترم ہیں۔ دشمنوں کے مقابلے میں ہم ہمیشہ سینہ سپر رہے ہیں۔ اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں۔ اگر مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی سے جواب دے دو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس بات پر بیعت کرو کہ تم اپنے اہل و عیال کی طرح میری حفاظت کرو گے۔ یہ سن کر براء بن معرور نے ہاتھ بڑھایا اور آپؐ نے اُن سے بیعت لی۔ حضرت براء بن معرورؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم نے پشت ہا پشت سے جنگ و جدل میں پرورش پائی ہے۔ وہ اسی قدر کہنے پائے تھے کہ ابوالہیثم نے ٹوک کر کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں اور یہود میں جو تعلقات ہیں وہ بیعت کے بعد ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو اقتدار حاصل ہو جائے اس وقت آپ ہم کو چھوڑ کر آ جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ تمہارا خون اور تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ آپ نے اس گروہ میں سے بارہ نقیب منتخب کئے۔ جن کے نام خود انصار نے پیش کئے۔ ان میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ ان بارہ نقیبوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ اسعد بن زرارہ ۲۔ اُسید بن الحُضیر ۳۔ ابوالہیثم مالک بن تیہان ۴۔ سعد بن عبادہ ۵۔ براء بن معرور ۶۔ عبداللہ بن رواحہ ۷۔ عبادہ بن صامت ۸۔ سعد بن الربیع ۹۔ رافع بن مالک ۱۰۔ عبداللہ بن عمرو ۱۱۔ سعد بن خیثمہ ۱۲۔ منذر بن عمرو

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں پر انصار سے بیعت لی تھی۔ وہ یہ تھیں۔ شرک، چوری، زنا، قتل اولاد اور افتراء کا مرتکب نہ ہوں گے اور رسول کریمؐ جو بھی اچھی بات کہیں گے اس پر عمل کریں گے۔

Marfat.com

صبح ہوتے ہی قریش کو اس بیعت کا علم ہو گیا۔ ان کی تلاش میں نکلے لیکن قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔ قریش نے سعد بن عبادہ اور منذر رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا۔ منذر تو وہاں سے بھاگ گیا۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پکڑے گئے۔ ان کو سنگ دل قریش نے خوب مارا۔ آخر جبیر بن مطعم اور حارث بن اُمیّہ نے قریش کے چنگل سے نجات دلائی۔

ہجرت مدینہ عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یثرب جانے کی اجازت دے دی۔ مسلمانوں نے اپنے گھر بار خویش واقارب بہن بھائی۔ زن و فرزند چھوڑ کر مدینہ جانا شروع کر دیا۔ لیکن کفار مکہ نے مہاجرین کی سخت مزاحمت کی۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے یثرب چلے گئے۔ یہاں صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رہ گئے۔

ہجرت مدینہ (۲۷ صفر ۱۴ نبوی / ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء)

اسباب

۱۔ حضرت خدیجہ اور ابو طالب کی وفات عرب میں سرداران قبائل کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب خاندان بنو ہاشم کے سردار تھے۔ اس وجہ سے کفار ان کی زندگی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ اٹھا نہیں سکتے تھے۔ ہجرت سے ایک سال قبل وہ اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے تو ان کی وفات کے بعد کفار مکہ کے رویہ میں سخت تندی آگئی اور شجر اسلام اور بانی اسلام کو ختم کر دینے والے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ آخر دارالندوۃ میں آپ کو قتل کر دینے کا منصوبہ بنا لیا۔

اسی سال حضرت خدیجہ کی وفات ہوئی۔ وہ بھی مکہ کی بااثر خاتون تھیں اور اکثر سرداران قریش ان کے بار احسان تھے۔ ان کی وفات کے بعد معاندین کفار کی مخالفت میں سختی آگئی چنانچہ مسلمانوں کو باعزت اور محفوظ زندگی گزارنا مشکل ہو گیا۔

۲۔ مکہ میں تبلیغ اسلام پر پابندی مکہ میں جتنی سعید روحیں تھیں وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔ اب اسلام کی اشاعت رک گئی۔ شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد سرداران قریش نے تبلیغ اسلام پر سخت پابندی لگا دی۔ اس لئے رسول کریم صلعم نے کسی دوسرے خطۂ ارض کو مرکز بنانے کا فیصلہ فرمایا۔

۳۔ اسلامی نظام کی تکمیل کا تقاضا مکہ کی سرزمین میں اسلام کے تمام پہلوؤں کو عملی جامہ پہنانا مشکل ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ ضروری ہو گیا کہ ایک ایسا خطہ ہو کہ

Marfat.com

جہاں اسلا ۔۔۔ دستورِ حیات کو عملی شکل دی جا سکے۔ اس مقصد کے لئے مکہ سے ہجرت اگزیر ہو گئی تھی۔

۴۔ کفار کا توحید سے انکار اور بت پرستی پر اصرار

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا حکم پا کر لوگوں کو توحید کا سبق دینا شروع کیا سعید روحیں تو دائرہ اسلام میں داخل ہو گئیں اور اکثریت نے انکار کر دیا اور ان کا محض انکار ہی نہیں تھا بلکہ وہ بت پرستی کے خلاف کسی بات کو سننا برداشت ہی نہیں کرتے تھے اس قسم کے ہٹ دھرم اور ضدی لوگوں کے درمیان اسلام کی اشاعت رک گئی اسی غرض کے لئے طائف بھی گئے لیکن وہاں بھی کامیابی نہ ہوئی تب دین کی اشاعت کے لئے کسی نئے مرکز کی ضرورت پیش آئی۔

۵۔ مخالفت اور ایذا رسانی

اہل عرب نے اسلام کی اشاعت کو بند کرنے کے لئے رسول کریم اور مسلمانوں پر مظالم توڑنے شروع کر دیئے۔ پہلے آپ پر الزامات کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے لئے تضحیک کا پہلو نکالا جائے چنانچہ آپ کو کہنے لگے کہ وہ خود ہی کچھ فقرے وضع کر لیتے ہیں یا کسی سے لکھوا لیتے ہیں اور پھر انہیں اللہ کی طرف سے منسوب کر دیتے ہیں (القرآن ۲۵/۴) کبھی کہتے آپ اور آپ کا خدا کذاب ہیں۔ اہل عرب جانتے تھے کہ آپ کا پیغام سریع الاثر ہے۔ اس لئے ان کی کوشش یہ تھی کہ کوئی آپ کا پیغام سرے سے ہی نہ سنے۔ اس لئے کہتے کہ جہاں قرآن کی تلقین ہو رہی ہو وہاں اتنا شور مچاؤ اور ایسا ہنگامہ بپا کرو کہ کوئی اسے سن ہی نہ سکے۔ (القرآن) اہل عرب اپنے اشخاص کو ایک سازش کے تحت آپ کی مجلس میں بھیج دیتے تاکہ وہ واپسی پر آکر کہہ سکیں کہ ہم نے خود قرآن سنا ہے وہ جھوٹ ہے یا وہ ایسے اشخاص آپ کی مجلس میں بھیج دیتے جو وہاں بظاہر مسلمان بن جاتے لیکن باہر آکر پھر جاتے تھے آپ کو تنگ کرنے کی ایک صورت یہ تھی کہ شہر کے لونڈے آپ کے پیچھے لگا دیئے جاتے جو آپ پر آوازے کستے تھے۔ کبھی کہتے کہ آپ پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور آپ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ عربوں میں یہ خیال عام تھا کہ شاعروں کے پاس جن ہیں۔ آپ کے بارے میں یہی کہتے کہ آپ شاعر ہیں اور تخیلات کی دنیا میں افسانہ طرازی کرتے ہیں۔ اس پس منظر میں اب ہم چند مثالیں بیان کرتے ہیں جن سے پتہ چلے گا کہ اہل مکہ کی ایذا رسانی کس حد تک بڑھ چکی۔ لیکن اس ضمن میں ایک نکتہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ عربوں نے شروع میں قتل و خون کی جگہ ظلم و ستم کا شیوہ اختیار کیا۔ چنانچہ ٹھیک دوپہر کے وقت وہ غریب مسلمانوں کو گھسیٹ لاتے اور تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر انہیں ایذا دیتے۔

حضرت بلال رضی۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ انہیں گرم ریت پر لٹا دیا جاتا اور سینہ پر بھاری پتھر رکھ کر کہا جاتا کہ وہ اپنے مذہب سے باز آ جائے۔ حضرت بلال احد احد ہی جواب دیتے۔ امیہ نے ان

Marfat.com

کے گلے میں رسّی باندھ کر لونڈوں کے حوالے کر دیا۔ وہ آپ کو مارتے تو پھر بھی آپ کی زبان سے وحدہ، وحدہ کے الفاظ ہی نکلتے۔ عمار ان کے والد اور ان کی والدہ سخت ظلم و ستم کا شکار ہوئے ابوجہل نے برچھی مار کر آپ کی والدہ سمیہ کو شہید کر دیا تھا بسبب پر اتنے مظالم کیے گئے کہ ان کا دماغ مختل ہو گیا جب وہ مدینہ کو ہجرت کرنے لگے تو ان کا مال واسباب چھین لیا گیا۔ ابو فکیہہ صفوان بن اُمیہ کے غلام تھے۔ ان پر اتنا ظلم کیا کہ ان کی زبان باہر نکل آئی۔ یہ چند ایک مثالیں صرف ان مسلمانوں کی تھیں جو خاص طور پر نشانہ ظلم و ستم بنے۔ صحابہ کے علاوہ آپ کی ذات بھی محفوظ نہ تھی۔ گویا ایک آگ تھی جو مکہ میں بھڑک اٹھی تھی جو چاہتی تھی کہ دین کے سچے شیدائیوں کو بھسم کر کے رکھ دے۔

کفار نے دین الٰہی کے انحراف کی تلقین کی اور اتنی سخت ایذائیں دیں کہ مسلمان عربوں اور سرداران قریش کے مظالم سے تلملا اٹھے تھے۔ خاص طور پر نادار مسلمان ان کا نشانہ ستم بنتے۔ بلال، عامر بن فہیرہ، ام عبیس عمار بن یاسر ایسے افراد کو مار مار کر ادھ موا کر دیا جاتا تھا۔ بھوکا اور پیاسا رکھا جاتا۔ انہیں تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیا جاتا اور سینہ پر بھاری اور وزنی پتھر رکھ کر مطالبہ کیا جاتا کہ وہ نئے دین سے منحرف ہو جائیں۔ محنت مزدوری کرنے والے افراد کو جواب دے دیا جاتا۔ مکہ کے ایک لوہار خباب بن ارت کے مالک نے انہیں اس وقت تک مزدوری دینے سے انکار کر دیا تھا۔ جب تک کہ وہ رسول کریمؐ کا انکار نہ کر دیں۔ ایک روز رسول کریم کعبہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھے تھے کہ خباب نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب تو ظلم کی حد ہو گئی ہے۔ آپ خدا سے دعا نہیں فرماتے۔ رسولِ خدا نے جواب دیا کہ اہلِ ایمان پر پہلے بھی ایسے ظلم ہوتے رہے ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں جب ایک مسافر صنعا سے حضر موت تک اکیلا سفر کر لیا کرے گا۔

رسولِ کریم صلعم باہر تبلیغ کے لیے جاتے تو راستہ میں کانٹے بچھا دیتے غلاظت پھینکتے گالیاں دیتے ان تمام باتوں پر مستزاد بنو ہاشم سے معاشرتی اور اقتصادی مقاطعہ کر دیا جس وجہ سے رسول کریم تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے گویا کفار نے یہ تہیہ کر لیا ہوا تھا کہ وہ شمع اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔

۶۔ نئے مرکز کی ضرورت۔

مکہ میں جتنی سعید روحیں تھیں وہ سب حلقہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں جو لوگ باقی رہ گئے تھے یا تو ان کو تعصب اور بغض نے اتنا اندھا کر دیا ہوا تھا کہ وہ اسلام کے منور چہرے کو دیکھ ہی نہیں سکتے تھے یا ایسے لوگ تھے جو مخالفتوں اور ایذاؤں سے ڈر کر قبول حق نہیں کرتے تھے۔ مکہ کے قرب و جوار میں بھی اسلام کی اشاعت کے لیے فضا خوشگوار نہ تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف اسلام کا پیغام لے کر گئے تھے۔ جو سلوک وہاں کے لوگوں نے کیا تھا اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ اس وجہ سے اشاعت اسلام کے لیے ایک نئے مرکز کی ضرورت تھی۔

Marfat.com

۷۔ ہجرت حبشہ کی مثال

ہجرت مدینہ سے پہلے ہجرت حبشہ ہو چکی تھی۔ اس سے مسلمانوں نے یہ ایک سبق لے لیا تھا۔ وطن سے باہر جا کر آزادی سے اپنے مذہبی رسوم ادا کیے جا سکتے ہیں۔ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ضروری سمجھا کہ اب مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کو اسلام کی اشاعت کا مرکز بنانا چاہیئے۔

۸۔ اہلِ مدینہ کا اشتیاق

اسلام کی شعاعیں مدینہ کی فضا میں دن بدن زیادہ پھیلتی چلی جا رہی تھیں اس وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا یہ اشتیاق تھا کہ رسول کریم صلعم کو مکہ کو چھوڑ کر مدینہ چلے آئیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر یہ بیعت کی تھی کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی مدافعت کے لیے تمام عرب و عجم سے مخالفت مول لے لیں گے اور اپنی متاع عزیز کی مدافعت اور حفاظت کی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کریں گے۔

اسلام صرف نظریاتی مذہب ہی نہیں بلکہ عملی مذہب بھی ہے۔ اسلام کی تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مکہ کی فضا ناخوشگوار تھی۔ وہاں اسلامی قانون کی تنفیذ کے لئے اسلامی ریاست وجود میں نہیں آ سکتی تھی۔ اس لئے ہجرت ناگزیر تھی۔

۹۔ رسول کریمؐ کو قتل کرنے کا ارادہ

نبوت کا تیرھواں سال تھا۔ صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ جا چکے تھے۔ پُرامن فضا میں آزادی سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسلام کی شعاعیں اردگرد قبائل میں بھی پھیل رہی تھیں اور اسلام زور پکڑتا جا رہا تھا اور اسلام کے مصفیٰ آئینہ میں عربوں کو اپنی رسوم اور بت پرستی کا خاتمہ نظر آ رہا تھا۔ اس وجہ سے ہر وہ قدم اٹھانے کو تیار تھے جس سے اسلام کا خاتمہ ہو۔ اس بنا پر دارالندوہ میں خفیہ اجلاس ہوا۔ جس میں ابوجہل کی تجویز پر یہ طے پایا کہ عربوں کے ہر مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوانمرد لیا جائے وہ سب رات کی تاریکی میں محمدؐ کے گھر کو گھیر لیں۔ جب وہ علی الصبح باہر نکلیں تو سب جوانمرد حملہ کر کے قتل کر دیں۔ اس صورت میں خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا۔ آل ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے آخر کار تمام رؤسا اس تدبیر پر متفق ہوئے۔

مدینہ کو اشاعت اسلام کے لئے مرکز کیوں تجویز کیا گیا

اس کی تین وجوہ تھیں ایک وجہ تو یہ تھی کہ مدینہ میں اشاعت اسلام کے لئے فضا خوشگوار تھی۔ اوس اور خزرج قبائل کے سردار دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جن کے قبول کرنے کی وجہ سے نہ صرف ان کے قبیلہ کے لوگ ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے بلکہ مدینہ سے باہر بھی لوگوں پر اچھا اثر پڑا اور لوگ اسلام کو ایک طاقت سمجھنا شروع ہو گئے تھے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ مدینہ میں اسلام کی تعلیم اور قانون کو عملی جامہ پہنانے کے لئے زمین ہموار ہو چکی تھی۔

Marfat.com

تیسری وجہ مدینہ کا محل وقوع تھا۔ مدینہ دفاعی لحاظ سے بہت محفوظ مقام تھا۔ جس کے تین طرف پہاڑ اور ایک طرف نخلستان تھے اور مکہ ایسے راستہ پر واقع تھا۔ یہاں سے مکہ والوں کے تمام تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ تصادم کی صورت میں تجارتی قافلوں کی ناکہ بندی کرنا آسان تھی کیونکہ مکہ والوں کی معیشت کا دارومدار یہی تجارتی قافلے ہوتے تھے۔

ہجرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اب مکہ میں مشاہیر مسلمانوں میں سے صرف ابوبکرؓ اور علیؓ ہی باقی رہ گئے تھے اور ایک قلیل تعداد باقی مسلمانوں کی تھی۔ تب قریش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے شجر اسلام کو کاٹ دینے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ تمام قائدین قریش قصی بن کلاب کے قائم کردہ گورنمنٹ ہاؤس (دارالندوہ) میں جمع ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ شروع ہوا۔ اس مجلس میں عتبہ، شیبہ، ابوسفیان طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم، حارث بن عامر، نضر بن حارث، ابوالبختری، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، ابوجہل، منبہ بن الحجاج، امیہ بن خلف جیسے سرداران قریش شریک تھے۔ آخر کار فیصلہ ہوا کہ تمام قبائل میں سے ایک ایک جوان لیجئے اور محمد (صلعم) کے گھر کا محاصرہ کریں۔ جونہی وہ گھر سے باہر نکلیں تو بیک وقت محمد (صلعم) پر حملہ کر کے قتل کر دیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے منصوبہ قتل کی اطلاع ہو چکی تھی۔ رات کو اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لٹا کر اور ان کے سپرد مکہ والوں کی امانتیں کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شرف معیت بخشا۔ تھوڑا سا زاد راہ لے کر عقبی دروازہ سے نکل کر جنوبی سمت چل پڑے۔ راتوں رات چل کر غار ثور میں پہنچ گئے جو مکہ سے تین میل دور پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ جب صبح ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھے پہریداروں نے دیکھا کہ سویا ہوا تو علیؓ تھے۔ اپنے منصوبہ قتل میں ناکامی دیکھ کر قریش بہت سر پٹاٹے۔ تلاش میں باہر نکل پڑے اور اعلان کیا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ پکڑ کر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ ایک تلاشی گروہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور کے منہ تک پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے پاؤں کی آہٹ سنی۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر دیکھا تو ہم پر نظر پڑ جائے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چہرے سے خوف کے نشان دیکھے تو فرمایا: "گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ رسول کریم صلعم تین دن اسی غار میں مقیم رہے۔ ہر شام کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ دشمنوں کے منصوبوں سے آگاہ کرتے رہے۔ اور آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء کھانا تیار کر کے دے آتیں اور ان کا غلام بکریوں کا دودھ پہنچا جاتا تھا۔ چوتھے روز کو دو اونٹنیاں آئیں جن کو

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سے اسی کام کے لئے تیار رکھا ہوا تھا۔ ایک پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سوار ہو گئے دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبد بن اریقط (یہ ایک کافر تھا رہنمائی کے لئے اجرت پر مقرر کیا گیا تھا) سوار ہوئے اور وادی تہامہ کی جانب بحر احمر کے ساحل کے قریب سفر اختیار کیا۔

سراقہ کا تعاقب

سراقہ بن جعشم کو کسی راہرو کی معرفت یہ خبر ہوئی کہ فلاں راستہ پر اس قسم کے سوار جا رہے ہیں۔ سراقہ نے سوچا ہو نہ ہو وہ اپنے ہی شکار ہوں۔ اس سمت گھوڑا ڈال دیا۔ جس طرف کا نشان اس مسافر نے بتایا تھا۔ سراقہ نے آپ کو دیکھ لیا۔ گھوڑے کو تیز کیا اور قریب آگیا۔ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر گر پڑا۔ پھر گھوڑا تیز کیا۔ پھر گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سراقہ زمین پر گر پڑا۔ اس سے اس کی ہمت پست ہو گئی۔ دل پر خوف طاری ہو گیا۔ اپنے ارادے سے تائب ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کی۔ قریش کے انعام کے اشتہار کی خبر دی اور درخواست کی کہ مجھ کو امان کا وثیقہ لکھ دیجئے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ نے وثیقہ امن تحریر کر دیا۔

مسلمانانِ مدینہ کا انتظار

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ متواتر سات دن عرب کی جھلسا دینے والی دھوپ میں چلتے رہے اسی طرح سات راتیں عرب کے لق و دق صحرا کو طے کرنے میں صرف ہوئیں۔ مکہ سے روانگی کی خبر مدینہ پہنچ چکی تھی تمام مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفیق سفر کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ لوگ ہر روز مدینہ کے باہر چلے جاتے تھے۔ تمام دن انتظار کرنے کے بعد واپس لوٹ آتے تھے۔ ایک دن حسب معمول انتظار کر کے واپس ہوئے تو ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھا اور قرائن سے پہچان کر پکارا اہل مدینہ جس شخص کا تم انتظار کرتے تھے وہ آگیا ہے۔ یہ سنتے ہی تمام شہر تکبیروں سے گونج اٹھا اور انصار والہانہ محبت میں گھروں سے باہر نکل آئے۔

قبا میں آمد اور مسجد کی بنیاد

مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر جو بالائی آبادی ہے اس کو عالیہ اور قبا کہتے ہیں۔ وہاں چند انصاری خاندان آباد تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پہنچ کر کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کو شرف میزبانی بخشا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا میں چودہ دن قیام کیا اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہجرت کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبا میں آملے۔

مدینہ میں داخلہ اور انصار کی عقیدت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تعمیر کرنے کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے زیارت اور استقبال کے لئے سارا مدینہ ٹوٹ پڑا۔ عورتیں اور معصوم لڑکیاں خوشی کے عالم میں دف بجا بجا کر یہ پڑھتیں۔

Marfat.com

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا — مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا — مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

یعنی وداع کی گھاٹیوں سے چاند اُبھر آیا ہے۔ ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب دعا مانگنے والے دُعا مانگیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر گھر کی طرف سے میزبانی قبول کرنے کی دعوت دی جانے لگی۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری ناقہ کو چھوڑ دو۔ وہ خدا کی طرف سے مامور ہے جہاں بیٹھ جائے وہی میری قیام گاہ ہوگی۔ آخر یہ انمول اور گراں بہا نعمت حضرت ایوب انصاریؓ کے حصہ میں آئی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات ماہ تک حضرت ابوایوب انصاری کے ہاں مقیم رہے۔

ہجرت کی اہمیت اور نتائج | ہجرت مدینہ تاریخ اسلام کا ایک اہم ترین واقعہ ہے جس سے مسلمانوں کی نئی زندگی اور اسلام کے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے واقعہ ہجرت نے اسلامی تاریخ پر دوررس نتائج مرتب کئے۔

۱۔ اوس اور خزرج کا اتحاد | یثرب کے عرب قبائل اوس اور خزرج مدتوں سے ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار تھے ہجرت سے صرف دو تین سال قبل جنگ بعاث میں دونوں قبائل نے ایک دوسرے کے خلاف خوب تلوار چلائی تھی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود نے ان کے تمام اختلافات مٹا کر اتحاد کی لڑی میں منسلک کر دیا۔

۲۔ اسلامی ریاست کا قیام | مکہ میں کفر کے ظاہری غلبہ اور مزاحمت کی وجہ سے مسلمانوں کو مذہبی فرائض سرانجام دینے بھی مشکل تھے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ میں مسلمانوں کی حیثیت اکثریت کی وجہ سے حاکم قوم کی بن گئی تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی تمام جماعتوں نے اپنا قائد تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح ہجرت سے چھوٹی سی اسلامی ریاست کا وجود ظہور میں آگیا۔ آخر کار اسی اسلامی سلطنت کی حدود چین، ترکستان، ہندوستان، شام، مصر شمالی افریقہ، سپین اور فرانس تک پھیلیں۔

۳۔ معاشی ترقی | مدینہ اسی شاہراہ سے بہت قریب واقع تھا جو شام کی طرف جاتی تھی وہ مسلمان جن کا پیشہ تجارت تھا جب مدینہ پہنچے تو انہوں نے از سرِ نو تجارت کرنا شروع کر دی اس کے علاوہ مسلمانوں نے مدینہ میں پہنچ کر آزادی سے روزی کمانا شروع کر دی۔ بہت جلد مسلمان اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے قابل ہو گئے۔

۴۔ مسلمان امن پسند ہیں | یہودیوں سے معاہدہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلمان امن کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے اور دوسروں کے لئے خطرہ بننا نہیں چاہتے تھے۔

Marfat.com

۵۔ اشاعت اسلام ہجرت کے بعد اسلام تمام عرب میں پھیلنا شروع ہو گیا اور اسلام کا پیغام ہمسایہ ملکوں کے سربراہوں کو پہنچایا گیا۔

۶۔ پُرامن فضا کی زندگی مسلمانوں کے لئے ایک لاکھ دکھ اور اذیتوں کی داستان تھی۔ کفار کے ہاتھ سے صرف غربا ہی تختہ مشق نہیں بنتے تھے بلکہ امرا بھی مصائب کا نشانہ بنتے مسلمانوں کے لئے اپنے اجتماعی مذہبی فرائض ادا کرنے مشکل تھے۔ مدینہ میں آکر مسلمانوں کو پُرامن ماحول مل گیا۔ اجتماعی مذہبی فرائض ادا کرنے شروع کر دیئے۔ جس سے اسلامی معاشرہ ظہور میں آ گیا۔ اپنی سیاسی طاقت بڑھانے اور اپنی دفاع اور حفاظت کے لئے اجتماعی طاقت استعمال کرنے کا موقع مل گیا۔

۷۔ غلبہ اسلام ہجرت نے عرب میں غلبہ اسلام کے لئے ایک نئی راہ کھول دی۔ جب مسلمان مدینہ میں ہجرت کر کے آ گئے اور امن کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے تو قریش حسد کی آگ میں جلنے لگے اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے ختم کرنے کے لئے مدینہ پر حملے کرنا شروع کر دیئے۔ ان جنگوں کے نتیجہ میں کفار کی طاقت پاش پاش ہو گئی اور اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا۔

۸۔ ناکہ بندی مدینہ اس شاہراہ پر واقع تھا۔ جس پر قریش کے تجارتی قافلے گزرتے تھے مسلمانوں کو قریش کی اقتصادی ناکہ بندی کرنے کا بہترین موقع مل گیا۔ یہ ناکہ بندی مسلمانوں کے لئے خیر اور بھلائی کا پیغام لائی۔

۹۔ سن ہجرت مسلمانوں کا سن ہجرت (ہجری) اس سے شروع ہوا۔

۱۰۔ مسجد نبوی کی تعمیر مسلمانوں کو سب سے پہلے مرکز کی ضرورت تھی جہاں جمع ہو کر وہ اپنی اجتماعی قوت کا مظاہرہ کر سکیں اور عبادات میں معروف رہ سکیں۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر کا فیصلہ کیا۔ اس کی سادہ عمارت کے لئے کچی اینٹوں۔ کھجور کے تنوں۔ مٹی اور پانی کی ضرورت تھی۔ یہ سب چیزیں مہیا کر لی گئیں اور جب تعمیرات کا عملی کام شروع ہوا تو آپ بھی عام مزدوروں کے لباس میں صحابہ کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے۔ مسجد کی تعمیر کے بعد اذان کا حکم جاری ہوا تا کہ دن میں پانچ مرتبہ اذان کے ذریعہ لوگوں کو نماز کی اطلاع ہو جائے اور دوسری طرف دن میں پانچ بار دعوت اسلام کا انتظام ہو جائے۔

۱۱۔ رواداری اور بھائی چارہ ہجرت کر کے آنے والے مسلمان صرف اپنی جانیں سلامت لے کر مدینہ پہنچے تھے۔ وہ بالکل تہی دست تھے۔ دوسری طرف انصار کا مال و متاع ان کے نخلستان تھے۔ انہوں نے اپنی تمام کائنات آپ کی خدمت میں ڈھیر کر دی اور درخواست کی کہ اسے مہاجرین اور انصار میں نصف نصف بانٹ دیا جائے۔ آپ نے اس تقسیم کی بجائے مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت قائم کر دی۔ قرآن میں اس کا ذکر یوں آیا ہے۔

Marfat.com

"جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اور اللہ کے دین کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور جن لوگوں نے مکہ کے مہاجرین کو مدینہ میں جگہ دی اور ان کی مدد کی تو یہی لوگ ہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے کا کارساز و رفیق ہے"۔

مہاجرین اور انصار میں یہ رشتہ اگرچہ عارضی ضرورت کے تحت قائم کیا گیا تھا کہ بے خانماں مہاجرین کے لیے چند روزہ انتظام ہو جائے لیکن درحقیقت یہ رشتہ اخوت اغراض اسلامی کی تکمیل کا سامان تھا۔ انصار نے مہاجرین کی جو مہمانی اور ہمدردی کا جو اظہار کیا۔ دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

۱۲۔ **سمتِ کعبہ کا تعین** مدینہ میں دو گروہ آباد تھے۔ مشرکین کا کعبہ مکہ تھا لیکن اہل کتاب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے تھے۔ جب مدینہ میں اسلام پھیل گیا تو ارشادِ الٰہی ...... ہوا کہ تم اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیرو اور جہاں کہیں رہو اسی طرف منہ پھیرو (البقرہ) تو آپ نے بھی کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم جاری کر دیا۔ اس سے کئی ایک فوائد حاصل ہوئے، پہلے تو یہ کہ جب مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تو اہل کتاب کہتے کہ اگر تم نے بیت المقدس کو کعبہ تسلیم کر لیا ہے اور اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہو تو ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں۔ جب خانہ کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو اہل کتاب کا یہ اعتراض ختم ہو گیا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی جو تحریک شروع ہوئی تھی اس کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کہ ان کا مرکز ایک ہی رکھا جائے۔ کعبہ خانۂ خدا تھا اس لئے خدا کی وحدت کے ساتھ اس کے گھر کی وحدت بھی برقرار رکھنا مقصود تھا۔

۱۳۔ **معاہدہ مدینہ** مدینہ آنے پر آپ نے اہلِ شہر سے ایک معاہدہ کیا جو میثاق مدینہ یا معاہدہ مدینہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس معاہدہ میں مسلمانوں کے علاوہ مشرکین اور یہودی بھی شامل تھے اس معاہدہ کی رو سے رسولِ کریم صلعم مدینہ کے سربراہ ہو گئے۔

مختصر یہ کہ ہجرت سے تمام اقتصادی، سیاسی اور دینی ترقیوں کا باب کھل گیا۔ مسلمان محکومیت اور ظلم و استبداد کے گرداب سے نکل کر ایک خود مختار سلطنت کے مالک بن گئے۔ بعد ازاں یہی سلطنت ارد گرد کی سلطنتوں پر غالب آئی۔

ہجرت سے ایک یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان جب دین اور مذہب کے لئے قربانی کریں تو ان کے لیے ترقی کے دروازے کھلتے ہیں۔

مدنی زندگی

ہجرت کے بعد مدینہ میں چار جماعتیں تھیں۔

انصار :۔ مدینہ منورہ کے قحطانی قبائل اوس اور خزرج انصار کہلاتے ہیں۔ انصار کے معنی مددگار

Marfat.com

کہے ہیں۔ چونکہ اوس اور خزرج نے اسلام اور مسلمانوں کی جانی اور مالی اعانت کی تھی اور ان ہی کی دعوت پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا تھا۔ اس وجہ سے تاریخ اسلام میں ان کا نام انصار ہے۔

انصار نے اسلامی اخوت کا بہترین مظاہرہ کیا تھا انہوں نے اپنے مہاجرین بھائیوں کے لیے ہر وہ چیز جس کو وہ عزیز جانتے تھے پیش کر دی۔ انصار کے جذبۂ خلوص اور مودت کی وجہ سے مکہ فتح ہو جانے کے بعد بھی مدینہ کو ہی اپنا دارالخلافہ بنایا۔

انصار زراعت پیشہ تھے۔ اسلام سے قبل باہمی اختلاف اور افتراق کی وجہ سے ان کی اقتصادی حالت بہتر نہ تھی۔

مہاجرین :۔ جو مسلمان مکہ سے ترک وطن کر کے مدینہ میں آباد ہوئے تھے۔ وہ تاریخ اسلام میں مہاجرین کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ مہاجر ہجرت کرنے والے کو کہتے ہیں یہ لوگ حقیقی معنی میں مہاجر تھے۔ ان لوگوں نے صرف اپنے عزیز وطن کو ہی خیر باد نہیں کہا تھا بلکہ شیطانی جذبات اور خیالات سے بھی کنارہ کش ہو گئے تھے۔

یہ لوگ مکہ میں مختلف آزمائشوں اور مصائب کی بھٹی سے نکل کر آئے تھے اس وجہ سے وہ ایمانی قوت کے لحاظ سے اتنی مضبوط چٹان پر کھڑے تھے کہ ان کے پاؤں میں لغزش کا آنا ناممکن ہو گیا تھا۔ یہ لوگ شجر اسلام کی سب سے پہلے اپنے خون سے آبیاری کرنے والے تھے اس وجہ سے السابقون الاولون کہلائے۔ یعنی سب سے پہلے ایمان کے میدان میں سبقت لے جانے والے۔

منافقین :۔ یہ وہ گروہ ہے جو اسلام کی ابھرتی ہوئی قوت کا مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے ظاہراً دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ لیکن ان کے دل کفر کی وجہ سے سیاہ تھے۔ ان کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا اس کا مدینہ میں بہت ہی اثر و رسوخ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں آمد سے پہلے اہل مدینہ اس کو اپنا قائد تسلیم کرنے والے تھے۔ اس کی تاج پوشی کی انتظام بھی ہو چکا تھا لیکن آفتاب رسالت کی آمد کی وجہ سے اس کی قیادت ختم ہو گئی اور اہل مدینہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قائد تسلیم کر لیا۔ رائے عامہ کے دباؤ کی وجہ سے کھلم کھلا اسلام کی مخالفت تو نہ کر سکا لیکن اندرونی طور پر اسلام کے دشمنوں سے سازباز شروع کر دی۔ ہر لڑائی میں اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

یہود :۔ مدینہ میں یہود کے تین قبیلے تھے۔ بنو قینقاع۔ بنو نضیر۔ بنو قریظہ۔ یہ سب مدینہ کے اطراف میں آباد تھے۔ عموماً زمیندار۔ تجارت پیشہ اور صناع تھے۔ سودی کاروبار کرتے تھے اور انصار ان کے مقروض رہتے تھے۔ علمی لحاظ سے بھی انصار پر فوقیت رکھتے تھے اور اپنے آپ کو زیادہ مہذب اور شائستہ سمجھتے تھے۔ دولت کی فراوانی کی وجہ سے اخلاق شنیعہ میں مبتلا اور انسانیت سے

Marfat.com

جاری ہو چکے تھے۔

جب انصار نورِ ہدایت سے منور ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو یہودیوں کے جابرانہ اور خود غرضانہ اقتدار کی عمارت پیوند خاک ہونے لگی اور یہودیت کی اشاعت رک گئی۔ اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔ یہودیوں کے دل حسد اور بغض کی آگ سے جلنے لگے۔ اسلام کی بیخ کنی کے ناپاک منصوبے گھڑنے شروع کر دیئے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرنے لگے۔

یہود نہ صرف خود ہی اسلام کی بربادی کی موہوم سکیمیں بناتے تھے بلکہ ان کا خفیہ تعلق منافقوں اور کفارِ مکہ کے ساتھ بھی تھا تاکہ متحدہ طاقت کے ساتھ شجرِ اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے۔ آخر کار یہ تینوں قبیلے اپنی امن سوز حرکات کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کر دیئے گئے۔ ابتدا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جو میثاق مدینہ کہلاتا ہے۔ بعد میں اسی معاہدہ کے خلاف ان کی سرگرمیاں شروع ہو گئی تھیں۔

میثاق مدینہ:- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کی فضا کو پُرامن رکھنے کے لئے تمام باشندگانِ مدینہ کے درمیان ایک عہد نامہ مرتب کیا۔ سب نے اس کو قبول کر کے اس پر دستخط کئے۔ یہ معاہدہ میثاق مدینہ کہلاتا ہے۔

میثاق مدینہ:- اس میثاق کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ انصار مہاجرین اور دیگر حامی قبائل سے تعلق رکھتا تھا۔ دوسرا حصہ یہودیوں کے متعلق تھا۔ یہ ایک قسم کا وفاق تھا جو عربوں اور یہودیوں کے مابین قائم کیا گیا اور حکومت مدینہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

۱۔ مہاجرین اور انصار ایک ہی جماعت ہیں۔

۲۔ مسلمان اپنے باہمی اختلاف میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کے پابند ہیں۔

۳۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی شخص پر زیادتی کرے تو سب مل کر ایسے شخص کو سزا دیں۔

۴۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے سے ہاتھ نہ روکنا چاہیئے اور تمام مومن ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

۵۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مجرم کو پناہ دے۔

۶۔ سب اپنے اپنے محلوں میں امن کے ذمہ دار ہوں گے۔

۷۔ صلح اور جنگ دونوں صورتوں میں اتحاد اور یک جہتی کو قائم رکھیں گے۔

۸۔ یہ امت دوسری قوموں اور جماعتوں سے بالکل الگ ہے۔

۹۔ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا۔

Marfat.com

۱۰ - مسلمانوں کے حلیف رفیق صرف مسلمان ہی ہوں گے۔[50]

حصہ دوم کی شرائط

۱۔ خون بہا اور فدیہ کا قدیم طریقہ جاری رہے گا۔

۲۔ یہود کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

۳ - یہود اور مسلمانوں کے تعلقات دوستانہ ہوں گے اور لڑائی کی صورت میں ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

۴ - کوئی فریق قریش کو امان نہیں دے گا۔

۵ - مدینہ پر حملہ ہوا تو دونوں فریق مل کر مدافعت کریں گے۔ اور صلح میں بھی دونوں فریق شریک ہوں گے

۶ - جھگڑوں اور اختلافات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثالث تسلیم کیا جائے گا۔

۷ - اگر دشمن سے جنگ شروع ہو جائے تو یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ اخراجات برداشت کریں گے۔

۸ - یہود کے دوست اقوام کے حقوق ان کی طرح ہوں گے۔

۹ - مدینہ میں کشت و خون تمام قوموں پر حرام ہوگا۔

۱۰ - یہود اور مسلمانوں کے درمیان صلح رہے گی۔

میثاق مدینہ کی اہمیت اور نتائج

۱۔ پائیدار امن اس معاہدہ کی شرائط پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اُن کی رُو سے آپؐ نے مدینہ میں پائیدار امن کی بنیاد تلاش کر لی۔ قبائل باہمی اختلاف کا شکار ہی نہ تھے بلکہ آپس میں متصادم بھی رہتے تھے ان سب پر یہ پابندی لگا دی گئی کہ وہ مدینہ کے اندر کشت و خون سے باز رہیں اور ایک پُر امن ماحول میں آسودہ زندگی بسر کریں۔ معاہدہ کی یہ شرط تمام فریقوں پر یکساں لاگو تھی۔ خواہ وہ یہودی ہوں، اوس ہوں یا خزرج۔ اوس اور خزرج آپس میں لڑائی جھگڑوں میں مشغول رہتے تو دوسری طرف یہودی انہیں آویزش کا شکار بنا لیتے۔ اب ان تینوں کو پابند کر دیا گیا کہ وہ مکمل امن و امان قائم رکھیں نہ آپس میں لڑیں نہ دوسروں کو ایک دوسرے سے لڑانے کی کوشش کریں۔

۲۔ اسلامی حکومت کا تحریری دستور ڈاکٹر حمید اللہ نے اسے دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور قرار دیا ہے[51]۔ اس میں حکومت اور عوام کے حقوق و فرائض کو واضح طور پر متعین کیا گیا ہے۔

۳۔ مذہبی آزادی معاہدہ کی رُو سے یہ قرار پایا کہ یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اسلام نے مذہبی رواداری کی جو مثال قائم

Marfat.com

کی ہے۔ یہ اس کا واضح ثبوت ہے۔ یہ مذہب کبھی بھی تلوار سے نہیں پھیلایا گیا جیسا کہ عیسائی مورخ الزام لگاتے ہیں۔ بلکہ یہ صرف تبلیغی مساعی سے پھیلا ہے۔ میثاق مدینہ میں یہودیوں کو اپنے مذہب کی یہ دین کی کھلم کھلا آزادی دے دی گئی تاکہ وہ اپنے مذہبی شعائر پر بلاجھجک عمل کر سکیں۔ یہ سب اس اطمینان کے بعد طے کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کو بھی مکمل مذہبی آزادی ہوگی۔ اس آزادانہ ماحول میں اب جو مذہب زیادہ جاذب ہوگا۔ لوگ خودبخود اس کی طرف کھچے چلے آئیں گے۔ چنانچہ عملی طور پر یہی کچھ ہوا جب عام لوگوں نے اپنے مذہب کے ساتھ اسلام کا مقابلہ کیا تو وہ برضا و رغبت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مگر یہود اپنے مذہب پر قائم رہے۔ اگرچہ ان کا موجودہ مذہب ایک مسخ شدہ صورت میں موجود تھا۔

۴۔ قریش کی مخالفت معاہدہ میں طے پایا کہ کوئی فریق قریش کو امان نہیں دے گا بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خواہ مخواہ قریش کو نشانہ انتقام بنایا لیکن غور کیجئے کہ قریش کون تھے۔ یہ وہی قبیلہ تھا جو آپ کے مکہ سے اخراج کا باعث ہوا۔ معاہدہ میں ان کے بارے میں جو شرط رکھی گئی۔ اس کی تہہ میں یہ راز تھا کہ قریش لازماً یہود سے تعلق قائم کریں گے اس لئے یہود بطور فریق معاہدہ انہیں امان دینے، یعنی انہیں مدینہ میں قیام کرنے کی اجازت نہ دیں گے تاکہ وہ یہاں آکر مسلمانوں کے خلاف محاذ بنالیں یا ان کی جاسوسی نہ کر سکیں۔ بعد کے حالات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہود نے اسی شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قریش سے سازباز کی تھی۔ حتیٰ کہ عبداللہ بن ابی اسی شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قریش سے خفیہ طور پر مراسلت شروع کر چکا تھا۔

۵۔ مدینہ کا تحفظ اور دفاع معاہدہ کی ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے تو دوسرا فریق اس کی مدد کرے گا۔ نیز مدینہ پر حملہ ہوا تو دونوں فریق مل کر اس کا دفاع کریں گے یہ ایک قسم کا دفاعی معاہدہ بھی تھا۔ یہ زمانہ حال میں بھی اس قسم کے فوجی معاہدے ہو رہے ہیں۔ جن میں یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ ایک ملک پر حملہ دوسرے ملک پر حملہ تصور کیا جائے گا، اس کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ جنگ کی صورت میں دونوں ملک ایک دوسرے کی پشت پر ہوں گے۔ آپ کو معلوم تھا کہ مدینہ چلے آنے کے بعد اہلِ مکہ آرام سے نہیں بیٹھیں گے اور اہلِ مکہ اور مدینہ کے مابین جنگ تاریخ کا مقدر بن چکا ہے۔ اس لئے آپ نے کمال فوجی بصیرت سے کام لے کر یہ معاہدہ طے کیا۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ حملہ کی صورت میں جب تک اہل مدینہ متحد نہ ہوں گے وہ دشمن کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ دوسری طرف یہود نے کہنے کو تو یہ شرط منظور کر لی لیکن جب وقت آزمائش آیا تو انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی جس کے نتیجہ میں انہیں مدینہ سے جلاوطن ہونا پڑا۔

۶۔ رسول خدا کی حیثیت اس معاہدہ نے آپ کو مدینہ کا سربراہ مملکت بنا دیا حالانکہ پہلے آپ اپنی جان کی سلامتی کے لئے مکہ سے رات کے اندھیرے میں ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے اس

Marfat.com

منصب کا: ... ز آپ کو یوں ملا کہ معاہدہ میں طے پایا تھا کہ جھگڑے کی صورت میں آپ کو ثالث مان لیا جائے ا... ر آپ کا حکم آخری ہوگا اور نافذ العمل سمجھا جائے گا۔ آپ کی یہ قانونی حیثیت درحقیقت آپ ... یا ... فائد بناگئی۔ تمام قبائل سیاسی خودمختاری سے سبکدوش ہو گئے اور انہوں نے ایک ذات کو اپنا قائد تسلیم کر لیا۔ اس طرح سے گویا آپ کو مدینہ میں مرکزیت حاصل ہو گئی اور آپ نے بحیثیت قائد وہ فیصلے کئے جو آگے چل کر تاریخ اسلام کے موثر ثابت ہوئے۔

۷۔ رسول کریم صلعم ایک بین الاقوام قاضی کی حیثیت سے

اس بین الاقوام معاہدہ نے رسول کریم صلعم کو ایک طرح مدینہ کی مختلف اقوام میں پولیٹکل لیڈر اور انتظامی حاکم کی حیثیت دے دی تھی اور آپ اس بین الاقوام جمہوری سلطنت کے گویا صدر قرار پائے تھے جو مدینہ میں ہجرت کے بعد قائم ہوئی تھی۔ اس پوزیشن میں اہم مقدمات بھی آپ ہی کے سامنے پیش ہونے لگ گئے تھے اور آپ ہر قوم کے ضابطہ عدالت کے ماتحت اُن کا فیصلہ فرماتے تھے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ ۴ھ ہجری کے آخر میں آپ کے سامنے ایک یہودی مرد اور یہودی عورت کا ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں ان کے خلاف زنا کا ... ثابت کیا گیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے یہودی علماء سے پوچھا کہ اس بارہ میں موسوی شریعت کیا فتویٰ دیتی ہے انہوں نے دھوکے اور افتراء کے طور پر یہ جواب دیا کہ جو شخص زنا کرے اسے ہمارے ہاں منہ کالا کر کے اور سواری پر الٹا سوار کر کے پھرایا جاتا ہے اس وقت عبداللہ بن سلام جو ایک یہودی عالم اور اب مسلمان ہو چکے تھے پاس ہی بیٹھے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لوگ غلط کہتے ہیں تورات میں زنا کی سزا سنگسار کرنا لکھی ہے چنانچہ تورات منگوائی گئی اور گو یہودیوں نے بہت پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ بہانے بہانے سے اس آیت پر ہاتھ رکھ کر اسے چھپانا چاہا۔ مگر عبداللہ بن سلام نے یہ صاف طور پر دکھا دیا کہ از روئے تورات زنا کی سزا رجم (سنگساری) ہے اور ان کو شرمندہ ہونا پڑا۔ اور چونکہ یہ معاہدہ تھا کہ ہر قوم کے مقدمات اس کے اپنے قانون کے مطابق فیصلہ کئے جائیں گے اور اسلام میں تو ابھی تک زنا وغیرہ کی حدود کے متعلق احکام بھی نازل نہیں ہوئے تھے اس لئے آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ یہودی شریعت کے مطابق ان دونوں کو سنگسار کر دیا جاتا ہے چنانچہ وہ دونوں مرد و عورت سنگسار کر دیئے گئے۔

۸۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا اقتدار ختم ہو گیا۔

۹۔ انفرادی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دی گئی۔

۱۰۔ باہر کے قبائل پر مدینہ کا رعب چھا گیا۔

۱۱۔ مسلمان رنگ نسل، زبان اور قوم کا امتیاز ختم کر کے ایک اُمت بن گئی۔

Marfat.com

مواخات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچتے ہی جس چیز کی طرف سب سے زیادہ توجہ دی وہ شہر کو پُرامن اور باشندوں کے باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانا تھا مہاجرین اپنے گھر، وطن، عزیز و اقارب، مال و دولت چھوڑ کر مدینہ آئے تھے۔ گو انہوں نے صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے یہ کام کیا تھا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پریشان اور زبوں حال میں دیکھ نہیں سکتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ حضرت انس بن مالکؓ کے مکان پہ انصار اور مہاجرین کو جمع کیا۔ آپ نے انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "یہ تمہارے بھائی ہیں اس طرح مسلمانوں کے اندر مواخات اور بھائی چارہ قائم کر کے مہاجرین اور انصار کے تعلقات کو خوشگوار اور استوار بنا دیا۔ انصار نے اپنے گھروں کے آس پاس جو افتادہ زمینیں تھیں ان کو دے دیں۔ جن کے پاس زمین نہ تھی۔ انہوں نے اپنے مسکونہ مکانات دے دیئے۔ مہاجرین کے کاروبار چلانے کے لئے ان کو دل کھول کر مدد دی۔

اس رشتہ مواخات کی وجہ سے شروع میں مہاجرین کو انصار کا وارث سمجھا جاتا تھا لیکن بعد میں وراثت کو وحی الٰہی کے ذریعے صرف خونی رشتے داروں تک محدود کر دی۔

تعمیر مسجد

مدینہ میں پہنچ کر سب سے پہلا کام خانۂ خدا کی تعمیر تھی۔ آپ کی قیام گاہ کے قریب بنو نجار کی افتادہ زمینیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بلا کر کہا کہ مسجد کے لئے یہ زمین قیمت سے لینا چاہتا ہوں وہ بولے ہم قیمت لیں گے لیکن آپ سے نہیں بلکہ خدا سے چونکہ وہ زمین دو یتیموں کی تھی۔ آپ نے ان کو بلا بھیجا۔ وہ آئے انہوں نے وہ بلاقیمت نذر کرنا چاہی مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ ان کو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے قیمت ادا کی اور زمین ہموار کر کے تعمیر مسجد کا مقدس کام شروع ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود پتھر اُٹھاتے اور صحابہ کرامؓ کے دوش بدوش کام کرتے۔ قریب ہی نادار مسلمانوں کے لئے ایک مسقف چبوترہ بنایا جو صفہ کہلاتا تھا یہ گویا مسجد کے ساتھ مدرس گاہ تھی۔ وہ لوگ سارا وقت دین کے سیکھنے پر صرف کرتے تھے۔

مسجد سے متصل ازواج مطہرات کے حجرے تعمیر ہوئے۔ تعمیر مسجد کے بعد باجماعت نماز ہونے لگی۔ باجماعت نماز اسلامی اتحاد اور یک جہتی کے لئے بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتی ہے۔

Marfat.com

غزوات نبوی

مکہ میں کفار کا تشدد اور ظلم و ستم انفرادی رنگ رکھتا تھا مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تو اب کفار نے مسلمانوں کی من حیث القوم بیخ کنی کا عزم ارادہ کر لیا۔ رسول کریم صلعم پر بحیثیت ایک قائد فرض ہو گیا تھا، کہ مسلمانوں کی قومی زندگی کی بقا کی حفاظت کریں سو خدا کے حکم سے قومی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے ہاتھ میں تلوار لی۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ (الحج ۲۲: ۳۹-۴۰)

اجازت دی گئی ہے جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے وہ لوگ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اس بات پر کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے اگر اللہ تعالےٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے نہ ہٹاتا تو یقیناً راہبوں کی کوٹھڑیاں اور گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔ اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جنگ کرنے کی اجازت مندرجہ ذیل امور کی بناء پر دی گئی ہے۔

۱۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔

۲۔ مسلمانوں کو ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا۔

۳۔ اگر جنگ کی اجازت نہ دی جاتی تو دنیا سے امن اٹھ جاتا مذہبی آزادی مٹ جاتی اور خدا تعالےٰ کی عبادت گاہیں تباہ ہو جاتیں۔ پھر ایک اور آیت میں مسلمانوں پر ایک واضح شرط عائد کر دی۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (سورۃ البقرہ آیت ۱۹۰) اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

Marfat.com

غزوۂ بدر

۱۷ رمضان المبارک ۲ھ مطابق ۶۲۴ء

اسلامی سلطنت کا استحکام اور قریش کی تباہی

اسباب

۱۔ قریش کی اسلام سے عداوت جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیغام اسلام پہنچانے کے لیے میدان عمل میں اتر آئے تو شروع میں قریش نے
اس دعوت کو حقیر جان کر محض تمسخر اور استہزا سے کام لیا۔ لیکن جب اس دعوت کا ذکر گھر گھر ہونے لگا اور ہر طبقہ سے لوگ اس دعوت کو قبول کرنے لگے تو قریش کو فکر لاحق ہوئی کہ ایسا نہ ہو کہ یہ دعوت ان کی تہذیب اور رسوم اور عقائد پر غالب آ جائے۔ تب انہوں نے اس دعوت کو ختم کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرنے شروع کیے۔ مسلمانوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہر قسم کی تکالیف کا نشانہ بنایا۔ شاید یہ لوگ ان تکالیف سے تنگ آ کر اس دعوت سے کنارہ کش ہو جائیں لیکن جب یہ حربہ کارگر ثابت نہ ہوا تو ابوطالب کے پاس تین دفعہ وفد گئے کہ وہ اپنے بھتیجے کو بتوں کو برا بھلا اور ان کو وقولنار کہنے سے باز رکھے جب وہ اس سفارت میں بھی ناکام ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کا طمع دیا کہ وہ اس دعوت سے باز آ جائیے لیکن جب قریش نے اس طریقہ میں بھی اپنی ناکامی دیکھی، تو بنو ہاشم سے معاشرتی مقاطعہ کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہے جب آپ بعض رحم دل لوگوں کی وجہ سے اس گھاٹی سے باہر آئے تو کفار نے تکالیف اور مصائب کی آگ اور تیز کر دی۔ آخرکار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ہجرت کرنے کا حکم دے دیا اور نبوت کے تیرھویں سال جب کفار نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں غار ثور میں آ چھپے۔ وہاں تین دن قیام کرنے کے بعد مدینہ کی طرف چل پڑے۔ اس طرح کفار کے خطرناک عزائم سے نجات حاصل کر کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابہؓ مدینہ میں آ گئے۔

Marfat.com

جب قریش نے دیکھا کہ مسلمانوں کو ایک پُرامن زندگی مل گئی ہے اور اسلام کی شعاعیں آہستہ آہستہ پھیل رہی ہیں تو انہوں نے شجرِ اسلام کو تلوار کی ضرب سے کاٹنے کا تہیہ کر لیا۔ قریش نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو تہدید آمیز خط لکھا کہ تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے۔ ہم قسم کھاتے ہیں۔ یا تو تم اس کو قتل کر دو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم تم پر حملہ کر دیں گے اور تم کو فنا کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو قیدی بنا لیں گے۔"

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خط کی خبر ہوئی تو آپؐ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کو سمجھایا کہ "کیا تم اپنے ہی بیٹوں اور بھائیوں سے لڑو گے؟"
یہ خط مسلمانوں کے خلاف کھلم کھلا اعلانِ جنگ تھا۔

اس کے بعد قریش نے مدینہ کے یہودیوں سے ساز باز شروع کر دی جب ان کو خفیہ طور پر اپنے ساتھ ملا لیا۔ تب مسلمانوں کو تہدید آمیز پیغام بھیجا۔ تم مغرور نہ ہو جانا کہ مکہ سے جان بچا کر آ گئے ہو۔ ہم مدینہ پر حملہ کر کے تمہیں فنا و برباد کر دیں گے۔

قریش کی دشمنی کی لہروں نے صرف مہاجرین کو ہی اپنی لپیٹ میں نہ لیا تھا بلکہ انصار بھی اس لپیٹ میں آ گئے تھے۔ ایک دفعہ قبیلہ اوس کا سردار حضرت سعد بن معاذ حج کے لئے مکہ گئے تو اپنے ایک دوست اُمیہ بن خلف کے ہاں فروکش ہوئے۔ ایک دن طواف کے لئے نکلے تو ابوجہل نے دیکھ لیا۔ اور کہا۔ "تم نے مسلمانوں کو پناہ دی ہے۔ اگر تم اُمیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو زندہ واپس نہ جاتے۔" اس پر سعد نے جواب دیا: "اگر تم نے ہمیں حج سے روکا تو ہم تمہاری تجارتی شہ رگ کاٹ دیں گے۔"

۲۔ شام کی تجارتی شاہراہ کا مسلمانوں کی زد میں ہونا

مدینہ میں مسلمانوں کے یکجا ہونے سے کفارِ مکہ کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں مسلمان اہل مکہ کو اقتصادی مار دینے کے لئے اس شاہراہ پر قبضہ نہ کر لیں جو یمن سے شام کی طرف ساحل بحر احمر کے ساتھ ساتھ جاتی تھی۔ اس شاہراہ کے محفوظ رہنے پر ہی اہل مکہ کی خوشحالی کا دارومدار تھا۔ ایک سرسری تخمینہ کے مطابق اہل مکہ کی وہ تجارت جو اس راستہ ہوتی تھی وہ اڑھائی لاکھ اشرفی سالانہ تھی طائف اور دیگر مقامات کی تجارت اس کے علاوہ ہے۔

۳۔ اسلامی ریاست کے خاتمہ کا منصوبہ

قریش نے اسلامی ریاست کو نیست و نابود کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ افرادی قوت کو مضبوط کرنے کے لئے مکہ کے گردونواح کے قبائل سے معاہدات کئے۔ معاشی وسائل کو مضبوط کرنے کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس مرتبہ جو تجارتی قافلہ شام بھیجا جائے اس کا تمام نفع جنگ کی تیاری کے لئے وقف کیا جائے اس منصوبے کی تشکیل کے بعد مکہ اور مدینہ کے درمیان کشیدگی میں بہت اضافہ ہو گیا۔

Marfat.com

۴۔ مدینہ کی چراگاہ پر حملہ

مکہ کے ایک رئیس کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشی ہانک کر بھاگ نکلا۔ مسلمانوں کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے سرعت کے ساتھ تعاقب کیا۔ مویشی چھین لیے مگر کرز بن جابر بچ کر نکل گیا

قریش کے تجارتی قافلے ہر سال گرمیوں میں ملک شام کی طرف جاتے تھے۔ مکہ کی تمام اقتصادی ترقی کا انحصار اس تجارتی قافلہ پر ہوتا تھا۔ بعض مورخوں نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ تجارت ۵۰۰۰۰ دینار سالانہ ہوتی تھی۔

۵۔ عمرو بن حضرمی کا قتل

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ جحش کو بارہ آدمیوں کے ہمراہ نخلہ کی طرف دشمنوں کی حرکات کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ ایک بند خط دیا اور فرمایا کہ دو دن کے بعد کھولنا۔ عبداللہ نے جب خط کھولا تو لکھا تھا "مقام نخلہ میں قیام کرو۔ اور قریش کے حالات کا پتہ لگاؤ۔ اور اطلاع دو۔ اتفاق سے قریش کا ایک تجارتی قافلہ مل گیا۔ دونوں گروہوں کے درمیان جھڑپ ہو گئی جس میں قریش مکہ کا ایک شخص عمرو بن حضرمی قتل ہو گیا اور دو گرفتار ہوئے جب عبداللہ اس سمت کی اطلاعات لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ناراضی کا اظہار کیا۔ یہ واقعہ ایسے مہینے میں رونما ہوا جس میں جنگ و جدل حرام تھا۔ کفار نے اس واقعہ کو خوب اچھال کر تمام عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اُکسانے کی کوشش کی۔ اسی طرح عمرو بن حضرمی کے ورثاء نے بھی انتقام لینے کے لئے اہل مکہ کو اکسایا۔ علامہ طبری لکھتے ہیں کہ "جس چیز نے بدر کے واقعہ کو ابھارا اس کا سبب یہی حضرمی کا قتل تھا۔ اس لیے کہ خون کا بدلہ لینا عربوں کا قومی خاصہ تھا"

۶۔ ابوسفیان کا قافلہ

قریش کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس آرہا تھا کسی نے یہ افواہ اڑا دی کہ مسلمان قافلے کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ ابوسفیان نے ایک تیز رو قاصد مکہ روانہ کر دیا تاکہ وہ مسلمانوں کے عزائم سے اہل مکہ کو آگاہ کرے۔ ابوسفیان خود تو ساحلی راستہ اختیار کر کے مکہ پہنچ گیا۔ لیکن فوج مدینہ کی طرف روانہ ہو چکی تھی۔ ابوسفیان نے ایک قاصد بھیجا کہ ہم خیریت سے مکہ پہنچ گئے اس وجہ سے واپس لوٹ آؤ۔ کچھ سرداروں نے واپس لوٹ جانے کی رائے دی۔ لیکن ابوجہل نہ مانا۔ بنی زہرہ اور عدی کے قبائل تو اس اقدام کو غیر ضروری سمجھ کر واپس آگئے لیکن ابوجہل باقی ماندہ فوج لے کر بدر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جنگ بدر

قریش ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ جس میں سو سے زیادہ سوار تھے اسلحہ اور دیگر حربی سامان کی فراوانی تھی۔ بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ بدر مدینہ سے اسی میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے جہاں اہل عرب کا سالانہ میلہ لگا کرتا تھا قریش نے پہلے پہنچ کر ان مقامات پر قبضہ کر لیا جو جنگی نقطہ نگاہ سے اہم تھے۔

Marfat.com

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش فوج کی اطلاع ہوئی تو آپ نے مسجد نبوی میں انصار او مہاجرین کو جمع کیا۔ مہاجرین کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے وفاداری اور جان نثاری کا اظہار کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ انصار کو محسوس ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مشورہ لینا چاہتے ہیں تو حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تب حضرت سعد بن عبادہؓ نے کھڑے ہو کر کہا "خدا کی قسم آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔ سعد کی تقریر سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوچ کرو۔ خدا کی طرف سے یہ بشارت سنو کہ اللہ نے دشمن کے دو گروہوں میں سے ایک پر نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ مجدا روساء مکہ میں سے ایک ایک کا قتل میری آنکھوں کے سامنے ہے۔"

۱۲ رمضان ۲ھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین سو تیرہ صحابہ کے ہمراہ جن میں ساٹھ مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ مدینہ سے نکلے اور بدر کی طرف روانہ ہو پڑے۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر ایک چشمہ پر قبضہ کر لیا۔ اسی رات بارش ہوگئی جس سے مزید پانی جمع ہوگیا اور مٹی بھی بیٹھ گئی۔ تمام رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور میں گڑگڑا کر دعا کی صبح ہوئی تو آپ نے فوج کو ترتیب دے کر دعا فرمائی "خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے آج پورا کر۔ اگر آج تیرے یہ چند بندے مٹ گئے تو پھر قیامت تک تیرا کوئی نام لینے والا نہیں رہے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سپاہیوں کو نہایت اہم ہدایات دیں۔ جن کا ماحصل یہ ہے۔

۱ - مسلمان صف بندی کو نہ توڑیں

۲ - اس وقت تک لڑائی کا آغاز نہ کریں۔ جب تک آپ اجازت نہ دیں۔

۳ - دشمن دور ہو تو تیر چلا کر ضائع نہ کریں۔ زد میں آئے تو تیر چلائیں اور بھی قریب آئے تو پتھروں سے ماریں۔ اس سے بھی نزدیک ہو جائے تو نیزوں سے روکیں اور سب سے آخر میں تلواریں کھینچیں۔

باقاعدہ جنگ

۱۷ رمضان ۲ھ کو باقاعدہ جنگ کا آغاز انفرادی مقابلہ سے ہوا۔ کفار مکہ کی طرف سے سالار فوج عتبہ ولید اور شیبہ نکلے۔ مسلمانوں کی فوج سے حضرت حمزہؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ مقابلہ کے لئے نکلے۔ تینوں کافر ہلاک ہو گئے۔ حضرت عبیدہؓ کو ایک مہلک زخم آیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔

عبیدہ بن سعید سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔ نخوت اور تکبر کے نشہ میں چور ہو کر صف سے نکلا اور للکارا۔ حضرت زبیرؓ نے اس کی آنکھ پر برچھی ماری اور ایک ہی وار میں ہلاک کر دیا۔ اب عام لڑائی شروع ہو گئی۔ ابوجہل کو انصار کے دو لڑکوں معوذ اور معاذ نے قتل کیا۔ مکہ کا ایک اور رئیس امیہ

Marfat.com

بن نبلت بھی مارا گیا۔ جب کفار نے اپنے سرداروں کو میدان جنگ میں کھیت ہوتے ہوئے دیکھا تو ستر مقتول میدان میں چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ستر کے قریب قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے مسلمانوں کے کوئی ایک درجن سپاہی شہید ہوئے۔

مسلمانوں کی فتح کے اسباب

مسلمانوں کو فتح باوجود حربی سامان کی کمی کے محض نصرت الٰہی سے ہوئی تھی۔ لیکن اس فتح عظیم کے پیچھے کچھ مادی اسباب بھی ہیں۔

۱۔ قریش میں جنگ سے قبل ہی اختلاف رونما ہو چکا تھا۔ عتبہ قائد لشکر لڑنے پر راضی نہ تھا۔ قبیلہ زہرہ کے لوگ میدانِ جنگ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس وجہ سے فوج میں اتحاد اور یک دلی کا فقدان تھا۔

۲۔ بارش ہو جانے کی وجہ سے کفار مکہ جہاں صف آرا تھے وہاں کیچڑ ہوگیا۔ جس کی وجہ سے چلنا پھرنا اور فوجی نقل وحرکت مشکل ہو گئی۔ مسلمانوں کی طرف سے مٹی بیٹھ کر زمین بہتر ہو گئی تھی۔

۳۔ کفار کی فوج میں کوئی ترتیب اور صف بندی نہ تھی۔ اسلامی لشکر کی صف بندی خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔

۴۔ سورج مسلمانوں کی پشت پر تھا لیکن کفار کے عین سامنے تھا جس کی وجہ سے کفار کی آنکھیں چندھیا گئیں

۵۔ کفار مکہ اسلامی فوج کا تخمینہ کرنے میں غلطی کر رہے تھے۔ یعنی اپنی تعداد سے دوگنا تصور کرتے تھے۔

۶۔ جب عام لڑائی شروع ہوئی کفار حربی ساز و سامان کی فراوانی کی وجہ سے بے نظمی اور بے ترتیبی سے آگے بڑھے جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو پیش قدمی سے روک دیا ہوا تھا اور ہدایت کر دی ہوئی تھی کہ جب دشمن بالکل قریب آئے تو پھر حملہ کرنا ہے اس طرح کفار مسلمانوں کے دفعتہً حملہ کرنے کا مقابلہ نہ کر سکے۔

۷۔ اسلام نے مسلمانوں کے اندر ذوق شہادت کا جذبہ اس قدر بھر دیا ہوا تھا کہ وہ اس موت کو ابدی اور نجات والی زندگی سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے شہادت کا درجہ حاصل کرنے کے لئے وہ بے جگری سے لڑے۔

۸۔ لڑائی کے آغاز میں ہی قریش فوج کے تین سردار لقمہ اجل بن گئے تھے۔ ان کے قتل سے قریش کے حوصلے پست ہو گئے۔

۹۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کا راز نصرت الٰہی میں مضمر ہے۔ جب دونوں فوجیں میدان جنگ میں اتر آئیں تو رسول کریم صلعم نے دعا فرمائی۔ "اے اللہ آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر

Marfat.com

روئے زمین پر تیری عبادت کہیں نہیں ہوگی"۔ اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے فتح کی بشارت دی اور ایک ہزار فرشتوں سے امداد فرمائی ہے۔ (حکایات صحابہ)

جنگ بدر کی اہمیت اور نتائج

۱۔ تاریخ اسلام میں جنگ بدر ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ مولانا شبلیؒ کے الفاظ میں "بدر کا معرکہ حقیقت میں اسلام کی ترقی کا اولین قدم تھا"۔ اور اسلم جیراجپوری کے الفاظ میں یہ لڑائی درحقیقت شوکتِ اسلام کا سنگِ بنیاد تھی"۔

۲۔ معاندین نزو سائے قریش، ابوجہل، عتبہ، ولید، شیبہ، سعد بن العاص اور اُمیّہ بن خلف سب اس معرکہ میں مارے گئے اور کفار کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھ آگئی۔

۳۔ تمام عرب میں مسلمانوں کی قوت اور طاقت کی دھاک بیٹھ گئی وہ لوگ جو پہلے یہ سوچتے تھے کہ مسلمانوں کو صرف ایک ہی حملے سے تباہ کر دیا جائے گا۔ ان کے عزائم خاک میں مل گئے اور ان کو یہ احساس ہوگیا۔ اس نئی ابھرتی ہوئی طاقت کو ختم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

۴۔ وہ قبائل جو یہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمان کہاں تک قریش کی طاقت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ معرکہ بدر میں مسلمانوں کی شاندار کامیابی کی وجہ سے انہوں نے مخالفت ترک کر دی۔

۵۔ یہود نے میثاق مدینہ کو بالائے طاق رکھ کر قریش کی امداد کرنا شروع کر دی۔ اس وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو پُرامن شہر بنانے اور اس کے دفاع کو مضبوط کرنے کے لئے ان کے خلاف عملی قدم اٹھایا اور سب سے پہلے بنوقینقاع کو ان کی غداری کی وجہ سے جلاوطن کیا۔

۶۔ جب کوئی طاقتور اور متکبر قوم کسی کمزور طاقت کے ہاتھوں مار کھاتی ہے تو وہ عداوت اور حسد کی آگ میں جل کر پوری قوت کے ساتھ انتقام لینے کی کوشش کرتی ہے۔ جب قریش نے کمزور مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کھائی تو وہ اس طبعی جذبہ کی وجہ سے اپنی پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی تیاری شروع کر دی۔ بعد کی جنگیں معرکہ بدر میں شکست کھانے کی وجہ سے ہوئیں۔ آخر نتیجہ یہ نکلا کہ دس سال کے اندر اندر کفار کی طاقت خاک میں مل گئی اور مسلمان تمام عرب پر غالب آگئے۔

۷۔ مسلمانوں میں یہ کامل یقین پیدا ہوگیا کہ وہ نصرت ایزدی کی وجہ سے کبھی باطل اور کفر سے شکست نہیں کھائیں گے۔ اس سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔

۸۔ اس موقع پر احکام جنگ اور تقسیم غنائم کے متعلق آیات نازل ہوئیں۔ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اہلِ قرابت اور یتامیٰ اور مساکین وغیرہ کے لئے مقرر ہوا اور باقی فوج میں تقسیم کرنے کا حکم ہوا۔

Marfat.com

۹ ۔ اسیرانِ جنگ سے حسن سلوک کی وجہ سے مسلمانوں کے اخلاق عالیہ کا مخالفین پر بہت اچھا اثر پڑا۔
۱۰ ۔ جنگ میں تباہی کی وجہ سے اقتصادی بدحالی قریش کے لئے ایک اہم مسئلہ پیدا ہو گیا تجارت بھی کمزور پڑ گئی۔ کیونکہ مدینہ کا راستہ ان پر بند ہو گیا۔
۱۱ ۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہوئی تھی جنگ بدر نے اس کو مستقل کر دیا۔ مسلمانوں کے پاؤں مدینہ میں مضبوط ہو گئے اور جنگ میں فتح سے آپ کو فوجی بالادستی حاصل ہو گئی۔
۱۲ ۔ مدینہ میں قبائل اوس اور خزرج کے بہت سے لوگ شرک پر قائم تھے بدر کی فتح نے ان لوگوں میں ایک حرکت پیدا کر دی ان میں سے بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور بعضوں نے بظاہر اسلام قبول کر لیا اور اسلام کے استیصال کے لئے منافقوں کے گروہ میں شامل ہو گئے

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں اس معرکہ کی اہمیت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے " جنگ بدر نہ صرف تاریخ اسلام کا زبردست معرکہ ہے بلکہ ساری دنیا کا سب سے اہم تاریخی واقعہ ہے۔"

بدر کے نتائج پر بحث کرتے ہوئے سر ولیم میور لکھتا ہے " بدر کے حالات میں ایسی باتوں کا بہت کچھ عنصر نظر آتا ہے جس کی وجہ سے محمد (صلعم) اس فتح کو جائز طور پر خدائی تقدیر کا کرشمہ شمار کر سکتے تھے نہ صرف یہ کہ فتح بہت نمایاں اور فیصلہ کن تھی بلکہ اس جنگ میں غیر معمولی طور پر محمد (صلعم) کے اکثر بااثر دشمن خاک میں مل گئے تھے۔ ان رؤسائے مکہ کے علاوہ جو جنگ میں قتل کئے گئے یا قید کر لئے گئے تھے ابولہب جو جنگ میں شامل نہیں ہوا تھا۔ وہ بھی قریش کی بھگوڑی فوج کے مکہ پہنچنے کے چند دن بعد ہی مکہ میں مر گیا۔ گویا کہ وہ خدائی حکم جس کی مار رؤسائے مکہ پر پڑی ایک اٹل تقدیر تھی۔"

اسیرانِ سے حسنِ سلوک

اسیرانِ جنگ دو دو چار چار صحابہ میں تقسیم کر دیئے گئے اور ہدایت ہوئی کہ ان سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔ صحابہ کرام ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجور کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ جس قیدی کے پاس کپڑے نہ تھے اسے کپڑے دیئے گئے۔

سر ولیم میور نے قیدیوں کے ساتھ اس مشفقانہ سلوک کو مندرجہ ذیل الفاظ میں اعتراف کیا ہے:۔
محمد (صلعم) کی ہدایت کے ماتحت انصار و مہاجرین نے کفار کے قیدیوں کے ساتھ بڑی محبت اور مہربانی کا سلوک کیا۔ چنانچہ بعض قیدیوں کی اپنی شہادت تاریخ میں ان الفاظ میں مذکور ہے۔ " خدا بھلا کرے مدینہ والوں کا وہ ہم کو سوار کرتے تھے اور آپ پیدل چلتے تھے۔ ہم کو گندم کی پکی ہوئی روٹی دیتے تھے اور آپ صرف کھجوریں کھا کر پڑ رہتے تھے اس لئے میور صاحب لکھتے ہیں) ہم کو یہ معلوم کر کے تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ بعض قیدی اس نیک سلوک کے اثر کے نیچے مسلمان ہو گئے اور ایسے لوگوں کو فوراً آزاد کر دیا۔ جو قیدی اسلام نہیں لائے تھے ان پر بھی نیک سلوک کا بہت اچھا اثر تھا۔"

Marfat.com

اسیران جنگ سے چار چار ہزار درہم فدیہ لیا جو لوگ غریب اور نادار تھے اور فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے وہ چھوڑ دیئے گئے ان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کو حکم ہوا کہ دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

غزوہ احد ۳ھ ۶۲۵ء عیسوی

۱۔ اسباب جوش انتقام قریش غزوہ بدر میں مسلمانوں کی ایک قلیل اور بے سروسامان جماعت کے ہاتھ سے مغلوب ہوئے اور ان کے قائدین میدان جنگ میں مارے گئے تھے۔ اس وجہ سے وہ جوش انتقام سے لبریز تھے۔

۲۔ وقار کی بحالی کا مسئلہ غزوہ بدر میں قائدین کفار ہلاک ہوئے تھے اور عبرت ناک شکست کی وجہ سے کفار کا وقار خاک میں مل گیا تھا۔ اس وقار کی بحالی کے لئے انہوں نے از سر نو جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

۳۔ عرب شعرا اور خواتین کا پراپیگنڈہ عرب کے گوشہ گوشہ سے شعرا مکہ میں آئے انہوں نے جنگ بدر میں مقتولین کے لئے مرثیے کہے اور جنگی ترانے گائے۔ اس جنگی مہم کو مزید تیز کرنے کے لئے عورتوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور زندہ سرداران کفار کو بدلہ لینے کے لئے طعنے دینے شروع کر دیئے۔ ان عورتوں میں ہندہ زوجہ ابو سفیان (جو عتبہ کی بیٹی تھی) ام حکیم زوجہ عکرمہ بن ابو جہل فاطمہ بنت (ولید قتل ہوا تھا) ریطہ زوجہ عمرو بن العاص اور خناس والدہ مصعب بن عمیر پیش پیش تھیں۔

۴۔ تجارتی مفادات کو خطرہ مکہ کے تجارتی قافلے شام جاتے ہوئے بحیرہ احمر کے کنارے پر ہو کر گزرتے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام قبائل سے معاہدہ کر لیا جو تجارتی گزرگاہ پر آباد تھے۔ تجارت کا دوسرا راستہ عراق بھی غیر محفوظ تھا۔ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد قریش کا ایک تجارتی قافلہ عراق کی طرف سے شام جا رہا تھا۔ رسول کریم صلعم نے حضرت زید بن حارثہ رضی کو ایک سو سپاہیوں کا دستہ دے کر روانہ کیا۔ حضرت زید رضی نے قافلہ پر چھاپہ مارا اور انہیں بھگا دیا اور مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔

اس طرح قریش مکہ کی تجارتی ناکہ بندی ہو گئی۔ اہل مکہ کی معیشت کا دارو مدار تجارت پر ہی تھا ان کو اس ناکہ بندی کی فکر لاحق ہوئی۔ سو قریش حادثہ بدر اور تجارتی ناکہ بندی دونوں کے انتقام اور مداوا کے لئے آتش زیر پا تھے۔

۵۔ یہود کی حوصلہ افزائی کعب بن اشرف یہودی نے مکہ میں جا کر قریش کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور ان کے ساتھ معاہدے بھی کئے۔

Marfat.com

۶۔ چھیڑ چھاڑ ابتدائی چھیڑ چھاڑ کے طور پر ابوسفیان سو شتر سواروں کو لے کر مدینہ کی طرف بڑھا وہ چوری چھپے بنو نضیر کے سردار سلام بن مشکم کے پاس جا ٹھہرا اس نے بڑے جوش و خروش سے استقبال کیا۔ صبح کے وقت وہ عریض پر حملہ آور ہوا۔ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے یہاں اس نے ایک انصاری سعد بن عمرو کو شہید کیا۔ چند مکانات جلائے آپ کو ابوسفیان کی تباہ کاریوں کی اطلاع ملی تو آپ نے اس کے تعاقب کا حکم جاری کیا ابوسفیان گھبراہٹ میں بھاگا اور اپنے ستوؤں کے تھیلے جو زادِ راہ کے لئے لایا تھا۔ پھینک دیئے۔ عربی میں ستوؤں کو سویق کہتے ہیں اس لئے یہ واقعہ سویق کے نام سے موسوم ہے۔ دراصل ابوسفیان کا اس حد تک پہنچ جانا اس بات کی علامت تھی کہ اب وہ مدینہ پر حملہ کے لئے تیار ہے۔

۷۔ قتل کا منصوبہ قریش نے رسول کریم صلعم کو کسی نہ کسی طرح ختم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ صفوان بن اُمیہ نے عمیر بن وہب کو اس امر کے لئے تیار کیا کہ وہ مدینہ جا کر رسول کریم صلعم پر اچانک حملہ کر کے حضور کا خاتمہ کر دے۔ چنانچہ وہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے مدینہ گیا مسجد نبویؐ کے سامنے اپنا اونٹ بٹھا ہی رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے پہچان لیا اور اسے حضور کے پاس لے گئے۔ رسول کریم صلعم نے اس کی نیت کے بارے میں دریافت کیا تو جھوٹ بولا آخر سچ کہہ دیا۔ اس کے بعد وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

قریش کی جنگی تیاریاں قریش کا ایک وفد مختلف قبائل میں گیا اور مسلمانوں کے خلاف مدد پر آمادہ کیا۔ روسائے قریش میں سے جبیر بن مطعم، صفوان بن اُمیہ۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ حارث بن ہشام اور حویطب اپنے نئے قائد ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اب انتقام کا وقت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ سامان تجارت سے جو نفع حاصل ہوا ہے۔ اس سے اسلحہ حرب خریدا جائے اور مدینہ پر حملہ کر کے کشتگان بدر کا بدلہ لیا جائے۔ یہ ایک ایسی درخواست تھی جو منہ سے نکلتے ہی قبول کر لی گئی۔ ان بڑوں کی کانفرنس میں یہ بھی طے پایا کہ قبائل عرب کو بھی مسلمانوں کے خلاف مشتعل کر کے لشکر میں شامل کر لیا جائے۔ چنانچہ قبائل قریش کی امداد کے لئے آمادہ ہو گئے۔ مکہ کے حبشی غلاموں کو بھی داخل فوج اور شریک جنگ کر لیا۔

عرب کی لڑائیوں میں سپاہیوں کی ثابت قدمی شجاعت اور بہادری کا ذریعہ خاتونانِ حرم ہوتی تھیں چنانچہ عورتیں بھی فوج میں شامل کر لی گئیں۔ ان میں سے ہندہ۔ عتبہ کی بیٹی امیر معاویہؓ کی ماں کا نام قابلِ ذکر ہے۔

حضرت حمزہؓ نے ہندہ کے والد عتبہ کو بدر کی جنگ میں قتل کیا تھا۔ اسی طرح جبیر بن مطعم کا چ

Marfat.com

طعیمہ بن عدی بھی حضرت حمزہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا تھا۔ اس بناء پر ہندہ نے ایک وحشی کو جو جبیر کا غلام تھا اور حربہ اندازی میں کمال مہارت رکھتا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے پر تیار کیا اور یہ طے پایا کہ وہ اس کارگزاری کے صلہ میں آزاد کر دیا جائے گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خبر رسانی

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسولِ کریم کے ساتھ قرابت داری، آپ کے حسن کردار اور اوصاف حمیدہ اور اسیر بدر ہونے کے دوران حسن مراعات کی وجہ سے ایک غفاری کے ہاتھ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط ارسال کیا جس میں قریش کے جوش انتقام اُن کے لشکر کی تعداد اور سامانِ حرب کی پوری تفصیل تھی اس اطلاع کے ملتے ہی آپ نے معتبر اشخاص کو خبر لانے کے لئے بھیجا۔ اُنہوں نے آکر خبر دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آ گیا ہے اور مدینہ کی چراگاہ کو ان کے گھوڑوں نے پامال کر دیا ہے۔ شہر پر حملہ کا خطرہ تھا۔ اس وجہ سے ہر طرف پہرہ بٹھا دیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ مسلح ہو کر تمام رات مسجد نبوی میں پہرہ دیتے رہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے بھی یہی رائے دی۔ لیکن بعض وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور بعض وہ بہادر صحابہ رضی اللہ عنہم جو نصرت ایزدی سے غزوہ بدر میں کفار پر غالب آ چکے تھے۔ شہر میں رہ کر مدافعت کو بزدلی پر محمول کرتے تھے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کا اصرار دیکھ کر زرہ پہن لی۔

قریشی فوج اُحد کے مغرب میں مقیم ہو گئی۔ کفار کی تعداد تین ہزار تھی۔ جن میں تین ہزار اونٹ۔ دو سو گھوڑے اور سات سو زرہ پوش تھے۔ اس فوج میں قریش کے معزز گھرانوں کی عورتیں بھی تھیں جو رجزیہ اشعار پڑھ پڑھ کر جوش پیدا کر رہی تھیں۔

اُحد کی طرف لشکر اسلام کی روانگی

جمعہ کے دن شوال کی دسویں تاریخ عصر کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار سپاہیوں کی معیت میں اُحد کی طرف چلے۔ میدان جنگ میں پہنچنے سے قبل ہی عبداللہ بن ابی تین سو سپاہیوں کی جمعیت کے ساتھ یہ کہہ واپس مدینہ چلا آیا کہ اس کی رائے پر عمل نہیں ہوا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے دن سات سو آدمیوں کو لے کر جن میں دو سو اسپ سوار اور ایک سو زرہ پوش تھے آگے بڑھے۔ آپ نے اُحد کو پشت پر لے کر صفیں باندھیں۔ عقب میں ایک درہ تھا۔ جہاں سے دشمن کے حملے کا خطرہ تھا آپ نے عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں پچاس تیر اندازوں کا دستہ متعین کر دیا اور ہدایت فرمائی کہ اس درہ کو کسی صورت میں بھی نہ چھوڑنا۔

Marfat.com

قریش کی صف آرائی قریش نے صفیں آراستہ کیں۔ انہوں نے اسپ سواروں کے میمنہ پر خالد بن ولید کو میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو پیادہ فوج پر صفوان بن امیہ کو تیراندازوں پر عبداللہ بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا۔

لڑائی کا آغاز انفرادی جنگ میں مشرکین کے علم بردار طلحہ نے صف سے نکل کر پکارا "مسلمانو! تم میں سے کوئی ہے جو کہ یا تو مجھ کو جلد دوزخ میں پہنچا دے یا خود میرے ہاتھ سے بہشت میں پہنچ جائے۔" حضرت علی بن ابی طالب نے صف سے نکل کر کہا "میں ہوں" یہ کہہ کر سر پر ایسی تلوار ماری کہ طلحہ زمین پر آگرا۔ طلحہ کے قتل ہونے کے بعد اس کے بھائی عثمان نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ اس کے پیچھے عورتیں رجزیہ اشعار پڑھتی جاتی تھیں۔ حضرت حمزہؓ مقابلہ کے لئے نکلے۔ اس زور سے شانہ پر تلوار کا وار کیا کہ کمر تک اتر گئی۔

اب عام لڑائی شروع ہو گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں تلوار تھی۔ آپ نے فرمایا کون اس کا حق ادا کرے گا۔ یہ سن کر کئی جان نثار آگے بڑھے۔ مگر آپ نے وہ تلوار کسی کو نہ دی ابو دجانہ نے اٹھ کر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حق کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کا حق یہ ہے کہ تو اس کو دشمن پر مارے یہاں تک کہ ٹیڑھی ہو جائے۔"

ابو دجانہ نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا حق ادا کروں گا۔ ابو دجانہ اکڑتے ہوئے نکلے اور مشرکین کی صفوں پر حملہ کر دیا اسی طرح حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ صفوں کی صفیں چیرتے چلے جا رہے تھے۔ وحشی نامی حبشی غلام حضرت حمزہؓ کی تاک میں تھا چنانچہ ایک موقعہ پا کر ایسا نیزہ مارا جو آپ کی ناف میں لگا اور پار ہو گیا۔ حمزہ رضی اللہ لڑکھڑاتے ہوئے گرے مگر ہمت کر کے اٹھے اور ایک جست کر کے وحشی کی طرف بڑھنا چاہا مگر پھر لڑکھڑا کر گرے اور جان دے دی۔

بہادران اسلام بڑھ بڑھ کر داد شجاعت دے رہے تھے کفار کے علم بردار لڑ لڑ کر جاتے تھے لیکن علم زمین پر گرنے نہیں پاتا آخر مسلمانوں کے پے در پے حملوں کی تاب نہ لا کر کفار بھاگ نکلے مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر تیر انداز جو درہ میں متعین تھے وہ بھی مال غنیمت کے حصول کے لئے ٹوٹ پڑے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے بہت روکا۔ لیکن وہ نہ رکے۔

چنانچہ مشہور مستشرق انگریز مورخ سر ولیم میور لکھتا ہے "مسلمانوں کے خطرناک حملوں کے سامنے مکی لشکر کے پاؤں اکھڑنے لگ گئے قریش کے رسالے نے کئی مرتبہ یہ کوشش کی کہ اسلامی فوج کے بائیں طرف عقب سے ہو کر حملہ کریں مگر ہر دفعہ ان کو ان پچاس تیر اندازوں کے تیر کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا محمد (صلعم) نے وہاں خاص طور پر متعین کئے ہوئے تھے مسلمانوں کی طرف سے اُحد کے میدان میں بھی وہی شجاعت و مردانگی اور موت و خطرے سے وہی بے پروائی دکھائی گئی جو بدر کے موقعہ پر انہوں نے دکھائی تھی مکہ کے

Marfat.com

لشکر کی صفیں پھٹ پھٹ جاتی تھیں جب اپنی خود کے ساتھ سرخ رومال باندھے ابو دجانہ ان پر حملہ کرتا تھا اور اس تلوار کے ساتھ جو اسے محمد (صلعم) نے دی تھی چاروں طرف گویا موت بکھیرتا جاتا تھا۔ حمزہ اپنے سر پر شتر مرغ کے پروں کی کلغی لہراتا ہوا ہر جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ علی اپنے لمبے اور سفید پھریرے کے ساتھ اور زبیر اپنی شوخ رنگ کی چمکتی ہوئی زرد پگڑی کے ساتھ بہادران الیڈ کی طرح جہاں بھی جاتے تھے دشمن کے واسطے موت و پریشانی کا پیغام اپنے ساتھ لے جاتے یہ وہ نظارے ہیں جہاں بعد کی اسلامی فتوحات کے ہیرو تربیت پذیر ہوئے۔۔۔۔"

خالد بن ولید نے درہ کو خالی پا کر لشکر اسلام پر حملہ کر دیا۔ دوسری طرف سے عکرمہ نے بھی اپنے سواروں کے ساتھ دھاوا بول دیا۔ ابوسفیان جو میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا۔ وہ بھی اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر نئے جوش اور نئی ہمت سے حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں پر یہ حملے اچانک ہوئے وہ اتنے بدحواس ہوئے کہ مسلمان مسلمان کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اسی دوران میں مسلمانوں کے علم بردار حضرت مصعب بن عمیر رضہ شہید ہو گئے۔ آپ کی شکل کسی حد تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی۔ یہ مشہور ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اس خبر سے بہتوں نے بالکل ہمت ہار دی اس افراتفری اور اضطراب کی حالت میں صرف چند جاں نثار آپ کے پاس رہ گئے جن میں حضرت ابوبکر رضہ، عمر رضہ، حضرت علی رضہ، سعد رضہ، طلحہ رضہ، ابوعبیدہ، زبیر رضہ عبدالرحمن رضہ اور ابودجانہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ اچانک حضرت کعب بن مالک نے آپ کو پہچان لیا اور پکار اٹھے "مسلمانو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں"۔ یہ سن کر چشم زدن میں ہر طرف سے جاں نثار کعب کی آواز کی جگہ آپہنچے۔ کفار نے بھی سارا زور اسی طرف لگا دیا اور صحابہ ایک ایک کر کے آپ کی حفاظت میں جان دے کر زمین پر گرتے جا رہے تھے کفار کے اسی حملہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بازو زخمی ہوا۔ عتبہ کے پتھر سے چار دانت شہید ہوئے عبداللہ بن قمیہ کی تلوار کے حملے سے خود کی دو کڑیاں چہرۂ مبارک میں چبھ گئیں۔ چاروں طرف سے تلواریں اور تیر برس رہے تھے۔ لیکن جاں نثاروں نے آپ کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ ابودجانہ نے اپنی پیٹھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سپر بنا دی جو تیر آتے تھے وہ پیٹھ پر پڑتے تھے۔ حضرت طلحہ رضہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا۔ ہاتھ پر تیر روکتے تھے۔ ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ غرض کہ صحابہ رضہ نے اپنی وفاداری اور جاں نثاری کا ثبوت دے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی۔ جب یہ حملہ کم ہوا تو رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فوج کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور سپاہیوں نے پتھر مار مار کر دشمنوں کو پرے دھکیل دیا

مسلمانوں کا نقصان

اس معرکہ میں ستر صحابہ رضہ شہید ہوئے جن میں سے چار مہاجر تھے اور باقی انصار تھے۔ لشکر مکہ کے ہلاک ہونے والوں کی تعداد بائیس ۲۲ تھی۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے اپنی آتش غضب بجھانے کے لئے جاہلیت کی وحشیانہ و بہیمانہ خصلت سے کام لے

Marfat.com

کر مسلمانوں کی لاشوں میں سے ایک ایک کے کان اور ناک کٹوا کے ان کے گلے کا ہار بنا کر پہنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش ڈھونڈی اور ان کا کلیجہ نکال کر چبایا۔

قریش کا تعاقب ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں نے میدانِ جنگ کو چھوڑ کر سیدھا مکہ کا رستہ لیا۔ اسی دن کئی میل واپس لوٹ گئے۔ جب مقام روحا پر پہنچے تو خیال آیا کہ کام ناتمام رہ گیا ہے اس لئے دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہیئے۔ ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ستر صحابہ کی جماعت کے ساتھ قریش کے تعاقب میں نکلے۔ چنانچہ حمرا الاسد تک جو مدینہ سے آٹھ میل ہے تشریف لے گئے۔ ابو سفیان کو خزاعہ کے ایک رئیس نے بتایا کہ مسلمان پورے ساز و سامان سے تعاقب کر رہے ہیں چنانچہ ابو سفیان خوف اور ڈر کے عالم میں مکہ چلا گیا۔

فتح کس کی ہوئی یہ کہنا کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے تاریخی واقعات کی ناواقفیت ہے۔ گویا لڑائی مسلمانوں کے لئے مصیبت تھی مگر قریش خائب و خاسر لوٹے بھلا کسی نے آج تک سنا یا پڑھا ہے کہ شکست خوردہ فوج میدان کارزار پر قابض رہے اور فاتح فوج کا تعاقب کرے اور فاتح فوج شکست خوردہ فوج کی آمد کی خبر سن کر بھاگ جائے۔

حقیقت یہ ہے۔ گو اس معرکہ میں مسلمانوں کا جانی نقصان ہوا لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں ہی رہا۔

مسلمانوں کے نقصان کے اسباب احد کی جنگ فیصلہ کن نہ تھی۔ ابو سفیان نے میدان مار لیا ہوتا تو وہ یقینی طور پر مدینہ میں داخل ہو کر شہر میں قبضہ کر لیتا لیکن اس نے تو عین میدان جنگ میں لڑائی سے ہاتھ کھینچ لئے اور بزعم خویش فاتح بن کر واپس چلا گیا۔ دوسری طرف مسلمان اس جنگ میں مکمل فتح کا دعویٰ نہ کر سکتے تھے کیونکہ انہوں نے دشمن کو شکست نہ دی تھی۔ ان حالات میں ایک تیسری جنگ کے سوا چارہ کار نہ تھا تاکہ ایک مرتبہ پھر فریقین زور آزمائی کے ذریعے دیکھ لیں کہ ان میں سے فاتح کون ہے؟ اور مفتوح کون؟ غالب کون ہے اور مغلوب کون۔؟

اس جنگ میں مسلمانوں کی جانب سے کوتاہیوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ آپ نے فیصلہ کیا تھا کہ ہمیں جنگ باہر کھلے میدان میں نہیں لڑنی چاہیئے کیونکہ اس مرتبہ دشمن کی تعداد زیادہ ہو گی اس لئے اس کا مقابلہ آسان نہ ہو گا۔ لیکن نوجوانوں کے اصرار پر آپ نے یہ فیصلہ بدل دیا اور مدینہ کے اندر رہ کر جنگ لڑنے کی بجائے احد کے میدان میں چلے گئے جنگ کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ کھلے میدان میں لڑائی فائدہ مند نہ رہی۔

۲۔ جبلِ عینین پر تیر اندازوں کے جس دستہ کو مقرر کیا گیا تھا وہ اپنے فرائض سے غافل ہو کر مورچہ

Marfat.com

چھوڑ گیا اور یہی وہ مقام تھا جو اس جنگ کی کنجی تھی۔ ان تیراندازوں کے وہاں سے ہٹنے کے بعد کفار نے اس پہاڑی پر قبضہ کر کے اہل مدینہ کے جنگی اہمیت کے مورچے پر قبضہ کر لیا۔

۳ - پہلے ریلے میں مسلمانوں کی پیش قدمی سے جب کفار اپنے آپ کو سنبھال نہ دے سکے تو مسلمان یہ سمجھے کہ ان کو شکست ہو گئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ کر مال غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا۔ ایک طرف مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہوئے تو دوسری طرف کفار نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ اس افراتفری میں مسلمانوں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔

۴ - آپ کی شہادت کی خبر کو تصدیق کئے بغیر سچ مان لینے سے اسلامی فوج کے حوصلے پست ہو گئے اور خاص طور پر وہ لوگ جو صدق دل سے جنگ میں حصہ نہ لے رہے تھے۔ زیادہ بددلی کا اظہار کرنے لگے اور میدان جنگ سے بھاگ اٹھے۔ اس سے فوج انتشار کا شکار ہو گئی۔

۵ - آپ کے مدینہ سے نکل کر احد آنے کے دوران عبداللہ بن ابی اپنے ۳۰۰ سپاہیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ اس سے فوج کی نفری میں کمی واقع ہو گئی۔ ایک بڑے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے یقینی طور پر اسلامی فوج کی تعداد زیادہ ہونی چاہیئے تھی لیکن بعض سپاہی جنگ بدر میں اپنے سے زیادہ فوج کو شکست دینے کے سبب اپنی موجودہ طاقت کا غلط اندازہ لگا بیٹھے تھے۔

۶ - جنگ احد میں کثیر تعداد نومسلموں کی تھی۔ ان میں نظم و ضبط کا وہ معیار نہ تھا جو بدری صحابہ میں تھا۔

۷ - خالد بن ولید کے اچانک حملے سے مسلمانوں کے حواس باختہ ہو گئے۔

۸ - حضرت حمزہؓ اور مصعب کی شہادت مسلمانوں کے لئے نقصان کا باعث بنی حضرت حمزہؓ شجاعت میں بے مثال تھے۔

۹ - رسول کریم صلعم کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیئے۔

نتائج و اثرات

۱۔ قبائل کی معاندانہ سرگرمیاں اہل مدینہ کو جنگ بدر میں جو کچھ حاصل ہوا تھا وہ جنگ احد میں اسے کھو بیٹھے جو عزت و شہرت اسے بدر میں ملی تھی۔ احد میں وہ اس سے محروم ہو گئے۔ جو دبدبہ انہوں نے بدر میں قائم کیا تھا۔ وہ قبائل جو اسلامی حکومت مدینہ کے ڈر کے مارے خاموش ہو گئے تھے۔ اب اپنا سر نکالنے لگے۔ عضل اور قارہ دو قبائل آپ کے پاس آئے کہ تبلیغ کے لئے اپنے مبلغ ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ آپ نے دس صحابہ کو جن کے سردار عاصم بن ثابت تھے ان کے ہمراہ کر دیا۔ لیکن انہوں نے راستے میں ۸ کو شہید کر دیا، باقی دو کو مکہ لے جا کر شہید کر دیا گیا۔ اسی

Marfat.com

طرح جنگ احد کے تقریباً چار ماہ بعد ابوبراء عامر بن مالک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی نجد میں تبلیغ اسلام کے لئے مبلغ روانہ کئے جائیں۔ آپ نے ہم صحابہ کا ایک وفد منذر بن عمرو انصاری کی سیادت میں روانہ کر دیا جب مسلمان مبلغین بئر معونہ کے مقام پر پہنچے تو سب شہید کر دیئے گئے گویا اس طرح عرب قبائل نے دھوکہ اور فریب سے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اب وہ سمجھتے تھے کہ مدینہ میں مسلمانوں کا تبغضہ و اقتدار ختم ہو گیا ہے۔

۲۔ بنو نظیر کی جلا وطنی یہودی قبائل کا رویہ شروع سے ہی منافقانہ تھا۔ جنگ بدر اور جنگ احد کے زمانہ میں ان یہودی قبائل نے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا اور جنگ احد کے بعد تو ان کے حوصلے اور بھی بلند ہو گئے چنانچہ انہیں ان کی بدعہدی کی عبرت ناک سزا دی گئی۔ بنو نظیر کو جلاوطن کر دیا گیا۔

۳۔ حب مال پر ضرب کاری سود کو حرام قرار دے دیا گیا تاکہ مسلمانوں کے دل سے مال کی محبت نکل جائے عسر اور یسر دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تلقین کی گئی۔

۴۔ تربیت کی خامیوں کو دور کرنا اطاعت رسول اور امیر پر زور دیا گیا اور میدان جنگ سے فرار کرنے پر سخت تنبیہ کی گئی اور مزید آزمائشوں کے لئے مسلمانوں کو ذہنی طور پر تیار کیا گیا۔

۵۔ غزوہ خندق کا پیش خیمہ اس لڑائی میں کفار کے حوصلے بلند ہو چکے تھے چنانچہ تین سال بعد اسلامی سلطنت کو روئے زمین سے نیست و نابود کرنے کے لئے مدینہ پر ایک بھرپور حملہ کیا۔ یہ حملہ "غزوہ خندق" کے نام سے مشہور ہے۔

۶۔ منافقین کا بے نقاب ہونا غزوہ بدر میں کفار کو اہانت آمیز شکست کی وجہ سے منافقوں نے درپردہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بنائے لیکن جنگ احد میں مسلمانوں کے نقصان کی وجہ سے منافقین بے نقاب ہو گئے۔

کفّار کی بدعہدی کی ۲ مثالیں

رجیع پر قاریوں کا قتل ماہ صفر سنہ ۴ھ میں بنو عضل اور قارہ کے سات آدمی مدینہ آئے اور آپ سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ چند مبلغ اسلام کو تعلیم سکھانے کے لئے بھیجیں۔ آپ نے دس صحابہ روانہ کئے۔ جب یہ لوگ رجیع کے مقام پر پہنچے تو ان غداروں نے بدعہدی کی اور قبیلہ ہذیل کو پکارا۔ ان کے دو سو آدمیوں نے جن میں ایک سو تیر انداز تھے مسلمانوں کو گھیر لیا

Marfat.com

ان لوگوں نے بڑھ کر ایک ٹیکری پر پناہ لی۔ تیراندازوں نے ان سے کہا کہ اترآؤ۔ ہم تم کو امن دیتے ہیں دو مسلمان خبیبؓ اور زیدؓ نیچے اتر آئے۔ انہیں گرفتار کر لیا۔ باقی سب نے لڑ کر تیراندازوں کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا۔ کفار نے زیدؓ بن دثنہ اور خبیبؓ بن عدی کو اہل مکہ کے ہاتھ میں فروخت کر دیا اہل مکہ نے ان کو مقتولین بدر کے انتقام میں قتل کر دیا۔ (بخاری غزوہ رجیع)

۲۔ واقعہ بئر معونہ | ماہ صفر ۴ھ میں ابوبراء عامر بن مالک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور درخواست کی کہ میری قوم میں دعوت اسلام کے لیے چند مبلغ بھیجیں۔ آپ نے ستر صحابہ جن میں اکثر اصحاب صفہ تھے ابوبراء کے ساتھ بھیجے جب یہ لوگ علاقہ بنو عامر اور حرہ بنو سلیم کے درمیان بئر معونہ پر پہنچے تو بنو سلیم کے قبائل کے ایک مسلح لشکر نے ان پر حملہ کر دیا۔ سب کو شہید کر دیا۔ صرف ایک صحابی عمرو بن اُمیہ بچ کر واپس مدینہ آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر اتنا صدمہ نہیں ہوا۔

جنگِ احزاب (جنگِ خندق)

(۵ھ یا ۶۲۷ء)

وجہ تسمیہ | احزاب حزب کی جمع ہے۔ احزاب کے معنی گروہ کے ہیں۔ چونکہ اس جنگ میں عرب کے مختلف قبائل نے اسلام کے خلاف لڑائی لڑی تھی۔ اس وجہ سے اس جنگ کو غزوہ احزاب کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے مدینہ کی مدافعت کے لئے خندق کھودی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام غزوہ خندق بھی ہے۔

اسباب :۔

۱۔ قریش اپنے آپ کو طاقت ور سمجھتے ہوئے بھی مسلمانوں کو کسی جنگ میں بھی نیچا نہ دکھا سکے اس وجہ سے ہر لڑائی میں ان کی تیاری پہلی لڑائی کی نسبت زیادہ ہوتی۔ جنگِ بدر میں فوج کی تعداد ایک ہزار تھی تو جنگ احد میں تین ہزار۔ جنگ خندق میں ایک روایت کے مطابق چوبیس ہزار پس اس لڑائی کا سبب بھی پہلے غزوات کی طرح اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانا تھا۔

۲۔ جنگِ احد میں مسلمانوں کا زیادہ نقصان ہو جانے کی وجہ سے دشمن قبائل کے حوصلے بڑھ گئے اس وجہ سے مسلمانوں کی طاقت کو ختم کر دینے کے لئے ایک مشترکہ نصب العین بنایا جو جنگ احزاب کی شکل میں ظاہر ہوا۔

۳۔ مدینہ سے یہود کے دو قبائل بنو قینقاع اور بنو نضیر جلا وطن کیے جا چکے تھے اور یہ لوگ خیبر اور سرحدات شام پر آباد ہو چکے تھے۔ انہوں نے بھی مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے قریش نے

Marfat.com

مل کر منصوبہ تیار کیا جو جنگ احزاب کی شکل میں ظاہر ہوا۔

۴۔ جنگ احد سے واپسی پر ابوسفیان نے مسلمانوں کو بدر ثانیہ کا چیلنج دیا تھا۔ اگلے سال جب وہ میدان میں آیا تو مسلمانوں کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ اپنی ناکامی کا بدلہ پوری طرح لینا چاہتا تھا۔

۵۔ اس جنگ کی وجہ دوسری جنگوں کی طرح ایک یہ بھی تھی کہ کفار اپنے آئینہ میں اپنی رسوم اور بت پرستی کا طلسم اسلام کے سامنے ٹوٹتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ اس وجہ سے ان کے غیظ و غضب کی آگ کا الاؤ کم نہیں ہوتا تھا۔

۶۔ قریش کے سامنے سب سے زیادہ تشویشناک چیز ان کی اقتصادی ناکہ بندی تھی۔ جنگ بدر کے بعد ملک شام کا راستہ مکہ کے تجارتی قافلوں کے لئے بند ہو گیا جنگ احد کے بعد نجد اور دومۃ الجندل تک اسلام کا اثر بڑھ جانے کی وجہ مکہ کے تجارتی قافلوں کے لئے عراق کا راستہ بھی مسدود ہو گیا۔

۷ جنگ اُحد کے بعد مختلف قبائل دشمن اسلام نے مسلمانوں کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کر دیا اس سلسلہ میں غزوات ذات الرقاع۔ دومۃ الجندل غزوہ مریسیع پیش آئے۔ جس میں مسلمانوں کو کامرانی ہوئی۔ آخر کار کفار نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف لشکر کشی کی۔

۸۔ کفار غزوہ اُحد کو بغیر کسی نتیجہ پر چھوڑ گئے تھے اس لئے مدینہ پر حملہ کرنے کی زبردست تیاریاں شروع کر دیں۔

۹۔ مدینہ کے بدوی قبائل کا گزر ان لوٹ مار غصب و نہب پر تھا۔ رسول کریمؐ نے کئی بار ان کو سزا دی تھی۔ چنانچہ بدوی قبائل نے کفار مکہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔

غنیم کی جنگی تیاریاں

بنو نضیر اور بنو وائل کے روساء مکہ پہنچے اور کہا اگر ہمارا ساتھ دو تو اسلام کا استیصال کیا جا سکتا ہے۔ قریش اس کے لئے تو پہلے سے ہی تیار تھے۔ انہوں نے بڑھ چڑھ کر سیم و زر مصارف جنگ کے لئے دیا۔ قریش کو آمادہ کر کے یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے ان کو لالچ دیا کہ ایک سال کا پورا نصف کھجور کی صورت میں دیا جائے گا۔ بنو اسد قبیلہ غطفان کے حلیف تھے۔ ان کو بھی لڑائی کے لئے آمادہ کر لیا گیا۔ بنو سعد کا قبیلہ یہود کا حلیف تھا۔ اس بنا پر ان کو بھی تیار کر لیا گیا۔ قریش کی قرابت داری قبیلہ بنو سلیم سے تھی۔ انہوں نے بھی ساتھ دیا ان کے علاوہ بنو مرہ۔ بنو فزارہ۔ اشجع نے بھی شریک جنگ ہونے کا وعدہ کیا۔

تمام قبائل کی فوج کی تعداد بروایات مختلفہ کم سے کم دس ہزار اور زیادہ سے زیادہ چوبیس ہزار تھی۔ یہ تمام لشکر تین حصوں پر مشتمل تھا۔ قریش کی فوج۔ اس کا سپہ سالار ابوسفیان تھا۔ غطفان کی فوج اس کی کمان عیینہ بن حصن فزاری کے ہاتھ میں تھی۔ بنو اسد کی فوج کا قائد طلیحہ تھا۔

Marfat.com

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنی تو صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسی نے یہ مشورہ دیا کہ غیر محفوظ حصے کے گرد خندق کھودی جائے آپ نے اس رائے کو بہت پسند کیا ۔
شہر کے جنوب میں باغوں کا جال بچھا ہوا تھا ۔ مشرق میں بنو قریظہ کے سینکڑوں مکانات اور باغات تھے ۔ صرف شمال کی سمت ہی سب سے زیادہ خطرناک تھی اور ایک حد تک مغربی طرف بھی ۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شمال میں حرہ شرقی اور حرہ غربی کو ملاتی ہوئی ایک خندق کھدوائی ۔ جو نیم دائرہ بناتی ہوئی جبل سلع کے مغربی کنارے سے آملی ۔ پھر مختلف قبائل نے اپنے محلوں کی حفاظت کے لئے اپنے طور پر اسے جنوب میں مسجد غمامہ کے مغرب سے گزارتے ہوئے کافی دور تک قبا کے رُخ میں بڑھا دیا ۔ یہ خندق پندرہ فٹ گہری اور پندرہ فٹ چوڑی تھی ۔
اس کھدوائی میں تین ہزار مسلمانوں نے کام کیا ۔ آپ نے ہر دس آدمیوں پر دس گز خندق کی کھدائی لگائی ۔ رسول کریم نے خود بھی ایک دستے میں شامل ہو کر کام کیا ۔ یہ کھدائی بیس دن تک مکمل ہوئی ۔
اس خندق کی کھدائی میں ایک پتھر آگیا جو کسی کی ضرب سے ٹوٹتا نہیں تھا ۔ آپ نے خود خندق میں اتر کر اس پتھر پر ضربات ماریں ۔ ہر ضرب پر صحابہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ مسلمان شام ، ایران اور یمن کو فتح کریں گے ۔

عورتوں اور بچوں کی حفاظت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو محفوظ گڑھیوں میں بھیج دیا چونکہ بنو قریظہ کے حملے کا خطرہ تھا ۔ اس لئے دو سو مجاہدین کو حضرت سلیم بن اسلم رض کی سرکردگی میں متعین کر دیا ۔ جب خندق مکمل ہو گئی تو آپ نے پوری فوج کے ساتھ جبل سلع پر پڑاؤ لگا کر مقیم ہو گئے ۔ آپ کا خیمہ جبل سلع کے ایک اہم محفوظ مقام پر نصب تھا ۔
ابو سفیان بھی چوبیس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ آن پہنچا ۔ غیر متوقع خندق کو دیکھ کر ششدر رہ گیا ۔ آخر کار مدینہ کا محاصرہ کر لیا ۔ ابوسفیان کا خیال تھا کہ مسلمان شہر میں رسد اور خوراک کی قلت کی وجہ سے خود ہی ہتھیار ڈال دیں گے ۔ لیکن مسلمان کب فاقوں سے ڈر کر پرچم اسلام کا نیچا ہونا گوارہ کر سکتے تھے ۔ مسلمانوں کی ٹولیاں باری باری خندق کی پاسبانی کرتی تھیں ۔ خندق کی دوسری طرف دشمن کے سوار غفلت کی تلاش میں رہے بعض لوگ خندق کھودنے کی کوشش میں اس میں گرے اور جان سے ہاتھ دھونا پڑا ۔

بنو قریظہ کی بدعہدی

حی بن اخطب بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا اور اس کو عہد شکنی پر تیار کر لیا ۔ نیز کعب نے حی بن اخطب سے یہ شرط کی کہ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف کامیاب نہ ہو سکیں تو وہ بھی ان کے ساتھ قلعہ بند ہو جائے گا ۔ تاکہ جو سزا انہیں ملے اسے بھی مل کر رہے ۔ اس نے یہ شرط قبول کر لی ۔
یہودیوں نے عورتوں اور بچوں پر حملہ کرنے کی سازش کی اور ایک آدمی کو حالات دریافت کرنے

Marfat.com

کے لیے بھیجا۔ رسول کریم صلعم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے اسے دیکھ لیا اور لاٹھی لے کر ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا سر پھوڑ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اس کی لاش کو پہاڑ کے نیچے لڑھکا دیا۔ اس سے یہود ڈر گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ گڑھیوں میں مسلمانوں کی فوج موجود ہے ۔

لڑائی کفار کی طرف سے حملہ کا یہ انتظام کیا گیا کہ ابوسفیان، خالد بن ولید، عمرو بن العاص، ضرار بن الخطاب اور ہبیرہ کا ایک ایک دن لڑائی کے لیے مقرر تھا۔ وہ اپنی اپنی باری پر خندق کے دوسری طرف سے تیر اور پتھر برساتے ۔ اس طریقہ سے خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ پھر مشورہ سے یہ طے پایا کہ اب عام حملہ کیا جائے۔ تمام لشکر کفار ایک جگہ جمع ہو گیا۔ ایک جگہ سے خندق کم چوڑی تھی۔ اس جگہ سے ضرار، ہبیرہ، نوفل، عمرو بن عبدود اور عکرمہ خندق عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ سب سے پہلے عمرو بن عبدود نے مبارزت طلب کی۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ ضرار اور ہبیرہ عکرمہ اور نوفل بھاگ نکلے ۔ نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گر پڑا اور وہیں مر گیا۔ حملہ کا یہ دن بہت سخت تھا۔ تمام دن لڑائی جاری رہی۔ کفار ہر طرف سے تیر اور پتھروں کا مینہ برساتے رہے ۔

شہر میں رسد کی کمی کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی کئی دن کے فاقے گزرے۔ بنو قریظہ کی بد عہدی اور صحابہ کی فاقوں کی وجہ سے شکستہ حالی دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ جو رؤسائے انصار تھے۔ بلا کر مشورہ کیا۔ غطفان سے مدینہ کی پیداوار کے ایک ثلث پر معاہدہ کر لیں۔ دونوں نے عرض کی یارسول اللہ اگر خدا کا حکم ہے تو انکار کی مجال نہیں۔ اگر رائے ہے تو گزارش ہے کہ کفر کی حالت میں بھی ہم نے کبھی خراج نہیں دیا ۔ اب ہم ان سے دب نہیں سکتے ۔ جو کچھ بھی ہو ہم لڑائی کریں گے۔ حضرت سعدؓ نے معاہدہ کا کاغذ لے کر تمام عبارت مٹا دی۔

جوں جوں محاصرہ طول پکڑتا جا رہا تھا، محاصرین کے پائے استقلال میں لغزش آ رہی تھی۔ اسی اثنا میں شوال کا مہینہ بھی ختم ہو چلا ۔ اور ذیقعدہ قریب آ گیا جس میں قریش مذہباً لڑائی نہیں کر سکتے تھے۔ فتح کے امکانات بھی یہود کی عدم معاونت کی وجہ سے ختم ہو گئے تھے۔ موسم بھی خراب ہو گیا تھا۔ بارش۔ آندھی۔ سردی اور قلت رسد وغیرہ سے محاصرین تنگ آ گئے آخر بیزار ہو کر ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا۔ اس پر دوسرے قبائل بھی یکے بعد دیگرے چلتے بنے

محاصرہ کی ناکامی کے اسباب

۱ - کفار کی ناکامی کی وجہ خندق کی کھدائی تھی۔ دشمن اپنی پوری طاقت کے ساتھ خندق کو عبور نہیں کر سکتا۔ جو کوئی عبور کرتا ۔ وہ مسلمانوں کی تلوار کا لقمہ بن جاتا ۔

۲ - محاصرہ کے طویل ہو جانے کی وجہ سے کفار کا رسد ختم ہو گیا تھا۔ مزید رسد مہیا کرنا مشکل تھا۔ اس

Marfat.com

وجہ سے کفار محاصرہ کو مزید طویل نہیں دے سکتے تھے ۔ تنگ آکر محاصرہ اٹھا لیا ۔

۳ ۔ کفار کے لشکر میں مختلف قبائل شامل تھے ۔ ان میں یک رنگی اور یک جہتی ۔ اتحاد فکر و عمل برقرار نہ رہ سکا اور ان میں بد اعتمادی اور منافرت پھیل گئی ۔

۴ ۔ موسم کی خرابی اور شدت کی سردی نے کفار کی رہی سہی ہمت کو بھی بالکل پست کر دیا ۔

۵ ۔ مسلمانوں نے خندق کی حفاظت میں پوری جانفشانی ۔ عزم اور استقلال سے کام لیا ۔ عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی ۔

۶ ۔ قریش کی واپسی کا ایک سبب حرمت والے مہینوں کی آمد تھی ۔ جن میں عرب کے قدیم دستور کے مطابق جنگ کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا ۔

جنگِ احزاب کے نتائج و اثرات

۱ ۔ بعض مورخوں نے غزوہ احزاب کو دنیا کی مشہور ترین لڑائیوں میں شمار کیا ہے ۔ کفار مکہ کی ناکامی سے مسلمانوں کا وقار بہت بڑھ گیا ۔

۲ ۔ اسلام کو مٹانے کے لئے کفار کی یہ آخری متحدہ کوشش تھی ۔ جب وہ متحدہ طاقت کے باوجود بھی اسلام کو کوئی زک نہ پہنچا سکے ۔ بلکہ کفار اپنے ارادہ میں ناکام ہو گئے تو مسلمانوں کی طاقت کی دھاک تمام عرب پر بیٹھ گئی ۔ اسلام سرعت کے ساتھ عرب میں پھیلنے لگا اور جاہلیت کی رسوم مٹنی شروع ہو گئیں ۔

۳ ۔ اس جنگ کے بعد مدینہ منورہ یہودی قبائل سے خالی ہو گیا ۔ بنو قریظہ آخری یہودی قبیلہ مدینہ میں گیا تھا ۔ وہ بھی غداری کی وجہ سے جلا وطن کر دیا گیا ۔

۴ ۔ مکہ پر اقتصادی دباؤ بہت بڑھ گیا ۔ مسلمانوں نے تجارتی شاہراہوں کی سختی کے ساتھ ناکہ بندی کر دی

۵ قریش کا عرب میں بھرم کھل گیا ۔ میدان جنگ میں سب سے پہلے ابوسفیان بھاگا ۔

۶ ۔ اس جنگ کے بعد کفار کے حوصلے پست ہو گئے ۔ اتنی جرأت نہ رہی کہ وہ دوبارہ مدینہ پر حملہ کریں

۷ اس کے بعد مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی اور مسلمانوں نے اپنی طاقت سے فتح مکہ کیا ۔

۸ اس جنگ نے مسلمانوں کو چند جنگی اصول دیئے ایک یہ کہ مسلمانوں کو وقت کے تقاضا کے مطابق جنگی طریقے اختیار کرنے چاہئیں ۔ دوم ۔ ملکی اور قومی معاملات میں مشاورت ضروری ہے ۔ سوم ۔ برسرپیکار قوم کے خلاف جنگی چالیں جائز ہیں ۔

۹ ۔ اس جنگ سے مسلمانوں کی تنظیمی برتری مسلم ہو گئی ۔ جس نے مسلمانوں کو ہر جنگ میں کامیابی سے ہمکنار کیا تھا ۔

Marfat.com

یہودیوں اور مسلمانوں کے تعلقات

یہود اپنی کتاب تورات کی رو سے ایک نبی کے منتظر تھے جس کا ظہور عرب میں ہونے والا تھا جیسا کہ موسےٰ کی پانچویں کتاب استثنا میں مثیل موسےٰ کی پیش گوئی ہے۔

"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے کہوں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا وہ نہ سُنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا"

ان آیات میں مثیل موسےٰ کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ایک نبی موسےٰ علیہ السلام کا مثیل آئے گا جو اس کی مخالفت کرے گا اللہ تعالےٰ اس کا محاسبہ کرے گا۔

بنی اسمائیل میں سے حضرت رسول کریم صلعم نے دعویٰ نبوت کیا اور مثیل موسےٰ ہونے کا دعویٰ کیا۔ حضرت رسول کریم صلعم نے کہا جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے

یعنی ہم نے تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا ہے۔ جیسا کہ فرعون کی طرف بھیجا۔ تورات میں پیشن گوئی ہے۔

خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دا ہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے ہوئی۔ (استثنا ۳۳:۲)

سینا سے آنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہے۔ شعیر سے جس کے پاس بیت لحم اور ناصرہ ہے مسیح کا ظہور ہوا ہے۔

فاران سے جلوہ گر ہونے سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے سے مراد وہ فتح عظیم ہے جب آپ دس ہزار مقدس نفوس کو لے کر مکہ میں فاتحانہ رنگ میں داخل ہوئے۔

ابن ہشام میں ایک روایت ہے کہ رسول کریم صلعم کی بعثت سے کچھ عرصہ پہلے ابن الہیبان نامی ایک یہودی عراق سے ترک سکونت کرکے مدینہ میں آباد ہو گیا تھا۔ وہ اپنے تقدس کی وجہ سے اپنے ہم مذہبوں میں بہت بلند مقام رکھتا تھا۔ جب مرنے لگا تو اس نے یہودیوں کو بلا کر کہا کہ میں عراق کی سرسبز اور زرخیز زمین صرف اس وجہ سے چھوڑ کر آیا تھا کہ نبی آخرالزماں کے ظہور کا وقت آچکا ہے اور اسی میں آئے گا اس کی زیارت سے پہلے موت کی آغوش میں ابدی نیند سو رہا ہوں۔

یہ روایت ظاہر کرتی ہے۔ مدینہ میں یہودی قبائل کی آبادی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کی کتب میں ایک پیش گوئی تھی کہ نبی آخرالزمان عرب میں ظاہر ہونے والا ہے۔

Marfat.com

مدینہ میں تین قبیلے بنو قینقاع ۔ بنو نضیر ۔ بنو قریظہ آباد تھے ۔ یہ عموماً زمیندار تجارت پیشہ اور صناع تھے ۔ سودی کاروبار کرتے تھے اور انصار ان کے مقروض رہتے تھے علمی لحاظ سے بھی انصار پر فوقیت رکھتے تھے ۔ اور اپنے آپ کو زیادہ مہذب اور شائستہ سمجھتے تھے ۔

جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے ایک معاہدہ کیا ۔ جس میں یہود بھی شامل تھے ۔ یہ معاہدہ میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے اس معاہدہ کی بنیاد مذہبی آزادی ۔ باہمی اتحاد اور مدینہ کے مشترکہ دفاع پر رکھی گئی تھی ۔

یہود کی مخالفت اور معاہدہ توڑنے کے اسباب

۱ ۔ اسلام نے یہودیت کی اشاعت کو بالکل ختم کر دیا اور لوگوں کی توجہ کا مرکز صرف اسلام بن گیا اس مذہبی تعصب کی وجہ سے یہود مسلمانوں کے دشمن بن گئے ۔

۲ ۔ دولت اور ثروت کی فراوانی کی وجہ سے یہود اخلاق شنیعہ میں مبتلا ہو گئے ۔ دو چار روپے کے زیور کے بدلے بچوں کو پتھر سے مار دیتے تھے ۔ قرضہ کی کفالت میں بچوں اور عورتوں کو رہن رکھواتے تھے ۔ امرا کو زنا اور بدکاری کی سزا نہیں دی جا سکتی تھی ۔ ایک دفعہ رسولِ کریم صلعم نے ایک یہودی سے دریافت کیا ۔ کیا تمہاری شریعت میں زنا کی سزا درہ مارنا ہے اس نے کہا نہیں بلکہ سنگسار کرنا ہے ۔ لیکن ہمارے امرا اس مرض میں مبتلا ہیں اس وجہ سے جب وہ پکڑے جاتے ہیں تو ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ البتہ عام آدمیوں کو یہ سزا دی جاتی ہے ۔ بالآخر یہ قرار پایا کہ سنگسار کرنے کی سزا درہ مارنے میں بدل دی جائے ۔

اسلام اس قسم کی تمام برائیاں معاشرہ سے ختم کرنے کے لئے آیا تھا اور قانون کی نظر میں امیر غریب سب برابر تھے اس وجہ سے یہ ضروری تھا کہ یہ لوگ اسلام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے تاکہ ان کی بداخلاقیوں کی پردہ دری نہ ہو ۔

۳ ۔ یہود صرف اخلاقی گراوٹ سے ہی دوچار نہیں تھے بلکہ غلط عقائد کو بھی اپنا لیا تھا ۔ عیسائیوں کے نقش قدم پر چل کر حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا بنا لیا تھا ۔ اسلام خالص توحید کا مذہب تھا اور شرک کا شدید مخالف ۔ اسلام نے یہود کے باطل عقائد کی غیر مبہم الفاظ میں تردید کی ۔ اس وجہ سے یہ لوگ اسلام کے مخالف بن گئے ۔

۴ ۔ اوس اور خزرج اسلام قبول کرنے سے قبل باہمی اختلاف اور انتشار میں مبتلا تھے ۔ اسلام نے ان کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح بنا دیا ۔ اس اتحاد کی وجہ سے اوس اور خزرج یہود کی ذہنی غلامی سے نجات پا گئے ۔ اس نجات کی وجہ سے یہودیوں کے دل حسد اور بغض کی آگ سے جلنے لگے ہیں

Marfat.com

آن اس کوشش میں تھے ۔ مسلمان تباہ ہو جائیں ۔

۵ ۔ یہود کو انصار پر قبولِ اسلام سے قبل علمی تفوق حاصل تھا۔ جب انصار نے اسلام قبول کر لیا تو یہود کی برتری ختم ہو گئی ۔ بلکہ میثاقِ مدینہ کی رو سے رسول کریم صلعم کو اس معاہدہ میں حاکم اعلیٰ کی حیثیت حاصل تھی ۔ پس یہود اپنی علمی برتری کو خاک میں ملتا ہوا دیکھ کر اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں ۔

۶ ۔ یہود یہ توقع رکھتے تھے کہ نبی آخر الزمان بنی اسرائیل میں سے آئے گا لیکن رسول کریم صلعم کا نسبی تعلق بنو اسماعیل سے تھا ۔ وہ یہ برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے کہ آخری نبی الزمان کا تعلق بنو اسماعیل سے ہو ۔

۷ ۔ یہود عیسائیوں کے شدید مخالف تھے ۔ حضرت عیسیٰ السلام پر ہر قسم کے الزامات اور اعتراضات کرتے تھے ۔ قرآن مجید نے عیسیٰ السلام پر عائد کردہ الزامات کا جواب دیا اور ان کو ایک مقدس نبی ٹھہرایا جس کی وجہ سے یہود کا غیظ و غضب بھڑک اٹھا ۔

۸ ۔ یہود کی مخالفت کی وجہ تحویل قبلہ بھی ہے ۔ رسول کریم صلعم مدینہ میں ہجرت کے بعد ۱۶ ، ۷ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے بعد میں اللہ کے حکم سے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی ۔ تحویل کعبہ کی وجہ سے بھی یہود نے اسلام کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا ۔

۹ ۔ اسلام سے پہلے مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کا سارا معاشی نظام یہودیوں کے قبضہ میں تھا ۔ سودی کاروبار کرتے تھے ۔ اہل مدینہ مقروض رہتے تھے اوس اور خزرج کے مابین ہر وقت لڑائی جھگڑا رہتا تھا ۔ جب مسلمان ہجرت کر آئے تو انہوں نے بھی تجارت اور کاروبار شروع کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کی معاشی حالت درست ہوتی چلی گئی ۔ دوم اوس اور خزرج کے درمیان تمام اختلافات ختم ہو گئے اور وہ بھائی بھائی بن گئے جس کی وجہ سے یہ لوگ یہود کے زیر اثر سے نکل گئے اور من حیث القوم مسلمان دولت اور ثروت میں کھیلنے لگے ۔ یہودیوں کو یہ بات ایک آنکھ نہ بھائی تھی اس وجہ سے مسلمانوں کے مخالف ہو گئے ۔

۱۰ ۔ مدت سے یہودیوں کو مدینہ میں مذہبی تفوق حاصل تھا ۔ یہ ایک الہامی دین کے پیروکار تھے جبکہ مدینے کے مشرک اور بت پرست اس سے محروم تھے ۔ اسلام آنے کے بعد یہودیوں کی فوقیت ختم ہو گئی ۔

۱۱ ۔ ہجرت سے پہلے مدینہ میں یہودیوں کو بڑی سیاسی اہمیت تھی ۔ انہوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے قلعے بھی بنائے ہوئے تھے ۔ جب رسول کریم صلعم ہجرت کر کے مدینہ میں آ گئے تو یہودیوں کی سیاسی برتری ختم ہو گئی ۔ جنگ بدر کے بعد تو مسلمانوں کی سیاسی برتری تیزی سے بڑھنے لگی ۔ مسلمانوں کی ترقی کو روکنے کے لئے یہودی کمربستہ ہو گئے اور کفار مکہ سے ساز باز شروع کر دی ۔

Marfat.com

۱۲۔ یہود مدینہ قریش مکہ سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے جب جنگوں میں قریش کے سردار مارے گئے تو انہیں تکلیف ہوئی۔ کفار مکہ سے سازباز شروع کر دی۔

بنو قینقاع کا اخراج شوال ۲ھ

بنو قینقاع نے سب سے پہلے عہد شکنی اور مسلمانوں کے خلاف صف آرائی کی۔ یہ قبیلہ اپنی دولت اور بہادری کی وجہ سے بہت مشہور رہتا۔ لڑائی کا سبب یہ ہے ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے بازار میں گئی۔ ایک یہودی نے شرارت سے اس کی بے حرمتی کی مسلمان عورت نے واویلا شروع کر دیا۔ ایک مسلمان دیکھ کر آگے بڑھا اور اپنی تلوار سے یہودی کا سر قلم کر دیا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو ہمیشہ کے لئے موت کی آغوش میں سلا دیا۔

رسول کریم صلعم نے یہود سے جواب طلب کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم کو قریش نہ سمجھنا۔ ہم سے معرکہ ہوا تو ہم تمہیں بتائیں گے کہ کس طرح لڑتے ہیں۔ یہ کھلم کھلا اعلان جنگ تھا۔ رسول کریم صلعم نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہودی قلعہ بند ہو گئے اور مسلمانوں نے باہر سے ان کی رسد بند کر دی۔ یہودی پندرہ دن کے سخت محاصرہ کے بعد اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا مدینہ چھوڑ دو چنانچہ وہ مدینہ چھوڑ کر کچھ عرصہ وادی القریٰ میں مقیم رہے۔ مگر یہاں سے آذرعات نام بستی میں جو شام کے علاقہ میں ہے منتقل ہو گئے۔

قتل کعب بن اشرف ربیع الاوّل ۳ھ

کعب بن اشرف ایک مشہور قادر الکلام شاعر تھا۔ یہود۔۔۔۔۔ کا رئیس اعظم تھا۔ جب جنگ بدر میں قریش کے رؤسا کھیت ہوئے تو وہ تعزیت کے لئے مکہ گیا۔ پُرزور مرثیے کہے۔ قریش کو خوب رلایا ان کو بدلہ لینے کے لئے برانگیختہ کیا۔ دوسرے قبائل کو بھی اسلام کے خلاف اکساتا رہا۔ رسول کریم صلعم کی ازواج مطہرات اور مسلمان خواتین کے خلاف ہجویں کہیں۔ صرف اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ مدینہ لوٹ کر رسول کریم صلعم کو چپکے سے قتل کرا دینے کا قصد کیا۔ یہ وہ امور ہیں جن پر چشم پوشی سے کام نہیں لیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ رؤسائے اوس نے باہم مشورہ کیا اور رسول کریم صلعم کی اجازت سے محمد بن مسلمہ انصاری نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔

بنو نضیر کا اخراج ربیع الاوّل ۴ھ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عامر کے مقتولین کے خون بہا کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے بنو نضیر کے پاس گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے محلہ میں دیکھ کر کعب بن اشرف کے قتل کا زخم ہرا آیا چند

Marfat.com

سے عینے مجلس سے اٹھ کر فریب سے قتل کرنے کے منصوبے گھڑنے لگے۔ چنانچہ یہ سازش کی کہ ایک شخص بالا خانہ پر چڑھ کر رسول کریم صلعم پر پتھر گرا دے۔ عمرو بن جحاش یہودی اس ارادہ سے کوٹھے پر چڑھا تو رسول کریم صلعم کو اس سازش کا علم ہو گیا۔ آپ فوراً واپس تشریف لے آئے۔ آنحضرت نے پرانے معاہدہ کی تجدید کرنا چاہی۔ بنو قریظہ نے تجدید کر دی۔ مگر بنو نضیر نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد رسول کریم کو اپنے علماً سے مباحثہ کے لئے بلا کر قتل کرنے کی دوبارہ سازش کی۔ رسول کریم صلعم باوجود ان کی خبث باطنی کو جانتے ہوئے اتمام حجت کے لئے بنو نضیر کی طرف گئے۔ راستہ میں آپ کو علم ہوا کہ یہود میانوں سے تلواریں سونت کر کھڑے ہیں۔ رسول کریم صلعم نے اسی وقت محمد بن مسلمہ کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ کیونکہ تم نے عہد شکنی کی ہے ورنہ دس روز کے بعد تم میں سے جو شخص بھی مدینہ میں دیکھا گیا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

عبداللہ بن ابی نے یہود کو کہلا بھیجا کہ گھر بار چھوڑ کر چلے نہ جانا۔ بلکہ ہمت مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے اپنے قلعوں میں رہنا۔ دو ہزار آدمی سے کر تمہاری اعانت کروں گا۔

حی بن اخطب رئیس بنو نضیر نے رسول کریم صلعم کو کہلا بھیجا کہ ہم شہر کو کسی صورت میں بھی خالی نہیں کریں گے۔ یہ کہلا بھیجنے کے بعد انہوں نے قلعہ بندی کی تیاری شروع کر دی اور محاصرین پر پتھراؤ کرنے کے لئے چھتوں پر پتھر جمع کر لئے۔ اور اشیا خوردنی سے ان کے گھر بھرے پڑے تھے جو ایک سال کے لئے کافی تھیں۔

اس کھلم کھلے اعلان جنگ کے بعد رسول کریم صلعم نے بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ یہود پندرہ دن تک قلعہ بند رہے۔ جب بنو نضیر نے مقابلہ کی تاب نہ پائی اور نہ ہی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی مدد پہنچی تو اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ مدینہ کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور ان کو مال و اسباب اونٹوں پر لے جانے کی اجازت ہو۔

چنانچہ اپنی ذلت و رسوائی کو چھپانے کے لئے بڑی ٹھاٹھ باٹھ اور شاہانہ طریقے سے مدینہ سے نکلے اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔

بنو قریظہ کا خاتمہ ۵ھ

یہودیوں کے اس قبیلہ نے جنگ احزاب میں معاہدہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی اور دشمنوں کا ساتھ دیا اور قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ ان قلعوں پر حملہ کرنا چاہا جہاں عورتیں پناہ گزین تھیں۔ یہ قریظہ کی طرف سے جنگ میں عملی شرکت کا اعلان تھا۔ جب کفار کا لشکر واپس چلا گیا تو رسول کریم صلعم نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ ایک مہینہ کے بعد بنو قریظہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ یہود نے

Marfat.com

حضرت سعد بن معاذ کو فیصلہ کے لئے حکم منتخب کیا۔ حضرت سعد نے توریت کے مطابق یہ فیصلہ کیا کہ لڑنے والے قتل کر دیئے جائیں۔ عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے جائیں اور ان کا مال و اسباب مال غنیمت سمجھا جائے۔ اس فیصلہ کی رو سے چار سو یہودی قتل کئے گئے۔

مخالفین اسلام نے حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ کو رسول کریم صلعم کی سنگ دلی پر محمول کیا ہے اگر منصفانہ نظر سے واقعات کا مطالعہ کیا جائے تو حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔

۱ - آنحضرت صلعم نے ان سے دوستانہ معاہدہ کیا تھا جس میں جان و مال کی حفاظت اور مذہب کی آزادی کا اقرار کیا گیا تھا یہود نے عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے قریش مکہ کے ساتھ سازش کر لی اور جنگ احزاب میں عملاً حصہ لیا۔

۲ - جنگ احزاب میں ان قلعوں پر حملہ کرنا چاہا جس میں عورتیں پناہ گزین تھیں۔

۳ - یہ فیصلہ ان کی شریعت کے مطابق تھا اور یہود خود بھی اپنے دشمنوں سے جنگ میں یہی سلوک کرتے تھے

۴ - حضرت سعد بن معاذ کو خود یہود نے ہی منصف مانا تھا۔

۵ - اگر یہ لوگ نبی کریم صلعم کے فیصلہ پر راضی ہو جاتے تو آپ ان سے وہی سلوک کرتے جو ان سے پہلے بنو قینقاع اور بنو نضیر سے کیا تھا۔ یعنی ان کو جلاوطن کر دیتے۔

اس تہذیب کے زمانہ میں اگر کوئی قوم غداری اور عہد شکنی کا ارتکاب کرتی ہے تو اس سے نرم سلوک نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ایسی سزائیں دی جاتی ہیں جن سے دوسرے عبرت حاصل کریں۔

صلح حدیبیہ و بیعت رضوان ۶ھ

جنگ احزاب پر قریباً ایک سال کی مدت گزر گئی۔ موسم حج قریب آگیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رویا میں دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس رویا کے پیش نظر آپ نے بیت اللہ کی زیارت کا اعلان فرما دیا۔ صحابہ پہلے ہی سے اس سعید گھڑی کے منتظر تھے۔ ان کی ارواح بیت اللہ کی زیارت کے لئے تڑپتی تھیں۔

اس گھر کی تعظیم سب کو تسلیم تھی اور ہمیشہ سے حج کے مناسک ادا ہوتے چلے آرہے تھے۔ حج کے ایام میں لڑائیوں کو بھی ملتوی کر دیا جاتا تھا۔ وہ قبائل جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے تھے ایک میدان میں نظر آتے تھے۔ خطرناک سے خطرناک دشمن کو بھی حج سے نہیں روکا جاتا تھا۔ اس وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال تھا کہ قریش مکہ حج کرنے میں آپ کے مزاحم نہیں ہوں گے۔

Marfat.com

عمرہ کے لئے روانگی

آپ چودہ سو پاک باز مقدس صحابہ کے ساتھ ذی قعدہ ۶ھ میں عمرہ کے لئے عازم مکہ ہوئے۔ حضرت ام سلمہ بھی ساتھ تھیں۔ قربانی کے اونٹ بھی ساتھ تھے۔ حذر و احتیاط کے لئے آپ نے حکم دیا کہ کوئی بھی جنگ کے ہتھیار اور سامان حرب ساتھ نہ لے۔ تاکہ قریش مزاحمت کا بہانہ نہ بنالیں۔ صرف تلوار جو عرب کا ضروری اسلحہ تھا۔ ساتھ لی جائے۔ اس میں بھی یہ شرط تھی کہ نیام میں بند ہو۔ جب آپ ذوالحلیفہ پہنچے جو اہل مدینہ کا میقات ہے۔ آپ نے احرام باندھا اور قربانیوں کو نشان لگائے۔

دوسری طرف جب قریش کو مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی ایک خزاعی مخبر رساں بسر بن سفیان نے مقام عسفان میں آکر اطلاع دی کہ قریش نے ایک عظیم لشکر مقابلہ کے لئے جمع کر لیا ہے۔ وہ آپ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

قریش نے دو سو سواروں کا ایک دستہ خالد بن ولید کی قیادت میں مسلمانوں کو روکنے کے لئے روانہ کیا۔ چونکہ رسول کریمؐ کا مقصد صرف عمرہ کرنا تھا۔ اس وجہ سے راستہ سے ہٹ کر آگے بڑھے اور حدیبیہ کے مقام پر قیام کیا۔ یہ قیام حرم مکہ کی حدود میں داخل تھا۔ اس وجہ سے لڑائی کا امکان باقی نہ رہا۔

گفت و شنید

قبیلہ خزاعہ کا رئیس اعظم بدیل بن ورقاء چند آدمیوں کے ساتھ رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ قریش نے آپ کی مزاحمت کے لئے ایک عظیم لشکر جمع کر رکھا ہے۔ وہ آپ کو کعبہ میں جانے نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ قریش سے کہہ دو کہ ہم عمرہ کے لئے آئے ہیں۔ جنگ کے ارادہ سے نہیں۔ جنگ نے ان کی حالت زار کر دی ہے۔ ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ ایک مدت کے لئے ہمارے ساتھ معاہدہ کر لیں اور مجھ کو عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں اس پر بھی وہ راضی نہیں تو اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں یہاں تک لڑوں گا کہ میری گردن الگ ہو جائے اور خدا کو جو فیصلہ کرنا ہو کر دے۔ بدیل یہ پیغام لے کر قریش کے پاس گیا اور کہا میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے آیا ہوں۔ اجازت ہو تو کچھ کہوں چند فتنہ پردازوں نے کہا کہ ہم کو محمدؐ کے پیغام کے سننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم ان کو بیت اللہ کی زیارت کے لئے نہیں آنے دیں گے۔ کچھ سنجیدہ لوگوں نے اجازت دی تو بدیل نے رسول کریم صلعم کا پیغام سنایا۔ اس پر عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا کہ یہ مناسب بات تمہارے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اسے قبول کر لو۔ اور میں خود ان کے پاس سمجھوتہ کے لئے جاتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ کے پاس آیا اور گفتگو کرنے لگا۔ رسول کریم صلعم نے جو بات بدیل سے کہی تھی وہ دہرائی۔ اس پر عروہ کہنے لگا "محمد (صلعم) فرض کرو کہ تم نے قریش کو تباہ و برباد کر دیا تو کیا اس کی اور بھی مثال ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود برباد کر دیا ہو اس کے سوا اگر لڑائی کا رخ بدل گیا تو تمہارے ساتھی تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اس بات پر غصہ آیا اور کہا "کیا ہم رسول کریم صلعم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے"؟ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ آپؐ نے

Marfat.com

فرمایا ابوبکرؓ۔ عروہ کہنے لگا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھ پر تیرا احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں نے ابھی تک نہیں اتارا تو تجھے جواب دیتا"

عروہ پھر رسول کریم صلعم سے گفتگو کرنے لگا اور بار بار آپ کی ریش مبارک پر ہاتھ ڈالتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ہتھیار لگائے ہوئے پشت پر کھڑے تھے۔ اس جرأت کو پسند نہ کر سکے۔ مغیرہ نے تلوار کا دستہ ہاتھ پر مارا اور کہا اپنا ہاتھ ہٹا لے۔ ورنہ یہ ہاتھ واپس نہ جا سکے گا۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ جواب ملا مغیرہؓ بن شعبہ عروہ نے کہا "او بے وفا کیا میں تیری دیت میں کوشش نہ کرتا تھا"

نماز کا وقت آگیا۔ رسول کریم صلعم نے وضو کیا صحابہ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ وضو کرتے تو وضو کا پانی زمین پر گرنے نہ پاتا تھا۔ عقیدت کیش اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مل لیتے تھے۔ عروہ پر اس حیرت انگیز عقیدت نے عجیب اثر کیا۔ بات تو کوئی طے نہ ہوئی۔ وہ قریش کے پاس گیا اور کہا کہ "میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ وہاں بھی وہ عشق۔ عقیدت اور وارفتگی کی کیفیت نہیں ہوتی جو محمدؐ کی مجلس میں ہے۔"

اس کے بعد رسول کریم صلعم نے حضرت خراش بن امیہ کو مکہ بھیجا۔ قریش نے ان کی سواری کے اونٹ کو مار ڈالا لیکن حلیس اور اس کے لوگوں نے حضرت خراشؓ کو واپس روانہ کیا۔

اب قریش نے ایک دستہ بھیجا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ صحابہ کرام نے دیکھ لیا اور سب کو گرفتار کر لیا۔ بعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو رہا کر دیا۔

بیعتِ رضوان

حضرت خراشؓ کی ناکامی کے بعد رسول کریم صلعم نے صلح کی گفتگو کے لیے حضرت عمرؓ کا انتخاب کیا۔ لیکن انہوں نے معذرت کر دی کہ قریش میرے سخت دشمن ہیں اور مکہ میں میرے قبیلہ بنو عدی بن کعب کا کوئی آدمی نہیں۔ جو مجھ کو اپنی حمایت میں لے۔ لہٰذا میرا جانا مناسب نہیں۔ بہتر ہے کہ حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا جائے کیونکہ ان کے قبیلہ بنو امیہ کے بہت سے صاحب اثر اور طاقت ور آدمی موجود ہیں۔

رسول کریم صلعم نے حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمانؓ کو سفیر کے طور پر ابوسفیان کے پاس بھیجا۔ وہ اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی حمایت میں مکہ گئے۔ تمام روساء سے ملاقات کی انہوں نے رسول کریم صلعم کا پیغام سن کر کہا کہ ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کر لیں حضرت عثمانؓ نے کہا کہ "میں رسولِ کریم صلعم کے بغیر تنہا طواف نہ کر سکتا۔" یہ سن کر روساء برہم ہوئے اور ان کو نظر بند کر لیا۔

حضرت عثمانؓ کے واپس آنے میں تاخیر ہوئی تو یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ شہید کر دیئے گئے ہیں اس خبر کے سنتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک عثمان کا بدلہ نہ لیں گے یہاں

Marfat.com

سے نہ ہٹیں گے۔ آپ ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور تمام صحابہ نے جاں نثاری کی بیعت کی۔ تاریخ اسلام میں یہ بیعت، بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ سورہ فتح میں اس کا ذکر ہے صحابہ کی جاں نثاری پر قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی:
یعنی خدا مومنوں سے راضی تھا جب کہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔
بعد میں معلوم ہوا کہ شہادت کی خبر بے بنیاد ہے اور حضرت عثمان رض صحیح سلامت واپس آ گئے۔
کفار مکہ کے مآل اندیش اور فہمیدہ لوگ تو پہلے سے ہی لڑائی کو ناپسند کرتے تھے۔

صلح نامہ لیکن اب مفسد لوگ بھی مسلمانوں کی جنگ پر آمادگی دیکھ کر کچھ کچھ صلح و آشتی کی طرف مائل ہوئے۔
چنانچہ سب نے سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا وہ نہایت ہی فصیح و بلیغ مقرر تھا۔ قریش نے ان سے صاف صاف یہ کہہ دیا تھا صلح صرف اس شرط پر ہو کہ محمد (صلعم) اس سال واپس چلے جائیں۔
سہیل رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوا اور طویل گفتگو کے بعد ذیل کی شرائط پر صلح ہو گئی۔

۱۔ اس سال مسلمان بغیر حج کئے واپس چلے جائیں۔

۲۔ اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے واپس لوٹ جائیں۔

۳۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں صرف تلوار ساتھ لائیں۔ وہ بھی نیام میں ہو۔

۴۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

۵۔ مسلمانوں میں سے کوئی شخص مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن کوئی مسلمان مکہ آ جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔

۷۔ اس معاہدہ کی مدت دس سال قرار پائی کہ اس عرصہ میں فریقین ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما نہیں ہوں گے۔

یہ معاہدہ حضرت علی رض نے تحریر فرمایا۔ حضرت علی رض نے عنوان پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تو سہیل نے کہا ہم رحمٰن کو نہیں مانتے۔ ہم عرب کے قدیم دستور کے مطابق باسمک اللھم لکھیں گے۔
آپ نے فرمایا اچھا ایسا ہی لکھ دو۔ جب حضرت علی رض نے یہ فقرہ لکھا "یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ نے تسلیم کیا" سہیل نے اعتراض کیا اور کہا اگر ہم محمد کو رسول اللہ تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا اب محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم تکذیب کرتے ہو۔ لیکن خدا کی قسم میں خدا کا پیغمبر ہوں یہ کہہ کر آپ نے حضرت علی رض کو فرمایا کہ سہیل کی خواہش کے مطابق اس لفظ کو کاٹ دو۔ حضرت علی رض نے کہا مجھ سے یہ نہیں

Marfat.com

ہو سکے گا کہ میں لفظ "رسول اللہ" کو اپنے قلم سے کاٹوں ۔ آپؐ نے فرمایا اچھا مجھ کو بتاؤ میرا نام کہاں حضرت علیؓ نے بتایا آپؐ نے رسول اللہ کا لفظ کاٹ دیا ۔

ابوجندل کا واقعہ معاہدہ کی شرائط مسلمانوں کو سخت ناگوار تھیں مگر ادب کی وجہ سے خاموش تھے ۔ اتفاق سے ابھی معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ خود سہیل کا لڑکا ابوجندل جو مکہ میں اسلام قبول کر چکا تھا ۔ وہ اس جرم کی پاداش میں پابند سلاسل کر دیا گیا تھا چنانچہ وہ قید سے بھاگ کر رسولِ کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اپنی حالتِ زار دکھائی ۔ آپؐ نے چاہا کہ ابوجندل کو معاہدہ سے مستثنٰی کر دیا جائے مگر سہیل نے ایک نہ مانی ۔ آخر کار آپؐ کو مجبوراً ماننا پڑا کہ ابوجندل واپس چلا جائے ابوجندل نے اپنے جسم سے مار کے زخم دکھائے اور کہا ۔ برادرانِ اسلام ! کیا پھر مجھ کو کفار کے ہاتھ میں دیکھنا چاہتے ہو ۔ تمام مسلمان تڑپ اٹھے ۔ آخر حضرت عمرؓ نہ رہ سکے ۔ بارگاہِ نبوی میں آئے اور کہا ۔ یا رسول اللہ کیا آپ برحق نہیں ہیں ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں ہم حق پر ہیں ۔ حضرت عمرؓ نے پھر کہا کیا وہ لوگ مشرک نہیں ہیں آپ نے فرمایا ضرور وہ مشرک ہیں ۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو ہم دین میں یہ ذلت کیوں گوارہ کریں ۔ آپؐ نے فرمایا "میں خدا کا رسول ہوں اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا ۔ وہ مجھے ہرگز ذلیل نہیں کرے گا حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم لوگ کعبہ کا طواف کریں گے ۔ آپ نے ارشاد فرمایا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کریں گے حضرت عمرؓ اٹھ کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور یہی گفتگو کی ۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا وہ خدا کے نبی ہیں جو کچھ کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں ۔

رسولِ کریم صلعم نے ابوجندل کی طرف دیکھا اور فرمایا " اے ابوجندل صبر اور ضبط سے کام لو ۔ خدا تمہارے لیئے اور کمزوروں کے لیئے راہ نکالے گا ۔ اب صلح ہو چکی ہے ہم بدعہدی نہیں کر سکتے ۔

ابوجندل کو ایسی حالت میں واپس جانا پڑا ۔

رسولِ کریم صلعم ۔ اور صحابہ کرام نے احرام اتارنے کے لیئے بال منڈوائے اور قربانیاں کیں ۔

صلح کے بعد تین دن تک رسولِ کریم صلعم نے حدیبیہ میں قیام فرمایا ۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے ۔ تو راستے میں سورہ فتح نازل ہوئی ۔ جس میں اس معاہدہ کو فتح مبین قرار دیا گیا ہے ۔ رسولِ کریم صلعم نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا یعنی ہم نے تیرے لیئے ایک کھلی فتح کی راہ کھول دی ہے

اہمیت قرآن مجید میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا ۔ اس لیئے اس کی بہت اہمیت ہے ۔

۱ ۔ جس صلح کو مسلمان اپنی توہین خیال کرتے تھے اللہ تعالےٰ نے اسی وقت سورۃ فتح نازل کر کے اس صلح کو فتح مبین قرار دیا اور اس سے مسلمان مطمئن ہو گئے ۔

Marfat.com

۲۔ اس معاہدہ کی رو سے جنگ و قتال کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔ مسلمان کفار آپس میں ملنے جلنے لگے۔ خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ آنے لگے۔ ملاقاتوں سے اسلام کی حقیقت سے آگاہ ہونے لگے۔ اس صلح سے لے کر فتح مکہ تک لوگ اتنے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے کہ اس سے قبل نہیں ہوتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضؓ اور حضرت خالد بن ولید رضؓ بھی اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے۔

۳۔ قریش نے مسلمانوں کو اپنے مدمقابل ایک سیاسی جماعت تسلیم کر لیا جس سے دوسرے قبائل معاہدہ کر سکتے ہیں اور یہ بڑی اہم بات تھی کیونکہ کئی عرب قبائل ایسے تھے جو مسلمانوں سے مصالحت کے ساتھ رہنا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ عہد نامہ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے اس موقع پر معاہدہ کیا تھا اور رسول کریم صلعم کا حلیف بن گیا اور قبیلہ بنو بکر قریش کا حلیف بن گیا۔ اس معاہدہ کے بعد سب کی توجہ رسول کریم صلعم کی طرف پھیر دی۔ عرب مذہب کی پرواہ کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں لیکن جس وجود نے تدین کو زندہ دکھایا تھا اس کے احترام کے سوا اب کوئی چارہ نہ تھا۔

۴۔ یہ معاہدہ فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ قریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قبیلہ بنو بکر کی قبیلہ خزاعہ پر حملہ کے وقت معاونت کی اور ساتھ ہی معاہدہ کے توڑنے کا اعلان کر دیا۔ مسلمانوں کو اپنے حلیف کی مدد کے لئے مکہ پر حملہ کرنے کا قانونی جواز مل گیا۔ رسول کریم صلعم دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے۔

۵۔ یہ معاہدہ مسلمانوں کی امن پسندی کا ایک واضح ثبوت تھا جس کا اثر ہمسایہ قبائل پر اچھا پڑا۔

۶۔ قریش سے صلح ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو دوسرے دشمنانِ اسلام سے نمٹنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ اس صلح کے تین ماہ بعد یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز خیبر فتح ہو گیا۔ اس کے بعد فدک، وادی القریٰ، تیما اور تبوک کی یہودی بستیاں اسلام کے زیر نگیں آ گئیں۔ اس طرح یہود کی تمام طاقت ختم ہو گئی اور مسلمان ان کی تخریبی کارروائیوں اور سازشوں سے محفوظ ہو گئے۔

۷۔ جنگوں کا سلسلہ ختم ہو جانے کی وجہ سے رسول کریم صلعم کو اسلامی ریاست کے استحکام کا موقعہ مل گیا۔

۸۔ صلح حدیبیہ کی رُو سے مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت اور عمرہ کرنے کا حق تسلیم کر لیا گیا۔ اس طرح قریش نے خود تسلیم کر لیا کہ مسلمان کوئی بے دین جماعت نہیں ہے بلکہ دین ابراہیمی کے پیروکار ہیں جس سے عربوں کے دلوں سے مسلمانوں کے خلاف نفرت کے جذبات سرد پڑ گئے۔

۹۔ رسول کریم صلعم کو ہمسایہ حکومتوں، روم، مصر، ایران، حبش، یمامہ، شام اور ربیعہ غنی کے بادشاہوں کو دعوت

Marfat.com

۱۰ - پہلے مدینہ کی تجارت بہت محدود تھی اب مسلمان تاجروں کا کاروبار وسیع ہو گیا۔
۱۱ - اس صلح سے قریش کو فوری طور پر اقتصادی فوائد حاصل ہوئے شام اور عراق سے تجارت کرنے لگے۔

۱۲ - چند روز کے بعد ایک شخص عتبہ بن اُسید (ابو بصیر) بھاگ کر مدینہ آیا۔ قریش نے دو قاصد بھیجے کہ معاہدہ کی شرائط کے مطابق عتبہ کو واپس کیا جائے۔ آنحضرت صلعم نے عتبہ سے فرمایا کہ واپس جاؤ عتبہ نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو کافروں کے پاس بھیجتے ہیں کہ وہ مجھ کو کفر پر مجبور کریں۔ آپ نے فرمایا ہم تم کو واپس کرنے پر مجبور ہیں۔ ہاں اللہ کوئی راہ نکال دے گا۔ عتبہ قاصدوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہو گیا۔ جب مقام ذوالحلیفہ پہنچے تو عتبہ نے ایک قاصد کو قتل کر دیا — دوسرا بھاگ کر مدینہ آیا۔ آپ سے شکایت کی۔ اتنے میں عتبہ بھی پہنچ گیا اور عرض کی آپ نے معاہدہ کے مطابق مجھ کو واپس کر دیا آپ پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ عتبہ مدینہ سے چلا گیا اور مقام عیص پر جو سمندر کے کنارے پر ہے۔ سکونت اختیار کر لی۔ اب مکہ کے ظلم رسیدہ مسلمان بھاگ کر عیص پہنچنا شروع ہو گئے۔ اس طرح مسلمانوں کی ایک نو آبادی بن گئی۔ اب ان لوگوں نے اتنی قوت حاصل کر لی کہ قریش کے تجارتی قافلوں پر حملہ آور ہوتے۔ اور مالِ غنیمت حاصل کر کے گزاران کرتے۔

۱۴ - اس معاہدہ کے بعد مختلف غزوات پیش آئے جن میں مسلمانوں کو زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں۔
۱۵ - قریش کا مصالحت کی گفتگو پر اترنا اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ قریش مسلمانوں کو اپنا ہم پایہ اور ہم پلہ قرار دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

سلاطین کو دعوتِ اسلام (محرم ۷ھ)

اسلام دوسرے مذاہب کی طرح قومی مذہب نہیں بلکہ ایک عالمگیر مذہب ہے جو نہی یہود کی طاقت پاش پاش ہو گئی اور حدیبیہ کی صلح سے کسی قدر اطمینان نصیب ہوا تو وقت آ گیا کہ اتمام حجت کے لئے اسلام کا پیغام تمام دنیا تک پہنچا دیا جائے سب سے پہلے یہ کام سرانجام دیا ایک دن رسول کریم صلعم نے تمام صحابہ کو اکٹھا کیا اور خطبہ دیا "اے لوگو! خدا نے مجھے تمام دنیا کے لئے رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ دیکھو حوارین عیسیٰ کی طرح اختلاف نہ کرنا۔ جاؤ میری طرف سے پیغام حق ادا کرو۔

اس کے بعد آپ نے قیصر روم، کسریٰ، عزیز مصر، نجاشی اور رؤسائے عرب کے نام خطوط ارسال کئے۔

Marfat.com

۱۔ قیصر روم کے نام خط

ہرقل نے ایرانیوں کو شکست دے کر تمام مفتوحہ علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس کا شکرانہ ادا کرنے کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ وحیہ کلبی نے رسول کریم صلعم کا پیغام مبارک بصریٰ میں حارث غسانی کو لا کر دیا۔ اس نے قیصر کے پاس بیت المقدس بھیج دیا۔ قیصر کو جب خط ملا تو اس نے حکم دیا کہ عرب کا کوئی شخص بلاؤ۔ اتفاق کی بات ہے ابوسفیان تجارت کے سلسلے میں غزہ میں مقیم تھا۔ اس کو قیصر کے پاس لے جایا گیا۔ قیصر نے کھلے دربار میں ابوسفیان سے رسول کریم صلعم کے ذاتی، نسبی حالات اور تعلیم کے متعلق دریافت کیا۔ ابوسفیان نے راست گوئی سے کام لیا۔ قیصر ان جوابات سے بہت متاثر ہوا اور کہا سچا نبی اچھے کردار کا مالک ہوتا ہے اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور ہمیشہ نماز تقویٰ پرہیزگاری اور پاکدامنی کی تعلیم دیتا ہے۔

میں سمجھتا تھا کہ ایک رسول آنے والا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہو گا۔ ابوسفیان اگر تم نے سچ سچ جواب دیئے ہیں تو وہ ایک روز میری قدم گاہ پر قابض ہو گا۔ کاش میں ان کی خدمت اقدس میں پہنچ سکتا اور خود ان کے پاؤں دھوتا۔

اس کے بعد پڑھ کر سنایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمدؐ کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ یہ خط ہرقل کے نام سے جو روم کا رئیس اعظم ہے۔ اس پر سلامتی ہو۔ جو ہدایت کا پیرو کار ہو۔ اس کے بعد تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لا تو سلامت رہے گا۔ خدا تجھ کو دوہرا اجر دے گا۔ اگر تو ایمان نہ لایا تو اہل ملک کا گناہ بھی تجھ پر ہو گا۔ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا نہ بنائے اگر تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

ہرقل اس نامہ مبارک اور ابوسفیان کے جوابات سے بہت متاثر ہوا تھا۔ اس نے امراء اور پادریوں کو بلا کر سمجھانے کی کوشش کی کہ اس دین متین کو مان لینے میں ہماری فلاح ہے۔ جب ان لوگوں کو سخت متنفر پایا تو کہہ دیا کہ میں نے تمہیں آزمانے کے لئے ایسا کیا ہے اور کفر کی حالت میں مرا۔

۲۔ کسریٰ ایران کے نام خط

کسریٰ کے نام جو نامہ مبارک حضرت عبداللہ بن حذافہ لے کر گئے تھے یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد رحم کرنے والا اور بار بار رحم کرنیوالا ہے)

Marfat.com

خط پیغمبر کی طرف سے کسریٰ کے نام سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو کار ہو۔ جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ اور یہی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور خدا نے مجھ کو تمام دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خوف دلائے تو اسلام قبول کر تو سلامت رہے گا۔ ورنہ مجوسیوں کا گناہ تیری گردن پر ہوگا۔

کسریٰ بڑی جاہ و جلال کا بادشاہ تھا وہ تکبر اور نخوت کی وجہ سے یہ برداشت نہ کر سکا کہ اس کے نام کے اوپر بھی دنیا میں کسی دوسرے کا نام ہو اور بولا کہ میرا غلام ہو کر مجھ کو یوں لکھتا ہے۔ پھر نامہ مبارک کو چاک چاک کر دیا اور ساتھ گورنر یمن کو جس کا نام باذان تھا یہ حکم دیا کہ کسی شخص کو حجاز بھیجو کہ وہ مدعی نبوت کو پکڑ کر میرے پاس لائے۔ گورنر نے دو شخصوں کو مدینہ بھیجا۔ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کسریٰ نے تم کو بلایا ہے۔ آپ نے فرمایا کل میرے پاس آؤ۔ جب وہ دوسرے دن آئے تو آپؐ نے فرمایا فلاں مہینے کی فلاں رات کو میرے خدا نے آپ کے خدا کو قتل کر دیا ہے اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا ہے۔ آپ نے کہا واپس جاؤ اور اپنے بادشاہ کو کہہ دو کہ میرا دین اور حکومت کسریٰ کے پایہ تخت تک پہنچ جائے گا۔

جب دونوں یمن آئے تو خبر آئی کہ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ باذان مسلمان ہو گیا اس کے بعد جلد ہی کسریٰ کی ساری سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

۳۔ شاہ حبشہ کے نام خط

حبش کے بادشاہ کا لقب نجاشی تھا۔ یہ پہلے ہی دعوتِ اسلام سے متعارف تھا کیونکہ سب سے پہلی ہجرت اسی ملک کی طرف مسلمانوں نے کی تھی اور بادشاہ نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں طلب کیا تھا اور حضرت جعفر طیارؓ نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ تقریر میں اسلام کی تعلیم بیان کر دی۔ رسولِ کریم صلعم نے حضرت عمرو بن اُمیہؓ کو نجاشی کی طرف نامہ مبارک دے کر بھیجا تھا جس کا مضمون حسب ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط پیغمبر خدا کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے تجھے سلامتی ہو میں پہلے خدا کی تعریف کرتا ہوں جو مالک قدوس وسلام مومن اور مہیمن ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی مخلوق ہے اس کا حکم ہے جو مریم، پاک باز، پاک دامن کی طرف بھیجا گیا اور عیسیٰ کا حمل ٹھہر گیا خدا نے عیسیٰ کو روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا جیسا کہ آدم کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں جو واحدہٗ لاشریک ہے اور ہمیشہ اس کی فرمانبرداری پر قائم رہو اور میری پیروی کرو اور میری تعلیم کو صدق دل سے مان لو کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں میں نے آپ کے

Marfat.com

امات میں اپنے چچیرے برادر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا۔ انہیں باآرام ٹھہرائیے اور تکبر کو چھوڑ دو کیونکہ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاتا ہوں۔ میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا ہے اور نصیحت کر دی ہے کہ تم میری نصیحت کو قبول کرو۔ سلام اس پر جو راہِ ہدایت پر چلتا ہے۔" اس خط کے پہنچنے پر نجاشی نے حضرت جعفر کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی۔ نجاشی نے اس مضمون کا عریضہ رسول کریم کی خدمت میں بھیجا۔

اللہ کے نام پر جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اللہ کے رسول محمد کی خدمت میں نجاشی شاہ حبشہ کی طرف سے جناب کا فرمان پہنچا۔ عیسٰے کے متعلق آپ نے جو تحریر فرمایا ہے خدا کی قسم وہ اس سے ذرہ بھی بڑھ کر نہیں آپ کے چچازاد بھائی میرے پاس آرام سے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کے چچازاد بھائی کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے جناب کی خدمت میں اپنا فرزند روانہ کر رہا ہوں اگر آپ کی منشا ہو تو میں خود بھی حاضر ہو جاؤں۔"

ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ نجاشی نے اپنے بیٹے کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ رسول کریم صلعم کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن جہاز سمندر میں ڈوب گیا۔

۴۔ شاہ مصر کے نام خط شاہ مصر کا لقب مقوقس تھا۔ اس کی طرف حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نامہ مبارک لے کر گئے جس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے مقوقس امیر قبط کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اما بعد میں تجھ کو دعوتِ اسلام کی طرف بلاتا ہوں تو سلام قبول کر سلامت رہے گا۔ تجھ کو اللہ تعالےٰ دوہرا اجر دے گا۔ اگر تو نے نہ مانا تو تجھ پر قبطیوں کا گناہ بھی لازم آئے گا۔ اہلِ کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ ہم میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ ہم میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بنائے اگر وہ نہ مانیں تم گواہ رہو کہ ہم اطاعت کرنے والے ہیں۔

اصلی خط فرانسیسی سیاح کو اخمیم کے گرجا میں ۱۸۵۰ء میں ملا ہے۔ اب اصل خط قسطنطنیہ میں محفوظ ہے اور بڑے بڑے عیسائی محققین نے اسے اصل قرار دیا ہے منجملہ ان کے ڈاکٹر بیجر ہے خط کے آخر پر ایک مہر ثبت ہے جس کا نقش محمد رسول اللہ ہے اس مہر نقش اور اس کی دوسری تفصیلات کے متعلق تمام معتبر احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے۔

مقوقس اگرچہ اسلام نہ لایا مگر آپ کے قاصد اور خط کی بڑی تکریم کی۔ آپ کے سفیر حضرت حاطب کے ہاتھ بہت سے تحفے بھیجے جن میں تین کنیزیں ایک خادم اور ایک سفید خچر دلدل اور کپڑا وغیرہ تھا جو

Marfat.com

... میں داخل ہوئیں دوسری کنیز سیرین حضرت حسان بن ثابت رض کی زوجیت میں آئیں۔ دونوں کنیزیں مدینہ پہنچنے سے پہلے بطیب خاطر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔

۱۔ عمائدین عرب کے نام خط

یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی الحنفی کے نام مبارک نامہ حضرت سلیط بن عمرو رض عامری لے کر گئے تھے۔ ہوذہ نے رسول کریم کو جواب میں لکھا کہ اگر حکومت کا نصف حصہ مجھے دے دیا جائے تو میں اسلام قبول کرنے کو تیار ہوں۔ رسول کریم صلعم نے اس کے اس طمع پر لعنت کی۔ ایک سال کے بعد فوت ہو گیا۔

۲۔ حاکم بحرین کے نام خط

رسول کریم نے علا بن الحضرمی کو منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس نامہ مبارک دے کر بھیجا جو پڑھ کر ایمان لے آیا۔ اس کے ساتھ ہی رعایا کا معتدبہ حصہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

۳۔ والیان عمان کے نام خط

عمان پر دو بھائی جیفر اور عبد حکمران تھے۔ ان کے پاس حضرت عمرو بن العاص رسول کریم صلعم کا نامہ مبارک لے کر گیا دونوں دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

۴۔ رئیس غسان کے نام خط

حارث بن ابی شمر غسان کا حاکم اور شام کا گورنر تھا۔ حضرت شجاع بن وہب نامہ مبارک لے کر گئے۔ خط پڑھ کر بہت بگڑا اور کہا میں خود مدینہ پر حملہ کروں گا۔ بالآخر سفیر کو عزت کے ساتھ رخصت کیا لیکن اسلام قبول نہ کیا۔

۵۔ امیر یمن کے نام خط

رئیس یمن حارث حمیری کے پاس مہاجر بن امیہ مخزومی نامہ مبارک لے کر گئے۔ خط پڑھ کر بہت بگڑا اور بدتمیزی کا مظاہرہ کیا

۶۔ بلقا کے رئیس کے نام خط

بلقا کے رئیس شرجیل بن عمرو نے مسلمانوں کے سفیر حارث بن عمیر کو قتل کر دیا یہی وہ مذموم حرکت تھی جس کے نتیجہ میں سرحد شام پر لڑائیوں کا سلسلہ شروع رکھا۔

غزوہ خیبر

سنہ ۷ ھ ۶۲۹ء

خیبر مدینہ منورہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں یہود کے نہایت مضبوط قلعے تھے جن میں سے بعض کے آثار اب تک باقی ہیں۔

خیبر یہودی قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ بنو نضیر مدینہ سے جلاوطنی کے بعد آکر آباد ہوئے تھے ان کے دل اسلام کی عداوت میں جل رہے تھے تو انہوں نے تمام قبائل عرب اور قریش مکہ کو مدینہ پر حملہ آور ہونے

Marfat.com

کے لئے برانگیختہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں معرکۂ احزاب ہوا تھا۔

حی بن اخطب کے قتل کے بعد ابو رافع سلام بن ابی الحقیق اس کا جانشین ہوا۔ قبیلہ غطفان کی آبادی خیبر سے متصل تھی۔ اور وہ خیبر کے حلیف اور ہم عہد تھے۔ سلام نے قبیلہ غطفان اور آس پاس کے قبائل کو اسلام کے خلاف اکسایا۔ ایک لشکر جرار اکٹھا کر کے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔ ایک انصاری عبداللہ بن عتیک رضؓ نے خیبر جا کر رسول کریم صلعم کی اجازت سے سلام کو قتل کر دیا۔ سلام کے بعد اُسیر بن زرام نے عنان ریاست اپنے ہاتھ میں لی اور غطفان اور دیگر قبائل میں دورہ کر کے ایک عظیم الشان فوج جمع کی۔ رسول کریم صلعم کو یہ خبریں پہنچیں تو آپ نے عبداللہ بن رواحہ کو تین آدمیوں کے ہمراہ تحقیق کے لئے بھیجا۔ انہوں نے چھپ کر اُسیر کی زبانی تمام تدابیر سنیں اور واپس آکر رسول کریم صلعم کو گوش گزار کیں۔ آپ نے دوبارہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کو تیس آدمیوں کے ساتھ خیبر روانہ کیا۔ وہ اُسیر سے ملے اور کہا کہ ہم کو رسول کریم صلعم نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اگر تم مدینہ آجاؤ تو خیبر کی حکومت تم کو دے دی جائے گی چنانچہ وہ بھی تیس آدمیوں کو لے کر خیبر سے نکلا۔ قرقرہ پہنچ کر اُسیر نے عبداللہ کو قتل کرنا چاہا۔ عبداللہ نے بڑھ کر اُسیر کا خاتمہ کر دیا۔ اب مسلمان یہودیوں پر ٹوٹ پڑے اور ایک کے سوا سب کا خاتمہ کر دیا۔ یہ آخر ۶ھ کا واقعہ ہے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے بھی یہودیوں کو برانگیختہ کیا اور کہا کہ مسلمان کمزور ہو چکے ہیں اب مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے اس وجہ سے حملہ کرنے کی ہمت نہ ہارنا۔

سلام بن ابی الحقیق کے بھتیجے کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق نے زمام امارت ہاتھ میں لے لی۔ اور قبیلہ غطفان کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا اور انہوں نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اس قبیلہ کے چند آدمیوں نے عبدالرحمٰن بن عتبہ کی سرداری میں ذی قرہ کی چراگاہ پر چھاپہ مارا۔ اور حضرت ابوذر رضؓ کے صاحبزادے کو قتل کر دیا۔ بیس اونٹنیاں اور ان کی بیوی کو پکڑ کر لے گئے لیکن مسلمانوں کی بروقت مدد سے اونٹنیوں اور حضرت ابوذر کی بہو کو چھڑا لیا۔ اس واقعہ کے تین دن بعد معرکہ خیبر ہوا۔

خیبر پر حملہ کی تیاری رسول کریم صلعم نے غطفان اور یہود کے حملوں کی مدافعت کے لئے محرم ۷ھ ایک لشکر اکٹھا کیا۔ جس کی تعداد سولہ سو تھی۔ جن میں دو سو سوار اور باقی پیدل تھے۔ آپ نے تین علم تیار کرائے۔ جو حضرت خباب بن منذر رضؓ اور حضرت سعد بن عبادہ رضؓ اور حضرت علی رضؓ کو دیئے۔

رسول کریم صلعم نے خیبر اور بنی غطفان کے درمیان مقام رجیع میں فوجیں اتاریں۔ بنو غطفان کو یہ خوف لاحق ہوا کہ مسلمان ہماری بستیوں پر حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے وہ اپنے گھروں میں ہی مدافعت کے لئے موجود رہے اور خیبر کے یہودیوں کی اعانت کے لئے نہ نکلے۔

Marfat.com

رسول کریم صلعم نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح کیا۔ پھر چھوٹے چھوٹے قلعے بھی فتح کیے۔ سب سے سخت مقابلہ قلعہ قموص کی فتح میں ہوا۔ یہ قلعہ مرحب اور ابن ابی الحقیق کا مسکن تھا۔ اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھیجا لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا پھر حضرت علیؓ کو بھیجا۔ حضرت علیؓ نے مرحب اور عنتر سے جنگ کر کے انہیں قتل کیا۔ یہ قلعہ بیس دن کے محاصرہ کے بعد فتح ہوا۔ اس جنگ میں پندرہ مسلمان شہید ہوئے اور ۹۳ یہودی مارے گئے۔ اس قلعہ میں سے صفیہ بنت حی اخطب اور دوسرے بہت سے قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ صفیہ حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصہ میں آئی۔ لوگوں نے آنحضرت سے کہا اتنے بڑے رئیس کی لڑکی آپ ہی کے شایان شان ہے۔ اس لئے آنحضرت نے صفیہ کو آزاد کر کے اپنے عقد میں لے لیا۔

یہودیوں کی درخواست پر خیبر کی اراضیات انہیں واپس کر دی گئیں اور کل پیداوار کا نصف حصہ خراج کے طور پر وصول کیا جاتا تھا۔

۱ - خیبر کی فتح سے شام کی طرف ناگہانی حملے کا خطرہ ٹل گیا۔

۲ - یہود کی طاقت بالکل ختم ہو گئی اور اس معرکہ کے بعد مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کی ہمت نہ رہی۔

۳ - خراج کی آمد کی وجہ سے مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہو گئی اور فتح مکہ پر چڑھائی کے وقت دس ہزار لشکر کے تمام اخراجات خیبر کی آمدنی سے پورے کئے گئے تھے۔

۴ - اس جنگ میں یہودی مسلمانوں کے اخلاق عالیہ سے بہت متاثر ہوئے تھے۔

خیبر فتح ہونے کے بعد یہودیوں کی مخفی شرارتیں جاری رہیں۔ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب نے رسول کریم صلعم کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ نے بہت کم نوش فرمایا تھا اس لئے آپ پر زہر کا اثر نہ ہوا۔ لیکن ایک دوسرے صحابی بشر بن براءؓ ہلاک ہو گئے اس لئے آپ نے ان کے قصاص میں زینب کو قتل کرا دیا۔

غزوہ خیبر کے سلسلہ میں متعدد نئے احکام جاری ہوئے درندے جانور پنجہ والے پرندے، گدھے اور خچر حرام قرار دیئے گئے۔ چاندی سونے کا تبادلہ بہ تفاضل حرام قرار دیا گیا۔

وادی القریٰ خیبر کے بعد مسلمان وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوئے اہل وادی القریٰ نے معمولی مقابلہ کے بعد ہتھیار ڈال دیئے اور خیبر کی شرائط پر صلح کر لی۔

ادائے عمرہ معاہدہ حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ اگلے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آکر عمرہ ادا کریں اور تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں۔ اس شرط کے تحت ۷ھ کو اعلان کر دیا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب بیت اللہ کی زیارت کے لئے

Marfat.com

نکلیں جو صحابہ خیبر میں شہید ہو گئے یا وفات پا گئے تھے ان کے علاوہ تمام نے یہ سعادت حاصل کی۔

جب مسلمان مکہ میں داخل ہو گئے تو کفار مکہ تین دن کے لئے شہر خالی کر کے پہاڑوں پر چلے گئے۔ رسول کریم صلعم تین دن قیام کے بعد عمرہ پورا کر کے واپس تشریف لائے حج میں "رمل" کی سنت اس عمرہ میں جاری ہوئی۔

معرکہ موتہ

جمادی الاول ۸ھ ۶۳۰ء

رسول کریم صلعم نے شاہ بصری شرجیل بن عمرو غسانی کے نام ایک تبلیغی نامہ مبارک حضرت حارث بن عمیر کے ہاتھ بھیجا۔ بصریٰ بیت المقدس کے قریب شام کا ایک مشہور تجارتی شہر تھا۔ شرجیل رومی سلطنت کی طرف سے گورنر تھا۔ اس نے سفیر کو نہایت بے رحمی سے بلاوجہ قتل کر دیا۔ جب مدینہ میں قتل کی خبر پہنچی تو مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ آنحضرت صلعم نے قصاص کے لئے مہم بھیجی۔ اگر آپ اس مہم کی روانگی میں ذرا بھی تامل کرتے تو مدینہ پر حملہ ہونا ضروری تھا۔ رسول کریم صلعم نے حکم دیا کہ مسلمان اپنے اپنے ہتھیار لے کر موضع حرق میں جمع ہو جائیں۔ چنانچہ تین ہزار مجاہدین موضع حرق میں جمع ہو گئے۔ آپؐ نے اس لشکر کی قیادت حضرت زید بن حارث کو دی۔ آپؐ نے فرمایا اگر زید بن حارث شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب کو امیر بنا لینا۔ اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو امیر بنا لینا اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو مناسب سمجھیں امیر بنا لیں۔

ثنیۃ الوداع تک رسول کریم صلعم خود فوج کے ساتھ گئے اور اسلامی لشکر کو میدان جنگ کی طرف الوداع کرتے ہوئے اصول جنگ کے متعلق چند ہدایات فرمائیں کیونکہ تمام مہمات کی غرض وغایت تبلیغ اسلام تھی۔ ارشاد ہوا کہ پہلے ان کو دعوت اسلام دی جائے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو جنگ کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ جنگ پر آمادہ ہوں تو حسب ذیل وصیت پر کاربند رہیں۔

۱۔ راہبوں سے کوئی تعرض نہ کرنا۔ ۲۔ کسی عورت پر ہرگز ہاتھ نہ اٹھانا ۳۔ کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔ ۴۔ کسی بوڑھے کو نہ مارنا ۵۔ پھل دار و سرسبز درختوں کو نہ کاٹنا ۶۔ کوئی مکان منہدم نہ کرنا۔

اس کے بعد فرمایا اظہار تعزیت کے لئے اس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر کو شہید کیا گیا ہے

جب اسلامی فوج مدینہ سے روانہ ہوئی تھی تو شامی جاسوسوں نے شرجیل کو اطلاع دے دی۔ اتفاق سے ہرقل قیصر روم بھی شام میں موجود تھا۔ اس کی مدد سے شرجیل نے ایک لاکھ فوج جمع کی۔

جب حضرت زید کو ان حالات کا علم ہوا تو چاہا کہ ان حالات سے رسول کریم صلعم کو اطلاع دی جائے اور حکم اور مدد کا انتظار کیا جائے لیکن عبداللہ بن رواحہ نے ایمان پرور تقریر کی اور کہا

Marfat.com

ہمارا مقصد فتح مندی نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں شہادت پانا ہے جو ہر صورت میں ممکن ہے ۔

اسلامی لشکر موتہ کے میدان کی طرف بڑھا ۔ دوسری طرف سے دشمن کا جرار لشکر میدان موتہ کی طرف آ گیا ۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا ۔ حضرت زید بن ثابت رضؓ شہادت کے شوق میں کفار کے لشکر جرار کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ گئے ۔ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ وہ ان کے تیروں کی آماجگاہ بن گئے ۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے ۔

ان کی شہادت کے بعد حضرت جعفر طیار رضؓ نے علم اپنے ہاتھ میں لے لیا ۔ گھوڑے سے اتر کر پہلے اس کی کونچیں کاٹیں ۔ پھر موت سے کھیلتے ہوئے دشمن کی صفوں کے دل میں گھس گئے ۔ چاروں طرف تیغ و سنان پڑنے لگے ۔ ان کا دایاں ہاتھ جس میں علم سنبھالا ہوا تھا ۔ کٹ کر الگ ہو گیا مگر انہوں نے علم اسلام کو بائیں ہاتھ میں لے لیا اور شوقِ شہادت کے نشے میں مخمور ہو کر لڑتے رہے یہاں تک کہ بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو گردن سے علم لگا کر سینے سے سنبھالے رکھا ۔ اسی حالت میں اپنے محبوب حقیقی کو جا ملے ۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ نے آگے بڑھ کر اسلامی جھنڈا تھام لیا ۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی شہید ہو گئے ۔ ان کی شہادت کے بعد فوج نے حضرت خالد بن ولید کو اپنا قائد منتخب کر لیا ۔ وہ شام تک نہایت بہادری سے لڑتے رہے اور اس خوبی سے دشمن فوج پر حملے کئے کہ ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں اور میدان جنگ کو چھوڑ کر چل دیئے ۔ مسلمانوں نے تھوڑی دور تک تعاقب کیا اور کچھ مال غنیمت بھی ہاتھ آیا ۔ اس جنگ میں کل بارہ صحابی شہید ہوئے ۔ کفار کے مقتولوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی ۔

اسلامی لشکر مدینہ کے قریب پہنچا تو رسول کریم صلعم مدینہ سے نکل کر دُور تک استقبال کرنے کے لئے چلے گئے ۔ حضرت خالد بن ولید رضؓ کو سیف اللہ کا خطاب دیا ۔

نتائج و اہمیت

۱ - جنگ موتہ سے رومی سلطنت کو پہلی بار یہ علم ہوا کہ مسلمان بھی ایک ایسی قوت کے مالک ہیں جو بڑی بڑی سلطنتوں کی جارحیت کا جواب دے سکتے ہیں ۔

۲ - موتہ کی فتح سے مسلمانوں کے جذبہ ایمانی میں اضافہ ہو گیا ۔

۳ - مدینہ اور شام کے درمیانی علاقوں میں مختلف قبائل ہمت ہار گئے اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں کو ترک کر دیا ۔

۴ - اس جنگ کے بعد مسلمانوں کی طاقت میں بہت اضافہ ہو گیا ۔

۵ - جنگ موتہ ، غزوہ بدر کی طرح تاریخ میں ایک روشن باب کا اضافہ ہے ۔ جسے "بین الاقوامی جنگ بدر" کے نام سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہو گا ۔

Marfat.com

ابوسفیان مدینہ پہنچا اور اس نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے درخواست کی کہ وہ معاہدہ کی تجدید کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سفارش کریں مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ آخرکار بے نیل مرام واپس آیا۔

رسول اللہ کی مکہ پر چڑھائی کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اتحادی قبائل کی طرف پیغام بھیجے کہ تیار ہو جائیں۔ پوری احتیاط برتی گئی کہ قریش کو تیاری کی خبر نہ ہونے پاتے۔

ایک بدری صحابی حاطب بن ابی بلتعہؓ نے قریش کو مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کی اطلاع دینے کے لئے ایک خط سارہ کنیز کے ہاتھ روانہ کیا۔ رسول اللہ کو اطلاع ہو گئی۔ آپ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت ابومرثد غنویؓ کو روانہ کیا کہ فلاں عورت قریش کے نام ایک خط لے جا رہی ہے۔ اس سے خط چھین لاؤ۔ انہوں نے روضہ خاخ میں پہنچ کر اس کو گرفتار کیا۔ اس کی تلاشی لی تو خط کا پتہ نہ چلا۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ رسول کریم صلعم کی خبر غلط ہو۔ چنانچہ انہوں نے ڈرایا اور دھمکایا تو اس نے اپنے جوڑے سے خط کو نکال کر دیا۔ قاصد خط اور عورت کو گرفتار کر کے رسول کریم صلعم کی خدمت میں لے آئے۔ تمام صحابہ کو حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے افشائے راز پر حیرت ہوئی۔ حضرت عمرؓ غصہ سے بے تاب تھے۔ رسول کریم صلعم سے عرض کی کہ "حکم ہو کہ تو اس کی گردن اڑا دوں"۔ رسول کریم صلعم نے حضرت حاطبؓ سے وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے مکہ میں اعزہ و اقارب ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اہل مکہ پر احسان کے طور پر حملہ کی اطلاع دے دوں۔ اگر یہ معاملہ کسی دنیاوی بادشاہ کے سامنے آتا تو ملزم کی گردن زدنی کا فوراً حکم دے دیا جاتا چونکہ یہ چڑھائی انتقامی نہ تھی بلکہ عفو کے لئے تھی پھر اپنے رفقا کی خطاؤں سے عفو کیوں نہ کیا جاتا۔ چنانچہ اس عفو کے سمندر میں کوئی غصہ کی لہر آئے بغیر حاطب کے عذر کو قبول فرما کر معاف کر دیا۔

مکہ کی طرف روانگی

۱۰ رمضان ۸ھ (یکم جولائی ۶۳۰ء) میں آپ دس ہزار قدسیوں کے جلو میں مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے اور نہایت تیز رفتاری سے منزلیں طے کرتے جا رہے تھے۔ مقام جحفہ میں پہنچے کہ آپ کے چچا حضرت عباسؓ مع اہل و عیال مسلمان ہو کر مدینہ کی طرف آتے ہوئے ملے۔ آپ نے ان کے اہل و عیال کو تو مدینہ منورہ بھیج دیا اور حضرت عباسؓ کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ مرالظہران جو مکہ سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے۔ پہنچ کر اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور مختلف دستے دور دور تک پھیل گئے۔ رات کو آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ ہر مسلمان مجاہد پڑاؤ پر آگ روشن کرے۔ چرواہوں کے ذریعے قریش کو خبر پہنچی کہ وادی مرالظہران میں ایک لشکر عظیم خیمہ زن ہے۔ قریش نے یہ خبر سن کر ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ خیمہ نبوی کے محافظ

Marfat.com

فتح مکّہ

رمضان ۸ھ جنوری ۶۳۰ عیسوی

مکّہ پر چڑھائی کے اسباب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے اہم مقصد خانۂ کعبہ کو بتوں کی آلائش سے پاک کرنا تھا لیکن قریش کی دشمنی نے اب تک اس کا موقع نہ دیا تھا۔ مزید برآں اسلام کی بیخ کنی کے لئے مدینہ پر حملے بھی کئے۔ ان جنگوں کا ایک سیاسی فائدہ یہ ہوا کہ کم از کم عارضی طور پر قوت میں توازن پیدا ہو گیا۔ چونکہ اہل مکّہ بدر اور خندق میں ذلت آمیز شکست کھا چکے تھے اور اسی طرح حکومت مدینہ ان کی شامی تجارت کے راستہ منقطع کر رہے تھے، ان کے قافلوں پر ترک تازیں ہو رہی تھیں اس وجہ سے دونوں فریق صلح کے خواہاں تھے۔ لیکن رسول کریم صلعم کا مکّہ عمرہ کے لئے جانا اور کفّار کا عمرہ نہ کرنے دینا فوری طور پر معاہدہ حدیبیہ کا سبب بنا۔ اس معاہدہ کی رو سے بنو خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بن گئے اور بنو بکر قریش کے۔ دونوں قبیلوں کے درمیان پشتینی عداوت چلی آ رہی تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد بظاہر عداوت کی آگ ٹھنڈی ہو گئی لیکن معاہدہ پر ابھی دو سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ بنو بکر نے رات کے وقت بنو خزاعہ پر حملہ کیا۔ قریش مکّہ نے بنو بکر کو اسلحہ وغیرہ سے مدد دی عکرمہ صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو نے راتوں کو بھیس بدل کر بنو بکر کے ساتھ تلواریں چلائیں۔ بنو خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم میں پناہ لی۔ لیکن ان ظالموں نے حرم کا بھی...... احترام نہ کیا۔ وہاں بھی انسانوں کا خون بہا دیا گیا۔

قبیلہ بنو خزاعہ کا سردار عمرو بن سالم چالیس ناقہ سواروں کی جمعیت میں مدینہ پہنچا۔ رسولِ کریم صلعم مسجد میں صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے۔ عمرو بن سالم نے قریش مکّہ کی بدعہدی اور مظالم کی شکایت ایک نہایت پُر درد نظم میں بیان کی۔

آپ نے ان کی درد بھری فریاد سنی اور تسلی دی اور کہا ہم تمہاری امداد کریں گے۔ آپ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرائط پیش کیں کہ ان میں سے کوئی منظور کی جائے۔

۱ - مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

۲ - قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

۳ - اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

قرطہ بن عمرو نے قریش کی زبان سے کہا کہ صرف تیسری شرط منظور ہے"۔ قاصد چلے جانے کے بعد قریش کو اپنی عاقبت نا اندیشی پر ندامت ہوئی کیونکہ ان کو مستقبل کی تاریکیوں میں خطرات کے سیلاب امڈتے نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے ابو سفیان کو فوراً مدینہ بھیجا کہ وہ معاہدہ کی تجدید کرا آئے۔

Marfat.com

وستہ نے ابوسفیان کو پکڑ لیا اور گرفتار کر کے بارگاہِ نبوی میں لے آئے۔ تمام مسلمان ابوسفیان کے خون کے پیاسے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا ہے۔ حکم دیجئے کہ اس دشمن خدا کی گردن اڑا دوں۔ لیکن حضرت عباسؓ نے جان بخشی کی درخواست کی جسے رسول کریم صلعم نے قبول فرمالیا۔

اس حسن سلوک کا ابوسفیان پر اتنا اثر ہوا کہ صبح رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

ابوسفیان کی عزت افزائی

حضرت عباسؓ نے رسول کریم صلعم سے کہا "یارسول اللہ! ابوسفیان کو اس موقعہ پر خاص عزت بخشیں" آپؐ نے فرمایا "اچھا جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے گا۔ اس کو امان دی جائے گی جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا۔ اس کو بھی امان دی جائے گی۔ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے گا وہ بھی امان میں رہے گا۔ جو شخص بغیر ہتیار لگائے راہ میں ملے گا اس کو بھی امان دی جائے گی۔

اس وقت قدوسیوں کا لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ مختلف دستوں کے قائد مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہوئے۔ حضرت زبیر بن العوامؓ شمال سے حضرت خالد بن ولیدؓ جنوب سے مہاجر فوج کے قائد حضرت ابوعبیدہ بن جراح جبل ہند سے رسول کریم صلعم خود اور انصار کے سردار حضرت سعد بن عبادہ مغرب سے مکہ میں داخل ہوئے۔ تمام دستے بغیر کسی مزاحمت کے شہر میں داخل ہو گئے۔ البتہ عکرمہ اور صفوان بن اُمیہ نے چند نوجوانوں کے ساتھ حضرت خالد بن ولید کے دستہ کا مقابلہ کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جوابی حملہ کیا۔ اس جھڑپ میں تین مسلمان شہید ہوئے اور اٹھارہ کفار کے آدمی قتل ہوئے۔ رسولِ کریم صلعم نے تلواروں کی چمک دیکھی تو حضرت خالد بن ولیدؓ سے باز پرس کی۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ قتال کا آغاز دشمنوں کی طرف سے ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا قضائے الٰہی یہی تھی۔

لوگوں نے رسول کریم صلعم سے دریافت کیا "حضور کسی کے گھر میں قیام فرمائیں گے یا اپنے قدیم مکان میں!" چونکہ عقیل نے وہ مکانات ابوسفیان کے ہاتھ فروخت کر دیئے ہوئے تھے۔ اس بنا پر رسولِ کریم صلعم نے ارشاد فرمایا کہ "عقیل نے گھر کہاں چھوڑا کہ میں اس میں اتروں" اس لئے مقام خیف میں ٹھہروں گا۔ جہاں قریش نے ہمارے خلاف کفر کی تائید میں باہم عہدو پیمان کیا تھا۔ تھوڑا سا استراحت کرنے کے بعد اپنی ناقہ قصوا پر سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف چلے گئے کسی جابر بادشاہ کی طرح نہیں کہ جب وہ اپنے دشمنوں پر قابو پا لیتا ہے۔ تو نشہ نخوت میں چور ہو کر اکڑتا ہوا اور سینہ تانتا ہوا چلتا ہے۔ بلکہ ابن ہشام کے قول کے مطابق شکر بارگاہ خداوندی میں سرِ نیاز جھکائے اور بار بار اونٹنی کے کجاوے ہی پر سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ سواری پر ہی سات بار بیت اللہ کا طواف کیا۔ بیت اللہ کے اردگرد جتنے بت تھے ایک

Marfat.com

ایک کر ماری کی ٹھوکر لگاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل بھاگ ہی جاتا ہے۔

اس سے فارغ ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کو طلب کیا اور ان کے خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید چلی آتی تھی۔ کلید طلب کی۔ دروازہ کھلوایا۔ عین کعبہ کے اندر بہت سے بت تھے۔ جن کو قریش خدا مانتے تھے۔ داخل ہونے سے قبل حکم دیا کہ سب کو نکلوا دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے اندر جا کر سب تصاویر کو مٹا دیا۔ جب بیت اللہ بتوں اور تصاویر سے پاک ہو گیا تو آپؐ حضرت بلالؓ اور حضرت طلحہؓ کے ساتھ اندر داخل ہوتے اور نماز ادا کی۔ پھر کنجی عثمان کو واپس کر دی اور فرمایا کہ یہ ہمیشہ کے لئے تمہارے پاس اور تمہاری نسل میں رہے گی۔

اس کے بعد خانہ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس میں توحید الٰہی اور نسل انسانی کی وحدت کو بیان کیا ہے وہ خطبہ یہ ہے۔

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اس نے بندہ کی مدد کی۔ تمام جتھوں کو تنہا شکست دی۔ ہاں تمام مفاخر سارے انتقامات اور خون بہا میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کا شعبہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

"اے قوم قریش اب جاہلیت کا تکبر اور نسب کا فخر اللہ تعالےٰ نے مٹا دیا ہے۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں۔ اور آدم مٹی سے ہے۔"

پھر قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"اے لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیا کرو۔ لیکن خدا کے نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ خدا جاننے والا اور واقف کار ہے۔" اس کے بعد قریش کے ایک خاص مجمع سے خطاب کیا۔ جن میں وہ بھی شقی القلب موجود تھے جن کی تیغ و سنان نے بے کس مسلمانوں کے خون سے پیاس بجھائی تھی۔ وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو دہکتے ہوئے انگاروں اور تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے۔ وہ بھی کینہ پرور اور کور باطن تھے۔ جنہوں نے سید البشر ؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے۔ سوشل بائیکاٹ کر کے شعب میں مصائب و آلام کی بھٹی میں جھونک دیا تھا وعظ و نصیحت کے وقت پتھر مار مار کر پنڈلیوں کو لہولہان کر دیا تھا جن کی زبانیں طنز اور گالیوں کے سوا کسی اور چیز سے آشنا نہیں۔ اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ غیظ و غضب کی آتش کو بجھانے کے لیے قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا۔ نصرت ایزدی سے بچ کر دوسری جگہ پناہ لینی چاہی تو ان ظالموں نے وہاں بھی تعاقب کیا۔ بار بار حملہ آور ہو کر اسلام اور مدینہ کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی یہ سب مجرم اسی سرزمین پر کھڑے تھے جو آپ کے خون کی پیاسی تھی۔ اگر کوئی اور فاتح ہوتا تو عبرت کے طور پر بہتوں کی گردنیں سر سے الگ کر کے موت کی آغوش میں

Marfat.com

اندھی مینڈ سنادیتا۔ بہتوں سے جبل خانے بھر دیتا۔ لیکن قریش کے دل گواہی دیتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ سلوک نہیں کریں گے۔ جب آپ نے ان کے نادم اور شرمسار چہروں کی طرف دیکھا تو محبت بھرے لہجے میں پوچھا تم کو کچھ معلوم ہے۔ میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ وہ فوراً پکار اٹھے "تو شریف بھائی ہے اور شریف بھائی کا بیٹا ہے" آپ نے جواب سن کر فرمایا "اچھا میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے مجرم بھائیوں کو کہا تھا" آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو" اس رحمۃ للعالمین کے دل میں بنی نوع انسان کے لئے کتنی محبت ہے کہ مجرموں کو بھی ایک لفظ ملامت کا نہیں کہا اور ان سے یہ وعدہ بھی نہیں لیا کہ وہ آئندہ ایسی شرارتیں نہیں کریں گے۔ صرف یہی وسعت قلبی کا ثبوت نہیں دیا۔ کفار نے مہاجرین کی جن جائدادوں پر قبضہ کر لیا ہوا تھا ان کو بھی واپس نہیں مانگا۔ بلکہ مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنی مملوکات سے دستبردار ہو جائیں۔

نماز کا وقت آیا تو حضرت بلالؓ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی، کفار رنگ جیست پھڑک اٹھی عتاب بن اسید۔ نے کہا "خدا نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے اس کو دنیا سے اٹھا لیا۔ (الاصابہ تذکرہ عتاب بن اسید)

آپؐ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور مسلمان ہونے والوں کی بیعت قبول کی۔

مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب :- مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نصرت الٰہی | مسلمانوں کی فتح کا سبب اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی

۲۔ مسلمانوں کی تنظیمی برتری | مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ الہ وسلم کی زیر کمان ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن چکے تھے۔ وہ آنحضرت صلعم کے ہر حکم پر ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اس کے برعکس کفار کی صفوں میں انتشار اور افتراق تھا — مسلمانوں کی اس تنظیمی برتری کی وجہ سے کفار نے شکست کھائی۔

۳۔ سردارانِ قریش کی موت | مختلف جنگوں میں کفار کے بڑے بڑے سردار قتل ہو چکے تھے ان کے قتل کی وجہ سے کفار میں بد دلی اور مایوسی پیدا ہو چکی تھی

۴۔ اعلیٰ سپہ سالاروں کا قبولِ اسلام | کفار کے اعلیٰ پایہ کے سپہ سالار دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جو مسلمانوں کی مضبوطی کا باعث تھے، خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۵۔ معاشی دباؤ | مدینہ کی حکومت نے شام اور عراق جانے والے تجارتی راستوں کی ناکہ بندی کر دی جس کی وجہ سے قریش کی اقتصادی حالت خراب ہو گئی

Marfat.com

۶ - اچانک حملہ فتح مکہ کا فوری سبب لشکر اسلام کا اچانک حملہ ہے۔ اہل مکہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نہ تیاری کر سکے اور نہ حامی قبائل کو جمع کر سکے۔

فتح مکہ کے نتائج واہمیت

۱۔ مکہ سے مدینہ کے خلاف مسلسل حملے ہو رہے تھے جب تک اس شہر پر قبضہ نہ کر لیا جاتا جنگوں کا یہ سلسلہ ختم کرنے میں نہ آ سکتا تھا۔ چنانچہ جب آپ مکہ پر قابض ہو گئے تو اس کے بعد مکہ سے پھر مدینہ پر حملہ نہیں ہوا۔

۲ - مکہ کو عرب میں مرکزیت حاصل تھی۔ خانہ کعبہ کی موجودگی میں تمام عرب اس شہر کو مقدس مرکز سمجھتے تھے یہود اور مشرکین اہل اسلام کو طعنے دیتے تھے کہ اگر تمہارا دین آسانی سچا ہے تو تم کعبہ پر کیوں قابض نہیں ہو جاتے چنانچہ کعبہ پر قبضہ کے بعد یہودیوں اور مشرکین کو پھر یہ طعنے دینے کی نوبت نہ آئی۔

۳ - بہت سے قبائل اسلام قبول کرنے سے اس لیئے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے حلیف تھے ان کے نزدیک اسلام لانا بمنزلہ عہد شکنی تھا۔ جب مکہ فتح ہو گیا۔ قریش کی طاقت ختم ہو گئی تو وہ قبائل جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

۴ - بہت سے قبائل کی رائے تھی کہ مکہ پر وہی قابض ہو گا جس کے ساتھ تائید ایزدی ہو۔ وہ اس بات کے منتظر تھے کہ آیا مسلمان مکہ پر قابض ہوتے یا کہ نہیں۔

۵ - بہت سے قبائل قریش کے مقابلہ میں کمزور تھے۔ اسلام قبول کرنے سے اس وجہ سے رکے ہوئے تھے کہ وہ لوگ قریش کے غصہ کا مرکز بن جائیں گے۔

۶ - فتح مکہ کے بعد جاہلی نظام کی عمارت پیوند خاک ہو گئی اور اسلام کے مذہبی اور سیاسی نظام کو تفوق حاصل ہو گیا۔

۷ - فتح مکہ نے یہ عیاں کر دیا کہ رسول کریم صلعم کے سامنے کوئی بنیادی مقاصد نہیں تھے بلکہ صرف ایک ہی مقصد تھا کہ اللہ کی عبادت اور نیکی کو فروغ ہو۔

۸ - بیت اللہ بتوں کی آلائش سے بالکل پاک ہو گیا۔

۹ - فتح مکہ کے بعد سارا عرب متحد ہو گیا اور اسلام کی صداقت کی کرنیں دوسرے ملکوں کو منور کرنے لگیں البتہ شام اور ایران نے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ خود اس کی لہروں کی نذر ہو گئے۔ ان حملوں نے عربوں میں قوت اور اتحاد پیدا کر دیا اور وہ متحد ہو کر ان عظیم سلطنتوں سے ٹکرا گئے فتح مکہ کا ایک یہ نتیجہ نکلا کہ ملک میں یہودیوں کی اجارہ داری ختم ہو گئی اور انہوں نے عربوں کو جس معاشی لوٹ کھسوٹ کا شکار بنایا ہوا تھا اس کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۰ - مکہ پہنچ کر باقی علاقوں میں شورشوں کا خاتمہ آسانی سے ممکن ہو گیا تبوک اور موتہ میں ان رہے سہے قبائل

Marfat.com

ان کی سرکشی کو ختم کر دیا جو ابھی تک اسلام کے خلاف سازشوں میں شریک تھے اور مسلمانوں کے خلاف ناپاک منصوبے بنانے میں مصروف تھے۔ ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد اب جزیرہ نمائے عرب میں مسلمانوں کا کوئی مخالف باقی نہیں رہ گیا تھا۔

۱۱۔ فتح کے بعد رسول کریم صلعم نے تبلیغ دین کا کام نہایت تیزی سے شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں اردگرد کے ملکوں میں اسلام کا چرچا عام ہونے لگا اور بڑے بڑے خاندان دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

۱۲۔ فتح مکہ سے مسلمانوں کے لئے سیاسی، تجارتی اور مذہبی میدان میں کامیابی کے راستے کھل گئے۔

۱۳۔ فتح مکہ تاریخ اسلام میں ایک شاندار انقلاب کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ اس معرکہ میں صرف تین مسلمان شہید ہوئے اور اٹھارہ کفار ہلاک ہوئے لیکن اس جانی نقصان کے مقابلہ میں جو عظیم فتح حاصل ہوئی اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

۱۴۔ کافر اور مشرک گروہ اگر اسلامی حکومت کا حلیف بننا چاہے تو بہ تقاضائے مسلم مفاد اس کو حلیف بنایا جا سکتا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ حلیف کے مال اور اس کی جان و آبرو سب کو اپنے جان، مال، آبرو کی طرح سمجھے۔

۱۵۔ اگر کسی نے دنیوی بادشاہ اور نبی الرحمۃ کے درمیان فرق معلوم کرنا ہو تو فتح مکہ اس کے لئے ایک واضح دلیل ہے۔ تاریخ سے یہ بات واضح ہے کہ جب کسی دنیوی بادشاہ نے کسی علاقہ کو بزور شمشیر فتح کیا تو اپنے دشمنوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ لیکن رحمۃ للعالمین جب اپنے دشمنوں پر غالب آتے ہیں تو ان کے سنگین جرائم کے باوجود سب دشمنوں کو معاف کر دیا۔

۱۶۔ مسلمان جب کسی غیر مسلم طاقت سے معاہدہ کریں تو جس مدت کے لئے معاہدہ ہوا ہے اس مدت کو پورا کریں اور معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کریں ہاں اگر معاہد خلاف ورزی کریں تو پھر مسلمان بری الذمہ ہیں بلکہ بعض حالات میں تو معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والی طاقت کا استیصال امن کی خاطر ضروری ہے۔

غزوہ حنین

شوال ۸ھ ۶۳۰ء

جنگ کے وجوہ

۱۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو تمام قبائل نے رسول کریم صلعم کو سچا نبی مان کر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا لیکن ہوازن اور ثقیف کے قبائل نے سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دے دیں تو اہل مکہ کے جس قدر باغات و جاگیرات طائف میں ہیں وہ بلا روک ٹوک ہمارے ہو جائیں گے۔

۲۔ ان کو خیال تھا کہ مسلمان فتح مکہ کے بعد ان پر حملہ کر کے ان کی ریاست اور امتیاز کو ختم کر دیں گے چنانچہ

Marfat.com

ان کے رئیس مالک بن عوف نے ثقیف اور ہوازن کی تمام شاخوں کو جنگ پر آمادہ کیا۔ تاہم کعب اور ب الگ رہے۔ قبیلہ جشم کے کہنہ مشق درید بن الصمۃ کو بھی بحیثیت مشیر کے ساتھ لے لیا گیا۔ اس کی عمر وقت سو برس سے زیادہ ہو چکی تھی۔

ںنا ت کی تیاری

رسول کریم صلعم کو ان واقعات کا علم ہوا تو آپ نے تصدیق کے لئے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد کو بھیجا انہوں نے دشمن کی فوج میں کئی دن تک رہ کر ۔۔ت معلوم کئے۔ پھر مکہ واپس آئے تو آپ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ آپ نے مجبوراً مقابلہ کی تیاری شروع کی۔ عبداللہ بن ربیعہ سے تیس ہزار درہم قرض لئے۔ صفوان بن امیہ سے اسلحہ جنگ مستعار لیا اس نے سو زرہیں پیش کیں اور ساتھ ہی بقدر کفایت ہتھیار بھی مہیا کئے۔

شوال ۸ھ میں اسلامی لشکر جس کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ پورے ساز و سامان کے ساتھ حنین کی طرف بڑھا۔ اتنی تعداد اور اسلحہ کی وجہ سے بعض صحابہ کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ الفاظ پسند نہ آئے۔ اب اللہ تعالےٰ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی فتوحات محض اس کی نصرت اور فضل سے تھیں۔ آغاز جنگ میں مسلمانوں کو پسپائی سے دوچار ہونا پڑا۔

حنین کی لڑائی جبل اوطاس کے دروں اور پرپیچ وادیوں کے قریب ہوئی تھی۔ دشمن لشکر اسلام کے آنے کی خبر سن کر پہاڑ کے دروں میں چھپ گیا تھا۔ جونہی مسلمان پیچیدہ گزرگاہوں میں ہو کر نشیب کی طرف اترے۔ اچانک لشکر کفار نے کمین گاہوں سے نکل نکل کر تیر اندازی شروع کر دی۔ اس غیر متوقع حملہ نے مسلمانوں کو سراسیمہ اور حواس باختہ کر دیا۔ دو ہزار طلقا نے مکہ سب سے پہلے میدان چھوڑ کر بھاگے ان کو دیکھ کر مسلمانوں میں بے ترتیبی اور پسپائی کی صورت پیدا ہو گئی۔

رسول کریم صلعم صرف چند صحابہ کے ساتھ میدان جنگ میں رہ گئے اور فرما رہے تھے میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ آپ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو۔ انہوں نے آواز دی۔ اے انصار کے گروہ اے بیعت رضوان والو۔ جونہی یہ پکار اسلامی لشکر نے سنی۔ دفعتاً آواز کی طرف پلٹے آئے۔ ایسا سخت حملہ کیا کہ لڑائی کا رنگ ہی بدل گیا۔ بنو ہوازن کے میدان جنگ میں بہت سے آدمی مارے گئے۔ باقی بھاگ گئے۔ ثقیف کی ایک شاخ بنو مالک نے تھوڑی دیر میدان کارزار گرم رکھا۔ آخر ستر آدمیوں کو میدان جنگ میں چھوڑ کر فرار کی راہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے ان کا علمبردار عثمان بن عبداللہ بھی مارا گیا۔

مال غنیمت میں چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار قیدی تھے۔

عارضی پسپائی کے اسباب

ا۔ مقدمۃ الجیش جو حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں تھا زیادہ تر فتح مکہ کے نو مسلم نوجوان تھے۔ وہ نخوت اور غرور

Marfat.com

میں اسلحہ جنگ . . . پہن کر نہیں تھے۔

۲۔ لشکر میں دو ہزار ایسے لوگ تھے جن کے دلوں میں اسلام راسخ نہیں ہوا تھا۔ جب ان کے پاؤں اکھڑ گئے تو ہاتھ صحابہ میں بے ترتیبی پیدا ہو گئی۔

۳۔ کفار نے میدان جنگ میں پہلے پہنچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا اور تیر انداز کمین گاہوں میں چھپ گئے تھے۔ جب اسلامی لشکر میدان جنگ میں اترا تو تیر اندازوں نے اچانک تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔

۴۔ اس جنگ میں بعض لوگ محض اس لئے شریک ہوئے تھے کہ مستدن کر عین جنگ میں دھوکہ دیں اگر موقع ملے تو آنحضرت کو قتل کر دیں۔

غزوہ اوطاس

درید بن الصمہ کئی ہزار کی جمعیت لے کر اوطاس آیا۔ حضرت رسول کریم صلعم نے ابو عامر اشعری کو تھوڑی سی فوج دے کر بھیجا۔ محصورین نے مقابلہ کیا۔ ابو عامر اشعری شہید ہو گئے۔ ان کے بعد ابو موسے اشعری نے علم سنبھالا۔ جلد ہی درید قتل ہو گیا اور دشمن شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ بے شمار قیدی ہاتھ آئے۔

محاصرہ طائف

حنین کی بقیہ شکست خوردہ فوج طائف میں جا کر محصور ہو گئی۔ سال بھر کا رسد کا سامان جمع کر لیا۔ چاروں طرف منجنیق اور تیر انداز متعین ہوئے۔ رسول کریم صلعم خود طائف کی طرف بڑھے۔ حضرت خالد بن ولید کو مقدمۃ الجیش کے طور پر پہلے روانہ کر دیا گیا۔ غرض محاصرہ ہوا یہ پہلا موقعہ تھا کہ رسول کریم صلعم نے منجنیق۔ دبابے اور اسی طرح قلعہ شکن آلات استعمال فرمائے پھر معاشی دباؤ ڈالنے کے لئے بیرون قلعہ ان کے باغات کو تباہ کرنے کی دھمکی دی۔ لیکن اہل طائف کی درخواست پر باغوں کی مزید قطع و برید روک دی گئی۔

آپ نے ایک تدبیر اختیار کی۔ وہ یہ کہ ایک اعلان کرا دیا کہ دشمن کے ملک سے جو غلام بھاگ کر آئے گا اور اسلام قبول کرے گا۔ وہ آزاد سمجھا جائے گا۔ اس اعلان کا بہت فائدہ ہوا۔

ایک اور انتظام کیا وہ یہ کہ فصیل کے اطراف میں کانٹے بکھیر دیئے گئے۔

اہل طائف نے وہاں پر لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں اور شدت سے تیروں کی بوچھاڑ کی چنانچہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ بیس دن تک محاصرہ جاری رہا لیکن شہر فتح نہ ہوا۔

رسول کریم صلعم نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر مشورہ لیا۔ انہوں نے کہا۔ لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے اگر کوشش جاری رہی تو پکڑی جائے گی لیکن چھوڑ دی گئی تو بھی کوئی نقصان نہیں۔

رسول کریم صلعم نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم دیا۔

Marfat.com

تقسیم مالِ غنیمت محاصرہ اٹھا کر آپ جعرانہ تشریف لائے اور مالِ غنیمت کی تقسیم کی۔ مالِ غنیمت کے پانچ حصّے کئے، چار حصّے حسب قاعدہ فوج میں تقسیم کئے گئے۔ خمس بیت المال اور غرباء و مساکین کے لئے رکھا۔

اس تقسیم میں نو مسلموں کو پرانے صحابہ کی نسبت زیادہ حصّہ ملا۔ ابوسفیان اور ان کے خاندان کو تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ چاندی۔ حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ نضیر بن حارث بن کلدہ کو ایک سو اونٹ۔ صفوان بن امیہ کو ایک سو اونٹ قیس بن عدی کو سو اونٹ سہیل بن عمرو کو سو اونٹ حویطب بن عبدالعزیٰ کو سو اونٹ دیئے گئے۔

عام مسلمانوں کے حصّہ میں پیادہ کو فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں اور سوار کو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں آئیں۔

انصار میں سے بعض نوجوانوں کو یہ تقسیم پسند نہ آئی تو وہ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ رسولِ کریم صلعم کو علم ہوا تو انصار کو طلب فرمایا اور ایک خطبہ دیا۔ آخر میں آپ نے یہ الفاظ کہے۔

"اے انصار! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ اپنے گھروں کو اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر اپنے گھر جاؤ" انصار بے اختیار چیخ اٹھے کہ "ہم کو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہیں۔" ان کا یہ حال تھا کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہو گئیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ قبیلہ ہوازن اور ثقیف کا ایک وفد رسولِ کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ — اور انہوں نے رحم کی درخواست پیش کی اور کہا آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتی تھیں۔

رئیس قبیلہ ثقیف نے کھڑے ہو کر رسولِ کریم صلعم سے خطاب کر کے تقریر کی "ان اسیروں میں بعض عورتیں آپ کی پھوپھیاں ہیں بعض آپ کی خالائیں۔ خدا کی قسم! اگر سلاطین عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں اور آپ سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہیں"

حضور نے فرمایا کہ میں خود تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ اسی انتظار میں تقریباً دو ہفتے ہو گئے کہ مالِ غنیمت تقسیم نہ کیا گیا آپ نے فرمایا کہ "میں خاندان عبدالمطلب کے قیدیوں کو بلا معاوضہ آزاد کرتا ہوں" (بخاری)

لیکن عام رہائی کی یہ تدبیر بتائی کہ "نماز کے بعد سب کے سامنے یہ درخواست کرو" چنانچہ نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے یہ درخواست پیش کی کہ آپ نے فرمایا "مجھ کو صرف اپنے خاندان کے حصہ پر اختیار ہے لیکن تمام مسلمانوں سے ان اسیروں کی رہائی کی سفارش کرتا ہوں" تمام مسلمان بول اٹھے ہمارا حصہ بھی حاضر ہے۔ اس طرح چھ ہزار جنگی قیدی ایک لمحہ میں آزاد ہو گئے۔

Marfat.com

دشمن کے جنگی تیاریوں سے ایسا نیک سلوک اور تحمل برتاؤ کا واقعہ تاریخ عالم پیش کرنے سے عاجز ہے۔

غزوہ تبوک یا جیش عسرت

(رجب سنہ ۹ھ بمطابق سنہ ۶۳۱ء)

جب ملک عرب میں چاروں طرف اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو سلطنت روما نے اس ترقی کو حسد کی نظر سے دیکھا۔ پہلی لڑائی موتہ کے مقام پر ہوئی۔ جس میں رومیوں کے لشکر جرار نے شکست کھائی اس ہزیمت کا انتقام لینے کے لیے قیصر روم نے غسانی خاندان کو جو شام میں رومیوں کے زیر اثر حکومت کر رہا تھا اس مہم پر متعین کیا۔

شام سے قبطی سوداگر مدینہ آئے انہوں نے خبر دی کہ قیصر نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے لشکر گراں جمع کیا ہے اور فوج میں سال بھر کی تنخواہیں تقسیم کر دی ہیں اس فوج میں لخم، جذام اور غسان کے تمام عرب شامل ہیں۔ رسول کریم صلعم نے خیال کیا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت دور سرحد پہ ہونی چاہیئے تاکہ اندرون ملک امن کی فضا مکدر نہ ہو۔ اس بنا پر رسول کریم صلعم نے فوج کی تیاری کا حکم دے دیا مگر کئی ایک موانع اور رکاوٹیں تھیں۔ سفر لمبا تھا۔ شدت کی گرمی تھی۔ فصل پکی ہوئی تھی اور کاٹنے کا موسم تھا اس وجہ سے یہ وقت سخت آزمائش کا تھا۔

قرآن مجید نے سورۃ التوبہ میں "ساعت" "مشکل گھڑی" کہا ہے مگر رسول کریم صلعم کا ارشاد جاں نثاران اسلام پر اثر کئے بغیر کیسے رہ سکتا تھا۔

منافق رسول کریم صلعم کی خدمت میں آتے عذر تراشتے اور مدینہ میں رہنے کی اجازت طلب کرتے آپ کی عادت تھی کہ جب آپ کے سامنے کوئی عذر کرتا تو انکار نہ کرتے تھے اس کے علاوہ دوسروں کے حوصلے پست کرنے کے لئے منافق یہ کہتے یعنی گرمی میں نہ نکلو۔ ایک سویلم نام یہودی کے گھر میں منافق جمع ہوتے اور لوگوں کو لڑائی میں شمولیت سے روکنے کی تدابیر سوچتے۔

مالی اعانت سفر لمبا تھا مسلمان بے سروسامان تھے۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلعم نے امراء سے اپیل کی کہ غریب و نادار مجاہدین کی مدد کریں۔ صحابہ میں سے حضرت عثمان رضؓ نے ۹۰۰ سو اونٹ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار چندہ میں دیئے ان کو مجہز جیش العسرۃ کا خطاب ملا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چالیس ہزار درہم دیئے۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے اپنے گھر کا تمام اثاثہ لا کر رسول کریم صلعم کی خدمت میں پیش کر دیا اور کہا کہ اہل و عیال کو خدا کے سپرد کر آیا ہوں حضرت عمر رضؓ نے گھر کا نصف مال و اسباب آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت ابوعقیل انصاری رضؓ نے دو سیر چھوہارے لا کر

Marfat.com

بیٹھ گئے اور کہا "رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہارے مزدوری میں کمائے ہیں۔ ان میں سے دو سیر بیوی کے لئے چھوڑ آیا ہوں اور دو سیر آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ "ان چھوہاروں کو جمع شدہ سامان پر بکھیر دو"۔

رسول کریم تیس ہزار کا لشکر لے کر رجب ۹ھ کو مدینہ سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے اس لشکر میں دس ہزار سوار تھے۔

تبوک ایک مشہور مقام ہے جو مدینہ اور دمشق کے وسط میں نصف راہ پر مدینہ سے چودہ منزل پر ہے لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ ۱۸ مجاہدین کے لئے ایک اونٹ مقرر تھا۔ رسد کے نہ ہونے کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانے پڑتے تھے جس سے ہونٹ متورم ہو گئے بعض جگہ پانی میسر نہ آیا تو اونٹوں کو ذبح کر کے ان کی امعاء کا پانی استعمال کیا۔

اس موقعہ پر حضرت علیؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا لیکن منافقین کے طعنے دینے کی وجہ سے راستہ میں ہی اسلامی فوج سے جا ملے۔

تبوک پہنچ کر آپ نے ڈیرہ ڈال دیا۔ حالات کا جائزہ لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے جرار لشکر کو دیکھ کر غسان۔ جذام اور لخم وغیرہ قبائل کے حوصلے پست ہو گئے اور قیصر روم نے حالات تذبذب میں مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کا کوئی فیصلہ نہ کیا۔ غرض آپ نے سرحد کو امن میں پایا۔

اس اثناء میں ایلہ کے سردار یوحنا رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا منظور کیا۔ جرباء اور اذرح کے عیسائی آئے اور انہوں نے بھی جزیہ ادا کرنے کا اقرار کیا اور آپ نے صلح نامہ لکھ دیا۔

دومۃ الجندل کا سردار اکیدر کے مقابلہ کے لئے حضرت خالد بن ولید کو چار سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ بھیجا۔ حضرت خالدؓ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس شرط پر رہائی دی کہ خود رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر شرائط صلح پیش کرے۔ چنانچہ وہ مدینہ آیا۔ آپ نے اس کو امان دی۔

تبوک میں بیس دن قیام کر کے واپس تشریف لائے۔

دوسرے اہم واقعات وفود کا سال

۱۔ اسی سال تبوک کی مہم سے واپس آنے کے بعد آپ نے منافقین کی سازش گاہ جس کا نام مسجد ضرار تھا مسمار کرنے کا حکم دیا۔

۲۔ اسی سال مسلمانوں نے اسلام کے زیر اہتمام حج کیا۔ اس حج کے امیر حضرت ابوبکرؓ تھے۔ اور نقیب حضرت علیؓ۔ حضرت علیؓ نے رسول کریم صلعم کا یہ اعلان پڑھ کر سنایا کہ اب کوئی مشرک کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اور نہ کوئی برہنہ طواف کر سکے گا اور سورہ توبہ کی آیات تلاوت کیں۔

۳۔ اسی سال رسول کریم صلعم کی خدمت میں متعدد وفود آئے۔ اس سال کو عام الوفود کہا جاتا ہے۔ چند وفود کا حال درج ذیل ہے۔

Marfat.com

۱۔ وفد ثقیف اس وفد میں سے سب سے پہلا شخص عروہ بن مسعود ثقفی دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ واپس جاکر تبلیغ اسلام کی اور اسے تیروں سے شہید کر دیا گیا۔ پھر عبد یالیل کی سرکردگی میں وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو کر واپس وطن چلا گیا۔ اس وفد میں چھ سردار اور بیس رومی تھے۔

۲۔ وفد عبدالقیس اس کا سردار جارود بن معلیٰ تھا۔ اس کے ساتھ جارود بن العلا نصرانی بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ نیز ان کے ساتھ سب لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

۳۔ وفد بنی حنیفہ بنو حنیفہ کا وفد رسول کریم صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس کا سردار ثمامہ بن اثال تھا جس کی کوشش سے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اس وفد کے تمام لوگ سوائے مسیلمہ کذاب کے مسلمان ہو گئے۔

۴۔ وفد طے قبیلہ طے کا وفد جس کا سردار زید الخیل تھا اس کا نام رسول کریم نے زید الخیر رکھ دیا تھا یہ سب لوگ حضور کی گفتگو سننے کے بعد حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

۵۔ وفد اشعریین یمن کا ایک نہایت معزز قبیلہ اشعر یہ تھا حضرت ابو موسیٰ اشعری اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور وفد کے لوگ جب مدینہ میں داخل ہوئے تو کہہ رہے تھے "کل اپنے دوستوں یعنی محمد اور ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

۶۔ وفد ازد یہ وفد سات افراد پر مشتمل تھا۔ ان لوگوں نے رسول کریم صلعم کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔

۷۔ وفد ہمدان حضرت علیؓ کے ہاتھ پر ایمان لانے کے بعد رسول کریم صلعم کی زیارت کرنے کے لئے یہ وفد مدینہ آیا۔

۸۔ بنی اسد یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا اس وفد میں طلحہ بن خویلد بھی تھا۔ جس نے بعد میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔

۹۔ وفد بنی فزارہ یہ وفد دس پندرہ افراد پر مشتمل تھا۔ ان کے لئے آپ نے دعا فرمائی۔

۱۰۔ وفد نجران یہ وفد پادریوں پر مشتمل تھا۔ ان کی تعداد ستر کے قریب تھی۔ اس کے سردار عبدالمسیح اور عبدالحارث تھے جو بنی کندہ اور بنی حارث میں سے تھے یہ مباحثہ کے لئے آئے تھے

ان وفود کے علاوہ بنو تمیم، بنو عامر، بنو زبید، سعد بن بکر اشجع، بنو سعد، بنو کلاب، بنو عذرہ، بنو ع[illegible]، سلامان، مہرہ، وفد بجیلہ، وائل اور اشعث (حضرموت)، وفد تجیب، وفد خولان، وفد [illegible] مزینہ، وفد بنی الحارث، تمیرہ وغیرہ کے وفود حضور صلی اللہ علیہ [illegible] خدمت میں حاضر [illegible]۔

Marfat.com

ابن اسحاق نے صرف پندرہ وفود کا حال لکھا ہے۔

ابن سعد نے ستر وفود کا لیکن مصنف سیرت شامی نے ایک سو چار وفود کا تذکرہ کیا۔ حافظ ابن قیم نے نہایت تحقیق اور احتیاط کے ساتھ ان میں سے صرف ۳۴ وفود کا حال لکھا ہے۔

حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ

ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ میں اعلان ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اس اعلان کے بعد تمام اکناف عرب سے انبوہ در انبوہ لوگ مدینہ میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ ۲۶ ذیقعدہ کو آپ نے غسل فرمایا نماز ظہر کے بعد مدینہ منورہ سے باہر نکلے اور تمام ازواج مطہرات کو ساتھ جانے کا حکم دیا۔ جب ذوالحلیفہ پہنچے جو مدینہ کی میقات ہے۔ وہاں رات گزاری۔ دوسرے دن غسل فرمایا۔ اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کی پھر احرام باندھا یہیں سے تلبیہ کرنی شروع کی۔ جب یہ مقدس اور پاک باز قافلہ احرام کے ساتھ مکہ کی طرف چل پڑا تو راستہ میں ہر قبیلہ کے لوگ شامل ہوتے جاتے تھے۔ مکہ کے قریب سرف پہنچ کر غسل فرمایا۔ ذوالحجہ کی چار تاریخ اتوار کے روز مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ کعبے کا طواف کیا مقام ابراہیم میں نماز ادا کی پھر صفا پر تشریف لے گئے۔ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے یہ الفاظ کہے۔

اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے لئے سلطنت ہے اور اس کے لئے حمد ہے۔ وہی زندہ رکھتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ وہ تمام چیزوں پر قادر ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہ اکیلا خدا جس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اکیلے تمام قبائل کو شکست دی۔

پھر صفا سے اتر کر مروہ پر تشریف لے گئے۔ صفا اور مروہ کی سعی اور طواف سے فارغ ہو کر جن لوگوں کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے۔ انہیں احرام کھولنے کا حکم دیا۔ آپ کے پاس بھی قربانی کا جانور تھا۔ اس وجہ سے آپ نے احرام نہ کھولا۔

ذی الحج کی آٹھویں تاریخ کو آپ تمام حاجیوں کے ساتھ منیٰ میں گئے ظہر، عصر، مغرب، عشاء، صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا کیں۔ ۹ ذی الحج کو نماز فجر کے بعد میدان عرفات میں تشریف لے آئے یہاں ناقہ پر سوار ہو کر آخری خطبہ دیا جو اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ خطبے کے اس خطاب کو انسانیت کا منشور اعظم کہا جا سکتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

خطبۃ الوداع

تمام تعریفیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں ہم اسی کی حمد کرتے ہیں۔ اس سے ہم مدد طلب کرتے ہیں اسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اسی کے حضور توبہ کرتے ہیں ہم اپنے دلوں کی فتنہ انگیزیوں اور اپنے اعمال کی برائیوں کے مقابلہ میں اسی کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے خدا سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے اسے کوئی بھی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ

Marfat.com

ہدایت کی توفیق نہ دے اسے کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا "

توحید اور رسالت

اور میں اعلان کرتا ہوں اس حقیقت کا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اعلان کرتا ہوں اس حقیقت کا کہ محمد اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

اللہ کے بندو! میں تم کو اسی کی عبادت کی نصیحت کرتا ہوں اور ترغیب دلاتا ہوں میں آغاز کلام اس بات سے کرتا ہوں جو باعث خیر ہے۔

اس (تمہید) کے بعد (میں کہتا ہوں) اے لوگو! میری باتیں غور سے سنو میں تم کو وضاحت سے بتاتا ہوں کیونکہ میں ایسا نہیں سمجھتا کہ اس سال کے بعد تم سے اس مقام پر ملاقات کر سکوں۔

جان و مال اور آبرو کا احترام

اے لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال (باہم دگر) حرام کر دیئے گئے ہیں تاکہ تم اپنے رب کے حضور جا کر پیش ہو جاؤ۔ جیسے کہ تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں تمہارا یہ دن حرام ہے۔

تم آگاہ رہو کہ میں نے بات پہنچا دی! اے اللہ! تو خود بھی گواہ رہو!

امانت کی ادائیگی

جس کسی کے قبضے میں کوئی امانت ہے تو اسے اس کے مالک کو ادا کر دے۔

سود کی حرمت

دور جاہلیت کا سود کالعدم کر دیا گیا ہے البتہ تمہارے لئے راس المال پر حق ہو گا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ کوئی سود نہ رہنے پائے۔ سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات کو کالعدم کرتا ہوں۔

دورِ جاہلیت کا خاتمہ

دورِ جاہلیت کے تمام خونوں کے مطالبات قصاص منسوخ کر دیئے گئے ہیں اور سب سے پہلے میں عامر بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے خون کا مطالبہ ساقط کرتا ہوں۔

دورِ جاہلیت کے تمام اعزازات و مناصب کالعدم کئے جاتے ہیں۔ سوائے سدانہ (کعبہ کی دیکھ بھال کرنے کا منصب) اور سقایہ (حاجیوں کے لئے شعبۂ آب رسانی) کے قتل عمد کا قصاص لیا جائے گا شبہ قتل عمد جو پتھر یا لاٹھی کی ضرب سے وقوع میں آئے اس کی دیت سو اونٹ مقرر کی جاتی ہے جو شخص اس میں اضافہ کرے گا۔ سو وہ اہل جاہلیت میں شمار ہو گا۔

اے لوگو!

شیطان اس بات سے تو ناامید ہو گیا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین پر اس کی عبادت کی

Marfat.com

جائے لیکن وہ اس پر بھی خوش ہو گا کہ اس کے علاوہ ان دوسرے گناہوں میں اس کی اطاعت کی جائے جن کو کہ تم ہلکا سمجھتے ہو۔

حرام مہینوں کا تعین

اے لوگو! مہینوں (یعنی حرام مہینوں) کا اول بدل کفر کے طرز عمل میں اضافہ ہے اور اس کے ذریعے سے کفار مزید گمراہی میں پڑتے ہیں۔ یعنی وہ ایک وقت تو کسی مہینے کو حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے وقت اسی مہینے کو حرام قرار دے دیا جاتا ہے تاکہ وہ آگے پیچھے کر کے خدا کے حرام کردہ مہینوں کی فقط گنتی پوری کر دیں۔

یقیناً آج زمانہ اسی حالت میں آ گیا ہے جو اس وقت بھی تھا۔ جبکہ خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ یعنی اللہ کی بارگاہ میں مہینوں کی تعداد قطعی طور پر بارہ ہے اور جب سے اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ یہ تعداد اس کی کتاب (نوشتۂ تقدیر) میں اسی طرح ثبت ہے۔ ان میں چار مہینے حرام ہیں تین متواتر یعنی ذی قعدہ ذوالحجہ اور محرم اور ایک اکیلا یعنی رجب جو جمادی الاخر اور شعبان کے درمیان ہے

آگاہ رہو! کہ میں نے بات پہنچا دی ہے اور اے اللہ تو بھی گواہ رہنا!

خواتین کے حقوق

اے لوگو! تمہاری خواتین کو تمہارے مقابلے میں کچھ حقوق دیئے گئے ہیں اور تمہیں بھی ان کے مقابلے میں حقوق دیئے گئے ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ وہ تمہاری خوابگاہوں میں تمہارے علاوہ کسی کو نہ آنے دیں۔ اور کسی ایسے شخص کو (گھر میں) تمہاری اجازت کے بغیر داخل نہ ہونے دیں جس کا داخل ہونا تمہیں پسند نہ ہو۔ کسی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں۔ اگر وہ کوئی ایسی بات کریں تو تم کو اللہ نے اجازت دی ہے کہ (ان کی اصلاح کے لئے) ان کو جدا کر سکتے ہو خوابگاہوں سے الگ کر سکتے ہو۔ اور علاوہ ازیں ایسی بدنی سزا دے سکتے ہو۔ جو نشان ڈالنے والی نہ ہو پھر اگر وہ باز آ جائیں اور تمہاری اطاعت میں چلیں تو قاعدے کے مطابق ان کا نان نفقہ تمہارے ذمہ ہے یقیناً خواتین تمہارے زیر نگین ہیں جو اپنے لئے بذات خود کچھ نہیں کر سکتیں۔ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر اپنی رفاقت میں رکھا ہے اور ان کے جسموں کو اللہ ہی کے قانون کے تحت اپنے تصرف میں لیا ہے سو خواتین کے معاملے میں خدا سے ڈرو اور بھلے طریق سے ان کی تربیت کرو۔

آگاہ رہو کہ میں نے بات پہنچا دی۔ اے اللہ تو خود بھی گواہ رہنا۔

مساوات

اے لوگو! مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لئے اس کے بھائی کا مال (لینا) اس کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں۔ آگاہ رہو کہ میں نے بات پہنچا دی! اے اللہ تو خود بھی گواہ رہیو!

سو میرے بعد کہیں (اس اخوت کو ترک کر کے) پھر کافرانہ ڈھنگ اختیار کر کے ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنے لگنا۔

Marfat.com

میں تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک تم اس پر کاربند ہو گے کبھی راہِ راست سے نہ ہٹو گے۔ وہ ہے اللہ کی کتاب اور سنت۔

عالمگیر مساوات اور نسلی امتیاز کا خاتمہ

اے لوگو! تمہارا رب ایک ہی ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہی ہے۔ ہاں عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔

آگاہ رہو کہ میں نے بات پہنچا دی! اے اللہ تو خود بھی گواہ رہیو۔

اور تم لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو اب بتاؤ۔ تم کیا کہو گے۔

لوگوں نے پکار کر کہا، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا۔ امت کو نصیحت کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ حقیقت سے سارے پردے اٹھا دیئے ہیں اور امانت الٰہی کو کما حقہ ہم تک پہنچا دیا ہے پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اے اللہ! تو گواہ رہیو! اے اللہ! تو گواہ رہیو! اے اللہ! گواہ رہیو!"

میراث کا تعین

جو لوگ یہاں موجود ہیں۔ وہ یہ باتیں غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں، ممکن ہے بعض سامعین کے مقابلے میں بعض غیر حاضر لوگ ان باتوں کو زیادہ اچھی طرح یاد رکھیں اور ان کی حفاظت کریں۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے میراث میں سے ہر وارث کے لئے ثابت کردہ حصہ مقرر کیا ہے اور ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔"

بچہ اس کا جس کے بستر پر (نکاح میں) تولد ہوا اور بدکار کے لئے پتھر۔ جس نے اپنے باپ کی بجائے کسی دوسرے کو باپ قرار دیا جس غلام نے اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کو آقا ظاہر کیا تو ایسے شخص پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے۔ اس کے لئے قیامت کے دن کوئی عوض یا بدلہ نہ رکھا جائے گا۔

اطاعت امیر

اگر کوئی حبشی بینی بریدہ غلام بھی تمہارا امیر ہو اور تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرو۔

جنت کی راہ

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی نبی آئے گا نہ کوئی نئی امت پیدا ہو گی۔ خوب سن لو۔ اپنے رب کی عبادت کرو پانچوں وقت نماز پڑھو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی دو، خانہ کعبہ کا حج کرو، اپنے حاکموں کے فرمانبردار رہو۔ اس کی جزا یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

Marfat.com

دین کی تکمیل عرفات کے میدان میں یہ آیت نازل ہوئی "آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لئے اس کا دین ہونا پسند فرمایا"۔ صحیح مسلم میں ہے کہ یہ خطبہ بہت طویل تھا۔ جس صحابی کو جو فقرہ یاد رہ گیا اس نے وہ نقل کر دیا۔

خطبہ کی اہمیت ماضی اور حال میں ہر مفکر اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ دنیا میں عدم توازن اور بدامنی درن انسانی حقوق متعین نہ کرنے کی وجہ سے ہوئی ہے اس وجہ سے ہر مفکر نے اپنی ذہنی استعدادوں کو بروئے کار لا کر انسانی حقوق کا چارٹر مرتب کیا ہے دور حاضر میں انسانی حقوق کے شعور کے ارتقا کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان میں کنگ جان نے ۱۲۱۵ء میں میگنا کارٹا جاری کیا تھا، وہ درحقیقت امراء کے دباؤ کی وجہ سے مرتب کیا گیا تھا۔ وہ صرف بادشاہ اور امراء کے درمیان ایک قرار داد تھی اس میں امراء کے حقوق کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ عوام الناس کے حقوق کی اس میں نشاندہی نہ کی گئی تھی۔

ٹام پین نے حقوق انسانی پر ۱۷۹۱ء میں ایک پمفلٹ مرتب کیا۔ ۱۷۸۹ء میں انقلاب فرانس کے عہد میں منشور حقوق انسانی مرتب ہوا گویا کانفرنس میں امریکی ریاستوں نے انسانی حقوق ورجینیا کا ایک منشور مرتب کیا۔ مجلس اقوام متحدہ نے بنیادی حقوق انسانیت کی نشاندہی کے لئے ایک کمشن قائم کیا اس بورڈ نے ساری دنیا کے مفکرین سے مشورہ کے بعد اپنی سفارشات مرتب کیں۔ ان سفارشات کو تمام اقوام عالم کی نمائندہ جماعت یو این نے بڑے غور و خوض کے بعد ۱۹۴۸ء میں وہ چارٹر شائع کیا جسے منشور حقوق انسانیت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس چارٹر کی تیس دفعات ہیں ان میں سے صرف بارہ ایسی دفعات ہیں جو انسانی حقوق کے اصول بیان کرتی ہیں۔ ان میں سے پانچ ایسی ضروری دفعات ہیں جن کا ذکر کرنا مناسب ہے

دفعہ ۱۔ انسان آزاد پیدا کیا گیا ہے اور اپنے رتبہ اور حقوق میں مساوی ہے۔

دفعہ ۲۔ ہر انسان کو وہ آزادیاں اور حقوق مکمل طور پر حاصل ہیں جو اس اعلان میں بیان کئے گئے ہیں، مذہب، رنگ، نسل، جنس، زبان، نسبت جائیداد یا رتبہ کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جائے گا۔

دفعہ ۳۔ ہر شخص کو زندہ رہنے اور آزادی اور حفاظت کا حق حاصل ہے۔

دفعہ ۴۔ کسی کو غلامی میں نہیں رکھا جائے گا، ہر قسم کی غلامی اور غلاموں کی تجارت ممنوع ہے۔

دفعہ ۵۔ کسی شخص کو اذیت نہیں دی جائے گی نہ اس کے ساتھ بے رحمی کا یا ظالمانہ سلوک کیا جائے گا نہ کوئی ایسی سزا دی جائے گی۔ یہ وہ منشور ہے جسے دور حاضر کے تمام مدبرین نے مل کر مرتب کیا اور اس منشور کا عملی پہلو بہت تاریک تھا اقوام متحدہ اس منشور پر عمل نہیں کرا سکی ہر ملک میں انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے

Marfat.com

پیش کیا تھا۔ دور حاضر کے مدبر مل کر بھی اس سے بہتر
موقع پر انسانی حقوق کا چارٹر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ دور حاضر کے مدبر مل کر بھی اس سے بہتر
اتیار نہیں کر سکے۔ اسلامی چارٹر کی سب سے بڑی خوبی یہ بھی ہے اس کے پیش کرنے والے انسان
نے منشور کی ہر دفعہ پر فوری عمل کر کے دنیا کے سامنے عملی نمونہ پیش کیا تھا۔ اسلامی چارٹر دو حصوں
پر مشتمل ہے۔ حقوق اللہ، حقوق العباد، کیونکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد لازم ملزوم ہیں
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے توحید الٰہی کو بیان کیا ہے کیونکہ اسلام کے پورے
اعتقادی اور عملی نظام کی اساس توحید الٰہی پر ہے۔ جتنے اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، سیاسی قوانین ہیں سب
اسی ایک مرکز سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ اس کے بعد حقوق العباد بیان کئے ہیں۔ سب سے
پہلے اسلامی اخوت اور مساوات پر زور دے کر نسلی امتیازات کو ختم کر دیا گیا ہے۔ جس سے غلاموں
کو معاشرہ میں ایک معزز مقام حاصل ہو گیا۔ اس اسلامی تعلیم کی بدولت غلاموں کو جو مرتبہ ملا وہ انہیں
کہیں نہ مل سکا۔ تاریخ ہندوپاکستان میں پورے ایک خاندان غلاماں کے سارے فرمانروا
یا تو غلام تھے۔ یا غلاموں کی اولاد تھے۔
عورتوں کے حقوق کے متعلق تاکیدی حکم دے کر ان کے مرتبہ کو بلند کر دیا
گیا ہے۔ دنیا میں شخصی اور اجتماعی فسادات کو ختم کرنے کے لئے ایک دوسرے کی جان، مال
عزت آبرو کے احترام کی تعلیم دی۔ سود کو حرام قرار دے کر استحصال کا دروازہ بند کر دیا۔
کیونکہ سرمایہ دار غریب عوام کا استحصال سود دے کر کرتے تھے۔
خطبہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اور رسول کریم صلعم نے ظہر اور عصر کو ایک ساتھ ادا فرمایا۔
یوم النحر یعنی قربانی کے دن رسول کریم صلعم نے ۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے اور ۳۷ اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی طرف سے ذبح کئے۔
یہ قربانی منیٰ پر کی گئی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قربان گاہ چلی آتی تھی
قربانی سے فارغ ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور طواف میں سب صحابہ نے رسول کریم صلعم کی اقتدا کی۔
۱۴ ذی الحجہ کو نماز فجر خانہ کعبہ میں ادا کر کے رسول کریم صلعم اور سب لوگ مدینہ کی طرف روانہ ہو
گئے۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر ذوالحلیفہ میں رات بسر کی صبح کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
مدینہ میں داخل ہو گئے۔

۱۰ھ کے چند اور واقعات

۱۰ھ میں یمن سے اطلاع ملی کہ وہاں کا حاکم باذان جس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے یمن کو کئی حصوں میں
تقسیم فرما کر ہر حصہ پر ایک ایک حاکم مقرر فرمایا۔ وہاں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کر کے علم بغاوت بلند
کر دیا اور بہت سے لوگ اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے لیکن اس کے ساتھیوں نے ہی اس کو
موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (تفصیل فتنہ ارتداد میں آئے گی) اسی سال مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا

Marfat.com

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملک عرب تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا۔ جنوبی عرب کے قبائل نے مسیلمہ کذاب کا ساتھ دیا۔ یہ فتنہ حضرت ابوبکر کے عہد میں فرو ہوا۔ اسی سال شام کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کی زیر قیادت ایک لشکر تیار کیا۔ یہ لشکر ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا۔ رسول کریم صلعم کی وفات کی خبر سن کر واپس لوٹ آیا۔

Marfat.com

وفات ۱۱ھ

حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے خطبہ میں یہ اعلان فرما دیا تھا کہ مجھے امید نہیں کہ آئندہ سال تم سے مل سکوں۔ موت کا یقین ہوجانے کی وجہ سے آپ ضروری کاموں اور وصایا سے فارغ ہوتے رہے۔ ایک دن آپؐ احد تشریف لے گئے۔ اور شہداء کی قبروں پر دعا فرمائی صفر ۱۱ھ کو نصف شب کو آپ جنت البقیع تشریف لے گئے وہاں دعا فرمائی۔

آغاز علالت سے ایک دن پہلے آپؐ نے حضرت اسامہ کی سرکردگی میں شام کی سرحد کی طرف لشکر روانہ کیا۔ ۲۹ صفر ۱۱ھ کو رسول کریم صلعم ایک جنازہ سے واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں ہی درد سر شروع ہوگیا۔ پھر شدید بخار ہوگیا۔ گیارہ دن تک خود نماز پڑھاتے رہے۔ آخری نماز مغرب کی پڑھائی۔ اس کے بعد آپؐ مسجد میں تشریف نہیں لے گئے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو اپنی جگہ امام مقرر کر دیا۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو طبیعت زیادہ خراب ہوگئی چاشت کے وقت روح پاک جسد اطہر سے جدا ہو کر عالم قدس میں پہنچ گئی۔

تجہیز و تکفین تجہیز و تکفین کی خدمت خاص اعزہ و اقارب حضرت علیؓ حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں صاحبزادے قثم اور فضل اسامہ بن زید اور شقران[1] نے انجام دی۔

انصار کے اصرار پر حضرت علیؓ نے اوس بن خولی انصاری کو حجرہ میں بلالیا تھا۔ وہ پانی کا گھڑا بھر کر لاتے تھے۔ حضرت علیؓ نے جسد اطہر کو سینہ سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباسؓ کے دونوں صاحبزادے جسم مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے۔ اسامہ اوپر سے پانی ڈالتے تھے آپؐ کے جسد اطہر کو تین سوتی کپڑوں میں کفنایا گیا۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ تکفین سے فارغ ہونے کے بعد جسد مبارک کی آخری زیارت کرنے کے لیے پردہ ہٹا لیا گیا۔ مغموم مسلمان آخری دیدار کرنے کے لیے آنے لگے اور چشم پرنم کے ساتھ واپس لوٹنے لگے۔

نماز جنازہ پہلے قرابت داروں نے پھر مہاجرین نے پھر انصار نے پھر عورتوں اور پھر بچوں نے ادا کی رحلت کے ۳۲ گھنٹے کے بعد حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں دفن کر دیا گیا۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد

---

[1] شقران آنحضرت کے خدمت گار غلام تھے۔

Marfat.com

اسلامی تعلیمات

عقائد

۱۔ اللہ پر ایمان:۔ اس کی پہلی بنیاد توحید الٰہی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو اللہ پر ایمان لاؤ۔ اللہ کی توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنی ذات، اپنی صفات اور اپنے افعال میں ایک ہے۔

رسولوں پر ایمان

انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا اصول دین میں سے ہے یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں۔ جن کے دلوں پر جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے حکم سے کلام اتارا ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔

فرشتوں پر ایمان

رسولوں کے پاس اللہ تعالےٰ کے پیغام لانے والے کو فرشتہ کہتے ہیں۔ ان فرشتوں کا ماننا اور ان کو اللہ کے پیام پہنچانے میں سچا ماننا ضروری ہے۔

خدا کی کتابوں پر ایمان

اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کی تعلیم کے لیے رسولوں کو کتابیں دی ہیں۔ ان کتابوں میں اللہ کے حکم اور بھلائی کی باتیں لکھی ہیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے پر کتب سماوی پر ایمان لانا فرض ہے۔

آخرت پر ایمان

ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس بات پر یقین رکھے کہ ایک دن ساری دنیا مٹ جائے گی۔ اور ہم اپنے اللہ کے سامنے جائیں گے۔ اور برے کام کرنے والے دوزخ میں جائیں گے۔

ارکانِ اسلام

۱۔ کلمہ توحید:۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۲۔ نماز:۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ۔ نماز قائم کرو۔ ہر مسلمان کو دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنے کا حکم ہے قرآن میں ہے جو نمازی اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔ ان پر پھٹکار ہے۔ کافروں سے پوچھا جائے گا کہ تم دوزخ میں کیوں ہو وہ کہیں گے ہم بے نمازی تھے۔

Marfat.com

۳۔ زکواۃ:۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ وَاٰتُوا الزَّکوٰۃَ اور زکواۃ دیتے رہو۔ اللہ تعالےٰ نے جو مال دیا ہے اگر وہ اس نصاب تک پہنچ جائے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا ہے تو اس سے ایک خاص رقم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو زکواۃ کہتے ہیں۔ معاشرے میں تقسیم دولت کو درست رکھنے کے لیے زکواۃ بہترین ذریعہ ہے۔

۴۔ روزہ:۔ قرآن مجید میں آتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کا آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ مسلمان اس مہینہ میں روزہ رکھیں۔ روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ دن بھر نہ کچھ کھائیں نہ پئیں زبان سے بری بات بھی نہ نکالیں۔ دوسری منع کی ہوئی چیزوں سے رکیں۔

۵۔ حج:۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا۔ صاحب حیثیت مسلمانوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے مسلمانوں کا یہ بین الاقوامی اجتماع ہے۔ جو ملت اسلامیہ میں اخوت و اتحاد کا رشتہ مضبوط کرتا ہے۔

Marfat.com

سیرت النبیؐ

اخلاقِ نبیؐ

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

رسول کریم صلعم کے اخلاق کی تصویر حضرت عائشہ نے ان الفاظ میں کھینچی ہے:۔
کَانَ خُلُقُہٗ الْقُرآن یعنی آپ کا ۔ ۔ ۔ خلق قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید میں کوئی حکم ایسا نہیں جس کی تفسیر عملی طور پر آپ نے نہ فرما دی ہو۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کی سیرت کو مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آپ لوگوں کے لیے اسوہ حسنہ ہے۔ آپ کی حیات طیبہ ہر شخص کے لیے ایک کامل نمونہ ہے یتیم تاجر ہمسایہ، بیٹا، خاوند، مہاجر، فاتح، قاضی، مقنن جنگ آزما سپہ سالار، رئیس مملکت، مرشد، غرضیکہ تمام حالات مختلفہ میں آپ کی زندگی ہر قسم کے لوگوں کے لیے کامل نمونہ ہے۔ اس لحاظ سے تاریخ عالم میں فرد واحد ہیں۔ دنیا کا کوئی آدمی بھی اپنے مذہب کے بانی کو اس حیثیت سے پیش نہیں کر سکتا کہ اس کی زندگی تمام لوگوں کے لیے اسوہ حسنہ بن سکتی ہو، کسی کی زندگی میں شان عالمگیریت نہیں پائی جاتی اس لحاظ سے آپ کی زندگی تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز نظر آتی ہے۔ اور آپ ان تمام اخلاق فاضلہ کے جامع ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں۔
آپ کے چند ایک اخلاق فاضلہ بیان کیے جاتے ہیں۔

صداقت رسول کریم صلعم کی صداقت سارے عرب میں مشہور تھی۔ یہی وجہ ہے جب آپ نے دعویٰ نبوت کیا تو کفار میں جو لوگ آپ سے واقف تھے۔ انہوں نے آپ کو کاذب نہیں کہا۔ بلکہ آپ کو مجنوں اور ساحر اور شاعر کہا۔ آپ کے شدید دشمن ابوجہل کا اعتراف ہے جب اس نے رسول کریم صلعم سے کہا ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ اس پیغام کو جھوٹا کہتے ہیں۔ جو آپ لائے۔
ایک روز قریش بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلعم کے خلاف مشورہ کرنے لگے تو نضیر بن حارث نے کہا "محمدؐ تمہارے سامنے بچے سے جوان ہوا۔ وہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ صادق القول اور امین تھا۔ اور جب وہ بوڑھا ہو گیا ہے اور تمہارے پاس پیغام لایا ہے۔ تو تم اسے ساحر، کاہن، شاعر، مجنوں

Marfat.com

کہتے ہو۔ خدا کی قسم وہ ساحر نہیں "۔

جب خداوند تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کو حکم دیا کہ اپنے اہل خاندان کو اسلام کی دعوت دو تو آپ نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر پکارا۔ یامعشر قریش جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا "اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جرار آ رہا ہے۔ تو تم یقین کر لو گے۔" سب نے کہا ہاں کیونکہ ہم نے تم کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا "

۲۔ انصاف پسندی

انصاف پسندی کو شعار بنانا بہت مشکل کام ہے۔ جب کہ فریقین میں سے ایک فریق دشمن ہو اور دوسرا دوست لیکن قرآن مجید میں آتا ہے اور یقیناً اللہ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی فریق کی دشمنی تم کو جادۂ انصاف سے منحرف کر دے۔ خبردار انصاف کو مدِ نظر رکھو کیونکہ عدالت تقویٰ سے قریب ہے۔ (قرآن مجید)

انصاف کے معاملہ میں آپ ایسے اعلیٰ اصول پر قائم تھے۔ کہ دشمن اور دوست میں کوئی فرق نہ کرتے تھے۔

ایک دفعہ خاندان مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ قریش کی عزت کے لحاظ سے لوگ چاہتے تھے کہ سزا سے بچ جائے اور معاملہ دب جائے۔ حضرت اسامہ بن زید کو رسول کریم صلعم کے پاس سفارش کے لیے بھیجا۔ آپ نے غضب آلود ہو کر فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی وجہ سے تباہ و برباد ہوئی کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امراء سے درگزر کرتے تھے۔ ابن ابی حدرد ایک صحابی تھے۔ ان پر ایک یہودی کا قرض تھا۔ صحابی بالکل مفلس اور نادار تھا۔ انہوں نے یہودی سے بہت طلب کی اور پھر ان کو پکڑ کر رسول کریم صلعم کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا قرض ادا کر دو۔

انہوں نے عذر کیا۔ آپ نے پھر فرمایا انہوں نے پھر وہی جواب دیا عرض کیا یا رسول اللہ خیبر کی مہم قریب ہے۔ شاید وہاں سے واپسی پر کچھ ہاتھ آ جائے۔ تو میں ادا کر دوں آپ نے پھر یہی حکم دیا کہ فوراً ادا کر دو۔ آخر اپنا تہبند اس یہودی کو قرض میں نذر کیا اور سر سے عمامہ کھول کر کمر سے لپیٹ لیا۔

۳۔ مہمان نوازی

مہمان نوازی کی صفت آپ میں کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ مہمان نوازی میں کافر اور مسلمان میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ ایک دفعہ ایک کافر مہمان ہوا۔ آپ نے بکری کا دودھ پلایا وہ سارے کا سارا پی گیا۔ آپ نے دوسری بکری کا دودھ پلایا۔ جب تک وہ سیر نہ ہوا۔ آپ پلاتے گئے۔

حضرت خدیجہؓ نے آغاز نبوت میں رسول کریم صلعم کی ان الفاظ میں تعریف کی "آپ قرابت داروں سے نیک سلوک کرنے والے ہیں۔ آپ درماندوں کو سہارا دیتے ہیں۔ آپ ناداروں کی مدد کرتے ہیں۔ آپ مہمانوں کی خاطر مدارت کرتے ہیں اور آپ مصیبت زدہ لوگوں کی اعانت فرمانے والے ہیں۔"

Marfat.com

رسول کریم صلعم نے مہمان نوازی کو اس قدر اہمیت دی کہ اس کو ایمان کا ایک جزو قرار دیا اور فرمایا کہ جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے اور جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان لاتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے مہمان کا جائزہ عزت کے ساتھ دے کہا گیا رسول اللہ اس کا جائزہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک دن اور ایک رات اور مہمانی تین دن کی ہے اس کے آگے مہمان پر صدقہ ہے۔

۴۔ جُود و کرم رسول کریم سائل کو کبھی رد نہ فرماتے اور اگر کچھ بھی دینے کے لیے پاس نہ ہوتا تو سائل سے عذر کرتے گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔ ایک شخص نے بارگاہ نبوت میں آکر سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں۔ تم میرے نام پر قرض لے لو۔ میں پھر اسے اتار دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ خدا نے آپؐ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ طاقت سے بڑھ کر کام کریں۔ آپؐ خاموش رہے۔ ایک انصاری نے پاس سے کہہ دیا یا رسول اللہ داد و دہش کیجیے، رب العرش مالک ہے عسرت کا کیا ڈر۔ آپ ہنس پڑے روئے مبارک پر مسرت و انبساط کی ہر دوڑ گئی۔ اور فرمایا مجھے یہی حکم ملا ہے۔ ایک مرتبہ عین اقامت نماز کے وقت ایک بدو آیا اور آپ کا دامن پکڑ کر کہا کہ میری ایک حاجت باقی رہ گئی ہے۔ خوف ہے کہ میں اس کو بھول نہ جاؤں۔ اس کو پورا کر دیجیے۔ چنانچہ آپؐ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اس کی حاجت پوری کر کے آئے اور نماز پڑھی۔

۵۔ صبر انسان کا بہترین وصف صبر ہے وہی دنیا میں ترقی کر سکتا ہے جو ایذاؤں اور دکھوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کے لیے تیار ہو۔ یہ وصف آپؐ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ ذاتی طور پر بہت صدمات اٹھائے۔ آپؐ کی ساری اولاد سوائے حضرت فاطمہ کے آنکھوں کے سامنے فوت ہوئی۔ نہایت صبر سے کام لیا کوئی کلمہ شکایت و گلا زبان پر نہیں آیا۔

دعوت اسلام میں دکھوں اور مصیبتوں سے سامنا کرنا پڑا۔ دشمنوں سے دشنام سنیں ساحر کاہن مجنوں کہلوایا اپنے اعزہ و اقارب اور دوستوں کو قتل ہوتے دیکھا مگر یہ سب کچھ خدا کی راہ میں برداشت کرتے اور انتقام کا خیال تک دل میں نہ لاتے۔

۶۔ شجاعت شجاعت انسان کا قیمتی جوہر ہے اس جوہر سے رسول کریم صلعم بدرجہ اتم متصف تھے۔ مصائب کی آندھیوں میں بھی گھبراہٹ اور اضطراب آپ سے کوسوں دور رہا۔ جب آپؐ کو مکہ سے ہجرت کر جانے کا حکم ہوا۔ تو آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ غار ثور میں چھپے بیٹھے تھے۔ دشمن کھوج لگا کر غار کے منہ پر چلا گیا حضرت ابوبکرؓ نے دشمن کے پاؤں دیکھے تو پریشانی اور اضطراب کے آثار ان کے چہرہ پر ظاہر ہونے رسول کریم صلعم نے حضرت ابوبکرؓ

Marfat.com

گھبراہٹ میں دیکھ کر نہایت ہی اطمینان کے عالم میں کہا "گھبرائیے نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ وہ موقعہ تھا جب بڑے بڑے بہادروں کے دل بیٹھ جاتے ہیں۔

اس طرح جب سراقہ آپؐ کے تعاقب میں گھوڑا دوڑا کر قریب پہنچا، تو حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ آپ نہایت اطمینان کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے جا رہے تھے میں بار بار پیچھے دیکھتا تھا کہ کہیں دشمن قریب تو نہیں آگیا۔

جنگ احد میں جب کفار نے پیچھے سے دفعتہً حملہ کر دیا مسلمان میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، اس وقت بھی آپ کوہ گراں کی طرح نہایت شجاعت کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے رہے۔ جنگ حنین میں جب تیراندازوں کی تیراندازی نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کر دیا اور مسلمان میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن رسول کریم صلعم اپنی جگہ پر کھڑے ہیں اور آواز دے رہے ہیں "کہ میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں"۔

کسی سفر میں اکیلے درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ کہ ایک دشمن تلوار لے کر آپؐ کے سر پر آن پہنچا۔ اور جگا کر کہا۔ اب کون تم کو میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے۔ آپ ذرا بھر بھی نہیں گھبرائے۔ نہایت پُر رعب آواز سے کہا اللہ۔ دشمن کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر گئی۔ تب آپؐ نے تلوار اٹھا کر کہا اب تم کو میری تلوار سے کون بچا سکتا ہے۔ تو اس نے عاجزی کا اظہار کیا۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

۷۔ انکساری و تواضع

رسول کریم صلعم کی طبیعت میں انکساری اور تواضع کوٹ کوٹ کر بھری تھی ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا لیکن نبوت کا رعب اس قدر طاری ہوا کہ لرزنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا گھبراؤ نہیں میں بادشاہ نہیں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھاتی تھی۔ ایک دفعہ رسول کریم صلعم گھر سے باہر تشریف لائے لوگ تعظیماً اُٹھ کھڑے ہوئے فرمایا اہل عجم کی طرح تعظیم کے لیے نہ اُٹھو۔

۸۔ ایثار

رسول کریم صلعم کی زندگی میں صفت ایثار ایک نمایاں حیثیت رکھتی تھی۔ ایک روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کی دو صاحبزادیاں اور حضرت فاطمہؓ آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے افلاس کی شکایت کی اور عرض کیا کہ غزوہ میں کنیزیں آئی ہیں۔ ان میں سے دو ہم کو مل جائیں۔ آپ نے فرمایا بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں۔

ایک صحابی نے شادی کی۔ سامان ولیمہ کے لیے گھر میں کچھ نہ تھا۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ۔ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ۔ وہ صحابی گیا اور ٹوکری آٹے کی لے آیا۔ حالانکہ گھر میں اس ذخیرہ کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔

Marfat.com

ایک دفعہ ایک غفاری آکر مہمان ہوا سات کو کھانے کے لیے صرف بکری کا دودھ تھا وہ آپ نے مہمان کو دے دیا۔ اور آپ تمام رات فاقہ میں بسر کی۔ حالانکہ اس سے پہلی شب بھی آپ نے فاقہ میں کاٹی تھی۔

۹۔ سادگی روزمرہ کے معمولات میں سادگی کا یہ عالم تھا کہ اپنے ہاتھ سے کپڑے میں پیوند بھی لگا لیتے تھے۔ عدیؓ آپ سے ملنے کے لیے مدینہ آئے۔ وہ پہلے عیسائی تھے۔ اور قبیلہ کے سردار، رسولؐ خدا اس وقت مسجد میں تھے۔ انہوں نے مسجد میں آکر سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ نام پوچھا۔ اور ساتھ لے کر گھر کی طرف چلے۔ راستے میں ایک بڑھیا ملی۔ اس نے آپ کو روک لیا اور بات چیت شروع کر دی۔ یہ باتیں کافی دیر تک جاری رہیں۔ عدیؓ حیرت میں تھے کہ کیسا فرمانروا ہے۔ ایک عام عورت سے اس طرح پیش آتا ہے عدیؓ خود بھی رئیس تھے۔ اور رومیوں کا جاہ وحشم والا دربار دیکھا تھا، دل نے گواہی دی کہ یہ شخص بادشاہ نہیں ہے۔ گھر پہنچے تو چمڑے کا ایک گدا تھا، رسولؐ خدا نے عدیؓ کی طرف اشارہ کیا، اور خود اس کے ساتھ اس گدے پر بیٹھ گئے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ کی عادت تھی کہ کسی کو برا نہ کہتے تھے۔ جب آپ کو کسی دو باتوں میں اختیار دیا جاتا۔ تو ان میں سے جو آسان ہوتی اسے اختیار کرتے بشرطیکہ اس میں گناہ کا شبہ نہ ہو۔ کیونکہ گناہ سے آپ دور رہتے تھے۔ کبھی اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہ لیا۔ لیکن جو احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتا۔ اس کے خلاف کارروائی کا حکم دیتے۔ یعنی احکام ربانی کے مطابق آپ اس کی سزا مقرر کرتے تھے۔ آپ نے نام لے کر کبھی کسی شخص پر لعنت نہیں کی۔ اور کسی غلام یا لونڈی اور کسی عورت یا خادم یا جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا آپ کسی کی درخواست رد نہیں کرتے تھے۔ بشرطیکہ وہ ناجائز نہ ہو۔ آپ جب گھر میں تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے آتے۔ دوستوں میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ باتیں ٹھہر ٹھہر کرتے تھے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ سکے۔

۱۰۔ مروت آپ مروت سے پیش آتے تھے ایک کافرہ عورت آپ کو ہر روز پریشان کرتی تھی۔ ایک روز وہ نظر نہ آئی۔ آپ نے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہے۔ آپ اس کی عیادت کے لیے گئے وہ عورت آپ کی مروت اور اخلاق سے اتنا متاثر ہوئی کہ اسلام قبول کر لیا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ قریش کے سردار آپ سے کہتے کہ یہ بلال صہیب عمار، خباب اور ابن مسعود جیسے غریب لوگ جو آپ کی صحبت میں بیٹھتے ہیں ان کے ساتھ ہم نہیں بیٹھ سکتے۔ انہیں ہٹائیں تو ہم آپ کی مجلس میں آسکتے ہیں۔ اور معلوم کر سکتے ہیں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ نے سرداران قریش کی یہ بات ماننے سے انکار کر دی۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ ایک اور شخص آپ کی موجودگی میں ابو بکرؓ کو بے تحاشہ گالیاں دینے لگا۔ حضرت ابو بکرؓ

Marfat.com

وہ گالیاں سن کر مسکراتے رہے۔ آخر کار انہوں نے ایک سخت بات کہہ دی۔ رسول خدا وہاں سے فوراً ہٹ گئے۔ ابوبکرؓ پیچھے پیچھے ہو لیے اور آپؐ سے پوچھا کہ پہلے وہ گالیاں دیتا رہا۔ تو آپؐ مسکراتے رہے میں نے اسے ایک بات کہہ دی تو آپؐ وہاں سے اٹھ آئے۔ حضورؐ نے جواب دیا۔ کہ جب تک تم خاموش تھے۔ ایک فرشتہ تمہارے ساتھ رہا۔ جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا۔ لیکن جب تم نے جواب دیا۔ تو فرشتے کی جگہ شیطان آگیا۔ میں شیطان کے ساتھ تو نہ بیٹھ سکتا تھا۔

غزوہ حنین کے مالِ غنیمت میں حلیمہ کی بیٹی شیما بھی تھیں۔ . . . اس نے کہا کہ میں تمہارے نبی کی رضاعی بہن ہوں۔ وہ اسے آپؐ کے پاس لے آئے حضورؐ نے شیما کو پہچان لیا۔ اور ان کے بیٹھنے کے لیے خود چادر بچھائی۔ آپؐ کی آنکھوں میں فرطِ محبت سے آنسو بھر آئے۔ اور آپؐ نے اپنی رضاعی بہن کو چند اُونٹ اور بکریاں عنایت فرمائیں۔ اور کہا جی چاہے تو میرے گھر چل کر رہو۔ اور گھر جانا چاہو تو وہاں چلی جاؤ۔ چنانچہ عزت و احترام سے انہیں ان کی خواہش کے مطابق گھر بھیج دیا۔

۱۱۔ استقامت

رسول کریم صلعم اپنے قول و فعل پر قائم رہتے۔ ان کی ساری زندگی استقلال سے عبارت تھی۔ جب آپؐ نے اعلان نبوت کیا تو اہل مکہ نے ابوطالب سے عرض کیا کہ وہ اپنے بھتیجے کو اس نئے دین کی تعلیم سے باز رکھیں۔ ورنہ ہم دونوں فریقوں میں سے ایک ہلاک ہو جائے گا۔ اس دھمکی نے ابوطالب کو پریشان کر دیا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ قریش اپنی بات کے پکے ہیں انہوں نے آپؐ کو بلایا۔ اور بڑے درد انگیز لہجے میں کہا کہ اتنا بوجھ مجھ پر نہ ڈالو کہ جسے میں برداشت نہ کر سکوں۔ اس پر آپؐ نے جواب دیا کہ اے چچا۔ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہاں تک کہ خدا اسے پورا کر دے یا میں خود اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں۔ یہ کہتے کہتے حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہاں سے اٹھ کر چلے ہی تھے کہ ابوطالب نے آواز دی اے بھتیجے ادھر آؤ۔ حضور واپس آئے تو آپ نے کہا کہ تمہارا جو جی چاہے کرو۔ میں ہرگز تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ قریش نے عمارہ بن ولید کو ابوطالب کے پیش کیا اور کہا۔ "تم اس لڑکے کو اپنی فرزندی میں لے لو۔ اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو۔" ابوطالب نے کہا کہ خوب مشورہ ہے کہ میں اپنے فرزند کو تو تمہارے ہاتھوں ہلاک ہونے کے لیے چھوڑ دوں۔ اور تمہارے لڑکے کی پرورش کروں اہل مکہ نے آپؐ کو دولت کا لالچ دیا۔ شادی کے لیے حسین عورت کی پیشکش کی۔ اور کہا اگر تم پر کوئی جن یا آسیب ہے تو بتاؤ۔ ہم عرب کے بہترین کاہنوں، طبیبوں اور جھاڑ پھونک کرنے والوں کو تمہارے علاج کے لیے بلاتے ہیں۔ آپؐ نے جواب دیا کہ میں نہ مال و دولت جمع کرنا چاہتا ہوں نہ مجھے سرداری اور بادشاہت کی تمنا ہے۔ نہ کسی عورت پر مائل ہوں۔ نہ بیمار ہوں نہ آسیب زدہ ہوں۔ مجھے تو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں تمہیں اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ تم میرے پیغام کو قبول کرو

Marfat.com

اس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔

قریش اپنی تمام کوششوں میں ناکام ہو گئے۔ تو آپ کو اپنے خاندان سمیت شعب ابو طالب میں محصور کر دیا۔ لیکن آپ کو لغزش نہ آئی۔ اور اپنے ایمان میں استقامت قائم رکھی۔

۱۲۔ ایفائے عہد

رسول کریم صلعم وعدہ کے پکے اور اس سے انحراف نہ کرتے تھے جو شخص اپنا وعدہ پورا کرے اس کو دوست رکھتے تھے۔ قیصر روم نے جب ابوسفیان سے آپ کے متعلق پوچھا تو اس نے بھی جواب دیا تھا کہ آپ نے کبھی بدعہدی نہیں کی۔ ابو رافع ایک غلام تھے۔ زمانہ کفر میں قریش کا کوئی پیغام لے کر مدینہ آئے اور یہاں سے جانے سے احتراز کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ میں عہد شکنی نہیں کر سکتا۔ اور نہ قاصد کو روک سکتا ہوں۔ تم ایک مرتبہ مکہ جاؤ۔ اگر پھر تمہارا دل چاہے تو مدینہ چلے آنا۔ صلح نامہ حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ کا کوئی شخص مدینہ گیا تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔ ابھی معاہدہ کی تفصیلات طے ہو رہی تھی کہ ابوجندل مکہ سے بھاگ کر آپ کے پاس آن پہنچا۔ وفد مکہ نے مطالبہ کیا کہ اسے ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہونے تھے۔ لیکن آپ نے کہا کہ چونکہ ہم زبانی عہد کر چکے ہیں۔ اس لیے ابوجندل کو واپس کر دیا۔ عبداللہ ابن حمسا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ سے کوئی تجارتی معاملہ طے کیا۔ اور تین دن کا وعدہ کر لیا۔ تیسرے دن آیا۔ تو آپ اس جگہ موجود تھے۔ ایفائے عہد نہ کیا جائے تو عہد و پیمان کی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی۔ اسی لیے اسلام کے اجتماعی نظام میں اس کی قدر و منزلت کے لیے آپ نے اپنی زندگی کے نمونے پیش کئے۔

۱۳۔ امن پسندی

اسلام نے امن و سلامتی کا راستہ قائم کیا ہے۔ آپ نے ہمیشہ امن پسندی کی تبلیغ کی۔ معاہدہ مدینہ صرف امن و امان قائم رکھنے کے لیے طے کیا گیا تھا حضور نے فتح مکہ تک جتنی جنگیں لڑیں۔ وہ جارحانہ نہ تھی۔ بلکہ مدافعانہ تھیں۔ البتہ جب مخالفین اور یہودیوں نے سازشیں کیں تو محض امن و امان کی خاطر ان کے خلاف جنگیں لڑی گئیں۔ غزوہ تبوک کے موقع پر آپ تیس ہزار فوج لیے آگے بڑھے۔ لیکن جب دشمن مقابلہ کے لیے نہ آیا تو اس کے علاقہ پر جارحانہ حملہ نہیں کیا۔ بلکہ آپ خاموشی سے واپس آ گئے۔ یہ اسلام کی امن دوستی تھی جس نے دوسروں کو قائل کر لیا تھا۔ آپ بلاوجہ جنگ سے گریز کرتے اور اسے طول نہ دیتے تھے۔ آپ کا حکم تھا کہ میدان جنگ میں بھی پہل نہ کی جائے بلکہ جب دشمن حملہ کے لیے للکارے اور خود ہتھیار اٹھائے تو اس وقت جوابی کارروائی کی جائے۔ میدان جنگ میں قیدیوں کے لیے اعلیٰ سلوک کا حکم تھا۔ جو لوگ جنگ بدر میں ہاتھ آئے۔ ان میں سے اکثر کو تعلیم دینے کے عوض رہا کر دیا گیا۔

Marfat.com

۱۴۔ عفو

عبداللہ بن ابی مدینہ کا سب سے بڑا منافق تھا۔ اور رسولِ خدا کے خلاف قریش مکہ سے ساز باز جاری رکھتا تھا۔ قریش نے اسے لالچ دیا تھا کہ اگر تم ہمارا ساتھ دو گے۔ تو ہم تمہیں مدینہ کا بادشاہ بنا دیں گے۔ اس نے جنگ احد میں کافی تعداد میں لوگوں کو گمراہ کیا۔ اور جب فوجیں میدان جنگ کی طرف جاری تھیں۔ تو ان کا ایک حصہ گمراہ کر کے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس کا لڑکا مسلمان ہو گیا۔ اور ایک دن آپؐ کے حضور عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر اجازت دیں تو میں اپنے باپ کو قتل کر دوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں نے کچھ نہ کیا تو کوئی دوسرا میرا باپ کو قتل کرے گا۔ اس وقت مجھے جوشِ غیرت میں اس آدمی کو قتل کرنا پڑے گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا نہیں میں تمہارے باپ کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ اسے موقع دوں گا۔ کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ عبداللہ بن ابی راہ راست پر نہ آیا۔ جب وہ مرا تو حضورؐ کی شان دیکھیے کہ انہوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنا مبارک کرتا اس کے کفن کے لیے عنایت فرمایا۔

فتح مکہ کے موقع پر جب آپؐ تقریر کر رہے تھے تو آپؐ نے لوگوں سے کہا کہ اے اہل مکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ سلوک کرنے والا ہوں۔ یعنی جو سلوک تم میرے ساتھ کرتے رہے ہو تمہیں پتہ ہے کہ اس کا بدلہ لیا جائے گا اہل مکہ موقع شناس تھے۔ کہنے لگے ہم جانتے ہیں۔ آپؐ کریم ہیں اور کریم باپ کے بیٹے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ پھر جاؤ تم سے آج کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ تم سب کے سب آزاد ہو۔

۱۵۔ میانہ روی

رسول کریم فرماتے ہیں تمام اُمور میں میانہ روی بہتر ہے۔ آپؐ کھل کر ہنستے بھی نہ تھے۔ بلکہ صرف مسکرا دیتے تھے۔ طویل گفتگو نہ کرتے تھے۔ ضرورت سے زیادہ نہ کھاتے تھے عبداللہ بن عمر روزانہ روزہ رکھتے اور ساری رات عبادت میں گذار دیتے آپؐ نے انہیں میانہ روی اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو روزہ بھی رکھو۔ اور کچھ وقت کے لیے چھوڑ بھی دو۔ رات کو عبادت کرو۔ لیکن سونے کا وقت ضرور نکال لو۔ دیکھو تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری آنکھ کا بھی کچھ حق ہے۔ اور تمہاری بیوی کا بھی کچھ حق ہے۔" اس طرح حضرت عثمان بن مظعون نے جب راتیں نماز میں دن روزہ میں بسر کرنا شروع کیا تو آپؐ نے ان کو روکا اور فرمایا تمہارے ذمہ اور بھی حقوق ہیں۔

۱۶۔ خوش مزاجی

حضور اعلیٰ ذہانت کے مالک تھے۔ آپؐ خوش مزاج تھے۔ لیکن مزاح کا درجہ قائم رکھتے ایک مرتبہ ایک عورت نے آپؐ سے التجا کی کہ میرے لیے جنت کی دعا فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی۔ وہ عورت غمگین ہو گئی آپؐ نے محسوس کیا کہ اس کی دل آزاری ہوئی ہے۔ فوراً فرمایا کہ جنت میں جانے سے پہلے سب کو

Marfat.com

جوان کیا جائے گا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے از راہ مذاق حضرت سودہؓ کے منہ پر آٹا مل دیا۔ آپؐ مسکرائے اور حضرت سودہؓ سے کہا کہ تم بھی عائشہؓ کے منہ پر آٹا مل دو تاکہ حساب برابر ہو جائے۔ آپؐ ہر انسان سے خوش خلقی سے پیش آتے اور سلام میں پہل کرتے۔

۱۷ شرم وحیا

قرآن مجید میں رسول کریم صلعم کی مدح میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ (الاحزاب ۳۳:۵۳) یعنی تمہاری اس بات سے رسول کو ایذا پہنچتی ہے تو تم سے شرماتا ہے۔

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ پردہ نشین لڑکی سے بڑھ کر نبی کریم صلعم میں حیا تھی (صحیح بخاری)

جب کوئی عذر خواہ سامنے آکر معافی کا طالب ہوتا تو رسول کریم صلعم شرم سے گردن جھکا دیتے۔ (شفاء ص۹۵)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلعم کو برہنگی میں کبھی نہیں دیکھا۔

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت کامل نبی
(کامل نمونہ)

انسان بالطبع نمونہ کا محتاج ہے اور بغیر نمونہ کے کوئی کام انسان نہیں کر سکتا۔ انسان کے لئے وہی ہستی نمونہ بن سکتی ہے جو اپنی ذات میں اکمل ہو اور اس کی زندگی ہر عیب سے مبرّا ہو۔ اگر کوئی ذات اکمل اور افضل نہیں اور ہر قسم کے گناہوں کے دھبوں سے پاک صاف نہیں تو وہ انسانوں کے لئے قابلِ تقلید نہیں ہو سکتا۔

اس مسلمہ اصول کے بعد جب ہم اس دنیا میں کامل نمونہ کے لئے کسی ہستی کی تلاش کرتے ہیں تو ہم بغیر کسی شک و شبہ کے اور بغیر کسی ادنیٰ تامل کے تمام دنیا کے لئے کامل نمونہ کے طور پر صرف ایک ذات کو پیش کر سکتے ہیں اور وہ ذات صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ وہی ایک ایسی ذات ہے جو تمام اوصاف کاملہ کی جامع ہے اور آپؐ کی ذات زندگی کے ہر قسم کے حالات سے دوچار ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط

تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

جب ہم دنیا میں ایسے شخص کی تلاش کرتے ہیں جس پر زندگی کے حالات وارد ہوئے ہوں تو صرف ایک ہی ذات نظر آئے گی اور وہ ذات مقدسہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اس معیار کے مطابق جب ہم وید کے چار رشیوں کو لیتے ہیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ زندگی کے بے شمار حالات سے روشناس نہیں ہوئے۔ ہندو بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ انہیں اپنے رشیوں کے حالات کا قطعاً علم نہیں۔ اسی طرح جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

Marfat.com

زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو زندگی کے بعض ایسے حالات نظر آتے ہیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوچار نہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام غریب تو تھے مگر امیری کی حالت ان پر نہیں آئی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام رومیوں کے محکوم تو تھے مگر خود حاکم اور بادشاہ نہیں ہوئے۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے کسی قوم سے جنگ نہیں لڑی۔ اسی طرح تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے شادی کی پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام امیروں کے لئے، بادشاہوں کے لئے، سپہ سالاروں کے لئے شادی شدہ لوگوں کے لئے کب نمونہ بن سکتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی ایسے حالات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وارد نہیں۔ اس لئے وہ ان حالات کے لئے کیسے نمونہ بن سکتے ہیں۔

اسی طرح دنیا کے تمام پیشواؤں کی زندگیوں کا مطالعہ کر لیجئے تو ان کی زندگیاں کئی حالات سے خالی ہوں گی۔ اس لئے وہ ان انسانوں کے لئے نمونہ نہیں بن سکتے جن پر وہ حالات وارد ہوئے ہیں۔

یتامیٰ کے لئے نمونہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یتیمی میں پیدائش ہوئی۔ چھ سال کی عمر میں اپنی والدہ ماجدہ کی محبت سے محروم ہو گئے۔ لیکن آپ یتیمی کی حالت میں نہایت راست باز، کامل متادب تھے۔ سدھری ہوئی عادات کے مالک تھے۔ بچپن کے زمانے میں ہی کوئی ایسی تبدیلی نہ تھی، جو آپ میں نہ پائی جاتی ہو، دادا اور چچا نے پرورش کی۔ اپنی عمدہ عادات اور خصائل کی وجہ سے بزرگوں کی آنکھوں کا تارہ بن گئے، انہی اعلیٰ عادات اور خصائل کی وجہ سے ہر شخص آپ سے محبت کرتا۔ آپ نہ آوارہ پھرتے تھے نہ ہی گالی گلوچ کی عادت تھی۔ پس آپ دنیا کے ہر یتیم کے لئے کامل نمونہ ہیں۔

غرباء کے لئے کامل نمونہ

آپ غریب تھے اور غریب بھی ایسے کہ جس کا کوئی گزارہ نہ ہو۔ دادا فوت ہو چکے ہیں، چچا گو نہایت معزز ہے مگر جتنا معزز ہے اتنا ہی غریب اور کثیر العیال بھی ہے، اپنا گزارا بھی نہیں کر سکتا۔ جب ہم آپ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں سبق ملتا ہے کہ کس طرح غربت کی جلن، سوزش اور تکالیف کو برداشت کر کے دور کرنا چاہیئے۔ آپ کی زندگی کا

Marfat.com

دور غربت سنہرے حروف اور جلی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ ہر غریب کے لئے کامل نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ غریب خاندانی لوگ اس لئے غربت کا شکار ہیں، وہ محنت نہیں کرتے۔ اگر کوئی کام بھی ملتا ہے تو خاندانی وجاہت اور جھوٹی شان کی وجہ سے نہیں کرتے۔ غربت کی گہرائیوں میں گر جائیں گے لیکن مزدوری نہیں کریں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن مزدوری کرنے سے گریز نہیں کیا۔ جب تمام عرب آپ کے زیر نگیں آ جاتا ہے تو اس وقت بھی فخر سے کہتے ہیں لَقَدْ رَعَیْتُ لِاَھْلِ مَکَّۃَ عَلٰی قَرَارِیْطَ

"کہ میں چند قراریط (دیبیوں) کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا"

اور سب غرباء اور مساکین کو تلقین کرتے ہیں کہ سب سے افضل کھانا وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی کمائی کا ہو۔ فرمایا کہ حضرت داؤدؑ نبی بھی اپنے ہاتھ کی صنعت کی کمائی سے کھاتے تھے۔ پھر اپنی امت کو یہ دعا سکھاتے ہیں کہ:

"الہٰی! مجھے سستی سے نکما رہنے سے اور بے کار رہنے سے بچا۔"

پھر ایک غریب شخص کو بلا کر کہتے ہیں یہ کلہاڑی لے اور جنگل میں جا اور لکڑیاں کاٹ کر پیٹھ پر لاد کر شہر لے جا اور بیچ۔ خبردار کسی سے کچھ نہ مانگنا۔

غربت کی وجہ سے کچھ عیب پیدا ہو جاتے ہیں، مثلاً سوال کرنا، چوری کرنا، حرص کرنا، خیانت کرنا، قرض لے کر ادا نہ کرنا وغیرہ۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود غربت کے ان تمام نقائص اور عیوب سے پاک تھے۔ آپ تو بچپن میں ہی امین اور صادق مشہور تھے۔

دولت مندوں کے لئے کامل نمونہ

ایک وہ وقت آیا کہ آپؐ دولت مند ہو گئے۔ جیسا کہ قرآن مجید خود کہتا ہے۔ فَاَغْنٰی یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کر دیا۔ آپ دنیا کے تمام دولتمندوں کے لئے کامل نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہیں۔ آپؐ فتح مکہ کے بعد اتنے امیر ہو گئے کہ ایک ایک دن میں ہزاروں غلام، لونڈیاں آزاد کر دیتے ہیں۔ اونٹ، بھیڑ اور بکریاں دینے پر آتے ہیں تو ایک ایک شخص کو سو سو اونٹ بخش دیتے ہیں۔ اتنا خرچ کرتے ہیں کہ مکہ کے تجربہ کار، معمر اور جہاندیدہ رؤسا کہتے کہ محمدؐ تو اس طرح خرچ کرتا ہے جس طرح کہ اسے خزانہ میں کمی کا ڈر ہی نہیں۔

Marfat.com

امیری کے دور میں بھی وہی سادگی جو غربت کی حالت میں تھی، اپنی بیویوں کو صاف الفاظ میں فرما دیتے ہیں کہ اگر تمہیں زیورات اور دنیوی آرام و آسائش پر روپیہ خرچ کرنا ہے تو پھر میری مصاحبت کی توقع نہ رکھنا۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ دولت خدا کی امانت ہے جسے ملے وہ خود بھی بے شک اپنی ذات پر خرچ کرے، اولاد پر خرچ کرے، اپنے عزیز و اقارب پر خرچ کرے، مگر اپنی قوم کے غرباء مساکین اور حاجت مندوں کی فلاح پر خرچ کرے، قرضوں کے نیچے دبے ہوؤں کی مدد کرے۔

وفات کے وقت فرماتے ہیں کہ میری جائیداد وارثوں میں تقسیم نہ ہو گی بلکہ وقف ہو گی۔ اگر دنیا کے سرمایہ دار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو نمونہ بنالیں۔ تو طبقاتی کشمکش ختم ہو جاتی ہے۔ مخلوق خدا میں اخوت پروان چڑھتی ہے۔ ہر شخص دوسرے کو محبت کی نگاہ سے دیکھے گا، اور تمام دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔

دنیا میں فساد اور لڑائی جھگڑا ملکیت کی عدم مساوات کا نتیجہ ہے۔ اقتصادی ناہمواریوں نے محروم طبقے کو مراعات یافتہ طبقے کے خلاف کھڑا کر دیا ہے۔

محکوموں کے لئے کامل نمونہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال مکہ میں محکوم رہے۔ محکوم بھی ان خونخوار اور شقی القلب لوگوں کے، جن کے ظلم اور شقاوت کی داستانیں پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ظلم کو ظلم سے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ جب ظلم زیادہ دیکھا تو صحابہؓ سے کہا یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ جب ان ظالموں کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو اللہ کے حکم سے خاموشی سے اپنی جنم بھومی کو چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔ صبر، استقلال، اس قدر بردباری اور اتنی امن پسندی کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

حاکموں اور بادشاہوں کے لئے کامل نمونہ

محکومیت کے بعد ایک وقت ایسا آیا کہ جب آپ ایک سلطنت کے سربراہ بن گئے اور دنیا کے تمام سربراہ آپ کی ذات سے نمونہ حاصل کر سکتے ہیں۔ سربراہ ہوئے، تو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں کی خدمت کے لئے ہیں آپؐ فرماتے ہیں: سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ "یعنی جسے اللہ تعالیٰ سردار بنا دے وہ سمجھے کہ وہ تمام قوم کا خادم ہے۔ عدالت اور انصاف کی یہ حالت ہے کہ

Marfat.com

قریش کی ایک عورت چوری کرتی ہے، مجرمہ کو چھڑانے کے لئے آپ کا سب سے پیارا صحابی اسامہؓ سفارش کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "اے اسامہؓ! کیا جس مجرم کے متعلق خدا کا قانون سزا تجویز کرتا ہے تو اس کے چھڑانے کی سفارش کرتا ہے" پھر فرمایا: "اگر میری لختِ جگر فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا"۔

ایک شخص رعب کی وجہ سے کانپتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک عرب کی ایک غریب بیوہ کا بیٹا ہوں، جو غربت کی وجہ سے سوکھا ہوا باسی گوشت بھی استعمال کر لیا کرتی تھی۔ آپ ناپسند فرماتے تھے کہ قیصر و کسریٰ کی طرح آپ کے دربار میں کوئی شخص آپ کے سامنے کھڑا ہو۔

تمام مقدمات دیوانی اور فوجداری کا فیصلہ خود کرتے تھے۔ غریبوں، لونڈیوں اور غلاموں کے کام خود کرتے ہیں، سب تقریبات میں خود شامل ہوتے ہیں، مرنے والوں کے جنازے خود پڑھاتے ہیں۔ رعایا میں سے ایک غریب درزی کدو گوشت پکا کر گھر پر بلاتا ہے تو اس کی دلجوئی کے لئے دعوت قبول فرماتے ہیں، تیر اندازی کی مشق میں خود شریک ہوتے ہیں۔ اپنے سامنے فوجی گھوڑ دوڑ کراتے ہیں، نیزہ بازی کے مردانہ اور فوجی کرتب خود دیکھتے ہیں۔ رعایا میں سے کسی کو بیمار سنتے ہیں تو اس کے گھر بیمار پرسی کے لئے جاتے ہیں۔ اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے ہیں۔ گھر جاتے ہیں تو کھانا تیار کرنے اور گھر کا کام کاج کرنے میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ گھر پر کوئی دربان نہیں، بوڑھے بچے عورتیں، مرد ہر وقت آنے والوں کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔ سب سے ملتے ہیں غرباء کی ہمیشہ اپنے گھر پر دعوتیں کرتے تھے۔ اپنے خادم حضرت انسؓ اور اپنے ساتھی حضرت ابوہریرہؓ کو اکثر کہتے ہیں کہ جاؤ غرباء کو بلا لاؤ، آج انہیں دودھ پلائیں۔ آج حریرہ کھلائیں، آج کھجوریں تحفہ میں آئی ہیں ان کی دعوت کریں۔ سلطنت کا سربراہ ہونے کے بعد بادشاہوں کی طرح عیش و عشرت میں مشغول نہیں ہو جاتے بلکہ عجز و انکساری کا مجسمہ بن جاتے ہیں، عورتیں چلتے ہوئے روک لیتی ہیں، اپنے دکھ درد بیان کرتی ہیں، سادگی بھی وہی دورِ غربت والی، کپڑے پیوند والے پہنتے ہیں۔ جنگیں ہوتی ہیں تو اکثر جنگوں میں خود شریک ہوتے ہیں اور فوج کو خود لڑواتے ہیں، ایک ایک سپاہی کی ڈیوٹی خود لگاتے ہیں۔ لڑائی کے دوران اگر ہاتھ سے کام

Marfat.com

کرنے کا موقع آتا ہے تو اپنے جاں نثار سپاہیوں کے ساتھ مل کر کام میں شریک ہوتے ہیں قانون سے اپنے آپ کو بالا نہیں سمجھتے۔ قانون پر پہلے خود عمل کرتے ہیں پھر دوسروں کو پابندی کی تلقین کرتے ہیں، اپنے ساتھیوں کی صحبت میں جاتے ہیں تو اپنے بیٹھنے کے لئے کوئی امتیازی اور مخصوص جگہ اختیار نہیں کرتے بلکہ ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر بیٹھتے ہیں۔ باہر سے اگر کوئی ناواقف شخص آتا ہے تو اس کو دریافت کرنا پڑتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں۔

جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو دنیا کے بادشاہوں کی طرح مال و دولت ورثاء کے لئے چھوڑ نہیں جاتے، بلکہ وفات کے وقت فرماتے ہیں، میری جائیداد ورثاء میں تقسیم نہ ہو گی بلکہ وقف ہو گی۔ میرے خلفاء کو چاہیئے کہ میری بیویوں کو سال بھر کا خرچ دے کر اور میری جائیداد کے منتظموں کی تنخواہ ادا کر کے بقیہ روپیہ غرباء میں صدقہ دے دیا کریں۔

بادشاہوں میں یہ نقص ہوتا ہے کہ سرکاری خزانے کو اپنا مال سمجھتے ہیں۔ لیکن حضورؐ مقررہ حق کے علاوہ سرکاری خزانے میں سے زائد مال لینا حرام سمجھتے تھے۔ حق بھی صرف اتنا کہ جس سے گزر بسر ہو سکے۔ اور اپنی بیویوں سے کہہ دیتے ہیں کہ اگر تمہیں دنیاوی مال و منال کی ضرورت ہے تو آؤ تمہیں تمہاری حسب منشاء دولت دے کر اپنے گھر سے رخصت کر دوں۔ اگر میرے گھر میں رہنا ہے تو اپنے دلوں سے دنیاوی حرص و لالچ کے بت کو پاش پاش کرنا ہو گا۔

متاہل لوگوں کے لئے کامل نمونہ

سلطنت کے کاموں کی وجہ سے اپنے خانگی فرائض کو ضائع نہیں کرتے۔

ایک وقت میں نو بیویاں ہیں، ہر گھر میں باری باری شب باشی ہوتے ہیں۔ دن کو عصر کے بعد ہر گھر میں جا کر سلام کرتے، سودا سلف منگوانے کا بندوبست کرتے، آپؐ اپنی بیویوں سے محبت سے پیش آتے۔ کبھی کسی بیوی کو تھپڑ تک نہیں مارا کبھی کسی کو جھڑکا تک نہیں، سب آپ سے خوش تھیں، گھر کے کام کاج میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے، اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جاتے، ان سے ملتے، ان کے بچوں کو گلے سے لگاتے، پیار کرتے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو اپنے خاندان سے اس قدر محبت کرتے نہیں دیکھا جس قدر آپؐ کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

جب آپؐ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی پیدائش کی خبر سنی تو خبر سنانے والے کو ایک غلام عطا کیا تھا۔ بچے کا عقیقہ کیا اور سر کے بالوں کے برابر چاندی بطور ہدیہ عطا کی تھی۔

آپؐ نے اپنی اولاد سے جس محبت اور شفقت کا اظہار کیا وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسا کرنا پیغمبری کے خلاف نہیں۔ یہ ایک فطری جذبہ ہے جو ہر شخص میں موجود ہے جو لوگ اس جذبہ کا اظہار نہیں کرتے وہ اپنی طبیعت پر جبر کرتے ہیں۔

مجردوں کے لئے کامل نمونہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال تک کنوارے اور مجرد رہے۔ مگر نہایت عفیف، نہایت پاک دامن کہ کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تجرد کی زندگی میں دنیاوی کام کاج کے علاوہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے، لوگوں کی فلاح اور بہبود کے لئے ہر دم کمربستہ رہتے، بیکسوں کے ملجا و ماویٰ تھے۔

سپہ سالاروں کے لئے کامل نمونہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اور معاملات جنگ کی کوئی باقاعدہ تعلیم و تربیت حاصل نہیں کی تھی۔ لیکن جب آپ کو میدان جنگ میں اپنی فوج کی قیادت کرنا پڑی تو آپؐ نے ایک ماہر جنگ سپہ سالار کی بھرپور صلاحیتوں کا ثبوت فراہم کیا۔ آج بھی آپؐ کی سپہ سالارانہ قیادت کے واقعات پڑھ کر بڑے بڑے نامور جرنیل حیرت کا مجسمہ بن جاتے ہیں کہ اتنی زبردست جنگی تدبیروں کا مالک بغیر کسی جنگی تربیت کے کیونکر ایسے معرکے سر کرتا رہا۔

یہ بات کتنی حیران کن ہے کہ آپؐ نے دس سالہ جنگی کارروائیوں کے نتیجہ میں دس لاکھ مربع میل کی وسیع مملکت قائم کی۔ مسلم شہدا اور دشمن مقتولین کی کل تعداد علی الترتیب ۲۵۵ اور ۷۵۹ ہے۔ اس طرح جنگی قیدیوں کی تعداد چھ ہزار پانچ سو چونسٹھ بنتی ہے۔ ان میں صرف دو قیدیوں کو ان کا جرم ثابت ہونے پر موت کی سزا دی گئی۔

قانون جنگ میں تبدیلی

دنیا کی عام جنگیں کسی قانون کے تابع نہیں ہوتیں، جنگوں میں مخالفین کا خون بہانا جائز سمجھا جاتا ہے۔ فاتحین کے ہاتھوں عورتیں، بچے، بوڑھے محفوظ نہیں

Marfat.com

ہوتے ہرے بھرے کھیتوں کو اُجاڑ دیا جاتا ہے، شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جاتی ہے لیکن اس کے برعکس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ نہ کسی بوڑھے کو قتل کیا جاتا، نہ عورت تہ تیغ کی جاتی، نہ کسی بچے پر تلوار اٹھائی جاتی، نہ کھیتوں کو اجاڑا جاتا، نہ درختوں کو گرایا جاتا، نہ زخمی کو قتل کیا جاتا، نہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب کیا جاتا۔ جنگ بدر میں ستّر کافر قیدی بنائے گئے تو قیدی خود کہتے ہیں کہ مسلمان خود پیدل چلتے اور ہمیں سوار کراتے، وہ خود بھوکے رہتے ہمیں کھانا کھلاتے۔

آپؐ کی جنگی پالیسی کا اساسی کلیہ یہ تھا کہ مخالف عناصر کا خون بہانے کے بجائے اس بے بس کر دیا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ تعاون کرنے لگے یا مزاحمت چھوڑ دے۔ اسی لئے آپؐ نے کم سے کم خون بہا کر زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کی۔ فتح مکہ ایک درخشندہ مثال ہے۔ کہ جب مخالفین مکہ بے بس ہو کر آپؐ کے سامنے آتے ہیں تو کشادہ دلی سے ان کو معاف کر دیتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ "آج تم پر کوئی گرفت نہیں، تم آزاد ہو" یہ وہ مخالفین ہیں جن کے ہاتھوں بے پناہ مصائب جھیلے، آپؐ کے ساتھی شہید ہوئے اور ان کے ظلم وستم سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنی جنم بھومی چھوڑی اور مدینہ کو اپنا مسکن بنایا۔ ان ظالموں نے وہاں بھی آرام سے زندگی بسر کرنے کا موقعہ نہ دیا، بلکہ حملہ آور ہوتے رہے۔ آخر کار یہ ظالم مغلوب ہوئے۔ اس قسم کے ظالموں کو معاف کر دینا کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دل بنی نوع انسان کی محبت سے معمور ہو اور ان کو راہِ راست پر چلانا مقصود ہو۔

معلّمین کے لئے کامل نمونہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معلّم انسانیت ہیں۔ فرماتے ہیں: اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔ مجھے معلّم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ ہمیشہ علم اور علماء کی قدر کرتے تھے اور مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپؐ کی مشہور حدیث ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

پھر ایک دفعہ فرمایا:

Marfat.com

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ۔
گہوارے سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ آپ نے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کو لازمی قرار دیا۔ آپ صرف معلومات میں اضافے ہی کو تعلیم نہیں سمجھتے تھے بلکہ لوگوں کی اخلاقی اصلاح کو بھی جزو تعلیم قرار دیتے تھے۔

علم کا مقصد زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے جب علم حاصل کرنے والا علم پر بھی عمل کرے۔ اگر علم کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتا تو اسے علم کا کوئی بھی فائدہ نہیں۔ حضورؐ نے عالم بے عمل کو چراغ کے فتیلہ سے تشبیہ دی ہے جو لوگوں کے لئے روشنی مہیا کرتا ہے لیکن خود جل کر رہ جاتا ہے۔ آپ دعاؤں میں بے فائدہ علم سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز سب سے شدید عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم نے اسے کچھ کام نہیں دیا۔ اسی طرح علم کو جاہ طلبی میں استعمال کرنے والا بھی عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔

آپؐ چند کلمات سکھا دینے کو ہی کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ غور و فکر اور تدبر کی تعلیم دیتے تھے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ ایک گھڑی غور و فکر کرنا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

آپؐ کے طریقہ تعلیم میں محبت، اخوت، مساوات اور ہمدردی اور بنی نوع انسان کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ آپؐ کی تعلیم کا ہی یہ معجزہ تھا کہ صدیوں کی لڑائیوں اور دشمنیوں کو اخوت میں بدل دیا، اونچ نیچ کا خاتمہ کر دیا اور ہمدردی کے جذبہ کو اُجاگر کر دیا۔

منصفین کے لئے کامل نمونہ

یہ بات ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی معاشرہ عدل و انصاف کے بغیر صحیح خطوط پر نہیں چل سکتا۔ اگر تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کی جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہی سلطنتیں زوال پذیر ہوئیں جن میں عدل و انصاف کو پامال کیا گیا۔ بڑوں کے لئے اور قانون تھا اور ضعفاء کے لئے اور قانون۔ جب ہم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسند انصاف پر رونق افروز دیکھتے ہیں تو ان کے ہاتھ سے انصاف کا ترازو چھوٹتا ہوا نہیں نظر آتا ہے۔ بلکہ انصاف کے

Marfat.com

اس ارفع مقام پر کھڑے ہوتے ہیں، جن کے سامنے اپنا اور بیگانہ، طاقت ور اور کمزور دوست اور دشمن سب برابر کھڑے نظر آتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

"کسی قوم سے تمہاری دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو، یہ بات تقویٰ کے قریب ہے۔"

انصاف کی دو درخشندہ مثالیں

ایک دفعہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو قریش نے حضرت اسامہؓ بن زید کو سفارش کے لئے بھیجا کہ اس کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ آپ نے چوری سے متعلق سزا کی معافی کی سفارش سن کر ارشاد فرمایا:

"تم سے پہلے قومیں اسی سبب سے تباہ ہوئیں کہ ان کے چھوٹوں کو سزا دی جاتی تھی اور ان کے بڑوں کو معاف کر دیا جاتا تھا۔ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"

"ایک مسلمان اور یہودی کے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ دونوں مقدمہ لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے دونوں کی باتیں سن کر انصاف کے مطابق یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ مسلمان اس فیصلہ پر مطمئن نہ ہوا۔ وہ معاملہ حضرت عمرؓ کے پاس لے کر حاضر ہو گیا۔ یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتا دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا تو فرمایا کہ اب تلوار ہی تمہارا فیصلہ کرے گی اور اس کی گردن اڑا دی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ ادا کروائے:

أُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۔ (الشوریٰ)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اللہ کی حدیں (قانون) بلا تمیز دور و نزدیک پر جاری کرو، اور کسی

Marfat.com

ملامت کرنے والے کی پیروی نہ کرو۔

والدین کے لئے کامل نمونہ

آپؐ صاحب اولاد تھے۔ حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ آپؐ کی بیٹیاں اور حضرت طیب، حضرت طاہر، حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم آپ کے صاحبزادے تھے۔ آپؐ نے بچوں کی جو تربیت، نگرانی، شفقت اور ان کی صحت جسمانی وروحانی کا خیال رکھا وہ ایک ایسا تفصیلی پروگرام ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو اولاد کبھی نہ بگڑے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

"اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"ایک آدمی کا اپنی اولاد کو ادب دینا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے۔"

پھر فرمایا:

"کسی باپ نے اپنی اولاد کو نیک ادب سے افضل کوئی عطیہ نہیں دیا۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اولاد سے محبت اور شفقت سے پیش آتے، بے جا سختی اور نفرت سے احساس کمتری اور دوسری نفسیاتی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک اعرابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کیا آپ بچوں کو چومتے ہیں، ہم تو انہیں نہیں چومتے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تیرے لئے میرے اختیار میں ہے کہ جب اللہ تعالی نے تیرے دل سے رحمت کا جذبہ ہی کھینچ لیا ہے۔

آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ اپنے پیچھے ایک لڑکی امامہ چھوڑ گئی تھیں۔ آپ کو اس سے بہت محبت تھی۔ کبھی کبھی مسجد میں ساتھ لے آتے اور گود میں لئے ہوئے نماز پڑھتے تھے۔

بعض اوقات والدین بھی اولاد میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیتے۔ جس کی وجہ سے خاندانی جھگڑا اور دشمنی شروع ہو جاتی ہے۔ بچوں میں کسی بنا پر امتیازی سلوک کرنا درست نہیں۔

Marfat.com

"ایک صحابی نے اپنے ایک بیٹے کو غلام ہبہ کیا اور حضورؐ کو گواہ بنانا چاہا۔ آپ نے پوچھا کہ باقی اولاد کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے صحابی نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے ظالمانہ عطیہ پر گواہ نہیں ہوں گا"

عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ والدین بچیوں کو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی رُو سے یہ سراسر ناجائز ہے اور بچیوں کی حق تلفی ہے۔

اولاد کے فوت ہونے پر صبر کا کامل نمونہ

آپؐ کی بہت سی اولاد آپ کے سامنے فوت ہو گئی، لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی، لیکن آپ نے آہ و بکا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا اور کہا لَہٗ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی یعنی جس نے اولاد دی اسی نے واپس بلا لی۔

کیا ہی عجیب نمونہ ہے جو اولاد کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا ہے کہ حضورؐ ایک جوان بیٹی کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ کی آنکھیں آنسوؤں سے نم تھیں۔ کسی نے کہا کہ حضورؐ نبی ہو کر یہ غم۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ جذبہ تو رحمت و شفقت کا ہے۔ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم فوت ہونے لگے۔ عین نزع کے عالم میں آپؐ نے اسے گود میں اٹھایا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تعجب کا اظہار کیا۔ آپؐ نے فرمایا اے عبدالرحمٰنؓ! یہ تو محبت و رحمت ہے، اور فرمایا:

اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا۔

آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔

صبر کا جو نمونہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا وہ ان تمام لوگوں کے لئے نمونہ ہے، جن کے لختِ جگر ان سے جدا ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

تاجروں کے لئے نمونہ تجارت معیشت کا ایک اہم اور ضروری جزو ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے لئے کامل نمونہ ہیں جو اس پیشے سے منسلک ہیں۔

تجارت اور اسوہ رسولؐ حضرت خدیجہ کو ایک دیانتدار تجارتی شریک کی ضرورت تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت اور امانت کا بہت چرچا تھا۔ تو حضرت خدیجہؓ نے حضورؐ کو تجارت کا انتظام سنبھالنے کا پیغام بھیجا کہ جو معاوضہ دوسروں کو دیتی ہوں اس سے دوگنا معاوضہ آپ کو دوں گی۔ آپؐ نے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ آپؐ حضرت خدیجہؓ کا سامان تجارت لے کر شام تشریف لے گئے۔ حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ تجارت میں توقع سے کہیں زیادہ منافع ہوا۔ واپسی پر میسرہ نے آپؐ کی امانت، حسنِ معاملہ اور تجارتی ذہانت کی بہت تعریف کی۔ حضرت خدیجہ آپؐ سے بہت متاثر ہوئیں اور انہوں نے حضورؐ کے پاس پیغام نکاح بھیجا چنانچہ آپ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کر لی۔

اصولِ تجارت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شادی دیانت دارانہ تجارت کا ثمرہ تھا اصولِ تجارت درج ذیل ہیں:

۱۔ دیانت تجارت کا پہلا اصول دیانت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیانت دارانہ تجارت اور صاف ستھرے کاروبار کی تاکید فرمائی ہے جسے حدیث میں "بیع مبرور" کہا گیا ہے۔ ایک صحابی نے حضورؐ سے پوچھا "کون سا رزق اچھا اور طیب ہے"؟ فرمایا ہاتھ کی کمائی اور "بیع مبرور" آپؐ کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تحت روزی کمانی چاہیئے۔ اسی طرح آپ کا ارشاد ہے۔ امانت دار تاجر قیامت کے دن شہداء اور انبیاء کے ساتھ ہوگا۔

Marfat.com

۲۔ خوش خلقی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت میں حسن خلق، نرم مزاجی کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ہے: "خرید و فروخت میں نرمی کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا" نیز ارشاد ہے: "خرید و فروخت میں فراخ دل اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے"

۳۔ ٹھیک ناپ تول

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیک ناپ تول پر بہت زور دیا فرمایا "جب تولو تو جھکا کر تولو" نیز فرمایا "جب کسی قوم میں ناپ تول میں کمی رواج پا جائے تو اللہ تعالیٰ اس قوم سے رزق روک لیتا ہے۔

۴۔ ایفائے عہد

تجارت میں ایفائے عہد ایک ضروری چیز ہے۔ وعدہ خلافی اور ٹال مٹول ناپسندیدہ بات ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد کے بڑے پکے اور کھرے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ جسے عہد کا پاس نہیں اس میں دین نہیں۔

۵۔ دھوکہ دہی سے اجتناب

تجارت میں ہر قسم کی دھوکہ دہی حرام اور ناجائز ہے۔ آپؐ نے فرمایا: مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ سیرت نبویؐ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دن آپ بازار تشریف لے گئے۔ ایک تاجر گندم فروخت کر رہا تھا آپؐ نے گندم کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو اندر سے گندم بھیگی ہوئی تھی۔ آپؐ نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ اس نے جواب دیا "رات کو بارش ہو گئی تھی اس لئے گندم بھیگ گئی ہے" آپ نے فرمایا "اسے چھپایا کیوں ہوا ہے، یہ تو کھلا دھوکہ ہے۔

فرمایا: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اسے حلال نہیں کہ جب کسی کے پاس سودا بیچے اور اس سودے میں اگر عیب ہو تو اسے ظاہر نہ کرے"

۶۔ ملاوٹ سے ممانعت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاوٹ کو سختی سے منع کیا ہے۔ فرمایا: "جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں" اس لئے آپ نے خریدار کو اختیار دیا ہے کہ وہ ناقص، عیب دار اور ملاوٹ شدہ مال کو تین دن میں واپس کر دے۔

Marfat.com

۷۔ بولی پر بولی دینا مناسب نہیں

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک تاجر کسی دوسرے سودے پر زیادہ قیمت دے کر خود مال خرید لیتا ہے، جس سے تجارتی حلقوں میں حسد، کینہ، رنجش اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ بعض اوقات اس سے مقصد دوسرے کے سودے کو خراب کرنا ہوتا ہے اور اس سے قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے سودے پر بولی نہیں دیتا۔

۸۔ درمیانی واسطوں کا انسداد

تجارتی دنیا میں قیمتوں کے چڑھاؤ کی ایک وجہ درمیانی واسطہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا، دیہات سے جو لوگ شہر میں مال لاتے ہیں ان کے مال کی دلالی کرنے کی کسی شہری کو اجازت نہیں۔ چاہے دلالی کرنے والا مال لانے والے کا باپ یا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

۹۔ احتکار کی ممانعت

ذخیرہ کر کے قیمت میں مہنگائی پیدا کر کے بیچنے کا نام احتکار ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو شخص چالیس روز تک اناج کو محض اس لئے ذخیرہ کئے رکھتا ہے کہ مہنگا ہو جائے تو فروخت کروں گا، وہ اگر تمام غلہ بھی صدقہ میں دے دے تو بھی اس کی بد دیانتی کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔"

اسی طرح آپ نے سٹہ بازی، بلیک مارکیٹنگ، سمگلنگ، اجارہ داری کو خلاف اسلام اور خلافِ اخلاق قرار دیا ہے۔

قیدیوں کے لئے کامل نمونہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین سال تک شعب ابی طالب میں قید رہے کفار مکہ گھاٹی میں خورد و نوش کی کسی چیز کو جانے نہیں دیتے تھے۔ لکھا ہے کہ رات کے وقت بنو ہاشم کے معصوم بچوں کے بھوک کے مارے رونے کی آوازیں سارا مکہ سنتا تھا مگر اس مصیبت کی گھڑی میں حق کو نہ چھوڑا، مصیبتیں برداشت کیں مگر سچائی سے منہ نہ موڑا، تین سال تک قید و بند کے دکھ برداشت کئے لیکن دین حق کے پیش کرنے میں ذرا قدم نہ ڈگمگائے۔

Marfat.com

ہمسایوں کے لئے کامل نمونہ

ہمسایہ معاشرے کا ایک اہم حصہ ہے ہمسایہ کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کامل نمونہ ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
" اگر تم کامل مومن بننا چاہتے ہو تو ہمسایہ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ "
پھر فرمایا : " اللہ کے نزدیک ساتھیوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہے اور اللہ کے نزدیک ساتھیوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہے ، اور اللہ کے نزدیک پڑوسیوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لئے بہتر ہو "

ایک بار آپ کی مجلس میں ایک عورت کا ذکر آیا کہ وہ بڑی عبادت گزار ، اور پرہیز گار ہے ، دن میں روزے رکھتی ہے اور رات کو تہجد ادا کرتی ہے لیکن پڑوسیوں کو تنگ کرتی ہے آپ نے فرمایا وہ دوزخی ہے ۔ اور ایک دوسری عورت کے بارے میں عرض کیا گیا کہ وہ صرف فرائض (عبادات) ادا کرتی ہے لیکن ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھتی ہے ، حضورؐ نے فرمایا وہ جنتی ہے ۔

رشتے داروں کے لئے کامل نمونہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رشتے داروں کے لئے کامل نمونہ ہے ۔ آپ فرماتے ہیں : لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ یعنی رشتے داروں سے تعلق توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا ۔

فرمایا : " جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت پیدا ہو تو اس کو صلہ رحمی کرنا چاہیئے ۔ بعض روایتوں میں ہے جو شخص اپنی عمر میں اضافہ چاہتا ہے اس کو صلہ رحمی کرنا چاہیئے "

ایک موقع پر فرمایا " جو شخص رشتہ داروں کو صدقہ دے گا اسے دوگنا ثواب ملے گا ۔ ایک صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا "

ایک اعرابی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے ایسی چیز بتایئے جو مجھ کو جنت سے قریب اور آتش دوزخ سے دور کر دے ۔ فرمایا " اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ ، نماز پڑھو ، زکوٰۃ ادا کرو ، صلہ رحمی کرو " (ادب المفرد)

آپؐ نے اپنی پھوپھیوں ، چچا زاد بھائیوں اور بہنوں کا بہت لحاظ رکھا ۔ جمانہ دختر

Marfat.com

ابی طالب کے لئے آپ نے پیداوار خیبر میں تیس وسق کھجوریں مقرر فرما دی تھیں۔ نوفل بن حارث آپ کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وقتاً فوقتاً خبر گیری کیا کرتے تھے آپ نے ان کی شادی کروائی۔ ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا آپ نے ابورافع اور ابوایوب کے ہاتھ اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھوائی اس کے بدلے تیس صاع حاصل کئے۔

اولاد کے لئے کامل نمونہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم آپ کی ولادت سے قبل وفات پا چکے تھے۔ آپ کی عمر چھ سال تھی جب آپ کی والدہ ماجدہ اپنے حقیقی مولا سے جا ملیں۔ دو سال بعد دادا عبدالمطلب کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ البتہ آپ کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ، رضاعی باپ حارث بن عبدالعزیٰ آپ کی بعثت کے بہت عرصہ بعد تک بقید حیات رہے اور آپ کو ان کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔

حضرت خدیجہؓ سے آپ کے نکاح کے بعد ایک مرتبہ حضرت حلیمہ سعدیہ مکہ مکرمہ آئیں اور آپ سے خشک سالی کی شکایت کی اور بتایا کہ ساری قوم قحط کا شکار ہو رہی ہے۔ یہ سن کر آپ نے حضرت خدیجہؓ سے سفارش کی تو انہوں نے بیس بکریاں اور سواری کے لئے ایک اونٹ دے کر رخصت کیا۔

غزوہ حنین کے موقع پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا امی۔ امی۔ امی (میری ماں۔ میری ماں) پھر آپ نے اپنی چادر ان کے لئے بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ نے ان کی ضرورت پوری کر کے تعظیم و تکریم کے ساتھ رخصت کیا۔

ایک مرتبہ حضرت حلیمہ سعدیہ کی بہن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے ان سے حضرت حلیمہ سے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ وفات پا چکی ہیں۔ یہ سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر آپ نے اپنی رضاعی خالہ کو لباس، سواری کا جانور اور دو سو درہم دے کر رخصت کیا۔ آپ کے رضاعی والدین جب آ کر مسلمان ہوئے تو آپ نے ان کی بہت تکریم کی۔ قرآن مجید میں آتا ہے وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔

ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی کہ اس کا والد

Marfat.com

اس کے مال کا طلبگار ہے۔ تو آپ نے فرمایا اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کے لئے ہیں۔

جب تک دادا اور چچا زندہ رہے آپ نے ان کی ایسی فرمانبرداری اختیار کی کہ کوئی شخص باپ کی بھی نہیں کر سکتا۔ حضورؐ نے اپنے جدامجد اور عم معظم کی کامل اور ساری عمر خدمت کی، لہٰذا آپ اولاد کے لئے کامل نمونہ ہیں۔

دشمنوں کے لئے کامل نمونہ

دنیا میں کوئی ہی ایسا شخص ہوگا جس کا کوئی شخص یا مخالف نہ ہو، آپؐ کی ذاتِ مبارک ان لوگوں کے لئے بھی اسوۂ حسنہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ نبوت کیا۔ توحید کا پرچار، ایک خدا کی عبادت، اخوت، مساوات، رواداری اور حرمت انسانی کی تبلیغ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی تلقین کرنے کی وجہ سے مراعات یافتہ طبقہ دشمن بن گیا اور دشمنی یہاں تک بڑھی کہ آپ اور آپ کے صحابہؓ کو اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ میں جا کر پناہ لینی پڑی۔ دشمنوں نے گھر سے نکال دینے کو ہی کافی نہ سمجھا بلکہ یہ عزم کر لیا کہ آپ کو اور آپؐ کے اصحابؓ کو مدینہ سے بھی نیست و نابود کر کے دم لیں گے چنانچہ مدینہ پر بار بار حملہ آور ہوئے۔ حملوں میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر ایک وہ وقت آیا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدسیوں کو ساتھ لے کر مکہ میں فاتحانہ رنگ میں داخل ہوتے ہیں۔ دشمنوں اور مخالفین میں سے ایک ایک کی گردن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے نیچے تھی، آپؐ نے عفو اور درگزر کا وہ نمونہ دکھایا کہ جس کی مثال انسانیت کی تاریخ میں نہیں ملتی، نہ صرف آپ نے اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا بلکہ ابوسفیان جو سب دشمنوں کا سرغنہ تھا، غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں کفار کا سپہ سالار رہا۔ اسے اس فتح کے موقع پر یہ اعزاز دیا کہ:

مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ کَانَ اٰمِنًا

جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ بھی امن میں ہے

سب مخالفین کو یہ فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج تم پر کوئی گرفت نہیں، تم سب آزاد ہو۔

Marfat.com

حضور دشمنوں کے ظلم وستم کو صرف معاف ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے معاملہ میں حق و انصاف کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتے تھے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ: ۸)

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو انصاف کرو، یہی تقویٰ کے قریب ہے۔

دوستوں کے لئے نمونہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اپنے دوستوں اور صحابہؓ کے لئے ابر رحمت تھی۔ کسی دوست کو ذرا سی تکلیف پہنچتی تو آپ بیقرار اور مضطرب ہو جاتے۔ ان کی تکلیف کو رفع کرنے کے لئے بھی ہر ممکن کوشش کرتے۔ اس امر کی شہادت قرآن مجید میں ملتی ہے، ارشاد الٰہی ہے:

"بلاشبہ تم لوگوں کے پاس ایک رسولؐ آیا ہے، جو خود تمہیں میں سے ہے۔ تمہارا نقصان اس پر گراں گزرتا ہے، وہ تمہاری فلاح چاہتا ہے ایمان والوں (دوستوں) کے لئے وہ شفیق اور مہربان ہے۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقروض دوستوں کا قرض اپنے پاس سے ادا فرما دیتے تھے، دوستوں کو تحائف سے نوازتے، دعوتوں پر بلاتے، ان کی دعوتوں میں شریک ہوتے، ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے۔ یہی وجہ تھی کہ دوست بھی اپنی زندگی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں کے لئے بہت رحمدل، شفیق اور مہربان تھے۔ ارشاد الٰہی ہے: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

اور اگر آپؐ ترش رو اور سخت مزاج ہوتے تو لوگ آپؐ کے اردگرد سے چھٹ جاتے۔

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

ختمِ نبوت

ختم نبوت کے معنی ہیں مہر لگانا، بند کر دینا، اخیر تک پہنچ جانا، یا کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانا۔

نبوت کا مطلب ہے، وہ شرعی احکام جو اللہ تعالیٰ جبرئیلؑ کی معرفت اپنے کسی برگزیدہ بندہ کو دیتا ہے۔

پس ختم نبوت کا معنی ہوا، اللہ تعالیٰ کا جبرئیل علیہ السلام کی معرفت شرعی احکام کا بھیجنا بند کر دینا۔

اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے، اور کسی شخص پر اللہ تعالیٰ جبرئیلؑ کی معرفت شرعی احکام نہیں بھیجے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم نبوت کا عقیدہ ہر مسلک، ہر مکتبِ فکر اور ہر فرقے کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے، اس بارے میں کبھی دو مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہیں رہا۔

قرآن مجید کی متعدد آیات اور بے شمار احادیث سے یہ بات مسلّمہ ہے کہ وحی نبوت پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آئے گا۔

تکمیلِ شریعت

پہلی دلیل قرآن مجید میں آتا ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط

Marfat.com

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا ہے۔

یہ اتمام نعمت دین اسلام کی تکمیل سے ہوا۔ اس کے بعد دین اسلام میں کسی اضافے، ترمیم، تنسیخ کی گنجائش نہیں۔ اس لئے کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ دین میں ترمیم یا تنسیخ صرف نبی کی معرفت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام سے قبل ادیان عالم کی کتب مقدسہ میں اس قسم کا اعلان نہیں ملے گا، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام خدا کے حکم سے اس دور کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر ترمیم و تنسیخ اور اضافے کرتے رہے۔

دوسری دلیل (عالمگیر بعثت)

حضورؐ کی بعثت سے قبل تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوم کے لئے آئے تھے۔ اس لئے ان کا پیغام صرف ایک قوم کے لئے تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام دنیا کے لئے تھی، اس لئے ان کا پیغام سب دنیا کے لئے ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

ہم نے تجھے تمام انسانوں کے لئے اصل بنا کر بھیجا ہے

دوسری جگہ آتا ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ط

(۷ : ۱۵۸)

"فرما دیجیے، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں:

"مجھ سے پہلے نبی صرف اپنی اپنی قوموں کی طرف آتے رہے ہیں، لیکن میں تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔"

توحید الٰہی کا بھی یہی تقاضا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسا نبی بھیجتے جو دنیا کے تمام لوگوں کو ایک دین کے جھنڈے کے نیچے جمع کرتا۔ تو توحید کے اس تقاضے کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دروازے کو کھلا چھوڑا جاتا تو ایک توحید کا

Marfat.com

تقاضا اتحاد بین المسلمین ختم ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تیسری دلیل (خاتم النبیین ہونے کا اعلان)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔

"محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔"

لغت عربی میں خَاتَمْ اور خَاتِمْ دونوں کے معنی ختم کرنے والے ہیں یہ بحث لغت کے لحاظ سے عبث اور بے سود ہے کہ آیت مذکور میں لفظ خَاتَمْ آیا ہے نہ کہ خَاتِمْ۔ پس خاتم النبیین کے معنی "نبیوں میں سب سے آخر آنے والا، سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا اور آخری نبی ہیں۔

قرآن مجید کی کوئی مستند تفسیر اٹھا کر دیکھ لیجئے تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی یا نبیوں کو ختم کرنے والا لکھا پایا جائے گا۔

چوتھی دلیل (خاتم النبیین کی تشریح رسول کریمؐ کے الفاظ میں)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اب رسالت و نبوت منقطع ہو چکی ہے، لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا اور نہ کوئی نبی۔"

ایک موقع پر فرمایا: اَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ "میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

ان الفاظ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خاتم النبیین کی تشریح، اور وضاحت فرما دی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

پھر فرمایا: "مجھ سے نبوت کی عمارت مکمل ہو گئی ہے اور مجھ پر رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔" (بخاری و مسلم)

پھر فرمایا: "میری شان اور نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے تھے ایسی ہے جیسی ایک شخص نے عمارت بنائی اور خوب حسین بنائی۔ مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے اور کہتے کہ

Marfat.com

اس جگہ اینٹ کیوں نہ لگائی گئی۔ تو فرمایا میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔" (بخاری)

پھر فرمایا: "میں سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میرے ساتھ تمام انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔" (مسلم)

پھر فرمایا: "میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے، جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔" (بخاری)

پھر فرمایا: "میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا اور نہ تمہارے بعد کوئی امت ہی اٹھے گی۔" (کنز الاعمال ج ۳)

پانچویں دلیل (حفاظت شریعت)

اللہ تعالیٰ نے جو کتاب آپ پر نازل فرمائی اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ دین اسلام سے قبل جتنی بھی کتب انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں نہ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا اور نہ وہ محفوظ ہیں۔ یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام سے قبل کی تمام آسمانی کتب تحریف، و تبدیل سے خالی نہیں۔ صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو محفوظ ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۱۵:۹)

"بے شک ہم نے ہی ذکر (قرآن) نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔"

ولیم میور نے اپنی کتاب (دی لائف آف محمدؐ) میں لکھا ہے: دنیا کی محفوظ ترین کتاب قرآن پاک ہے۔ یہ کتاب جس صورت میں محمدؐ کے زمانہ میں تھی اسی صورت میں آج موجود ہے۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ کہا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ تکمیل شریعت اور حفاظت قرآن کی وجہ سے اب وحی نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اب وحی نبوت لے کر جبرئیل علیہ السلام کا آنا ممتنع ہے۔

Marfat.com

چھٹی دلیل

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم "المصدق الرسل" (رسولوں کی تصدیق کرنے والے) اور مصدق الرسل (پہلے رسولوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی) ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب والحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین۔

اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں تمہیں جو کچھ کتاب اور حکمت میں سے دیا ہے، پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا۔ اور ضرور اس کی مدد کرنا ہوگی۔ کہا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرے عہد کی ذمہ داری لیتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں، کہا تم گواہ رہو، میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

جس نبوت کی تصدیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ فرمائیں یا جو نبوت آپ کی نبوت کی تصدیق نہ کرے وہ نبوت جھوٹی نبوت ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد آنے والی کسی نبوت کی خبر نہیں دی، بلکہ صریحاً نفی فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں: اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آئے گا" اس ارشاد میں حضورؐ نے خاتم النبیین کی تشریح لا نبی بعدیؐ کے الفاظ سے فرما دی۔

له لا نبی بعدی میں لا نفی جنس کا ہے۔ جس میں ہر قسم کی نبوت کی نفی کردی گئی ہے۔

Marfat.com

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت

معمارِ ملّتِ نو

رسول کریم صلعم نے اپنی قوتِ قدسیہ سے عربوں میں وہ عظیم انقلاب پیدا کیا جسکی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ کی بعثت سے قبل عرب ہر قسم کی برائی میں مبتلا تھے۔ اس کا اندازہ اس تقریر سے ہو سکتا ہے جو حضرت جعفرؓ طیار نے بادشاہ حبش کے دربار میں کی تھی" اے بادشاہ! ہم جاہل اور گمراہ قوم تھے۔ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ اپنے ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ بد افعالیاں کرتے تھے کمزوروں کا مال چھینتے تھے۔ تب خدا نے ہم میں ایک نبی کو مبعوث کیا۔ جس کی شرافت صداقت، دیانت اور پاکبازی ہم سب پر روشن تھی۔ اس نے ہمیں خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلایا اور ان بتوں اور پتھروں کی پوجا کرنے سے روکا۔ جن کو ہمارے آباء پوجا کرتے تھے اس نے صرف ایک خدا کی اطاعت کا حکم دیا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ نماز زکوٰۃ اور روزہ ہم پر فرض قرار دیا سچ بولنے، امانت کو دیانت کے ساتھ واپس کرنے رشتہ داروں اور ہمسایوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے، برائیوں سے بچنے، عیاشی اور خونریزی سے احتراز کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ہمیں نصیحت کی کہ جھوٹ ہرگز نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو یتامیٰ کا مال نہ کھاؤ اور نہ عورتوں پر شبہ کرو نہ ان پر سوءظن رکھو۔ ہم نے اس کی تعلیم پر عمل کیا ہم اس کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ اور احکامِ الٰہی کی پابندی کی۔ اور اس کی توحید پر ایمان لائے ہم منہیات سے محترز ہیں۔ اور اوامر پر کاربند ہیں۔

یہ تقریر ظاہر کرتی ہے کہ عرب کن کن برائیوں میں مبتلا تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قلیل عرصہ میں ایک ایسی ملت نو کی تعمیر کی۔ جو ہر قسم کی برائیوں سے پاک تھی۔ جس کا اقرار سر ولیم میور بھی کرتا ہے۔ محمد (صلعم) کی تعلیم بہت مختصر اور سادہ تھی۔ ان کی تعلیم نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی۔ ابتدائے مسیحیت سے لے کر اب تک وہ لوگوں میں ایسی روحانی بیداری کسی وقت بھی پیدا نہیں ہوئی۔ نہ لوگوں کے اندر ایسا ایمانی جوش پیدا ہوا۔ کہ وہ اپنے ضمیر کی خاطر ہر قسم کی جانی۔ مالی قربانیاں دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معمارِ ملتِ نو مختلف حیثیات کے مالک ہیں جن کا اجمالی مطالعہ حسب ذیل ہے:

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت

معلّم و مربّی

قرآن مجید میں کئی جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت کے اِس پہلو کی تصریح کی گئی ہے۔ کَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡکُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیۡکُمۡ وَیُعَلِّمُکُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمۡ مَّا لَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ

(البقرہ آیت ۱۵۱)

ترجمہ:۔ جس طرح ہم نے تمہارے اندر خود تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیات پڑھ کر سُناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ

(ال عمران۔ ۱۶۴)

اللہ نے ایمان لانے والوں پر احسان فرمایا جب ان کے اندر خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو انہیں اسکی آیات پڑھ کر سُناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَ

Marfat.com

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ (الجمعہ ۔ ۲)

وہی ہے جس نے اُمّیوں کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۔

ان آیات میں آپ کے جس منصب کی وضاحت کی گئی ہے ان میں کتاب (قرآن) اور حکمت کی تعلیم کے علاوہ تربیت سے اہل ایمان کی انفرادی و اجتماعی خرابیوں کو دور کر کے ان کے اندر اچھے اوصاف اور بہتر نظامِ اجتماعی کو نشو و نما دینا ہے ۔ معلم و مربی کے ان مناصب پر حضور کو خدا نے مامور فرمایا تھا تاکہ ایمان لانے کے بعد کوئی یہ کہنے کی جرات نہ کر سکے کہ یہ دونوں مناصب رسالت کی اجزا نہ تھے ۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے آپ یہ فرائض اپنی ذاتی حیثیت میں انجام دیتے تھے تو وہ قرآن و حکمت کی تعلیم اور اجتماعی تربیت کو من جانب اللہ ماننے اور سند تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور بجائے خود یہ رسالت کا انکار نہیں تو اور کیا ہے ؟

۲۔ رسولؐ بحیثیت شارح کتاب اللہ

:۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کے سپرد یہ خدمت کی گئی تھی کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ جو احکام و ہدایت دے ان کی آپ توضیح و تشریح فرمائیں ۔ اس توضیح و تشریح سے مراد محض کتاب کے الفاظ پڑھ کر سنا دینا نہیں بلکہ تشریح کرنے والا ۔ الفاظ سے زائد کچھ کہتا ہے تاکہ سننے والا پورا مطلب سمجھ جائے اور اگر کتاب کی کوئی بات کسی عملی مسئلے سے متعلق ہو تو شارح عملی مظاہرہ کر کے وضاحت کرتا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے :۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (نحل ۔ ۴۴)

ترجمہ :۔ اور (اے نبیؐ) یہ ذکر ہم نے آپکی طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لئے واضح کر دو اس تعلیم کو جو ان کی طرف اتاری گئی ہے ۔

اس آیت کی وضاحت کے بعد یہ مسلّم ہو جانا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ پر کتاب اسلئے نازل کر رہا ہے کہ رسولؐ اللہ اپنے قول و عمل سے اس کا مطلب واضح کرے ۔ اس طرح آپکی گفتگو اور عمل بھی منصب رسالت کا ایک جز ہے ۔

۳۔ رسولؐ بحیثیت پیشوا و نمونۂ تقلید

:۔ سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔۔۔۔۔ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

Marfat.com

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (آیات ۳۱-۳۲)

(اے نبیؐ) کہو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا .... کہو اطاعت کرو اللہ اور رسولؐ کی، پھر اگر وہ منہ موڑتے ہیں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

ان آیات میں خود خدائے ذوالجلال نے اپنے رسولؐ کو رہنما و پیشوا مقرر کیا ہے اور صاف فرمایا ہے کہ اگر رسولؐ کی اطاعت نہ کرو گے تو مجھ سے کوئی اُمید رکھنا، میری محبت اسکے بغیر نہیں حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے رُوگردانی کفر ہے۔ سُورۃ احزاب میں فرمایا ہے :۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک نمونہ تقلید ہے ہر اس شخص کے جو اللہ اور یوم آخر کا اُمیدوار ہو۔ یہ آیت صراحت کرتی ہے کہ رسولؐ کی زندگی سب کے لئے نمونہ تقلید ہے۔ قرآن کے الفاظ بتاتے ہیں کہ آپؐ کو خود خدا نے بطور رہنما اور لیڈر منتخب کیا۔ لہٰذا آپ مامور من اللہ، رہبر و پیشوا ہیں۔

۴۔ رسولؐ بحیثیت شارع

:۔ سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے :۔ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

ترجمہ :۔ "وہ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے ان کو روکتا ہے اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اور بندھن اتار دیتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کو تشریعی اختیارات عطا کیے ہیں۔ خدا کی طرف سے امر و نہی اور حلال و حرام وہی کچھ نہیں جو قرآن میں مذکور ہے بلکہ جو کچھ نبیؐ نے حرام یا حلال قرار دیا ہے اور جس چیز کا حضورؐ نے حکم دیا ہے یا جس سے منع کیا ہے وہ بھی اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات سے ہے۔ لہٰذا وہ بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ۔ سُورۃ حشر میں اس امر کی مزید وضاحت ہے۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ "جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے"۔ اس آیت میں اللہ نے امر و نہی اور تحلیل و تحریم کو رسولؐ کا فعل قرار دیا ہے۔ یعنی آپؐ اُمت پر جس (منشائے ربانی کے مطابق) حلال کر دیں یا حرام کر دیں۔

Marfat.com

۵۔ رسولؐ بحیثیت قاضی

:۔ قرآن مجید میں متعدد بار خدا نے اس کی وضاحت کی ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قاضی مقرر کیا ہے۔ چند آیات یہ ہیں :۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (النساء - ۵۵)

(اے نبیؐ) ہم نے حق کے ساتھ تمہاری جانب کتاب نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اللہ کی دکھائی ہوئی روشنی میں فیصلہ کرو۔ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (الشوریٰ ۱۵)

" اور (اے نبیؐ) کہیے کہ میں ایمان لایا ہوں، اُس کتاب پر جو اللہ نے نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں "

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء ۶۵)۔ پس (اے نبیؐ) تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے جھگڑوں میں تجھے فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو فیصلہ تو کرے اسکی طرف سے اپنے دل میں کوئی تنگی تک محسوس نہ کریں بلکہ بسر و چشم قبول کر لیں۔

یہ آیات صاف صاف بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عدالت اور قضا کا منصب عطا فرمایا ہے۔ یہ حیثیت رسالت سے الگ نہیں اور کوئی بھی اس وقت مومن نہیں ہو سکتا جب وہ آپؐ کے سامنے سمع و طاعت کا رویہ اختیار نہ کرے

۶۔ رسولؐ بحیثیت حاکم و فرمانروا

:۔ قرآن مجید میں تکرار کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ نبیؐ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ فرمانروا تھے اور اس منصب کی حیثیت بھی جزو رسالت کی ہے :۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اسکی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن کے ساتھ۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ جو رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ (اے نبیؐ) یقیناً جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۔ (الاحزاب - ۳۶)

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب کسی معاملہ کا فیصلہ اللہ اور اس کا رسولؐ کر دے تو پھر

Marfat.com

ان کے لئے اپنے اُس معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرلینے کا اختیار باقی رہ جائے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اُس کے رسُول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے اولامر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو اُس کو اللہ اور رسُول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔

ان سب آیات کا مطلب واضح اور عیاں ہے کوئی ایسا حاکم نہیں جو خود اپنی قائم کردہ ریاست کا سربراہ بن بیٹھا ہو، یا جسے لوگوں نے منتخب کر کے حکمران بنایا ہو بلکہ وہ خدا کی جانب سے مقرر کیا ہوا فرنروا ہے اور یہ فرمانروائی منصب رسالت سے الگ کوئی شئے نہیں۔

قرآن کی اِن تصریحات کی روشنی میں یہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ آنحضرتؐ کے برپا کردہ انقلاب کو کیونکر عدیم النظیر کامیابی نصیب ہوئی اور آپؐ نے سماجی، معاشرتی، اقتصادی، مذہبی، اخلاقی اور رُوحانی شعبہ ہائے حیات میں آپؐ نے نئے نظریئے خیالات اور اقدار کو رُوشناس کر دیا۔ آپؐ نے تائید و نصرت الٰہی سے پستی و ذلت کے گڑھے میں گری ہوئی انسانیت کو نکال کر کامرانی کی بلندیوں پر فائز کیا۔ روزِ قیامت تک آپؐ بطور سماجی، اخلاقی، سیاسی اور دینی رہنما عالمِ انسانیت پر اثر انداز ہوتے رہیں گے۔

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بحیثیت منتظم و مدبر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تمام عرب انتشار اور خلفشار کا شکار تھا، عرب قبائل میں بٹا ہوا تھا، ہر قبیلہ کا اپنا سردار ہوتا۔ نہ کوئی مرکزی قیادت تھی، نہ کوئی حکومت تھی۔ اس بدترین حالات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحدت نسل انسانی کا پیغام لے کر آئے، اور تمام عرب کو وحدت کی لڑی میں منسلک کر دیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ مدینہ کی فلاحی ریاست کے سربراہ اور منتظم بنے۔ اس ریاست کے مختلف شعبوں کو از سرِ نو منظم کیا۔ تاریخ وسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ ذیل نظم و نسق کے حسبِ ذیل صیغے قائم کیے جن کی تشکیل و تنظیم کے طریقہ ہائے کار کو دیکھ کر آپ کے ایک اعلیٰ منتظم و مدبر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ صیغہ خاص اس صیغہ کو پرسنل ڈیپارٹمنٹ کا نام دیا جاتا ہے، جس میں آپ کی ذاتی اشیاء کی نگرانی، آپ کے اسفار کا انتظام، سواری کا بندوبست، رازداری اور خفیہ خبروں کے پہنچانے کا انتظام، پرسنل سیکرٹری، سرکاری مہر کی حفاظت ونگرانی، حجابت (آپ کے اجلاس میں لوگوں کو پیش کرنا) ذاتی مراسلت، اخراجات کی دیکھ بھال کا شانۂ رسالت کی نگرانی، ذاتی حفاظت، کسی حکم کی منادی وغیرہ کے فرائض داخل تھے۔ ان فرائض کی انجام دہی کے لئے متعدد افراد آپ کے عملہ خاص میں شامل تھے۔ مثلاً عبد اللہ بن مسعود، عقبہ بن عامر، عثمان بن عفان، حذیفہ بن الیمان، زبیر بن العوام اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

Marfat.com

۲۔ صیغہ توقیعات و فرامین

اس صیغہ کے ذمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پیش ہونے والے مقدمات و معاملات کے فیصلوں کا لکھنا، ہر قسم کی دستاویزات و وثیقہ جات اور شرائط معاملات کی کتابت کا کام تھا۔

۳۔ صیغۂ احتساب

یہ صیغہ عام اخلاق کی نگرانی اور تجارتی بدعنوانیوں کے انسداد کا ذمہ دار تھا۔ ریاست کے اندر کسی قسم کی زیادتی، کسی قسم کی بد اخلاقی، تجارتی بدعنوانی، ناپ تول میں کمی، چور بازاری، رشوت خوری اور مناسب نرخوں پر اشیاء کی عدم فراہمی جیسے مکروہ افعال کی بازگشت آپ کے عہد میں کہیں نظر نہیں آتی۔

۴۔ صیغہ جات امور داخلہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آنے والے وفود کے استقبال، امن و امان کا اہتمام، ملکی حالات و واقعات سے آگاہی کے لئے مخبری کا انتظام۔ دارالحرب میں رہنے والی ملت اسلامیہ کے حالات سے آگاہی، مجرموں کی سرکوبی اور قیدیوں کی نگرانی وغیرہ امور کی انجام دہی اس شعبہ کے ذمہ تھی۔ اس شعبہ کے افسران میں حضرت بلال، حضرت ابوبکر اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہم کے نام بڑے ممتاز ہیں:

۵۔ صیغہ تعلقات خارجہ

بیرون عرب کی تمام چھوٹی بڑی طاقتوں، معاصر حکمرانوں اور امراء و رؤسا سے تعلقات کی استواری کے لئے اس شعبہ کو قائم کیا گیا، اس شعبہ میں مختلف زبانوں کے ماہرین کا تقرر کیا گیا، جو ترجمانی و خط و کتابت کے فرائض سرانجام دیتے۔ ان اصحاب میں حضرت عبداللہ بن ارقم، اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم مشہور تھے۔ اس شعبہ کے فرائض میں سفراء کا تقرر بھی شامل تھا، مختلف ممالک کے ساتھ مختلف معاہدے، اس شعبہ کی کارکردگی کا بہت بڑا ثبوت ہیں۔ معاہدہ حدیبیہ، معاہدہ ثقیف، معاہدہ قضا اور معاہدہ نجران اس کی اہم مثالیں ہیں۔

۶۔ صیغہ ہائے مالیات

شعبہ مالیات کسی حکومت کا ایک اہم ترین شعبہ ہے۔ اس شعبہ پر ملک کی ترقی کا انحصار ہے۔ جتنا یہ شعبہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہوگا، اتنا ہی ملک میں معاشی استحکام ہوگا۔

Marfat.com

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد حکومت میں اس صیغہ کے تحت مختلف مالیاتی شعبوں کو قائم کیا گیا، ان پر ذمہ دار اصحاب کا تقرر فرمایا۔ مشہور شعبے یہ تھے: شعبہ خمس، شعبہ الغنائم، شعبہ الجزیہ، شعبہ الاعشار، شعبہ خراج۔

۷۔ صیغہ ہائے عسکری

جنگ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل وحشت و بربریت کی ایک بھیانک شکل تھی۔ نہ اس کے لئے اخلاقی حدود، نہ قانونی ضابطے ظلم و بربریت کو بہادری سمجھا جاتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے عسکری نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، ایسے اصول و ضوابط کی تعلیم دی جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ نے مظلوموں کے دفاع اور ظلم و ستم کی بیخ کنی کے لئے میدان جنگ میں قدم رکھا۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور گوشہ نشینوں پر ہاتھ نہ اٹھانے کی تعلیم دی۔ جنگ کے اندر اخلاقی اقدار کو رواج دیا۔ محاربین (دونوں اطراف کے جنگجوؤں کے حقوق و فرائض بنائے) مقاتلین اور غیر مقاتلین، مفتوح اور اسیران جنگ کے حقوق متعین کئے۔

آپ نے تقریباً ستائیس جنگوں میں اسلامی لشکر کی قیادت فرمائی، جس کے دوران آپ نے اسلامی فوج میں قلب، میمنہ، میسرہ، مقدمہ اور عقبی کے دستے تشکیل دیئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد حکومت میں کوئی خاص عسکری ادارہ نہیں تھا۔ جب کبھی دشمن کا سامنا کرنا ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کو دعوت جہاد دیتے مجاہدین سامان حرب (تلوار اور نیزہ وغیرہ) لے کر حاضر خدمت ہو جاتے۔ اگر کسی مجاہد کے پاس سامان حرب نہیں تو حکومت کی طرف سے مہیا کیا جاتا۔ جن کے پاس سواریوں کا بندوبست نہ ہوتا تو ان کو سواری مہیا کی جاتی۔ جہاد کی تیاری کے لئے چندہ کی اپیل بھی کی جاتی، صاحب ثروت اصحاب جہاد کی تیاری کے لئے دل کھول کر چندہ دیتے۔ دوران جہاد جو مال غنیمت ملتا اس میں سے مجاہدین کو دیا جاتا۔

۸۔ صیغہ عدالت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد حکمرانی میں صیغہ عدالت ایک اہم ترین باب ہے۔ مرکزی طور پر آپ خود قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے۔ فوری انصاف کے لئے مختلف علاقوں میں باقاعدہ طور پر قاضیوں کا تقرر کیا جاتا۔ ان قضاۃ میں حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے بلند پایہ صحابہ کرام کے نام نمایاں ہیں۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مروجہ عدالتی بے انصافیوں کو ختم کرایا، رشوت خوری، جانب داری، کنبہ پروری، امراء اور وزراء کو حاصل ناجائز مراعات کے ممکن ہو سکنے کو بند کیا۔

اس عدالتی نظام میں یہ کوشش کی جاتی کہ فریقین عدالت میں آنے سے پہلے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کر لیں۔ اگر مقدمہ عدالت میں آجاتا تو پھر ثبوت کے لئے جملہ لوازمات شہادت کو اختیار کیا جاتا۔ قیافہ شناسی، ظاہری اور حلف برداری کا مکمل اعتبار کیا جاتا۔ سہل الحصول انصاف کے لئے مقامی اور مرکزی عدالتوں کا نظام تشکیل دیا گیا۔ اگر مقامی سطح پہ کسی ناانصافی کا شائبہ ہو تو اسے مرکزی عدالت میں لے جانے کا حق دیا جاتا۔ ہر قاضی کو یہ ہدایات کی جاتیں:

- کبھی غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کریں۔
- فریقین کو اپنی اپنی بات کہنے کا موقع دیں۔
- کتاب و سنت اور بصیرت کے ساتھ فیصلہ کریں۔
- لوازمات ثبوت میں قیافہ شناسی، فراست، قسامت، قرعہ اندازی اور شہادت کو استعمال کر لیا کریں۔

۹۔ صیغہ تعلیم و تربیت

ملکی ترقی کے لئے تعلیم و تربیت بہت ضروری ہے، اگر تاریخ عالم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہی اقوام عالم ترقی کی شاہراہ پہ گامزن ہوئیں جنہوں نے اپنے آپ کو علم کے زیور سے آراستہ کیا۔ اسی نقطہ کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم و تزکیہ کو بہت اہمیت دی۔ مسجد نبوی کو تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ مسجد سے ملحقہ اقامتی جامعہ (مدرسہ) بنایا جس میں صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید کی تعلیم اور دیگر اسلامی علوم سکھائے جاتے تھے۔ اسی درس گاہ کے تربیت یافتہ احباب کو مختلف علاقوں میں تعلیم و تربیت دینے کے لئے بھیجا جاتا۔

صُفّہ کے علاوہ مخرمہ بن نوفل کا مکان بھی تعلیم و تربیت کا مرکز تھا۔ اسی طرح مدینہ کی دیگر مساجد میں بھی تعلیم و تربیت کا پورا پورا اہتمام تھا۔ اس وقت کی مشہور مساجد میں مسجد قباء، مسجد الفضیح، مسجد بنی قریظہ، مسجد مشربہ ام ابراہیم، مسجد ظفر یا مسجد بغلہ، مسجد بنی بادیہ، مسجد فتح اور مسجد القبلتین ہیں۔

Marfat.com

مشہور ائمہ اور معلمین میں سے خلفائے راشدین، حضرت مصعب بن عمیرؓ، سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ، ابن ام مکتومؓ، معاذؓ بن جبل، عتبان بن مالکؓ، انس بن مالکؓ، عتاب بن اسیدؓ نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

صوبائی نظم و نسق

فتح مکہ کے بعد اسلامی ریاست جب خاصی پھیل گئی اور مدینہ منورہ اسلامی ریاست کا دار الحکومت بن گیا۔ تو نظم و نسق کی بہتری کے لئے ریاست کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر صوبے کا ایک گورنر مقرر کیا گیا۔ ابن حزم کی تصریح کے مطابق چودہ صوبے بنائے گئے اور صرف یمن کو پانچ صوبوں یعنی صنعا، کندہ، اصلاف، حضر موت، جند اور زبید و عدن و زمعہ و سواحل میں بانٹا گیا۔ باقی صوبوں میں نجران، مکہ، تیماء، وادی القریٰ، فدک، بحرین، عمان اور اس کے مضافات، فلسطین، بحرین اور طائف شامل ہیں۔[1]

آپؐ کے تدبر کی چند امثلہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی غور و فکر اور تدبر سے عبارت ہے۔ چند امثلہ بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ دعویٰ نبوت سے قبل ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تدبر اور معاملہ فہمی کی شہرت ہو چکی تھی۔ آپؐ جو پچیس سال کے تھے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؐ کی معاملہ فہمی اور تدبر کی شہرت سن کر آپؐ کو اپنے تجارتی سامان کا بحیثیت نگران اور قیمؐ بنا کر شام کی طرف بھیجا۔ آپؐ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ملازم میسرہ بھی تھا۔ آپؐ کی وجہ سے حضرت خدیجہؓ کو اس تجارت میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ فائدہ ہوا۔ جب تجارتی سفر سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو میسرہ نے حضورؐ کے تدبر اور معاملہ فہمی کی بہت تعریف کی جس کی

---

[1] ابن حزم، جوامع السیرۃ، مطبوعہ دار المعارف مصر۔

Marfat.com

وجہ سے حضرت خدیجہؓ نے پیغام شادی بھیجا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی شادی ہو گئی۔

۲۔ خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کے بعد جب حجر اسود کے نصب کرنے کا موقع آیا تو ہر قبیلہ کی یہ خواہش تھی کہ یہ کام اس قبیلہ کے سردار کے ہاتھوں انجام پائے۔ یہ جھگڑا چار دن جاری رہا۔ پانچویں دن یہ طے پایا کہ صفا کے دروازہ سے جو شخص سب سے پہلے حرم میں داخل ہو گا وہی شخص حجر اسود کو نصب کرے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حرم میں سب سے پہلے اس دروازہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے سب سردار اس بات پر متفق ہو گئے کہ حضورؐ حجر اسود کو نصب کر دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کو نہایت ہی عمدگی اور تدبیر سے حل کیا۔ آپ نے ایک چادر بچھائی، اس چادر پر آپ نے حجر اسود کو رکھ دیا اور تمام قبائل کے سرداروں سے کہا کہ چادر کے کونوں کو پکڑ لیں، اور بعد ازاں حجر اسود کو نصب کرنے والی جگہ پر لے گئے۔ اور حجر اسود کو پکڑ کر نصب کر دیا۔ آپؐ کے تدبر سے یہ جھگڑا ختم ہو گیا۔

دعوائے نبوت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تبلیغ بھی آپؐ کے تدبر کی عمدہ مثال ہے۔ ہجرت کے لئے مدینہ کا چناؤ ایک نہایت ہی عمدہ فیصلہ تھا۔ ہجرت کے بعد مدینہ کو اہل مکہ کی تجارت کی ناکہ بندی کے لئے ایک مضبوط مرکز بنا لیا اور مکہ کی ناکہ بندی کر کے قریش کی تجارت کو خطرے میں ڈال دیا کیونکہ قریش کے تمام تجارتی قافلے مدینہ سے ہو کر گزرتے تھے۔

جب لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا تو ہر جنگ میں دشمن کے لئے کوئی نہ کوئی غیر متوقع چیز پیدا کر دیتے اور جنگی تدابیر کے لحاظ سے موزوں ترین فیصلے صادر فرماتے

بدر میں جنگوں کی ترتیب اور جگہ کا انتخاب، احد میں میدان جنگ کا چناؤ، غزوۂ احزاب میں خندق کی کھدائی، غزوہ طائف میں منجنیق اور دبابہ کا استعمال کر کے دشمنوں پر کاری ضرب لگائی۔ دشمن کی نقل و حمل اور عزم اور ارادے کی مسلسل خبر گیری اور خبر رسانی کے لئے جاسوسی دستے مقرر تھے۔

Marfat.com

یہ تمام امور آپ کے تدبر پر دلالت کرتے ہیں۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات پر نظر دوڑائیں، تو ایک ایک معاہدہ آپ کے تدبر اور معاملہ فہمی کی زندہ مثال ہے۔ میثاقِ مدینہ، معاہدۂ صلح حدیبیہ اور دیگر قبائل کے ساتھ معاہدات آپؐ کی سیاسی سمجھ بوجھ اور تدبر کی علامت ہیں۔

Marfat.com

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
بحیثیت

مبلّغ و داعی

تبلیغ کا مفہوم: تبلیغ کے معنی پیغام پہنچانے کے ہیں لیکن اسلامی اصطلاح میں تبلیغ سے مراد پیغام حق کی اشاعت اور اس کو عوام الناس تک پہنچانا ہے اور پیغام حق کی اشاعت اور ابلاغ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو غیر مسلم کو اسلام سے روشناس کرانا اور دوسرے مسلمانوں کو اوامر و نواہی سے آگاہ کرنا ہے۔ تاکہ وہ اوامر پر عمل پیرا ہوں اور منکرات سے بچیں۔

قرآن کریم میں تبلیغ کے ہم معنی الفاظ اور بھی استعمال ہوئے ہیں جیسے انذار، دعوت، تذکیر، تبشیر وغیرہ۔ تمام انبیأ علیہم السلام کی بعثت کی غرض ہی یہ ہے کہ وہ اللہ سے احکام بذریعہ وحی حاصل کریں اور بغیر کسی کی بیشی کے انہیں لوگوں تک پہنچا دیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام حق لوگوں تک پہنچانے کے لیے فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ۔ (مائدہ)

اے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تیری طرف اتارا گیا ہے۔ وہ دوسرے لوگوں تک پہنچا دے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے خدا کا پیغام نہیں پہنچایا۔

دوسری جگہ فرمانِ الٰہی ہے:

أُدْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُسْتَقِيمٍ (الحج)

لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف بلا۔ بے شک تو سیدھے راستے پر ہے۔

فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ (الاعلیٰ)

لوگوں کو نصیحت کریں۔ اگر نصیحت فائدہ مند ہو۔

Marfat.com

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الذاریات ۵۵)
اور نصیحت کر کہ نصیحت اہل ایمان کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۔ (ق ۴۵)
آپ نصیحت کرتے رہیں تو نصیحت کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ ۔ (المدثر ۲)
اے اوڑھنی اوڑھنے والا۔ اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا : (الاسرٰی : ۱۰۵)
اور ہم نے تجھے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

تبلیغ مسلسل: بحیثیت داعی اور مبلغ آپ کا صرف یہی کارنامہ نہیں کہ آپ نے پیغام حق کو کامیابی کے ساتھ لوگوں تک پہنچا دیا بلکہ آپ نے پیغام حق لوگوں تک پہنچانے کا سلسلہ قیامت تک کے لیے قائم کر دیا اور اپنی امت کے لیے یہ لازم قرار دیا کہ وہ اپنی تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ فرمان الٰہی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران ۱۱۰)
تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو۔

ایک اور جگہ ارشاد الٰہی ہے:
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (آل عمران ۱۰۴)
اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے۔ نیک کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی افراد امت کو فرمایا:
بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً (مشکوٰۃ کتاب العلم)
میری باتوں کو سن کر لوگوں تک پہنچاؤ خواہ وہ ایک ہی آیت ہو۔

حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:
فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ۔ (بخاری ص ۲۲۴ ج ۵)

Marfat.com

جو موجود ہے اسے غیر موجود تک پہنچا دے۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تمہیں نیکی کی ضرور ہدایت کرنی ہوگی اور برائی سے ضرور روکنا چاہیئے۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے۔ پھر تم اسے پکارو اور تمہیں جواب نہ آئے۔

تبلیغ کے اصول: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس اعتبار سے بھی ایک منفرد شخصیت ہیں کہ آپؐ نے تبلیغ کے اصول بھی مقرر فرما دیئے ہیں۔ تاکہ یہ اصول ایک مبلغ کو رہنمائی کا کام دیتے رہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

۱۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ۔ (النحل ۱۲۵)

اے پیغمبر! لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی دعوت حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دیجئے اور ان سے مباحثہ کیجیے۔ ایسے طریقے سے جو نہایت ہی اچھا ہو۔

اس آیت کریمہ میں دعوت و تبلیغ کے تین اصول سکھائے گئے ہیں:

(ا) **حکمت کے ساتھ دعوت:** یعنی بیوقوں کی طرح اندھا دھند تبلیغ نہ کی جائے بلکہ دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنیت، استعداد اور حالات کے مطابق موقع و محل کی مناسبت سے بات کی جائے۔

(ب) **موعظہ حسنہ:** موعظہ حسنہ سے مراد عمدہ نصیحت ہے۔ عمدہ نصیحت کے دو مطلب ہیں۔ مخاطب کو صرف دلائل سے ہی مطمئن نہ کیا جائے بلکہ اس کے جذبات کو بھی اپیل کیجائے۔ مثلاً برائیوں کا محض عقلی طریقہ سے ابطال نہ کیا جائے بلکہ برائیوں کے نتائج سے بھی آگاہ کیا جائے اور برائی کے متعلق انسان کے اندر جو پیدائشی نفرت پائی جاتی ہے۔ اس کو بھی ابھارا جائے۔

اسی طرح عمل صالح بجالانے کے لیے محض عقلاً استدلال ہی نہ کیا جائے بلکہ اس کی طرف رغبت اور شوق دلایا جائے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ نصیحت ایسے طریقے سے کی جائے جس سے دل سوزی اور خیر خواہی ظاہر ہوتی ہو۔

(ج) **مجادلہ بطریق احسن:** مجادلہ سے مراد دلائل کا باہمی رد و بدل ہے جس سے مخاطب کو مطمئن کرنے کے لیے اس کے دلائل کا جواب دیا جائے اور فریق کو قبول حق پر آمادہ کیا جائے

Marfat.com

اس کی نوعیت محض مناظرہ بازی، عقلی کشتی اور ذہنی دنگل نہ ہو۔ بلکہ اس میں شیریں کلامی اور شریفانہ اخلاق ہو۔

۲۔ **نرم بات چیت:** دعوت و تبلیغ کا ایک اصول یہ ہے کہ بات بڑے نرم انداز سے کی جائے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا (طٰہٰ)

تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا۔

درشت کلامی اور سخت گوئی سے دوسرے فریق کے جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں۔ طبیعت میں ضد آجاتی ہے اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب مخاطب فریق کے جذبات مشتعل ہو جائیں تو وہ حق بات قبول کرنے کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

۳۔ **آسان طریقہ سے پیغام پیش کرنا:** پیغام حق کو مخاطب کے سامنے آسان طریقے سے پیش کرنا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسٰی اشعریؓ کو تبلیغ پر روانہ کرتے وقت نصیحت فرمائی تھی۔

بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا۔ (بخاری)

جب تم تبلیغ کرو تو لوگوں کو خوشخبری سنانا اور نفرت نہ دلانا۔ دین کو آسان کر کے پیش کرنا اور سخت بنا کر پیش نہ کرنا۔

۴۔ **تدریج:** غیر مسلم کے سامنے دین کے تمام احکام ایک ہی دفعہ پیش نہیں کرنے چاہئیں۔ بلکہ آہستہ آہستہ تدریجاً پیش کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجتے وقت فرمایا۔

"تم یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے تو ان کو پہلے اس امر کی دعوت دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ جب وہ مان جائیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے۔ یہ صدقہ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غرباء میں تقسیم کیا جائے گا۔" (بخاری)

اس حقیقت کی طرف حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ارشاد فرمایا۔

"قرآن میں جو چیز سب سے پہلے نازل کی گئی وہ مفصل کی ایک سورۃ ہے جس میں دوزخ اور جنت کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جب لوگ جنت کے دائرہ میں آگئے۔ تب حلال و حرام کے احکامات نازل ہوئے۔ اگر بالکل شروع میں ہی یہ حکم آجاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز شراب نہ چھوڑیں گے۔ یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے۔"
(بخاری باب تالیف القرآن)

Marfat.com

۵۔ عدم اکراہ: مبلغ اپنے عقائد و نظریات دلائل و براہین سے پیش کرے نہ کہ دھونس اور جبر و تشدد سے۔ کیونکہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ:

دین میں کوئی جبر نہیں۔

دوسری جگہ آتا ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ (کہف: ۲۹)

اور آپ فرما دیجئے کہ "حق تیرے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے انکار کر دے۔"

۶۔ مبلغ کی دلسوزی: مبلغ اور داعی کے دل میں مخاطب کے لیے دلسوزی کا جذبہ ہونا چاہیے اور مختلف طریقوں سے اپنی بے غرضی کا احساس دلائے

قرآن مجید میں سابق انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ جملہ اکثر اللہ نے نقل فرمایا ہے:

مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ۔ (الشعراء: ۱۰۹)

میں اس کام سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو اللہ پر ہے۔

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (الشعراء: ۱۴۵)

میرا صلہ تو تمام جہانوں کے پروردگار ہی پر ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلسوزی کا یہ عالم تھا کہ غزوۂ احد میں آپ لہولہان ہو جاتے ہیں۔ دانت مبارک شہید ہو جاتے ہیں۔ سخت اذیت کے لمحات میں بھی یہ دعا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (مسلم ج ۵ ص ۱۲۹)

اے میرے اللہ! میری قوم کو بخش دے۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ (وہ کیا کر رہے ہیں)

طائف کے سفر میں آپ سے جو بدسلوکی کی گئی اس کا ذکر کتبِ تاریخ میں موجود ہے لیکن آپ نے کفار کے لیے بددعا نہیں کی۔

مبلغ کے اوصاف: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام اوصاف سے متصف تھے جو ایک مبلغ میں ہونے چاہئیں۔ ایک مبلغ اور داعی میں حسب ذیل اوصاف ہونے چاہییں:

۱۔ **صحیح ایمان:** مبلغ میں پہلا وصف یہ ہونا چاہیے کہ صحیح العقیدہ ہو اور اللہ پر دل و جان

Marfat.com

سے ایمان رکھتا ہو۔ ارشادِ الٰہی ہے :
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران)
۔تم بہترین اُمت ہو جسے انسانوں کے فائدے کے لیے پیدا کیا گیا۔ تم نیکیوں کا حکم دیتے ہو۔ برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔
اس آیتِ کریمہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ ایمان باللہ کا ذکر کر کے صحیح عقائد اور ایمان کی اہمیت بیان کی ہے۔

دوسری جگہ آتا ہے :
اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ (البقرہ)
رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کی طرف سے اتارا گیا اور مومن بھی ایمان لائے۔

۲۔ **حق کی بصیرت** : مبلغ کو حق اور صداقت کی کامل بصیرت ہونی چاہیے۔ کامل بصیرت ہی انسان کو آزمائش کے وقت ڈگمگانے نہیں دیتی اور وہ مصائب کو خوشی سے جھیلتا ہے

ارشادِ الٰہی ہے۔
قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ۔
(یوسف : ۱۰۸)

اے رسول! تو کہہ دے۔ میرا راستہ یہ ہے کہ میں بصیرت کی پوری روشنی کے ساتھ خدا کی طرف بلاتا ہوں اور لوگ بھی جو میری پیروی کرتے ہیں۔

۳۔ **عمل** : اعمال صالحہ کے زیور سے آراستہ ہونا چاہیے جو لوگوں کو تعلیم دے وہ خود بھی اس پر عامل ہو۔ ارشادِ الٰہی ہے :
اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (البقرہ)
کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے رہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔"

دوسری جگہ آتا ہے۔
لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ :
تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔"

۴۔ **بے لوثی** : مبلغ کی ذات بے لوث ہونی چاہیے۔ مبلغ کی مساعی کے پیچھے کوئی مادی اور دنیاوی نفع نہیں ہونا چاہیے۔ صرف خدا کی خاطر کام کرے۔"

ارشادِ خداوندی ہے :

Marfat.com

قُلْ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ٥ (الفرقان ۵۷)

ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ سوائے اس کے کہ جو چاہے اپنے رب کا راستہ اپنا لے۔"

۴۔ **قلبی تڑپ** : مبلغ کے اندر لوگوں کی اصلاح کے لیے قلبی تڑپ ہونی چاہیئے۔ ارشادِ الٰہی ہے :

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ۔ (الکہف ۶)

"تو اے رسولؐ ! شاید ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان ہلکان کر ڈالیں گے۔ اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔

۵۔ **باوقار شخصیت** : مبلغ ایک باوقار شخصیت کا مالک ہونا چاہیے تاکہ لوگ اس کو ہلکا نہ سمجھیں۔ ارشادِ الٰہی ہے :

وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ۔ (الروم ۶۰)

اور ہرگز ہلکا نہ پائیں تجھے وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے۔

۶۔ **تعصب سے بالا** : ایک مبلغ اور داعی کو تعصب سے بالا ہونا چاہیے۔ ارشادِ ربانی ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۔ (المائدہ)

" اے ایمان والو ! اللہ کے لیے حق کی شہادت دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں بے انصافی پر نہ ابھارے۔

۷۔ **صبرو استقامت** : مبلغ اور داعی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو راہِ حق کی طرف بلاتے ہوئے مصائب و شدائد میں صبر و استقامت کی مضبوط چٹان پر قائم رہے ارشادِ الٰہی ہے :

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (لقمان ۱۷)

نیکی کا حکم دینا اور بُرے کاموں سے روکتے رہنا اور آنے والی مصیبت کو صبر استقامت سے برداشت کرنا بلاشبہ یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔"

۸۔ **خدا کی نصرت پر یقین** : مبلغ اور داعی کو خدا کی نصرت پر یقین کامل ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

ارشادِ خداوندی ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۔ (العنکبوت: ۶۹)

جو لوگ ہماری راہ میں جد و جہد کریں گے انہیں ضرور ہم اپنی راہیں دکھائیں گے اور اللہ یقیناً نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔"

اللہ کی مدد کرنے سے مراد اللہ کے دین کی مدد اور اسے غالب کرنے کی کوشش ہے۔

۹۔ **پاکیزہ کردار:** مبلغ اور داعی کا پاکیزہ کردار کا مالک ہونا بہت ضروری ہے۔ جب تک مبلغ خود پاکیزہ کردار کا مالک نہیں ہو گا۔ اس کے کلام کا دوسروں پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ پاکیزہ کردار عبادتِ الٰہی میں سے ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۔ (مدثر)

یعنی اپنے کپڑوں کو پاک کر اور گندگی کو چھوڑ۔ کپڑوں کو پاک اور گندگی چھوڑنے سے مراد کردار کی پاکیزگی ہے۔

دوسری جگہ آتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ ۔ (آل عمران: ۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس پر تقویٰ کرنے کا حق ہے۔

کامیاب مبلغ و داعی: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامیاب مبلغ اور داعی تھے۔ دنیا میں بڑے بڑے داعی، مصلح اور مبلغ ہو گزرے ہیں لیکن تاریخی واقعات ہمیشہ کے لیے یہ گواہی دیتے رہیں گے کہ جو اصلاح اور روحانی بیداری کا انقلاب عظیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سالوں میں برپا کیا کسی ہادی اور مبلغ کے ہاتھ سے یہ انقلاب نہیں آ سکا۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف بریٹینکا میں لفظ قرآن کی بحث کے تحت یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ:

"دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں میں سب سے زیادہ کامیاب حضرت محمدؐ ہیں۔"

اوائل زمانہ سے جس کے متعلق کسی کا حافظہ کام نہیں کر سکتا عرب پر روحانی جمود طاری تھا۔ یہودی اور مسیحی مذاہب نے ہر چند کوشش کی لیکن ان کا اثر بس ایسا ہی عارضی تھا جیسے ہوا کا جھونکا سطح آب پر حباب تو پیدا کر دیتا ہے لیکن سطح کے نیچے کوئی جنبش پیدا نہیں ہوتی۔ یہ لوگ توہمات ظلم اور بدی کے گہرے غار میں پڑے ہوئے تھے۔ شدید درجے کی بت پرستی ان کا مذہب تھا اور ان دیکھی چیزوں سے ڈرتے رہنا ان کا ایمان۔ ہجرت سے ۱۳ سال پہلے مکہ ایک جسد بے جان کی

Marfat.com

طرح بے حس وحرکت پڑا تھا۔ ان تیرہ سالوں میں جو تغیر آگیا وہ کیسا ہوش ربا ہے۔ اہل مدینہ ایک مدت سے یہودی صداقت کا غلغلہ سنتے چلے آرہے تھے مگر وہ خواب غفلت سے اسی وقت بیدار ہوئے جب پیغمبر عربی کی روح افزا صدا ان کے کانوں میں گونجی جس سے یکایک ان میں ایک نئی اور سرگرم زندگی پیدا ہوگئی۔

(لائف آف محمدؐ - مصنفہ میور)

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت
معلّم

مفہوم: علم کے لغوی معنی ہیں جاننا، سُن کر، دیکھ کر اور مطالعہ کے ذریعہ صحیح معلومات کو ذہن میں محفوظ رکھنے کا نام علم ہے۔

علم کی ضرورت: انسان اور قوموں کی زندگی کے لیے علم اتنا ہی ضروری ہے جتنی ہوا، پانی، خوراک انسان کی زندگی کے لیے ضروری ہے جس طرح ہوا پانی اور خوراک کے بغیر انسان کرۂ ارض پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح انسان اور قومیں علم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتیں۔ تاریخی شواہد ہمارے سامنے ہیں کہ دنیا میں وہی قومیں سربلند اور سرفراز ہوتی ہیں جو علم کے زیور سے آراستہ ہوتی ہیں۔

زندگی کے ہر شعبہ میں علم کی ضرورت ہے۔ اگر کسی قوم میں اقتصادیات کے ماہر نہیں ہیں تو اس قوم کا اقتصادی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اسی طرح معاشرتی اور سیاسی نظام بھی علم کا محتاج ہے۔

علم کی اہمیت بروئے قرآن مجید: قرآن مجید کی سب سے پہلی وحی جو نازل ہوئی وہ علم کے متعلق تھی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔ (العلق)

پڑھ اپنے رب کے نام سے۔ جس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر کرم کرنے والا ہے جس نے قلم کے ذریعے سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

حضرت آدم علیہم السلام کی فضیلت ملائکہ پر علم کی وجہ سے قرار دی گئی۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ (بقرہ)

اور آدم کو سب چیزوں کے ناموں کی تعلیم دی۔

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ ۔

Marfat.com

جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے راہ اختیار کرتا ہے۔ اللہ اس کے لیے جنت کی طرف جانے کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

فرماتے ہیں :

" جس کے لیے اللہ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے اور علم صرف سیکھنے سے آتا ہے۔ (بخاری)

" صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے۔ ایک اس شخص پر جسے اللہ مال دے اور وہ اسے راہِ خدا میں فراخدلی سے خرچ کرے اور دوسرے وہ جسے اللہ علم دے اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کی تعلیم دے " (بخاری)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر ہوا۔ ایک عابد کا اور دوسرا عالم کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر۔ فرمایا :

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ ۔

علم مہد سے لے کر لحد تک حاصل کرو ۔

رسول کریم بحیثیت معلم :

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

(آل عمران آیت ۱۶۴)

یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا کہ جب ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ گو وہ پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ۔

یعنی میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔

اشاعت تعلیم کا انتظام :

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت معلم اشاعت دین کے لیے تعلیم کا بھی انتظام فرمایا سب سے پہلے مکہ میں ارقم کے گھر کو درس گاہ بنایا اور وہاں صحابہ کرام کو اسلام کی دعوت دیتے رہے پھر ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد تعمیر کی اور اس کے ساتھ ایک صفہ بنوایا جو درس گاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں بعض صحابہؓ دن رات اسلام کی تعلیم حاصل کرتے رہتے تھے۔ جہاں کہیں معلم کی ضرورت ہوتی تو حضورؐ ان صحابہؓ میں سے کسی کو وہاں بھیج دیتے تھے۔

Marfat.com

ہجرت سے قبل حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینے کے لوگوں کے لیے بطور معلم بھیجا تھا۔ جب کوئی آبادی دائرہ اسلام میں داخل ہوتی تو سب سے پہلے آپؐ وہاں مسجد تعمیر کراتے۔ پھر وہاں اسلام کی تعلیم دینے کا انتظام فرماتے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو علم کی اشاعت کے لیے تاکید فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا:

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ (بخاری)

تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن پڑھے اور لوگوں کو پڑھائے۔

ایک اور موقعہ پر فرمایا:

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً۔ (بخاری)

اگر تمہیں میری طرف سے ایک آیت بھی ملے تو اُسے دوسروں تک پہنچاؤ۔

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْھَا النَّاسَ۔

اسلامی فرائض سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ۔

ایک جگہ اہل علم اور جہلاء کا مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (۳۹: ۹)

اے رسول! کہہ دیجیے کہ کیا علم والے اور بے علم دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

علم کے ذریعے درجات بلند ہوتے ہیں: ارشاد الٰہی ہے:

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ (المجادلہ: ۱۱)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم ملا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔

ایک جگہ علم کو بڑی نعمت قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا:

یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ (۲: ۲۶۹)

اللہ جسے چاہتا ہے حکمت (علم) دیتا ہے اور جسے حکمت (علم) دی گئی اسے بہت بڑی نعمت مل۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (۳۵: ۲۸)

یعنی اللہ کے بندوں میں وہی اس سے ڈرتے ہیں جو حقیقی عالم ہیں۔

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔

اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما۔

علم کی اہمیت از روئے حدیث

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ۔

Marfat.com

علم کی تلاش کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ ۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

علما نبیوں کے وارث ہیں۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے فیاض ہے اور میں اولادِ آدمؑ میں سے فیاض ترین ہوں میرے بعد تم میں فیاض ترین وہ ہوگا جس نے علم سیکھا اور اس کی اشاعت کی۔ ایسا شخص قیامت کے روز تنہا (پوری) امت کی شان سے اٹھایا جائے گا۔

فرمایا: عالموں کو علم پھیلانا چاہیے اور تعلیم دینے کے لیے بیٹھنا چاہیے تاکہ جو لوگ علم سے محروم ہیں، ان کو تعلیم دیں۔ اس لیے کہ جہاں علم پوشیدہ ہو، پس وہ مٹ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ دو مجلسوں کے پاس سے گزرے جو آپؐ کی مسجد میں منعقد تھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں مجالس خیر کی ہیں لیکن ان میں سے ایک دوسری سے بہتر ہے۔ اس مجلس کے لوگ اللہ سے دعا کرتے ہیں اور اس کی طرف رغبت کر رہے ہیں۔ اگر وہ چاہے عطا فرمائے اور چاہے منع کر دے لیکن یہ دوسری مجلس کے لوگ علم حاصل کر رہے ہیں اور جہلا کو تعلیم دے رہے ہیں۔ پس یہ لوگ افضل ہیں۔ اس لیے کہ میں خود معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور آپؐ اُس مجلس میں بیٹھ گئے۔ (دارمی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتمان علم کو جرم قرار دیا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: "جس شخص سے علم کی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل عرب کی علمی حالت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تمام عرب پر جہالت کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ کہیں بھی تعلیم کا انتظام نہ تھا۔ نہ عربوں کو حصول علم کا اشتیاق تھا۔ صرف گنتی کے چند پڑھے لکھے وہ لوگ تھے جنہیں بغرضِ تجارت باہر کے ملکوں میں جانا پڑتا تھا۔ مکہ کو عرب میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس شہر میں صرف سترہ آدمی پڑھے لکھے تھے۔ اس سے عرب میں علمی حالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مدینہ میں یہود خواندہ تھے۔ وہ عربوں کو اُمّی یعنی ان پڑھ کہا کرتے تھے۔

دنیا کی علمی حالت: تاریخ سے بعض ممالک میں علمی تحریکات کا علم ہوتا تھا لیکن وہ علمی تحریکیں مخصوص طبقہ تک محدود تھیں۔ ہندوستان میں بعثت سے قبل علمی سرمائے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ وہ سرمایہ صرف برہمنوں تک محدود تھا۔ غیر برہمن ان علوم کو

Marfat.com

اسلام کی تعلیم دینے کا انتظام فرماتے :
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو علم کی اشاعت کے لیے تاکید فرمائی ۔ آپ نے فرمایا:
خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ (بخاری)
تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن پڑھے اور لوگوں کو پڑھائے ۔
ایک اور موقعہ پر فرمایا :
بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً ۔ (بخاری)
اگر تمہیں میری طرف سے ایک آیت بھی ملے تو اُسے دوسروں تک پہنچاؤ ۔
تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْھَا النَّاسَ ۔
اسلامی فرائض سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ ۔
ایک جگہ اہل علم اور جہلاء کا مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا :
قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ (۳۹: ۹)
اے رسول! کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم دونوں برابر ہو سکتے ہیں ؟
علم کے ذریعے درجات بلند ہوتے ہیں : ارشادِ الٰہی ہے :
یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۔ (المجادلہ: ۱۱)
جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم ملا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا ۔
ایک جگہ علم کو بڑی نعمت قرار دیا گیا ہے ۔ فرمایا :
یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ۔ (۲: ۲۶۹)
اللہ جسے چاہتا ہے حکمت (علم) دیتا ہے اور جسے حکمت (علم) دی گئی اسے بہت بڑی نعمت ملی ۔
اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ ۔ (۳۵: ۲۸)
یعنی اللہ کے بندوں میں وہی اس سے ڈرتے ہیں جو حقیقی عالم ہیں ۔
قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۔
اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما ۔

علم کی اہمیت از روئے حدیث

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ ۔

Marfat.com

علم کی تلاش کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔
اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ - (ابوداؤد۔ ترمذی)
علما نبیوں کے وارث ہیں۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے فیاض ہے اور میں اولادِ آدمؑ میں سے فیاض ترین ہوں میرے بعد تم میں فیاض ترین وہ ہوگا جس نے علم سیکھا اور اس کی اشاعت کی۔ ایسا شخص قیامت کے روز تنہا (پوری) امت کی شان سے اٹھایا جائے گا۔

فرمایا: عالموں کو علم پھیلانا چاہیے اور تعلیم دینے کے لیے بیٹھنا چاہیے تاکہ جو لوگ علم سے محروم ہیں، ان کو تعلیم دیں۔ اس لیے کہ جہاں علم پوشیدہ ہو، بس وہ مٹ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ دو مجلسوں کے پاس سے گزرے جو آپؐ کی مسجد میں منعقد تھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں مجالس خیر کی ہیں لیکن ان میں سے ایک دوسری سے بہتر ہے۔ اس مجلس کے لوگ اللہ سے دعا کرتے ہیں اور اس کی طرف رغبت کر رہے ہیں۔ اگر وہ چاہے عطا فرمائے اور چاہے منع کر دے لیکن یہ دوسری مجلس کے لوگ علم حاصل کر رہے ہیں اور جہلا کو تعلیم دے رہے ہیں۔ پس یہ لوگ افضل ہیں۔ اس لیے کہ میں خود معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور آپؐ اس مجلس میں بیٹھ گئے۔ (دارمی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتمان علم کو جرم قرار دیا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: "جس شخص سے علم کی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل عرب کی علمی حالت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تمام عرب پر جہالت کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ کہیں بھی تعلیم کا انتظام نہ تھا۔ نہ عربوں کو حصول علم کا اشتیاق تھا۔ صرف گنتی کے چند پڑھے لکھے وہ لوگ تھے جنہیں بغرض تجارت باہر کے ملکوں میں جانا پڑتا تھا۔ مکہ کو عرب میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس شہر میں صرف سترہ آدمی پڑھے لکھے تھے۔ اس سے عرب میں علمی حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مدینہ میں یہود خواندہ تھے۔ وہ عربوں کو اُمّی یعنی اَن پڑھ کہا کرتے تھے۔

دنیا کی علمی حالت: تاریخ سے بعض ممالک میں علمی تحریکات کا علم ہوتا تھا لیکن وہ علمی تحریکیں مخصوص طبقہ تک محدود تھیں۔ ہندوستان میں بعثت سے قبل علمی سرمائے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ وہ سرمایہ صرف برہمنوں تک محدود تھا۔ غیر برہمن ان علوم کو

Marfat.com

حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اگر شودر کے کان میں وید کی آواز پڑ جاتی تو اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جاتا۔ گویا شودروں کو جبری طور پر علم سے محروم رکھا جاتا۔ اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی ایک طبقہ تک ہی علم محدود و مخصوص رہتا۔ وہ اپنا سرمایہ علم صرف اپنی اولاد کو ہی منتقل کرتے۔ اس طرح عوام علم کی دولت سے یکسر محروم تھے۔ یونان اور روم میں علمی اکیڈمیاں مخصوص طبقہ کے لیے تھیں اور محدود افراد کو ہی داخلہ ملتا۔ گویا تمام دنیا میں عوام علم کی دولت سے محروم تھے۔ عوام کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت علم سے محروم رکھا جاتا تھا تاکہ عوام میں کوئی شعور پیدا نہ ہو اور انہیں حکمران طبقہ بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتا پھرے۔

رسول اکرمؐ بحیثیت معلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (ابن ماجہ)

"مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہلے معلم ہیں جنہوں نے علم کو ہر شخص کے لیے ضروری قرار دیا اور حکومت کے لیے یہ فرض قرار دیا کہ وہ عوام کو تعلیم دینے کا ضروری بندوبست کرے۔ غزوۂ بدر میں قریش کے بعض لوگ قیدی بن کر آئے اور ان کے رشتہ داران کی رہائی کے لیے مالی فدیہ لے کر آئے۔ رسول اکرمؐ نے مالی فدیہ قبول کرنے کے بجائے ہر پڑھے لکھے قیدی کے ذمہ یہ لگایا کہ وہ دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے۔ فروغ علم کے لیے آپ کا یہ ایسا اقدام ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

اسی طرح ہجرت کے بعد آپ نے مدینہ میں مسجد بنوائی تو مسجد کے ساتھ ایک مکتب بھی قائم کیا جسے صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہ چبوترہ تھا جہاں اطراف ملک سے صحابہؓ حصول علم کے لیے مقیم ہوتے تھے۔ رسول کریم صلعم ان کے معلم تھے۔ اصحاب صفہ مزدوری کر کے گزر اوقات کرتے اور زیادہ تر وقت حصول علم میں صرف کرتے۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالےٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی۔ اسے حفظ کیا۔ حتیٰ کہ اسے پہنچایا۔ بسا اوقات سننے والے کی بہ نسبت حدیث کی زیادہ حفاظت وہ کرتے ہیں جو ان سے سنتے ہیں۔

آپ کے پاس وفد عبدالقیس آیا تو آپ نے فرمایا:

اِحْفَظُوْهُ وَاَخْبِرُوْهُ مَنْ وَّرَآءَكُمْ (فتح الباری)

اسے محفوظ کر لو اور پچھلوں کو آگاہ کر دو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تعلیم

آپ دو طرح سے تعلیم دیتے تھے۔ ایک اپنے ارشادات کے ذریعے

Marfat.com

اور دوسرے اپنے عمل کے ذریعے۔ مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ وہ حضورؐ کی پیروی کریں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (۳۱:۳)

(آپ) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

ایک دفعہ نماز کے طریقے کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا:

صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ۔

نماز پڑھو جس طرح تم مجھے دیکھتے ہو۔

آپؐ مجلس میں بیٹھ کر لوگوں سے باتیں کرتے اور انہیں مسائل سے آگاہ کرتے۔ جب کوئی سوال کرتا تو آپؐ جواب دیتے۔ کبھی مجمع میں تقریر فرماتے۔ آپؐ کی تقریر چند منٹ سے زیادہ کی نہ ہوتی۔ طویل تقریر آپؐ سے ثابت نہیں۔ جب آپؐ کوئی بات فرماتے تو اسے تین بار دہراتے تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ جائیں۔

اشاعتِ علم کی ہدایت و ترغیب

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو دوسروں تک علم پہنچانے کی پُرزور ہدایت فرماتے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً:

میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہو۔

اشاعتِ علم کے متعلق چند ارشادات درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میرا کلام سُنا۔ اسے یاد کیا۔ پھر آگے پہنچایا۔

۲۔ اللہ سب سے بڑھ کر فیاض ہے۔ میں اولادِ آدمؑ میں فیاض ترین ہوں۔ میرے بعد تم میں فیاض ترین وہ شخص ہوگا جس نے علم سیکھا، پھر اس کی اشاعت کی۔ ایسا شخص قیامت کے دن تنہا (پوری) امت کی شان سے اٹھایا جائے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور زمین و آسمان کی ہر شے حتیٰ کہ چیونٹی اور مچھلی تک نیک علم پڑھانے والے کی بھلائی مانگتے ہیں۔

۴۔ اگر عالم سے کوئی بات دریافت کی جائے جسے وہ جانتا ہو اور وہ اسے چھپائے تو قیامت

Marfat.com

کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ (ترمذی)

۵۔ عالم کو زیبا نہیں دیتا کہ اظہار علم کے موقع پر خاموش رہے اور جاہل کو زیبا نہیں کہ وہ اپنی بے علمی کو چھپانے کے لیے چپ رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس بات کا تمہیں علم نہ ہو۔ اسے جاننے والے سے دریافت کرلو۔ (طبرانی)

۶۔ حقوقِ علم ادا کرنے کی ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہو۔ مال کی خیانت سے علم کی خیانت زیادہ معیوب ہے۔ (طبرانی)

۷۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اس سے اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے تین کے کروہ منقطع نہیں ہوتے۔ صدقہ جاریہ۔ وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے۔ نیک بیٹا جو ان کے لیے دُعا کرے۔

حضورؐ کے طریقہ تعلیم کی خصوصیات

۱۔ **اُکتاہٹ نہ ہو:** آپ اس انداز سے تعلیم فرماتے کہ سُننے والا اکتاہٹ نہیں محسوس کرتا تھا کیونکہ تعلیم قلبی اور ذہنی انبساط کا موجب نہ بنے تو طبیعت پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں وعظ فرماتے تو وعظ کے دوران ہمارے اکتا جانے کے اندیشے سے وقفہ کیا کرتے تھے۔ (مسند احمدؒ ۵)

۲۔ **مخاطب کا علمی معیار:** رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے کہ سُننے والے کی علمی استعداد کیا ہے۔ سامع کی علمی استعداد کے مطابق گفتگو فرماتے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بنی فزارہ کا ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ میری بیوی نے سیاہ بچے کو جنم دیا ہے اور میں پسند نہیں کرتا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے اُونٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ان کے رنگ کیا ہیں؟ اس نے کہا۔ سُرخ۔ آپؐ نے فرمایا ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ کہاں سے آگیا؟ کہنے لگا۔ اس کی اصل نسب میں کہیں ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ بھی کہیں اصل نسب کا اثر ہے۔ (صحیح مسلم)

یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کی ذہنی استعداد اور نفسیات کو مدِنظر رکھ کر ایک مثال سے اس کے سوال کو حل کردیا۔

۳۔ **مخاطب کی زبان اور لہجے میں بات کرنا:** رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب کی بولی اور لہجے میں بات کرتے تاکہ وہ آسانی سے سمجھ جائے۔ عرب اگرچہ عربی زبان بولتے تھے۔ لیکن اُن کے مختلف قبائل اور علاقوں میں لہجوں کا فرق تھا۔ حضورؐ قبائل کے لہجوں کو سامنے رکھ

Marfat.com

کو مخصوص لہجے میں بات کرتے سنا۔ ۔بات کرتے تھے۔ خطیب بغدادی نے عاصم الاشعری کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے آپ (الکفایہ ص ۱۷۲)

۴۔ آہستہ آہستہ بات کرتے : جب حضورؐ بات کرتے تو آہستہ آہستہ بات کرتے۔ تاکہ سامع پوری طرح سمجھ جائے۔ ضرورت پڑنے پر آپؐ بات کو دہراتے۔ حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم جب بات کرتے تو تین بار دہراتے تاکہ مخاطب کو ٹھیک طرح سمجھ میں آجائے۔ (مجمع الزوائد)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ جب گفتگو فرماتے تو درمیان میں وقفہ فرماتے۔ بات کو کھول کر بیان کرتے تاکہ سننے والا محفوظ کر سکے۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اکرم صلعم کے پیش نظر یہ بات ہوتی تھی کہ سامع بات کو اچھی طرح سمجھ سکے اور حفظ کر لے۔

۵۔ آسانی : آپؐ نے ہمیشہ آسانی کو پسند فرمایا اور سختی، تشدید اور تعقید کو ناپسند فرمایا۔ ہمیشہ آسانی اور یسر کی تلقین کرتے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ سکھاؤ، آسانی پیدا کرو۔ مشکل نہیں اور جب کوئی غصے میں ہو تو اسے خاموش ہو جانا چاہیے۔ (مسند احمد)

۶۔ لطیف ترین انداز : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو کرتے تو لطیف ترین انداز اور نرمی سے خطاب فرماتے جو سامع کے دل میں اتر جاتا اور طبیعت ذرہ بھر کوفت نہ محسوس کرتی۔ مثلاً آپؐ فرماتے "میں تمہارے لیے تمہارے والد کی مانند ہوں۔ سو تم جب رفع حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف رُخ نہ کرو اور نہ ہی پشت۔ (مسند احمد)

مقاصدِ تعلیم

۱۔ اخلاق کی تعمیر : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تعلیم کا سب سے بڑا مقصد سیرت و اخلاق کو سنوارنا اور بہتر بنانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی بعثت کی غرض یہ بیان فرمائی کہ وَيُزَكِّيهِمْ : وہ رسول ان کو پاک کرتا ہے۔

۲۔ جذبہ عمل پیدا کرنا : اعمالِ صالحہ علم کا ثمر ہے۔ اس وجہ سے آپؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے علم پر عمل نہ کرے۔ (بیہقی)

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا: جس نے زیادہ علم تو حاصل کر لیا مگر اس کی رہنمائی میں عمل نہ کیا تو وہ اللہ سے دور سے دور تر ہو گیا۔ (مسند الفردوس)

ایک اور حدیث میں فرمایا: علم اس غرض سے حاصل نہ کرو کہ عالموں پر فخر جتاؤ گے اور

Marfat.com

جاہلوں پر بڑائی اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیں گے جس نے اس غرض کے لیے علم حاصل کیا وہ دوزخی ہے۔ (ابن ماجہ)

۳۔ معرفتِ الٰہی: علم کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ معرفت الٰہی عطا کرے کیونکہ علم نور ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور علم والوں نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ صاحب انصاف حاکم ہے۔

۴۔ علم نفع رساں ہو: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ صرف دو آدمیوں پر رشک ہو سکتا ہے۔ ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے حق کی راہ میں خرچ کرے اور دوسرا وہ جس کو اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کی تعلیم دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُنِیْ۔

اے اللہ! میں اس علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو مجھے نفع نہ دے۔

۵۔ معرفتِ نفس: اسلامی تعلیم کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انسان اپنی معرفت حاصل کرے۔ حضورؐ کا ارشاد مبارک ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

جو اپنے آپ کو پہچان لے وہ اپنے رب کو بھی پہچان لے گا۔ (الحدیث)

اثرات: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وہدایات کی بدولت مسلمانوں میں ایک وسیع علمی تحریک پیدا ہو گئی جس کا اعتراف غیر مسلم محققین نے بھی کیا ہے

انگلستان کے ایک محقق رابرٹ بریفالٹ لکھتے ہیں:

"اس امر کی نہ کوئی مثال پہلے موجود تھی اور نہ اب تک ہے کہ کسی وسیع سلطنت کے طول وعرض میں حکمران طبقے اتنے بڑے پیمانے پر حصول علم کے لیے اس قدر مجنونانہ خواہش سے سرشار ہو گئے ہوں کہ خلفاء امراء اپنے محلوں سے نکل کر کتب خانوں اور رسدگاہوں میں جا گھسے ہوں۔ اہل علم کے خطبات کو سننے اور ان سے مسائل ریاضی کے متعلق مذاکرات کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کرتے۔ مسودات ومخطوطات اور نباتاتی نمونوں سے لدے ہوئے کارواں بخارا سے دجلہ تک رواں دواں رہتے اور کتابوں اور معلموں کے

Marfat.com

حصول کی خاطر قسطنطنیہ اور ہندوستان کو خاص سفیر بھیجے جاتے تھے۔ کسی سلطنت سے تاوانِ جنگ وصول کرنے کے سلسلے میں یونانی مصنفین یا کسی ممتاز ریاضی کی تصنیف حاصل کرنے کا مطالبہ کیا جاتا تھا۔ ہر مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ ملحق ہوتا تھا۔ وزرائے سلطنت کتب خانوں کے قیام، مدارس کے لیے اوقاف کے انتظامات اور غریب طلبا کے لیے وظائف کے اہتمام میں اپنے آقاؤں سے بھی آگے بڑھ جانا چاہتے تھے۔ اہلِ علم کو بلا امتیاز مذہب و ملت دوسرے سب لوگوں پر فوقیت دی جاتی۔ ان پر مال دولت اور اعزازات کی بارش کر دی جاتی تھی۔ وہ ولایات کے حاکم تک مقرر کر دیئے جاتے۔ جب خلفا کسی سفر یا مہم پر روانہ ہوتے تو اہلِ علم کا ایک گروہ اور کتابوں سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطار ہمراہ ہوتی تھی۔"

یہ علمی تحریک بارہویں صدی میں زیادہ تر مسلم اسپین سے یورپ میں داخل ہوئی جہاں پر کہ لکھنا پڑھنا صرف خانقاہوں تک محدود تھا اور جہاں تعلیم کے بارے میں گرگوری پادری جیسے شخص کا یہ خیال تھا کہ جہالت پارسائی کی بنیاد ہے اور یہی علمی تحریک سولھویں صدی میں یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا سبب بنی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مشرق و مغرب میں علم کی روشنی میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا حصہ ہے۔

یہ رسولِ اکرم صلعم کی تعلیمات کا ہی اثر تھا کہ مسلمانوں نے علم قرآن، علم حدیث، علم فقہ، اسماء الرجال تاریخ جغرافیہ، عمرانیات، کیمیا، طبعیات، علم حیوانات و نباتات، علم ہیئت و طب وغیرہ کو نقطۂ عروج پر پہنچا دیا۔ افسوس یہ ہے کہ علم کی روشنی کو پوری دنیا تک پہنچانے والی مسلم قوم آج عام طور پر علم کی مختلف شاخوں سے محروم ہے اور یہی اس کی پسماندگی کا سبب ہے۔ ضرورت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں آج کے مسلمان پھر سے علم کی شمع کو روشن و فروزاں کریں اور دنیا کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں۔

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت قانون ساز و جج

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مصادر قانون

قرآن مجید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اسلامی قانون کا پہلا مصدر اور ماخذ قرآن مجید تھا۔ قرآن مجید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً تیئس سال نازل ہوتا رہا۔ جب بھی قرآن مجید کا کوئی حصہ (خواہ ایک آیت ہو یا زیادہ) نازل ہوتا تھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو سنا دیتے، وہ سن کر ازبر کر لیتے تدوین کا بڑا ذریعہ یہی تھا، حضورؐ صحابہ کو وہ آیات لکھوا بھی دیتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے بہت سے اصحاب کو کاتبین وحی مقرر کر رکھا تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو قرآن مجید صحابہؓ کے سینہ میں اور تحریر کی شکل میں موجود تھا۔ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر ۱۵:۹)

ہم نے ہی قرآن مجید نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے

حضرت ابوبکرؓ کے دور میں حضرت زیدؓ بن ثابت کی قیادت میں ایک بورڈ تشکیل دیا جس نے قرآن مجید کو حفاظ کے سینوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تحریر شدہ نسخوں کی مدد سے کتابی شکل دی .. اسے ایک صندوق میں محفوظ کر کے حضرت حفصہؓ کے پاس پہنچا دیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں عجمیوں کا فوج در فوج دائرہ اسلام میں داخل ہو جانے کا

Marfat.com

وجہ سے تلفظ اور لہجہ میں اختلاف پیدا ہو رہا تھا۔ قرآن مجید قریش کی زبان و لہجہ میں نازل ہوا تھا۔ لہٰذا قرآن مجید کو قریشی زبان اور لہجہ میں لکھوا کر سلطنت کے تمام حصوں میں بھجوا دیا گیا اور یہ حکم دے دیا گیا کہ اب قرآن مجید کی تلاوت اسی لہجہ اور تلفظ میں کی جائے جس میں نازل ہوا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قرآن مجید ایک محفوظ کتاب ہے جس کا اقرار صرف مسلمان مؤرخ ہی نہیں کرتے بلکہ مستشرقین نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔ ولیم میور نے اپنی کتاب " دی لائف آف محمد " میں لکھا ہے :" دنیا کی محفوظ ترین کتاب قرآن پاک ہے۔ یہ کتاب جس صورت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں تھی اسی صورت میں آج تک موجود ہے"۔

قرآن مجید وہ کتاب ہے جس میں زندگی کے ہر شعبہ کی قیامت تک کے لئے وضاحت اور تفصیل بیان کر دی گئی ہے ارشادِ الٰہی ہے :

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔

یعنی ہم نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو تمام چیزوں کو واضح بیان کرنے والی ہے۔

دوسری جگہ آتا ہے : فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ قرآن مجید میں تمام کتب کے علوم سموئے ہوئے ہیں۔

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (ہر چیز کی وضاحت) کی وجہ سے ہی قرآن مجید ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور کامل ترین دستور کی کتاب ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے :

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (۵ : ۳)

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا ہے۔

سنّت و حدیث

سنت اور حدیث اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ ہے قرآنی آیات کا مفہوم حدیث کے بغیر سمجھ نہیں آتا۔ قرآن مجید سمجھنے کے لئے قدم قدم پر حدیث اور سنت کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ حدیث قرآن مجید کے مجمل احکام کی تفصیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے رسول کریم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی ذات کو لائق تقلید ٹھہرایا ہے۔ فرمایا:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

بے شک تمہارے لئے رسولِ اللہ کی ذات میں کامل نمونہ ہے۔

اور بار بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

اسلام میں حدیث فقہ اسلامی کا سرچشمہ اور منبع ہے۔ تعلیم وتحصیل فقہ کے لئے حدیث لازمی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ۔ یعنی رسول صرف لوگوں کو کتاب (قرآن) کی ہی تعلیم نہیں دیتے بلکہ حکمت (فقہ) کی بھی تعلیم دیتے ہیں تعلیم کتاب کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرہ کی تشکیل اور صحیح خطوط پر چلانے کے لئے قانون سازی بھی آپؐ کا فریضہ ہے۔

حدیث کی تدوین کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پڑ گئی تھی۔ عہد بعہد تدوین حدیث میں ترقی ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ بنوعباس کے عہد میں حدیث کی تدوین پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ جب صحاح ستہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی) منصۂ شہود پر آ گئیں۔ اسی طرح شیعہ فرقہ کی کتبِ حدیث (الکافی، من لا یحضرہ الفقیہ، الاستبصار، تہذیب الاحکام) بھی لکھی گئیں۔

اجتہاد

اسلامی فقہ کا تیسرا ماخذ اجتہاد ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس انتہائی کوشش کا نام ہے جو ایک مفتی قرآن اور سنت کے اشارات سے شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی حاکم فیصلہ دینے میں صحیح اجتہاد کرے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اس اجتہاد میں خطا کی تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

معاذؓ بن جبل کو یمن کا قاضی مقرر کیا گیا تو ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ تو حضرت معاذؓ بن جبل نے جواب دیا کہ قرآن کی روشنی میں۔ پھر حضورؐ نے دریافت کیا اگر قرآن میں وہ حکم نہ پاؤ تو پھر۔ انہوں نے جواب دیا اس وقت سنت کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ پھر حضورؐ نے دریافت فرمایا اگر سنت میں وہ حکم نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذؓ بن جبل نے جواب دیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

Marfat.com

اس جواب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پسند فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اَنَا اَقْضِی بَیْنَکُمْ بِالرَّاْیِ فِیْمَا لَمْ یُنْزَلْ فِیْهِ وَحْیٌ

جن امور سے متعلق وحی نازل نہیں ہوتی تو ان کا فیصلہ میں اپنی رائے سے کرتا ہوں۔

معروف دنیا کے ہر ملک میں قانون سازی میں رسم و رواج کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قانون سازی میں رسم و رواج پر عمل کیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

(سورہ بقرہ ۲۳۳)

اور بچہ کے باپ پر دودھ پلانے والی کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری رسم و رواج کے منافی نہ ہوں۔

اسلام سے ما قبل شریعتیں فقہ اسلامی کا ماخذ گزشتہ انبیا علیہم السلام کی شرائع بھی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا

ہم نے آپ کو وحی بھیجی کہ آپ ملتِ ابراہیم کی پیروی کیجیے۔

مسند احمد بن حنبل میں ایک روایت ہے:

یُعْمَلُ فِی الْاِسْلَامِ بِفَضَائِلِ الْجَاهِلِیَّةِ۔

یعنی اسلام میں جاہلیت کی اچھی باتوں پر عمل کیا جاتا ہے

نبوی قانون سازی کے خصائص

۱۔ عدم حرج قانون وضع کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ایسا کوئی قانون وضع نہ کیا جائے جو قوم کے لئے تکلیف کا موجب ہو، اور اس پر عمل کرنا دشوار ہو۔ اس سے معاشرہ میں بدنظمی اور قانون شکنی کے جذبات

Marfat.com

ابھرتے ہیں، قرآن مجید میں آتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اتنی تکلیف نہیں دیتا جس کو وہ برداشت نہ کر سکے۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "میں سہل مذہب لے کر مبعوث ہوا ہوں"۔

پھر فرمایا: "اللہ کو پسندیدہ دین (قانون) وہ ہے جو سیدھا اور آسان ہو"۔

۲۔ قلّتِ تکلیف عدم حرج کا لازمی نتیجہ قلّتِ تکلیف ہے۔ قانون سازی کرتے وقت ایسے قانون اور قواعد بنانے چاہئیں جو لوگوں کے مزاج کے مطابق ہوں اور ان پر عمل کرنا باعثِ زحمت اور تکلیف نہ ہو۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْاِسْلَامِ (دار قطنی)

یعنی اسلام میں نہ تو کسی کو تکلیف دینا ہے اور نہ خود تکلیف اٹھانا ہے
فرماتے ہیں: "دین (اسلامی قانون) آسان ہے لیکن جو شخص دین (قانون) میں مبالغہ کرتا ہے اس پر وہ غالب آجاتا ہے"۔

۳۔ تدریج تدریج سے مراد ہے مختلف قوانین کو حالات کے مطابق رفتہ رفتہ نافذ کرنا۔ جس طرح قرآن مجید نے قوانین کے بیان میں تدریج کے اصول کو پیش نظر رکھا تھا۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بتدریج انفرادی اور اجتماعی سطح پر لوگوں کی ذہنی پختگی اور اخلاقی تربیت کے مطابق زندگی کے مختلف معاملات سے متعلق قوانین بنائے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے:

"یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے شریعت کے تمام احکام ایک ہی دفعہ نافذ نہیں فرمائے بلکہ وہ مختلف اوقات میں رفتہ رفتہ واجب ہوئے"۔

۴۔ استحکام و دوام انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو دوام اور استحکام حاصل نہیں۔ بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر ان قوانین میں تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا قانون ایسے تمام نقائص سے پاک ہے اور اس قانون میں تغیر و تبدل کی ضرورت کبھی محسوس نہیں

Marfat.com

ہو گی۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قانون سازی کی اساس ایسی دائمی صداقتیں ہیں جو تمام انسانوں کے انفرادی اور اجتماعی مزاج سے مکمل ہم آہنگی اور موافقت رکھتی ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی ارتقاء کا کوئی پہلو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول قانون سے سے باہر نہیں رہ سکتا۔

۵۔ اعتدال

نبوی قانون سازی افراط اور تفریط سے پاک ہے۔ انفرادی ضروریات کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اور اجتماعی مفاد کو بھی نہ نرمی کو روا رکھا گیا ہے جو لوگوں کو جرم کے ارتکاب پر ابھارے نہ اتنی سختی سے کام لیا گیا ہے جو طبائع کو قانون شکنی کی طرف مائل کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا بہترین امور (قوانین) وہ ہیں جو افراط اور تفریط سے پاک ہوں۔

۶۔ مساوات، وحدت و یکسانیت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قانون کی نظر میں تمام لوگ خواہ امیر ہوں یا غریب، حاکم ہوں یا محکوم، عربی ہوں یا عجمی، آقا ہو یا غلام سب برابر ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں اس مساوات اور برابری کا ذکر کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں جو قانون ایک غریب پر لاگو ہوا، وہی قانون امیر اور صاحب حیثیت پر نافذ ہوا۔ اگر کسی نے کسی بڑے سے بڑے آدمی پر قانون لاگو کرنے کی سفارش کی تو آپ نے برہمی کا اظہار کیا اور فرمایا:

> "تم سے پہلی قومیں اسی لئے برباد ہو گئیں کہ جب کوئی معزز آدمی جرم کرتا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا۔ اور اگر ادنیٰ آدمی جرم کرتا تو اسے سخت سزا دی جاتی۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کے مختلف ممالک میں امتیازی قوانین نافذ تھے۔ مراعات یافتہ لوگوں کے لئے اور قوانین تھے اور ادنیٰ لوگوں کے لئے اور معاشرہ مختلف طبقات میں منقسم تھا۔ ہر طبقہ کے لئے مختلف قوانین تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں کو ایک اصل کی مختلف شاخیں اور تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ کہہ کر قانون کی نظر میں سب کو برابر قرار دے دیا۔ مساوات اور برابری کے بغیر عدل و انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔

Marfat.com

۷۔ تعمیری کردار اسلامی قانون معاشرے میں ایک مثبت اور تعمیری کردار ادا کرتا ہے، اور لوگوں کے اندر پاکیزگی اور ذہنی صلاحیتوں اور جسمانی قوتوں میں نشوونما پیدا کرتا ہے، معاشرے میں امن وسکون کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ ان اسلامی قوانین کا یہ اعجاز ہے کہ مسلمان اتنا پختہ کردار ہو چکے تھے کہ اگر کسی سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا تو وہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اعتراف جرم کرتا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک مسلمان حاضر ہوا، اس نے بآواز بلند کہا یا رسول اللہؐ! "میں زنا کر بیٹھا ہوں، مجھے پاک کر دیجئے۔"

آپؐ نے یہ سن کر اس طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ شخص پھر سامنے آیا، کہنے لگا، یا رسول اللہؐ مجھ سے زنا کا جرم سرزد ہو گیا ہے۔ حضورؐ نے پھر منہ پھیر لیا۔ یہاں تک کہ چار بار ایسا ہی ہوا۔

جب اس نے چار بار زنا کا اعتراف کر لیا تو آپؐ نے بلا کر دریافت کیا تم دیوانے ہو۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا، کیا تم شادی شدہ ہو، اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے کا حکم دیا۔

مختلف شعبوں میں نبوی قانون سازی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے مختلف شعبوں میں قانون سازی کی، چند نمایاں قوانین بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے قصور لوگوں کو سزا سے بچانے کے لئے یہ اصول بیان فرمائے:۔ "قاضی کے لئے غلطی سے کسی مجرم کو بری کر دینا اس سے بہتر ہے کہ وہ غلطی سے کسی بے گناہ کو سزا دے۔"

اسی دور میں اس اصول کے پیش نظر دنیا کے تمام ممالک نے یہ قانون وضع کیا ہے۔ "ایک بے قصور کو سزا دینے کی نسبت آٹھ مجرموں کو بری کر دینا بہتر ہے۔"

۲۔ ذمہ داری کے تعین کے سلسلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اہم اصول

Marfat.com

بیان فرمایا:

"غلطی، بھول چوک اور جبر و اکراہ کی صورت میں تو ذمہ داری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

۳۔ قانون میں مساوات کا اصول وضع کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قصاص اور دیت میں سب مسلمان برابر ہیں۔"

۴۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جرائم حدود کو (ان جرائم کو جن کی سزا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے) ناقابل مصالحت قرار دیا ہے۔

۵۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوجداری مقدمات مجرم کی سفارش کو ممنوع قرار دیا اور فرمایا:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزاؤں میں نرمی برتنے کی سفارش کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے۔"

۶۔ قتل کے مقدمے میں وراثت کا یہ اصول بیان فرمایا کہ قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں بن سکتا۔

۷۔ پرانے زمانے میں قانون حمورابی کے مطابق اگر کوئی شخص کسی کی بیٹی یا بیٹے کو قتل کر دیتا تو بدلے میں اس کی بیٹی یا بیٹے کو قتل کیا جاتا۔ قاتل کو سزا نہ دی جاتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے انصافی کا خاتمہ کیا اور اصل قاتل کو سزا کا مستحق قرار دیا۔

۸۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کے جرم کو تین قسموں میں تقسیم کیا (۱) یعنی قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطا۔ تینوں کے لئے الگ الگ سزا مقرر کی تاکہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔

۹۔ زمانہ جاہلیت میں قصاص اور دیت میں یکسانیت نہ تھی۔ طاقتور قبائل کے افراد کا خون بہا کمزور قبائل کے افراد کے خون بہا سے دو گنا لیا جاتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے انصافی کا خاتمہ کرتے ہوئے فرمایا:

"قصاص اور دیت میں تمام مسلمان برابر ہیں۔"

۱۰۔ اگر کسی حاملہ عورت کو مار ڈالا جائے تو اسلامی قانون کی رو سے اس کے رحم میں مرنے

Marfat.com

والے بچے کا بھی قصاص لیا جائے گا۔

احوالِ شخصیہ

۱۔ قرآن مجید کی آیت محرمات (النساء ۲۳-۲۴) میں دو بہنوں کو بیک وقت ایک نکاح میں جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اصول کے مطابق پھوپھی، بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا۔

۲۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نسبی ماں اور بہن کی طرح رضاعی ماں اور بہن کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا۔ لیکن باقی رضاعی رشتوں کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کے پیش نظر کہ حرمت کی جو علت نسبی رشتوں میں پائی جاتی ہے، باقی رشتوں کو بھی حرام قرار دیا۔ "جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں"

۳۔ نکاح کے سلسلے میں عورتوں کے اختیار کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: "بیوہ کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک وہ اس کی اجازت نہ دے دے۔ نہ کنواری کا نکاح اس وقت تک کیا جائے جب تک اس کی رضامندی نہ لے لی جائے" عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! کنواری کی رضامندی کیسے معلوم کی جائے؟ فرمایا اس کا خاموش رہنا ہی اس کی رضامندی ہے۔

۴۔ اسی طرح نکاح شغار (یعنی مہر مقرر کئے بغیر ادلے بدلے کا نکاح) کو ممنوع قرار دیا۔

۵۔ طلاق کی صورت میں چھوٹے بچوں کی حفاظت کا حق ماں کو دلوایا۔

۶۔ میراث کے سلسلے میں یہ اصول بیان فرمایا کہ کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔

۷۔ وراثت کے سلسلے ایک دوسرا قانون یہ بیان فرمایا کہ نہ کافر مسلمان کا وارث بن سکتا ہے نہ مسلمان کافر کا۔

۸۔ وراثت کا تیسرا اصول یہ مقرر فرمایا کہ کوئی قاتل مقتول کا وارث نہیں بن سکتا۔

Marfat.com

خرید و فروخت اور معاہدات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید و فروخت اور معاہدات سے متعلق حسب ذیل قانون وضع فرمائے:

۱۔ ایسی خرید و فروخت ممنوع ہے جس میں کسی ایک فریق پر جبر کیا گیا ہو۔

۲۔ کھڑی فصلوں اور درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کو بیچنا اور کاشت کے لئے زمین بٹائی پر دینا ممنوع ہے۔

۳۔ ذخیرہ اندوزی اور ایسی خرید و فروخت منع ہے جس میں سود کا عنصر پایا جاتا ہے۔

۴۔ فروخت کی جانے والی چیز فروخت کنندہ کے قبضے میں ہونی چاہیئے۔

۵۔ معاہدے میں کوئی ایسی شق نہ ہونی چاہیئے جو ایک فریق کے لئے سراسر فائدے کی اور دوسرے کے لئے سراسر نقصان کا باعث ہو۔

۶۔ معاہدے کی پابندی کرنا جزو ایمان قرار دیا۔

۷۔ حق شفعہ کا قانون حضور سے پہلے کہیں موجود نہ تھا۔ اس قانون کے تحت آپ نے یہ قرار دیا کہ اگر کوئی شخص اپنا مکان یا زمین فروخت کرنا چاہے تو خریداری کا پہلا حق اس کے قریب ترین ہمسائے کو حاصل ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بطور جج

معاشرے میں عدل و انصاف کو وہی اہمیت حاصل ہے جو روح کو بدن کے ساتھ ہے اگر روح بدن کا ساتھ چھوڑ دے تو وہ بدن ایک مردہ بدن ہے۔ بدن اسی وقت حرکت اور نشو و نما پاتا ہے جب تک روح کا تعلق بدن سے قائم ہو۔ یہی حالت عدل اور معاشرہ کی ہے۔ اگر معاشرہ میں عدل ہے تو معاشرہ زندہ اور قائم ہے۔ اگر معاشرہ سے عدل ختم کر دیا جائے تو معاشرہ اپنی موت خود مر جاتا ہے۔ تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ اسی ملک اور قوم نے ترقی کی ہے جس کے عوام کے دروازہ پر عدل و انصاف خود دستک دے اور وہ قوم اور ملک تنزل اور ادبار کا شکار ہو جاتا ہے، جہاں عدل و انصاف کا پودا مرجھا جاتا ہے۔ اسلام سے قبل

Marfat.com

دنیا کے ہر خطے سے عدل وانصاف ختم ہو چکا ہوا تھا۔ ظلم وستم اور بے انصافی کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ اس دور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل وانصاف کے پودے کی آبیاری کی۔ اپنوں اور بیگانوں، دوستوں اور دشمنوں کے لئے انصاف کا ترازو یکساں تھا اور کسی طبقے کو بھی انصاف نہ ملنے کا گلہ وشکایت نہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

"اللہ تعالیٰ تمہیں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کا اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے روکتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔" (النحل ۱۶: ۹۰)

دوسری جگہ آتا ہے:

"جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے۔" (النساء ۴: ۵۸)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کیا کریں۔" (المائدہ ۵: ۴۵)

مزید ارشاد الٰہی ہے:

"کہہ دیجیے میرے رب نے عدل کا حکم دیا ہے۔" (اعراف ۷: ۲۸)

پھر فرمایا: "اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل سے فیصلے کروں۔" (شوریٰ ۴۲: ۱۵)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خوشی اور غمی دونوں حالتوں میں انصاف کی بات کہوں۔"

ایک موقع پر فرمایا: "قیامت کے دن امام عادل کا درجہ سب سے بلند ہوگا۔"

فرمایا: "قیامت کے دن جن سات لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ ان میں ایک عادل حکمران ہے۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف قولی طور پر انصاف کی تعلیم نہیں دی ہے۔ اسوۂ حسنہ سے بھی عدل وانصاف کے پرچم کو بلند کیا۔

قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کی تو اس کے عزیزوں کے اصرار پر حضرت اسامہ بن زیدؓ نے اس کی خاندانی عظمت کا خیال دیتے ہوئے سزا کے ساقط کی

Marfat.com

سفارش کی۔ تو حضورؐ نے فرمایا: "اس کی جگہ فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی ہوتی تو اسی کو بھی یہی سزا ملتی۔" پھر فرمایا: "تم سے پہلی قومیں اسی لئے تباہ و برباد ہوئیں کہ انہوں نے انصاف میں امتیاز رکھا، با اثر مجرم کو معاف کر دیا جاتا، کوئی غریب جرم کرتا تو اسی کو سزا دی جاتی۔" (مشکوٰۃ)

اسلامی تاریخ میں کئی ایسی امثلہ ملتی ہیں کہ حضورؐ کی عدالت میں مسلم اور غیر مسلم کا مقدمہ پیش ہوا اور غیر مسلم کو حق پر سمجھتے ہوئے مسلم کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ ارشادِ الٰہی ہے: "تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو تم ہر حال میں انصاف کرو۔" (المائدہ ۵:۹)

ہجرت کے فوراً بعد یہود سے جو "میثاقِ مدینہ" ہوا، اس کی آخری شرط یہ تھی کہ "باہم آئندہ کوئی جھگڑا اور اختلاف پیدا ہوا تو وہ فیصلہ کے لئے حضورؐ کے سامنے پیش کیا جائے گا، اور آپؐ کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا۔" غور کیجئے اپنے تو اپنے غیروں کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل و انصاف پر کس قدر اعتماد تھا۔

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت

سپہ سالار

۱۔ بعثت نبویؐ سے قبل جنگ کا تصوّر :

جب سے دنیا شروع ہوئی جنگ و جدل کا سلسلہ جاری ہے۔ ساتویں صدی عیسوی کے شروع تک جنگ بہت سے ارتقائی مراحل طے کر چکی تھی۔ عرب کے پڑوس میں یونانیوں اور رومیوں نے جنگ کو ایک فن اور سائنس کے مرتبے تک پہنچا دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ جنگی اصول جن پر فی زمانہ عمل ہوتا ہے متعین کیے جا چکے تھے۔ یونان میں سکندر اعظم، کارتھیج میں ہنی بال، روم میں سیزر اور فارس میں دارا جیسے شہرہ آفاق جرنیل گزر چکے تھے جن کو حربیات کا ماہر سمجھا جاتا ہے لیکن ان کے تجربات کا کوئی اثر حضورؐ پر نہیں ہوا۔

رسول اکرم صلعم فطری طور پر ماہر جنگ اور عظیم سپہ سالار تھے۔ اس میدان میں آپؐ کی راہنما قرآنی آیات تھیں۔

بعثت سے قبل چار بڑے مذاہب دنیا میں رائج تھے۔ ہندو مت، بدھ مت، یہودیت اور عیسائیت، ہندو دھرم کی کتابوں کے مطابق جنگ کے مقاصد غضب و نہب، لوٹ مار، غارتگری قوت و اقتدار کی ہوس، ہوس ملک گیری، انتقام اور بربریت تھا۔ اسی طرح یہودیت حصولِ مال و دولت اور ملک گیری کو جنگ کا مقصد قرار دیتا ہے۔ بدھ مت اور عیسائیت میں خون بہانے کی ممانعت ہے لیکن عیسائیت نے اپنی تعلیمات سے انحراف کر کے یہودیت کے مقاصد کو اپنا لیا اس کے علاوہ اس زمانے کی دنیا میں ایران اور روم مہذب ممالک کہلاتے تھے لیکن ان کے سامنے بھی جنگ کا کوئی اخلاقی مقصد نہیں ہوتا تھا۔ ان کے مقاصد بھی وہی تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہی حال عربوں کا تھا۔ وہ بھی جنگ کے مقاصد لوٹ مار، قتل و غارت اور قتل عوام خیال کرتے تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی اصلاحات

۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں صرف مدافعت اور انسانیت کے احترام اور مظلوم کی حمایت میں جنگ کی اجازت دی۔

۲۔ آپؐ نے غیر مقاتلین کو قتل کرنے کی ممانعت کی ہے چنانچہ ابو داؤد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ایک فوج کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا "اللہ کا نام لے کر اللہ کی مدد سے اور اللہ کے رسول کی ملت پر قائم رہتے ہوئے چل پڑو۔ کسی بڈھے، ضعیف، بچے اور

Marfat.com

عورت کو قتل نہ کرنا۔ مالِ غنیمت سے چوری نہ کرنا۔ جنگ میں جو کچھ ہاتھ لگے ایک جگہ جمع کرنا۔ صلح کی روش اختیار کرنا، احسان کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔

۳۔ حضورؐ نے غفلت یا نیند کی حالت میں حملہ کرنے سے احتراز کرنے کا حکم دیا حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے خیبر پر چڑھائی کی اور رات کے وقت وہاں پہنچے آپؐ کا دستور تھا کہ جب کسی محارب قوم پر رات کے وقت پہنچتے تو حملہ نہ کرتے جب تک کہ صبح نہ ہو جاتی۔

۴۔ آپؐ نے لوٹ مار کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ انصاری سے روایت ہے کہ آپؐ نے لوٹ مار اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۔ آپؐ نے سفیروں اور قاصدوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب کے قاصد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا "اللہ کی قسم! اگر قاصدوں کا قتل ممنوع نہ ہوتا تو میں تمہاری گردنیں الگ کر دیتا"۔

۶۔ آپؐ نے سپاہیوں کو ہر قسم کی بدنظمی اور سرکشی کی ممانعت فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا "جو کوئی راستے کے لوگوں کو قتل کرے یا تنگ کرے یا راستے میں لوٹ مار کرے تو اس کا کوئی جہاد نہیں ہے"۔

۷۔ حضورؐ نے معاہدات کو دنیاوی منفعت کے لیے توڑنے سے منع فرمایا اور آپؐ نے فرمایا "جس کا کسی قوم سے کوئی معاہدہ ہو وہ اس وقت تک معاہدے کا بندھن نہ کھولے جب تک اس کی مدت نہ گزر جائے یا وہ برابر کا لحاظ کر کے اس قوم کی طرف پھینک دے"۔

۸۔ آپؐ نے اسیروں سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی۔ جنگ بدر میں جو کفار قیدی بنائے گئے تاریخ شاہد ہے کہ ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فوج میں اعلان کیا کہ:

"کسی مجروح پر حملہ نہ کیا جائے۔ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امان میں ہے۔ (فتوح البلدان ص ۴۷)

حجاج بن یوسف نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حکم دیا کہ وہ ایک اسیر کو قتل کر دیں تو انہوں نے فرمایا "اللہ نے ہم کو اس کی آزادی نہیں دی ہے البتہ یہ حکم دیا ہے کہ جب قیدی گرفتار ہو کر آئیں تو یا تو ان سے احسان کا برتاؤ کرو یا فدیہ لے کر آزاد کر دیئے جائیں"۔ (کتاب الخراج ص ۱۲۱)

خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے جب فوجیں شام کو روانہ کیں تو ان کو دس ہدایات دیں۔ یہ دس ہدایات اسلامی جنگ کا خلاصہ ہیں اور درج ذیل ہیں:

۱۔ عورتیں، بچے اور بوڑھے قتل نہ کیے جائیں۔ ۲۔ مثلہ نہ کیا جائے۔
۳۔ راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے اور نہ ہی ان کے معابد مسمار کیے جائیں۔
۴۔ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ کھیتیاں جلائی جائیں۔

Marfat.com

۵۔ آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔

۶۔ جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

۷۔ بدعہدی سے ہر حالت میں احتراز کیا جائے۔

۸۔ جو لوگ اطاعت کریں ان کی جان و مال کا وہی احترام کیا جائے جو مسلمانوں کی جان و مال کا ہے۔

۹۔ اموالِ غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔

۱۰۔ جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگیں کیوں لڑیں؟

اسلام نے لفظ جنگ کے بجائے جہاد فی سبیل اللہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسلام میں جنگوں کے مقاصد ارفع اور پاکیزہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی مقاصد کے حصول کے لیے جنگیں لڑیں۔

مقاصد

مدافعت: جب مکہ میں کفار کی سختیاں مسلمانوں کے لیے انتہا کو پہنچ گئیں تو ان کا جینا دو بھر ہو گیا۔ ہر قسم کی آزادیاں سلب کر لی گئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینے ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ خود بھی مدینے تشریف لے آئے۔ جب کفار نے دیکھا کہ اسلام کا پودا مدینہ میں پھلنے پھولنے لگا ہے تو ان کا جوشِ غضب بھڑکنے لگا۔ وہ اس کوشش میں لگ گئے کہ مدینہ کی سرزمین سے بھی اسلام کے پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور مسلمانوں کو من حیث القوم تباہ کر دیا جائے۔ تب حضور اکرمؐ پر بحیثیت قائد فرض ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کی قومی زندگی کی بقا کی حفاظت کریں۔ سو خدا کی مرضی اور حکم سے قومی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے ہاتھ میں تلوار لی۔

ارشادِ خداوندی ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا۔ (الحج ۲۲: ۳۹، ۴۰)

اجازت دی گئی ہے کہ جن سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ لوگ جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے صرف اس بات پر کہ وہ کہتے تھے

Marfat.com

کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے نہ ہٹاتا تو یقیناً راہبوں کی گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے، گرا دی جاتیں۔"

دوسری جگہ فرمانِ الٰہی ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ (البقرہ ۲: ۱۹۰)

"اور اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت مندرجہ ذیل امور کی بناء پر دی گئی ہے:

۱۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔

۲۔ مسلمانوں کو ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا۔

۳۔ اگر جنگ کی اجازت نہ دی جاتی تو دنیا سے امن اٹھ جاتا۔ مذہبی آزادی مٹ جاتی، اور خدا تعالیٰ کی عبادت گاہیں تباہ کر دی جاتیں۔

۲۔ احترامِ انسانیت اور مظلوموں کی دستگیری

قرآن مجید میں آتا ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا۔

(النساء ۴: ۷۵)

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لیے جو کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی دوست بنا اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی مددگار اور معاون بنا۔"

۳۔ استعماریت پسند حکومت کے خلاف جنگ: اگر کوئی حکومت ملک گیری کی ہوس میں امن کو خراب کرنے کی کوشش کرے تو اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ اس استعماریت کے خلاف جنگ کرے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں آتا ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ۔

"تم ان سے لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز نہ آئیں تو ظالموں کے سوا دست درازی سے رک جاؤ۔" (بقرہ ۲ : ۱۹۳)

۴۔ نقضِ عہد: اسلام نے ان لوگوں سے جنگ کرنے کی اجازت دی ہے جو نقضِ عہد کرتے ہیں۔

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ نقضِ عہد ہی دنیا کے امن کو تباہ و برباد کرتا ہے اور دنیا میں اس وقت تک امن نہیں ہو سکتا جب تک معاہدات کی پابندی نہ کی جائے۔ اسی لیے اسلام نے معاہدات کی پابندی پر زور دیا ہے اور اس قوم سے لڑنے کی اجازت دی ہے جو معاہدات کرنے کے بعد بار بار توڑتی ہے اور پھر مسلمانوں کی بقا کے لیے خطرے کا موجب بنتی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ۔ (الانفال ۸ : ۵۶)

"وہ لوگ جن سے تو عہد کرتا ہے۔ پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور وہ عہد توڑنے کے جرم سے نہیں بچتے۔"

پھر فرمایا:

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ۔ (الانفال ۸ : ۵۷)

"سو اگر تو ان کو جنگ میں پائے تو ان کو عبرت ناک سزا دے کر منتشر کر دے تاکہ ان کی آنیوالی نسلیں نصیحت حاصل کریں۔"

اصولِ جنگ: غزوات نبوی کی روشنی میں حسبِ ذیل اصولِ جنگ معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ تربیت یافتہ فوج: کسی ملک کے دفاع کے لیے تربیت یافتہ فوج کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچتے ہی امت کی عسکری تربیت شروع کر دی۔ آپ نے نہایت شدت سے شدید گرمی اور سرزمین میں سراپا تربیتی اور ہر اوّل دستے باہر بھیجے جس سے ملت کا ہر فرد سپاہیانہ خصائل اور عسکری تربیت کا حامل تھا حضورؐ نے تنخواہ دار فوج قائم نہیں کی لیکن فوج سے متعلق یہ پہلو ایسا ہے جس پر وقت اور مقام کے

Marfat.com

لحاظ سے عمل کیا جا سکتا ہے جو بات اہم ہے وہ یہ ہے کہ حضورؐ نے تربیتی اور معلوماتی سرایا کے ذریعے ہر فرد کو باری باری فوج میں شامل ہونے کا موقع دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مشکل پسندی کی زندگی کا خوگر بنا دیا تھا صحابہ کرام کو تیر اندازی، اسپ رانی اور دیگر جنگی امور کی تربیت دیتے رہے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔

"جس نے تیر اندازی سیکھی اور پھر اسے چھوڑ دیا تو اس نے ایک نعمت حاصل کی اور پھر اسے ٹھکرا دیا۔" (طبرانی)

"فوجی دستے باہر بھیجنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اسلامی افواج کو مدینہ کے اطراف واکناف کے علاقوں سے واقف کرایا جائے۔ یہ بھی لازم تھا کہ انصار اور مہاجرین کے درمیان تعلقات خوش گوار ہو جائیں۔

۲۔ **مقامِ تعین:** رسول اکرمؐ تربیتی دستوں کے لیے ایسے مقامات چنتے تھے جس سے دشمن کا حملہ فوراً روکا جا سکے اور دستوں میں باری باری فوج کے مختلف حصے زیر تربیت رہیں۔ آپؐ نے تربیتی سرایا مختلف قبائل کی سرحدوں کی جانب روانہ فرمایا کرتے تھے تاکہ ان قبائل کے دلوں میں اسلامی لشکروں کا رعب طاری رہے اور کہیں انہیں یہ خیال نہ پیدا ہو کہ مسلمان مدینہ میں آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جن غزوات میں حصہ لیا اگر ان کا حربی نقطہ نگاہ سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپؐ نے مقام کے تعین میں نہایت ہی حربی بصیرت اور دُور اندیشی سے کام لیا تھا۔

۳۔ **ہتھیار:** آپؐ نے مملکت مدینہ کی مالی کمزوری اور مسلمانوں کی اکثریت کی تہی دستی کے باوجود ہتھیاروں اور آلات حرب کی فراہمی کی طرف پوری پوری توجہ فرمائی۔ طائف اور حنین کی لڑائیوں میں تو آپ نے منجنیق کا استعمال بھی کیا جو اس دور کا ٹینک تھا۔ جب مسلمانوں نے مکہ پر حملہ کیا تھا تو نبی کریمؐ اس لشکر کے جلو میں چل رہے تھے اور یہ لشکر مکمل آہن پوش تھا۔ (ابن ہشام۔ غزوہ فتح مکہ ج ۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلحہ سازی کی حوصلہ افزائی۔ آپؐ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعے تین اشخاص کو جنت میں داخل کرے گا۔ (۱) بنانے والا، جو اپنے عمل میں ثواب اور اجر خداوندی کا یقین رکھتا ہو (۲) جہاد فی سبیل اللہ میں تیر اندازی کرنے والا اور (۳) وہ شخص جو اس کی معاونت کرے۔ پس تم تیر اندازی اور اسپ رانی کرو اور ہاں تمہاری تیر اندازی مجھے تمہاری اسپ رانی سے زیادہ عزیز ہے۔"

Marfat.com

۴۔ **انضباط:** افواج کی صفوں میں انضباط اور نظم کی اہمیت ہر دور میں رہی ہے۔ دراصل انضباط ہی کسی فوج کی کامیابی کا گُر ہے۔ کلی طور پر اگر انضباط کی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے تو وہ رسول اللہ علیہ وسلم کی افواج کا انضباط ہے۔

آزادیٔ رائے کے ساتھ ساتھ انضباط کا یہ عالم تھا کہ ہر مہم کا کمانڈر نیا مقرر کیا جاتا۔ وہ فرد جو ایک کمانڈر ہوتا۔ دوسری مہم میں ایک صف کے سپاہی یا آزاد شدہ غلام کی کمانداری میں ایک عام سپاہی کے فرائض انجام دیتا اور اُسے اپنے لیے سعادت و افتخار کا مقام سمجھتا۔ سریہ سیف البحر میں حضرت حمزہؓ کماندار تھے۔ سریہ رابغ میں عبیدہ بن الحارث اور سریہ بخرار میں سعد بن ابی وقاص کو کمان بخشی گئی۔ کسے انکار ہوسکتا ہے کہ تینوں شجاع اپنا اپنا علیحدہ بلند مقام رکھتے تھے۔ موتہ کی لڑائی میں کمان زید بن حارثہ کو دی گئی جو ایک آزاد کردہ غلام تھے اور ان کے ماتحت جعفر طیار، عبداللہ بن رواحہ اور خالد بن ولید جیسے جلیل القدر صحابہ موجود تھے۔ حضرت زید کے بیٹے اسامہؓ کو بعد میں اس لشکر کا سردار مقرر کیا گیا جس میں لاتعداد جلیل القدر بزرگ صحابہ موجود تھے۔

انضباط کی کمزوری ہی افواج کی صفوں میں دیگر خامیوں کے علاوہ بھگدڑ جیسی تباہ کن خامی پیدا کر دیتی ہے۔

۵۔ **تحفظ:** سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خُذُوا حِذْرَكُمْ کے حکم قرآنی پر پورا پورا اور ہر پہلو سے عمل کیا۔ اس اصول کے تحت سپاہ کا تحفظ، اسباب و اسلحہ کا تحفظ اور معلومات کا تحفظ یکساں طور پر آتے ہیں۔ آپؐ خود راتوں کو بنفس نفیس پہرہ دیا کرتے تھے۔ اس عمل مبارک میں مدینہ اور سپاہ کا تحفظ بھی شامل تھا۔ اسی طرح جب آپؐ غزوات میں شرکت فرما رہے ہوتے تو رات کا پہرہ پورے اہتمام سے دیا جاتا تھا۔ یہ سپاہ اور اسلحہ کے تحفظ کی بہترین مثال تھی۔

حضورؐ نے جب رجب میں عبداللہ بن جحش کو بطن نخلہ روانہ کیا اور ملفوف ہدایات دیں اور حکم دیا کہ دو دن بعد ان ہدایات کو کھول کر پڑھا جائے اور عمل کیا جائے تو اس میں معلومات کا تحفظ ملحوظ تھا۔ غرض یہ کہ لشکر اور لشکر کے متعلقہ ہر قسم کی معلومات کا تحفظ سیرت النبیؐ کی روشنی میں لشکروں کی اہم ذمہ داری قرار پاتا ہے۔

۶۔ **ثابت قدمی:** لڑائی میں ثابت قدمی فتح سے ہم کنار ہونے کا ایک اہم اصول ہے۔ غزوات بدر، اُحد، خندق و حنین میں فتح مندی آپؐ کی اور آپؐ کے صحابہؓ کی ثابت قدمی کا ہی ثمر تھی۔ نہ غزوہ بدر میں افرادی کمی نے آپؐ کے اور صحابہؓ کے دلوں میں کمزوری پیدا کی۔ اور نہ ہی اُحد کے مقام پر وقتی عقب نشینی (WITH DRAWAL) نے حضورؐ کے پائے

Marfat.com

ثبات میں لغزش پیدا کی۔

خندق کی لڑائی میں سارا عرب مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے اُمڈ پڑا۔ یہود اور منافقین مدینہ میں کفار سے مسلمانوں کو گزند پہنچانے کے لیے ساز باز کرنے لگے۔ اس تاریک وقت میں بھی ثابت قدمی اور تا دمِ آخر لڑنے کے جذبہ کا یہ عالم تھا کہ اس محصور فوج کو ہتھیار ڈالنے کا کبھی خیال تک نہیں گزرا۔

۷۔ **معلومات کا حصول:** رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف طریقوں سے معلومات حاصل کرتے تھے۔

۱۔ جنگی طلایہ گرد دستوں کے ذریعے۔
۲۔ جاسوسوں کے واسطے سے۔
۳۔ شخصی اطلاعات سے۔
۴۔ قیدیوں سے۔
۵۔ عقلمندوں سے مشورہ حاصل کرنے کے ذریعے۔

دشمن کے متعلق صحیح صحیح معلومات کا حاصل کرنا جنگ میں فتح پانے کے لیے بہت ضروری ہے دشمن کی معلومات حاصل کرنے سے متوقع نتائج کے حصول کے لیے صحیح نقشہ اور سٹریجیڈی تیار کی جا سکتی ہے۔

۸۔ **امورِ اداریہ:** کوئی جنگ امورِ اداریہ کا اہتمام کیے بغیر جیتی نہیں جا سکتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ امورِ اداریہ کا خصوصی اہتمام کیا اور تمام مسلمانوں نے مجاہدین کے سامانِ حرب میں تعاون کیا۔ مثلاً خورد و نوش کا سامان، نقل و حمل کے لحاظ سے اسلحہ جنگ مہیا کرنے کے لحاظ سے وغیرہ۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ۔ (الانفال ۶۰)

"ان (دشمن) کے مقابلے کے لیے جتنی قوت تم فراہم کر سکو کرو اور گھوڑے بھی پالو۔"

جب بھی لشکر کی روانگی کا وقت آتا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے مالی قربانی کا مطالبہ کرتے تو صحابہ اپنے اپنے گھر کا مال و متاع حضورؐ کے قدموں میں رکھ دیتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا تمام مال خدا کی راہ میں خرچ کر دیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے نصف مال، اسی طرح حضرت عثمانؓ نے غزوہ تبوک میں بہ نسبت دوسرے غزوات کے بہت زیادہ مال خرچ کیا۔

Marfat.com

۹۔ **مشورہ:** سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہ معاملہ جنگی ہو یا معاشرتی۔ آپؐ نے سوائے صلح حدیبیہ کے باقی تمام غزوات میں صحابہ سے مشورہ کیا اور ان کی رائے قبول کی۔ اگرچہ آپؐ کی ذاتی رائے ان کے خلاف ہی کیوں نہ ہوتی جیسا کہ آپؐ نے عملی طور پر غزوہ اُحد میں کر کے دکھایا۔

کامیاب جرنیل کی خوبیاں

کسی سپہ سالار کی عظمت معلوم کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ ماہرین جنگ ایک کامیاب جرنیل کی کیا کیا خوبیاں بیان کرتے ہیں۔ سقراط کے مطابق ایک جرنیل میں مندرجہ ذیل خوبیاں ہونی چاہئیں:

"جرنیل کو اس بات کا پورا پورا علم ہو کہ اپنے جوانوں کو راشن اور ہر قسم کا جنگی سامان کس طرح مہیا کیا جائے۔ اس میں جنگی منصوبے بنانے کی دماغی اہلیت اور ان کو کامیاب بنانے کی عملی سوجھ بوجھ اور قوت بھی ہونی چاہیے۔ وہ باریک بین، ان تھک، سمجھدار، مہربان و سفاک، سادہ و عیار، چوکیدار و چور، سخی اور کنجوس، جلد باز اور محتاط سب کچھ ہی ہو۔ ان کے علاوہ اس میں اور صفات بھی ہونی چاہئیں، جن میں کچھ فطری اور کچھ کسبی ہیں۔ اسے معمول کے مطابق اپنے TACTICS پر بھی عبور ہونا چاہیے کیونکہ ایک غیر منظم ہجوم کو فوج نہیں کہا جا سکتا، جیسا کہ اینٹ اور چونے کے ڈھیر کو عمارت تصور نہیں کیا جا سکتا:

سقراط سے پہلے بھی عہدِ قدیم کے ایک چینی جرنیل سن زے SUN ZEY نے ایک اچھے جرنیل کی خوبیاں یہ بیان کی تھیں:۔

۱۔ برتر اور کم تر درجے کی فوجوں کو لڑانے کے ہنر سے واقفیت۔
۲۔ دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ کرنے کی اہلیت۔
۳۔ مشکلات، خطرات اور فاصلوں کا صحیح اندازہ کرنے کی صلاحیت۔
۴۔ شہرت کی قدروں سے بلندی۔
۵۔ جوانوں سے اپنی اولاد کی طرح محبت۔
۶۔ نازک ترین مواقع پر شجاعت کی اعلیٰ ترین معیار کے مظاہرے کی صلاحیت و قدرت۔

بعد کے ماہرین نے ایک سپہ سالار میں جو اوصاف بیان کیے ہیں ان کا لب لباب یہ ہے:

"انسانیت کا علم اور اس سے دل چسپی، فتح کا عزم مصمم، شجاعت، حوصلہ مندی، خود اعتمادی اور

Marfat.com

دوسروں میں اعتماد پیدا کرنے کی قابلیت۔ ایسی شخصیت جو کہ جوانوں کے لیے منبع فیض ہو۔ بلند خیالی اور فراخ دلی، ذہنی اور جسمانی تندرستی۔ انتظامی مہارت۔ اپنی اور دشمن افواج کی صلاحیتوں اور حالات کا وسیع علم، جذبہ عفو۔ اپنے جوانوں کو فوجی تربیت دینے کی صلاحیت۔

سقراط نے مثالی سپہ سالار کے لیے سفاک، سادہ وعیار، چور، کنجوس وغیرہ کی چند ایسی صفات بیان کی ہیں جو ایک عظیم مصلح کی شخصیت کو داغدار کر دیتی ہیں۔ اس وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ان صفات سے مبرا تھی ان کے علاوہ مندرجہ بالا آراء کو کسوٹی بنا کر رسول خدا کو ایک جنگی ماہر اور سپہ سالار کی حیثیت سے پرکھا جائے تو آپ اس پر پورے ہی نہیں اترتے بلکہ اس معیار سے بھی بہت زیادہ بلند نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت

سیاسی مفکّر (سیاستدان)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں تمام اوصاف حمیدہ اور کمالاتِ عالیہ پائے جاتے تھے۔ وہ ہمہ پہلو عظیم شخصیت سربراہ مملکت بھی تھے، سپہ سالار بھی، مقنن بھی تھے قاضی اور منصف بھی، مدبر و منتظم بھی تھے اور عظیم سیاست دان بھی تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اچھے سیاست دان کا کیا معیار ہے، اور اس میں کیا عمدہ اوصاف، ہونے چاہئیں۔ اگر تاریخ اقوام عالم کے مورخین کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو تمام تاریخ دان اچھے سیاستدان کے حسب ذیل اوصاف پہ متفق نظر آتے ہیں۔

۱۔ کردار کا پختہ ہو۔

۲۔ حق کا ساتھ دینے کی جرأت رکھتا ہو، اور اس کے لئے ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنے کا حوصلہ ہو، تاکہ وہ خود جب قوت نافذہ بنے تو اسے حق کا ساتھ دینے میں اور نافذ کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

۳۔ قوتِ فیصلہ اور ذہانت ایسی ہو کہ نازک ترین لمحات میں بھی اس کا کیا جانے والا فیصلہ ایسا ہو کہ تاریخ اس پہ صحت کا فیصلہ صادر کرے۔

۴۔ عزم حصول کر لینے کے بعد کسی شے کو حاصل کئے بغیر واپس نہ ہٹتا ہو۔

۵۔ اس کی شخصیت میں اپنوں اور بیگانوں کے لئے محبت، شفقت اور رحمت کا پہلو نمایاں ہو۔

۶۔ قدرت کی طرف سے جوامع الکلم[1] سے بدرجہ اتم نوازا گیا ہو۔

۷۔ سیر چشم ہو، ذاتی مالی منفعت سے نفرت رکھتا ہو۔

۸۔ سخاوت اس کا شیوہ ہو۔

۹۔ شخصیت پُر کشش اور سحر انگیز ہو۔

[1] زبان پہ اتنی قدرت ہو کہ کم الفاظ میں معانی اور مطالب کا دریا بہا دے۔

Marfat.com

۱۰- دنیوی جاہ و جلال کا حریص نہ ہو، بلکہ انسانی فلاح اس کا مطمح نظر ہو۔

۱۱- سیاست دان کو اپنی ذات پر اعتماد ہو۔

۱۲- سیاست دان کا نصب العین واضح ہو۔

۱۳- متبعین کو اپنے قائد سیاست دان پر کامل اعتماد ہو۔

۱۴- سیاست دان کو اپنے پیروؤں پر اعتماد ہو۔

جب ہم مذکورہ بالا اوصاف کو سامنے رکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو پرکھتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ تمام اوصاف آپ کی ذات میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کردار کے لحاظ سے اتنے پختہ تھے کہ لوگ امین اور صادق کے لقب سے پکارتے تھے، مخالفین بھی کردار کی پختگی کی گواہی دیتے تھے۔ آپؐ کی تمام زندگی حق پر قائم رہنے کی گواہ ہے۔ آپؐ کی ذات پر مصائب و آلام کے پہاڑ ڈھائے گئے، حق سے پھرنے کے لئے سیم وزر کا لالچ دیا گیا، اپنا قائد تسلیم کر لینے کہا۔ شعب ابی طالب میں محصور کر لئے گئے، یہاں تک کہ حق کی خاطر گھربار کو خیرباد کہنا پڑا۔ صرف آپؐ کی ذات کو ہی مصائب کا نشانہ نہیں بنایا گیا بلکہ آپؐ کے اعزہ و اقارب، دوست و احباب کو بھی مصائب کا تختۂ مشق بنایا گیا، لیکن آپؐ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ آپؐ میں قوت فیصلہ کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ امن ہو یا لڑائی، جب بھی کبھی کسی معاملہ میں فیصلہ کرنے کا وقت آیا تو ایسا فیصلہ کیا کہ آج تاریخ اس کی صحت پر ناطق ہے۔ ہجرت حبشہ، ہجرت مدینہ، میثاق مدینہ، جنگِ بدر، جنگِ اُحد، جنگِ احزاب، فتح مکہ، صلح حدیبیہ غرضیکہ بے شمار ایسے تاریخی واقعات ہیں جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان معاملات اور واقعات میں ایسے تاریخی فیصلے صادر ہوئے۔ آج تاریخ ان کی صحت پر گواہی دے رہی ہے۔ عزم حصول پر آپؐ کی تمام زندگی گواہ ہے کہ کس بے سروسامانی میں انسانی فلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ انسانی فلاح کے حصول کی خاطر بے شمار مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ دشمن آپؐ کے چچا ابوطالب کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنے بھتیجے سے کہیں وہ جادۂ حق سے ہٹ جائیں اور اپنے مطمح نظر سے پھر جائیں، انسانی فلاح کے حصول کا راستہ ترک کر دیں۔ جب آپؐ کے چچا مخالفین کا پیغام دیتے ہیں تو آپؐ فرماتے ہیں اے میرے چچا! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج بھی رکھ دیں تو بھی میں اپنے عزم حصول سے الگ نہیں ہوں گا۔ اپنوں اور بیگانوں سے محبت، شفقت اور رحمت کا یہ عالم تھا

Marfat.com

کہ آپؐ کو قرآن مجید میں رحمۃ للعالمینؐ کے لقب سے پکارا گیا۔ جب اپنوں کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ پر وہ تکلیف شاق گزرتی اور لوگوں کی نفع رسانی کے طالب تھے۔ ایک دفعہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ مشرکین کے لئے بددعا کریں تو آپؐ نے فرمایا" میں لعنت کرنے والا نہیں، میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ جب آپؐ تبلیغ اسلام کے لئے طائف گئے تو مخالفین کی سنگ باری سے آپ کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا اور پنڈلیاں زخمی تھیں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اگر آپ حکم دیں تو طائف کی بستی کو تہ و بالا کر دوں" لیکن آپؐ نے فرمایا " نہیں! اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا، ان کی آئندہ نسلیں ضرور ایمان لائیں گی۔

جب مکہ فتح ہوا تو دشمن آپؐ کے سامنے کھڑے تھے۔ آپؐ نے فرمایا معلوم ہے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ مخالفین نے فرمایا آپ کریم باپ کے کریم بیٹے ہیں۔ آپؐ نے اپنے جانی دشمنوں کو لا تثریب علیکم الیوم (آج تم پر کوئی گرفت نہیں) کہہ کر معاف کر دیا۔ قدرت کی طرف سے آپؐ کو جوامع الکلم (پُرمغز کلمات) سے نوازا گیا تھا۔ احادیث کی کتب ان پُرمغز کلمات سے بھری پڑی ہیں۔

آپؐ خود فرماتے ہیں " اُعطیتُ جوامع الکلم" مجھے قدرت کی طرف سے پُرمغز کلمات سے نوازا گیا ہے۔ سیر چشمی اور ذاتی مالی منفعت سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے زمانہ فتوح سے اونٹوں پر لدا ہوا سامان مسجد نبوی میں آ رہا تھا، تمام مسلمانوں میں مال تقسیم کیا جا رہا تھا لیکن حضورؐ کے اپنے گھر میں کئی کئی دن سے چولھا نہیں جلتا۔ اگر ازواج مطہراتؓ گھر کی ضروریات کے لئے سامان کا تقاضا کرتی ہیں تو وحی نازل ہوتی ہے۔

" اے نبیؐ اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم اس ادنیٰ زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں آپ کو سامان دے دوں اور تم کو خوبی سے رخصت کر دوں، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکو کاروں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے [1]

جود و سخا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت ثانیہ تھی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ رمضان کے مہینہ میں آپؐ اور زیادہ سخاوت فرماتے[2] پوری زندگی کسی کے سوال پر "نہیں" کا لفظ نہیں فرمایا[3]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] سورۃ الاحزاب ۳۳:۲۸،۲۹ [2] بخاری، [3] بخاری بدءالوحی

فرمایا: "انما انا قاسم واللہ یعطی"۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے
امام مسلم علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب صحیح مسلم شریف میں آپؐ کی جود و سخا کا ایک واقعہ نقل کیا ہے: "ایک شخص نے آکر سوال کیا، آپؐ نے فرمایا چلو میرے ساتھ چلو۔ حضرت عمر فاروقؓ عرض کرتے ہیں، حضورؐ آپ اس کے مکلف نہیں ہیں۔ وہاں ایک اور صحابی حاضر تھے انہوں نے عرض کیا آقا! آپؐ دیتے جائیں رب العرش کا خزانہ وسیع ہے تنگ دستی کا کیا ڈر ہے حضورؐ کے چہرہ اقدس پر مسکراہٹ آگئی فرمایا مجھے بھی یہی حکم ملا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک رات حضورؐ کے ساتھ ایک راستہ سے گزر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا یا ابو ذرؓ! اگر احد پہاڑ میرے لئے سونا ہو جائے تو میں کبھی پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور میرے پاس ایک دینار بھی رہ جائے لے[1]

ظاہری اور باطنی حسن کے امتزاج نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پرکشش اور سحر انگیز شخصیت کا مالک بنا دیا تھا، ان کی سحر انگیز شخصیت کا ہی کرشمہ تھا کہ آپؐ کے حکم پر صحابہ کرامؓ اپنی جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ کی زندگی کا مطمح نظر صرف انسانی فلاح تھا۔ ارشاد الٰہی ہے فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا وان تولوا فانما ھم فی شقاق[2] تو اگر یہ لوگ، بھی اسی طرح ایمان لے آئیں تو ہدایت یاب ہو جائیں گے اور اگر منہ پھیر لیں تو وہ تمہارے مخالف ہیں۔

دوسری جگہ آتا ہے: "لوگو! تمہارے پاس تم میں سے ایک پیغمبر آیا ہے۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں گزرتی ہے اور تمہاری بھلائی اور فلاح کے بہت خواہش مند ہیں، اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے مہربان ہیں[3]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات پر کامل اعتماد تھا، اور اعتماد کی بہترین مثال وہ واقعہ ہے جب قریش نے جناب ابوطالب کو دھمکی دی تھی کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تبلیغ سے روکیں ورنہ وہ بھی اس کا دفاع نہیں کر سکیں گے۔ حضورؐ نے اس موقع پر جو کچھ فرمایا وہ اعتماد کی عظیم ترین مثال ہے۔ فرمایا: اے میرے چچا! اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند رکھ دیں میں تب بھی اس پیغام کو لوگوں تک

---

[1] بخاری کتاب الاستقراض [2] البقرہ ۲: ۱۳۷ [3] القرآن ۹: ۱۲۸

پہنچانے سے باز نہیں آسکتا جس کا مجھے اللہ تعالیٰ نے پہنچانے کا حکم دیا ہے اور مجھے اس راہ میں ہلاکت نظر آئے تو بھی پیچھے قدم نہیں رکھوں گا۔

ایک سیاست دان کا نصب العین واضح ہونا چاہیئے پھر اس نصب العین سے وابستگی بھی ہونی چاہیئے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی سیاست دان کی ذات یا اس کا مفاد نصب العین پر ترجیح حاصل کر لیتا ہے تو انقلابی عمل نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین روز روشن کی طرح واضح تھا۔ یہی وجہ ہے کہ طاغوتی طاقتوں نے آپؐ کو نصب العین سے ہٹانے کی کوششیں کیں لیکن وہ ناکام و نامراد رہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نصب العین پر ڈٹے رہنے کی تلقین ان الفاظ میں کی:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (۱۱ : ۱۱۲) سو اے پیغمبر اپنے (نصب العین) پر استقامت سے ڈٹے رہو، جیسا کہ آپؐ کو حکم دیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متبعین پر اور متبعین کو آپؐ کا پورا اعتماد تھا۔ اس اعتماد کی مثال غزوہ بدر سے قبل صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنے وقت ملتی ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریشی فوج کی اطلاع ہوئی۔ تو آپؐ نے مسجد نبوی میں انصار اور مہاجرین کو جمع کیا۔ مہاجرین کی طرف سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے وفاداری اور جاں نثاری کا اظہار کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ انصار کو محسوس ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مشورہ لینا چاہتے ہیں تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے؟ تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! تب حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا۔ "خدا کی قسم آپؐ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔ سعدؓ کی تقریر سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوچ کرو۔ خدا کی طرف سے یہ بشارت سنو کہ اللہ نے دشمن کے دو گروہوں میں سے ایک پر نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ بخدا رؤسا مکہ میں سے ایک ایک کا مقتل میری آنکھوں کے سامنے ہے۔"

اصولِ سیاست

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تمام ترقی یافتہ ممالک (اشوری تہذیب، فلسطین، مغربی رومی سلطنت، ساسانی حکومت، ہندوستان، شام، ایران وغیرہ) میں بادشاہت کا دور دورہ تھا بادشاہ کے چند اشراف کے ساتھ اپنی رعایا پر حکومت کرتے تھے۔ اس دور میں رعایا سے بڑھ کر کوئی اور مظلوم طبقہ نہ تھا۔ وہ بھیڑ بکریوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ انسانی حقوق کی

Marfat.com

نعمت سے یکسر محروم تھے۔ اس کے ساتھ ایک مظلوم طبقہ غلاموں کا بھی تھا، جن کی خرید و فروخت قانوناً جائز تھی۔ بادشاہ کا ہر لفظ قانون ہوتا تھا۔

۱۔ جمہوری نظام کی بنیاد

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا جہاں حضورؐ نے زندگی کے ہر شعبہ میں بھی انقلابی اصلاحات کیں۔ آپ نے بادشاہت کے تصور کو ختم کر کے جمہوری نظام کی بنیاد ڈالی۔ ہر شخص بلا امتیاز مذہب و ملت، رنگ و نسل ملک کے سیاسی نظام میں حصہ لے سکتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الشوریٰ ۴۲: ۳۸) یعنی ان کا (حکومتی کام) آپس میں مشورہ سے ہوتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَا تَشَاوَرَ قَوْمٌ اِلَّا هُدُوْا (طبرانی) جس قوم نے باہمی مشورہ کیا اس قوم نے فلاح پائی۔

۲۔ قانون کے تابع حکومت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل قانون کی حکمرانی نہیں تھی۔ بادشاہ کا ہر لفظ قانون ہوتا تھا، دوم، ملکی قوانین یکساں نہ تھے حکمرانوں کے لئے الگ قانون اور رعایا اور عوام کے لئے الگ قانون۔ ایک ہی جرم کی سزا مجرم کی حیثیت بدلنے سے بدل جاتی۔ مجرم اگر غریب ہوتا تو اس کو سزا سخت دی جاتی، اگر امیر ہوتا تو محض جرمانہ وصول کر کے اسے رہا کر دیا جاتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قانون کی حکمرانی کا اصول دیا۔ ارشاد الٰہی ہے: فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (صٓ آیت ۲۶) پس لوگوں میں حق (قانون) کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ ایک اور جگہ ارشاد الٰہی ہے: "جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ قوانین کے خلاف کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں"۔ (المجادلہ آیت ۲۰)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا ایک مشہور عدالتی فیصلہ ہے کہ حضورؐ نے ایک قریشی عورت کو چوری کی سزا دی جبکہ قریش کی دلی خواہش تھی کہ حضورؐ قریشی عورت پہ حد لاگو نہ کریں۔

۳۔ حکومت صالحین کے سپرد رہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبہ سیاسیات میں ایک نہایت ہی عمدہ اصول وضع کیا کہ حکومتی نظام صالحین یعنی ایسے اشخاص کو تفویض ہو جن کا ذہن اور عمل صالح متوازن ہوں

Marfat.com

اور جو دوسروں میں بھی صالح و متوازن ذہن پیدا کرنے کا جذبہ اور صلاحیت رکھتے ہوں۔ ارشاد الٰہی ہے: "إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (النساء آیت ۵۸) بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امانتیں یعنی جملہ حقوق کی امانتیں) اس کے اہل (امانتوں کے اہل) کے سپرد کر دو۔

۴۔ امارت کے خواہشمند کو امارت نہ دی جائے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میرے ساتھ میرے دو چچازاد بھائی بھی تھے۔ تو ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہم کو کسی ملک کا حاکم بنا دیجئے۔ ان ممالک میں سے جو خدا نے آپ کو دیئے ہیں اور دوسرے نے بھی یہی گزارش کی تو آپ نے فرمایا، خدا کی قسم، ہم ایسے شخص کو حاکم مقرر نہیں کرتے جو اس کی درخواست کرے۔ یا جو اس کی حرص کرے۔"

۵۔ اقتدار اعلیٰ کا نیا تصوّر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شخصی اقتدار اور حکمرانی کے تصور کو باطل قرار دیتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو اقتدار اعلیٰ کا سرچشمہ قرار دیا۔ فرمایا! إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ (سورۂ یوسف آیت: ۶۷) حکم دینے کا اختیار اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

لوگوں کے باہمی مشورہ سے جو امیر بنتا ہے وہ خدا کے احکام کا پابند ہوتا ہے۔ اس کا صرف یہ فرض ہے کہ وہ خدا کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دے۔

۶۔ اخوت و مساوات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل سیاسی شعبہ میں اخوت اور بھائی چارئے کا تصور تک نہ تھا۔ معاشرہ مختلف طبقات میں منقسم تھا۔ ایک حکمران طبقہ دوسرا محکوم طبقہ۔ ہندوستان میں معاشرہ چار طبقات میں منقسم تھا: برہمن، کشتری، ویش اور شودر۔ ہندو نے اس تقسیم کو قائم رکھنے کے لئے قانون وضع کیا اور اس میں شودر کے لئے صرف ایک ہی فرض مقرر کیا کہ وہ ان تینوں کی خدمت کرے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاسی شعبہ سے طبقاتی تقسیم کو یکسر ختم کیا اور اخوت اور مساوات کا اصول وضع کیا۔ ارشاد الٰہی ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ "سب مومن بھائی بھائی ہیں" ایک اور جگہ ارشاد الٰہی ہے: "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا

Marfat.com

کیا۔ (النساء ۴: ۱)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔"
صدر رادھا کرشن نے ایک مقالہ میں لکھا: "ہم اس امر سے انکار نہیں کر سکتے کہ اسلام کا نظریہ اخوت نسل اور قومیت کی تمام رکاوٹوں سے بالاتر ہوتا ہے۔"
مشہور مؤرخ گبن لکھتا ہے: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمگیر برادری اور مساوات کا جو کلی اصول پیش کیا ہے وہ اتنا عالم آشکارا ہے کہ یہاں اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔"

۷۔ تکریم انسانیت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاسی شعبہ میں تکریم انسانیت کا زریں اصول وضع کیا۔ جبکہ حضور سے قبل تکریم انسانیت کا تصور تک نہ تھا۔ ارشاد الٰہی ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (بنی اسرائیل ۱۷: ۷۰) یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تکریم انسانیت کا تصور دیا ہے وہ دنیا کی کسی تہذیب میں نہیں ملتا۔ جہاں طبقاتی تقسیم ہوگی وہاں تکریم انسانیت کا تصور عنقا ہوگا۔

۸۔ آزادی

اسلام سے قبل تمام متمدن تہذیبیں حکمران اور محکوم اور غلام طبقے میں بٹی ہوئی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمران اور محکوم طبقے کی تقسیم کو ختم کیا۔ حکمرانی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ٹھہرایا، اور سیاسی شعبہ میں اخوت اور مساوات کی بنیادوں پر ہر طبقے کے حقوق مقرر کر دیئے۔ اس طرح غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسانوں کو آزادی کی نعمت سے نوازا۔

۹۔ امن عالم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاست کی بنیاد امن عالم پر رکھی۔ ارشاد الٰہی ہے: اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ (ہود آیت ۸۸) "میں تو اصلاح چاہتا ہوں۔" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل سیاست کی بنیاد مار دھاڑ، قتل و غارت، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول پر تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا امن میں رہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبہ سیاست میں تکریم انسانیت، مساوات، اخوت اور آزادی کے اصول روشناس کروائے۔ یہی وہ اصول ہیں جن سے دنیا میں دشمنی ختم ہوتی ہے اور حقیقی امن قائم ہوتا ہے۔

Marfat.com

۱۰۔ رواداری اسلامی سیاست کی ایک نمایاں خوبی رواداری ہے۔ اسلام اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ قوت اور طاقت سے دین کی اشاعت کی جائے، اور طاقت کے بل بوتے پر دوسری حکومتوں کو زیر کر کے عوام پر ظلم ڈھایا جائے۔ اسلام نے جنگوں کا ایک ایسا فلسفہ دیا جس سے مظلوموں کی داد رسی ہوتی ہے اور امن و سلامتی کے پودے کی آبیاری ہوتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ، نسل اور حیثیت کے سارے امتیازات ختم کر کے عالمگیر اخوت اور مساوات کا سبق دیا۔ فرمایا "میں اس ذات کی جو سارے انسانوں اور کائنات کی ہر چیز کا خدا ہے قسم کھا کر پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ تمام بنی نوع انسان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں"۔ اس تعلیم نے معاشرہ میں رواداری کو فروغ دیا، نسلی اور لسانی تعصبات کا خاتمہ ہوا۔ یہی وہ تعصبات ہیں جن سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور امن عالم تباہ و برباد ہوتا ہے۔

۱۱۔ صرف نیکی پر تعاون رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبہ سیاست میں ایک زریں اصول یہ دیا کہ صرف نیکی پر ایک دوسرے سے تعاون کیا جائے، گناہ اور زیادتی کی سیاست کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اسی اصول پر کار فرما رہی۔ اپنوں اور بیگانوں کو نیکی پر تعاون کی تعلیم دی فرمایا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ تم نیکی پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔

خارجہ پالیسی کے چند سنہری اصول

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خارجہ پالیسی کا ایک یہ اصول مقرر کیا کہ اسلامی حکومت اس بات کا خیال رکھے کہ غیر مسلم حکومت سے اس قسم کے معاہدات نہ کرے جس سے کسی دوسری اسلامی حکومت کے مفاد کو نقصان پہنچ رہا ہو۔ ارشاد الٰہی ہے: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۳: ۲۸)، اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ہمدرد اور دوست نہ بناؤ۔ اگر غیر مسلم حکومت کسی اسلامی حکومت پر حملہ کرے تو دنیا کی تمام اسلامی حکومتوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلامی حکومت کی مدد کریں۔

۲۔ صلح پسندی اسلامی حکومت کی پالیسی صلح اور امن پر ہونی چاہیئے کیونکہ اسلام

Marfat.com

صلح پسندی کی تعلیم دیتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (الانفال: ۶۱) اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔ دوسری جگہ آتا ہے: اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً۔ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

۳۔ بین الاقوامی عدل اسلام عدل و انصاف کا داعی ہے۔ اس وجہ سے اسلامی حکومت بین الاقوامی عدل قائم کرنے کی ہر ممکن سعی کرے اور ظالم حکومتوں کا ساتھ نہ دے۔ ارشاد الٰہی ہے: اے ایمان والو! اللہ کے نام پر انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ کسی قوم کی دشمنی تم کو اس امر پر نہ اکسائے کہ تم عدل کا دامن چھوڑ دو۔ تم بہرحال انصاف کا معاملہ کرو، بات تقویٰ کے قریب ہے۔

۴۔ نیکی پر تعاون رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی "نیکی پر تعاون" پر رکھی ہے۔ اگر دنیا کی تمام حکومتیں اس اصول کو اپنی خارجہ پالیسی کا بنیادی پتھر قرار دے لیں۔ تو دنیا سے ظلم و ستم ختم ہو جائے گا اور امن کو فروغ حاصل ہو گا۔

۵۔ ریاست کا وقار بلند کرنا دشمن سے باخبر رہنا، اس کی تدبیروں کو ناکام بنانا اور اسلامی ریاست کو عزت و وقار سے ہمکنار کرنا۔

۶۔ معاہدات کی پابندی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا میں اُس وقت فساد برپا ہوتا ہے جب قومیں معاہدات کی پابندی نہیں کرتیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدات کی پابندی لازمی قرار دی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد متعدد قبائل سے معاہدات کئے۔ ان معاہدوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تمام معاہدات امن و امان کے قیام، نسل انسانی کی سہولت اور احترام پر مبنی تھے۔ دوسری خصوصیت یہ تھی کہ تمام معاہدوں کی پابندی کی گئی۔

۷۔ دشمنوں کو دوست بنانا اہل مکہ آپ کے شدید مخالف تھے۔ آپ نے قحط کے زمانے میں غلہ بہم پہنچا کر مدینہ سے کھجوریں اور بحرین سے غلہ بھیج کر اپنے بے شمار حمایتی پیدا کئے۔

داخلہ پالیسی

۱۔ مواخات اسلامی ریاست کو اندرونی خلفشار سے محفوظ رکھنے کے لئے مہاجرین

Marfat.com

وانصار کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کر کے گروہی اور نسلی اختلافات کا دروازہ بند کیا۔

۲۔ قبائل اور فریقوں کے حقوق وفرائض کا تعین

میثاق مدینہ کے ذریعہ تمام فریقوں اور قبائل کے حقوق اور فرائض متعین فرما دیئے۔ اس کے علاوہ مدینہ کے گرد و نواح میں آباد قبائل سے معاہدے کیئے اور ان سے دوستانہ مراسم بڑھائے اور نیز ان کے حقوق اور فرائض کا تعین کیا۔

۳۔ انصاف اور عدل کا فروغ

کوئی ریاست مضبوط بنیادوں پر کھڑی نہیں ہو سکتی جب تک اس ریاست کے اندر عدل وانصاف کو فروغ نہ دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے چھوٹے بڑے کو عدل وانصاف کی نظر میں برابر قرار دیا۔ ارشاد الٰہی ہے: "کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ کے قریب ہے۔"

۴۔ جمہوریت

اسلامی نظام ریاست کی روح جمہوریت ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (۳: ۱۵۸) "اے رسولؐ! ریاستی کاموں میں ان (صحابہؓ) کا مشورہ لیتے رہو۔"

اس قرآنی تعلیم کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست نے انتظامی ڈھانچے کی بنیاد جمہوریت پر رکھی۔ اسی اصول نے نوزائیدہ ریاست کو استحکام بخشا۔

۵۔ قانون سازی کے اصول

اسلامی ریاست میں قانون سازی کے حسب ذیل اصول وضع فرمائے:

(ا) قرآن (ب) سنت (ج) اجتہاد (د) قیاس (ہ) عرف۔

ان اصولوں پر بحث "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مقنن (قانون ساز)" کے تحت ہو چکی ہے۔

۶۔ عوام کے حقوق اور فرائض کا تعین

بعثت نبویؐ سے پہلے کسی ریاست میں بھی عوام کے حقوق اور فرائض متعین نہ تھے۔ آپ نے زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والوں کے حقوق اور فرائض متعین کر دیئے جس کی وجہ سے اسلامی ریاست کو استحکام نصیب ہوا۔

حقوق ۱۔ جان ومال اور عزت کی حفاظت ۲۔ مذہبی آزادی ۳۔ قانونی مساوات

Marfat.com

۳۔ معاشی انصاف ۴۔ تعلیم کا انتظام ۵۔ آزادی اجتماع کا حق ۶۔ نجی زندگی کا تحفظ ۷۔ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق ۸۔ مذہبی دل آزاری سے تحفظ کا حق۔

فرائض: ۱۔ اطاعت ۲۔ قانون کی پابندی ۳۔ نیکی کے امور پر تعاون ۴۔ مالی قربانی ۵۔ جانی قربانی۔۔

اقتصادی پالیسی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ عالم میں پہلے سیاسی مفکر ہیں جنہوں نے سیاسی امور اور اقتصادی امور کو لازم وملزوم قرار دیا۔ اور عوام کو معاشی انصاف کی نعمت سے بہرہ ور کیا۔ عوام میں ریاستی دولت کو تقسیم کرنے کا ایک اصول مقرر کیا۔ ارشادِ الٰہی ہے: "زکوٰۃ صرف فقراء، مساکین، کارکنوں، تالیف قلب، غلاموں کو آزاد کرانے، اور قرضداروں کے لئے، اور اللہ کی راہ اور مسافروں کیلئے ہے۔ (۹ : ۶۰-۶۱) مزید یہاں اُمراء سے دولت لے کر غرباء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا تاکہ طبقاتی تقسیم ختم ہو، جو فساد کا موجب تھی۔ ارشادالٰہی ہے: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (۹ : ۱۰۳) ان (اُمراء) کے مالوں سے صدقہ دے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اُمراء سے صدقات اور خیرات لینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ تعلیم دی کہ جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد ہے وہ حکومت کو دے دے۔ ارشادالٰہی ہے: "تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ کہہ دیجئے جو ضرورت سے زائد ہے۔"

حصول دولت اور تقسیم دولت کی پالیسی وضع کرنے کے ساتھ ساتھ باطل طریقوں سے دولت جمع کرنے کی مخالفت کر دی تاکہ دولت چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو سکے۔ فرمایا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (النساء: ۵) "آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ۔"

باطل کے لفظ نے ہر قسم کے ناجائز ذریعہ کی نفی کر دی ہے۔

Marfat.com

اہم سوالات

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم مصلح تھے، بحث کیجئے۔
۲۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نبیٔ کامل لوگوں کے لئے نمونہ تھے، بحث کیجئے۔
۳۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی ہے، بحث کیجئے۔
۴۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعلیٰ درجہ کے منتظم اور مدبر تھے، بحث کیجئے۔
۵۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیثیت مبلغ مضمون لکھیں۔
۶۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیثیت معلّم اعظم بحث کیجئے۔
۷۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیثیت قانون ساز بحث کیجئے۔
۸۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیثیت سپہ سالار بحث کیجئے۔
۹۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیثیت سیاسی مفکر بحث کیجئے۔

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نظامِ حکومت

اسلام سے قبل اہل عرب قبائلی نظام کے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر رہے تھے اسلام جہاں ان میں کئی اور تبدیلیاں کیں وہاں انہیں قومی تنظیم کی شاہراہ پر بھی ڈال دیا۔ مدینہ میں رسول کی آمد پر جو حکومت اس شہر میں قائم کی گئی اس کی رو سے مدینہ ایک شہری مملکت تھا تمام عرب ایک قوم بن چکے تھے اور مدینہ ایک قومی مملکت کا دارالحکومت تھا۔ رسول کریم نے اپنی مملکت میں جو نظام حکومت رائج کیا اس کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حاکمیت کا نیا تصوّر

اسلام نے دنیا کو مقتدر اعلیٰ کا نیا تصوّر دیا۔ دنیا میں بادشاہ یا شہنشاہ کو اقتدار اعلیٰ کا حامل تصور کیا جاتا تھا۔ اس کا حکم اٹل اور اس کی زبان قانون کا درجہ رکھتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی ریاست کی بنیاد رکھی جس میں حاکم اعلیٰ کا درجہ رب العالمین کو حاصل تھا۔ سورۂ زخرف اور اعراف میں اس حقیقت کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ پس ریاستِ مدینہ کی اساس خدا کی حاکمیت اور جمہوری خلافت پر استوار تھی، خدا کا عطا کردہ قانون اس کا قانون تھا جس کی پابندی ہر ایک پر لازمی تھی۔

۲۔ رسول خدا کی اطاعت

اس نظام میں شخصیت پرستی یا خاندان پرستی کی گنجائش نہ تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری تھی خدا کے قانون کی تشریح و توضیح اور اس کی روشنی میں مزید احکام جاری کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا۔ آپ کو یہ فیصلہ کن حیثیت خود خدا نے دی تھی۔ اسلامی ریاست کے سربراہ اور پیغمبر خدا کی حیثیت سے آپ کی اطاعت و فرمانبرداری عبادتِ الٰہی کا ایک حصہ تھی۔

۳۔ مجلسِ شوریٰ

خدائی قانون کی پابندی اور رسول پاک کی اطاعت کے باوجود نظام حکومت شخصی یا آمرانہ نہ تھا بلکہ سب کام باہمی مشورے سے طے ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممتاز صحابہ کرام کی ایک باقاعدہ جماعت سے عام طور پر تمام اہم معاملات کے بارے میں مشورہ کیا کرتے تھے، یہ تمام مشورے مسجد نبوی میں ہوتے تھے۔ تمام مشوروں میں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی شریک ہوتے تھے ان کے مشورے اکثر و بیشتر قبول کر لئے جاتے تھے لیکن اگر کسی بارے میں خدا کا حکم آجاتا یا قرآن شریف کی آیت سے

Marfat.com

کوئی صریح رہنمائی مل جاتی تو کوئی مشورہ قبول نہ کیا جاتا۔ صلح حدیبیہ اس کی واضح مثال ہے۔ بدر احد اور خندق کی جنگیں سب کے صلاح و مشورہ ہی سے لڑی گئیں۔

۴۔ قانون سازی

قانون سازی کے تین سرچشمے تھے قرآن، حدیث و سنت اور اجتہاد۔ اسلامی قانون کا پہلا سرچشمہ قرآن مجید تھا جو وقتاً فوقتاً ضرورت کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظاً و معناً نازل ہوتا تھا اس میں اصولی طور پر تمام امور کو بیان کر دیا گیا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ کوئی ایسا مسئلہ جس کی رہنمائی قرآن مجید سے ملتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ کو خود حل کر دیتے تھے صحابہ کرام کا بھی یہی عمل تھا کہ کسی مسئلہ کے حل کے لیے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے اگر وہاں سے کوئی واضح حکم نہ پاتے تو پھر رسول کریم صلعم کے اقوال اور سنت کی رجوع کرتے۔ قانون سازی کا تیسرا ذریعہ اجتہاد تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اجتہاد کرنے کی اجازت دی رکھی تھی۔ حضرت معاذ بن جبل کی روایت ہے کہ جب مجھے رسول کریمؐ نے یمن بھیجا تو فرمایا اگر تمہارے پاس کوئی مسئلہ پیش آجائے تو کس طرح فیصلہ کرو گے تو انہوں نے فرمایا کتاب اللہ کی روشنی میں اس کا فیصلہ کروں گا آپؐ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ہو، تو انہوں نے کہا۔ تو تب رسول کریم صلعم کے اقوال کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا اقوال رسول سے بھی رہنمائی نہ ملے تو پھر کیا کرو گے۔ تو انہوں نے کہا تب میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی سے کام نہ لونگا یہ سن کر آپؐ بہت خوش ہوئے۔

۵۔ قانون کی حکمرانی

اسلامی حکومت میں رئیس مملکت سے لے کر عام رعایا تک قانون کے تابع زندگی بسر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قانون کے تابع رہنے کی ہدایت کی۔ ایک دفعہ قریش کی ایک عورت نے چوری کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر چوری کی حد نافذ کر دی۔ قریش نے چوری کی حد کے نفاذ کو خاندانی توہین سمجھا۔ انہوں نے حضرت اُسامہ کو رسول کریمؐ کے پاس بھیجا کہ اس عورت پر چوری کی حد نافذ نہ کی جائے۔ جب حضرت اُسامہ نے اپنا مدعا اور مقصد بیان کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا اور کہا پہلی قومیں اسی وجہ سے تباہ ہوئی تھیں۔ چھوٹوں پر قانون نافذ کر دیا جاتا تھا۔ جب کہ بڑوں کو قانون سے مستثنیٰ قرار دے دیا جاتا تھا۔ فرمایا: اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس پر بھی حد نافذ کر دیتا۔

۶۔ مرکزی حکومت

رسول خدا کو فرمانروائی کا منصب رسولؐ کی حیثیت میں ہی حاصل ہوا تھا۔ آپؐ عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ کے افسر اعلیٰ تھے۔ حکومت نسلی

Marfat.com

قبائلی نظام پر نہیں بلکہ دینی وحدت اور اسلامی مساوات پر قائم ہوئی تھی۔ مدینہ دارالحکومت اس شہر کا نظم و نسق آپؐ کے ہاتھ میں تھا جب کبھی آپؐ مدینہ سے باہر گئے تو آپؐ کسی نہ کسی صحابی کو قائم مقام مقرر فرما جاتے۔ مسجد نبوی سے ملحقہ رہائش گاہ آپؐ کی سرکاری اقامت گاہ تھی تمام امور مسجد نبوی میں طے پاتے، یہی پارلیمنٹ تھی، اور یہی سول سیکرٹریٹ۔ اہم فیصلوں کے لیے شوریٰ کا اجلاس کیا جاتا اور آپؐ اس کے فیصلوں کا احترام کرتے اور انہیں عملی جامہ پہناتے۔ جنگ اُحد کے وقت آپؐ دشمن کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے لیکن عوام کی رائے کے مطابق آپؐ کھلے میدان میں جنگ لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ مجلس شوریٰ کے فیصلے احکام خداوندی پر اثرانداز نہیں ہوتے۔ ان دنوں کوئی باقاعدہ سیکرٹریٹ قائم نہ تھا لیکن وحی قلم بند کرنے کے لیے متعدد صحابہ کی خدمات حاصل کی جاتیں۔ زبیرؓ صدقات اور زکوٰۃ کا حساب رکھتے۔ مغیرہؓ معاہدے تحریر کرتے۔ زیادؓ غیر ملکی خط و کتابت کے انچارج تھے حضرت حنظلہؓ کے پاس مہر نبوتؐ رہتی۔

۷۔ عدلیہ

مدینہ میں عدلیہ کے جملہ امور رسولؐ خدا انجام دیتے۔ مقدمات کا فیصلہ قرآن کی روشنی میں کیا جاتا۔ دوسرے علاقوں میں مقدمات کا فیصلہ معلمؓ کیا کرتے تھے جن کا تقرر رسولِ خدا کرتے تھے۔ احتساب کا محکمہ ابھی قائم نہ ہوا تھا لیکن رسول خدا اپنے احکامات کی پیروی کے کام کی نگرانی کرتے تھے۔ بازار سے گذرتے ہوئے اجناس کا معائنہ کرتے کہ کہیں ملاوٹ نہ کی گئی ہو۔ رسول خدا کی اپنی زندگی بے داغ اور مثالی تھی۔ اس لئے کسی کو آپ پر انگشت نمائی کا موقع نہ ملتا اور آپ کے تمام فیصلوں کو بلا چون و چرا مان لیا جاتا۔ آپ خود ساختہ جج نہ تھے بلکہ رسول کی حیثیت سے ہی یہ منصب آپؐ کے ہاتھ میں تھا آپؐ کے فیصلے عوام پر نافذ العمل تھے۔

۸۔ افتاء

افتاء کے فرائض آپ خود انجام دیتے تھے لیکن بعض صاحب علم صحابہ بھی اس خدمت کو بجالاتے۔

۹۔ صوبائی نظام

عہد رسالت میں اسلامی سلطنت مدینہ، تہامہ، جنادہ، مکہ، نجران، یمن، علاقہ بنو کندہ، حضرت موت، عمان اور بحرین کے صوبوں میں بٹی ہوئی تھی۔ مدینہ کا انتظام براہ راست رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں تھا۔ دوسرے صوبوں میں حاکم مقرر کیے جاتے تھے جو والی کہلاتے تھے یہ اشخاص صوبوں میں امن و امان کے قیام اور نظم و نسق کے نگران ہوتے تھے علاوہ بریں صوبائی فوج کی کمانداری بھی ان کی تحویل میں ہوتی تھی۔

والی کے علاوہ ہر قبیلے میں ایک عامل کا تقرر مرکزی حکومت کرتی تھی یہ شخص احکام کے مطابق زکوٰۃ اور صدقات جمع کرتا تھا۔

Marfat.com

صوبوں میں مقدمات کی سماعت کے لیے قاضی مقرر تھے یہ لوگ یا تو براہ راست مرکز کی طرف سے متعین ہوتے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق والی انہیں مقرر کرتے تھے یہ دونوں کام اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اسلامی احکام سے بہرہ ور حضرات ہی انجام دے سکتے تھے اس عہدے پر حضرت علی اور حضرت معاذ جیسے لوگ فائز تھے۔

۱۰۔ فوجی نظام

رسول خدا ایک بہترین جرنیل تھے آپ میدان جنگ میں خود فوج کی قیادت کرتے۔ آپ نے بدر، اُحد، احزاب، حنین، خیبر اور مکہ کی اہم جنگوں میں حصہ لیا۔ جن جنگوں میں آپ نے خود حصہ لیا۔ انہیں غزوہ کہتے ہیں اور جن میں خود شرکت نہ کی انہیں سریہ کہتے ہیں۔ فوجی دستے انصار اور مہاجرین پر مشتمل تھے یہ فوجیں وقتی طور پر فراہم کر لی جاتی تھیں۔ زیادہ لوگ جوشِ جہاد میں جنگوں میں شرکت کرتے۔ کامیابی کے بعد فوجیوں کو مال غنیمت میں باقاعدہ حصہ دیا جاتا تھا۔ فوجی اپنے ساز و سامان خود فراہم کرتے تھے۔ جنگوں میں تلوار، نیزہ، برچھا، ڈھال، تیر کمان اور زرہ بکتر استعمال کیے جاتے تھے۔ طائف کے محاصرے کے دوران قلعہ شکن آلات جیسے منجنیق اور دبابہ کا بھی استعمال کیا گیا۔ جن لڑائیوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہ ہوتے ان لڑائیوں کے لیے کسی معزز اور تجربہ کار صحابی کو کمانڈر بنا دیتے تھے جو امیر العسکر کہلاتے تھے۔ فوج کے پانچ حصے ہوتے تھے جو میمنہ، میسرہ، قلب مقدمۃ الجیش اور ساقہ کہلاتے تھے۔ اسلامی فوج کی الگ وردی کا رواج نہ تھا مجاہدین کی شناخت کے لیے مخصوص الفاظ استعمال کیے جاتے تھے جو شعار کہلاتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نئی نئی جنگی چالوں کو بے حد پسند فرمایا کرتے تھے۔ غزوۂ احزاب کے وقت دشمن کے حملے کو روکنے کے لیے خندق کھودی گئی۔ خندق کا استعمال عربوں کے لیے بالکل انوکھی چیز تھی اسی وجہ سے جنگ احزاب میں ابو سفیان کی زبردست فوج کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا۔ آغاز جنگ میں خاموش کھڑے رہنا اور دشمن کو قریب آنے پر اچانک زور سے حملہ کرنا ہی ایک ایسی جنگی چال تھی جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کامیابی کے ساتھ استعمال کیا۔ صفوں کی ترتیب میں آپ ہمیشہ بڑی توجہ دیتے تھے۔

۱۱۔ ذرائع آمدن

رسولِ خدا نے اسلامی ریاست کا جو ڈھانچہ مرتب کیا تھا اس کے لیے کمائی کے ذرائع بھی مہیا کیے گئے۔ آپ کے عہد میں آمدن کے ذرائع حسب ذیل تھے

۱۔ مال غنیمت :۔ جنگ جیتنے کے بعد میدان جنگ میں جو سامان حاصل ہوتا اس کا ⅘ حصہ شرکائے جنگ میں تقسیم کر دیا جاتا۔ ⅕ حصہ سرکاری خزانے میں جمع کیا جاتا۔ سوار کو پیدل سپاہی کے مقابلہ پر دوگنا حصہ ملتا ⅕ حصہ کی آمدنی سربراہ مملکت کے اخراجات کے لیے مخصوص تھی۔

Marfat.com

۲۔ زکوٰۃ :۔ بالغ اور صاحب حیثیت افراد پر زکوٰۃ فرض قرار دی گئی یہ رقم نقد، پھل، پیداوار، مویشی اور اسباب تجارت پر وصول کی جاتی تھی۔

۳۔ صدقات :۔ یہ وہ رقم تھی جو مالدار افراد رضاکارانہ طور پر ادا کیا کرتے تھے۔

۴۔ جزیہ :۔ غیر مسلم رعایا سے ان کے جان و مال کی حفاظت کے بدلے ایک برائے نام رقم جزیہ کے طور پر وصول کی جاتی تھی لیکن اپاہج، یتیم، بیکس اور گداگر جزیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ تھے۔

۵۔ خراج :۔ یہ مالیہ تھا جو غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا۔ خیبر کی فتح کے بعد اس کا رواج شروع ہوا جب یہودیوں سے پیداوار کا نصف بطور خراج وصول کیا جانے لگا۔

۶۔ فئے :۔ وہ مال جسے مرعوب دشمن چھوڑ جاتا ہے اور جنگ کے بغیر بیت المال کے قبضہ میں آتا ہے۔

۷۔ عشر :۔ مسلمانوں سے جو مالیہ زمین وصول کیا جاتا تھا اسے عشر کہتے تھے۔ یہ بھی ایک قسم کی زکوٰۃ تھی فرق صرف اتنا تھا کہ اس کے عائد ہونے کے لیے ایک سال متواتر ملکیت ضروری نہیں تھی اس کا شرح کل پیداوار کا ۱/۱۰ حصہ تھی مگر جو زمینیں مصنوعی آبپاشی کے ذریعہ سیراب کی جاتی تھیں ان سے مالیہ کی شرح ۱/۲۰ حصہ تھی۔

۱۲۔ تحصیل وصول

زکوٰۃ اور صدقات کی وصولی کے لیے رسول کریم صلعم نے ہر قبیلے پر ایک حاکم مقرر کیا تھا۔ عموماً یہ کام قبیلے کے سردار کے سپرد ہی ہوتا تھا۔

۱۳۔ ریکارڈ کا بندوبست

مختلف شعبہ جات کا ریکارڈ مختلف آدمیوں کے سپرد تھا زکوٰۃ اور صدقات کی آمدنی کا ریکارڈ حضرت زبیر بن عوام اور جہیم بن صامت کے پاس تھا۔ کھجوروں کے محاصل کا تخمینہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ تیار کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہؓ اور حصین بن نمیرؓ لوگوں کے درمیان لین دین کا ریکارڈ رکھتے تھے۔ معیقب بن ابی فاطمہ کے پاس مال غنیمت کا حساب کتاب ہوتا تھا۔

۱۴۔ محکمہ احتساب

اس محکمہ پر کوئی خاص آدمی تو بطور محتسب مقرر نہیں تھا لیکن رسول کریم صلعم خود بازار میں ناپ تول اور اشیاء فروخت کا معائنہ فرماتے۔ گورنروں کے اعمال پر کڑی نگاہ رکھتے تھے۔

۱۵۔ شہریت کے حقوق

عہد نبوی میں جان، مال اور عزت کی حفاظت کا پورا خیال رکھا جاتا تھا، مذہبی آزادی تھی، قانونی مساوات تھی۔ ہر شہری

Marfat.com

خواہ امیر ہو یا غریب قانون کی نظر میں برابر ہوتا تھا۔ معاشرتی مساوات تھی۔ اسلام معاشرتی طبقات کی تقسیم کا قائل ہی نہیں۔ اسلام میں تکریم و عزت کی کسوٹی صرف تقوی ہے۔

ہر آدمی کو ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق تھا پھر اس کی داد رسی ہوتی تھی۔

۱۶۔ رسول کریم صلعم کی خارجہ پالیسی

رسول کریم کی خارجہ پالیسی یہ تھی کہ خود زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو۔ اسی اصول سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ آپ نے کسی ہمسایہ ملک پر پہلے چڑھائی نہیں کی اور نہ انکو تنگ کیا۔ لڑائیوں کا آغاز مخالفین کی طرف سے ہوا تھا۔ آپ نے زندہ رہنے کے لیے مقابلہ کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست کے حسب ذیل خارجہ پالیسی کے اصول وضع کیے۔

۱۔ اسلامی ریاست نہ دوسری ریاستوں کو فریب دینے کی کوشش کرے گی نہ ایسی ذمہ داریاں قبول کرے گی جن سے عہدہ برآ ہونے کی نیت نہیں رکھتی۔

۲۔ اپنا عہد و پیمان نہ توڑے گی۔

۳۔ اپنے پڑوسیوں پر اشتعال انگیز حملے نہ کرے گی۔

۴۔ اپنے فائدے کی خاطر دوسرے ملکوں میں بغاوت کی حوصلہ افزائی نہ کرے گی۔

۵۔ ظلم و تشدد کے اقدامات میں کسی ریاست کی حمایت نہیں کرے گی۔

۶۔ جب دشمن کو شکست دے چکے گی تو انتقامی جذبے کی تسکین کے لیے اسے ذلیل نہیں کرے گی۔

۷۔ حق کی معاونت کی جائے گی۔

۸۔ محاربین (باہمی لڑنے والے ملک) کے درمیان صلح کرائے گی۔

۹۔ اسلامی ریاست ایسا راستہ اختیار کرے گی جس سے دنیا میں عدل و انصاف قائم ہو۔

۱۰۔ اگر دنیا میں جنگ چھڑ جائے تو اسلامی ریاست اس فریق کا ساتھ دے گی جو مظلوم ہے۔

۱۷۔ معاشی نظام

رسول کریم صلعم نے دنیا کو ایک ایسا معاشی نظام دیا ہے جس سے نہ تو چند افراد کے ہاتھوں میں دولت جمع ہو سکتی ہے اور نہ سلطنت میں کوئی آدمی حاجت مند رہ سکتا ہے۔ رسول کریم صلعم نے ناجائز دولت جمع کرنے پر چند اخلاقی اور قانونی پابندیاں عائد کی ہیں۔

۱۔ سودی کاروبار خواہ کسی شکل میں ہو۔

۲۔ جوا کے ذریعے دولت کمانا۔

۳۔ جن چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے ان کی خرید و فروخت۔

۴۔ دولت کمانے کے لئے وہ تمام طریقے جن سے افراد یا سماج کو نقصان پہنچتا ہو۔

۵۔ ماپ تول کم کر کے روپیہ کا حصول۔

Marfat.com

۶۔ اکتناز جمع دولت (احتکار (خاص افراد میں جن سے دولت کا محصور ہونا) کو حرام قرار دیا ہے۔ یہی وہ طریقے ہیں جن سے دولت سمٹ کر صرف چند ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے۔

اس کے ساتھ چند ایک ایسے اصول بھی مقرر کئے جن سے دولت تقسیم ہو جاتی ہے اور حلقہ میں گردش کرتی ہے۔

پہلا اصول وراثت کا مقرر کیا۔ وراثت کے ذریعہ دولت ایک خاندان سے نکل کر کئی خاندانوں میں چلی جاتی ہے۔

دوسرا اصول ہبہ مقرر کیا کہ مرد اور عورتیں دونوں ہبہ لے سکتے ہیں۔

تیسرا اصول زکوٰۃ اور صدقات لینے کا مقرر کیا۔

۱۸۔ دفتری نظام

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اسلامی سلطنت کا دفتری نظام سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے قائم کیا تھا لیکن یہ خیال درست نہیں، یہ نظام رسول کریم صلعم کے عہد میں ہی قائم ہو چکا تھا۔ رسول کریم صلعم لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اس لئے وحی لکھوانے اور خطوط وغیرہ تحریر کرانے کے لئے آپ نے بعض صحابہ کو مقرر کیا ہوا تھا اور یہ کاتب بغیر تنخواہ لئے کام سرانجام دیتے تھے۔

رسول کریم صلعم کے کاتبوں کی تعداد تقریباً چالیس تھی اور ہر ایک کے ذمے جدا جدا کام تھا۔ بعض کام کئی کاتب مل کر سرانجام دیتے تھے۔

بعض کاتب بیرونی ملکوں سے خط و کتابت کے لیے مقرر تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن ارقمؓ رسول کریم صلعم بادشاہ اور امراء کو جو خطوط لکھواتے تھے وہ ان سے لکھواتے تھے اور وہ لوگ رسول کریم صلعم کو جو (خط) لکھتے تھے وہ بھی انہی سے پڑھواتے تھے۔

بعض صحابہ کے سپرد کتابت وحی کا اہم کام تھا ان کاتبوں کے نگران حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری تھے۔

بعض صحابہ لوگوں کے لین دین کے معاملات لکھنے کے لیے مقرر تھے مثلاً مغیرہ بن شعبہؓ حصین بن نمیرؓ۔

بعض مرتبہ رسول کریم صلعم کو کسی معاملے کے متعلق کچھ تحریر کرانے کی ضرورت پیش آجاتی اس کے لیے خالد بن سعید بن عاص مقرر تھے۔

بعض لوگوں کا یہ کام تھا کہ وہ درختوں پر لگے ہوئے پھل کا جائزہ لیں اور ان کے حساب سے ان پر جس قدر زکوٰۃ واجب ہوتی اسے باقاعدہ ایک کاغذ پر تحریر کریں تاکہ اس کی وصولی کا انتظام کیا جاسکے اس کام پر حذیفہؓ بن یمان مقرر تھے۔

بعض لوگ اموال غنیمت اور ان کی تقسیم کا حساب کتاب رکھنے کے لیے مقرر تھے مثلاً

Marfat.com

معیقیب بن ابی فاطمہ
ایک کاتب حنظلہ بن ربیع تھے اگر کوئی کاتب کسی وجہ سے غیر حاضر ہوتا تھا تو اس کی جگہ یہ کام کرتے تھے. رسول کریم صلعم کی مہر انہی کے پاس رہتی تھے۔

اہم سوالات

۱. بعثت سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اہم واقعات بیان کیجئے؟

۲. رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا ایسا خاکہ پیش کیجئے کہ جملہ اہم واقعات کی جھلک نمایاں ہو؟

۳. ہجرت حبشہ کی تاریخ اور نتائج مختصر طور پر بیان کیجئے؟

۴. اہل مکہ کے ہاتھوں ابتدائی مسلمانوں پر مظالم کی وجوہات بیان کیجئے؟

۵. ہجرت مدینہ کے اسباب اور نتائج بیان کیجئے!

۶. مندرجہ ذیل پر نوٹ تحریر کیجئے؟
۱. بیعت عقبہ الاولیٰ و ثانیہ ۲. میثاق مدینہ ۳. مواخات ۴. حلف الفضول. بیعت رضوان

۷. غزوہ بدر کے واقعات اسباب و نتائج اور اہمیت بیان کیجئے؟

۸. غزوہ احد کے واقعات و اسباب نتائج اور اہمیت بیان کیجئے؟ نیز مسلمانوں کے نقصان کے اسباب کا جائزہ لیجئے؟

۹. غزوہ خندق کے واقعات اسباب و نتائج اور اہمیت تحریر کیجئے؟

۱۰. رسول کریم صلعم اور یہود مدینہ کے تعلقات کا تاریخی خاکہ پیش کیجئے؟

۱۱. بنو قینقاع اور بنو نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کیوں کیا گیا؟

۱۲. بنو قریظہ کو کیسے اور کیوں کیفر کردار تک پہنچایا گیا؟

۱۳. صلح حدیبیہ کی شرائط اور نتائج اور اہمیت بیان کیجئے نیز اس گفت وشنید کا حال بیان کیجئے جو صلح حدیبیہ پر منتج ہوئی؟

۱۴. مختلف ہم عصر بادشاہوں اور رؤسا کے نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کا حال بیان کیجئے؟

۱۵. فتح مکہ کے اسباب و واقعات و نتائج اور اہمیت پر سیر حاصل بحث کیجئے؟

۱۶. مندرجہ ذیل غزوات پر نوٹ تحریر کیجئے؟
۱. خیبر ۲. موتہ ۳. حنین ۴. تبوک۔

۱۷. خطبہ حجۃ الوداع کے اہم مذہبی، اخلاق، معاشرتی اور معاشی پہلوؤں کو واضح کیجئے؟

۱۸. رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام حکومت کے اہم خدوخال بیان کیجئے؟

Marfat.com

خلفائے راشدین کا سنہری دور

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲ ربیع الاول ۱۱ ھ تا ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ھ جون ۶۳۲ء تا اگست ۶۳۴ء

ابتدائی حالات خلیفہ اوّل کا نام جاہلیت میں عبدالکعبہ اور اسلام لانے کے بعد عبداللہ تھا۔ کنیت ابوبکر اور ایک لقب صدیق تھا۔ دوسرا لقب عتیق۔ باپ کا نام عثمان تھا اور کنیت ابو قحافہ۔ والدہ کا نام اُم الخیر سلمیٰ تھا۔ قریش کے قبیلہ بنی تیم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا شجرۂ نسب چھٹی پشت پر رسول کریم صلعم سے جا ملتا ہے۔ قتل کے مقدمات میں خون بہا کا فیصلہ اور خون بہا کے مال کی امانت داری کا عہدہ اسی قبیلہ کے سپرد تھا۔ اور ابو قحافہ اس کے مہتمم تھے حضرت ابوبکر ۵۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ اور عمر میں رسول کریم صلعم سے صرف اڑھائی برس چھوٹے تھے۔ اخلاق عالیہ سے متصف تھے۔ بچپن سے ہی کبھی شراب نہیں پی۔ بتوں کے سامنے کبھی سر نہیں جھکایا۔ رسول کریم صلعم سے اس فطری مناسبت کی وجہ سے گہرے مراسم تھے۔ آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ قریش کے نسب ناموں کا علم سب سے زیادہ جانتے۔ حضرت ابوبکرؓ کا پیشہ تجارت تھا۔ زیادہ تر کپڑے کی سوداگری کا کام کرتے تھے۔ جب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ ان کا اپنا قول ہے کہ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار تاجر تھا۔ اپنے مال سے غرباء و مساکین کی اعانت مہمان نوازی اور اقربا سے احسان کرنے کی وجہ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔

Marfat.com

جب رسول کریم صلعم نے دعویٰ نبوت کیا تو سب سے پہلے جس مرد نے اسلام قبول کیا وہ حضرت ابوبکرؓ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ سے پہلے حضرت خدیجہؓ ایمان لا چکی تھیں۔ رسول کریم صلعم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے جس شخص کے سامنے اپنا دعویٰ نبوت پیش کیا اس میں اس کی طرف سے کچھ نہ کچھ تذبذب اور جھجک ضروری ہوتی تھی۔ بجز ابوبکرؓ کے انہوں نے بلا تردد میرے دعویٰ نبوت کو تسلیم کر لیا۔

اسلامی خدمات دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد آپ نے اپنا مال اور وقت اللہ کی راہ میں لگا دیئے۔ آپ نے پینتیس ہزار درہم اللہ کی راہ میں خرچ کئے۔ بہت سے غلاموں اور لونڈیوں کو جو اسلام لانے کی وجہ سے کفار کے ہاتھوں میں تختہ مشق بنے ہوئے تھے خرید کر آزاد کئے۔ حضرت بلالؓ اور عامرؓ بن فہیرہ انہی میں سے تھے جن کو حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کیا تھا۔ مالی قربانیوں کی وجہ سے حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ "ابوبکرؓ کے مال سے بڑھ کر کسی کے مال نے مجھے نفع نہیں پہنچایا۔" آپ کی تبلیغی مساعی سے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مسلمان ہوئے۔ ان کی والدہ ماجدہ اُم الخیر سلمیٰ بھی آپ کی تبلیغ سے ہی حلقہ اسلام میں داخل ہوئیں۔

اسلام کی وجہ سے تکالیف اٹھانا حضرت ابوبکرؓ کی خاندانی وجاہت مال و دولت اور اخلاقِ حسنہ کی وجہ سے بہت عزت تھی مگر اسلام قبول کرتے ہی چاروں طرف سے مخالفت کی آندھیاں چل پڑیں۔ یہ قابلِ احترام شخصیت بھی کفار کے مظالم سے نہ بچ سکی۔ ان کی والدہ ام الخیر سلمیٰ کے اسلام لانے کے ذکر میں لکھا ہے۔ ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے علی الاعلان تبلیغ اسلام شروع کر دی۔ مشرکین نے گھیر کر خوب مارا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ بے ہوش ہو گئے۔ ان کو قبیلہ کے لوگوں نے بچایا اور ان کے گھر پہنچا دیا۔ جب ہوش میں آئے تو رسول کریم صلعم کے متعلق دریافت کیا۔ ان کی والدہ نے دریافت کر کے پتہ نکالا تو ان کو ساتھ لے کر حضرت زید بن ارقم کے گھر تشریف لے گئے جہاں ان کی والدہ نے اسلام قبول کیا۔

جب کفار کی اذیتیں انتہا کو پہنچ گئیں تو رسول کریم صلعم نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی کفار کی تکالیف سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کے لئے نکل پڑے۔ راستہ میں ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی تو پوچھا۔ کدھر کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ "آپ لوگوں سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔ ابن الدغنہ نے کہا۔ "تم جیسا آدمی جلاوطن نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ تم غریبوں کی مدد کرتے ہو۔ صلہ رحمی کرتے ہو۔ مصیبت زدہ لوگوں کا مداوا ہو۔ مہمان نوازی کرتے ہو۔ ابن الدغنہ حضرت ابوبکرؓ کو واپس مکہ لائے اور اعلان کر دیا کہ ابوبکرؓ

Marfat.com

ان کی امان دیتے ہیں۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد اس وجہ سے امان واپس لے لی کہ حضرت ابوبکرؓ اونچی آواز سے اپنے گھر کی مسجد میں قرآن مجید پڑھتے تھے اور ان کی پرسوز اور رقت آمیز تلاوت قرآن کو

سن کر عورتیں اور بچے متاثر ہوتے ہیں۔

رسول کریم صلعم کے ساتھ ہجرت کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا ارشاد فرما دیا ہوا تھا اور صحابہؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت شروع کر دی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ بھی تیار ہوئے تو آپ نے منع فرما دیا۔ جب تمام مسلمان مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے اور کفار نے رسول کریم صلعم کو ایک رات قتل کر دینے کا منصوبہ تیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ آپ کے گھر کو چاروں طرف سے کفار نے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ آپ رات کی تاریکی میں نکل کر حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے۔ اور خدا کے حکم سے آگاہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے نکل پڑے اور غار ثور میں پناہ لی۔ تین دن وہیں قیام کیا۔ شام کو حضرت ابوبکرؓ کا نوکر بکریاں لے کر غار کے منہ پر آتا۔ ان کا دودھ دوہ کر گزارا کیا جاتا۔ چوتھی شب کو دو اونٹنیاں آئیں جن کو حضرت ابوبکرؓ نے پہلے ہی سے اس کام کے لئے تیار رکھا ہوا تھا۔ ایک پر رسول کریم صلعم اور حضرت ابوبکرؓ پر سوار ہو گئے۔ دوسری پر عامر بن فہیرہؓ اور عبداللہ بن اریقط سوار ہو گئے۔ اور مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

رسول کریم صلعم سے مصاہرت بعثت نبوی کے دسویں سال یا اس سے کچھ پیشتر حضرت خدیجہؓ فوت ہو گئیں۔ ان کی وفات کا اثر رسول کریمؐ پر بہت گہرا تھا۔ کسی نے آپ کی طبیعت کی گرانی کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کا نام برائے نکاح تجویز کیا۔ حضرت رسول کریم صلعم نے پسند فرمایا۔ چنانچہ ہجرت سے قبل رسم نکاح ادا ہو گئی۔ ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد مدینہ میں جا کر رخصتانہ ہو گیا۔

مدینہ میں اسلامی خدمات مسلمانوں کی اجتماعی تنظیم اور عبادت کے لئے ایک مسجد کی ضرورت پیش آئی۔ اس مسجد کی تعمیر کیلئے دو یتیموں کی زمین خرید لی گئی جس کی قیمت ابوبکرؓ نے ادا کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے غزوات میں سب سے بڑھ کر مالی قربانی دی۔ غزوہ تبوک میں رسول کریم صلعم نے چندہ کی اپیل کی۔ تو حضرت ابوبکرؓ گھر کا تمام اثاثہ لے کر حاضر ہو گئے۔ آنحضرت نے پوچھا۔ ابوبکر! گھر کیا چھوڑ آئے ہو۔ جواب دیا خدا اور اس کے رسولؐ کا نام۔

ہر غزوہ میں شریک ہوتے اور رسول کریم صلعم کے دست راست بنے۔ غزوہ احد اور حنین میں جب کفار کی یلغار کی وجہ سے اسلامی فوج میدان جنگ سے بھاگ نکلی تھی۔ ان خطرناک لمحات میں

Marfat.com

آغاز اسلام سے لے کر وفات نبوی تک ہر مرحلہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول کریم صلعم کی جانثارانہ رفاقت کی۔ ان کی خدمات اور قربانیوں کا اتنا اثر تھا کہ رسول کریمؐ فرمایا کرتے تھے کہ جان و مال کے لحاظ سے مجھ پر ابوبکرؓ سے زیادہ کسی کا احسان نہیں ہے (بخاری باب فضائل ابوبکرؓ)

بھی حضرت ابوبکرؓ رسول کریم صلعم کے ساتھ رہے۔ ۵ھ میں امامت حج کا منصب تفویض ہوا غرض

رسول کریم صلعم کی بیماری کے ایام میں امامت کے فرائض سرانجام دینا

حجۃ الوداع سے واپس آنے کے تقریباً اڑھائی ماہ بعد رسول کریم صلعم بیمار ہوگئے۔ جب رسول کریم صلعم چلنے پھرنے کے قابل تھے۔ خود نماز مسجد میں پڑھاتے۔ جب بیماری نے زیادہ زور دیا اور چلنے پھرنے کی سکت باقی نہ رہی تو حضرت ابوبکرؓ کو اپنی جگہ نماز کی امامت کے فرائض سونپ دیئے۔ آپ رسول کریم صلعم کی وفات تک مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع اور اعلان خلافت ابوبکرؓ

ابھی رسول کریم صلعم کا جسم اطہر سپرد خاک بھی نہیں کیا گیا تھا کہ خلافت کا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا اس وقت مسلمانوں کی دو جماعتیں تھیں۔ ایک مہاجرین دوسرے انصار۔ پھر انصار دو قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اوس اور خزرج۔ خزرج کی تعداد زیادہ تھی۔ اس کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ تھے...... ان کا مکان بازار مدینہ سے قریب تھا۔ اس کے متصل ایک سائبان تھا جس کو سقیفہ بنی ساعدہ کہتے تھے۔ یہ سعد بن عبادہؓ کی نشست گاہ تھی۔

انصار سقیفہ میں جمع ہو گئے اور خلافت پر گفتگو ہونے لگی۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے انصار کی اسلامی خدمات بیان کیں اور اس امر پر زور دیا کہ خلافت کے مستحق انصار ہی ہیں۔ تمام مجمع اس بات پر متفق ہو گیا کہ خلافت کا بوجھ آپ ہی اٹھائیں۔ پھر مجمع میں سے کسی ایک نے کہہ دیا کہ اگر مہاجرین اس امر پر رضامند نہ ہوں تو پھر۔ کسی نے جواب دیا ایک امیر ان میں سے بنالیں گے اور ایک امیر ہمارا ہو جائے گا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ جھنجھلا کر بولے تم لوگ ابھی سے کمزوری ظاہر کر رہے ہو۔ ایک امیر ہم میں سے ہو جائے گا اور ایک امیر ان میں سے ہو جائے گا۔ سقیفہ میں ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کسی نے حضرت ابوبکرؓ کو مسجد میں اطلاع دے دی کہ سقیفہ میں انتخاب خلیفہ پر گفتگو ہو رہی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ فوراً حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو ساتھ لے کر سقیفہ کی طرف آئے۔ یہ فیصلہ ہو ہی چکا تھا کہ سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ بنالیا جائے۔ ایک انصاری نے مناقب انصار پر ایک پر جوش تقریر کی۔ حضرت عمرؓ کچھ کہنے کو اٹھے۔ حضرت ابوبکرؓ

Marfat.com

نے ان سے کہا "ذرا ٹھہر جاؤ! میں ان سے کچھ کہہ لوں۔ اس کے بعد جو تمہارا جی چاہے کہہ لینا" چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے تقریر کی۔ انہوں نے انصار کی اسلامی خدمات کا بھی اعتراف کیا اور مہاجرین کی دینی قربانیوں کا بھی تذکرہ کیا اور کہا کہ دونوں نے ایک دوسرے سے بڑھ کر اسلام کی حمایت کی۔ لیکن رسول کریم صلعم نے فرمایا تھا اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ یعنی امام قریش میں سے ہوں۔ کیونکہ ملک عرب سوائے قریش کے کسی کی خلافت پر متحد نہیں ہوں گے۔ ان کے دلوں میں قریش کی عزت کعبہ کا متولی ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے بھی رسول کریم صلعم اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان دو امتیازات کی وجہ سے قریش ہی ایک ایسا قبیلہ تھا جس کی امارت کا جوا عرب اپنی گردن پر رکھ سکتے تھے۔ یہ ابو عبیدہؓ اور عمر بن خطابؓ موجود ہیں۔ ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔ حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے تھے۔ اسی وجہ سے اس بات کو انصار کے سامنے پیش کیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی دور اندیشانہ تقریر کے بعد حضرت حباب بن مُنذرؓ اٹھے اور انصار کو مخاطب ہو کر کہا۔ "اے گروہِ انصار! خلافت کو اپنے ہاتھ میں رکھو۔ لوگ تمہارے ہی سائے تلے ہیں۔ کوئی شخص تمہاری مخالفت کی جراٗت نہیں کرے گا۔ اور لوگ تمہاری ہی رائے پر چلیں گے۔ تم عزت و ثروت والے ہو۔ تعداد اور تجربہ کے لحاظ سے دوسروں پر فوقیت رکھتے ہو۔ صاحب عزم و ہمت اور بہادر ہو۔ سب کی نظریں تمہاری طرف ہیں۔ اس لئے آپس میں اختلاف پیدا نہ ہونے دو۔ اس سے تمہاری رائے کی وقعت جاتی رہے گی۔ باقی رہا مہاجرین کا مسئلہ تو اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو۔ اور ایک امیر ان میں سے ہو۔"

اس تقریر کے بعد حضرت عمرؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ "ایک میان میں دو تلواریں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ خدا کی قسم! عرب کبھی تمہیں امیر بنانے پر راضی نہ ہوں گے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم میں سے نہیں تھے۔ عرب اسی کی اطاعت کریں گے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوم میں سے ہوگا۔ اسی لئے ہمیں دوسروں پر ترجیح حاصل ہے۔ ہم رسول اللہ صلی علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھی اور آپ کے ہم قوم ہیں۔ ہماری مخالفت وہی کر سکتا ہے جو باطل امیر ہو اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنا چاہتا ہے۔"

حضرت عمرؓ کی تقریر کے بعد حضرت حباب بن مُنذرؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے "اے گروہ انصار! تم اپنے ارادوں پر مضبوطی سے قائم رہو۔ اور ان لوگوں کی بات نہ سنو۔ اگر یہ تمہاری نہیں مانتے تو ان کو یہاں سے جلاوطن کر دو۔ اللہ کی قسم تم ان لوگوں کی نسبت خلافت کے زیادہ حق دار ہو۔ تمہاری تلواروں سے اسلام کو وہ کچھ حاصل ہوا ہے جو اوروں کی وجہ سے حاصل نہ ہو سکا۔ تم نے ہی اس کی حفاظت کی اور تمہاری وجہ سے ہی اسلام کا درخت پھلا پھولا۔"

Marfat.com

حضرت عمرؓ اور حضرت حباب بن منذرؓ کی تلخ کلامی کو دیکھ کر حضرت ابو عبیدہؓ اٹھے اور فرمانے لگے۔ اے گروہ انصار! تم ہی وہ لوگ ہو جو سب سے پہلے اسلام کی مدد کو آئے۔ اب تم ہی اس میں سب سے پہلے تفرقہ ڈالنے والے نہ بنو۔" حضرت عبیدہؓ کے اس حکیمانہ جملہ نے انصار کے جوش و خروش کو ٹھنڈا کر دیا اور حضرت بشیر بن سعد انصاری اٹھے اور کہنے لگے "اے گروہ انصار! خدا کی قسم ہمیں مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے اور اللہ پر ایمان لانے میں پہل کرنے کا شرف حاصل ہے لیکن یہ سب کچھ ہم نے اپنے رب کی مرضی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے لئے کیا تھا ہمیں یہ مناسب نہیں کہ ہم اس کے بدلے دنیوی شان و شوکت اور جاہ و جلال طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں اس کی جزا دینے والا ہے۔ بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میں سے تھے۔ اور آپ کی قوم ہی خلافت کی سب سے زیادہ حقدار ہے۔ خدا نہ کرے کہ میں ان سے اس معاملہ میں کبھی جھگڑوں۔ تم بھی ان کی مخالفت اور ان سے لڑائی جھگڑا نہ کرو۔"

حضرت بشیر بن سعد جو قبیلہ اوس کے سردار تھے کی تقریر نے اوس قبیلہ کے مؤقف کی وضاحت کر دی۔ اس طرح انصار کا ایک قبیلہ بھی مہاجرین کے مؤقف کا موید بن گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس موقع کو غنیمت جان کر یہ کہا۔ "دوستو! حضرت عمرؓ بن خطاب اور ابو عبیدہؓ بن الجراح یہاں بیٹھے ہوتے ہیں۔ ان کی خدمات مسلمہ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔" یہ سن کر حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہؓ نے یک زبان ہو کر کہا۔ "ہرگز نہیں۔ خلافت کا آپ سے زیادہ حق دار کوئی نہیں۔ آپ مہاجرین میں سے سب سے زیادہ افضل ہیں۔ غار ثور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی رہے ہیں۔ آپ سے زیادہ اور کسی کا حق نہیں ہو سکتا۔ اپنا ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔" حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ الفاظ کہے تھے کہ بشیر بن سعد نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی اپنا ہاتھ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں دیا۔ اور اس وقت تمام انصار نے بیعت کر لی۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے بیعت نہ کی۔ اس طرح یہ مسئلہ حضرت ابو بکرؓ کی دور اندیشی اور حکمت عملی سے بخیر و خوبی طے ہو گیا۔

بیعت عامہ۔ اور خطبہ خلافت

دوسرے دن بیعت عامہ مسجد میں ہوئی۔ اور ایک اہم خطبہ دیا جو اسلامی روح کا آئینہ دار اور حکمرانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں کوئی غلطی کروں تو اصلاح کرو۔ دیکھو سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تم میں جو شخص کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے

Marfat.com

جب تک کہ میں اُسے اس کا حق نہ دلا دوں۔ انشاء اللہ۔ اور تم میں جو شخص قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق نہ لے لوں۔ انشاء اللہ۔ دیکھو جس قوم نے بھی اللہ کے راستے میں جہاد کرنا چھوڑ دیا اللہ نے اسے ذلیل کر دیا ہے۔ اور جس قوم میں بھلا بدکاری پھیل جاتی ہے۔ خدا اس میں مصیبت کو بھی پھیلا دیتا ہے۔ دیکھو جب تک میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم بھی میری اطاعت کرو۔ اور جب میں خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم بھی میری اطاعت سے آزاد ہو۔ حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب نے ہمیشہ کے لئے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ اسلام میں خلافت و امارت، وراثت نہیں۔ بلکہ انتخاب سے ہے اور مسلمانوں نے اس اصول کو خلافتِ راشدہ کے بعد ترک کر کے سخت نقصان پہنچایا ہے۔

خطبہ خلافت

پہلا سیاسی منشور مسلمان قوم کا امیر اور خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اپنی پہلی تقریر میں چند ضروری امور سلطنت اور سیاست کاری کے اہم اصولوں کی جانب توجہ دلائی۔ آپ کا یہ خطبہ دنیا میں پہلی اسلامی جمہوریت کے ایک سیاسی منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل چیزوں کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ جمہور کے فائدے اور بہبودی کا خیال رکھے۔ جمہور کا یہ فرض ہے کہ وہ حتی الامکان حکومت سے تعاون کریں۔ اگر حکومت کی پالیسی عوام کے لئے نقصان دہ ثابت ہو تو عوام کا فرض ہے کہ حکومت کی اصلاح کریں۔ اور حکومت کی غلط روش پر اسے متنبہ کر دیں۔

۲۔ حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ رعایا کے حقوق کی نگہداشت کرے۔ کسی طاقت ور کو یہ موقع نہ دے کہ وہ کسی کمزور شخص کے حقوق کو پامال اور غصب کرے۔ عدل و انصاف کے بارے میں حق کا ساتھ دے۔ کمزور و ناتواں افراد کو کسی ظلم کا تختۂ مشق نہ بننے دیا جائے۔ شہری حقوق کی پوری پوری حفاظت اور نگہداشت کرنا عادل حکمران کا اولین فرض ہے۔

۳۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس بات کی بھی وضاحت فرما دی کہ اسلامی جمہوریت میں امیر کی اطاعت اس وقت تک فرض ہے جب تک کہ حکمران اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق حکومت کرتا ہے۔ جب حاکم وقت اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی کرنے لگے تو پھر اس کی اطاعت لازم نہیں رہتی۔

۴۔ اس تقریر میں اجتماعی نفسیات پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ حکومت کا

Marfat.com

یہ بھی منصب ہے کہ بدکاری اور بے حیائی کے کاموں کو سختی سے روکا جائے۔ اگر عوام بدکاری کا شکار ہو گئے تو ساری قوم مبتلائے مصیبت ہو جائے گی۔

۵۔ عزت کی زندگی بسر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عوام جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کرتے رہیں۔ اگر جذبہ جہاد ختم ہو جائے تو ذلت دخواری قوم پر مسلط ہو جاتی ہے۔ بقائے اصلح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ملک وملت کی زندگی کا راز سپاہیانہ زندگی اور جذبۂ قربانی میں مضمر ہے۔

حضرت علیؓ کا توقف حضرت علیؓ نے مسجد میں بیعت نہ کی۔ تاریخوں سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ آپ نے چھ ماہ تک بیعت نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ خلافت کے متمنی تھے۔ رسولِ خدا کی صحبت میں پرورش پانے والا اور اپنے دل سے دنیا و مافیہا کی محبت کی آگ کو بجھا دینے والا اور اسلام کی خدمت میں لذت محسوس کرنے والا کسی عہدہ کا خواہش مند نہیں ہو سکتا۔ سقیفہ میں اس وجہ سے بیعت میں شامل نہ ہو سکے کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین میں مصروف تھے اور مسجد میں بیعتِ عامہ کے وقت اس وجہ سے نہ آسکے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے صدمہ سے حضرت فاطمہؓ بیمار پڑ گئیں اور آنحضرتؐ کی وفات کے چھ ماہ بعد وفات پا گئیں۔ ان کی دلداری اور علاج معالجہ کے لئے گھر میں ہی ٹھہرے رہے۔

ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے میراث طلب کی تو حضرت ابوبکرؓ نے رسول کریم صلعم کی اس حدیث کی بنا پر ورثہ دینے سے معذرت کر دی "ہم نبیوں کے مال میں میراث نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے"۔ حضرت فاطمہؓ ناراض ہو گئیں۔ ممکن ہے ان کے پاس خاطر کی وجہ سے بیعت میں توقف کیا ہو۔ جب حضرت فاطمۃ الزہراء وفات پا گئیں تو حضرت علیؓ نے بیعت کر لی۔

حضرت ابوبکرؓ کی مشکلات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت سنبھالتے ہی بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۔ داخلی انتشار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے معاً بعد داخلی انتشار شروع ہو گیا۔ مہاجرین اور انصار کے درمیان خلافت کے بارے میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے حسن تدبر نے اس اختلاف کو دور کیا۔ اکابرین بنو امیہ نے جو فتح مکہ کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے قبائلی تعصب کو ہوا دینے کی کوشش کی۔ چنانچہ ابوسفیان حضرت علیؓ کے پاس گئے اور کہا یہ کیا غضب ہو گیا ہے کہ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے کا آدمی خلیفہ بنایا جا رہا ہے۔ اے علیؓ! "اگر تم چاہو تو خدا کی قسم میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر

Marfat.com

دوں: حضرت علیؓ نے یہ سن کر جواب دیا" اے ابو سفیان تم ساری عمر اسلام اور اہلِ اسلام سے دشمنی کرتے رہے ہو، مگر تمہاری دشمنی سے نہ اسلام کا کچھ بگڑا، اور نہ اہلِ اسلام کا۔ ہم ابوبکرؓ کو اس منصب کا اہل سمجھتے ہیں"۔(۱)

۲۔ ارتداد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معاً بعد نو مسلم بدو اسلام سے منحرف ہونا شروع ہو گئے۔ مرکز سے دور دراز کے قبائل نے اپنے آپ کو الگ کرنا شروع کر دیا۔

۳۔ مانعین زکوٰۃ فتح مکہ کے بعد اہلِ عرب فوج در فوج دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اور ان کے دلوں میں اسلام کی تعلیم اور حقانیت اور روح راسخ نہیں ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے زکوٰۃ کو اپنے لیئے ایک بوجھ سمجھا۔ اور رعائتیں مانگنی شروع کر دیں۔ ان کا موقف یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہم سے زکوٰۃ لینے کا تو اختیار تھا لیکن ان کی وفات کے بعد اب کسی کو یہ حق حاصل نہیں۔

۴۔ مدعیان نبوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد تمام عرب کی حالت تشویشناک ہو چکی تھی۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شاندار کامیابی تھی۔ مدعیان نبوت مسیلمہ کذاب، طلیحہ اسدی اور سجاح تھے۔

۵۔ شام کی سرحد کی مخدوش حالت رسول کریم صلعم کے عہد میں ہی شام کے ساتھ تصادم ہو چکا تھا۔ چنانچہ جنگ موتہ، غزوہ تبوک میں شامی لشکر نے مسلمانوں کی بہادری کا اندازہ لگایا تھا۔ رومی متواتر اسلامی حکومت کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتے تھے اور سرحد پر تصادم کرتے رہتے تھے۔ رومیوں کی جارحانہ کارروائیوں کو روکنے کے لیئے رسول کریم صلعم نے حضرت اسامہؓ کی زیر کمان لشکر بھی تیار کیا تھا۔ ابھی لشکر روانہ نہیں ہوا تھا کہ رسول کریم صلعم بیمار پڑ گئے۔ لشکر کو رکنا پڑا۔ اسی بیماری حضرت رسول کریم صلعم وفات پا گئے۔ اور اس لشکر کو حضرت ابوبکرؓ نے روانہ کیا۔

۶۔ مشرقی سرحد کی مخدوش حالت مشرق میں ایران کی حکومت تھی۔ ایرانیوں اور عربوں کے درمیان قدیم سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ جب عرب اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تو ایرانیوں نے عربوں کے اتحاد کو اپنے لئے خطرہ کا باعث سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اندرونی مداخلت شروع کر دی اور باغیوں اور جھوٹے مدعیانِ نبیوں کی پشت پناہی شروع کر دی۔ اس طرح اسلامی حکومت مشرق اور مغرب دونوں طرف سے دو بڑی مخالف حکومتوں کے درمیان گھری ہوئی تھی۔

---

(۱) صدیق اکبرؓ از مولانا سعید احمد اکبر آبادی بحوالہ طبری، کنز العمال۔

Marfat.com

واقعات عہدِ خلافت

لشکر اسامہؓ کی روانگی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل رومیوں سے "جنگ موتہ" کا انتقام لینے کے لیے حضرت اسامہؓ (جو حضرت زید بن ثابتؓ کے لڑکے تھے۔ وہ اس جنگ میں شہید ہو چکے تھے) کی زیرِ قیادت ایک لشکر تیار کر چکے تھے۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس لشکر کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ اس میں مہاجرین اور انصار کی تعداد ڈیڑھ دو ہزار کے درمیان تھی۔ باقی لشکر دوسرے قبائل کے نوجوانوں پر مشتمل تھا۔ اس لشکر میں بڑے بڑے صحابہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ شامل تھے۔ ابھی کوچ کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیمار ہو گئے اور پھر اس وجہ سے لشکر رُک گیا۔ یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے۔

رسول کریم صلعم کی وفات ہوتے ہی تمام نو مسلم قبائل میں ارتداد کی وبا پھیل گئی۔ اس نازک موقع پر بعض صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ مشورہ دیا کہ مدینہ کی حفاظت اور مرتدین کی سرکوبی کے لئے یہ بہتر ہے۔ حضرت اسامہؓ کی مہم کو سر دست ملتوی کر دیا جائے۔ جب حالات درست ہو جائیں تب لشکر کو رومیوں سے انتقام لینے کے لئے بھیج دینا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس تجویز کو سختی سے مسترد کر دیا اور فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مدینہ میں اتنا سناٹا ہو جائے کہ درندے آ کر میری ٹانگیں نوچیں تب بھی میں اس مہم کو جس کی روانگی کا رسول اللہ صلی اللہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا نہیں روک سکتا۔

بعض صحابہؓ نے یہ درخواست کی کہ اسامہؓ سترہ سال کا نوجوان ہے۔ پھر ایک آزاد کردہ غلام کا لڑکا ہے۔ ان کی زیرِ قیادت عمر رسیدہ اور قبیلہ قریش کے آدمی بھی ہیں۔ ان سب میں سے کسی کو قائدِ لشکر بنا دیں۔ آپؓ نے یہ سن کر غصہ کے عالم میں یہ کہا: "جسے خدا کے رسولؐ نے قائد مقرر کیا ہو مجھے اُس کو معزول کرنے کا کیا حق ہے"۔ اگر حضرت ابوبکرؓ دونوں مشوروں میں سے کسی ایک کو مان لیتے تو رسول کریم صلعم کی وفات کے بعد آپ کے حکم سے سرتابی کی ایک مثال قائم ہو جاتی۔

حضرت ابوبکرؓ صحابہؓ کے ان جذبات کو بھانپ چکے تھے۔ جو وہ حضرت اسامہؓ سے متعلق رکھتے تھے۔ اس وجہ سے ان کا جاہلیت کا غرور اور نسبی تکبر کو ختم کرنے کے لئے لشکر کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے۔ خلیفۂ وقت ان کے رکاب میں پیدل چل رہا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ان کے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں۔ حضرت اسامہؓ حضرت ابوبکرؓ سے کہتے ہیں یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں ورنہ مجھے اجازت دیں کہ میں گھوڑے سے نیچے اُتر آؤں۔ آپ نے فرمایا کہ نہ میں خود سوار ہوں گا اور نہ تم کو پیادہ ہونے کی اجازت دوں گا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے عمل سے یہ بتا دیا کہ بڑائی کا انحصار حسب و نسب کی فضیلت پر نہیں ہے اس فوج میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اسامہؓ سے درخواست کی کہ حضرت عمرؓ کو میری مدد کے لئے مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دیں۔ حضرت اسامہؓ نے خوشی سے درخواست کو قبول کر لیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے لشکر کو روانگی کے وقت حسب ذیل نصیحتیں فرمائیں:۔

(۱) خیانت نہ کرنا (۲) مال غنیمت نہ چھپانا (۳) بے وفائی نہ کرنا (۴) کسی کے اعضاء نہ کاٹنا (۵) بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو مت قتل کرنا (۶) کھجوروں اور پھل والے درختوں کو نہ کاٹنا (۷) بجز کھانے کے اور کسی غرض سے جانوروں کو ذبح نہ کرنا (۸) تم کو وہ لوگ ملیں گے جو دنیا کو چھوڑ کر خانقاہوں میں عبادت کے لئے بیٹھے ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ ایسے لوگوں پر بھی تمہارا گزر ہوگا جو برتنوں میں قسم قسم کے کھانے تمہارے سامنے لائیں گے۔ تم جب اس میں سے کھاؤ تو اللہ کا نام لے کر کھانا۔ ایک جماعت ایسی بھی ملے گی جن کے سروں میں شیطان نے گھونسلا بنا رکھا ہے۔ ان کو تلواروں سے کاٹ ڈالنا۔ اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ وہ تم کو دشمنوں کے نیزوں اور طاعون سے بچائے۔ (۱)

اسامہؓ کے لشکر کی واپسی حضرت اسامہؓ کا لشکر یکم ربیع الاول ۱۱ھ کو مدینہ سے روانہ ہوا۔ شام کی حدود میں پہنچ کر قضاعہ کی بستیوں کو تاخت و تاراج کرتا ہوا چالیس روز کے بعد کامیابی و کامرانی کے ساتھ مدینہ واپس لوٹا۔

نتائج اس مہم کا یہ اثر ہوا کہ بیرونی طاقتوں کے دلوں پر خوف بیٹھ گیا اور اندرونی دشمن منافقین اور مرتدین کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کے پاس اتنی طاقت ہے۔ ان کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ اگر مدینہ میں فوجی طاقت نہ ہوتی تو اس موقعہ پر باہر لشکر ہرگز روانہ نہ کرتے۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد تمام عرب کی حالت تشویش ناک ہو چکی تھی۔ جھوٹے مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار کامیابی تھی۔ ان کو گمان ہوا کہ وہ بھی دعویٰ نبوت کر کے کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں گے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ تائید ایزدی کے ساتھ ان پر غالب آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عملی شہادت کے ساتھ بتا دیا کہ جھوٹا مدعی نبوت کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

(۱) طبری

Marfat.com

اسود عنسی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پیشتر قحطانی قبیلہ کی ایک شاخ عنس کے سردار اسود نے دعویٰ نبوت کیا۔ اس کا اصلی نام عبہلہ تھا۔ اس نے شعبدہ بازی سے دیہاتی لوگوں پر اثر جمانا شروع کیا۔ اور اس کے بے شمار مرید ہوگئے۔ ان کی مدد سے نجران پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے عامل عمرو بن حزم کو شہر سے باہر نکال دیا۔ وہاں کے قبیلہ مذحج کے لوگ بھی اس کے ساتھ شامل ہوگئے۔ اب اسود عنسی کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ صنعار کی طرف پیش قدمی کی اور اس فتح کے بعد شام اور یمن پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کے حاکم شہر بن باذان کو قتل کر کے اس کی بیوہ سے شادی کر لی۔ یمن میں اسود کی کامیابی کی دھوم مچ گئی۔ یمن کے بے شمار لوگ اس کے پیرو ہوگئے۔ رسول کریم صلعم کو اطلاع ملی تو آپ نے ایک خط انبار کے سرداروں کو لکھا اور ایک ایک خط ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو لکھا کہ اسود ہامنی کا جلد خاتمہ کر دیا جاتے۔

اس دوران اسود کی اپنے لشکر کے ایک سردار قیس بن عبد یغوث سے ٹھن گئی۔ قیس کو اپنی جان کا خطرہ ہوا۔ اس نے انبار کے دو سرداروں فیروز اور دازویہ سے اسود کے قتل کی سازش کی۔ شہر بن باذان کی بیوہ کو بھی اس سازش میں شامل کر لیا۔ فیروز رات کے وقت موقع پا کر اسود کے مکان میں چھپ گیا اور اسود کو سوتے ہوئے قتل کر دیا۔ صبح سویرے مکان کی چھت پر چڑھ کر اذان دے دی۔ اسود کے آدمی قتل کی خبر سنتے ہی شہر سے بھاگ نکلے۔ اور صنعار اور عدن کے درمیان منتشر ہوگئے۔ قتل کا واقعہ رسول کریم صلعم کی وفات سے ایک دو دن پہلے کا ہے۔ اس کی خبر حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں مدینہ میں پہنچی۔

مسیلمہ کذاب مسیلمہ قبیلہ بنو بکر کی ایک شاخ بنو حنیفہ سے تعلق رکھتا تھا۔ قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ مسیلمہ بھی ان میں شامل تھا۔ مسیلمہ نے کہا کہ میں اس شرط پہ اسلام قبول کروں گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد مجھے اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ آپ کے ہاتھ میں اس وقت کھجور کی ایک چھڑی تھی۔ فرمایا اگر تو اسلام کے عوض کھجور کی ایک چھڑی بھی مانگے تو میں تجھے نہیں دوں گا۔

مسیلمہ مایوسی کے عالم میں واپس لوٹ گیا۔ آپ کی بیماری کی خبر سنی تو دعویٰ نبوت کر دیا اور کہا کہ میں نبوت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک بنا دیا گیا ہوں۔ اور ایک خط رسول کریم صلعم کو لکھا کہ میں نبوت میں آپ کا شریک بنا دیا گیا ہوں۔ لہٰذا آدھی سلطنت آپ کی ہے اور آدھی میری۔ لیکن قریش سے انصاف کی توقع نہیں۔ جب یہ خط رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت لکھ بھیجی۔ "زمین خدا کی ہے۔ وہ اپنے بندوں

Marfat.com

میں سے جسے چاہتا ہے زمین کا وارث بنا دیتا ہے۔ کامیابی متقیوں کی ہے"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے عکرمہؓ بن ابی جہل کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اس کے پیچھے شرجیل کو بھی بھیج دیا۔ عکرمہؓ کو حکم دیا تھا کہ شرجیل کا انتظار کرے۔ جب دونوں لشکر اکٹھے ہو جائیں تو پھر حملہ کرنا۔ لیکن عکرمہؓ نے تنہا کامیابی حاصل کرنے کے شوق میں مسیلمہ پر حملہ کر دیا۔ عکرمہؓ کو شکست کھانی پڑی۔ جب حضرت ابوبکرؓ کو اس بات کا علم ہوا تو ان کو بہت رنج ہوا۔ آپ نے عکرمہؓ کو حکم دیا کہ وہ یمن کی طرف جا کر اہل مہرہ کا مقابلہ کریں اور خالد بن ولید جو تمیم کی مہم سے فارغ ہو چکے تھے حکم دیا کہ وہ مسیلمہ کے مقابلہ پر جائیں اور شرجیل کے لشکر کے ساتھ مل کر مسیلمہ پر حملہ کریں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ فوج لے کر ۱۱ھ (۶۳۳ء) کو یمامہ کی طرف بڑھے اور شرجیل کے لشکر کو بھی ساتھ لے لیا۔ دونوں فوجوں کی تعداد پندرہ ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔ ان کے مقابلے میں مسیلمہ کی فوج چالیس ہزار تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فوج کو دو حصوں میں منقسم کیا۔ ایک حصہ انصار اور مہاجرین پر مشتمل تھا اور دوسرا حصہ میں بدوی لوگ تھے۔ دونوں فوجوں نے نہایت ہی پامردی اور شجاعت کے جوہر دکھائے۔ لڑائی کی ابتدا میں مسلمانوں کا پلہ کمزور دکھائی دیتا تھا۔ مسیلمہ کی فوج کا ایک دستہ مسلمانوں کو پیچھے دھکیلتا ہوا حضرت خالد بن ولیدؓ کے خیمہ تک پہنچ گیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں کو ایمانی جوش دلایا۔ آخر مسلمانوں نے اتنے زور سے حملہ کیا کہ غنیم کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور انہوں نے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی جس کے اردگرد ایک فصیل تھی۔ ایک بہادر انصاری براء بن مالک نے جرأت دکھائی۔ اس نے فصیل کو پھاند کر فصیل کے دروازے کے پہرہ داروں کو قتل کر دیا اور دروازہ کھول دیا۔ اسلامی فوج باغ میں داخل ہو گئی اور خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخر کار مسیلمہ خود بھی وحشی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اسلامی لشکر میں ۳۶۰ مہاجر، ۳۰۰ انصار اور ۷۰۰ بدو شہید ہوئے۔

آخر کار مجاعہ بن مرارہ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس آ کر صلح کی درخواست پیش کی۔ صلح اس شرط پر قرار پائی کہ وہ لوگ قتل نہ کئے جائیں۔ اور جس قدر اسیران جنگ ہیں ان میں سے ایک چہارم لے لئے جائیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے حکم نامہ بھیجا کہ بنی حنیفہ کے مقاتلین کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن اس حکم نامے کے پہنچنے سے پہلے ہی صلح کی شرائط طے ہو چکی تھیں۔ معاہدہ کی حفاظت کرتے ہوئے خلیفہ کے حکم نامہ پر عمل نہ کیا گیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنو حنیفہ دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی۔

Marfat.com

طلیحہ اسدی یہ قوم بنی اسد کا سردار تھا۔ اور نجد کے علاقہ کا ایک مشہور جنگی آدمی تھا۔ اس کی قوم ایک دفعہ بیابان سے گزر رہی تھی۔ کہیں سے پانی نہ ملتا تھا۔ طلیحہ نے ایک جگہ بتا دی جہاں سے پانی مل گیا۔ اس کو اس نے اپنی قوم کے سامنے معجزہ کے طور پر پیش کر کے دعویٰ نبوت کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد علَم بغاوت بلند کر دیا۔ قبیلہ اسد اس کے ساتھ ہو گیا اور بنی طے اور بنی غطفان کے لوگ بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ منکرین زکوٰۃ بنی عبس اور ذبیان کی شکست خوردہ فوج بھی اس کے ساتھ مل گئی۔ اس طرح طلیحہ کے اردگرد ایک کثیر لشکر اکٹھا ہو گیا۔ لشکر کو لے کر چشمہ بزاخہ پر خیمہ زن ہو گیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ حضرت عدیؓ مدینہ میں تھے۔ وہ حضرت ابوبکرؓ سے اجازت لے کر اپنی قوم کے پاس آئے اور سمجھایا بجھایا۔ آخر حضرت عدیؓ کے سمجھانے پر طلیحہ کی مدد سے دست کش ہو گئے اور دوبارہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے حضرت عدیؓ سے کہا کہ آپ حضرت خالد بن ولیدؓ سے کہیں کہ جاتے ہی طلیحہ کے لشکر پر حملہ کر دیں۔ ہم اپنی فوج کے آدمیوں کو لشکر سے بلا لیتے ہیں۔ حضرت عدیؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے کہا۔ وہ حضرت عدیؓ کی بات مان گئے۔ اس طرح قبیلہ طے کے پانچسو آدمی طلیحہ کی فوج سے الگ ہو گئے۔ حضرت عدیؓ نے قبیلہ جدیلہ کو بھی طلیحہ سے الگ کرنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں بھی وہ کامیاب ہوئے۔ اس قبیلہ کے بھی پانچسو آدمی الگ ہو گئے۔ اس طرح ایک ہزار آدمیوں کا لشکر ان سے الگ ہو جانے کی وجہ سے طلیحہ کی فوجی طاقت کمزور ہو گئی۔

حضرت خالدؓ اپنی فوجیں لے کر بزاخہ پہنچے تو طلیحہ کے لشکر پر حملہ کر کے زبردست شکست دی۔ طلیحہ اپنی بیوی کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ طلیحہ کافی عرصہ شام میں مقیم رہا۔ بالآخر وہ دوبارہ حلقۂ اسلام میں داخل ہوا۔ اور عراق کی جنگوں میں خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔

سجاح یہ عورت وسط عرب کے قبیلہ بنی تمیم کی شاخ بنی یربوع سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ قبیلہ سرحد عراق پر قبیلہ بنو تغلب کے پڑوس میں آباد ہو گیا۔ عیسائیت کے ماحول میں پرورش پائی۔ رسول کریم صلعم کی وفات کے بعد جب اس نے سنا کہ عرب میں خاصی شورش ہے تو اس نے بھی بنی تغلب اور دیگر عیسائی اقوام کو لے کر مدینہ کا رخ کیا۔ بنو تمیم میں پہنچ کر اس نے اپنے قبیلہ بنو یربوع کو اپنے ساتھ ملایا اور کہا کہ مدینہ پر قبضہ کی صورت میں ملک عرب کی بادشاہت میں حصہ دار ہوں گے۔ چنانچہ یہ قبیلہ مالک بن نویرہ کی قیادت میں اس کے ساتھ مل گیا۔ مگر بنو تمیم کے دوسرے قبائل نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ سجاح نے ان کو تلوار کے زور سے مطیع کرنا چاہا لیکن وہ ناکام رہی۔ آخرکار اس نے مسیلمہ کی طرف رخ کیا۔ مسیلمہ نے اسے تحائف دے کر اپنے پاس بلا لیا۔ اس نے اس کے پاس آ کر تین دن

Marfat.com

قیام کیا۔ ایک دوسرے کی نبوت کی تصدیق کی۔ سجاح نے مسیلمہ سے شادی کرلی۔ اسلامی لشکر سے خوف کھاکر اپنی قوم بنی تغلب میں واپس چلی گئی۔ حضرت امیر معاویہ کے عہد میں مسلمان ہوگئی۔

فتنہ ارتداد اور اس کی وجوہ

پہلی وجہ سب سے پہلے اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف ان قبائل نے ارتداد اختیار کیا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے آخری حصے میں مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے دلوں میں پوری طرح اسلام راسخ نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ اور مدینہ میں ارتداد کا وقوع نہیں ہوا۔

فتح مکہ کے بعد تمام عرب کے قبائل وفود کی صورت میں مدینہ آئے اور بغیر جبر وکراہ اسلام قبول کیا۔ اور اسلام کی صداقت کا اثر لے کر واپس چلے گئے۔ رسول کریم صلعم نے ان قبائل کو اسلام سکھانے کے لئے معلمین بھیجے۔ کیونکہ لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور معلمین کی تعداد کم تھی۔ دوم تمام معلمین کو مرکز سے باہر بھیج دینا بھی مناسب نہ تھا۔ ان وجوہ کی بنا پر قبائل اسلام کی تعلیم سے کلی طور پر آشنا نہیں ہوئے تھے۔

دوسری وجہ اسلام سے قبل تمام عرب قبائل میں بٹا ہوا تھا۔ انہی میں سے ایک سردار ہوتا تھا۔ جس کی سیادت کے تحت اپنی زندگی گزارتے تھے۔ اسلام نے آکر ان کے قبائلی نظام کو توڑ دیا اور تمام قبائل کو ایک جماعت اور ایک امیر کے تحت اکٹھا کر دیا۔ اسلامی نظام قبائلی نظام کے مزاج سے بالکل مختلف تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قریش کے کسی امیر کو قبول کرنا پسند نہ کیا۔ بلکہ دوبارہ قبائلی نظام کو اپنانا پسند کیا۔

تیسری وجہ عرب زنا کرنے، شراب پینے اور جوا کھیلنے کے عادی تھے۔ پھر نسلی اور خاندانی تفاخران کی طبیعت ثانیہ بن چکا تھا۔ اسلام نے اخلاق رذیلہ کو ترک اور اخلاق فاضلہ کو اختیار کرنے کی اور مساوات اور برابری کی تعلیم دی۔ اور فضیلت کا معیار تقویٰ ٹھہرایا۔

چوتھی وجہ اسلام نے اقتصادی نظام میں اعتدال قائم رکھنے کے لئے زکوٰۃ کو فرض قرار دیا۔ جو امراء سے لے کر غرباء میں تقسیم کی جاتی تھی۔ عرب قبائل نے اس کو تاوان اور بوجھ سمجھا۔ اس بار کو اپنے کندھوں سے اتار پھینکنے کی کوشش کی۔

پانچویں وجہ عرب میں عدنانی اور قحطانی قبائل میں شدید مخالفت تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبائلی تعصب اور دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی اور قحطانی قبائل مرکز

Marfat.com

کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسیلمہ کے آدمی جانتے تھے کہ وہ ایک جھوٹا اور کاذب ہے نبی نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ ربیعہ کا جھوٹا نبی مضر کے سچے نبی سے بہتر ہے۔

چھٹی وجہ ایران اور روم کی سرحدات کی ریاستیں اسلام کی ترقی کو دیکھ کر اپنے آبائی مذہب عیسائیت اور مجوسیت کو ترک کرکے اسلام میں داخل ہو گئی تھیں۔ رسول کریم صلعم کی وفات کے بعد ایک تو ایران اور روم کی سلطنتوں نے ان کو ابھارا۔ دوم انہوں نے بھی دوبارہ اپنے مذہب کی طرف جانا پسند کیا۔

ساتویں وجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال کامیابی کو دیکھ کر چند جھوٹے مدعیانِ نبوت اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے مکر و فریب سے بہت سے لوگوں کو دام تزویر میں پھنسانے میں کامیاب ہو گئے۔

آٹھویں وجہ عرب میں یہودیوں اور عیسائیوں کی کافی تعداد آباد تھی۔ یہ لوگ ظاہری طور پر مسلمانوں سے مقابلہ کی ہمت نہیں رکھتے تھے لیکن خفیہ طور پر فتنہ پردازوں کا ساتھ دیتے تھے۔

نویں وجہ باغی قبائل اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کو بیرونی ممالک سے امداد مل رہی تھی جس نے ان کے حوصلے بلند کر دیئے۔

خاموش لوگ یہ خیال کرنا غلط ہے کہ تمام قبائل ارتداد کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ تاریخ سے یہ امر واضح ہے کہ بعض قبائل نے غیر جانبداری اور خاموشی اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ مکہ کے مشرق، مغرب اور جنوب میں جو قبائل رہتے تھے انہوں نے ارتداد اختیار نہیں کیا۔ یہ قبائل کنانہ، ازد، بجید، ملک، استعمر اور حکم وغیرہ تھے۔ جب ارتداد کی آگ بھڑک اٹھی تو یہ لوگ خاموشی سے بیٹھے رہے کسی کی امداد نہ کی۔

منکرین زکوٰۃ کی تادیب حضرت اسامہؓ کا لشکر مہم پر روانہ ہو جانے کے بعد تھوڑے سے آدمی مدینہ میں باقی رہ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کے ذریعہ شہر کی حفاظت کا انتظام کر لیا۔ کچھ آدمی قرب و جوار سے منگوائے۔ جن جن راستوں سے باغیوں کے حملے کا خطرہ تھا۔ وہاں پہرہ بٹھا دیا۔ اسی اثنا میں طلیحہ اسدی کا بھائی ایک فوج لے کر ذوالقصہ کے مقام پر آ گیا اور ایک وفد حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا کہ ان کو زکوٰۃ سے مستثنےٰ قرار دیا جائے۔ اہل مدینہ نے اس وفد کی آمد کو غنیمت جانا اور حضرت ابوبکرؓ کو مشورہ دیا کہ ان سے نرمی اختیار کی جائے۔ اور ان کو زکوٰۃ سے مستثنےٰ قرار دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کا بھی یہی مشورہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔

Marfat.com

"اے عمرؓ! جاہلیت میں تو تم بڑے جابر تھے۔ یہ کیا ہوا کہ اسلام لاکر خوار ہوگئے ہو۔ وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔ دین کامل ہو چکا ہے۔ کیا میرے جیتے ہوئے اس میں کمی کی جا سکتی ہے۔ اللہ کی قسم اگر زکوٰۃ کا ایک جانور بھی کوئی قبیلہ روکے گا تو میں اس سے ضرور جہاد کروں گا۔"

وفد تو اپنی آرزوئیں لے کر واپس چلا گیا۔ اور تین دن کے بعد ذوالقصہ سے جہاں فوج جمع تھی۔ مدینہ کی طرف بڑھی۔ محافظ دستوں نے خلیفہ کو اطلاع دی۔ حضرت ابوبکرؓ فوراً باغیوں کی سرکوبی کے لئے مدینہ سے باہر نکلے۔ باغیوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مدینہ میں کوئی فوج ہے جو ان کا مقابلہ کرے گی۔ مقابلہ کی صورت دیکھ کر فوج بھاگ نکلی۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ تھوڑی دور جا کر واپس آگئے۔ حضرت ابوبکرؓ ذوالقصہ کے مقام پر ایک دستہ چھوڑ کر باقی فوج کو لے کر مدینہ میں آگئے۔

اس مقابلہ سے بادیہ نشینوں کو مرکز کی طاقت کا علم ہوگیا اور وہ اپنی باغیانہ روش سے باز آگئے۔ اور بعض قبائل کی طرف سے زکوٰۃ بھی آنا شروع ہوگئی۔ اتنے میں اسامہؓ کا لشکر بھی آگیا۔ ان کو مدینہ میں چھوڑا۔ اور خود فوج لے کر بندہ کی طرف بڑھے۔ وہاں باغیوں کا اجتماع تھا۔ ان کو شکست دی۔

باغیوں کی سرکوبی

حضرت ابوبکرؓ باغیوں کا قلع قمع کرنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ اسامہ کا لشکر بھی اب تازہ دم ہو چکا تھا۔ اس کو لے کر ذوالقصہ کی طرف بڑھے۔ وہاں فوج کو گیارہ دستوں میں تقسیم کر کے الگ الگ قائد کی زیر نگرانی مختلف اطراف میں بھیجا۔ قائدین کے نام یہ ہیں:

۱۔ خالد بن ولید: طلیحہ بن خویلد اسدی کی طرف مقام بزاخہ میں اور جب اس کی مہم سے فارغ ہو جائیں تو مقام بطاح میں مالک بن نویرہ کی طرف بڑھیں۔

۲۔ عکرمہ بن ابی جہل: مسیلمہ بن کذاب کی طرف۔

۳۔ شرجیل بن حسنہ: عکرمہ کی امداد کے لئے۔

۴۔ مہاجر بن ابی امیہ: انبار کی امداد کے لئے۔

۵۔ حذیفہ بن محصن: عمان میں اہل دبا کی طرف

۶۔ عرفجہ بن ہرثمہ: اہل مہرہ کی طرف۔ ان کو اور حذیفہ کو حکم دیا کہ ساتھ رہیں۔ جس کے رقبہ حکومت میں دونوں ہوں وہی امیر ہے۔

۷۔ سوید بن مقرن: تہامۂ یمن۔

۸۔ علاء بن الحضرمی: بحرین۔

۹۔ طریفہ بن حاجز: بنی سلیم اور ان کے ساتھی جو بنی ہوازن میں شامل ہوگئے تھے۔ ان کی

Marfat.com

سرکوبی کے لئے۔

۱۰۔ عمرو بن عاص : بنی قضا عہ کی طرف۔

۱۱۔ خالد بن سعید : مضافات شام

ایک ہدایت نامہ ایک قائد کو دیا۔ اور حکم نامہ باغیوں کی طرف بھیجا۔

سپہ سالاروں کے نام حسب ذیل ہدایت نامہ جاری فرمایا: "میں مجاہدین اسلام کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ہر حال میں خدا سے ڈریں۔ حکم خداوندی کی تعمیل میں پوری کوشش کریں۔ جو لوگ حلقہ اسلام سے نکل کر شیطان کے جال میں پھنس گئے ہیں۔ ان کے ساتھ جہاد کریں۔ لیکن تلوار اٹھانے سے پہلے انہیں اسلام کا پیغام پہنچائیں اور ان پر حجت پوری کریں۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو فوراً ہاتھ روک لیں۔ لیکن اگر انکار کریں تو ان پر حملہ کردیں۔ یہاں تک کہ وہ کفر سے باز آجائیں۔ مرتدین جب دوبارہ داخل اسلام ہوجائیں تو اسلامی فوج کا سردار انہیں آگاہ کردے کہ ان کے ذمہ اسلام کے کیا کیا فرائض ہیں اور مسلمانوں پر ان کے کیا کیا حقوق ہیں؟ ان کے فرائض کو ان سے پورا کرایا جائے اور ان کے حقوق ان کو ادا کئے جائیں۔ امیر لشکر اپنے ساتھیوں کو جلد بازی اور فساد سے روکے۔ دشمن کی بستی میں اندھادھند نہ گھس جانا۔ خوب دیکھ بھال کر داخل ہونا۔ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچ جائے۔ سردار فوج کوچ اور قیام کی حالت میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ میانہ روی اور نرمی کا برتاؤ کرے۔ ان کی دیکھ بھال رکھے۔ ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے اور گفتگو میں نرمی اختیار کرے۔"

مرتدین کے نام ایک حکم نامہ جاری کیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"مجھ کو تم لوگوں میں سے ان کا حال معلوم ہوا جو پہلے اسلام لائے تھے مگر اب اس دین کو چھوڑ بیٹھے۔ انہوں نے اپنی نادانی سے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانا اور شیطان کے فریب میں آگئے۔ حالانکہ وہ انسان کا دشمن ہے۔ میں تمہارے پاس فلاں شخص کو مہاجرین اور انصار کی فوج کے ساتھ بھیجتا ہوں۔ وہ تم کو اللہ کی طرف بلائے گا جو اس کی بات مان لے گا اور نیک کام کرے گا تو اس کو قتل نہ کرے گا نہ اس سے لڑے گا۔ اور جو باز نہ آئے گا اس کے اوپر تلوار اٹھائے گا اور کسی سے بجز اسلام کے اور کچھ قبول نہ کرے گا۔ میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ میرے اس نوشتہ کو تمہارے مجمع عام میں سنادے اور نشانی یہ مقرر کی ہے کہ جس بستی کے لوگ اذان پکاریں۔ ان سے ہاتھ روک لیا جائے۔"

بنو تمیم کی سرکوبی اور مالک بن نویرہ کا قتل

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی تمیم میں متعدد امراء مقرر کئے تھے۔ فتنہ ارتداد کے وقت بعض مرتد ہوگئے۔ ان میں سے قبیلہ یربوع کا سردار مالک بن نویرہ باغی ہوا۔ اور سجاح بنت حارث مدعیہ نبوت کے ساتھ مل گیا۔ سجاح نے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اور مالک بن نویرہ کو مشورہ کے لئے

Marfat.com

بلایا۔ مالک نے مشورہ دیا کہ بنی تمیم کے بعض مسلمان قبائل تمہارے مخالف ہیں۔ پہلے ان کو مطیع کرو۔ اس کے بعد مدینہ پر چڑھائی کرنا۔ سجاح نے ان پر حملہ کیا۔ مسلمانوں کی طاقت کم تھی۔ اس وجہ سے وہ مقابلہ کی طاقت نہ رکھتے تھے اور وہ بھاگ گئے۔ سجاح اپنی فوج لے کر مدینہ کی طرف بڑھنے لگی تو مقام نباج پر ایک بنی تمیم کی جماعت سے مقابلہ ہوا۔ ان لوگوں نے اس کے کچھ آدمی گرفتار کر لئے۔ آخرکار اس شرط پر صلح ہوئی کہ سجاح ان کے آدمیوں کو چھوڑ دے۔ اور وہ اس کے آدمیوں کو چھوڑ دیں گے۔ دوم سجاح مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ ترک کر کے واپس چلی جائے۔ چنانچہ سجاح ناکام یمامہ کی طرف لوٹ گئی۔ مالک بن نویرہ نے مقام بطاح پر پڑاؤ ڈال دیا۔ حضرت خالد بن ولید طلیحہ کی مہم سے فارغ ہو کر مالک بن نویرہ کی سرکوبی کے لئے مقام بطاح کی طرف بڑھے۔ مالک بن نویرہ نے اسلامی فوج سے مرعوب ہو کر اپنے قبیلہ کو حکم دیا کہ وہ منتشر ہو جائیں۔ حضرت خالد بن ولید جب مقام بطاح پر پہنچے تو وہاں کسی کو نہ دیکھا تو اپنی فوج کے دستے مختلف سمتوں میں بھیج دیئے۔ ایک دستہ نے مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ حضرت خالدؓ کے کسی حکم میں غلط فہمی کی وجہ سے رات کو مالک اور اس کے چند ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت خالدؓ نے مالک بن نویرہ کی بیوہ سے شادی کر لی۔ حضرت ابوقتادہ انصاریؓ اور مالک کے بھائی متمم نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس حضرت خالد کی زیادتی کی شکایت کی۔ اور چند لوگوں نے یہ گواہی دی کہ انہوں نے گرفتاری سے قبل ان مقتولین کو اذان دیتے ہوئے سُنا۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو طلب کیا۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے قتل کے خوف سے اذان دی تھی۔ حضرت عمرؓ اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ خالدؓ پر زیادہ سے زیادہ یہ الزام ہے کہ انہوں نے ایک تاویل کی اور اس میں ان سے غلطی ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے خود مالک کا خون بہا ادا کیا۔ جزیرہ بطاح کی سرکوبی کے بعد بنو تمیم کے تمام قبائل اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ اور باقاعدہ مدینہ زکوٰۃ بھیجنی شروع کر دی۔

بحرین ۱۱ھ ۶۳۲ء بحرین میں عبدالقیس اور بکر بن ربیعہ کے قبائل آباد تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن ساوی کو وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ آنحضرتؐ کی وفات کے فوراً بعد منذر کا بھی انتقال ہو گیا۔ قبیلہ بنو بکر نے اپنے سردار حطم کے ماتحت بغاوت کر دی۔ اور قطیف اور ہجر کے قبائل کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا۔

قبیلہ عبدالقیس اپنے سردار جارود بن معلّی کی بدولت اسلام پر قائم رہا۔ حضرت جارود نے اپنے قبیلہ کو بلایا اور کہا کہ میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اگر تمہیں اس کا جواب معلوم ہو تو کچھ کہنا ورنہ خاموش رہنا۔ آپؓ نے پوچھا کیا تمہیں اس بات کی خبر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل بھی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام آتے رہے ہیں۔ ان لوگوں نے جواب

Marfat.com

دیا کیوں ہے۔ حضرت جارودؓ نے پوچھا پھر وہ کہاں گئے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ مر گئے ہیں۔ حضرت جارودؓ نے کہا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی اسی طرح ہوئی جس طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کی وفات ہوئی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ قبیلے کے تمام لوگوں نے کہا کہ ہم بھی اقرار کرتے ہیں۔

بنو بکر کے سردار حطم کو جب عبد القیس کے دوبارہ مسلمان ہونے کی خبر پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلا اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے علاء بن حضرمی کو حطم کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ راستہ میں ثمامہ بن اثال اور قیس بن عاصم بھی بنی حنیفہ اور بنی تمیم کے آدمیوں کو لے کر ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔

حطم مقابلہ کے لئے آیا۔ تقریباً دو ماہ تک دونوں فوجوں میں جھڑپیں ہوتی رہیں۔ آخر کار ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ علاء نے باغیوں کو شکست دی اور کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ دارین کی طرف بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ خدا کی قدرت جس مقام سے مسلمانوں نے سمندر عبور کیا وہ پایاب ہو گیا۔ مسلمان بغیر کشتیوں کے جزیرہ میں پہنچ گئے اور باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس مہم میں بنو بکر کے سردار مثنیٰ نے مسلمانوں کی بڑی امداد کی۔

عمان اور مہرہ کی باغیوں سے صفائی ۶۳۲ ۱۱ھ

اہل عمان اپنے سردار جعفر کی سرکردگی میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ رسول کریم صلعم کی وفات کی خبر سنتے ہی عمان کے لوگوں میں اضطراب اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر لقیط بن مالکؓ نے دعویٰ نبوت کر دیا۔ اور ایک بھاری فوج دار الخلافہ دبا میں جمع کر لی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس شورش کو دبانے کے لئے حذیفہ مقرر کیا اور عکرمہ کو مسیلمہ کی فوج سے زک اٹھانے کے بعد اس مہم پر امداد کے لئے بھیج دیا۔ متحدہ فوج نے لقیط بن مالکؓ کو شکست دی۔

مہرہ

حضرت حذیفہ تو امن کو برقرار رکھنے کے لئے وہیں ٹھہرے رہے اور عکرمہ نے مہرہ کی طرف رخ کیا۔ وہاں دو قبائلی سردار تھے۔ ان کے درمیان دشمنی تھی۔ ایک سردار نے تو عکرمہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ اور دوسرے نے شکست کھائی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

یمن ۶۳۲ ۱۱ھ

اسود عنسی کے قتل کے بعد یمن میں چند روز امن رہا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فیروز نامی ایرانی النسل کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ قیس بن مکشوح نے عمرو بن معدی کرب کے ساتھ مل کر یمن کی طرف آ گئے۔ جب متحدہ افواج یمن پہنچیں تو قیس اور عمرو میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ عمرو نے قیس کو پکڑ کے مہاجر کے سامنے پیش کر دیا۔ مگر مہاجر نے دونوں کو گرفتار کر کے خلیفہ

Marfat.com

کی خدمت میں پیش کر دیا۔ دونوں نے خلیفہ کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا۔

حضرموت ۱۱ھ/۶۳۲ء حضرموت اور کندہ سے زکوٰۃ کی وصولی کا کام زیاد بن لبید کے سپرد ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر اشعث بن قیس اپنی قوم کے ساتھ مرتد ہو گیا۔ اور علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ زیاد نے وفادار قبائل کی مدد سے اشعث کا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ حضرت ابوبکرؓ نے مہاجر اور عکرمہ کو زیاد کی امداد پر مامور کیا۔ جب حضرموت میں اسلامی فوج پہنچی تو زیاد نے اشعث پر حملہ کر دیا۔ اور خونریز لڑائی لڑی گئی۔ بالآخر اشعث گرفتار ہو گیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دعوتِ اسلام دی اور وہ دوبارہ اسلام لے آیا۔

حجاز مکہ اور طائف کے علاقوں کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بدامنی پھیل گئی۔ بنو خزاعہ کے ڈاکوؤں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ حاکم مکہ عتاب نے اس شورش کو دبا دیا اور حجاز میں دوبارہ امن قائم ہو گیا۔

تہامہ اور نجران تہامہ اور نجران میں عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن معدی کرب نے امن کی فضا کو مکدر کر دیا۔ اس علاقہ کے حاکم خالد بن سعید نے عمرو کو شکست تو دے دی لیکن علاقہ میں امن قائم نہ کر سکا۔ اور آخر کار حضرت ابوبکرؓ نے طاہر کو اس علاقہ میں امن قائم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے شورش پسند عناصر کو دستِ آہنی سے کچل کر رکھ دیا۔ تاریخ کے ان واقعات کو پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں ہر طرف بدامنی ہی پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے عزمِ راسخ اور قوتِ ایمان سے ایک سال کے اندر اندر تمام عرب کو فتنوں سے پاک صاف کر دیا اور ایک مستحکم حکومت کی بنیاد ڈالی جس نے قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان سلطنتوں کو پامال کر دیا۔

بیرونی فتوحات

جزیرہ عرب دنیا کی دو عظیم الشان سلطنتوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ مشرق میں ایران اور مغرب میں روم۔ دونوں سلطنتوں سے اہلِ عرب کے تعلقات کشیدہ چلے آ رہے تھے۔

ایران کی حکومت ایران پر ساسانی خاندان حکومت کرتا تھا۔ ساسانی حکومت کی بنیاد اردشیر بابکان نے ڈالی تھی۔ ۲۳۰ء میں ایرانیوں کی شیرازہ بندی کر کے حکومت کو مستحکم بنا لیا تھا۔ تمام ایران نیز عراق پر بھی قبضہ کر لیا تھا جب رسول کریم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تھا تو اس وقت نوشیرواں کا پوتا خسرو پرویز تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی خط چاک چاک کیا تھا۔ اس نے یمن کے عامل کو رسول کریم صلعم کو گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بیٹے شیرویہ نے اس کو قتل کر دیا، اور خود تخت نشین ہوا۔ اور اپنے ملک پر سختیاں شروع کر دیں۔ چھ ماہ کے بعد فنا ہو گیا۔ اور اس کا کمسن بچہ اردشیر تخت پر بٹھایا گیا۔ ایرانی فوج کے سپہ سالار شہر براز نے لڑکے کو قتل کیا اور خود تخت سلطنت پر بیٹھ گیا۔ امراء اور ارکان سلطنت اس کے خلاف ہو گئے اور اس کو مار ڈالا۔ اور شیرویہ کی بہن بوران دخت کے ہاتھ میں زمام حکومت دی۔ یہ صرف سولہ مہینے حکمران رہی۔ اس کا زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری زمانہ ہے۔ بوران کے بعد جوان شیر تخت پر بیٹھا۔ وہ ایک ماہ بھی حکومت نہ کر سکا اس کے بعد خسرو پرویز کی دوسری بیٹی ارزم دخت تخت پر بیٹھی۔ آخر میں شاہ یزدگرد شہریار بادشاہ بنا دیا گیا۔

روم کی حکومت روم کی حکومت کا پایۂ تخت رومۃ الکبریٰ تھا۔ اس کے حدود سلطنت مشرقی ممالک میں شام، مصر اور حبش وغیرہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ ایک عرصہ کے بعد اس سلطنت کے دو حصے ہو گئے۔ مغربی حصہ کا مرکز رومہ رہا اور مشرقی حصہ کا پایہ تخت قسطنطنیہ ہو گیا۔ آغاز اسلام میں قسطنطنیہ کی حکومت ہرقل کے ہاتھ میں تھی۔ اس کی حکومت ۴۱ھ تک رہی۔ اس کے زمانہ میں مسلمان ملک شام پر قابض ہوئے۔

ایرانی اور رومی سلطنتوں میں ایک دائمی دشمنی چلی آ رہی تھی۔ ایک دوسرے سے وہ ہمیشہ برسرپیکار رہتے تھے کبھی ایرانی غالب آ جاتے اور کبھی رومی۔ آغاز اسلام میں قیصر فوقا اور نوشیرواں کی فوجوں میں معرکہ ہوا۔ اور ایرانی ساحل باسفورس تک قابض ہو گئے اور فینیشیا اور فلسطین کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ پھر ہرقل کے زمانہ میں بھی رومیوں کو شکست ہوئی۔ ایرانی مصر تک بڑھے اور اسکندریہ کو فتح کر لیا۔

۶۲۲ء میں ہرقل پوری فوجی تیاری کر کے ایرانیوں پر حملہ آور ہوا اور فتح پائی۔ ۶۲۸ء میں دونوں ملکوں میں مصالحت ہو گئی۔

جنگ ایران

ایران سے جنگ کے اسباب

۱۔ عرب اور ایران کی قدیم آویزش عربوں اور ایرانیوں کی قدیم سے دشمنی چلی آ رہی تھی عربوں کی مرکزی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے ایرانی ہمیشہ

Marfat.com

عربوں کی آزادی سلب کرنے کی کوشش کرتے رہتے۔ بعض اوقات انہیں زیر کر لیتے اور ان سے خراج وصول کرتے۔ ساسانی بادشاہ شاپور بن اردشیر نے حجاز اور یمن دونوں کو باجگذار بنالیا تھا۔ وہ اتنا ظالم تھا، جو عرب میں گرفتار ہوتا اس کے شانے اکھڑوا دیتا۔ اس لئے عرب سابور کو "ذوالاکتاف" کے نام سے پکارتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ کا نامہ مبارک پھاڑنا: اہل ایران اپنی طاقت کے گھمنڈ اور اپنے اعلیٰ تمدن کی وجہ سے اہل عرب کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ جب ۷ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کو تبلیغی خط لکھا تو اس نے خط کو چاک چاک کر دیا اور کہا "غلام آقا کو اس طرح لکھتا ہے" اور اپنے یمن کے گورنر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ اسلام دشمنی جب تمام عرب اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور اہل ایران نے دیکھ لیا کہ مسلمانوں نے رومیوں کی جارحانہ کارروائی کا کس طرح مقابلہ اور ان کو نیچا دکھایا تو اہل ایران اسلام کو خطرے کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور اس کے خاتمہ اور تباہ کرنے کی کوششوں میں سرگرم ہو گئے۔

۴۔ ایرانیوں کا بحرین کے باغیوں اور سجاح کی مدد کرنا بحرین میں بنی بکر نے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو شاہ ایران نے ان کو فوجی مدد دی تھی۔ یہ شاہ ایران کا صاف طور پر اسلامی حکومت کے خلاف اعلان جنگ تھا۔ ایران کے ساتھ جنگ کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے اور یہ ابتداء ایرانیوں کی طرف سے ہوئی۔

عراق عرب کی طرف سے جہاں حکومت ایران کا اثر تھا سجاح مدینہ نبوت بھی ایک فوج لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئی تھی۔ اس کی پشت پناہی بھی ایرانی حکومت کر رہی تھی۔ ان دو واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عربوں سے چھیڑ چھاڑ کی ابتدا ایرانیوں کی طرف سے ہوئی نہ کہ مسلمانوں کی طرف سے۔ چنانچہ میور بھی لکھتا ہے۔

"کلدیہ اور جنوبی شام فی الحقیقت عرب کے حصے ہیں۔ وہ قومیں جو ان ممالک میں آباد تھیں، کسی قدر بت پرست مگر زیادہ تر دگو برائے نام ہی سہی) عیسائی عرب قوم کا جزو لازم تھیں اور اس لحاظ سے نئے سلسلہ کے فوری دائرہ عمل کے اندر تھیں۔ لیکن جب ان کی مڈبھیڑ سرحد کے اسلامی دستوں سے ہوئی تو ان کی حمایت میں ان کے اپنے بادشاہ کھڑے ہو گئے۔ مغربی اقوام کی حمایت میں کسریٰ۔ اس طرح برلڑائی نے وسعت اختیار کر لی اور اسلام کا مقابلہ مشرق اور مغرب

Marfat.com

کی دو زبردست سلطنتوں سے شروع ہوگیا۔

یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں، مسلمانوں نے سلطنت روما اور ایران سے لڑائی کرنے میں آغاز نہیں کیا بلکہ ان دونوں حکومتوں نے اسلامی حکومت کے اندرونی معاملات میں دخل دیا۔ اور باغیوں کی مدد کی۔ اس سے حضرت ابوبکرؓ پر عائد کردہ الزام دور ہوجاتا ہے کہ آپؓ نے اہلِ عرب کو جنگ میں مشغول رکھنے کے لئے ہمسایہ حکومتوں سے جنگ کا آغاز کیا تھا۔

اسلامی حکومت اور ایران اور روما کی طاقت کا موازنہ

اگر اسلامی حکومت کا ایرانی اور رومی حکومت کی طاقت سے موازنہ کیا جائے تب بھی یہ الزام سراسر باطل اور بے بنیاد نظر آتا ہے۔ اسلامی حکومت کے پاس نہ تو اسلحہ تھا اور نہ اتنی فوج کہ ایک ہی وقت میں اس وقت کی دو عظیم الشان اور طاقت ور حکومتوں سے مقابلہ کر سکے۔ تاریخی طور پر یہ بات واضح ہے کہ جب اسلامی حکومت کی فوج ان حکومتوں کی جارحانہ کارروائیوں کے دفاع کے لئے آگے بڑھی تو اسلامی فوج کے مقابل پر دو تین گنا زیادہ فوج ہوتی تھی، پھر ہر قسم کے اسلحہ کے ساتھ لیس ہوتی تھی۔ ان حالات میں حضرت ابوبکرؓ کے دل میں بھی یہ خیال نہیں آسکتا تھا کہ ایران اور روم سے ایک ہی وقت میں لڑائی چھیڑ دیں۔

خلیفہ کی اہم ذمہ داری

عرب دو طاقت ور حکومتوں میں گھرا ہوا تھا۔ رومیوں کی طرف سے شرارتوں کا آغاز تو رسول کریم صلعم کے عہد میں ہوچکا تھا۔ اس وجہ سے دو دفعہ اسلامی سرحد کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کو لشکر کشی کرنی پڑی۔ اور اہلِ ایران نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد باغیوں کی مدد کرنا شروع کر دی جو اسلامی حکومت کے خلاف صاف طور پر اعلانِ جنگ تھا۔ خلیفہ پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ قومی بقاء اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے مناسب کارروائی کرے۔ چنانچہ اس فرض منصبی کی ادائیگی کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے ایرانیوں کے ساتھ لڑائی کی۔

جنگ کاظمہ (ذات السلاسل)
۱۲ھ مارچ ۶۳۳ء

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بحرین کی بغاوت میں ایرانی فوج نے مسلمانوں کے خلاف بنی بکر کی مدد کی تھی۔ اس بغاوت کو فرو کرنے میں مثنیٰ بن حارث شیبانی نے خاص مدد دی تھی۔ مثنیٰ کا قبیلہ بنو شیبان بھی سرحد ایران پر آباد تھا۔ وہ اور اس کے قرب وجوار کے قبائل ہمیشہ ایرانی ظلم و ستم کا نشانہ بنے رہتے تھے مثنیٰ نے اپنے اور دوسرے قبائل سے آٹھ ہزار فوج اکٹھی کی اور خود مدینہ جاکر حضرت ابوبکرؓ کو ان حالات سے آگاہ کیا۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے اپنے جنگی مشیروں سے مشورہ لے کر مثنیٰ کو

Marfat.com

عراق کی طرف بڑھنے کی اجازت دے دی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ مسیلمہ کذاب کی مہم سے فارغ ہو چکے تھے۔ ان کو مثنیٰ کی مدد کے لیے حکم دیا اور مثنیٰ کو کہا کہ وہ خالدؓ کی زیر کمان کام کرے۔ حضرت خالدؓ خلیفہ وقت کا حکم ملتے ہی جنوبی عراق کی طرف بڑھے اور اُبلہ کے مقام (جو موجودہ بصرہ کے قریب ہے) پر مثنیٰ کے لشکر کے ساتھ مل گئے اور سرحد عراق کے گورنر ہرمز کو خط لکھا۔ "تم اسلام لے آؤ، محفوظ رہو گے۔ یا اپنی قوم کی طرف سے ذمی ہونے کا اقرار کرو اور جزیہ دینا قبول کرلو ورنہ سوائے اپنے پھر کسی کو ملامت نہ کرنا۔ کیونکہ میں ایک ایسی قوم کو تمہارے مقابلہ میں لا رہا ہوں جو اس قدر موت کی خواہاں ہے جس قدر تم زندگی کے خواہاں ہو۔"

ہرمز نے یہ خط پڑھ کر کسریٰ شہنشاہ ایران کی طرف بھیج دیا اور خود اپنی تمام فوجوں کو اکٹھا کرکے مقام کاظمہ کی طرف بڑھا۔ حضرت خالدؓ بھی اپنی فوج لے کر کاظمہ کی طرف بڑھے جب دونوں فوجوں نے مقابلہ کے لیے آمنے سامنے ڈیرے ڈال دیئے تو حضرت خالدؓ نے زمانہ کے دستور کے مطابق ہرمز کو انفرادی مقابلہ کے لئے بلایا۔ ہرمز مقابلہ پر آیا۔ اور حضرت خالدؓ کی تلوار کی ایک ضرب سے زمین پر آگرا۔ اس کے بعد عام جنگ ہوئی۔ ایک عرب مجاہد قعقاع بن عمرو نے خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ ہرمز کے قتل کے بعد ایرانی زیادہ عرصہ میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکے۔ مسلمان دریائے فرات کو پار کر کے دور تک دشمن کا تعاقب کرتے رہے۔

اس جنگ میں ایرانی سپاہیوں کی بعض جماعتوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا۔ تاکہ میدانِ جنگ سے بھاگ نہ سکیں۔ جب ان زنجیروں کو اکٹھا کیا تو تقریباً ایک شتر بار ہوئیں۔ اس وجہ سے اس جنگ کو ذات السلاسل کہا جاتا ہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ کو حضرت خالدؓ کی اس کامیابی کا علم ہوا تو ان کی بہادری کی قدردانی کے طور پر ہرمز کا تاج جو ایک لاکھ درہم کا تھا دیا۔

نتائج اس جنگ کا بڑا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ایرانی فوج کی شکست سے مسلمانوں کی ہمتیں بڑھ گئیں اور حوصلے بلند ہوگئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ ایرانی لشکر ان کے مقابلے پر نہیں ٹھہر سکتا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو بڑا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ ہتھیاروں کے علاوہ ہر شہسوار کو ہزار ہزار درہم ہاتھ آئے۔

جنگِ مذار جب کسریٰ کو ہرمز کا خط ملا تو اس کی مدد کے لیے قارن نامی سپہ سالار کی زیر قیادت ایک لشکر جرار بھیج دیا۔ راستہ میں ہی اس لشکر کو ہرمز کے قتل اور ایرانی فوج کی شکست کی خبر مل گئی۔ اس نے مقام مذار پر ڈیرہ ڈال دیا۔ یہاں ہرمز کے شکست خوردہ سپاہی

Marfat.com

بھی قارن کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ جب حضرت خالدؓ کو اس لشکر کا علم ہوا تو وہ بھی مذار کی طرف بڑھے۔ ایک خونریز لڑائی لڑی گئی۔ سپہ سالار قارن مارا گیا۔ ایرانی فوج کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لڑائی میں تیس ہزار ایرانی سپاہ مارے گئے۔

نتائج جنگ مذار میں بھی بڑا مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ حضرت خالدؓ نے کچھ عرصہ مذار میں قیام کیا۔ دشمنوں کے معاونین اور سپاہیوں کی اولاد کو جنگی قیدی بنا لیا۔ مزارعین کو زمینوں پر برقرار رکھا۔ خراج وصول کرنے کے لئے کارندے اور افسر مقرر کر کے خالدؓ خود توسیع فتوحات کے متعلق سوچنے لگے۔

جنگ ولجہ جب شہنشاہِ ایران کو اس شکست کی خبر پہنچی تو اس نے اندرزگر اور بہمن جاذویہ کی زیر قیادت ایک لشکر جرار مسلمانوں کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ اس دفعہ ایرانی فوج میں نصارائے عرب بھی شامل تھے۔ جب ایرانی لشکر ولجہ پہنچا تو حضرت خالدؓ کو علم ہوا تو وہ مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔ ولجہ پہنچ کر ایرانی فوج پر تین طرف سے حملہ کرنے کی تدبیر سوچی۔ فوج کے تین حصے کئے۔ پہلے ایک طرف سے خود فوج لے کر آگے بڑھے۔ جب لڑائی کے شعلے بھڑکنے لگے تو فوج کا دوسرا اور تیسرا حصہ اپنی اپنی کمین گاہوں سے نکل کر ایرانی فوج پر حملہ آور ہو گیا۔ ایرانی سمجھے کہ مسلمانوں کو نئی کمک پہنچ گئی ہے۔ اس طرح وہ اتنے گھبرائے کہ وہ بہت جلد ہزیمت کھا کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ ان کے سپاہیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد ماری گئی۔ اور اندرزگر فرار کے دوران پیاس کی شدت سے مر گیا۔

جنگ اُلیس (۱۲ھ) قبیلہ بکر کے جن عیسائی عربوں نے ایرانیوں کی مدد کی تھی۔ وہ اکثر اس لڑائی میں قتل کر دیئے گئے۔ اس حادثہ فاجعہ کے بعد ان کے بہت سے ہم قوم عیسائی جوش و خروش کے ساتھ بہمن جاذویہ کے لشکر میں بھرتی ہونا شروع ہو گئے تاکہ مسلمانوں کو شکست دے کر اپنے جوشِ انتقام کی آگ بجھائیں۔ چنانچہ بہمن تمام فوج لے کر انبار کے قریب اُلیس کے مقام پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ حضرت خالدؓ کو علم ہوا تو وہاں پہنچ کر ایرانیوں پر دھاوا بول دیا اور ان کو شکست دی۔ اور ایرانی سپاہیوں کی کثیر تعداد ماری گئی۔ بقول امام المورخین طبری جنگ اُلیس میں ستر ہزار کافر مارے گئے تھے۔

فتح امغیشیا جنگ اُلیس کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنی فوج ظفر موج کو حکم دیا کہ امغیشیا پر حملہ کیا جائے۔ یہ شہر دریائے فرات کے کنارے بڑا بارونق اور آباد تھا۔ یہاں کے باشندے جنگ اُلیس میں شریک ہو کر مسلمانوں سے لڑے تھے۔ حضرت خالدؓ کے حکم سے مسلمان فوج نے شہر کو زیر و زبر کر کے دشمنوں کو قیدی بنا لیا۔ اور مال و دولت لوٹ لیا تو وہ

Marfat.com

بھی لشکر لے چل پڑے۔ پہلے حفیر پہنچ کر انتظامات کے بارے میں اطمینان کیا۔ پھر جلدی الیس پہنچ کر جنگ شروع کر دی۔ پہلے عیسائی عرب مقابلے پر اترے۔ حضرت خالدؓ نے ایک ہی وار میں ان کے سپہ سالار مالک بن قیس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مالک کا قتل ہونا تھا کہ ان کی صفوں میں کمزوری اور بد دلی پھیل گئی۔ یہ دیکھ کر جابان ایرانی سپاہیوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ ایرانی فوج کو یقین تھا کہ بہمن بھاری فوج لے کر آیا چاہتا ہے۔ اس بھروسے پر ایرانی فوج اتنی بہادری اور استقلال سے لڑی کہ حضرت خالدؓ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ مسلمانوں نے بار بار حملہ کیا لیکن دشمنوں نے بڑی پامردی اور مستقل مزاجی کا ثبوت دیتے ہوئے ہر بار حملے کو ناکام بنا دیا۔ بالآخر حضرت خالدؓ نے مادی اسباب و ذرائع کی ناکامی دیکھ کر خدا تعالیٰ کے حضور میں دست بدعا ہو کر فتح و نصرت کی درخواست کی اور یہ عہد کیا کہ "اے اللہ! اگر تو مجھے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دے تو پھر میں کسی دشمن کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ اور یہ دریا ان کے خون سے سرخ ہو جائے گا"۔ حضرت خالدؓ نے مختلف جنگی چالیں اور حربے استعمال کئے۔ آخر کار دشمن ہمت ہار بیٹھے۔ ان کی صفوں میں انتشار پھیلنے لگا اور وہ میدان جنگ چھوڑ کر جان بچانے کی فکر کرنے لگے۔ امغیشیا میں اتنا مال و دولت ہاتھ آیا کہ ہر شہسوار کو پندرہ سو درہم ملے۔ بہادری کے انعامات اس کے علاوہ تھے۔

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالدؓ نے ایک قاصد کے ہاتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ اور جنگی قیدی حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں روانہ کئے۔ قاصد نے حاضر خدمت ہو کر فتوحات کی فہرست پیش کرتے ہوئے مال غنیمت کی فراوانی، جنگی قیدیوں کی کثرت، مسلمان مجاہدوں کی بہادری اور سرفروشی اور حضرت خالدؓ کے کارناموں کی داستان سنائی تو حضرت ابوبکرؓ پکار اٹھے "اب خالدؓ جیسا بہادر پیدا نہیں ہو سکتا۔ عراق میں مسلمانوں کی خبر جب مدینے سے باہر عرب بستیوں میں پھیلی تو ہر طرف خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

حیرہ کی فتح امغیشیا کے بعد حضرت خالدؓ نے سوچا کہ یہ شکست خوردہ عرب قبائل جوش انتقام میں کسی نہ کسی وقت مصیبت کا سامان پیدا کر سکتے ہیں۔ اس لئے سپہ سالار اعظم نے یہ فیصلہ کیا عرب قبائل کی قوت کو ہمیشہ کے لئے ملیامیٹ کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ حیرہ کی طرف بڑھے۔ اہل حیرہ نے جب یہ دیکھا کہ وہ اسلامی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو مصالحت کی پیش کش کی۔ عمرو بن عبدالمسیح اور دوسرے روساء نے آکر صلح کی گفتگو کی ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ پر مصالحت ہو گئی۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کو تحفے تحائف بھی پیش کئے۔ حضرت خالدؓ نے خلیفہ کی ہدایت کے مطابق ان کو جزیہ کی رقم میں شمار کر دیا۔ چنانچہ

Marfat.com

لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

یہ وہ عہد ہے جو حضرت خالد بن ولیدؓ نے عدی اور عمر پسران عدی اور عمرو بن المسیح اور ایاس بن قبیصہ اور حیری بن اکال کے ساتھ کیا۔ جن کو اہل حیرہ نے اس اختیارنامہ کا اختیار دیا۔ اہل حیرہ ہر سال ایک لاکھ نوے ہزار درہم خراج دیا کریں گے۔ یہ خراج پادریوں اور عام لوگوں پر یکساں طور پر عائد کیا جائے گا۔ صرف وہ فقراء اس سے مستثنیٰ ہوں گے جو تارک الدنیا ہو چکے ہوں۔ مسلمان شہر کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے ورنہ خراج کے حقدار نہ ہوں گے۔ اگر اہل حیرہ بد عہدی کریں تو مسلمان بری الذمہ ہیں۔ اہل حیرہ سے صلح ہونے کے بعد بہت جلد اردگرد کے رؤسا نے مسلمانوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا شروع کر دیا۔ اس طرح حیرہ سے ابلہ تک چار سو میل کا علاقہ بغیر کسی خاص مزاحمت کے مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور جنوبی عراق کا علاقہ اسلامی حکومت کا حصہ بن گیا۔

شمالی عراق کی طرف پیش قدمی

جب حضرت خالد بن ولیدؓ جنوبی عراق کی مہم سے فارغ ہو گئے تو حضرت عیاض بن غنم کی مدد کے لئے شمالی عراق کی طرف پیشقدمی کی اور حیرہ میں قعقاع بن عمرو کو اپنا نائب بنا گئے۔

فتح انبار

حضرت خالدؓ انبار پہنچے تو وہاں کے باشندے قلعہ گیر ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان پر تیر برسائے۔ آخرکار انہوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ وہ خالی گھوڑوں پر سوار ہو کر علاقہ کو چھوڑ دیں گے اور تمام مال و متاع اور قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے یہ شرط قبول کر لی۔ اس فتح کے بعد اس اطراف کے دوسرے رؤسا نے بھی جزیہ پر صلح کر لی۔ حضرت خالدؓ نے وہاں زبرقان بن بدر کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود عین التمر کی طرف بڑھے۔

جنگ عین التمر

دسمبر ۶۳۳ء

حضرت خالد بن ولیدؓ انبار کی فتح کے بعد عین التمر کی طرف بڑھے۔ جہاں بہرام کا بیٹا مہران اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ اس فوج میں بنو نمر، بنو تغلب، بنو ایاد کے عیسائی عرب بھی عقہ کی زیر قیادت شامل تھے۔ عقہ نے مہران سے کہا کہ عرب عربوں کی لڑائی سے خوب واقف ہیں۔ اس وجہ سے ہم کو خالدؓ کے مقابلہ پر جانے دو۔ اس نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ عقہ اپنی فوج لے کر حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر آیا۔ دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ عقہ گرفتار ہوا۔ اور باقی فوج میدان جنگ سے بھاگ کر قلعے کی طرف آئی تو دیکھا کہ مہران اپنی فوج کو لے کر وہاں سے چلا گیا۔ عیسائی فوج قلعہ میں محصور ہو گئی۔

Marfat.com

مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا اور کسی کو بھی امان دیئے بغیر سب کو قتل کر دیا۔

جنگ دومۃ الجندل

عین التمر کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید کو عیاض بن غنیمؓ کا خط ملا جو شمالی عراق دومۃ الجندل کا محاصرہ کئے ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت خالدؓ کو مدد کے لئے بلایا تھا۔ خالدؓ نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ جواب دیا۔

"از جانب خالدؓ بنام عیاضؓ! میں تمہارے ہی پاس آ رہا ہوں"۔ دومۃ الجندل میں عرب کے نصاریٰ کی کثیر تعداد تھی۔ جب ان کو خالدؓ کے آنے کی خبر ملی تو ان کے سردار اکیدر بن عبدالملک نے اپنی قوم سے کہا کہ میں خالدؓ کو خوب جانتا ہوں۔ میں نے اس سے زیادہ خوش نصیب اور بہادر جرنیل نہیں دیکھا۔ کوئی فوج خواہ کم ہو یا زیادہ خالدؓ کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ اس سے صلح کر لی جائے لیکن لوگوں نے اس کی بات کو نہ مانا۔ وہ ناراض ہو کر ان کو چھوڑ کر نکلا اور قتل کر دیا گیا۔

آخر خالدؓ اپنی فوج لے کر پہنچ گئے۔ ایک طرف تو عیاض بن غنیمؓ نے پہلے ہی محاصرہ کر رکھا تھا۔ دوسری طرف سے خالدؓ نے قلعہ کو گھیرے میں لے لیا۔ محصورین نے تنگ آ کر شکست کھائی۔ سوائے بنی کلب کے جو تمیم کے حلیف تھے اور ان کو عاصم بن عمر تمیمی نے امان دے دی تھی باقی سب کو تہ تیغ کر دیا گیا۔

خالدؓ کی شمالی عراق کی طرف سے واپسی

شمالی عراق میں حضرت خالدؓ کی عدم موجودگی کی وجہ سے عرب قبائل نے ایرانیوں کو عراق واپس لینے کی ترغیب دی۔ ایرانی فوجی افسر زرمہر اور روزبہ عرب قبائل کو ساتھ لے کر حصید اور خنافس کی طرف بڑھے۔ خالدؓ دومۃ الجندل کی مہم سے فارغ ہو چکے تھے۔ وہ فوراً شمالی عراق کی طرف بڑھے اور ابولیلی اور قعقاع کی مدد سے ایرانیوں کو ذلت آمیز شکست دی اور عرب قبائل پر مقام بشر اور ثنی میں شبخون مار کر ان کی طاقت کو پاش پاش کر دیا۔

جنگ فراض

ذیقعد ۱۲ھ ۶۳۴ء

اس کے بعد خالدؓ فراض کی طرف بڑھے۔ فراض میں شام عراق اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں۔ یہاں رومی، ایرانی اور دیگر عرب قبائل نے ایک متحدہ فوج جمع کر رکھی تھی۔ خالدؓ کے مقابلہ کے لئے از سر نو اپنی فوج کو ترتیب دیا۔ ایک طرف ایران، روم، عرب کی متحدہ فوج اور دوسری طرف حضرت خالدؓ کی قیادت میں صرف مٹھی بھر مسلمان۔ دونوں فوجوں کے درمیان دریائے فرات حائل تھا۔ متحدہ فوج نے طاقت کے گھمنڈ میں دریا کو عبور کیا جونہی دشمن کی متحدہ فوج دریا کو عبور کر کے مسلمانوں کی طرف بڑھی تو حضرت خالدؓ نے اتنے زور سے حملہ کیا کہ دشمن فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سامنے اسلامی فوج تھی اور پیچھے دریائے فرات تھا۔ اس

Marfat.com

نے فرار کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اسی وجہ سے تقریباً تمام فوج لقمہ تیغ بنی۔ اس فتح کے بعد خالدؓ نے مثنیٰ کو عراق میں چھوڑا۔ اور خود حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ حج کی ادائیگی کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے ان کو شام کی سرحدوں کی طرف روانہ کر دیا جہاں رومیوں سے جنگ چھڑی ہوئی تھی۔

جنگ بابل حضرت خالدؓ کی واپسی پر شہنشاہ ایران نے ہرمز کی قیادت میں ایک نیا لشکر روانہ کر دیا۔ جس کی تعداد دس ہزار تھی۔ مثنیٰ کے پاس اس سے کم فوج تھی تاہم اس نے دریائے فرات عبور کیا اور قدیم شہر بابل کے قریب خیمہ زن ہو گیا۔ ہرمز کی فوج میں ایک ہاتھی تھا جس نے مسلمانوں کو بہت پریشان کیا مگر مثنیٰ نے اسے نیزہ مار کر ہلاک کیا۔ اور ایرانیوں کو شکست دی۔

مثنیٰ کو خطرہ تھا کہ ایرانی از سرِ نو فوج کو اکٹھا کر کے اسلامی علاقوں پہ حملہ آور ہوں گے اسی وجہ سے مثنیٰ مزید کمک کے لئے مدینہ روانہ ہوا۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ آپ نے حضرت عمرؓ کو وصیت کی کہ مثنیٰ کو فوجی مدد بھیجی جائے۔

فتوحات شام

تصادم کے اسباب

۱۔ قدیم آویزش عربوں اور رومیوں میں پرانی دشمنی اور رقابت چلی آرہی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں کے مقدس معبد بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لئے رومیوں کے اشتعال پر حبشہ کے عیسائی گورنر ابرہہ نے مکہ پر حملہ کر دیا تھا، جس کا ذکر قرآن مجید میں سورۂ فیل میں آتا ہے۔

۲۔ اسلامی سفیروں سے ناروا سلوک جب آفتاب رسالت عرب میں ظاہر ہوا۔ اور عرب آہستہ آہستہ اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہونے شروع ہوئے تو رومیوں کا جوش عداوت اور بڑھنے لگا اور رومیوں نے تمام بین الاقوامی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں پر زیادتیاں شروع کر دیں جس کا آغاز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی ہو چکا تھا۔ آنحضرتؐ نے ۶ھ کو دحیہ کلبی کو سفیر بنا کر قیصر کے دربار میں بھیجا تو وہ لوٹ لئے گئے۔ دوسرے سفیر حارث بن عمرو کو جو شرجیل حاکم بصریٰ کے پاس تبلیغی مراسلہ لے کر گیا تھا۔ قتل کر دیا گیا۔ غزوہ موتہ اسی کے انتقام میں لڑی گئی۔

۳۔ عہدِ نبوت میں تصادم کا آغاز ۹ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ رومیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سرحدوں کی حفاظت کے لئے قحط سالی میں تبوک کی طرف تشریف

Marfat.com

لے گئے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل حضرت اسامہؓ کی زیر کمان رومیوں کی جارحانہ کارروائی کو روکنے کے لیے ایک لشکر تیار کیا تھا۔ یہ لشکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی وجہ روانہ نہ ہو سکا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عنانِ خلافت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی اس لشکر کو سرحد شام کی طرف بھیجا۔ اسامہ کے لشکر کی واپسی پر جب عرب کے مختلف اطراف میں مہمات بھیجی گئیں تو ایک مہم حضرت خالد بن سعید کی زیر قیادت سرحد شام کی طرف بھیجی گئی۔

۴۔ اندرونی مداخلت حضرت ابوبکرؓ نے واضح طور پر حضرت اسامہؓ کو حکم دیا کہ وہ خود چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ اگر دشمن جارحانہ کارروائی کرے تو اس کا جواب دے۔ حضرت ابوبکرؓ کی اس مہم کا مطلب صرف اسلامی سرحد کی حفاظت تھا۔ قیصر کی حکومت مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت کے آغاز میں اندرونی شورش کی وجہ سے قیصر روم نے ایک طرف بدوی اقوام کو مسلمانوں کے خلاف اکسانا شروع کر دیا اور دوسری طرف خود حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ خالد بن سعیدؓ نے ان کی کارروائیوں سے حضرت ابوبکرؓ کو مطلع کر دیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے قیصر روم کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اور مقابلہ کے مزید کمک بھیجی۔

شام پر لشکر کشی حضرت ابوبکرؓ نے شام کے مختلف حصوں میں چار مختلف قائدین کی زیر کمان فوجیں بھیجیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو حمص۔ عمرو بن عاص کو فلسطین۔ یزید بن ابی سفیان کو دمشق اور شرجیل بن حسنہ کو اردن کی طرف بھیجا۔ ان چاروں قائدین کے ماتحت کل فوج کی تعداد چھتیس ہزار تھی۔

قیصر روم ان دنوں حمص آیا ہوا تھا۔ جب قیصر کو مسلمانوں کی فوج کا علم ہوا تو قیصر نے ایک لشکر جرار اکٹھا کر کے سارے ملک میں پھیلا دیا۔ تاکہ مسلم افواج ایک جگہ جمع ہو سکیں۔ اب رومی فوجوں کی جھڑپیں اسلامی افواج کے ساتھ شروع ہو گئیں۔ رومی فوج کی عددی قوت کے پیش نظر حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو مزید کمک کے لیے لکھا۔ اس پر خلیفہ نے خالدؓ بن ولید کو لکھا کہ وہ عراق میں نصف فوج مثنیٰ کے ماتحت چھوڑ کر شام کی طرف چلا جائے۔

بصرہ کی فتح حضرت ابوبکرؓ کے اس حکم کے مطابق حضرت خالدؓ بن ولید فوراً شام کی طرف روانہ ہو پڑے۔ آپ نے نہایت ہی تیزی سے ایک ایسے صحرا کو عبور کیا۔ جس میں متواتر پانچ دن تک پانی ملنے کی توقع ہی نہ تھی۔ تاہم آپ نے کامیابی کے ساتھ اس لق و دق صحرا کو عبور کر لیا۔ راستے میں بصریٰ کی بستی آتی تھی جس پر غسانی حکمران حکومت کرتا تھا وہ رومیوں کا طرفدار تھا۔ اس بستی پر حملہ کر کے فتح کر لیا۔ اہل بصریٰ نے جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔

Marfat.com

معرکہ اجنادین ۶۳۴ء

فلسطین کی فتح کے لیے حضرت عمرو بن العاص بھیجے گئے تھے۔ ان کے مقابلہ کے لیے رومیوں کا ایک لشکر جرار اجنادین کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ ان کے ایک طرف دریا اور پس پشت پہاڑ تھا۔ امام طبری کے بیان کے مطابق رومی فوج کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی۔

رومیوں کے ٹڈی دل لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں نے سب لشکروں کو ایک جگہ جمع کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ یزید بن ابوسفیان، شرجیل بن حسنہ اور ابوعبیدہ بھی اپنے اپنے لشکر کو لے کر اجنادین پہنچ گئے۔ حضرت خالدؓ بھی بصریٰ کی فتح کے بعد وہیں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ تمام اسلامی فوجیں اپنے اپنے سپہ سالاروں کی قیادت میں لڑ رہی ہیں۔ آپؓ نے تمام قائدینؓ کو بلا کر کہا۔

"آج کا دن ایک ایسا دن ہے جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اس میں فخر نسبی کے خیال کو چھوڑ کر صرف اللہ کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ دشمن ترتیب اور نظام کے ساتھ آمادہ جنگ ہے اس لیے ہم کو مناسب نہیں کہ ہم متفرق اور منتشر ہو کر جنگ کریں۔ اس لیے تم اس کا مناسب حل تلاش کرو۔"

تمام قائدین نے کہا کہ آپ اپنی رائے بیان کریں تو انہوں نے کہا، میری رائے یہ ہے کہ ہم الگ الگ نہ لڑیں بلکہ سب ایک امیر کے ماتحت ہو جائیں۔ اس سے کسی کی شان میں فرق نہیں پڑے گا۔ اور نہ اللہ اور نہ خلیفہ رسول کے نزدیک اس کا رتبہ گھٹ جائے گا۔ رومی ہمارے اوپر حملہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اگر ہم نے ان کو پیچھے دھکیل دیا تو پھر برابر ان کو دباتے چلے جائیں گے اور اگر خدانخواستہ انہوں نے ہم کو شکست دے دی، پھر ہمارا کہیں ٹھکانہ نہیں رہے گا۔ مناسب یہ ہے کہ ہم باری باری سے امیر ہوں۔ ایک شخص آج، دوسرا کل اور تیسرا پرسوں اور آج کے روز تمام فوج کا امیر مجھ کو بنا دو۔ سب لوگوں نے اتفاق رائے سے حضرت خالدؓ بن ولید کو امیر بنا لیا۔ آپ نے کل فوج کو ۳۸ دستوں میں تقسیم کیا۔ اٹھارہ دستے قلب میں ابوعبیدہؓ کی قیادت میں دیئے۔ دس دستے میمنہ (دائیں طرف) پر عمرو بن العاص کی کمان میں اور دس دستے میسرہ (بائیں) طرف پر یزید بن ابی سفیان کی سرکردگی میں متعین کئے۔ ہر دستہ پر ایک ایک امیر مقرر کیا جو قلب میمنہ اور میسرہ دستوں کے قائدین کے احکام پر اپنے دستے کو لڑائے۔ رومیوں نے بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں بہتر طور پر صف آرائی کی۔ جب جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے تو حضرت خالدؓ بن ولید نے قلب کے دونوں بازوؤں کو جن میں عکرمہ، قعقاع اور عمرو امیر تھے، حکم دیا کہ تیر اندازی کریں۔ اس کے بعد عام حملہ کیا۔ حضرت خالد خود قلب کے دستوں کو ساتھ لے کر دشمن کے سواروں

Marfat.com

اور پیادوں کے درمیان پہنچ گئے۔ پہلے سواروں نے شکست کھائی اور انہیں بھاگنے کا راستہ دے دیا۔ اس کے بعد اسلامی فوج نے پیدل دستوں پر حملہ کیا۔ رومی پیچھے ہٹنے لگے۔ چونکہ ان کے پس پشت پہاڑ تھا۔ اس لئے پیچھے کی طرف نہ بھاگ سکے۔ بہت سے رومی سپاہی مارے گئے۔ بقیہ دریا کی طرف لوٹے۔ مسلمانوں نے دونوں طرف سے دبایا۔ طبری کے بیان کے مطابق ایک لاکھ بیس ہزار رومی سپاہی دریا میں غرق ہو گئے۔ لڑائی دن بھر اور رات بھر ہوتی رہی اور جب صبح ہوئی تو مسلمانوں نے دشمن فوج کو میدان جنگ میں بھگا دیا ہوا تھا اور حضرت خالدؓ رومی سپہ سالار کے خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لڑائی میں مسلمان سپاہیوں کے مرنے والوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ اس لڑائی میں عکرمہؓ نے خوب بہادری کے جوہر دکھلائے اور کئی دشمنوں کو موت کی نیند سلا کر خود شہید ہو گئے۔

اس جنگ میں مسلمان عورتوں نے بھی حصہ لیا اور کئی دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔ جب ہرقل نے اس ذلت آمیز شکست کی خبر سنی تو حمص سے چلا گیا اور ملک شام کو مخاطب ہو کر کہنے لگا "اے ملک شام تجھ کو یہ میرا آخری اسلام ہے"۔ رومیوں نے مسلمان فوج کا حال معلوم کرنے کے لئے ایک عرب جاسوس بھیجا اس نے واپس آ کر مسلمانوں کے متعلق یہ کہا۔

"وہ لوگ رات کو فرشتے اور دن کو دلیر ہیں۔ ان کے انصاف کا یہ حال ہے کہ اگر ان کا شہزادہ بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور زنا کرے تو سنگسار کر دیتے ہیں۔"

دوران جنگ میں مدینے سے ایک قاصد مراسلہ لے کر آیا جس میں حضرت ابوبکرؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی خلافت کی خبر تھی۔ اس میں یہ بھی حکم تھا کہ خالدؓ کو سپہ سالاری سے معزول کیا گیا ہے اور ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا ہے۔

حضرت خالدؓ نے یہ خط خفیہ طور پر حضرت ابو عبیدہؓ کو دکھلا دیا اور فوج کو مراسلہ کے متن سے آگاہ نہ کیا تاکہ فوج کے اندر بددلی پیدا نہ ہو۔ جب کامل فتح ہو گئی تو وہ مراسلہ تمام فوج کو پڑھ کر سنایا گیا اور حضرت خالدؓ نے ابو عبیدہؓ کو امیر لشکر تسلیم کر لیا اور ان کی قیادت میں ایک سپاہی کی حیثیت سے خدمت کرنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں رومیوں اور ایرانیوں پر فتوحات کا یہ سلسلہ یہیں تک پہنچا تھا۔ ان عظیم سلطنتوں پر مکمل فتح حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ہوئی۔

وفات جمادی الثانی ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ بیمار ہوتے اور پندرہ دن بیمار رہ کر اپنے حقیقی مولا سے جا ملے۔ دفات سے پہلے آپؓ نے حضرت عمرؓ کو صحابہ کرام کے مشورہ

ت خلا ۔۔۔۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کے نظامِ حکومت پر طائرانہ نظر

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے قلیل عرصہ میں نہ صرف اندرونی خلفشاروں اور بغاوتوں کو دور کیا بلکہ حملہ آور اقوام اور ایران کے علاقے بھی مسلمانوں کے زیرنگیں آ گئے۔ بعد کے آنے والے خلفاء کے لئے ایک ایسا ہموار راستہ چھوڑا جس پر چل کر انھوں نے عظیم الشان قلعہ سیاست تعمیر کیا اور عظیم الشان فتوحات کے دروازے کھولے۔

ملکی انتظام مشورہ: حضرت ابوبکرؓ حکومت کے تمام کام مشورہ سے چلاتے تھے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی معاملہ پیش آتا تو پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے۔ اگر وہاں سے رہنمائی حاصل کرنے سے قاصر رہتے تو پھر حدیث اور سنت کی طرف رجوع کرتے۔ اگر وہاں سے بھی رہنمائی نہ پاتے تو پھر بڑے بڑے صاحب رائے صحابہ کرامؓ کو بلاتے۔ اُن کے سامنے معاملہ پیش کرتے۔ ان کی رائے کے مطابق فیصلہ کرتے۔ جس معاملہ میں قرآن اور حدیث کا صریح حکم مل جاتا تو پھر اس بارہ میں کسی صحابیؓ کے مشورہ کو قبول نہ کرتے۔ اسامہؓ کے لشکر کی روانگی پر صحابہؓ نے مخالفت کی لیکن آپ نے تمام صحابہ کی مخالفت کے باوجود لشکر کو شام کی سرحد کی طرف بھیج دیا۔ پھر بعض نے یہ بھی مشورہ دیا کہ اسامہؓ کی جگہ کسی اور کو امیر لشکر بنا دیں۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نہ مانے۔ اس طرح زکوٰۃ کی وصولی کے متعلق بعض صحابہؓ نے یہ مشورہ دیا کہ سردست ان سے زکوٰۃ وصول نہ کی جائے۔ جب حالات سازگار ہو جائیں گے تب ان سے زکوٰۃ وصول کی جائے۔ لیکن آپ نے اس مشورہ کو قرآن کی آیات کے صریح خلاف مانا۔

مجلس مشاورت کے بڑے بڑے ارکان حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابت تھے۔

داخلی انتظام عرب کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہر حصہ پر امیر، مقدمات کے فیصلے، سیاسی امور کے انصرام، حدود شریعہ کے اجراء اور نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا۔

ولایات اور ان کے امراء کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ولایت	امیر
مکہ	عتاب بن اسید
طائف	عثمان بن ابی العاص

Marfat.com

صنعاء	مہاجر بن ابی امیہ
حضرموت	زیاد بن لبید
خولان	یعلیٰ بن امیہ
زبید	ابوموسیٰ اشعری
جند	معاذ بن جبل
جرش	عبداللہ بن ثور
بحرین	علاء بن حضرمی
نجران	جریر بن عبداللہ بجلی

عراق اور شام کے مفتوحہ علاقوں کا انتظام وہاں کے سپہ سالاروں کے ہاتھ میں تھا۔

حکام کے انتخاب میں احتیاط اور ان کو مفید نصائح

آپؓ حکام کے انتخاب میں بڑی احتیاط برتتے تھے اور حکومت کے عہدوں کے لئے ان ہی بزرگوں کا انتخاب فرماتے تھے جو درسگاہ رسالتؐ سے تربیت یافتہ ہوئے۔ تقرر کے وقت انہیں مزید نصیحتیں فرماتے تھے۔ ولید بن عقبہ محصل صدقات کو یہ نصیحت فرمائی۔

"جلوت و خلوت میں خدا کا خوف رکھو۔ جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے ایسی سبیل اور اس کے رزق کا ایسا ذریعہ پیدا کر دیتا ہے جو کسی کے گمان میں بھی نہیں آ سکتا جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اس کے گناہ کم کر دیتا ہے اور اس کا اجر دوبالا کر دیتا ہے بے شک بندگان خدا کی خیرخواہی ہی بہترین تقویٰ ہے۔ تم خدا کی ایسی راہ میں ہو جہاں افراط و تفریط اور ایسی چیزوں سے غفلت کی گنجائش نہیں جس میں مذہب کا استحکام اور خلافت کی حفاظت مضمر ہے اس لئے سستی اور تغافل کو راہ نہ دینا (تاریخ طبری جلد ۴۔ ص ۲۰۸۳)

یزید بن ابی سفیان کو شام کی مہم میں جاتے وقت یہ نصائح فرمائیں۔

" اے یزید! تمہاری قرابت داریاں ہیں۔ شاید تم ان کو اپنی امارت سے فائدہ پہنچاؤ۔ درحقیقت یہی سب سے بڑا خطرہ ہے جس سے میں ڈرتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " جو کوئی مسلمانوں کا حاکم مقرر ہوا۔ اور ان پر کسی کو بلا استحقاق محض رعایت کے طور پر افسر بنا دے تو اس پر خدا کی لعنت ہو اور خدا اس کا کوئی عذر قبول نہ فرمائے گا۔ یہاں تک کہ اس کو جہنم میں داخل کرے گا (مسند احمد بن حنبل۔ ج۔ اول۔ ص۔ ۶)

Marfat.com

مالی انتظام حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں بھی حکومت کی آمدن کے وہی ذرائع تھے جو رسول کریم صلعم کے عہد کے تھے۔ البتہ زکوٰۃ، عشر، جزیہ اور غنیمت کی آمدنی بڑھ گئی تھی۔ اسلامی ضروریات سے جو رقم بچ جاتی اس کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے تھے بیت المال کی آمدنی کا ایک حصہ فوجی اسلحہ۔ بار برداری کے جانور وغیرہ خریدنے کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اونٹوں اور گھوڑوں کی پرورش کے لئے چراگاہیں مقرر تھیں (کتاب الخراج)

فوجی انتظام فوج قبائل اور دستوں میں تقسیم کر دی گئی۔ ہر دستہ پر الگ امیر مقرر کیا جاتا۔ بحیثیت مجموعی سب فوج کا ایک قائد ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ فوج روانہ کرنے سے پہلے حسب ذیل دس وصیتیں کرتے تھے۔

۱۔ کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔
۲۔ پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا۔
۳۔ کسی آبادی کو ویران نہ کرنا۔
۴۔ جانوروں کو بیکار ذبح نہ کرنا۔
۵۔ نخلستان میں آگ نہ لگانا۔
۶۔ مالِ غنیمت میں غبن نہ کرنا۔
۷۔ بزدلی نہ دکھانا۔
۸۔ بے وفائی نہ کرنا۔
۹۔ خیانت نہ کرنا۔
۱۰۔ خانقاہوں میں بیٹھے ہوئے عبادت گزاروں اور راہبوں کو قتل نہ کرنا۔

ذمیوں سے سلوک حضرت ابوبکرؓ ذمیوں کی حفاظت کی تاکید فرماتے تھے۔ حیرہ کے عیسائیوں سے یہ عہد نامہ کیا تھا۔

"ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کئے جائیں گے۔ نہ ان کا کوئی ایسا قلعہ گرایا جائے گا جو ان کے لشکر کی جائے پناہ ہو۔ ناقوس بجانے کی اجازت ہوگی اور تہوار کے موقعوں پر وہ صلیب کا مظاہرہ بھی کر سکیں گے۔" (کتاب الخراج)

ذمیوں سے دس درہم سالانہ کی شرح سے جزیہ لیا جاتا تھا۔ نادار اور اپاہج لوگوں سے جزیہ معاف تھا بلکہ بیت المال سے ان کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔

خلیفہ کا گزارہ خلافت سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ خلافت کا گراں بوجھ کندھوں پر اٹھانے کے چھ ماہ بعد تک تجارت کرتے رہے جب

Marfat.com

خلافت کے کاموں سے تجارت کے لیے فرصت نہ ملی تو صحابہ کے اصرار پر آپؓ کے اہل و عیال کے گزارے کیلئے بیت المال سے چھ ہزار درہم تقریباً ڈیڑھ ہزار روپیہ سالانہ رقم مقرر کر دی گئی۔ وفات سے قبل آپؓ نے وصیت کر دی کہ وہ تمام رقم جو دوران خلافت میں ان کے اہل و عیال کے گزارہ کے لئے دی گئی تھی، فلاں زمین فروخت کر کے وہ رقم بیت المال میں جمع کر دی جائے۔ چنانچہ سر ولیم لیور لکھتا ہے "جب حضرت ابوبکرؓ بستر مرگ پر تھے تو ان کے ضمیر نے انہیں ملامت کی کہ بیت المال سے بقدر ضرورت وظیفہ بھی کیوں لیا؟ لہٰذا انہوں نے حکم دیا کہ میری فلاں جائیداد بیچ کر وظیفے کی کل رقم بیت المال میں واپس کر دی جائے"۔

خارجہ حکمت عملی اندرونی شورشوں کے خاتمے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو پوری طرح انتظام سلطنت کی طرف توجہ دینے کا موقعہ نہ ملا۔ اور اپنے وقت کی دو عظیم سلطنتوں ایران اور روم سے ٹکر لینے پر مجبور ہو گئے تھے۔ عرب کی اُبھرتی ہوئی طاقت کو یہ دونوں سلطنتیں اپنے لئے خطرہ محسوس کر رہی تھیں۔ رومی حکومت نے تو عہد نبویؐ میں ہی اسلامی سلطنت سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود قحط سالی کے زمانہ میں تبوک کی طرف جانا پڑا۔ اور اپنی وفات سے پہلے حضرت اسامہؓ کی زیر کمان رومیوں کی جنگی کارروائیوں کا جائزہ لینے کے لئے ایک لشکر تیار کیا تھا۔ اس لشکر کو حضرت ابوبکرؓ نے روانہ کیا۔ جب رسول کریم صلعم فوت ہوئے تو رومی حکومت نے بدوی اقوام کو مسلمانوں کے خلاف اکسانا شروع کر دیا۔ رومیوں کی ان شرارتوں کو رد کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اپنی سرحدوں سے آگے بڑھ مقابلہ کیا جاتا۔ ایران کی حکومت بھی شر پسند عناصر کی حوصلہ افزائی کرتی تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ کے لئے ناگزیر ہو گیا کہ ان کی شرارتوں کا سدِ باب کیا جائے۔ سو حضرت ابوبکرؓ نے اپنی سرحدوں کی حفاظت کی خاطر اور بڑی طاقتوں کی شرارتوں کا جواب دینے کے لئے لڑائیاں لڑیں۔

تحفظ دین خلافت کا مقصد دین کا تحفظ اور اس کے احکام کا قیام و نفاذ ہے۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ کو تحفظ دین میں بڑا اہتمام تھا۔ کوئی ایسی بات جو عہد رسالت میں نہ تھی، نہ ہونے دیتے تھے۔ اس میں احتیاط کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کتابی صورت میں قرآن کی تدوین سے محض اس بنا پر تامل تھا کہ آنحضرت صلعم نے ایسا نہیں فرمایا۔ حدیثوں کی روایت میں بڑی احتیاط اور چھان بین سے کام لیتے تھے۔ دین کے تحفظ کے لئے اکابر صحابہ کا محکمہ افتاء قائم کیا (تاریخ اسلام۔ مصنفہ معین الدین ندوی۔ حصہ اول صد ۱۵۴)

Marfat.com

وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس۔ اس کے بعد ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس آیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس نسخہ سے نقلیں کرا کر دوسرے صوبوں کو بھجوا دیں۔ حضرت ابوبکرؓ کا یہ کارنامہ ایک شاندار کارنامہ ہے اور امت مسلمہ پر عظیم احسان ہے جس کے بوجھ تلے تمام امت کی گردنیں جھکی رہیں گی۔

حضرت ابوبکر کی سیرت و کردار اور کارنامے۔

حضرت ابوبکر کی سیرت

حضرت ابوبکرؓ بڑے نرم دل، متواضع، منکسر المزاج، راست باز، حق گو زہد و ورع کے مجسم پیکر تھے۔ اسلام سے قبل آپ کا دامن مراسم جاہلیت سے پاک تھا۔ طبیعت کے رجحان اور مناسبت کی وجہ سے اسلام سے پہلے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء میں شامل تھے۔ ایمان لانے والوں میں سے سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ نور ایمان نے آپ کے اوصاف حمیدہ کو جلا بخشی۔ آپ کی سیرت کے چند پہلو حسب ذیل ہیں۔

زہد و تقویٰ

زہد و تقویٰ حضرت ابوبکر کی سیرت کا نمایاں پہلو ہے۔ رات کی تاریکی میں جب خدا کے حضور کھڑے ہوتے تو رقت اتنی طاری ہوتی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ نکلتا۔ خشوع و خضوع کا یہ عالم ہوتا تھا کہ نماز کی حالت میں چوب خشک نظر آتے۔ تقویٰ و زہد کی باریک سے باریک راہوں پر ہمیشہ گامزن رہتے۔ ایک دفعہ آپؓ کے غلام نے کھانے کی کوئی چیز آپ کو پیش کر دی۔ آپ نے تناول فرمائی تو غلام نے کہا یہ چیز میں نے فال کھولنے کے معاوضہ میں لی تھی، چنانچہ آپ نے یہ بات سنتے ہی منہ میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔ فرمایا کرتے تھے "جو جسم حرام کھانے سے پرورش پاتا ہے جہنم اس کا بہترین مسکن ہے۔" زہد و عبادت کا یہ عالم تھا کہ اکثر راتیں قیام میں اور دن روزوں میں گزارتے۔

خدمت خلق

آپ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگوں کے کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد تو خدمت خلق کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا۔ محلہ والوں کا کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے۔ پڑوسیوں کے مویشی تک چراتے۔ اُن کا دودھ دوہ دیتے۔ خلافت کے ملنے کے بعد ایک لڑکی کو جس کی بکری کا دودھ دُوہ دیا کرتے تھے۔ بڑی فکر لاحق ہوئی۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا۔ خلافت کا بوجھ مجھ کو خدمت خلق سے باز نہیں رکھ سکتا۔

ایثار و قربانی

حضرت ابوبکرؓ ایثار و قربانی کے مجسم پیکر تھے۔ اسلام کی اشاعت سلطنت مدینہ کے دفاع اور غلاموں کے آزاد کرنے اور محتاج لوگوں کے لئے ان کا دست معاونت ہمیشہ تیار رہتا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے سامان حرب کی تیاری کے لئے چندہ کی اپیل کرتے تو تمام گھر کا اثاثہ حضور کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ کسی مسلمان غلام کو اس کا آقا تنگ کرتا۔ مارتا پیٹتا تو ان کی رگ حمیت جوش میں آتی تو اس غلام کو آزاد کرا دیتے۔ محتاج کی

Marfat.com

جمع و تدوین قرآن حضرت ابوبکرؓ کے اور کارناموں کے علاوہ ایک بڑا یہ کارنامہ ہے کہ آپؓ نے قرآن مجید کو کتابی صورت میں جمع کر لیا۔ قرآن مجید کی ترتیب اگرچہ عہد نبوت میں ہی مکمل ہو چکی تھی لیکن اس کے تمام اجزا یکجا نہیں تھے۔ کسی کے پاس کوئی جزو تھا اور کسی کے پاس کوئی سورۃ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتبین وحی سے جو حصہ قرآن نازل ہوتا تھا لکھوا لیتے تھے۔ اس طرح آپ کی زندگی میں تمام مجید احاطہ تحریر میں آ چکا تھا لیکن تحریریں بکھری پڑی تھیں۔ عہد نبویؐ میں قرآن مجید صرف احاطۂ تحریر ہی میں نہیں لایا گیا تھا بلکہ حفاظ کے سینوں میں مکمل ترتیب کے ساتھ محفوظ تھا

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں مسلمانوں کو ملک کی اندرونی بغاوتوں کو دور کرنے کے لئے لڑائیاں لڑنی پڑیں جن میں مسلمانوں کی خاصی تعداد شہید ہو گئی۔ قرآن مجید کو یکجا جمع کرنے کا خیال حضرت عمرؓ کو مسیلمہ کذاب کے ساتھ معرکہ میں حفاظ کی کثیر تعداد کی شہادت پر پیدا ہو۔ حضرت عمر نے کئی روز تک اس بارے میں غور و خوض کیا۔ جب قرآن مجید کو یکجا جمع کرنے پر دل مطمئن ہو گیا تو آپؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی کثیر تعداد شہید ہو گئی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ دیگر جنگوں میں بھی حفاظ شہید ہوں گے۔ اس وجہ سے ڈر ہے کہ قرآن مجید کا بیشتر حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس لئے میری یہ رائے ہے کہ قرآن مجید کو یکجا جمع کر لیا جائے۔

حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر فرمایا "میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا" اس کے بعد دونوں بزرگوں کے مابین تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اور حضرت عمرؓ اپنے نظریہ کی تائید میں دلائل دیتے رہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے تنہائی میں اس موضوع پر سوچ بچار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے سرانجام دینے کے لئے آپ کا سینہ کھول دیا اور حضرت ابوبکرؓ اس کام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تیار ہو گئے۔

اس فریضہ مقدسہ کو سرانجام دینے کے حضرت زید بن ثابت کو منتخب کیا گیا۔ کیونکہ وہ بھی کاتبین وحی میں سے تھے اور انہوں نے سارا قرآن مجید رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھا تھا۔ چنانچہ یہ اعلان کیا گیا کہ جس شخص کے پاس قرآن مجید کا لکھا ہوا کوئی حصہ ہو یا جس کو قرآن مجید یاد ہو وہ حضرت زیدؓ کو اطلاع دے۔ اس اعلان کے بعد تمام تحریر شدہ قرآن مجید حضرت زیدؓ کے پاس جمع ہو گیا۔ اور جن جن صحابہ کو کوئی قرآن کا حصہ یاد تھا وہ بھی حاضر ہونے لگے اس کے بعد حضرت زیدؓ نے مکمل چھان بین شروع کر دی۔ آخر ایک طویل عرصہ کی محنت کے بعد قرآن مجید کو کتابی صورت دی گئی۔

بخاری کی ایک حدیث ہے کہ حضرت زیدؓ نے جو قرآن کتابی صورت میں جمع کیا تھا پہلے

Marfat.com

احتیاج کو دیکھ پاتے۔ اور اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آپ کا دست سخی کھل جاتا وفات کے وقت بھی آپ نے مساکین کے لئے اپنے مال میں سے ایک خمس کی وصیت کی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے قبل چالیس ہزار درہم نقد تھے، انہوں نے یہ تمام دولت خدا کی راہ میں خرچ کر دی تھی۔ رسول کریم صلعم نے آپ کی قربانی کا اعتراف ان الفاظ میں کیا۔ ابوبکر کے مال سے زیادہ کوئی میرے لئے مفید نہ ہوا۔ انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے" ابوبکر دین کی ترقی کے لئے ہمیشہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے"۔

سادگی

زندگی نہایت ہی سادہ گزارتے موٹے کپڑے پہنتے چنانچہ وفات کے وقت انہوں نے حضرت عائشہ سے فرمایا" جب سے خلافت کا بوجھ میرے کندھے پر پڑا ہے میں نے معمولی غذا اور موٹے کپڑے پہننے پر قناعت کی، کئی بار دو دو تین تین وقت فاقے سے گزر جاتے تھے ایک روز رسول کریم صلعم نے ان کو اور حضرت عمرؓ کو بھوک سے بے قرار دیکھا اور فرمایا" میں بھی تمہاری طرح سخت بھوکا ہوں۔ حضرت ابوالہیثم انصاری کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے گھر پر کھانے کی دعوت دی" (موطا امام مالک)

اندر نے سرویر لکھتا ہے" ابوبکر بہت سادگی پسند تھے اور خلیفہ بن جانے کے باوجود انہوں نے غربت کی زندگی بسر کی۔ جب وفات پائی تو ترکے میں صرف ایک بوسیدہ قمیض، ایک غلام اور ایک اونٹ چھوڑا[1]

خشوع و خضوع

خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ نماز میں چوب خشک نظر آتے خوف محشر اور عبرت پذیری سے دنیا کا ذرہ ذرہ ان کے لئے دفتر عبرت تھا۔ کوئی سرسبز درخت دیکھتے تو فرماتے کاش میں درخت ہوتا اور آخرت کے خطروں سے محفوظ رہتا۔ چڑیوں کو چہچہاتے دیکھ کر سرد آہ کھینچ کر فرماتے۔" پرندو تمہیں مبارک ہو کہ دنیا میں چرتے چگتے ہو، درخت کے سایہ میں بیٹھتے ہو، اور قیامت میں تمہارا کوئی حساب کتاب نہیں، کاش ابوبکر بھی تمہاری طرح ہوتا۔ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

صداقت و دیانت

حضرت ابوبکر اپنی صداقت اور دیانت کی وجہ سے عرب میں مشہور تھے اس وجہ سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو صدیق کا لقب دیا۔ بعض مورخین نے تو یہ لکھا ہے کہ آپ اسلام سے قبل ہی" صدیق کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے کیونکہ دیت (خون بہا) کی رقم آپ کے پاس جمع کی جاتی تھی۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں لکھتا ہے" حضرت ابوبکر کی سب سے بڑی خصوصیت وہ غیر متزلزل ایمان ہے جو وہ آنحضرت کی رسالت پر رکھتے تھے۔ معراج اور صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے ایمان کی

Marfat.com

پختگی کا مظاہرہ انہوں نے کیا اس کے صلہ میں بقول ابن اسحاق انہیں "الصدیق" کا لقب حاصل ہوا۔"

شجاعت حضرت ابوبکرؓ بڑے بہادر تھے۔ ہر مشکل وقت میں رسول کریم صلعم کے ساتھ رہے حضور نے جب ہجرت کی تو اس وقت بھی آپؓ ساتھ تھے اور تمام خطرات کا سامنا کیا۔ غزوہ بدر میں حضور کی حفاظت پر متعین تھے۔ غزوہ اُحد میں جب اسلامی لشکر پر خالد بن ولید نے اچانک حملہ کر دیا اور اسلامی لشکر میدان جنگ سے بھاگ نکلا تو اس خطرناک لمحہ میں بھی آپؓ کی حفاظت کے لئے آپ کے پہلو میں مضبوطی کے ساتھ کھڑے رہے۔ غزوہ حنین کے موقع پر اچانک تیروں کی بارش نے اسلامی لشکر میں افراتفری مچا دی تھی اس موقع پر بھی آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھر لغزش نہ آئی۔ آپ کے ساتھ رہے اسی طرح مدعیان نبوت کا استیصال منکرین زکواۃ کا قلع قمع اور دفاعی اقدام سب آپ کی بہادری کے کارنامے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں لکھا ہے "ابوبکر نے قبول اسلام کے بعد ہجرت تک ہر نازک موقع پر اپنے آقا کا ساتھ دیا۔ ہر مصیبت کے ساتھ شانہ بشانہ مردانہ وار مقابلہ کیا"۔

مہمان نوازی مہمان نوازی آپ کی نمایاں خصوصیت تھی۔ اگر اہل خانہ کی طرف سے کسی مہمان کی خاطر مدارت اور مہمان نوازی میں کمی رہ جاتی تو آپ ناراضگی کا اظہار فرماتے بخاری میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک رات کو چند اصحاب صفہ ان کے مہمان تھے۔ انہوں نے اپنے لڑکے عبدالرحمان کو ہدایت فرمائی کہ رسول کریم صلعم کی خدمت میں جا رہا ہوں میرے آنے سے قبل ان کی مہمان نوازی سے فارغ ہو جانا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے حسب ہدایت ان کے سامنے کھانا رکھا لیکن انہوں نے حضرت ابوبکر کی عدم موجودگی کی وجہ سے کھانا نہ کھایا۔ اتفاق سے حضرت ابوبکر دیر سے آئے تو یہ معلوم کر کے کہ مہمان ابھی تک بھوکے ہیں اپنے صاحبزادے کو بہت غصے ہوئے لیکن جب مہمان نے وضاحت کر دی تو غصہ فرو ہوا۔

عشق رسولؐ حضرت ابوبکر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی اور دنیا کی کوئی چیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے زیادہ محبوب نہ تھی۔ اس عشق اور محبت کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے حضور کے لئے ہر قسم کی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ بلکہ تکالیف میں لذت محسوس کی۔ عشق رسول نے حضرت ابوبکر کے قدم کو سرمو بھی جادہ ہدایت سے ادھر ادھر نہ کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کی زیر قیادت ایک لشکر شام کی طرف روانہ کرنے کے لئے تیار کیا تھا۔ ابھی لشکر روانہ نہ ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حقیقی رفیق سے جا ملے۔ بعض جید اور صاحب رائے صحابہ نے مشورہ دیا کہ لشکر کی روانگی ملتوی کر دی جائے۔ یا اسامہ

Marfat.com

کی بجائے کسی اور سہارے کو قائد مقرر کر دیا جائے۔ لیکن آپ نے ہر دو تجویز رد کر دیا۔ محبت اور عشق کا ہی نتیجہ تھا کہ ہر قربانی میں تمام صحابہ سے سبقت لے جاتے تھے۔

مصاحبت نبوی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اور رفاقت کے متعلق حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ "کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح و شام ان کے گھر تشریف لے جاتے" اور مدینہ میں بھی اکثر مہمات میں حضرت ابوبکر شریک ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے قبول اسلام سے لے کر وفات تک آپ کے رفیق رہے۔ رسول کریم صلعم نے حضرت ابوبکر کے متعلق فرمایا "کیا تم پہلے شخص نہیں ہو جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہو گے تم حوض کوثر پر میرے رفیق ہو اور غار میں میرے رفیق تھے۔"

رعب و جلال

حضرت ابوبکر طبعاً نرم خو اور حلیم دل تھے لیکن دینی معاملات میں بڑے سخت گیر تھے۔ کسی کو کیا مجال کہ حدود الٰہی کو توڑنے والے کے متعلق کوئی سفارشی کلمہ زبان سے نکالے۔ حضرت عائشہ واقعہ افک میں آپ کے ڈر سے بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

خانگی زندگی

حضرت ابوبکر اہل و عیال سے محبت رکھتے تھے۔ گھر کے کاموں میں اپنی زوجہ محترمہ کا ہاتھ بٹا دیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ سے آپ کو بہت ہی محبت تھی۔ الزاح مدینہ میں ایک جاگیر ان کو ہبہ کر دی تھی لیکن وفات کے وقت خیال آیا کہ اس سے دوسرے ورثا کی حق تلفی ہو گی۔ اس لئے ان کو بلا کر فرمایا، جان پدر! افلاس و امارت دونوں حالتوں میں تم مجھے سب سے عزیز رہی ہو، لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے اس میں تم اپنے دوسرے بھائی بہنوں کو شریک کر لو۔" انہوں نے وفات کے بعد حسب وصیت جاگیر تقسیم کر دی۔

علم و فضل

حضرت ابوبکر نے کسی مکتب میں زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ لیکن صحبت نبوی نے آپ کی تمام علمی استعدادوں کو جلا بخش دیا تھا۔ تفسیر قرآن، علم حدیث علم فقہ، علم سیاست میں تمام صحابہ سے بڑھ کر تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض دینی اور سیاسی معاملے زیر بحث آئے تو آپ نے اپنی فطانت ذہانت، بصیرت اور نور علم سے ان مسائل کو حل کیا۔ نبی کریم کی تکفین کا مسئلہ اٹھا تو اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی روشنی میں حل کیا۔ باغ فدک کا مسئلہ اٹھا تو اس کو اپنی فقہی بصیرت سے حل کیا۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں کا مسئلہ سامنے آیا تو آپ نے اس کو حل کیا۔ جمع قرآن کا مسئلہ درپیش ہوا تو اس کو ایسا حل کیا کہ آج تمام مسلمانوں کی گردنیں حضرت ابوبکرؓ کے اس احسان کے بوجھ تلے جھکی ہوئی ہیں۔ وفات نبوی کے بعد ارتداد اور بغاوت کے شعلے اٹھے تو سیاسی بصیرت سے تمام عرب میں فتنہ ارتداد اور بغاوت کو فرو کیا۔ بیرونی مخالف حکومتوں نے ملک کے اندر دخل اندازی کرنی شروع کی

Marfat.com

اور اسلامی حکومت کی سرحدوں کو غیر محفوظ کر دیا تو آپ نے بیرونی حکومتوں سے نمٹنے کے لئے ایسی فوج تیار کر لی جس نے نہ صرف اپنی سرحدوں کی حفاظت کی بلکہ دشمن کو ان کے ملک کے اندر دھکیل کر لے گئی اور اسلامی حکومت کی بنیادوں کو دوبارہ مستحکم کیا۔ یہ آپ کی سیاسی بصیرت کا ہی نتیجہ تھا۔

کارناموں پر مختصر تبصرہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ نبوت کیا تو مردوں میں سب سے پہلے آپؓ نے اسلام قبول کیا اور اپنی تمام دولت جو چالیس ہزار دینار پر مشتمل تھی، خدا کی راہ میں خرچ کر دی۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں لکھا ہے۔" ابوبکرؓ دین کی ترقی کے لئے ہمیشہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے، جب اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم نقد تھے لیکن بوقت ہجرت صرف ۵ ہزار دینار رہ گئے اور چلتے وقت انہیں بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ہجرت کے وقت آپؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہجرت کر کے مدینہ میں آگئے تو کفار نے شجر اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے مدینہ پر حملے کئے اور مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لئے لڑنا پڑا ان غزوات میں آپ شریک ہوتے رہے۔ کئی نازک مواقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ثابت قدم رہے، اور جاں نثاری کے نادر نمونے پیش کئے۔ تمام انتظامی امور میں آپؓ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست راست تھے۔ ہر اہم سیاسی، انتظامی معاملات میں آپ سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں آپ کو امامت کے لئے مقرر کیا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں مقالہ نگار لکھتا ہے۔ "جب محمد (صلعم) بیمار ہوئے تو انہوں نے ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اسی نمایاں خصوصیت کی بنا پر عمر اور ان کے احباب مثلاً ابن عوف، ابن جراح، ابن ابی وقاص، طلحہ وغیرہ نے سقیفہ میں ابوبکر کو خلیفۃ المسلمین منتخب کرنے کی تجویز پیش کی تھی"۔

جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو اس وقت اسلامی حکومت کی حالت دگرگوں تھی۔ کئی جھوٹے مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے جن کی پشت پناہی دشمن حکومتیں کر رہی تھیں۔ کئی قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ارتداد کی لہر دوڑ گئی۔ ہمسایہ ملکوں سے اسلامی سلطنت کے تعلقات خراب ہو چکے تھے، اس نازک وقت میں آپؓ نے اسلامی حکومت کو مستحکم کیا۔ جھوٹے مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا۔ منکرین زکوٰۃ کی تادیب کی۔ ارتداد کی لہر کو روک کر از سر نو لوگوں کو اسلام میں داخل کیا۔ اسلامی سرحدوں کو اتنا مضبوط کر دیا کہ دشمن حکومتوں نے ابھرتی ہوئی اسلامی حکومت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے جارحانہ کارروائی کی۔ حضرت ابوبکر نے اپنی سیاسی اور فوجی بصیرت سے مقابلہ

Marfat.com

کر کے دشمن کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں مقالہ نگار لکھتا ہے "انہوں (حضرت ابوبکرؓ) نے مسلمانوں کی جماعت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا اور تمام خطرات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور اپنی وفات کے وقت امت کو ایسی مستحکم حالت میں چھوڑا کہ اس نے عمر کے زمانے میں ان کی حکومت کو سہارا دیا۔"

سر ولیم میور لکھتا ہے کہ "گو حضرت ابوبکر کا عہد حکمرانی مختصر تھا مگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کے اصولوں کی نگہداشت اور انفرادیت پسند عربوں کو منظم قوم کی حیثیت سے وجود میں لانے کا سہرا حضرت ابوبکرؓ کے سر ہے"، حضرت ابوبکر کا سب سے بڑا کارنامہ جمع قرآن ہے۔

جمع قرآن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمام قرآن مجید کھجور کی شاخوں، چمڑے کے ٹکڑوں، پتھروں، اور ہڈیوں پر لکھا جا چکا تھا اور بے شمار صحابہ نے قرآن مجید کو حفظ بھی کر لیا ہوا تھا۔ لیکن قرآن مجید کو کتابی شکل نہیں دی گئی تھی۔ عہد ابوبکر میں جب لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا بے شمار قرآء اور حفاظ شہید ہوئے، اس سے بڑے بڑے صحابہ کو یہ اندیشہ تھا۔ اگر حفاظ کی شہادت کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو قرآن مجید کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور ضائع ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کی ترغیب پر حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی کو حکم دیا کہ وہ قرآن مجید کے منتشر اجزا کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیں۔ آپؓ کی ہدایت کے مطابق حضرت زید نے تمام تحریرات کو اکٹھا کر دیا۔

Marfat.com

اہم سوالات

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق کی وہ اسلامی خدمات بیان کیجئے جو آپ نے رسول کریم صلعم کی مکی اور مدنی زندگی کے دوران میں انجام دیں۔

۲۔ حضرت ابوبکر کو اختیارِ خلافت سنبھالتے ہی کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور آپ نے ان پر کیسے قابو پایا؟

۳۔ عرب میں ارتداد پھیل جانے کی کیا وجوہات تھیں اور خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر نے ان کو دبانے کے لئے کیا اقدام اٹھائے؟

۴۔ عہد صدیقی میں ایران و شام کے خلاف کن حالات میں جنگ کا آغاز ہوا۔ عراق و شام میں مسلم فتوحات کا مختصر حال بیان کیجئے۔

۵۔ حضرت ابوبکر کی سیرت اور کارنامے بیان کیجئے؟

۶۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ تحریر کیجئے؟

۱۔ بیعت سقیفہ بنی ساعدہ۔

۲۔ مسیلمہ کذّاب۔

۳۔ جمع قرآن

۴۔ فتح عراق

۷۔ حضرت ابوبکرؓ نے جھوٹے مدعیانِ نبوت کا قلع قمع کیسے کیا؟

Marfat.com

حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ عنہ

زمانہ خلافت ساڑھے دس سال

۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ تا ۲۶ ذی الحج ۲۳ھ

۲۴ اگست ۶۳۴ء تا نومبر ۶۴۴ء

ابتدائی حالات عمر نام ۔ فاروق لقب ۔ کنیت ابو حفص ۔ باپ کا نام خطاب اور ماں کا نام حنتمہ تھا جو ہشام مخزومی کی لڑکی تھی۔ سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ قریش کی شاخ بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قبیلہ کے سپرد سفارت اور مقدمات میں ثالثی کے منصب تھے۔ آپؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔

حضرت عمرؓ سپہ گری، نیزہ بازی، شمشیر زنی میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ عکاظ کے میلہ میں کشتیوں کے مقابلے ہوا کرتے تھے تو آپ کشتی لڑا کرتے تھے۔ لوگ آپ کا مقابلہ دیکھنے کے لئے دور دور سے آتے تھے۔ آپ تمام عرب میں بہادری میں مشہور تھے تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ آپؓ مکہ میں ان معدودے چند آدمیوں میں سے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ [۱]

اسلام لانا ۔ حضرت عمرؓ آغاز نبوت میں اسلام کے شدید مخالف تھے۔ ایک دن رسول کریم صلعم کو قتل کرنے کے لئے نکل پڑے۔ راستہ میں نعیم بن عبداللہ ملے تو حضرت عمرؓ سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ محمد (صلعم) کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا۔ بنی ہاشم اور بنی زہرہ کا خوف نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے تم بھی اپنا دین چھوڑ گئے ہو۔ نعیم بن عبداللہ نے کہا میں تم کو اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات سناتا ہوں۔ وہ یہ کہ تمہارا بہنوئی سعید بن زید اور بہن دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ غیظ و غضب کی آگ میں جلتے ہوئے اپنے بہنوئی کے مکان پر گئے اس وقت حضرت خبابؓ ان کو قرآن مجید کی تعلیم دے رہے تھے جب انہوں نے حضرت عمرؓ کو گھر آتے دیکھا تو حضرت خبابؓ گھر میں چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ نے گھر میں داخل ہوتے ہی، اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ بہن نے چھڑانے کی کوشش کی اور ان کو چوٹیں آئیں، بہن کو زخمی دیکھ کر حضرت عمرؓ کا دل نرم ہوا اور کہا کہ وہ چیز دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ وہ اوراق جس پر سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی، حضرت عمرؓ کو دیئے اور آپ نے پڑھنا شروع کیا۔ اسلام کی حقانیت اور صداقت دل میں میخ کی طرح گڑ گئی اور اسلام لانے کے لئے رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے

Marfat.com

کی خواہش کی۔ حضرت خبابؓ نکل آئے۔ اب حضرت عمرؓ رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر قبول اسلام کے لئے چل دیئے۔ ان ایام میں مسلمان حضرت ارقمؓ کے گھر میں جمع ہوتے اور وہیں نماز ادا کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تھے۔ جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر اندر جانے سے روکا۔ حضرت حمزہؓ نے دیکھ کر کہا کہ عمرؓ کو اندر آنے دو۔ اگر کسی نیک ارادے سے آیا ہے تو اس کا قتل کرنا ہم پر دشوار نہیں۔ اگر نیک ارادہ سے آیا ہے تو ہمارا بھائی ہے۔ حضرت رسول کریم صلعم نے دیکھ کر کہا۔ اے عمرؓ! تم رکے نہیں! کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ تم پر ذلت مسلط کر دے۔ حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس خوشی اور مسرت میں مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا یہ واقعہ ذوالحج ۶ بعثت نبوی کا ہے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کی عمر ۲۶ سال تھی۔

ہجرت جب کفار کے ظلم و ستم انتہا کو پہنچ گئے تو رسول کریم صلعم نے مسلمانوں کو یثرب ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ مسلمانوں نے ایک ایک دو دو کر کے یثرب کی طرف ہجرت کرنی شروع کر دی۔ جب حضرت عمرؓ نے ہجرت کی تو آپؓ کے ساتھ بیس آدمی تھے اور کفار سے خائف نہ ہوئے۔ مکہ سے روانگی سے پہلے آپؓ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ نماز ادا کی اور اعلان کیا کہ جسے منظور ہے کہ اس کی ماں اس پر روئے تو وہ مجھے آ کر روکے۔ لیکن کسی نے جرأت نہ کی۔

یثرب سے دو تین میل کے فاصلہ پر قبا یا عوالی کے نام سے ایک آبادی تھی۔ آپؓ نے وہاں جا کر اقامت اختیار کی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو تین ماہ بعد ہجرت کر کے یثرب (مدینہ) تشریف لے آئے تو آپؓ نے انصار اور مہاجرین میں مواخات قائم کی۔ حضرت عمرؓ کو حضرت عتبان بن مالکؓ کا بھائی بنایا۔

غزوات میں حصہ جب کفار نے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے مدینہ پر حملے کرنے شروع کر دیئے تو رسول کریم صلعم نے بھی مسلمانوں کی بقا کے لئے تلوار ہاتھ میں لی۔ حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے پہلا مقابلہ رمضان ۲ھ ۶۲۳ء میں بدر کے مقام پر ہوا تو حضرت عمرؓ اس غزوہ میں شریک ہوئے اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ دوسرا مقابلہ شوال ۳ھ میں احد کے مقام پر ہوا۔ مسلمانوں کی اپنی غلطی کی وجہ سے اسلامی فوج میدان جنگ سے بھاگ نکلی تو رسول کریم صلعم چند جاں نثاروں کے ساتھ میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔ حضرت عمرؓ بھی انہی جاں نثاروں میں سے ایک تھے۔ جنگ احزاب ۵ھ ۶۲۷ء میں تو حضرت عمرؓ اس میں بھی شامل تھے اور کئی موقعوں پر بہادری کے جوہر دکھائے۔ ۶۲۸ء میں

Marfat.com

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر عمرہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے مکہ سے نو میل پر حدیبیہ کے مقام پر قریش نے روک دیا اس وقت بھی حضرت عمرؓ ساتھ تھے سنہ ۶۳۰ء میں مکہ فتح ہوا تو اس میں بھی حضرت عمرؓ شامل تھے۔ اس کے فوراً بعد حنین کی لڑائی ہوئی۔ حضرت عمرؓ شریک تھے۔ جب فوج کا کثیر حصہ دشمن کی اچانک تیر اندازی کی وجہ سے میدان جنگ سے بھاگ نکلا تو حضرت عمرؓ رسول کریم صلعم کے ساتھ میدان جنگ میں ثابت قدم رہے سنہ ۶۳۱ء کو تبوک کی مہم پیش آئی تو حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کا نصف اثاثہ جنگ کی تیاری کے لئے رسول کریم صلعم کی خدمت میں پیش کر دیا اور مہم میں بھی شامل ہوئے۔

خلافت کے لئے انتخاب

جب حضرت ابوبکرؓ کی بیماری زیادہ بڑھ گئی، موت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو آپؓ کو اپنے بعد کے خلیفہ کا فکر ہوا اور سوچا اگر خلافت کے مسئلہ کو طے نہ کیا تو مسلمانوں میں انتشار اور اختلاف رونما ہو جانے کا خدشہ ہے۔ یہ اختلاف اس حالت میں نہایت ہی خطرناک تھا کہ جبکہ دو عظیم سلطنتوں کے ساتھ مسلمانوں نے ٹکر لے لی ہوئی تھی اور وہ دونوں سلطنتیں مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے تلی ہوئی تھیں۔ ان تمام حالات کو پیش نظر رکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے بہتر جانا کہ اپنے بعد صحابہ کے مشورہ سے کسی کو نامزد کر جائیں۔ چنانچہ غور و خوض کے بعد نظر حضرت عمرؓ پر جمی۔ حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنے کے بارے میں صاحب الرائے صحابہ سے مشورہ کرنا شروع کر دیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا۔ عمرؓ کسی قدر تند مزاج ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ "ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے۔ حضرت طلحہؓ نے بھی یہی کہا کہ وہ درشت مزاج ہیں۔" اس پر حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ بار خلافت خود بخود ان کو نرم کر دے گی۔

جب تمام اکابر صحابہ حضرت عمرؓ کی خلافت پر متفق ہو گئے تو حضرت عثمانؓ کو بلا کر عہد نامہ خلافت لکھوایا اور غلام کو حکم دیا۔ اس وصیت نامہ کو مجمع عام میں پڑھ کر سناؤ اس وصیت نامہ کا خلاصہ یہ ہے

"یہ عہد نامہ ابوبکرؓ خلیفہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کے وقت کا ہے یہ وہ نازک وقت ہے جب کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور گنہگار بھی خدا پر یقین کرنے لگتا ہے میں عمرؓ بن خطاب کو تمہارا حاکم مقرر کرتا ہوں اور تقرر میں تمہاری بھلائی کو میں نے پوری طرح ملحوظ رکھا ہے اگر وہ حق پر قائم رہے اور عدل سے کام لیا تو مجھے ان سے یہی امید ہے لیکن اگر انہوں نے ظلم کیا اور راہ حق سے ہٹ گئے تو مجھے غیب کا کیا علم۔ میرا ارادہ تو مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کا ہے اور ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔"

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ بالاخانہ میں جا کر حاضرین سے مخاطب کر کے فرمایا: میں نے خلافت

Marfat.com

اپنے کسی عزیز کو نہیں دی بلکہ ایسے شخص کو دی ہے جو تم سب میں میرے نزدیک بہتر ہے۔ پھر حضرت عمرؓ کو اپنے پاس بلا کر دیر تک ان کو نصیحتیں کرتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد جب لوگ حضرت عمرؓ کی بیعت کر چکے تو آپؓ منبر رسولﷺ پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔

خطبہ

"عرب کی مثال اس اونٹ کی ہے جو اپنے ساربان کا مطیع ہو اس کے راہنما کا یہ فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ اس کو کس طرف سے جا رہا ہے۔ میں اب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم کو سیدھے راستے پر لے چلوں گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا۔" اے خدا میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے۔ اے خدا میں کمزور ہوں مجھے طاقت عطا کر۔"

پھر عوام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"لوگو! خدا نے مجھے تمہارے لئے آزمائش بنایا ہے۔ تم میں سے جو نیک کام کرے گا میں اس سے نیک سلوک کروں گا اور جو برائی کا مرتکب ہوگا اسے عبرت ناک سزا دوں گا۔ جب لوگوں میں آپ کی سختی کے متعلق شکوک پیدا ہوئے تو فرمایا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میری سختی بہت کم ہو گئی ہے۔ البتہ میں مسلمانوں پر کسی ظالم و جابر کے ظلم کو برداشت نہیں کروں گا۔ امن و سلامتی اختیار کرنے والوں کے لئے میں بہت نرم ہوں۔ یاد رکھو کہ ظالموں کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دوں گا۔"

فتوحات عراق و ایران

جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو اس وقت ایران اور روم کے ساتھ لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ سب سے پہلے ہم سرحد ایران کی لڑائیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ عراق سے شام کی سرحد کی طرف چلا جائے۔ چنانچہ وہ نصف فوج لے کر شام کی طرف چلے گئے تھے مسلسل شکستیں کھانے کی وجہ سے ایرانیوں کا جوش انتقام مسلمانوں کے خلاف بھڑک رہا تھا اور ان کے دماغ میں ایک تصور چھایا ہوا تھا کہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ ایرانی سپہ سالار بہمن جادویہ کو جب خالدؓ کے چلے جانے کا علم ہوا تو اس نے مثنیٰ پر حملہ کر دیا۔ بابل کے قریب مثنیٰ نے اس کے سامنے صف آرائی کی اور سخت مقابلہ کے بعد ایرانیوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ مسلمان تعاقب کرتے ہوئے مدائن تک پہنچ گئے آخر وہ پھر حیرہ واپس آ گئے۔ اسی اثناء میں مثنیٰ کو یہ اطلاع ملی کہ ایرانی ایک سخت معرکہ کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ مثنیٰ نے بشیر بن خصاصیہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود مدینہ کی طرف چلے آئے۔ تاکہ خلیفہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا جائے۔ جس روز وہ مدینہ پہنچے تو وہ ابوبکرؓ کی زندگی کا آخری دن تھا۔ مثنیٰ نے عراق کی سرحد کے تمام حالات سے آگاہ کیا اور ایرانیوں کے متوقع حملہ کو روکنے کے لئے مزید فوج طلب کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان حالات کو سن کر حضرت عمرؓ کو

Marfat.com

تاکید کی کہ وہ فوج جمع کریں۔

حضرت ابوبکرؓ تو فوت ہو گئے۔ جب حضرت عمرؓ کی بیعت کے لئے لوگ مدینہ آنا شروع ہوئے تو آپ نے ان کو عراق کی سرحد کے حالات سے آگاہ کیا اور جہاد میں شمولیت کے لئے ترغیب دی۔ مثنیٰ نے اُٹھ کر کہا۔ "لوگو! تم ایرانیوں سے مت ڈرو ہم نے ان کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اور ان پر فتح پائی ہے۔ ان کے زرخیز علاقے بھی چھین لئے ہیں اور وہ ہم سے دب گئے ہیں سب سے پہلے حضرت ابوعبیدہؓ ثقفی اُٹھے اور جہاد میں شمولیت کی آمادگی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد ہر طرف سے جہاد میں شامل ہونے کے لئے آوازیں بلند ہونی شروع ہوئیں چونکہ سب سے پہلے مجمع میں ابوعبیدہؓ ثقفی نے جہاد میں شامل ہونے کا اظہار کیا تھا اس وجہ سے ان کو قائد مقرر کیا گیا۔ وہ صحابی نہ تھے اس وجہ سے یہ اعتراض ہوا کہ ان کو امیر نہ بنایا جائے۔ حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہؓ کو تبدیل کرنا مناسب نہ سمجھا مگر ان کو یہ تاکید کر دی کہ تمہارے ساتھ صحابہ بھی ہیں۔ ان کی بات کو سننا اور ان کو مشوروں میں شریک کرنا۔

اس زمانہ میں ایران پر ملکہ بوران دخت حکومت کر رہی تھی۔ اس نے فارس کے مشہور سپہ سالار رستم کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تمام فوج کا قائد مقرر کر دیا۔ اس نے سب سے پہلا یہ کام کیا کہ عراق کے دیہاتوں میں اپنے ہرکارے پھیلا دیئے اور سرداروں کو مسلمانوں کے خلاف برگشتہ کر دیا۔ اس طرح عراق کے تمام مفتوحہ علاقے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ جب رستم کو ایک نئے لشکر کی آمد کا حال معلوم ہوا تو اس نے نرسی اور جابان کی ماتحتی میں مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں۔

نمارق کی جنگ اکتوبر ۶۳۴ء

ابوعبیدہؓ کا مقابلہ جابان کی فوج سے ساتھ نمارق کے مقام پر ہوا۔ دونوں طرف سے خوب بہادری کے جوہر دکھائے گئے آخر ایرانیوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی اور جابان گرفتار ہو گیا۔ جس مجاہد نے جابان کو گرفتار کیا تھا وہ اس کو پہچانتا نہ تھا۔ اس نے دو غلام دینے کا وعدہ کر کے امان لے لی۔ کسی دوسرے مجاہد نے پہچان لیا اور پکڑ کر ابوعبیدہؓ کے پاس لے آیا۔ ابوعبیدہؓ نے کہا۔ گو اس دشمن کو چھوڑ دینا فوجی نقطہ نگاہ سے خطرناک ہے۔ چونکہ ایک مسلمان اس کو امان دے چکا ہے۔ اس وجہ اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

نرسی کی شکست ۶۳۴ء

جابان کی شکست خوردہ فوج نرسی کی فوج میں جا شامل ہوئی۔ ابوعبیدہ نے نمارق کی فتح کے بعد اس کی طرف بڑھے اور سقاطیہ کے مقام پر مقابلہ ہوا اور ایرانی فوج کو شکست ہوئی اور نرسی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گیا اور ارد گرد کے دہقان اور بڑے بڑے سردار مسلمانوں کی فوجی طاقت کو دیکھ کر ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اطاعت قبول

Marfat.com

کی اور اسلامی فوج کی پسپائیاں ہیں ۔

جسر کی جنگ ۶۳۴ء

رستم کو ان ذلت آمیز شکستوں کی اطلاع ملی تو اس نے بہمن جادویہ کی قیادت میں ایک جرار لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اسے ایرانیوں کا خاص جھنڈا "درخش کاویانی" بھی عطا کیا۔ ایرانی فوج دریائے فرات کے مشرقی کنارہ پر اتری۔ دوسرے کنارے پر اسلامی فوج خیمہ زن تھی۔ بہمن نے کہلا بھیجا یا تو تم دریا کو عبور کر کے ہماری طرف آجاؤ یا ہم کو اس کی طرف آنے دو۔

ابو عبیدہ نے جوش جہاد میں آکر جواب دیا۔ ہم ہی تمہاری طرف آکر لڑیں گے۔ مثنیٰ نے مخالفت کی اور کہا ان کی طرف جا کر لڑائی لڑنے سے ہماری فوج تباہ ہو جائے گی لیکن ابو عبیدہ رض ایرانیوں کی طرف جا کر لڑنے پر مصر رہے۔ بالآخر کشتیوں کا پل بنا کر اسلامی فوج کو دریا کے کنارے اتار دیا گیا۔

اس لڑائی میں ایرانی اپنی فوج میں کافی تعداد میں ہاتھی لائے ہوئے تھے جن پر گھنٹے بندھے ہوئے تھے۔ عربی گھوڑے ان کو دیکھ کر بدک بدک جاتے تھے۔ مجبوراً عرب گھوڑوں سے کود پڑے اور ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ خود ابو عبیدہ سفید ہاتھی پر جو سب سے بڑا تھا حملہ آور ہوئے اور تلوار سے اس کی سونڈ پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن ہاتھی نے ابو عبیدہ کو سونڈ سے پکڑ کر گرا لیا اور اپنے پاؤں تلے روند دیا۔

ابو عبیدہ رض کی شہادت کے ساتھ ہی اسلامی فوج میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی اور میدان جنگ سے پسپا ہونا شروع ہو گئے۔ دوسری غلطی یہ ہوئی کہ عبداللہ بن مرثد ثقفی نے بڑھ کر پل کی رسیاں کاٹ دیں تاکہ اسلامی فوج بھاگنے کا راستہ نہ پا کر دوبارہ جنگ میں واپس آجائے اور پامردی سے لڑ کر ایرانی فوج کو شکست دے چونکہ اسلامی فوج کے پاؤں اکھڑ چکے تھے قائد شہید ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے ثقفی مجاہد کی یہ تدبیر کام نہ آئی بلکہ اس تدبیر سے زیادہ نقصان ہوا۔ مسلمان دریا میں کود پڑے اور چار ہزار مجاہد دریا کی لہروں کی نذر ہو گئے۔

مثنیٰ نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے اپنے دستہ کے ساتھ ایرانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انہیں روکے رکھا تاکہ دریا پر دوبارہ پل باندھ لیا جائے۔ مثنیٰ کی اس جوانمردی اور دلیری سے دوبارہ پل باندھ لیا گیا اور بقیہ فوج کو پل کے راستہ دریا کی دوسری طرف اتار لیا۔

اسلامی فوج کے نقصان کی وجوہ

۱۔ ابو عبیدہ نے آزمودہ اور تجربہ کار جرنیلوں کے مشورہ کو نظر انداز کر کے فوج کو دشمن کی طرف لے گئے جہاں ان کو نقل و حرکت کے لئے مناسب جگہ نہ مل سکی۔

Marfat.com

۲۔ عبداللہ ثقفی نے پل کی رسیاں کاٹ دیں اور واپسی کا راستہ بند کر دیا۔

۳۔ ایرانی فوج کے کمانڈر کو فن جنگ میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ حضرت ابو عبیدہ اس کی فوجی چالوں کے راز نہ جان سکے۔

۴۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی افواج کے پاس گھوڑے تھے اور ایرانی فوج کے پاس ہاتھی تھے اس لحاظ سے ایرانیوں کو مسلمانوں پر فوقیت حاصل تھی۔

جنگ بویب — نومبر ۶۳۵ء / ۱۴ھ

حضرت عمرؓ کو مسلم افواج کی شکست کا بڑا رنج تھا۔ ادھر مثنیٰ کی باقی ماندہ فوج کے افراد کی تعداد بھی گھٹ گئی تھی اس لئے دشمن کے مقابلے کے امکانات بہت مخدوش ہو گئے۔ ایسے میں حضرت عمرؓ کے احکامات کے مطابق از سر نو فوج اکٹھی کی گئی اور فوجی تیاریاں جب مکمل ہو گئیں تو مختلف سرداروں کی سرکردگی میں فوجی دستے روانہ کئے گئے۔ ان سرداروں میں قبیلہ بنی بجلیہ کے سردار جریر بن عبداللہ بھی شامل تھے۔

ایرانی فوج کے کمانڈر رستم کو یہ گمان ہو گیا تھا کہ اس نے مسلمانوں کی طاقت کا خاتمہ کر دیا ہے اس لئے باقی ماندہ کام اس نے اپنے جرنیل مہران بن مہویہ کے سپرد کر دیا اور یہ شخص ایرانی فوج کی قیادت کرتے ہوئے مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ رستم نے اس وجہ سے بھی اس شخص کو مسلمان کے خلاف بھیجا تھا کہ یہ عربوں کے طریقۂ جنگ سے واقف تھا۔ چنانچہ یہ شخص بارہ ہزار کی فوج لے کر کوفے سے تھوڑی دور بویب کے مقام پر آ پہنچا۔ یہاں دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ڈیرہ ڈالے پڑی تھیں اور درمیان میں دریائے فرات بہہ رہا تھا۔ ایرانی جرنیل نے پہلے کی طرح مسلمانوں کو دریا عبور کر کے لڑائی لڑنے کی دعوت دی۔ لیکن مثنیٰ اس غلطی کا انجام خود دیکھ چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے مہران کو دعوت دی کہ وہ خود دریا عبور کر کے آتے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی آمد پر مسلمانوں نے میدان جنگ میں فوجوں کو حضرت خالدؓ بن ولید کے طرز پر صف آرا کیا۔ دونوں فوجوں میں جب خوب مقابلہ ہو رہا تھا تو مسلمانوں نے دشمن کے کشتیوں کے بنائے ہوئے پل کو توڑ دیا تاکہ ان کے لئے میدان سے بھاگ کر جان بچانے کے لئے امکانات ختم ہو جائیں۔ مقابلے کے دوران ایرانی فوج کا کمانڈر مہران مارا گیا۔ مسلمانوں کو بڑی کامیابی ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے ایرانیوں کے مضبوط دستوں کا خاتمہ کر دیا تھا لیکن اس جنگ کے خاتمہ پر مسلمانوں کو بھی شدید جانی اور مالی نقصانات برداشت کرنے پڑے۔

بویب کی جنگ میں ایرانیوں کی شکست کی خبر جب دارالحکومت میں پہنچی تو چاروں طرف شور مچ گیا۔ ان دنوں ملکہ بوران دخت حکمران تھی۔ ایرانیوں نے عورت کی حکومت کو منحوس قرار دیا اور اسی کو شکست کا باعث بھی سمجھا چنانچہ اسے تخت سے اتار دیا گیا اور یزدگرد کو نیا بادشاہ

Marfat.com

بنایا۔ اس جنگ کے فوراً بعد مسلمانوں کو ایک عظیم صدمے سے دوچار ہونا پڑا. مثنیٰ جو جسر کی جنگ میں زخمی ہو گئے تھے وہ اچھے نہ ہوئے انتقال کر گئے۔

قادسیہ کی جنگ ۱۴ھ ۶۳۵ء

ایرانی حکومت نے عہد کر لیا تھا کہ بویب کی شکست کا بدلہ مسلمانوں سے لے کر رہیں گے۔ اس لئے انہوں نے زبردست فوجی تیاریاں اس غرض سے کیں کہ مسلمانوں کو آخری کاری ضرب لگا لیں ان تیاریوں میں شہنشاہ ایران یزدگرد نے ذاتی دلچسپی لی۔ عام مطالبہ یہ بھی تھا کہ رستم کو کمانڈر بھیجنے کی بجائے خود مسلمانوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ رستم نے مسلمانوں کا نام ونشان مٹانے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دی۔ اس نے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عراق کے سرحدی قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کر لیا۔ حالت اتنی بگڑ گئی تھی کہ مثنیٰ اس پر قابو نہ پا سکے اور انہیں عرب کے نزدیک سرحد کے علاقوں میں پناہ کے لئے آنا پڑا۔

ادھر حضرت عمرؓ نے تمام صوبائی گورنروں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے جس قدر فوج بھیج سکتے ہیں، بھیج دیں اس طرح ہر صوبے سے فوجی دستے دارالحکومت میں آ کر اکٹھے ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے اس فوج کو کئی حصوں میں تقسیم کیا اور ہر دستے کو ایک سردار کی ماتحتی میں کیا۔ حضرت عمرؓ کا ارادہ تھا کہ وہ خود میدان جنگ میں پہنچ کر فوج کی قیادت میں کرتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کریں اس پر صحابہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ یہ مناسب نہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ دارالحکومت کو چھوڑ کر میدان جنگ میں جانے کا اثر دشمن یہ لے گا کہ مسلمانوں کی طاقت بڑی محدود ہے یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کو خود میدان جنگ میں آنا پڑا ہے پھر یہ کہ شکست کی صورت مسلمانوں کے وقار کو بہت نقصان پہنچے گا۔ حضرت عمرؓ نے ان مشوروں کو مان لیا اور پھر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو امیر لشکر بنا کر روانہ کیا۔ اس لشکر میں حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جیسے صحابہ بھی شامل تھے۔ جب یہ عظیم لشکر قادسیہ کے میدان میں خیمہ زن ہوا تو حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق چودہ آدمیوں کا ایک وفد ان کی گفتگو اور تصفیے کی خاطر شہنشاہ کے پاس بھیجا گیا۔ وفد کے ان اراکین نے بادشاہ کو بڑے معقول اور جائز مشورے دیئے جن کی وجہ سے جنگ کے ہولناک بادل چھٹ سکتے تھے۔

ایرانی شہنشاہ اس وفد کی تجاویز پر غور کرنے کی بجائے مسلمانوں کو اپنی شان وشوکت سے مرعوب کرنے کی کوشش کی پھر مسلمانوں کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے کے لئے اس نے کہا کہ کچھ عرصہ پہلے عربوں کا بُرا حال تھا مسلمانوں نے اس کو تسلیم کیا اور پھر کہا کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد

Marfat.com

عربوں کے دلوں اور دماغوں میں ایک انقلاب آچکا ہے جس کا اندازہ آپ کو نہیں پھر شہنشاہ نے انہیں روپے کا لالچ دینے کی کوشش کی مسلمانوں نے اس پیش کش کو رد کر دیا اور بادشاہ کو کہا کہ یہ جزیہ دینا قبول کرو یا مسلمان ہو جاؤ ورنہ ہم جنگ کریں گے۔ یزدگرد نے مسلمانوں کو یہ دھمکی دے کر واپس لوٹا دیا کہ رستم تمہارا خاتمہ کرنے کے لئے بہت بڑی فوج لے کر قادسیہ کے میدان میں پہنچ رہا ہے۔

رستم کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ اتنی بڑی فوج ہوتے ہوئے بھی اس کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں آتے اس ہچکچاہٹ کی وجہ سے ایک عرصے تک فریقوں کے درمیان جنگ کا آغاز نہ ہو سکا۔ لیکن مسلمان اس تذبذب کی حالت میں زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے ۱۴ ہجری میں جنگ شروع ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بیمار تھے۔ اس لئے وہ خود میدان جنگ میں حاضر نہ ہو سکے۔ مگر لکھ کر فوج کو ہدایات جاری کرتے رہے اور فوج ان کی قیادت اور مشوروں پر عمل کرتے ہوئے لڑتی رہی۔ یہ لڑائی کئی روز تک جاری رہی۔

پہلے دن ایرانی اپنے ہاتھیوں کو مسلمانوں کے مقابلے میں لائے مسلمانوں کو بڑے نقصانات اٹھانے پڑے مگر انہوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا خاص طور پر قبیلہ بنی اسد کے افراد جس بہادری سے لڑے وہ انہیں کا حصہ تھا۔ شام ہونے پر فریقین اپنے کیمپوں میں واپس لوٹ گئے قادسیہ کا پہلا معرکہ یوم الارماث کے نام سے مشہور ہے۔

دوسرے دن عربوں نے بھی فوجی چال چلی اور وہ اپنے اونٹوں پر سیاہ چادریں ڈال کر خوفناک بنا کر میدان جنگ میں لے آتے۔ ایرانیوں کو بالکل اندازہ نہ ہو سکا کہ عرب یہ کیا لائے ہیں ایرانی گھوڑوں نے ڈر کر میدان سے بھاگنا شروع کر دیا۔ جنگ سارا دن جاری رہی اور آدھی رات کو ختم ہوئی۔ دونوں فریق پھر اپنے کیمپوں میں لوٹ گئے۔ دوسرے دن کی لڑائی کا نام یوم اغواث ہے۔ تیسرے دن پھر معرکہ شروع ہوا۔ ایرانیوں نے بڑھ کر زور شور سے مسلمانوں پر حملہ کیا اور مسلمانوں کے دستوں کو چیر کر آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر مسلمانوں کے جوابی حملے کے باعث ہاتھیوں نے اپنے حواس کھو کر اپنی ہی فوج کو روند ڈالا۔ یہ جنگ پوری رات تک جاری رہی جب صبح ہوئی تو ایرانیوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے اور ان کے قدم میدان سے اکھڑنے شروع ہو گئے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر رستم خود آگے بڑھا اور اس نے مقابلہ کیا لیکن بری طرح زخمی ہو گیا۔ اس نے میدان سے بھاگ کر نہر میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی تاکہ اس کی جان بچ جائے مگر ایک مسلمان جس کا نام ہلال بن علقمہ تھا اس نے رستم کو قتل کر ڈالا۔ ایرانیوں کو بری طرح شکست ہوئی اور

Marfat.com

میدان جنگ دشمن کی لاشوں کی کے ڈھیر لگ گئے کیونکہ ان کے تقریباً تیس ہزار سپاہی مارے گئے تھے قادسیہ کے تیسرے دن کی لڑائی کا نام یوم العماس ہے۔

نتائج (۱) اس جنگ میں ایرانی فوج کے سپہ سالار رستم کی موت بڑی اہمیت رکھتی ہے

۲ - مسلمانوں کے ہاتھ بہت زیادہ مال غنیمت آیا۔

۳ - ایران کے آس پاس کے علاقوں میں مسلمانوں کی فوجی طاقت کی دھاک بیٹھ گئی۔

۴ - ایران کے گردو نواح میں جو قبائل آباد تھے وہ بڑی تعداد میں مسلمان ہوئے یہ وہی لوگ تھے جو ایرانی فوج میں بھرتی ہوا کرتے تھے ۔

۵ - اس جنگ میں شکست کھانے کے بعد چند سالوں تک ایرانیوں کو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کی ہمت نہ ہوئی ۔

۶ - اس جنگ میں شکست کھانے کے بعد ایرانی حکومت اب اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ اس میں مسلمانوں کے خلاف کسی ٹھوس کارروائی کی سکت باقی نہیں رہ گئی تھی ۔

مدائن کی فتح ۶۳۶ء / ۱۵ھ

قادسیہ کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد جو ایرانی سپاہی میدان سے بھاگ گئے تھے۔ ان کی ایک کثیر تعداد بابل میں آکر جمع ہو گئی تھی مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے یہاں پہنچ کر انہیں شکست دی ۔ یہاں سے فرار ہونے کے بعد وہ ایران کے پایۂ سلطنت مدائن کے شہر میں داخل ہو گئے ۔ یہ خوبصورت شہر دریائے دجلہ کے دونوں کناروں کی جانب پھیلا ہوا تھا ۔ چنانچہ مسلمانوں نے ایران کے پایۂ سلطنت پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں ۔ پہلے انہوں نے شہر کے ایک حصے پر قبضہ کیا ۔ ایرانی شہر کے اس حصے کو خالی کر کے بھاگ گئے اور دوسرے حصے میں جا کر پناہ گزین ہوئے ۔ ان میں شہنشاہ ایران یزدگرد بھی شامل تھا ۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان دریا عبور کر کے یہاں نہیں آسکیں گے کیونکہ دریا کو عبور کرنے کے لئے انہیں پل بنانے نہیں دیا جائے گا ۔

ایرانیوں نے اس پل کو توڑ دیا تھا جسے وہ خود استعمال کیا کرتے تھے ۔ ایسے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رض نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا ۔ پھر ساری فوج نے ان کی پیروی کرتے ہوئے دریا کو عبور کر لیا ۔ ایرانی قلعہ بند ہو کر بیٹھے ہوئے تھے ۔ اس صورت حال کے پیش نظر ایرانیوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے شہر کو خالی کر دیا اور اسے مسلمانوں کے حوالے کر دیا ۔ شہنشاہ ایران یزدگرد اپنے خاندان کے افراد کے ہمراہ یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا ۔ باقی ماندہ لوگوں نے مسلمانوں کی اطاعت کر لی اور جزیہ دینا منظور کیا ۔ اس طرح مسلمانوں کو بڑی عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی اور خوب مال غنیمت بھی حاصل ہوا ۔

Marfat.com

جنگ جلولا ۱۶ھ ۶۳۷ء

جو ایرانی مدائن سے شہر کو خالی کر دینے کے بعد بھاگ آئے تھے ان کی کثیر تعداد جلولا میں آ کر جمع ہو گئی۔ یہاں پر پہلے سے شکست کھائے ہوئے ایرانی بھی موجود تھے۔ یہ سب کے سب قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے بچاؤ کے انتظامات کرنے لگے۔ انہوں نے شہر کے گرد خندق کھود ڈالی تاکہ مسلمان داخل نہ ہو پائیں۔ مسلمان اس حقیقت سے اچھی طرح روشناس تھے کہ اگر ان کو مہلت دی گئی تو یہ طاقت پکڑنے کے بعد مقابلے پر آئیں گے۔ اس لئے حضرت سعدؓ نے ہاشم بن عتبہؓ کی رہنمائی میں بارہ ہزار فوج جلولا بھیجی۔ اس فوج نے قلعے کا محاصرہ کر لیا جو مہینوں جاری رہا۔ آخر کار ایرانی تاب نہ لا سکے اور مسلمان قلعہ فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ہر طرف چرچے ہونے لگے۔ بصرے کے گورنر حضرمی کو بھی ایران پر حملہ کر کے شہرت حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے خلیفہ سے اجازت لئے بغیر خود بخود سمندر کی راہ سے ایران پر حملہ کر دیا اور ایرانی فوجوں کے درمیان پھنس کر رہ گیا۔ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو انہوں نے ابو سبرہ کو مدد کے لئے بھیجا۔ امدادی فوج کی آمد پر بصرے کے گورنر کو مصیبت سے نجات ملی۔

حلوان پر قبضہ یزدگرد میدان سے بھاگ کر حلوان میں مقیم ہو گیا تھا۔ جلولا کی فتح کی خبر سن کر حلوان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ قعقاع نے بڑھ کر حلوان پر قبضہ کر لیا اور عام اعلان کروا دیا کہ "جو لوگ اسلام قبول کر لیں گے یا جزیہ ادا کرنے کا عہد کریں گے، وہ ہر خطرے سے محفوظ رہیں گے" بہت سے اُمرا نے اسلام قبول کر لیا۔

ان فتوحات سے بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ مسجد نبویؐ میں ڈھیر لگ گئے۔ مال کی اس فراوانی کو دیکھ کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی۔ فرمایا "جس قوم میں دولت آتی ہے حسد بھی ساتھ آتا ہے۔"

کوفے اور بصرے کی آبادی عراق سے جو لوگ آئے، ان کا رنگ متغیر اور جسمانی لحاظ سے کمزور دیکھ کر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ساحل دجلہ کی آب و ہوا عربوں کے مزاج کے مناسب نہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو لکھا سلمان اور حذیفہ کو دریائے دجلہ کے مغربی کنارہ پر کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے کے لئے بھیجے تاکہ عربوں کے قیام کو وہاں بندوبست کیا جاوے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق دونوں بزرگ گئے تو وہ اس جگہ پہنچے جہاں کوفہ آباد کیا گیا۔ یہ ریتلی زمین تھی جس میں سنگ ریزے نہ ہوتے تھے۔ سلمان اور حذیفہ نے اس جگہ کو پسند کیا۔ وہاں نماز پڑھی، دعا مانگی اور سعدؓ کو اطلاع بھیجی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا

Marfat.com

آپؐ نے ہدایت بھیجی کہ فوج کو لے کر اس مقام پر چلے جاؤ چنانچہ محرم ۱۷ھ مطابق جنوری ۶۳۸ء کو وہاں پہنچ کر قیام کیا۔

پہلے فوج خیموں میں رہی، پھر حضرت عمرؓ کی اجازت سے چھپر بنائے گئے۔ ایک بار آگ لگ گئی جس وجہ سے بہت نقصان ہوا۔ اس لئے ابوالہیاج کو بھیجا گیا کہ وہ اینٹ گارے سے مکانات تعمیر کرے۔ درمیان میں ایک مسجد بنائی گئی جس میں چالیس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ یہاں ہی ایک بیت المال اور حضرت سعدؓ کے لئے ایک مکان تعمیر کیا گیا۔ یہ جگہ بعد میں کوفہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

بصرے میں مسلمان ۱۴ھ میں آباد ہو گئے تھے لیکن اس کی تعمیر بھی کوفے کے ساتھ اور اسی طرز پر ہوئی۔ پہلے ان دونوں مقام پر فوجی چھاؤنیاں تھیں بعد میں علم کے مرکز بن گئے۔ دور دراز سے لوگ علم حاصل کرنے کے لئے یہاں آتے علم کے جواہرات سے جھولیاں بھر بھر کر واپس جاتے۔

فتوحات جزیرہ ۶۳۷ء / ۱۶ھ

فتح تکریت و موصل

تکریت اور موصل جزیرہ کے حصے تھے۔ دجلہ کے بعد شمال کی طرف تکریت میں جو مدائن سے سو میل اوپر تھا رومی افواج جمع ہو رہی تھیں عیسائی بدوی قبائل ایاد، تغلب اور نمران کے ساتھ مل گئے تھے۔ عبداللہ بن معتم پانچ ہزار فوج کو لے کر تکریت کی طرف بڑھے اور محاصرہ کر لیا، چالیس دن کے محاصرہ کے بعد عبداللہ نے عیسائی قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ پھر بھرپور حملہ کر کے رومی فوج کو ذلت آمیز شکست دی۔ اس طرح تکریت پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں نے اور آگے بڑھ کر موصل پر قبضہ کر لیا۔

جزیرہ پر قبضہ

۱۷ھ میں قیصر نے پھر شام لینے کی کوشش کی۔ اس کے اصل محرک اہل جزیرہ تھے۔ یہ وہ حصہ ہے جو عراق عرب کے شمال میں ہے۔ اہل جزیرہ نے قیصر کو لکھا۔ اس نے اپنی افواج سمندر کے راستہ اتار دیں۔ انطاکیہ نے اپنے دروازے ان کے لئے کھول دیئے۔ قنسرین، حلب اور دوسرے شمالی قصبات نے بغاوت کر دی۔ اہل جزیرہ نے رومیوں کی تیس ہزار فوج کے ساتھ مدد کی۔ اہل جزیرہ کی اس حرکت پر ان کو سزا دینا ضروری تھا۔ ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ نے عیاض بن غنم کو اس مہم کی قیادت میں ورقہ کی طرف بڑھایا۔ دوسرا عبداللہ بن عتبان کی ماتحتی میں نصیبین کی طرف اور تیسرا عتبہ بن ولید کے ہمراہ جزیرہ کے عرب باشندوں کو دبانے کے لئے جب اہل جزیرہ کو یہ علم ہوا کہ عربوں نے ان کے دیار پر حملہ کر دیا ہے تو وہ رومیوں کی مدد کرنے سے پہلے واپس آ گئے۔

Marfat.com

معمولی لڑائیوں کے بعد رقہ۔ حران، نصیبین، میافارقین، سماط، سروج اور قرقیسا فتح ہو گئے۔ اس طرح جزیرہ زیر نگین ہو گیا۔

فتح خوزستان ۶۳۷ء / ۱۶ھ

فتح عراق کے بعد بصرہ میں ایک فوجی چھاؤنی قائم ہو چکی تھی اس کی سرحد خوزستان پر اب تک ایرانیوں کا قبضہ تھا۔ بصرہ کی حفاظت کے لئے خوزستان پر قبضہ ضروری تھا چنانچہ ۱۶ھ میں بصرہ کے والی عتبہ بن غزوان نے اہواز پر حملہ کر کے ہرمز کو مطیع و منقاد بنایا۔ چند دنوں کے بعد اس نے پھر علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس وقت ابو موسیٰ اشعریؓ بصرہ کے والی تھے۔ انہوں نے ہرمز کو شکست دے کر اہواز پر قبضہ کر لیا۔ اہواز کے بعد سوس فتح کیا۔ سوس کے بعد رامہرمز کا محاصرہ کیا۔ اس کے بعد حاکم نے آٹھ لاکھ سالانہ پر صلح کر لی۔ مسلمانوں کی فتوحات کو روکنے کے لئے یزدگرد نے ہرمزان کو اہواز اور فارس کی حکومت کا پروانہ دیا ہرمزان شوستر آیا اور ایک بڑا لشکر جمع کیا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے ہرمزان کی جنگی تیاریوں سے حضرت عمرؓ کو مطلع کیا۔ آپؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ اور جریر بن عبداللہ بجلی کو فوج دے کر ابو موسیٰ اشعریؓ کی مدد کیلئے بھیجا۔ ابو موسیٰ اشعری تمام فوج کو لے کر شوستر پہنچے۔ ہرمزان قلعہ بند ہو گیا۔ کئی ماہ تک محاصرہ رہا۔ اتفاق سے شہر کے باہر ایک آدمی مل گیا۔ اس کے ذریعے مسلمانوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کا خفیہ راستہ معلوم کر لیا۔ اس راستہ سے تھوڑے سے مسلمان شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور مسلمان شہر کے اندر فاتحانہ طور پر داخل ہو گئے۔ ہرمزان نے قلعہ میں پناہ لی اور ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ میں اس شرط پر آپ کے پاس آنے کو تیار ہوں کہ آپ مجھے حضرت عمرؓ کے پاس بھجوا دیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ ہرمزان حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ شوستر کے بعد جندیسابور فتح ہوا اور خوزستان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

معرکہ نہاوند ۶۴۲ء / ۲۱ھ

جب خوزستان پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ یزدگرد مرو میں تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ عربوں کی فتوحات کا یہ سیلاب تمام ایران کو بہا کے لے جائے گا۔ اس نے ایران کے ماتحت چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو فوجی مدد کے لئے لکھا اور ڈیڑھ لاکھ فوج مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار کی۔ اس کا سپہ سالار مردان شاہ کو مقرر کیا اور ایران کا تاریخی علم درفش کاویانی بھی ساتھ دیا اور وہ نہاوند کی طرف چل دیا۔

کوفہ کے والی حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضرت عمرؓ کو ایرانیوں کی جنگی تیاری کی اطلاع دی آپؓ

Marfat.com

نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ بعض نے یہ مشورہ دیا۔ آپ خود مقابلہ کے لئے نکلیں۔ حضرت علیؓ نے مخالفت کی اور کہا آپ ممالک محروسہ کی ایک تہائی فوج طلب کر کے بھیجئے۔ اس مشورہ پر فوجیں جمع کیں اور نعمان بن مقرن کی قیادت میں روانہ کیں۔ انہوں نے نہاوند سے چند میل ہٹ کر خیمے لگائے مردان شاہ نے صلح کی کوشش کی۔ مسلمانوں کی طرف سے مغیرہ بن شعبہ سفیر بن کر گئے۔ مردان شاہ نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ دربار لگایا ہوا تھا مغیرہ بن شعبہ شان بے نیازی سے دربار کے اندر داخل ہو گئے اور مترجم کے ذریعہ تبادلۂ خیالات شروع ہوا۔ مردان شاہ نے کہا۔

"اہل عرب! دنیا میں سب سے زیادہ بدبخت فاقہ مست اور نجس و ناپاک جو قوم ہو سکتی تھی وہ تم ہو۔ ہماری سپاہ کبھی کا تمہارا فیصلہ کر چکی ہوتی لیکن تم اس قدر ذلیل ہو کہ ہم اپنے تیر بھی تمہارے ناپاک خون سے آلودہ نہیں کرنا چاہتے۔ اب بھی تم واپس چلے جاؤ تو معاف کر دیا جائے گا۔ ورنہ تمہاری لاشیں خاک و خون میں تڑپتی نظر آئیں گی"۔

مغیرہؓ نے جواب دیا "تمہارا جیسا خیال ہے بے شک ہم ایک زمانہ ایسے ہی تھے لیکن ہمارے رسولؐ نے ہماری کایا پلٹ دی۔ اس نے ہم سے دنیا میں نصرت اور فتح اور آخرت میں جنت کا وعدہ کیا اور اس وقت سے برابر فتح و نصرت ہمارے رکاب میں ہے۔ اس لئے اب ہم اس وقت تک واپس نہیں جا سکتے۔ جب تمہارے ملک کو فتح نہ کر لیں۔ ہماری لاشیں نہ تڑپیں" (طبری جلد ۵ صفحہ ۲۶۰۲)

مردان شاہ کے اس متکبرانہ جواب کی وجہ سے مصالحت نہ ہو سکی۔ لڑائی چھڑ گئی۔ دونوں طرف سے خوب بہادری دکھائی گئی۔ نعمان بن مقرنؓ کو مہلک زخم آیا۔ انہوں نے منع کر دیا کہ کوئی بھی ان کے علاج معالجے اور دیکھ بھال کے لئے توجہ نہ کرے۔ چنانچہ نعمان بن مقرنؓ کے گرنے کے بعد ان کے بھائی نعیم نے اسلامی جھنڈا سنبھال لیا۔ لڑائی رات تک جاری رہی۔ آخر ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب ہمدان تک کیا ایرانیوں کے تیس ہزار سپاہی مارے گئے۔ اس لڑائی نے ایرانیوں کی رہی سہی تمام طاقت کو خاک میں ملا دیا۔ اسی وجہ سے مورخین اس فتح کو فتح الفتوح کہتے ہیں۔

فتح کے بعد معقل نعمان بن مقرنؓ کے پاس پہنچے۔ نزع کی حالت تھی۔ اس حالت میں نعمانؓ نے پوچھا کہ مسلمانوں کا کیا بنا ہے۔ جواب دیا خدا نے فتح دی ہے۔ فرمایا: الحمدللہ! حضرت عمرؓ کو جلد اطلاع دے دو۔ یہ جملہ کہہ کر خدا کو پیارے ہو گئے۔ حضرت عمرؓ فتح کی خبر کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ جب فتح کی خبر پہنچی تو آپؓ کو بہت مسرت ہوئی۔ بے شمار مال غنیمت مدینہ

Marfat.com

پہنچا۔ جب نعمان بن مقرن رضؓ کی شہادت کی خبر سنی تو افسوس کا اظہار کیا۔

ایران پر عام لشکر کشی اور فتوحات، ۲۳ھ / ۶۴۳ء

یزدگرد ان تمام شکستوں کے باوجود بھی فتنہ طرازیوں سے باز نہیں آتا تھا۔ چنانچہ ۲۱ھ میں حضرت عمرؓ نے صحابہ کے مشورہ سے ایران پر عام فوج کشی کا فیصلہ کیا۔ مندرجہ ذیل لشکر ایران کے مختلف حصوں میں روانہ کئے۔

۱۔ احنف بن قیس	خراسان کی مہم پر جہاں یزدگرد خود مقیم تھا۔
۲۔ مجاشع بن مسعود	اردشیر اور سابور کی مہم پر
۳۔ عثمان بن ابی العاص	اصطخر کی مہم پر
۴۔ ساریہ بن زنیم	افسا کی مہم پر
۵۔ سہیل بن عدی	کرمان کی مہم پر
۶۔ عاصم بن عمرو	سیستان کی مہم پر
۷۔ حکم بن عمیر	مکران کی مہم پر
۸۔ عتبہ بن فرقد	آذربائیجان کی مہم پر

یہ سب قائد اپنی اپنی مہمات پر روانہ ہو گئے۔ ان کے علاوہ اور بھی قائدین متعدد علاقوں کے لئے مامور ہوئے۔ سب سے پہلے اصفہان فتح ہوا اس کے بعد یکے بعد دیگرے ہمدان رے طبرستان۔ آذربائیجان، آرمینیہ، فارس کے علاقے (سابور، اردشیر، اصطخر، شیراز وغیرہ) کرمان سیستان اور مکران فتح ہوئے۔ یہ تمام فتوحات ۴۴ء مطابق ۲۳ھ میں ہوئیں۔

خراسان میں یزدگرد کا مقابلہ ۶۴۴ء

یزدگرد خراسان میں مقیم تھا۔ خراسان کی مہم پر احنف بن قیس متعین تھے۔ چنانچہ ۲۳ھ میں احنف نے خراسان پر دھاوا بولا اور ہرات کو فتح کرتے ہوئے یزدگرد کی جائے قیام مرو کی طرف بڑھے یزدگرد مرو کو چھوڑ کر مروالرود چلا گیا۔ احنف نے تعاقب کیا۔ اب یزدگرد بلخ پہنچا۔ اسلامی فوج نے بھی تعاقب کیا۔ یزدگرد مایوس ہو کر تاتاری علاقے میں داخل ہو گیا۔ بلخ پر مسلمانوں کا قبضہ ہونے کے بعد احنفؓ نے سارے خراسان میں اپنی فوجیں پھیلا دیں اور چند روز ہی میں اسلامی جھنڈا نیشاپور سے طخارستان تک کے علاقے پر لہرانے لگا۔ یزدگرد نے خاقان چین کی مدد سے ایک دفعہ پھر اپنے کھوئے ہوئے علاقوں کو واپس لینے کی کوشش لاحاصل کی۔ آخر کار مایوس اور ناکام ہو کر ایران کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ کر ترکستان چلا گیا۔ احنفؓ نے حضرت عمرؓ کو خبر بھیجی تو آپ نے مسلمانوں کو مسجد میں اکٹھا کر کے یوں خطاب کیا۔

973

Marfat.com

"آج مجوسیوں کی سلطنت برباد ہو گئی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی زمین کا تمہیں وارث بنایا ہے یہ تمہاری آزمائش ہے۔ تم اپنی حالت نہ بدلنا ورنہ خدا بھی تمہاری جگہ دوسری قوم بدل دے گا۔

شام کی فتوحات

مسلمانوں کی مملکت کی سرحدیں دنیا کی دو عظیم سلطنتوں کے ساتھ ٹکراتی تھیں یعنی ایران کی ساسانی سلطنت اور شام کی سلطنت جو مسلمانوں کے خلاف جارحانہ عزائم رکھتی تھی۔ مسلمانوں کو اپنا دفاع کرنا پڑا جس کے نتیجے کے طور پر ایران کی صدیوں پرانی حکومت کا انہوں نے تختہ الٹ کر رکھ دیا اور اس سارے ملک پر مسلمانوں کی حکمرانی قائم ہو گئی۔ اسی دوران میں شام کی حکومت کے خلاف اپنے تحفظ کے لئے مسلمان برابر اقدامات کر رہے تھے شام کی مہمات مشہور جرنیل خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں انجام پا رہی تھیں۔ مسلمانوں کو شام کی حکومت سے بہت خطرہ تھا۔ شام کی سلطنت جہاں عیسائی غسانی قبائل حکمران تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے تھے۔ اسی لئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو لشکر دے کر روانہ کیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں بھی رومی اپنی جارحانہ کارروائی سے باز نہ آئے جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے شام کے معاملات کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ اس سلسلے میں اجنادین کی جنگ میں حضرت خالد بن سعید شہید ہو چکے تھے۔ اس لئے مسلمانوں نے شام کی جارحانہ کارروائیوں کو روکنے کے لئے پیش قدمی کی۔

فتح دمشق ۶۳۴ء / ۱۳ھ خالد بن سعیدؓ کی شہادت کے بعد شام کے خلاف مہمات کی قیادت خالد بن ولیدؓ نے خود سنبھال لی۔ یہ اپنے زمانے کے بہترین جرنیل تھے اور ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کو اغیار بھی تسلیم کرتے تھے۔ میدان جنگ میں آپ ایسی ایسی ترکیبیں اختیار کرتے جن کا دشمن کو اندازہ ہی نہیں ہو پاتا تھا۔ دشمن کی نقل و حرکت پر ان کی گہری نظر ہوتی تھی اور اپنے چھوڑے ہوئے جاسوسوں کے ذریعے یہ دشمن کے فوجی راز معلوم کر لیتے تھے۔

جب آپ کو اطلاع ملی کہ دمشق کا حکمران اپنے بیٹے کی پیدائش کی خوشیاں منا رہا ہے اور ملک کے دفاع سے غافل ہے تو انہوں نے ایک فوجی مدبر کی حیثیت سے موقع سے فائدہ اٹھایا اور خندق کو پار کر کے شہر کے اندر اپنی فوج کے ہمراہ داخل ہو گئے۔ دمشق کے شہر کو اس لئے بڑی اہمیت حاصل تھی یہ شہر شام کی سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ مسلمانوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے جس کی وجہ سے ان کی ساری فوج شہر میں داخل ہو گئی ہے

Marfat.com

رومیوں کو اس حقیقت کا پوری طرح احساس ہو گیا تھا کہ اب ان کے لئے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا اس لئے انہوں نے صلح کی درخواست کرتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ جزیہ دینا منظور کرتے ہیں چنانچہ ان علاقوں پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی اور یہاں پر مسلمانوں نے اہم فوجی اڈے قائم کئے۔ اس کے بعد خالد بن ولید رضؓ نے یزید بن ابو سفیان رضؓ کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔

فتح اردن ۶۳۶ء / ۱۵ھ

دمشق کی فتح کے بعد مسلمانوں کی فوجی قوت بہت بڑھ گئی تھی اور انہوں نے شام کے علاقوں میں مضبوطی سے اپنے قدم جما لئے تھے وجہ یہ تھی کہ انہوں نے شام کے دارالحکومت دمشق پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے برعکس عیسائیوں کی قوت ماند پڑ چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ مسلمانوں کو سزا دینے اور ان سے بدلہ لینے کی نیت رکھتے تھے۔

اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے عیسائیوں نے اردن کے شہر بیسان میں اکٹھا ہونا شروع کر دیا اور اپنی فوجی طاقت کو بھی یکجا کیا اور اس قابل ہو گئے کہ مسلمانوں سے جنگ کر سکیں نتیجے کے طور پر دونوں فریقوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ عیسائیوں نے خوب مقابلہ کیا مگر انہیں شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے اردن کے سارے علاقے کو فتح کر لیا۔

حمص کی فتح ۶۳۵ء / ۱۴ھ

مسلسل کامیابیوں نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کر دیئے تھے اب وہ دشمن کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ چنانچہ خالد بن ولید رضؓ اور دوسرے سرداروں نے حمص کی جانب پیش قدمی کرنے کا منصوبہ تیار کیا۔ اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے فوجوں کو حکم دے دیا گیا کہ وہ حمص پر حملہ کر دیں۔ مسلمان حمص کے شہر میں داخل ہوئے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔

عیسائی مسلمانوں سے مقابلے کے لئے تیار نہیں تھے اور نہ ہی ان کو بروقت فوجی امداد مرکزی حکومت کی طرف سے پہنچ سکی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے رسل و رسائل کے تمام راستے روک رکھے تھے۔ معمولی جھڑپوں کے بعد عیسائیوں نے صلح کی پیشکش کر دی۔ جسے مسلمانوں نے قبول کر لیا۔ عبادہ بن صامت رضؓ کو مفتوحہ علاقے کا حاکم مقرر کیا گیا۔

اتنے میں حضرت عمر رضؓ کے احکامات آ گئے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ اب وہ مزید پیش قدمی روک دیں۔ شام کی حکومت سے جو خطرہ مسلمانوں کو تھا وہ دور ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کی فوج نے احکامات کی تعمیل کی مگر اس کے برعکس روم کا بادشاہ مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے زبردست تیاریوں میں مصروف تھا۔

Marfat.com

جنگ یرموک ۶۳۶ء / ۱۵ھ

حمص کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کے احکامات مسلمانوں کی خارجہ پالیسی کی ترجمانی کرتے ہیں اور واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ملک گیری کی ہوس نہ تھی وہ جنگ صرف اپنے تحفظ کے لئے کرتے تھے۔ شام کی فتوحات کے سلسلہ کو حضرت عمرؓ نے روک دیا تھا مگر روم کے بادشاہ ہرقل نے مسلمانوں کو سزا دینے کے لئے فوجی تیاریاں شروع کر رکھی تھیں اور اس نے اپنے تمام جاگیرداروں اور مختلف عیسائی ریاستوں کے حکمرانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی امدادی فوجیں روانہ کریں تاکہ مسلمانوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑی جا سکے۔ چنانچہ مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لئے معقول انتظامات کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ دونوں جانب کی فوجی تیاریوں کے نتیجے میں زبردست تصادم ہوا اور یرموک کی جنگ لڑی گئی۔ جنگ یرموک کے اسباب کا جائزہ تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

اسباب جنگ

۱۔ اس جنگ کی کئی وجوہ تھیں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ شام کی عیسائی حکومت کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات مدت سے خراب چلے آرہے تھے۔

۲۔ شام کی سلطنت روم کے بادشاہ ہرقل کی سلطنت کا حصہ تھی۔ عیسائیوں کی شکست کو ہرقل اپنی توہین خیال کرتا تھا۔

۳۔ دمشق، اردن اور حمص کے علاقے کھو بیٹھنے کے بعد عیسائیوں میں انتقام لینے کا جذبہ زیادہ بڑھ گیا تھا۔

۴۔ روم کے بادشاہ ہرقل کو یہ خطرہ تھا کہ مسلمان شام کی فتوحات کے بعد کہیں براہ راست اس کی طرف بڑھنے کی تیاریاں نہ شروع کر دیں۔

۵۔ روم کے حکمران ہرقل کو اس بات کا بڑا دکھ تھا کہ جو علاقے مسلمانوں نے فتح کئے تھے ان کی ساری آبادی عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئی تھی۔

۶۔ فوری وجہ:۔ شام کے مختلف علاقوں کے ہاتھ سے نکل جانے کا ہرقل کو بڑا دکھ تھا اس لئے اس نے انطاکیہ میں تمام عیسائی سرداروں کو مشورہ دیا کہ انہیں مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کی تیاریاں کرنی چاہئیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو ان تمام واقعات کی اطلاع ہو گئی اور وہ بھی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہو گئے۔

واقعات جنگ

جب مسلمانوں نے فوجی تیاریاں مکمل کر لیں تو وہ صحرائے عرب کے کنارے کھلے میدان میں آ گئے اور دمشق کا شہر خالی کر دیا۔ اس شہر کے لوگوں سے مسلمانوں نے جزیے کی رقم

Marfat.com

وصول کی ہوئی تھی۔ جب انہوں نے شہر کو خالی کیا تو انہوں نے واضح کیا کہ چونکہ ہم یہاں کے لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو رہے ہیں اس لئے جزیہ کی رقم واپس کی جاتی ہے یہ واقعہ مسلمانوں کے بلند کردار کی عکاسی کرتا ہے۔

جو فوج مسلمانوں نے اکٹھی کی تھی اس کی تعداد پچاس ہزار کے قریب تھی اس کے برعکس عیسائیوں کی فوج کی تعداد ۲ لاکھ چالیس ہزار تھی۔ مسلمانوں کی فوج کی قیادت ابو عبیدہ کر رہے تھے عیسائیوں کی فوج کی قیادت کے فرائض ان کے مشہور جرنیل باہان نے انجام دیئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی تجاویز

خالد بن ولیدؓ نے جنگ کا نقشہ تیار کیا اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کے سامنے چند تجاویز پیش کیں جو فوجی نقطہ نظر سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔

۱۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم بیت المقدس کا رخ کریں جو فلسطین کا مرکز ہے۔

۲۔ یا ہمیں انطاکیہ پر حملہ کرنا چاہیئے جہاں روم کا بادشاہ ہرقل مقیم ہے۔

خالد بن ولیدؓ نے ان دونوں تجویزوں کو پیش کیا اور پھر دونوں کو رد کرتے ہوئے دلائل دینے کے بعد ذیل کی تجاویز پیش کیں۔

۱۔ ہمیں دونوں مقامات پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے۔

۲۔ ہم جہاں ٹھہرے ہوئے ہیں پر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے وجہ یہ ہے کہ ہماری فوج کی تعداد کم ہے۔

۳۔ پھر یہ کہ ہماری فوج کے لئے کھلا میدان ہے جہاں دشمن کا مقابلہ زیادہ اچھی طرح کیا جا سکتا ہے

۴۔ پھر ہمیں وہ راستے بھی کھلے رکھنے چاہیئں جن سے کمزور پڑنے پر ہمیں مرکز سے مدد آ سکے اور سپلائی لائن کھلی رہے۔

سب نے خالد بن ولیدؓ کی تجویزوں کو مان لیا چنانچہ مسلمانوں کا لشکر شام سے کچھ دور یرموک کے میدان میں پہنچ گیا اور فوجی نقطہ نظر سے بہتر مقامات پر مسلمانوں نے قبضہ کر کے مورچے سنبھال لئے مسلمان جانتے تھے کہ وہ اب ایسی جنگ لڑنے والے ہیں جہاں شام کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ آخر کار ۲۲ جولائی ۶۳۶ء میں عیسائیوں کا لشکر اپنے کمانڈر باہان کی قیادت میں یرموک کے میدان میں آ پہنچا۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے پڑی ہوئی تھیں لیکن آغاز جنگ نہ ہو سکا آخر کار ۲۰ اگست ۶۳۶ء میں دونوں فریقوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ حضرت خالد بن ولید نے فوجی قیادت کے جوہر دکھاتے ہوئے سارے لشکر کو اڑتیس دستوں میں تقسیم کر رکھا تھا اور ہر

Marfat.com

دستے کی قیادت کے لئے ایک کمانڈر مقرر کر رکھا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ہر طرف سے تیروں کی بارش شروع کر دی۔ عیسائیوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی اور بڑا زبردست مقابلہ کیا مگر آہستہ آہستہ ان کے حوصلے پست ہونے شروع ہو گئے اور میدان جنگ سے ان کے قدم اکھڑ گئے۔ عیسائی فوج کے نامی جرنیل میدانِ جنگ میں مارے گئے اور سپاہی میدانِ جنگ سے بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی، باختلاف روایت ان کی ایک لاکھ یا ستر ہزار سپاہ کام آئے۔ مسلمانوں کے کل تین ہزار شہید ہوئے۔

نتائج جنگ

۱۔ قادسیہ کی جنگ نے ایران کی قسمت کا فیصلہ کیا تھا۔ جنگ یرموک نے شام کی قسمت کا فیصلہ کیا۔

۲۔ عیسائیوں کی فوجی قوت مٹ گئی اور شام کا سارا علاقہ مسلمانوں کی سلطنت کا حصہ بن گیا۔

۳۔ عیسائیوں کو اس جنگ میں عظیم جانی اور مالی نقصانات اٹھانے پڑے ان کے مشہور جرنیل مارے گئے۔

۴۔ ہرقل روم چلا گیا پھر اس نے کبھی ادھر کا رُخ نہ کیا اور شام کے سارے علاقے مسلمانوں کی سلطنت کا حصہ بن گئے۔

۵۔ سارے عرب اور ایران نے مسلمانوں کی قوت کا سکہ مان لیا۔ خود ہرقل نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا۔

۶۔ شام کی سلطنت سے مسلمانوں کو جو خطرات ہوا کرتے تھے ان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

۷۔ یرموک کی فتح کے بعد عیسائی قبائل بڑی تعداد میں مسلمان ہوئے اس طرح یہ فتح اشاعت اسلام کا موجب بھی بنی۔

۸۔ فتح یرموک کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ کثیر مال غنیمت آیا جس نے ان کی اقتصادی حالت کو متاثر کیا۔

۹۔ اس جنگ نے اس حقیقت کو بھی عیاں کیا کہ مسلمان شجاعت اور بہادری میں عیسائیوں سے بڑھے ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے پچاس ہزار کی فوج کے ساتھ دو لاکھ چالیس ہزار کے لشکر کو شکست دی تھی۔

Marfat.com

۱۰۔ مسلمانوں نے لقا جومر، سر مین۔ توزی۔ قررس۔ تل عزاز اور دلوک وغیرہ چھوٹے چھوٹے مقامات آسانی سے فتح کر لئے۔

فتح بیت المقدس ۶۳۷ء / ۱۶ھ

مذاہب عالم کی تاریخ میں بیت المقدس کے شہر کو بڑی اہمیت حاصل ہے مسلمان بیت المقدس کا رُخ کرنا چاہتے تھے۔ شام میں اب یہی ایک ایسا اہم شہر تھا جہاں مسلمانوں کی حکومت ابھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ حضرت عمرو ابن ؓ عاص اکثر اس طرف پیش قدمی کیا کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے فلسطین کا رخ کیا اور بیت المقدس کے شہر کو اپنے محاصرے میں لے لیا۔ ادھر ابو عبیدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ شام کی مہمات سے فارغ ہو چکے تھے۔ امدادی فوج لے کر وہ بھی ان کی مدد کو آ گئے۔

عیسائیوں نے بیت المقدس کے شہر کے دفاع کی کوشش کی لیکن حالات اب ایسے نہیں تھے کہ عیسائیوں کے حوصلے بلند ہوتے اور وہ یہ امید کرتے کہ انہیں مسلمانوں کے خلاف کامیابی ہو سکتی ہے۔ اس لئے انہوں نے لڑنے کا پروگرام ملتوی کر دیا اور صلح کی شرائط مسلمانوں کے سامنے پیش کیں۔ ایک اہم شرط یہ تھی کہ صلح کا معاہدہ خود حضرت عمرؓ تشریف لا کر لکھیں۔ عیسائیوں کی اس خواہش کی اطلاع حضرت عمرؓ کو کر دی گئی انہوں نے ان کی اس شرط کو مان لیا اور بیت المقدس تشریف لانے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو قائم مقام خلیفہ مقرر کرنے کے بعد سفر کی تیاریاں شروع کیں اور مختصر سا سامان اپنے ہمراہ لیا۔ ایک گٹھڑی ان کے پاس تھی جس میں تھوڑی سی کھجوریں اور ستو تھے، پانی کے لئے ایک مشک بھی ساتھ رکھ لی پھر اپنے ایک غلام کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ غلام کے ساتھ یہ بات طے ہوئی کہ باری باری دونوں گھوڑے پر سوار ہوں گے۔ اسی منصوبہ کے تحت حضرت عمرؓ نے سفر کیا اور منزل مقصود کی طرف بڑھے، جب حضرت عمرؓ جابیہ کے مقام پر پہنچے تو عیسائی سرداروں فوج کے اعلیٰ عہدے داروں اور امرائنے آپ کا خیر مقدم کیا۔ جب آپ اس جگہ داخل ہوئے تو غلام گھوڑے پر سوار تھا اور خود بہت سادہ لباس پہنے ہوئے پیدل چل رہے تھے۔

سر ولیم لیور نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس حالت میں عیسائی سرداروں، عہدے داروں کے علاوہ خالد بن ولیدؓ، عمرو بن عاصؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور معاویہ ابن ابو سفیانؓ نے بھی دیکھا تھا

Marfat.com

اور ان کا خیر مقدم بھی کیا تھا۔ آخر کار جابیہ کے مقام پر عیسائیوں نے صلح نامے کا مسودہ ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ جس پر انہوں نے دستخط کر دیئے اور شرائط کے علاوہ مسلمانوں نے عیسائیوں کے حقوق اور جان و مال کے تحفظ کا ذمہ بھی لیا۔ سر ولیم میور نے لکھا ہے۔

"کہ سچائی کا یہ علمبردار عیسائیوں کی حالت کو دیکھ کر بہت رویا اور پھر بڑی ہمدردی سے ان کی شکایات کو سنا"

حضرت عمرؓ جب بیت المقدس کی زیارت کے لئے روانہ ہونے لگے تو ابو عبیدہؓ اور دوسرے سرداروں نے عرض کی۔

"کہ بہتر لباس پہن لیں اور رومیوں کے سامنے شان و شوکت سے جائیں"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"ظاہری شان و شوکت، خدا کی بخشی ہوئی عظمت کے سامنے کوئی چیز نہیں ہے کہ ہمارے لئے یہ فخر کم ہے کہ ہم مسلمان ہیں"

آپ نے بیت المقدس کا معائنہ کیا کہ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ عیسائیوں نے درخواست کی کہ گرجے میں نماز پڑھ لیں مگر آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ:

"اگر میں نے گرجے میں نماز پڑھ لی تو مسلمانوں کے لئے یہ ایک مثال قائم ہو جائے گی اور پھر بعد میں دشواریاں پیدا ہو جائیں گی"

چند روز قیام کے بعد آپ دارالحکومت میں واپس تشریف لے آئے آپ کے سفر بیت المقدس کو تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔

خالد بن ولیدؓ کی معزولی

شام کی فتوحات اور ۱۷ھ کے واقعات میں سب سے اہم واقعہ خالد بن ولید کی معزولی کا ہے بعض مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے خلیفہ بنتے ہی خالد کو معزول کر دیا یہ غلط ہے۔ صحیح روایات کے مطابق معزولی کا واقعہ ۱۷ھ کا ہے۔ ابن اثیر نے بھی اس کو ۱۷ھ کا واقعہ قرار دیا ہے، معاہدہ فتح بیت المقدس پر حضرت خالد بن ولید کے دستخط تھے اس سے معلوم ہوا کہ فتح بیت المقدس تک حضرت خالد کو معزول نہیں کیا گیا تھا۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں خالد بن ولید شام کی مہمات میں مصروف تھے مگر یرموک کی فتح کے بعد مرکزی حکومت سے ان کو معزولی کے احکامات پہنچ گئے۔ جب خالد بن ولید کے پاس

Marfat.com

حضرت عمر کے احکامات پہنچائے گئے تو انہوں نے سر جھکا دیا۔ اور پھر کہا میں ایک سپاہی ہوں میں نے اپنے نفس کو خدا کی راہ میں وقف کیا ہے۔ مجھے سرداری اور شان و شوکت کی تمنا نہیں مجھے جس قائد کے ماتحت کر دیا جائے گا میں ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کروں گا خلیفہ وقت کے احکامات کی اطاعت کرنا میرا فرض ہے۔ چنانچہ عبیداللہ بن جراح امیر فوج بنا دیئے گئے مگر وہ فوجی مشورے ہمیشہ خالد بن ولید سے لیتے تھے۔

معزولی کے اسباب

۱۔ خالد بن ولید سے کچھ لاپرواہیاں سرزد ہوئی تھیں جیسے کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں انہوں نے فوجی اخراجات کا حساب پیش نہیں کیا تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے حساب طلب کیا تو پہلے تاخیر کی پھر پیش کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو یہ طرز عمل ناگوار گزرا۔

۲۔ ان کی معزولی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت خالد میدان جنگ میں سخت گیر تھے۔ یہ بات حضرت عمر کو ناپسند تھی۔

۳۔ ۱۷ھ کو انہوں نے ایک شاعر کو دس ہزار کی خطیر رقم دے ڈالی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے بازپرس کی اور ابو عبیدہ کو لکھا کہ اگر خالد نے یہ رقم جیب سے دی ہے تو اسراف کیا اور اگر بیت المال سے دی ہے تو خیانت کی دونوں حالتوں میں وہ معزولی کے قابل ہیں۔

۴۔ خالد بہترین جرنیل تھے اور مرد میدان تھے مگر ابو عبیدہ صاحب علم اور دوراندیش فوجی ماہر تھے اور مفتوحہ علاقوں کا نظم و نسق خالد بن ولید سے زیادہ بہتر چلا سکتے تھے۔

۵۔ مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ فتوحات حضرت خالدؓ کے زور بازو سے ہو رہی ہے حضرت عمر کا حضرت خالد کو ہٹا کر مسلمانوں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ فتوحات اللہ کے فضل سے ہوتی ہیں اور مسلمانوں کے دلوں کو اس لادینی خیال سے پاک کرنا تھا۔

یہ بات بالکل غلط ہے کہ حضرت عمرؓ نے ذاتی ناپسندیدگی کی وجہ سے حضرت خالد بن ولید کو معزول کیا تھا۔ جب حضرت عمر نے خالد بن ولیدؓ کو معزول کیا تو لوگوں کی طرف سے اعتراضات ہوئے۔ حضرت عمر نے جواب دیتے ہوئے فرمایا میرے کندھوں پر آپ نے خلافت کا بار رکھا ہے۔ میں چرواہے کی مانند ہوں اگر غفلت کروں گا تو نقصان پہنچے گا اور بازپرس ہو گی۔ اگر میں اپنی خلافت میں اچھا کام نہیں کروں گا تو مجھے خدا کے سامنے جواب دینا ہو گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ خلیفہ اول کا

Marfat.com

خالد پر اعتماد تھا۔ مجھے ان کی بجائے ابوعبیدہ پر زیادہ اطمینان اور بھروسہ ہے" لوگ مطمئن ہو گئے پھر خالد بن ولید کو مخاطب کر کے کہا "تم مجھے عزیز ہو اور میں تمہاری عزت کرتا ہوں"۔

عمواس میں طاعون ۱۸ھ میں عمواس میں طاعون پھیل گیا اس وبا میں پچیس ہزار مسلمان مرے اور ابو عبیدہ بھی اسی وبا میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

عرب میں قحط ۱۸ھ میں عرب میں قحط پڑا جس میں حضرت عمرؓ نے ایک معمولی مزدور کی طرح مسلمانوں کی خدمت کی۔

قیساریہ کی فتح طاعون کی وبا کی وجہ سے پہلے ہی سے شام کا تمام علاقہ مسلمانوں کے زیر نگین چلا آتا تھا صرف ایک شہر قیساریہ باقی رہ گیا تھا۔ اس کو ۱۹ھ میں امیر معاویہ نے فتح کیا۔

فتح مصر

پس منظر مصر سرحد شام پر واقع ہے۔ اسلامی فتوحات کے زمانے میں شام اور فلسطین کی طرح مصر بھی رومیوں کے زیر نگین تھا۔ رومیوں نے ۳۰ قبل مسیح میں مصر پر قبضہ کیا۔ مصریوں کا مذہب بت پرستی تھا۔ جب رومی سلطنت عیسائیت کے آغوش میں چلی گئی تو مصر کی بت پرستی عیسائیوں کو کانٹے کی طرح کھٹکنے لگی۔

رومی سلطنت کی طرف سے مصر کو رومۃ الکبریٰ کے لئے ایک بہت بڑا ذرخیز قرار دیا گیا۔ مصر سلطنت روما کے تمام مطالبات پورے کرتا رہا۔ مصری محکوم ہونے کے بعد علوم و معارف سے ناآشنا ہوتے چلے گئے۔ رومیوں نے مصریوں پر طرح طرح کے ٹیکس عائد کر رکھے تھے جس کی وجہ سے مصری بہت تنگ آ چکے ہیں۔ افراد و اشخاص، صنعت و حرفت، مویشی اور زمینیں، مسافر، تاجر وغیرہ تاجر کا اثاثہ زندہ اور مردہ سب پر ٹیکس کی بھرمار تھی۔ ان ٹیکسوں اور حکومت کے جور و ظلم سے مصری عوام کا ناک میں دم آ چکا تھا۔

مصریوں کا مقامی حاکم مقوقس بھی عوام کی طرح قبطی قوم میں سے تھا۔ سب لوگ مذہباً عیسائی تھے اور انہیں عقائد کے بارے میں رومیوں سے سخت اختلاف تھا۔

جب حضرت ابوبکرؓ نے چار سپہ سالار مقرر کر کے شام و فلسطین کی فتح کے لئے بھیجے تو حضرت عمروؓ بن عاص نے خلیفہ اوّل سے مصر جانے کی اجازت چاہتے ہوئے مصر کی شادابی اور زرخیزی کا تذکرہ کیا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ اس بات سے ڈر گئے کہ کہیں وہاں پہنچ کر اسلامی فوج کو ہزیمت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ پھر اسلامی افواج شام و عراق کی جنگوں میں مصروف تھیں۔ ان عساکر کے علاوہ

Marfat.com

کوئی ایسی فوج نہ تھی جو مصر پر حملہ کر سکے۔ پھر حضرت عمرؓ بھی ٹالتے رہے اور وہ بھی استحکام سلطنت کے حامی تھے۔

لیکن حضرت عمرو بن عاص فتح مصر پر بار بار اصرار کرتے رہے وہ تجارت کے سلسلے میں مصر کو خوب دیکھ چکے تھے اور اس پر قبضہ کرنے کے بڑے حامی تھے۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ مصر پر رومی اقتدار کا قائم رہنا شام وفلسطین کے اسلامی مفتوحات کیلئے ہر وقت خطرے کا موجب ہے چنانچہ فاروق اعظمؓ نے مصر کی طرف پیش قدمی کی اجازت دے دی۔ حضرت عمرو بن عاص کی قیادت میں چار ہزار سپاہی تھے۔

اسباب | مصر کی عیسائی سلطنت مسلمانوں کی حریف تھی اور مسلمانوں نے شام میں جتنی لڑائیاں لڑیں ان میں مصر کے حکمرانوں نے عیسائیوں کی فوجی مدد کی مصر کا علاقہ دشمن کا فوجی اڈہ تھا۔

۲ ۔ شام کی فتوحات کو آخری شکل دینے کے لئے لازمی تھا کہ مصر پر بھی قبضہ کیا جائے کیونکہ اس مقام کو فوجی اہمیت حاصل تھی۔

۳ ۔ مصر کے علاقے کے ساتھ ہی اسکندریہ کی بندرگاہ تھی۔ عیسائی سلطنتیں سمندر کے راستے مصر کو فوجی امداد بہم پہنچایا کرتی تھیں۔ اس لئے مسلمان مصر کے راستے کو اپنے مفاد کے لئے خطرہ سمجھتے تھے۔

۴ ۔ مصر شکست خوردہ عیسائی فوج کی پناہ گاہ بنا ہوا تھا۔

۵ ۔ اقتصادی لحاظ سے اس علاقے کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ زمین زرخیز تھی اور پیداوار خوب ہوتی تھی۔

۶ ۔ مسلمانوں نے یہاں کے اقتصادی حالات کو اپنی فوجی حالت کو بہتر بنانے کے مفید پایا۔

۷ ۔ مسلمان مصر کے اندرونی حالات سے واقف تھے۔ عمرو بن العاص اکثر تجارت کے لیے یہاں آیا کرتے تھے۔

تسخیر فرما ۶۴۰ء ۱۹ھ | حضرت عمرو بن عاص نے حضرت خلیفۃ المسلمین کے حکم سے ۱۸ھ میں مصر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ اسلامی لشکروں کے کچھ حصہ نے عریش کے راستے مصر پر چڑھائی کر دی۔ بڑی آسانی سے مصر کی سرزمین میں پہنچ گئے لیکن شہر فرما کی فصیلات تک پہنچے تو رومی فوجوں نے قلعہ بند ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ فرما کا شہر ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ اسلامی فوج نے تقریباً ایک مہینے تک شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔ بالآخر شروع محرم ۱۹ھ، ۶۴۰ء میں شہر فتح ہو گیا۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ قبطیوں نے مسلمان فوجوں کی امداد کی تھی۔

Marfat.com

فتح بلبیس اس کے بعد حضرت عمروؓ بن عاص اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے بلبیس کے مقام تک جا پہنچے۔ وہاں سخت معرکہ پیش آیا اطربون نے بیت المقدس کی ہزیمت کا انتقام لینے کے لئے بارہ ہزار کا لشکر لے کر اچانک حملہ کر دیا بھلا حضرت عمرو بن عاص کب غافل ہو سکتے تھے۔ انہوں نے بروقت خبر پا کر دشمن کا خوب مقابلہ کیا اور ایک مہینے تک میدانِ کارزار گرم رکھ کر دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔ ایک مہینے کی جنگ کے بعد مسلمانوں نے بلبیس فتح کر لیا۔

تسخیر قلعہ بابلیون ۲۱ھ بلبیس کو فتح کرنے کے بعد ام ذنین پر بڑا معرکہ پیش آیا۔ رومی افواج بابلیون کے قلعہ میں بھی تیار بیٹھی تھیں۔ کئی ہفتہ کی جنگ کے بعد فتح کے آثار نظر نہ آئے تو حضرت عمروؓ بن عاص نے امیر المومنین کو مزید کمک کے لئے لکھا۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ نے مزید چار ہزار کا لشکر بھیجا جس کے سالار حضرت زبیرؓ بن عوام، عبادہؓ بن صامت، مسلمہؓ بن مخلد اور مقدادؓ بن اسود تھے۔ امیر المومنین نے یہ بھی لکھا کہ چار ایسے بہادر سالار بھی شامل لشکر ہیں جن میں کا ہر ایک بہادر ہزار ہزار کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس کمک کے پہنچنے کے بعد رومیوں کا خوب مقابلہ ہوا رومی سپہ سالار بیس ہزار کا لشکر لے کر مقابلہ پر آیا مگر منہ کی کھا کر میدان جنگ سے بھاگ گیا ہزاروں رومی سپاہی میدان جنگ میں کام آئے۔

ام ذنین کی ہزیمت کے بعد رومی افواج بابلیون کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئیں۔ یہ قلعہ بڑا مضبوط اور ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص نے ۲۰ھ میں اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا لیکن آلاتِ حصار کی قلت اور شہر پناہ کی مضبوطی کی وجہ سے یہ محاصرہ سات ماہ تک جاری رہا۔ مقوقس (قبطی حاکم مصر) مسلمانوں کی جامعیت، مساوات، خدا پرستی، صفائی اور استقلال سے متاثر ہو کر صلح کے لئے تیار ہو گیا لیکن ہرقل نے اسے سختی سے روک دیا۔ بالآخر مسلمانوں نے سات ماہ کے بعد قلعہ بابلیون بزور شمشیر فتح کر لیا۔ مقوقس اور اس کے قبطی ساتھیوں نے جو پہلے ہی قلعے سے بھاگ نکلے تھے۔ مسلمانوں کی ہر ممکن امداد کی اور سہولتیں بہم پہنچائیں۔ تسخیر بابلیون کے بعد دریائے نیل کے مشرقی حصے پر مسلمانوں کا پورا قبضہ ہو گیا۔

فتح اسکندریہ ۲۱ھ تسخیر قلعہ بابلیون کے بعد حضرت عمروؓ بن عاص اپنی فوج کو لے کر اسکندریہ کی طرف بڑھے۔ یہ شہر بحیرہ روم کے ساحل پر ایک نہایت پر رونق اور وسیع و مستحکم بندرگاہ تھی۔ اسکندریہ تجارتی اور علمی لحاظ سے دنیا کے مشہور ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا۔

بابلیون سے ساحل تک کئی مضبوط قلعے تھے۔ مسلمان فوجوں نے ایک ایک کر کے سب

Marfat.com

فتح کر لئے۔ البتہ کریون پر سخت معرکہ پیش آیا۔ رومی لشکر وہاں سے شکست کھا کر بھاگا تو اسکندریہ میں پناہ لی اسکندریہ بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ دشمنوں کے پاؤں کہیں نہ جم سکے۔

جب مسلمانوں نے اسکندریہ پر حملہ کیا تو اس وقت پچاس ہزار رومی سپاہی قلعہ میں تیار بیٹھے تھے۔ بحری راستوں سے کمک اور رسد بڑی تیزی اور کثرت سے پہنچ رہی تھی۔ اس کے مقابلے پر مسلمانوں کی کل فوج ۲۲ ہزار تھی۔ ان کے پاس محاصرے کے آلات بھی نہ تھے۔

برابر چار مہینوں تک دونوں فوجیں زور آزماتی رہیں مسلمانوں نے بڑی بہادری سے رومی افواج کے حملوں کا روکا۔ جب فتح میں تاخیر ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاص کو ایک خط میں ڈانٹ پلائی اور حکم دیا کہ سخت حملہ کر کے اسکندریہ کو فتح کر لو۔ اس نے نئے حملے کے لئے حضرت عبادہؓ بن صامت کو سپہ سالار مقرر کیا۔ انہوں نے خدا کا نام لے کر بڑے زور کا حملہ کر کے اسکندریہ کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ لیکن قبطیوں کی دلجوئی اور خوشنودی کے لئے اس فتح کو "فتح صلح" قرار دے کر اہل مصر کو ذمی ٹھہرایا اور انہیں اختیار دیا کہ جو باہر نکل جانا چاہئے نکل جائے اور جو یہاں رہنا چاہے رہے۔ نیز ان کو صلح نامہ لکھ دیا جس کی چند شرائط حسب ذیل تھیں۔

۱ - ہر بالغ اور عاقل شخص دو دینار سالانہ جزیہ ادا کرے ۲ - یہ صلح گیارہ ماہ تک نافذ رہے گی۔

۳ - دوران صلح میں عرب اپنے مرکزوں کی حفاظت کریں گے۔

۴ - مسلمان گرجوں سے کوئی واسطہ نہ رکھیں گے اور نہ عیسائیوں کے مذہبی امور میں مداخلت کرینگے

۵ - اگر مسلمان ان کی حفاظت نہ کر سکے تو جزیہ واپس کر دیں گے۔

۶ - یہودی اسکندریہ میں رہیں گے وغیرہ وغیرہ

اسکندریہ فتح کر لینے کے بعد حضرت عمروؓ بن عاص کو خیال ہوا کہ اسکندریہ کو پایہ تخت قرار دیا جائے۔ لیکن یہ شہر بہت دور تھا۔ اس لئے واپس آکر دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر ڈیرے ڈالے۔ یہ مقام بعد میں فسطاط یعنی خیمہ گاہ مشہور ہوا۔ آہستہ آہستہ فسطاط دارالحکومت بن گیا فسطاط میں قیام کرنے کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص نے چھوٹے چھوٹے مقامات فتح کرنے کے لئے فوجی دستے بھیجے اور چند دنوں میں سارا مصر فتح کر لیا۔

فتح مصر کے نتائج

۱ - عمروؓ بن عاص اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

۲ - مصر کا علاقہ جو عیسائیوں کے لئے فوجی اڈے کی حیثیت رکھتا تھا۔ مسلمانوں کے ہاتھ آگیا۔

۳ - شام کی فتح مصر کی فتح کے بعد تکمیل کی صورت اختیار کر گئی۔

۴ - مصر کی فتح نے عیسائیوں کی فوجی اور سیاسی قوت کا خاتمہ کر دیا۔

Marfat.com

۵۔ مسلمانوں نے مصر کے زرخیز علاقوں سے فائدہ اٹھایا۔

۶۔ یہاں کی قبطی رعایا نے خود کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے اپنی اپنی ذمی رعایا کے ساتھ فیاضی کا سلوک کیا۔

۷۔ اس فتح کے بعد آس پاس کے کئی اور علاقے مسلمانوں نے فتح کر لئے۔

نہر سویز حضرت عمرؓ کے حکم کے تحت دریائے نیل کو ایک نہر کھود کر بحیرہ قلزم سے ملا دیا۔ چنانچہ اسی راستہ مصر کا غلہ بحیرہ قلزم کے راستے ینبوع کی بندرگاہ پر پہنچتا تھا۔ اسی سال تک یہ نہر کام دیتی رہی۔ اس کے بعد نہر ریت سے بھر کر بے کار ہو گئی۔

فتح طرابلس تسخیر مصر کے بعد حضرت عمروؓ بن عاص نے مغرب کی جانب پیشقدمی کرتے ہوئے طرابلس کے مشہور مقام برقہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر وہاں سے طرابلس کے مشہور قلعے کو فتح کیا۔ بربری قبائل نے اطاعت اختیار کر لی۔ فتح طرابلس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عمروؓ بن عاص کو معلوم ہوا تھا کہ رومی برقہ اور طرابلس میں فوج جمع کر کے تیاری کر رہے ہیں۔ ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ کسی وقت موقع پا کر جوشِ انتقام میں حملہ کر دیں۔ اس خطرے سے محفوظ رہنے کے لئے طرابلس کی طرف پیش قدمی ضروری سمجھی گئی۔

مفتوحہ اقوام سے سلوک مسلمانوں نے ہر ملک میں اپنے حسن اخلاق رواداری نرمی اور حسن سلوک سے لوگوں کا دل موہ لیا۔ میدان جنگ کی خونریزی اور قتل و غارت گری کے بعد وہاں کی رعایا اور شہر کو برباد نہیں کیا گیا بلکہ ان کی آبادی اور ترقی کے پورے موقع پیدا کیے۔ لوگوں کو پوری مذہبی اور شہری آزادی عطا کی ان کو مکانوں اور زمینوں سے محروم نہ کیا بلکہ ان کی حفاظت اور امن و سلامتی کا پورا ذمہ اٹھایا۔

مسلمانوں نے کسی مفتوحہ علاقے میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں اور امن پسند شہریوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ ہر جگہ ان سے نرمی سے پیش آئے اور اپنے عہد و پیمان کا خیال رکھا۔ دوسرے ممالک کی طرح مصر میں بھی مسلمانوں نے بڑی رواداری کا ثبوت دیا۔

قبطیوں سے بڑی نرمی سے برتاؤ کیا۔ انہیں پورا اختیار دیا کہ جو دین چاہیں قبول کر لیں۔ جو مسلمان ہو گئے ان کو مسلمانوں کے حقوق و فرائض حاصل ہوئے جو اپنے دین پر قائم رہے ان میں سے بالغوں پر دو دینار سالانہ جزیہ عائد کیا گیا۔

بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو جزیے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ حضرت عمروؓ بن عاص مصریوں کی سہولت اور آرائش کا بڑا خیال رکھتے تھے۔

مصر کی سرسبز و شاداب زمینوں پر مصریوں کا قبضہ قائم رکھا گیا اور ان کی حفاظت و نگہداشت

Marfat.com

اور مسلمانوں نے اٹھایا۔ ان کے اہل وعیال اور جان و مال کی حفاظت بھی فاتح قوم لے اپنے ذمے لی۔ شہروں میں امن و امان قائم کر کے ہر قسم کی آسائشیں مہیا کی گئیں نئی اصلاحات نافذ کر کے انتظامی معاملات میں باقاعدگی پیدا کی گئی۔ مسلمانوں نے رعایا کی سہولت کے لئے سڑکیں، پل اور حوض بنائے۔ نیز دیگر رفاہ عامہ کے کاموں میں دلچسپی کا اظہار کیا۔

مسلمانوں کی فتوحات کے اسباب

حضرت عمرؓ کے دورِ مسعود میں مسلمانوں کو ایران اور روم جیسی طاقتور سلطنتوں پر کلیتاً غلبہ حاصل ہو گیا تھا اور ان سلطنتوں کی فوجی قوت پاش پاش ہو گئی تھی۔ عرب کے بے سروسامان لوگوں کا اس قلیل عرصہ میں روم اور ایران جیسی سلطنتوں کو فتح کر لینا کوئی معمولی کارنامہ نہیں یورپین مورخین نے مسلمانوں کی شاندار فتوحات کی حیثیت ختم کرنے کے لئے یہ وجہ بیان کی ہے کہ دونوں حکومتیں اپنے اندرونی خلفشار کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکی تھیں۔ اس لئے مسلمانوں کو ان حکومتوں کے خلاف کامیابی نصیب ہوئی۔ اگر ان جنگوں کا سرسری جائزہ لیا جائے جو خلفائے راشدین کے عہد میں ان حکومتوں کے ساتھ لڑی گئیں تھیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ اس وقت بھی ایرانیوں اور رومیوں کی جنگی طاقت مسلمانوں کی نسبت کہیں زیادہ ہوتی تھی۔ یرموک کی لڑائی میں رومی فوج کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ تھی جبکہ مسلمانوں کی فوج کی تعداد بیس تیس ہزار تھی۔ جب لڑائی ہوئی تو میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

جب قادسیہ میں ایرانی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جب کہ مسلم فوج کی تعداد بیس ہزار تھی جب لڑائی لڑی گئی تو ایرانی فوج میدان جنگ سے بھاگ گئی اور مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔

مزید برآں جنگیں ایران اور شام کی زمین پر لڑی گئیں۔ جہاں مسلمانوں کے لئے سامان حرب اور رسد پہنچانا مشکل تھا۔ اس کے برعکس دشمن کی فوجوں کو ہر قسم کا سامان حرب اور رسد پہنچانے کا بندوبست تھا۔ ان حالات میں مسلمانوں کو شاندار فتوحات ہوئیں اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کی فتح کا سب سے بڑا سبب ان کا جذبۂ ایمان تھا۔ وہ جہاد کو عبادت سمجھتے تھے اور جہاد میں جان دینا اپنی اخروی سعادت خیال کرتے تھے ہر مسلمان کی یہ آرزو ہوتی تھی کہ وہ میدان جنگ میں شہید ہو۔ اس جذبہ نے مسلمانوں کے اندر بے پناہ شجاعت اور دلیری پیدا کر دی تھی۔

۲۔ اسلام نے مسلمانوں کے اندر بلند اخلاق پیدا کر دیا تھا اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے مفتوحہ علاقے ان کے گرویدہ بن گئے تھے۔

۳۔ مسلمانوں کے اندر اتحاد اور تنظیم تھی۔ اس اتحاد اور تنظیم نے مسلمانوں کے سامنے فتوحات کے

Marfat.com

دروازے کھول دیئے تھے۔ جس طرف بھی مسلمانوں کے منظم قدم بڑھتے کامیابی اور فتح ان کے قدم چومتی۔

۴۔ شروع میں مسلمانوں نے جن علاقوں پر حملے کئے۔ وہاں عرب آباد تھے اگرچہ وہ روم یا ایران کے باجگذار تھے، مگر عرب قومیت بیدار ہوتے ہی وہ مسلمانوں سے مل گئے۔ مصر کے قبطی اگرچہ عرب نہ تھے۔ لیکن وہ شامیوں کی بدسلوکی کی وجہ سے کبیدہ خاطر تھے اس لیئے وہ مسلمانوں کے ساتھ مل گئے اور مسلمانوں کی طاقت کا سبب بن گئے۔

۵۔ مسلمانوں کے سپہ سالار فن حرب میں بہت ماہر تھے اور ساتھ ہی وہ بلند اخلاق کے مالک تھے خالد بن ولید ابوعبیدہ بن الجراح سعد بن ابی وقاص اور عمرو بن العاص وہ جرنیل تھے جن کا مقابلہ ایرانی اور رومی جرنیل نہیں کر سکتے۔

۶۔ ان تمام وجوہات کے علاوہ حضرت عمرؓ کی شخصیت کا بھی فتوحات حاصل کرنے میں بڑا دخل ہے وہ خود بڑے درجہ کے فن حرب کے ماہر اور مدبر تھے۔ ان کی فن حرب میں مہارت اور تدبر نے مسلمانوں کی کامیابی کے لیئے راستے کھول دیئے وہ مدینہ میں بیٹھ کر فوجی مہمات کی راہنمائی کرتے۔

فاروقی نظامِ حکومت

۱۔ مرکزی نظام

خلیفہ حضرت عمرؓ سربراہ مملکت تھے اور امیرالمومنین کہلاتے تھے۔ آپؓ تمام فوجی، سیاسی، معاشی اختیارات کے منبع تھے لیکن خود مختار آمر اور جابر نہ تھے آپؓ کو بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی لیکن یہ تنخواہ صرف اتنی تھی۔ جتنی عام وظیفہ خواروں کو ملتی تھی۔ رہائش خوراک اور آرائش کے لیئے کوئی الاؤنس نہ ملتے تھے، کوئی دربار نہ تھا کوئی محل نہ تھا سونے کے لیئے زمین پہننے کے لیئے پیوند لگے ہوئے کپڑے اور کھانے کو جو گھر میں پکے۔ ایک دن آپؓ مسجد نبوی میں تقریر کر رہے تھے کہ ایک عام بدو نے روک لیا اور کہا ہر شخص کو دو گز کپڑا قمیض کے لیئے زیادہ کپڑا درکار تھا۔ آپ نے اس سے قمیض کیسے بنالی۔ عمرؓ نے اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے حصہ کا کپڑا بھی باپ کو دے دیا تھا۔ بیت المقدس جاتے ہیں تو غلام گھوڑے پر سوار ہے خود پیدل چل رہے ہیں قادسیہ کی خبر سننے کے لیئے مدینہ سے باہر ہیں کہ قاصد آتا ہے۔ اسے آپ کے کپڑے دیکھ کر شبہ بھی نہ ہو سکتا تھا کہ یہ خلیفہ ہیں۔ فوجی استقبال کے لیئے

Marfat.com

ع میں۔ تو سینہ پھیر لیتے ہیں کہ تم نے ریشمی کپڑے پہن رکھے ہیں۔ انہوں نے کپڑا اٹھایا۔ آپ نے دیکھا کہ نیچے دیسی پیوند لگے کپڑے ہیں اور ان پر ہتھیار ہیں آپ کی طبیعت بحال ہوگئی۔

شوریٰ سارے مسائل صلاح و مشورہ سے طے کئے جاتے تھے۔ آپ نے خود فرمایا کہ خلافت مشورے کے بغیر سرے سے جائز نہیں۔ آپ مجلس شوریٰ کے ارکان سے عزت سے پیش آتے اور ارکان کے مشورہ کے بغیر نہیں چلتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت علیؓ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ مجلس شوریٰ کے دوسرے ارکان یہ تھے، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت کعبؓ، حضرت ثابتؓ عام لوگوں کی رائے بھی لے لی جاتی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ ہر شخص کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع دیا جائے، ہر شخص کو اجازت تھی کہ اگر کسی کو حاکم کے خلاف شکایت ہو تو اعلانیہ بیان کرے آپ نے ایک مرتبہ فرمایا:

"میرے اوپر آپ کے حقوق ہیں، ایک یہ کہ ملک کا خراج اور مال غنیمت بے جا طور پر خرچ نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ تمہارے وظیفے بڑھاؤں، تیسرے یہ کہ تمہاری سرحدوں کی حفاظت کروں اور چوتھے یہ کہ تم کو خطروں سے بچاؤں۔"

جنگوں کے دوران جب کوئی اہم مسئلہ پیش آتا تو عام مشاورت طلب کی جاتی عراق کے بارے میں صحابہ نے مطالبہ کیا کہ ان ملکوں میں زیر حراست آنے والے قیدی غلام بنائے جائیں اور زمینیں مجاہدین میں تقسیم کر دی جائیں حضرت عمرؓ نے رائے عامہ طلب کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا کہ کسی کو غلام نہ بنایا جائے اور مجاہدین دوسرے ملکوں میں زمین نہ خریدیں۔

امورِ خلافت طے کرنے کے لئے عبداللہ بن ارقم سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے کام کرتے تھے وہ تمام خطوط کا جواب لکھتے اور اس کا ریکارڈ رکھتے تھے۔

دفتری نظام حضرت عمرؓ نے دفتری نظام ایرانیوں کے طرز پر ایک ایرانی مدبر کے مشورہ سے قائم کیا۔ یہ دفاتر مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے تھے ان میں دیوان فوج اور دیوان خراج خاص اہمیت کے حامل تھے۔

صوباتی نظام

صوبوں کا تعین حضرت عمرؓ نے کل رقبہ خلافت کو گیارہ صوبوں میں تقسیم کر دیا جو یہ ہیں۔

۱۔ مکہ ۲۔ مدینہ ۳۔ شام ۴۔ جزیرہ ۵۔ بصرہ ۶۔ کوفہ ۷۔ مصر ۸۔ فلسطین ۹۔ خراسان

Marfat.com

۱۰۔ آذر بائیجان ۱۱۔ فارس صوبوں کے لئے گورنر کا تقرر مدینہ سے ہوتا تھا۔ گورنر کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیا جاتا۔ گورنر کے عہدہ کے لئے تجربہ کار افراد منتخب کئے جاتے۔ تقرری کے وقت ہر گورنر کو ایک فرمان جاری کیا جاتا۔ اس فرمان کو عوام کے سامنے پڑھ کر سنایا جاتا۔ فرمان یہ تھا۔

"میں تمہیں حاکم اور سلطان بنا کر نہیں بھیج رہا۔ بلکہ لوگوں کا قائد بنایا جا رہا ہے تمہارا طرز عمل ایسا ہونا چاہئے کہ دوسرے اس کے نقش قدم پر چلیں، مسلمانوں کو ان کے حقوق ادا کرو، انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بناؤ۔ نہ ہی ان کی بے جا تعریف کرو مبادا کہ وہ نظم و ضبط کے تقاضوں کو بھول جائیں۔ ان پر اپنے گھر کے دروازے بند کر دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے قوی، کمزور اور کمزور طاقت بگڑ جائیں۔"

گورنر کے تقرر کے وقت اس کے مال و اسباب کی فہرست تیار کر لی جاتی اور واپسی پر اسی کے مطابق جانچ پڑتال کر لی جاتی تاکہ اندازہ ہو سکے کہ کہیں اس نے رشوت نہ لی ہو، ہر گورنر کے لئے یہ پابندیاں لازم تھیں۔

۱۔ وہ ترکی گھوڑے کی سواری نہیں کرے گا۔

۲۔ باریک کپڑا استعمال نہیں کرے گا

۳۔ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا۔

۴۔ دروازہ پر دربان نہیں رکھے گا۔

گورنروں پر محاسبہ رکھنے کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا گیا۔ محمد بن مسلمہؓ اس عہدہ پر فائز تھے۔ جن گورنروں کے خلاف شکایات ملتیں۔ ان کی تحقیقات کی جاتی سعد بن وقاص کے خلاف شکایت ملی کہ انہوں نے اپنے مکان کے سامنے ڈیوڑھی بنا لی ہے یہ الزام صحیح ثابت ہوا تو انہیں ان کے عہدے سے معزول کر دیا گیا۔ عیاض بن غنم حاکم مصر کے خلاف شکایت ملی کہ وہ باریک لباس پہنتے ہیں اور دربان بھی مقرر کر رکھا ہے تحقیقاتی افسر نے رپورٹ دی کہ الزام درست ہیں۔ انہیں اسی حالت میں مدینہ لایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کا باریک لباس اسی وقت اتروا دیا اور حکم دیا کہ تم گورنری کے قابل نہیں۔ تم بھیڑ بکریاں چرایا کرو۔ جو تمہارا آبائی پیشہ ہے۔

ہر صوبہ میں گورنر کے علاوہ حسب ذیل عہدیدار بھی مقرر کئے جاتے تھے۔

کاتب (میر منشی) کاتب دیوان (فوج کا ریکارڈ رکھنے والا) صاحب احداث (پولیس کا انچارج) صاحب الخراج (مالیہ اکٹھا کرنے کا ذمہ دار) صاحب بیت المال (افسر خزانہ) قاضی (عدل و انصاف کا انچارج) ہر صوبہ کو انتظامی یونٹوں میں تقسیم دیا جاتا تھا اور ہر ضلع میں قاضی، خازن اور عامل مقرر کر دیئے جاتے تھے۔

Marfat.com

امنِ عامہ حفظِ امن کی خاطر محکمہ پولیس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اِس محکمہ کے افسرِ اعلیٰ کا نام بلحاظ عہدہ "صاحبِ احداث" یا صاحب شرط (پولیس افسر) تھا۔ یہی محکمہ امن و امان کے علاوہ ناپ تول میں کمی بیشی کی نگرانی کرتا۔ اور دیکھتا کہ جانوروں پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جا رہا۔ اعلانیہ شراب نوشی نہیں ہوتی، راہگزر پر مکانات تعمیر نہیں ہو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ سے پہلے جیل نہ تھی۔ لیکن آپ نے سزا یافتہ افراد کے لئے جیل بنوائی۔ پہلی جیل مکہ میں قائم کی گئی۔ پھر آہستہ آہستہ دوسرے شہروں میں بھی جیل خانے تعمیر کئے گئے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جلاوطنی کی سزا بھی شروع ہوئی۔ ابومحجن کو اس لئے ایک علاقے سے جلاوطن کیا گیا کہ وہ بارہا سزا ملنے کے باوجود شراب نوشی سے باز نہ آتا تھا۔ تعزیرو حدود کے لئے یہ اصول وضع کئے گئے۔

۱۔ قتل اور سخت چوٹ یا زخم کے لئے قصاص، مرد ہو یا عورت ملزم کو یکساں سزا دی جائے گی۔ قاتل کے لئے قتل، زخم کے بدلے زخم لگایا جائے گا۔

۲۔ شراب پینے پر ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے۔

۳۔ بار بار سزا ملنے اور توبہ کرنے کے بعد تکرارِ جرم پر جلاوطنی۔

۴۔ تہمت یا الزام لگانے پر اگر وہ سچ ثابت نہ ہو تو سزا دی جائے گی۔

مالی نظام

بیت المال فتوحات میں اضافہ کے باعث بیت المال میں آمدن بڑھ گئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس سرکاری خزانے پر سخت احتساب قائم کیا۔ کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ بیت المال میں ایک پائی بھی خورد برد کرے۔ آپ خود ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ بیت المال میں شہد کا ذخیرہ موجود تھا۔ لیکن آپؓ مسجدِ نبوی میں آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑا سا شہد لے لوں۔ اجازت ملنے پر آپ نے ضرورت کے مطابق بیت المال سے تھوڑا سا شہد لے لیا۔

ایک مرتبہ آپؓ کی بیٹی حفصہؓ نے یہ سن کر کہ کافی مالِ غنیمت آیا ہے۔ انسان کی قدرتی طبع کے ماتحت آپ سے درخواست کی کہ اِس مال میں سے کچھ مجھے بھی دے دیا جائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک میرے ذاتی مال میں حق رکھتی ہو۔ مگر یہ تو عام مسلمانوں کا مال ہے۔ کیا تم مجھے دھوکہ دینا چاہتی ہو۔ حضرت حفصہؓ اپنا سا منہ لے کر چلی گئیں۔ بیت المال کو محفوظ رکھنے کے لئے عبد اللہ بن ارقم کی تجویز کے مطابق ایک پختہ عمارت تعمیر کی گئی اور اس پر پہرہ بٹھا دیا گیا تھا۔ بیت المال دراصل مرکزی خزانہ تھا جس میں آمدن کے ذرائع یہ تھے۔

Marfat.com

ذرائع آمدن

۱۔ خمس :۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں لازماً جمع کرایا جاتا۔
۲۔ زکوٰۃ :۔ صاحب حیثیت مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض تھی۔ صرف سونے چاندی پر ہی نہیں بلکہ تجارتی مال اور مویشیوں پر بھی زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔

۳۔ خراج :۔ مفتوحہ قوموں سے زمین پر خراج وصول کیا جاتا تھا اس کی شرح نصف یا تہائی ہوتی تھی۔ ایسی زمین کو خارجی کہتے تھے۔ قحط یا خشک سالی میں یہ خراج معاف کر دیا جاتا تھا۔

۴۔ عشر :۔ مسلمان زراعت پیشہ لوگوں سے بارانی زمین پر دسواں حصہ، کنویں اور چشموں سے سیراب ہونے والی زمینوں پر ۲/۱ حصہ مالیہ لیا جاتا تھا۔

۵۔ عشور :۔ تجارتی مال لین دین کے سلسلہ میں سال میں ایک مرتبہ عشور وصول کیا جاتا ہے اس کی شرح یہ تھی۔ دشمن اقوام دس سے فیصد، ذمی سے پانچ فیصد، مسلمان سے ڈھائی فی صد سالانہ دو سو درہم سے کم پر ٹیکس نہ لیا جاتا تھا۔

۶۔ جزیہ :۔ غیر مسلم رعایا پر جزیہ عائد کیا جاتا تھا۔ اس کی شرح سالانہ ایک سے چار دینار تک ذمی کی حیثیت کے مطابق تھی۔ بیمار، اپاہج، بچوں اور بوڑھوں سے جزیہ کی رقم نہ لی جاتی تھی۔ اگر کوئی غیر مسلم فوجی خدمات پیش کرے تو اسے بھی یہ ٹیکس معاف کر دیا جاتا تھا۔

مرکزی بیت المال کے علاوہ مفتوحہ صوبوں میں بھی اسی نمونہ کے بیت المال قائم کئے گئے۔ بیت المال کی کامیابی کی اصل وجہ یہ تھی کہ تمام افسران خزانہ ایماندار اور دیانت دار تھے۔

فوجی نظام

حضرت ابوبکرؓ نے تقریباً سوا دو سال حکومت کے فرائض انجام دیئے کہ ان کا انتقال ہو گیا، حضرت عمرؓ کو ۲/۱ ۱۰ سال اس خدمت کو انجام دینے کا جو موقع ملا۔ اس میں انہوں نے فتوحات، اصلاحات اور نظام خلافت کا جو ڈھانچہ تیار کیا۔ اس سے اسلام کی طاقت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ اس قلیل مدت میں انہوں نے اسلامی سلطنت کا دائرہ ایک وسیع و عریض علاقہ تک پھیلا دیا۔ جس میں عراق، ایران، شام، اردن، فلسطین اور مصر اور طرابلس الغرب شامل ہیں۔ ان علاقوں میں قیصر و کسریٰ اور مقوقس کی دم توڑتی ہوئی عظیم سلطنتیں آباد تھیں جو عربوں کے جوشِ ایمان سے مغلوب ہو گئیں۔ ان فتوحات کے سلسلہ میں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ضروریات اور حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر جو وقتی اقدامات کئے گئے۔ ان سے ایک ٹھوس فوجی حکمت عملی وجود میں آگئی۔

کمانڈر انِ چیف

خلیفہ افواج کے کمانڈر انچیف تھے، تمام جنگی منصوبے اور نقشے آپ کی ذاتی نگرانی میں تیار کئے جاتے، تمام تفصیلات اور احکامات آپ کی موجودگی میں طے پاتے کمانڈروں کا تقرر، ان کی ہدایات اور سمت کا تعین بھی خود خلیفہ ہی کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ جنگ شروع

Marfat.com

ہونے سے قبل، جنگ کے دوران جنگ کے خاتمہ تک کی ہدایات جاری کرتے۔ جنگ قادسیہ کے موقع پر عربوں کے لئے میدانِ جنگ کا انتخاب آپ نے خود کیا تھا۔ اسی طرح فتح مصر کے دوران جب اسکندریہ کی تسخیر پوری نہ ہو رہی تھی، تو آپ نے حکم جاری کیا کہ اکا دکا حملے کرنے کی بجائے اچانک دشمن پر بھرپور حملہ کیا جائے۔

بھرتی ضروریاتِ جنگ میں اضافہ کے پیشِ نظر فوج کی تعداد بڑھا دی گئی۔ بھرتی کے لئے دفاتر قائم ہوئے لیکن سب سے زیادہ بھرتی مدینہ کے فوجی ہیڈ کوارٹر میں ہوتی تھی۔ ہر سال کم و بیش ۳۰ ہزار جوان بھرتی کئے جاتے۔ فوج دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک رضاکار یا غیر مستقل فوج، دوسری باقاعدہ فوج۔ پہلی قسم کی فوج وقتی ضرورت کے لئے تیار کی جاتی تھی اور جنگ سے فارغ ہونے کے بعد اس کے سپاہی اپنے معمولاتِ زندگی میں مصروف ہو جاتے۔ دوسری فوج مستقل تھی اور اس کے فوجی نوجوان کوئی دوسرا کام نہ کرتے تھے۔ سوائے اس کے کہ مسلسل جنگوں میں شریک ہوں۔ سپاہیوں کو باقاعدہ تربیت دی جاتی اور اس کام کے لئے مختلف مقامات پر چھاؤنیاں قائم کر دی گئیں۔ سپاہیوں کا باقاعدہ اندراج کیا جاتا۔ ۱۵ھ میں ایک باقاعدہ شعبہ فوج قائم کیا گیا جو ان سپاہیوں کا مکمل ریکارڈ رکھتا تھا۔

تنظیم میدانِ جنگ میں فوج ایک کمانڈر کے ماتحت لڑتی تھی لیکن اگر ایک سے زائد کمانڈر جمع ہو جاتے تو وہ سب مل کر ایک کمانڈر کو اپنا کمانڈر انچیف بنا لیتے تھے۔ فوج اسی کے حکم سے میدانِ جنگ میں اترتی۔ فوج تین حصوں میں تقسیم کی جاتی تھی۔ نمبرا۔ میمنہ (دایاں حصہ) نمبر۲ قلب نمبر۳ میسرہ (بایاں حصہ) یہ ایک عام طریقِ کار تھا۔ ان واضح تقسیم کے علاوہ فوجی دستے جاسوسی پر بھی مقرر کئے جاتے فوج میں پیدل سپاہیوں کے علاوہ گھوڑ سوار اور شتر سوار دستے بھی موجود تھے۔ فوج کو اعشاری نظام کے مطابق ترتیب دی جاتی۔ دس سپاہیوں پر امیر العشر سو پر قائد اور دس قائد ایک امیر کے ماتحت لڑتے تھے یہ سب اپنی اپنی جگہ مستعد تھے۔ سب سے پہلے فوجوں میں جہاد کی اہمیت واضح کی جاتی پھر انہیں لڑنے کے لئے میدانِ جنگ میں اتار دیا جاتا۔ اس زمانہ کی طرح اس وقت بھی جنگی چالیں دو ایک ہی ہوتی تھیں ان کی نگرانی کا کام کمانڈر خود کیا کرتے تھے۔ جنگی حکمتِ عملی کو روئے بکار لانے کے لئے سب سے مستعد تجربہ کار اور تیز دستہ کمانڈر کی نگرانی میں لڑتا تھا۔ زخمی فوجیوں کی تیمارداری کے لئے عرب مستورات اپنی خدمات پیش کرتیں۔ زخمیوں کے علاج معالجہ کا بھی معقول انتظام کر دیا گیا تھا۔ عرب فوجیوں پر پابندی تھی کہ وہ دوسرے ملکوں میں جا کر زراعت، تجارت یا کوئی دوسرا پیشہ اختیار کریں۔

سامانِ جنگ اسلحہ کی ترسیل کا بھی باقاعدہ نظام قائم کیا گیا۔ عرب عموماً نیزہ، تیر، تلوار، ڈھال زرہ بکتر استعمال کرتے تھے۔ فوج میں لڑنے والے سپاہیوں کی تنخواہ مقرر تھی اور انہیں لباس اور خوراک بھی دی جاتی تھی۔

Marfat.com

فوج کو مستعد رکھنے کے لئے تیراکی، سواری، تیراندازی اور ننگے پاؤں چلنے کی تربیت دی جاتی تھی حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ کوئی فوجی گھوڑے کی رکاب میں پاؤں ڈال کر اس پر سوار نہ ہو۔ ریشمی لباس نہ پہنے، دھوپ میں چلنے کا عادی بنے اور حمام میں نہ نہائے۔ موسم گرما میں تمام فوجیں سرسبز و شاداب علاقہ میں بھیج دی جاتیں۔ چھاؤنیوں میں حفظان صحت کا معقول انتظام تھا۔ کوچ عموماً جمعہ کو کیا جاتا اور وہ بھی نماز جمعہ کے بعد، نماز جمعہ کے دوران سورۃ انفال کی تلاوت کی جاتی ہر چار ماہ کے بعد سپاہی کو رخصت پر بھیج دیا جاتا۔ کوچ کے دوران فوج کو مناسب مقامات پر ٹھہرنے اور سستانے کا موقع دیا جاتا لیکن یہ مدت ایک دن اور ایک رات سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔

فوجی مراکز

فوج کی تنظیم کے ساتھ ساتھ فتوحات کے کام میں مزید آسانی پیدا کرنے کے لئے فوجی چھاؤنیاں قائم کر دی گئیں۔ یہ فوجی مراکز مدینہ کے علاوہ دوسرے اہم مقامات بھی تھے جن میں سدھائے ہوئے اونٹ اور گھوڑے بھی رکھے جاتے تھے۔ گھوڑوں کو سواری کے علاوہ میدان جنگ میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان کی خاص طور پر پرورش اور نگہداشت کی جاتی تھی جانوروں کو داغنے کا رواج شروع ہو گیا تاکہ انہیں فوج سے چوری نہ کیا جا سکے اور اگر چوری کر لئے جائیں تو فوراً پہنچانے جا سکیں۔ ہر فوجی گھوڑے کی پشت پر "حبیش فی سبیل اللہ" کا نشان داغا جاتا تھا۔ گھوڑوں کے لئے وسیع چراگاہیں بنوائی گئیں۔

فوجی مراکز میں سپاہیوں کے علاوہ ان کے راشن اور اسلحہ کا بھی معقول ذخیرہ رکھا جاتا تھا چونکہ اس عہد میں جنگوں کا مستقل سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے فوج اس کا راشن اور اس کے استعمال میں آنے والا اسلحہ فوجوں کے ساتھ ساتھ ایک دوسری جگہ منتقل ہوتا رہتا تھا۔ فوجیوں کو پکا پکایا کھانا دینے کا بھی رواج ہو گیا تھا۔ فوجیوں کے پاس اسلحہ موجود ہوتا تھا۔ تاہم جہاں کہیں کمی محسوس کی جاتی تو اسلحہ سرکاری دفاتر سے فراہم کیا جاتا تھا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ عربوں کو شکست خوردہ فوج سے کافی اسلحہ مل جاتا اور وہ اسے ٹھیک کر کے دوسری بار جنگ میں اس کو استعمال میں لے آتے تھے۔

۴۔ عدالتی نظام

حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور خلافت میں دونوں محکمے انتظامیہ اور عدلیہ اکٹھے تھے۔ جب حالات درست ہو گئے تو دونوں محکموں کو الگ الگ کر دیا اور قاضی مقرر کئے جو فیصلے کرتے تھے۔ قاضیوں کی ہدایت کے لئے ایک فرمان بھیجا جس کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے

"امابعد قضا ایک ضروری فرض ہے لوگوں کو اپنے حضور میں اپنی مجلس میں اپنے انصاف میں برابر رکھو تاکہ کمزور انصاف سے مایوس نہ ہو اور مغرور آدمی کو رو رعایت کی امید نہ پیدا ہو۔ جو شخص دعویٰ کرے اس پر بار ثبوت ہے اور جو شخص انکار کرے اس پر قسم ہے صلح جائز ہے مگر وہ صلح جس سے حرام حلال اور حلال حرام نہ ہونے پائے۔ کل اگر تم نے کوئی فیصلہ کیا تو غور کے بعد اگر حق اس کے خلاف نظر آئے

Marfat.com

تو اس سے رجوع کر سکتے ہو۔ جس مسئلہ میں شبہ ہو۔ اور قرآن حدیث میں اس کا ذکر نہ ہو تو اس پر بار بار غور کرو اور اس کی مثالوں اور نظائر پر غور کرو۔ ان پر قیاس کرو۔ جو شخص ثبوت پیش کرنا چاہے اس کے لئے ایک میعاد مقرر کر دو اگر وہ ثبوت دے تو اس کا حق دلاؤ۔ ورنہ مقدمہ اس کے خلاف فیصل کرو ان اشخاص کے سوا جنہیں سزا میں دُرّے لگائے گئے ہوں یا جھوٹی گواہی دی ہو یا ولا اور وراثت میں مشکوک ہوں سب مسلمان ثقہ ہیں" قاضیوں کو یہ بھی ہدایت کی۔

"مقدمات میں اول تو قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرو اگر قرآن میں وہ صورت مذکورہ نہ ہو تو حدیث کی جانب رجوع کرو۔ اگر اس میں بھی نہ ہو تو اجماع سے ورنہ اجتہاد سے کام لو" حضرت عمرؓ اس شخص کو قاضی مقرر کرتے تھے جو علم، تقویٰ اور دیانت میں ممتاز ہوتا تھا۔ انسداد رشوت کے لئے قاضیوں کو بڑی بھاری تنخواہیں دیں۔ سلمان بن ربیعہ قاضی شریح کی تنخواہ پانچ پانچ سو درہم ماہوار تھی۔

۵۔ نظام احتساب

حضرت عمرؓ پہلے رئیس مملکت ہیں جنہوں نے نظام احتساب کی بنیاد رکھی وہ محتسب کے فرائض خود انجام دیتے تھے۔ تاریخ میں ان کے احتساب کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ انہوں نے ایک شتربان کو دیکھا کہ اس نے اپنے شتر پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد رکھا ہے تو اسے دُرّے لگائے اور سختی سے ڈانٹا۔ ایک ہٹے کٹے آدمی کو بھیک مانگتے دیکھا تو نہ صرف یہ کہ اسے زجر و توبیخ کی بلکہ اس کی جھولی جو آٹے سے بھری ہوئی تھی چھین کر بیت المال کے اونٹوں کے آگے ڈال دی۔

۶۔ صیغہ محاصل

حضرت عمرؓ نے خراج اور محاصل کا باقاعدہ انتظام کیا چنانچہ حضرت عمرؓ نے عراق کے بندوبست کی طرف توجہ کی۔ امرائے فوج کی رائے تھی کہ عراق کی مفتوحہ زمین فوج میں تقسیم کی جائے لیکن حضرت عمرؓ نے اسے حکومت کی ملکیت قرار دینا چاہتے تھے اس امر پر بہت اختلاف رہا۔ آخر کار حضرت عمرؓ کی تجویز پر ہی فیصلہ ہوا۔

عراق کی پیمائش کر کے زمینوں کا بندوبست کرایا۔ زمینیں ان کے مالکوں کے قبضے میں رہنے دی گئیں اور پیداوار کے لحاظ سے مالگزاری کی شرح مقرر کر دی گئی۔ فی جریب دو درہم کم سے کم اور فی جریب دس درہم زیادہ سے زیادہ شرح تھی۔ اوقاف، جنگلات اور لاوارث زمینوں کو خالصہ قرار دے کر رفاہ عام کے لئے وقف کر دیا گیا۔

حضرت عمرؓ کے دور میں عراق کا خراج آٹھ کروڑ سے بڑھ کر دس کروڑ بیس ہزار درہم ہو گیا۔

عراق کے علاوہ دوسرے مقبوضہ ممالک میں پرانا نظام قائم رکھا۔ صرف ہر ملک کے عادات و طریق اور انتظامی برائیوں کی اصلاح کی صوبہ شام میں جاگیرداری نظام کو توڑ کر زمینیں اصل باشندوں اور

Marfat.com

کاشت کاروں کو دے دیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ قانون بنا دیا کہ کوئی مسلمان زمین خرید نہیں سکتا جو شخص غیر آباد زمین کو تین سال کے اندر آباد کر دیتا تھا وہ زمین کا مالک تصور ہوتا تھا۔

خراج کے علاوہ آمدنی کے دوسرے ذرائع حسب ذیل تھے۔

۱۔ زکواۃ ۲۔ جزیہ ۳۔ مال غنیمت ۴۔ عشور ۔ یہ ایک تجارتی ٹیکس تھا۔ یہ محصول ذمیوں سے پانچ فی صد اور مسلمانوں سے ڈھائی فی صد کی شرح وصول کیا جاتا تھا۔ ۵۔ عشر

۷۔ جیل خانے حضرت عمرؓ نے جیل خانے بنوائے۔ اس سے قبل عرب میں جیل خانوں کا دستور نہ تھا۔ جیل خانوں کا مقصد صرف مجرمین کی اصلاح تھا۔

۸۔ ڈاک خانہ سرکاری خطوط اور فوجی پیغامات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لئے ڈاک کا محکمہ قائم کیا۔ یہ کام گھوڑوں اور اونٹوں سے لیا جاتا تھا۔ اس محکمے کے ذریعہ حضرت عمرؓ عراق شام، مصر، فلسطین وغیرہ میں اپنے قائدین لشکر کو ہدایات بھیجتے اور ان کے مقامات سے باخبر رہتے تھے۔

۹۔ ٹکسال کا قیام حضرت عمرؓ سے پہلے عرب میں غیر ملکوں کے چاندی اور سونے کے سکے مروج تھے انہوں نے چاندی کے سکے بنوائے اور ان پر عربی الفاظ لکھے

۱۰۔ اشاعت علم تمام مفتوحہ علاقوں میں قرآن اور حدیث اور فقہ کی تعلیم کے لئے مکتب قائم کئے ان میں تنخواہ دار معلم مقرر کئے۔ ان مکتبوں میں کتابت کی تعلیم بھی ہوتی تھی۔

ا۔ قرآن کی خدمت حفاظ قرآن صحابہ کو مختلف مقامات پر قرآن کا درس دینے کے لئے بھیجا بدوؤں کے لئے قرآن کی تعلیم جبری تھی۔ ایک معلم ابو سفیان چند آدمیوں کے ساتھ مختلف قبائل میں بھیجا وہ ہر شخص کا امتحان لیتے۔ جس کو قرآن کا کوئی حصہ یاد نہ ہوتا تو اسے سزا دیتے سورہ بقرہ، نساء، مائدہ، حج اور نور کا یاد کرنا ضروری تھا۔ قرآن مجید کے صحیح پڑھنے اور اعراب کی تصحیح کے لئے ادب و عربیت کی تعلیم کی تاکید کی۔ قرآن کے طلبہ کے وظائف مقرر کئے۔

ب۔ حدیث کی خدمت حدیث کی اشاعت کے لئے حفاظ حدیث صحابہ کو حدیث کی تعلیم دینے کے لئے مختلف مقامات پر بھیجا۔ مسائل اور احکام کی حدیثوں کو نقل کر کے اضلاع کے حکام کے پاس بھیجا اشاعت حدیث کے ساتھ ساتھ روایات کو قبول کرنے میں بڑی احتیاط اور حزم سے کام لیتے۔ بغیر شہادت کے کوئی حدیث قبول نہ فرماتے۔

ج۔ فقہ کی خدمت آپ خود لوگوں کو فقہی مسائل بتاتے تھے اگر کوئی مسئلہ پیش آجاتا تو اس کو مجمع کے سامنے پیش کر دیتے۔ صحابہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے۔ تمام ممالک محروسہ میں مستقل فقہاء اور معلم مقرر کئے۔ ان فقہاء کی تنخواہیں مقرر کیں۔ فقہ میں اصول قیاس حضرت عمرؓ نے ہی قائم کیا۔

Marfat.com

علوم وفنون کی اشاعت

علوم وفنون کی ترقی کے سلسلہ میں بنیاد عرب زبان تھی۔ اگرچہ عربوں نے کافی علاقے مسخر کرلئے تھے اور ان میں الگ الگ زبانیں بولی جاتی تھیں لیکن انہوں نے اپنی زبان کو نہ چھوڑا حضرت عمرؓ نے عربی میں اعلیٰ ابتدائی تعلیم عام کردی۔ اس ضمن میں درسگاہیں یا مدرسے قائم کیے گئے۔ تعلیم کا اہتمام مسجدوں میں کیا جاتا تھا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ مروجہ فنون کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔ عربی زبان کی اشاعت عام تھی دوسرے زیرنگین علاقے کے لوگ آزادانہ مدینہ آتے اور عربی کی تعلیم حاصل کرتے اس طرح عربوں کے دوسرے ملکوں میں آنے جانے سے اس کی زبان اشاعت میں مدد ملی۔ آپ نے ایک مجلس قائم کی جو عمدہ طریقہ پر کلام پاک کی تلاوت کو فروغ دیتی تھی آپ خود اس مجلس کے رکن تھے ابن عباسؓ تعلیمی لحاظ سے بلند مقام پر فائز تھے۔ اگرچہ آپ کی عمر زیادہ نہ تھی لیکن آپ عبدالرحمان بن عوف جیسے صحابہ کو پڑھایا کرتے تھے۔

۱۱۔ سنہ ہجری کا اجراء حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سے قبل تاریخ کا کوئی باقاعدہ حساب نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے تاریخ کا صحیح حساب رکھنے کے لئے ہجری سن کی بنیاد رکھی۔

۱۲۔ نوآبادیات حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں کئی نئی آبادیاں قائم ہوئیں۔ پہلے تو وہ خالص چھاؤنیوں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ بعد ازاں وہ عوام کی جائے رہائش بن گئیں۔

حضرت عمرؓ نوآبادی قائم کرنے سے پہلے دو چیزوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔

اوّل :۔ وہاں کی آب و ہوا اچھی ہو۔ صحت پر خراب اثر رکھنے والی ہو۔

دوم :۔ مدینہ سے وہاں تک پہنچنے میں راستہ دشوار نہ ہو۔ مشہور نوآبادیاں حسب ذیل ہیں۔

بصرہ یہ قادسیہ کی جنگ کے بعد ۱۴ھ میں عراق اور عرب کی سرحد پر عتبہ بن غزوان نے حضرت عمرؓ کے حکم سے آباد کیا۔ پہلے صرف فوجی مرکز تھا۔ بعد ازاں یہ شہر فوجی اور تجارتی اور علمی مرکز بن گیا۔ اس شہر میں بے شمار ادیب، نحوی، مفسر، محدث، فقیہ پیدا ہوئے۔

کوفہ ۱۷ء میں حضرت عمرؓ کے حکم سے حضرت سلمان اور حذیفہؓ نے عراق میں دریائے فرات کے کنارے کی طرف ایک ایسی جگہ تلاش کی جس کی آب و ہوا عربوں کیلئے مناسب تھی وہاں ایک شہر آباد کیا جس کا نام کوفہ رکھا۔ اس کے درمیان ایک جامع مسجد بنوائی گئی۔ جس میں چالیس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ مسجد کے قریب بیت المال بنایا۔ ساتھ ہی حضرت سعد بن ابی وقاص حاکم کوفہ کا مکان بنایا گیا۔ مسجد کے ساتھ ہی ایک بڑا سائبان بنوایا۔ جس میں ایران کے شاہی محلات سے

Marfat.com

لائے ہوئے سرخ پتھر کے ستون بنوائے گئے۔

تمام مکان اینٹ اور گارے سے تعمیر کئے گئے۔ سڑکیں کشادہ بنوائیں۔

فسطاط فسطاط کے معنی خیمہ کے ہیں۔ ملک مصر میں بابلیوں کا مشہور قلعہ فتح کرنے کے لئے فوج میدان میں خیمہ زن تھی۔ حضرت عمرو بن العاص نے بابلیوں کے فتح کرنے کے بعد اسکندریہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جہاں مصری افواج جمع ہو چکی تھیں۔ اسلامی لشکر اپنے خیمہ اٹھا رہے تھے کہ حضرت عمرو بن العاص نے دیکھا کہ ان کے خیمے میں ایک کبوتر نے گھونسلہ بنا رکھا ہے۔ آپؓ نے کہا کہ میرے خیمے کو مت اکھاڑو۔ کیونکہ اس میں ہمارا ایک مہمان ہے چنانچہ کبوتر کی خاطر اس خیمہ کو وہیں چھوڑ دیا۔ اسکندریہ کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کے حکم سے حضرت عمرو بن العاص نے اس میدان میں جہاں خیمہ نصب تھا۔ ایک شہر آباد کیا جس کا نام فسطاط رکھا۔ پہلے یہ چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا۔ بعد ازاں یہ شہر ترقی کرتے کرتے مصر کا پایۂ تخت علوم و فنون اور تجارت کا مرکز بن گیا۔

موصل یہ شہر عراق میں بسایا گیا۔ موصل کے معنی ہیں ملنے کی جگہ چونکہ یہ شہر مشرق (عراق و ایران) اور مغرب (شام فلسطین) کو ملاتا تھا۔ اس لئے اس کا نام موصل رکھا گیا۔ یہ شہر حضرت ہرثمہ بن عرفجہ نے بسایا تھا۔ یہاں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ حضرت عمرؓ کے حکم سے اس گاؤں کو شہر میں بدل دیا گیا۔ وہاں ایک بڑی جامع مسجد بنائی گئی۔

جیزہ یہ شہر اسکندریہ کی فتح کے بعد ساحلی علاقہ پر تعمیر کرایا گیا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے رومی فوجوں کے دفاع کی خاطر فوج کا کچھ حصہ یہاں چھوڑا تاکہ رومی سمندر کی طرف سے حملہ آور نہ ہو سکیں ۲۱ھ میں حضرت عمرؓ کے حکم سے ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا گیا۔

۱۳۔ رفاہِ عامہ اسلامی مملکت ایک رفاہی مملکت ہے۔ اس کا اندازہ رفاہِ عامہ کے ان منصوبوں سے ہوتا ہے۔ جن کو حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو عام طور پر ایسی سہولتیں فراہم کی جائیں۔ جن سے ان کی آمد و رفت میں آسانی پیدا ہو۔ زراعت میں ترقی ہو اور ان کے دیگر مصائب میں کمی واقع ہو۔

نہروں کی تعمیر ۱۔ نہر امیر المومنین:۔ مصر سے آمد و رفت اور اجناس کی درآمد و برآمد کے لئے خشکی کا راستہ نہ صرف یہ کہ طویل بلکہ مشکل بھی تھا۔ اس لئے خاص طور پر اجناس کی درآمد برآمد کے سلسلہ میں شدید مشکلات سدِ راہ تھیں۔ دریائے نیل سے بحیرہ قلزم کو ملانے والی ایک خاص نہر خلیفہ کے نام پر ہی کھودی گئی۔ اس نہر کی لمبائی ۶۹ میل تھی۔ اس میں بڑی بڑی کشتیاں باآسانی سفر کر سکتی تھیں جو بار برداری کے کام بھی آ سکتی تھیں۔

۲۔ نہر ابو موسٰی اشعری: بصرہ میں پانی کی شدید قلت اور آب پاشی کی سہولتیں فراہم کرنے

Marfat.com

کے لیے دریائے دجلہ سے ایک نہر نکالی گئی جس کو نہر ابو موسیٰ اشعری کہا جاتا تھا۔ (ابو موسیٰ اشعری اس وقت بصرہ کے گورنر تھے) یہ نہر ۹ میل لمبی تھی اور اس سے میٹھا پانی فراہم ہوتا تھا۔

۳۔ نہر معقل :۔ یہ نہر بھی دریائے دجلہ سے نکالی گئی۔

۴۔ نہر سعد :۔ انبار میں پانی کی قلت دور کرنے کے لیے حضرت سعدؓ نے ایک نہر کی کھدائی شروع کی۔ اس کو حجاج بن یوسف نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

کعبہ کی چاردیواری حضرت عمرؓ نے خانہ کعبہ کے گرد ایک چاردیواری تعمیر کرائی اس کے لیے نواحی علاقوں کی زمین اور مکان خرید کر لیے گئے۔ اسی طرح آپ نے خانہ کعبہ کے لیے عمدہ کپڑے لباطی کا غلاف بھی تیار کرایا۔ یہ نہایت اعلیٰ مصری کپڑا تھا۔

مسجد نبوی کی توسیع حضرت عمرؓ نے نمازیوں کی تعداد میں اضافہ کے پیشِ نظر مسجد نبوی کے صحن میں توسیع کر دی۔ پہلے اس کا طول ۱۰۰ گز تھا۔ اب اسے ۱۴۰ گز تک بڑھا دیا گیا۔ عرض میں بھی ۲۰ گز کا اضافہ ہوا۔ اضافہ کے باوجود مسجد کی سادگی میں کوئی فرق نہ آنے دیا گیا۔

سراؤں کی تعمیر مدینہ اور مکہ کے درمیان تقریباً دو سو میل کی مسافت طے کرتے وقت مسافروں کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ خلیفہ نے ان دو شہروں کے درمیان جابجا سرائیں اور قیام گاہیں تعمیر کرا دیں تاکہ آنے جانے والے مسافر ان میں آرام کر سکیں۔ سفر کی سہولتوں کو بہتر بنانے کے لیے آپ کے عہد میں کئی راستے متعین کیے گئے۔ اور سڑکیں بنائی گئیں خلیفہ نے مفتوحہ علاقوں میں مساجد، چھاؤنیاں، بارکیں اور قلعے تعمیر کرائے۔ روضۃ الاحباب کے بیان کے مطابق آپ نے چار ہزار مسجد تعمیر کرائیں۔ سرکاری دفاتر کے علاوہ بیت المال اور جیل خانوں کی بھی تعمیر عمل میں لائی گئی۔ یہ عمارتیں بالکل سادہ تھیں۔

۱۴۔ زرعی اصلاحات

پیمائش زمین اور افتادہ زمینوں کی آبادکاری حضرت عمرؓ نے پیداوار بڑھانے اور سرکاری واجبات کی تشخیص کے ۔۔ بہت سی اصلاحات کیں۔ عراق میں زمین کی ازسرِنو پیمائش کرائی۔ کل قابل کاشت رقبہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب نکلا۔ ہر فصل کے لیے فی جریب مالیہ تشخیص کر دیا گیا جو زمین بے کار پڑی تھی۔ اس کے متعلق اعلان کیا جو شخص اسے آباد کرے گا اسی کی ملکیت سمجھی جائے گی۔ اس طرح تمام زمین زیر کاشت

Marfat.com

جاگیرداروں کا خاتمہ شام و عراق میں جاگیردارانہ نظام رائج تھا۔ زمین فوجی افسروں کی ملکیت سمجھی جاتی تھی اور کاشت کاروں کی حیثیت مزارعین کی تھی۔ آپ نے اس نظام کو یکسر بدل دیا اور راور کاشت کار کو زمین کا مالک قرار دے دیا گیا۔

مسلمانوں کو زمین خریدنے کی ممانعت حضرت عمرؓ نے قریشی سرداروں کو مفتوحہ علاقوں میں زمین خریدنے سے منع کر دیا۔

آب پاشی آب پاشی کا طریقہ بہتر بنانا۔ نہریں کھدوائیں۔

۱۵۔ غیر مسلموں (ذمیوں) سے سلوک حضرت عمرؓ نے رواداری کا وہ اعلیٰ معیار قائم کیا کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ ایرانی فوج کا ایک جرنیل ہرمزان گرفتار ہو کر مدینہ آیا۔ جب وہ خلیفہ کے سامنے پیش ہوا تو آپ سے کہنے لگا کہ مجھے خوف ہے کہ میری معذرت سے پہلے ہی مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ خلیفہ نے کہا نہیں۔ تم خوف نہ کرو۔ ہرمزان نے پانی مانگا۔ اسے پانی دے دیا گیا اور خلیفہ نے کہا کہ جب تک پانی نہ پی لوگے تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ ہرمزان نے پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا کہ میں پانی نہیں پیتا۔ اس شرط کے مطابق اب مجھے قتل بھی نہ کیا جا سکے گا۔ حضرت عمرؓ محظوظ ہوئے اور اسلام لانے کی دعوت دی۔ اس نے یہ قبول کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے مدینہ میں اس کو عزت و احترام سے رکھا اور ایران کے خلاف فوج کشی کے دوران اس سے مفید مشورے حاصل کئے۔

حضرت عمرؓ نے انس بن مالک جو ایران سے ہرمزان کو لے کر آئے تھے۔ کہا کہ تم لوگ ذمیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے اس لئے وہ بار بار بغاوت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ بات نہیں جب تک ایران کا بادشاہ یزدگرد موجود ہے۔ ایرانی بغاوت سے باز نہ آئیں گے۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو مزید پیش قدمی کا حکم دے دیا لیکن ساتھ ہی تاکید کی کہ وہ احتیاط برتیں اور ایرانیوں کو بلا وجہ ظلم و ستم کا شکار نہ بنائیں۔

ذمیوں کیلئے مراعات وہ غیر مسلم جو اسلام قبول نہ کرتے لیکن مسلمانوں کی حفاظت میں چلے آتے انہیں ذمی کہتے ہیں۔ خلیفہ نے اپنے دارالحکومت میں ذمیوں سے جس حسن سلوک کا اظہار کیا شاید اس کی مثال نہ مل سکے۔ آپ نے موت کے قریب وصیت کی تھی۔

میں وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں سے کیا گیا عہد پورا کیا جائے۔ ان کی ہر چیز کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور ان سے استطاعت کے مطابق سلوک کیا جائے۔

ذمی جزیہ ادا کرنے کے پابند تھے۔ خلیفہ دوم کے عہد میں جزیہ کی رقم مساوی نہ تھی۔ شام

Marfat.com

[illegible] کے ذمی زیادہ خوش حال تھے۔ اس لئے ان سے چار دینار فی کس سالانہ کے حساب سے
جزیہ وصول کیا جاتا۔ یمن میں اہل الذمہ کی مالی حالت بہتر نہ تھی۔ ان سے ایک دینار فی کس جزیہ
لیا جاتا لیکن جزیہ کی رقم ان ذمیوں سے نہ لی جاتی تھی۔ جو اپاہج ہوں، اندھے ہوں، بچے، بوڑھے
نادار افراد کو سرکاری خزانہ سے مدد ملتی تھی۔
اور بیکار بھی جزیہ ادا کرنے کے پابند نہ تھے۔
ذمیوں کو مذہبی معاملات میں مکمل آزادی تھی۔ وہ اپنے عقیدے کے مطابق مذہبی رسوم ادا
کرتے تھے، لیکن ان کی ایسی رسوم جو اسلام کے لئے اعلانیہ توہین کا باعث تھیں۔ ممنوع قرار
دے دی گئیں۔ معاشرتی زندگی میں ذمیوں کو مساوی حقوق حاصل تھے۔ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ
حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی عورت کے گھر سے پانی منگوا کر وضو کیا۔ شام کے ایک کاشت کار نے
شکایت کی کہ اسلامی لشکر گزرنے سے میری فصلوں کو نقصان پہنچا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فوراً بیت المال
سے اس کو معاوضہ ادا کرنے کا حکم جاری کر دیا۔
مفتوحہ علاقوں میں ذمیوں کے مالکانہ حقوق ختم نہ کئے گئے۔ ان سے خراج کی جو رقم بیت المال
میں لائی جاتی۔ اس کے لئے دس معتبر ذمی شہادتیں طلب کی جاتی کہ خراج اکٹھا کرتے وقت کسی پر
ظلم نہیں ہوا۔ ایک بوڑھا بھیک مانگ رہا تھا آپ نے اس کو طلب کیا اور وجہ پوچھی۔ اس نے کہا
کہ جزیہ کی رقم پوری کر رہا ہوں آپ نے اس کا جزیہ معاف کیا اور بیت المال سے اس کے لئے
وظیفہ مقرر کر دیا۔ آپ نے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ان کی جوانی سے فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے
میں انہیں یونہی چھوڑ دیں؟"

رواداری — مذہبی اعتبار سے غیر مسلموں کو پوری آزادی حاصل تھی لیکن مذہبی تصادم کی روک تھام
کے لئے آپ نے چند پابندیاں عائد کر دی تھیں کہ

۱۔ نماز کے اوقات میں غیر مسلم ناقوس نہیں بجائیں گے۔
۲۔ سور کو مسلمانوں کی آبادی میں نہیں لایا جائے گا۔
۳۔ مسلمانوں کی مجلس میں صلیب لانے کی اجازت نہ ہو گی۔
۴۔ شراب کو شارع عام فروخت نہ کیا جائے گا۔
۵۔ مسلمان والد کے نابالغ بچے کو زبردستی عیسائی نہ بنایا جائے گا۔

ان مراعات و حقوق کے باوجود یہودی غیر مسلم اپنی حرکتوں سے باز نہ آتے تھے۔
چنانچہ انہیں خیبر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ ان یہودیوں کو شام اور عراق میں آباد کیا گیا، ۲
سال کے لئے ان سے جزیہ نہ لیا گیا اور انہیں متبادل زمینیں الاٹ کی گئی۔ اسی طرح سرحد روم کے
کے عیسائیوں کو پہلے تنبیہ کی پھر انہیں جائداد سے دوگنی قیمت ادا کر کے جلا وطن کر دیا گیا۔ ایک ایک

Marfat.com

جماعت جو مسلمانوں کی مخالف ہو اس سے بڑھ کر اور کیا فیاضی ہو سکتی تھی ؟

معاہدہ بیت المقدس حضرت عمرؓ کے عہد میں غیر مسلموں کے ساتھ اعلیٰ سلوک کے لئے ان کا وہ معاہدہ سند کی حیثیت رکھتا ہے جو آپ نے بیت المقدس کے عیسائیوں سے خود طے کیا تھا۔ اس معاہدہ میں تحریر کیا گیا۔

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی یہ امان ان کی جان، مال، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے۔ اس طرح کہ ان کے گرجاؤں کو مسکن نہیں بنایا جائے گا۔ نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ انہیں یا ان کے احاطوں کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا۔ نہ ان میں سے کسی کے ساتھ بدسلوکی روا رکھی جائے گی۔ ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ ایلیا والوں کا فرض ہے کہ وہ شہریوں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں اور رومیوں کو نکال دیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شخص نکلے گا۔ اس کی جان و مال کو امن ہے تاکہ وہ پناہ گاہ میں پہنچ جائے لیکن اسے جزیہ دینا ہوگا۔ اور ایلیا والوں میں سے جو لوگ جان و مال لے کر یونانیوں کے ساتھ چلے جانا چاہیں۔ انہیں ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک وہ اپنی پناہ گاہ تک پہنچ جائیں۔ ایلیا میں دوسرے ملکوں کے جو لوگ ہیں ان میں سے اگر کوئی یہاں رہنا چاہے تو وہ رہ سکتا ہے۔ اسے بھی ایلیا والوں کی طرح جزیہ دینا ہوگا اگر کوئی رومی کے ساتھ جانا چاہتا ہے تو چلا جائے اور اگر کوئی اپنے اہل و عیال میں واپس ہونا چاہے تو واپس ہو جائے۔ ان سے کوئی چیز نہ لی جائے گی۔ یہاں تک کہ ان کی کھیتیاں کٹ جائیں اور جو اس تحریر میں ہے اس پر خدا کے رسولؐ، خلفاء کا اور مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ یہ لوگ مقررہ جزیہ ادا کرتے ہیں۔"

اس معاہدہ کو امن پر آپ نے مہر ثبت فرمائی۔ یہ وہ دستاویز ہے جس سے حضرت عمرؓ کی امن پسندی وسیع النظری، عالی حوصلگی اور انسانیت دوستی کا پتہ چلتا ہے۔ یہی وہ فیاضانہ اصول ہیں جنہوں نے دشمنوں کے دلوں میں اسلامی فرمانرواؤں کے لئے عزت کا مقام اور احترام و ہمدردی کی گنجائش پیدا کر دی۔

اس معاہدہ کے بعد تاریخ کے اوراق میں یہ واقعہ بھی محفوظ ہے کہ حضرت عمرؓ گرجا کی سیڑھیوں پر تھے کہ نماز کا وقت آگیا آپ سے گرجا میں نماز پڑھنے کے لئے کہا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ "میں نے اگر گرجا میں آج نماز ادا کی تو مسلمان میرے اس فعل کی تقلید میں یہاں نماز پڑھیں گے اور پھر اس کا امکان ہو جائے گا کہ وہ عیسائیوں کو ان کے گرجاؤں سے نکال کر اس عہد امان کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں۔"

Marfat.com

۷ا۱۸۶۱ھ

آپ نے فاتح شام ابو عبیدہ کے نام فرمان جاری کیا تھا۔

مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے ان کو نقصان پہنچانے اور بے وجہ ان کا مال کھانے سے روکو۔ ان سے جو شرطیں طے کی گئی ہیں۔ انہیں پورا کرو۔ (کتاب الخراج)

وفات حضرت عمر فاروقؓ اور مسئلہ خلافت

مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابو لوئو نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ اس کا آقا اس سے زیادہ ٹیکس وصول کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا کام کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ آہنگری نجاری اور نقاشی۔ حضرت عمرؓ نے کہا روزانہ کتنا ٹیکس ادا کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا دو درہم حضرت عمرؓ نے کہا کام کی نوعیت کے لحاظ سے ٹیکس زیادہ نہیں ہے۔ ابو لوئو ناراض ہو کر چلا گیا۔ دوسرے دن نماز فجر کے وقت حالت نماز میں ابو لوئو نے دو دھارے زہر آلود خنجر سے کئی وار کئے۔ لوگوں نے ابو لوئو کو پکڑ لیا۔ بعض آدمی اس کشمکش میں زخمی ہوئے۔ حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ نے نماز پڑھائی۔ حضرت عمرؓ کو گھر اٹھا کر لے گئے۔ آپ نے پوچھا کس نے حملہ کیا ہے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ ایرانی غیر مسلم غلام ہے تو خدا کا شکر ادا کیا کہ مجھے کسی مسلمان نے قتل نہیں کیا۔

جب حضرت عمرؓ کو دوائی پلائی گئی تو پیٹ کے زخم کے راستہ سے باہر نکل گئی۔ اس کاری زخم کی وجہ سے یہ سمجھ لیا کہ اب جانبر نہیں ہو سکیں گے۔ چنانچہ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ ۶۴۴ء کو اپنے حقیقی مالک کو جا ملے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت عمر ۶۳ سال تھی اور مدت خلافت دس سال چھ ماہ چار دن۔

مسئلہ خلافت کا حل حضرت عمرؓ نے وفات سے قبل چھ آدمیوں کی کمیٹی بنا دی تھی اور وصیت کی تھی کہ خلافت کا مسئلہ تین دن کے اندر اندر طے کر لیا جائے اور جس شخص پر کثرت رائے ہو جائے۔ اس کو خلیفہ مقرر کر دیا جائے ان چھ بزرگ صحابہ کے نام یہ ہیں۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ۔ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق کہا کہ وہ مشورہ میں شریک ہوں گے لیکن عنان خلافت ان کے ہاتھ میں نہیں دی جا سکتی۔

سیرت حضرت عمرؓ اور انکے کارنامے

حضرت عمرؓ اسلامی تعلیمات کے رنگ میں مکمل طور پر رنگے ہوئے تھے۔

Marfat.com

خوفِ الٰہی

تمام اخلاقِ فاضلہ کا سرچشمہ خوفِ الٰہی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہتے تھے اور الٰہی مواخذہ سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا جنتی ہے۔ تب بھی مواخذہ کا خوف زائل نہ ہوگا کہ شاید وہ ایک بدقسمت انسان میں ہوں (کنز العمال ج ۶ صفحہ ۳۴۵) ایک مرتبہ راہ سے تنکا اٹھا کر فرمایا کاش میں بھی خس و خاشاک ہوتا۔ کاش میں پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی (کنز العمال ج ۶ صفحہ ۳۴۵)

ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے پوچھا کیوں ابوموسےٰ اس پر راضی ہو کہ ہم لوگ اسلام ہجرت اور رسول کریم صلعم کی رفاقت کے طفیل برابر برابر چھوٹ جائیں نہ عذاب ملے نہ ثواب۔ ابوموسیٰ نے کہا میں تو اس پر راضی نہیں ہوں۔ ہم لوگوں نے نیکیاں کی ہیں اس کے صلہ کی امید رکھتے ہیں۔ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے۔ میں تو صرف اسی قدر چاہتا ہوں کہ بے مواخذہ چھوٹ جاؤں (بخاری باب ایام الجاہلیہ)

آیاتِ قرآنی سے تاثر

نماز میں عموماً ایسی سورتیں پڑھتے تھے۔ جن میں قیامت کی ہولناکی اور خدا کی عظمت و جلال کا ذکر ہوتا انہیں پڑھ کر زار زار روتے تھے حدیث کی کتابوں میں ابواب الصلوٰۃ کے تحت میں اس کے بہت سے واقعات ہیں۔

حُبِّ رسول

رسول کریم صلعم کی محبت آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تھی آپ حُبِّ رسول کے اس مقام تک پہنچ گئے تھے جب رسول کریم فوت ہوئے تو آپ کو یقین نہ آتا تھا کہ رسول کریم صلعم بھی فوت ہو سکتے ہیں چنانچہ آپ ہاتھ میں تلوار لے کر کھڑے ہو گئے تھے اور کہا جو بھی یہ کہے گا کہ رسول کریم صلعم فوت ہو گئے ہیں میں اس کا سر تلوار سے قلم کر دوں گا۔

رسول کریم صلعم سے جو کوئی بے ادبی کی بات کرتا تو فوراً تلوار نکال کر رسول کریم صلعم سے کہتے اجازت ہو کہ اس کا سر جسم سے الگ کر دوں جب رسول کریم صلعم نے ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر چند دنوں کے لئے ان سے علیحدگی اختیار کر لی تو حضرت عمرؓ کاشانہ نبوی پر حاضر ہوئے لیکن بار بار اذن طلب کرنے پر بھی جب باریابی کی اجازت نہ ملی تو پکار کر عرض کیا۔ خدا کی قسم میں حفصہ (ام المومنین) (حضرت عمرؓ کی صاحبزادی) کی سفارش کے لئے نہیں آیا ہوں اگر رسول اللہ صلعم حکم دیں تو اس کا سر قلم کر دوں (فتح الباری ج ۹ ص ۲۵۱)

وصالِ نبوی کے بعد گو عرب کی سرزمین میں سونے چاندی کی گنگا بہنے لگی تھی لیکن حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت زندگی کی یاد میں اچھا کھانا نہ کھاتے تھے۔

متعلقینِ رسالت کا لحاظ

رسول کریم صلعم کے تمام متعلقین کا پاس و لحاظ اپنی اولاد سے زیادہ کرتے تھے۔ جب صحابہ کے وظائف مقرر کرنے چاہے تو

Marfat.com

اکابر صحابہ کی رائے تھی کہ بحیثیت امیرالمومنین کے آپ مقدم کر لئے جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق کے قرب و بُعد کے لحاظ سے وظائف مقرر کئے۔ چنانچہ سب سے پہلے بنی ہاشم پھر ان میں بھی حضرت علی اور حضرت عباس کو مقدم رکھا۔ اس کے بعد بنی امیہ، بنی عبد شمس، بنی نوفل بن عبدالعزیٰ اپنے قبیلہ عدی کو پانچویں نمبر پر رکھا۔ تنخواہوں کی مقدار میں بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھی۔ سب سے زیادہ تنخواہیں بدری صحابہ کی تھیں۔ اگرچہ حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام ان میں سے نہ تھے، لیکن آنحضرت صلعم کی ذریت کے تعلق سے ان کی تنخواہیں بدری صحابہ کے برابر مقرر کیں۔ رسول کریم صلعم کی ازواج مطہرات کے وظیفے بارہ بارہ ہزار مقرر کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت زید کے صاحبزادے اسامہ کی تنخواہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے جو بدری صحابی تھے زیادہ مقرر کی۔ عبداللہ نے عذر کیا تو فرمایا۔ رسول اکرم صلعم اسامہ کو تجھ سے اور اسامہ کے باپ کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے (کتاب الخراج ص ۲۴، ۲۵)

سادگی وقناعت

سادگی انکساری زہد وقناعت کا یہ عالم تھا کہ بدن پر پیوند لگا ہوا کرتہ ہوتا تھا۔ سر پر پھٹا ہوا عمامہ پاؤں میں بوسیدہ چپل آرام کرنے کے لئے مسجد کے گوشہ میں سو جاتے اگر کہیں مدینہ سے باہر گئے ہیں تو کسی درخت کے نیچے چادر کو رہا بنا کر زمین پر لیٹ جاتے۔ سفر وغیرہ میں خیمہ وغیرہ کا کوئی اہتمام نہ ہوتا تھا۔

جب بیت المقدس فتح ہوا تو وہاں کے رہنے والوں نے یہ شرط عائد کی کہ خلیفہ خود آکر ان سے معاہدہ کرے۔ جب معاہدہ کرنے کے لئے بیت المقدس کے قریب پہنچے تو مسلمانوں نے ایک ترکی گھوڑا اور قیمتی لباس پیش کیا۔ آپؓ نے فرمایا "خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور وہ ہمارے لئے کافی ہے"۔

احتساب نفس

اپنے نفس کو کبھی غرور اور تکبر کا شکار نہیں ہونے دیتے تھے۔ ذرا بھی دل کے کسی گوشہ میں تکبر اور غرور نے راہ لی تو فوراً اس کا تدارک کرتے تھے۔ ایک دن خطبہ دیا صرف یہ فرمایا۔

"صاحبو! میں ایک زمانہ میں اس قدر نادار تھا کہ لوگوں کے لئے پانی بھر دیا کرتا اور وہ اس کے بدلہ میں چھوہارے دیتے تھے۔ وہی کھا کر بسر کرتا تھا" یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ بھی کوئی کہنے والی بات تھی آپ نے جواب دیا کہ میری طبیعت میں ذرا غرور آگیا تھا یہ اس کی دوا تھی۔

مزاج

مزاج میں تندی اور تیزی تھی۔ جب خلافت کا بوجھ کندھے پر آپڑا تو کسی قدر سے نرم ہوگئے ان کی درشتی اور سخت مزاجی حق پرستی کا نتیجہ تھی وہ ہمیشہ حق کی حمایت میں سینہ سپر رہتے تھے

Marfat.com

اور حق کی اشاعت کے لئے ننگی تلوار تھے۔ تاریخ اس امر پر بھی شاہد ہے کہ صحابہ نے خطبہ میں ٹوکا۔ سائل کے سوال کا جواب دیا لیکن پیشانی پر شکن نہیں پڑی۔

غذا و لباس وظیفہ کے طور پر بیت المال سے دو درہم روزانہ ملتے۔ اسی پر گزارہ کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کے مال میں میرا اتنا ہی حق ہے جتنا ایک یتیم کے مال میں متولی کا ہوتا ہے۔

لباس کا یہ حال تھا کہ اس میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ نے ان سے بیت المال سے عمدہ لباس لینے کے بارے میں گفتگو کی تو آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے مال میں سے اس سے زیادہ تصرف نہیں کر سکتا۔

حضرت حسن کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے شمار کیا تو ان کے تہ بند میں بارہ پیوند تھے۔

پابندئ سنت رسول کریم صلعم کی سنت سے سر مو بھی تجاوز نہیں کرتے تھے۔ ایک دن یزید بن ابی سفیان کے ساتھ کھانا کھایا۔ معمولی کھانوں کے بعد جب عمدہ قسم کے کھانے لائے گئے تو ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے اگر تم رسول اللہ صلعم کی راہ سے ہٹ جاؤ گے تو خدا تم کو جادہ مستقیم سے ہٹا دے گا"۔

ایک دفعہ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اب تو خوش حال کر دیا ہے اس وجہ سے آپ کو اب اچھے کپڑے اور اچھی غذا استعمال کرنی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم رسول کریم صلعم کی تنگی کا زمانہ بھول گئیں، خدا کی قسم میں اپنے آقا کے نقش قدم پر چلوں گا کہ آخرت کی فراغت اور خوش حالی نصیب ہو۔

مساوات حضرت عمرؓ عملی مساوات کے کامل نمونہ تھے۔ خلیفہ اور عام لوگوں کے حقوق میں کوئی فرق نہ تھا اور ہمیشہ تاکیدی احکام بھیجتے رہتے تھے، اپنے اور عام لوگوں کے درمیان کوئی امتیاز پیدا نہ کریں۔

حضرت عمرو بن العاص نے مصر کی جامع مسجد میں منبر بنوایا۔ آپؓ کو اطلاع ہوئی تو لکھ بھیجا کیا تم اسے پسند کرتے ہو کہ مسلمان نیچے بیٹھیں اور تم اوپر۔ شام کا ایک بادشاہ جبلہ بن ایہم غسانی مسلمان ہو گیا طواف میں اس کی چادر کے کونے پر کسی مسلمان کا پاؤں آگیا۔ جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا اس شخص نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا جیسا تم نے کیا ویسا ہی پایا جبلہ نے کہا ہم تو وہ ہیں کہ کسی کی گستاخی پر اس کا سر قلم کر دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں زمانہ جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے سب امتیازات مٹا دیئے ہیں۔ جبلہ نے کہا اگر اسلام ایسا ہی ہے

Marfat.com

شریف اور رذیل کا امتیاز نہیں رکھتا تو میں اس سے باز آتا ہوں. حضرت عمرؓ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ غلام لونڈیوں کے وظائف اس کے آقاؤں کے برابر مقرر کئے۔

لوگوں کی خبر گیری مدینہ اور اس کے اطراف میں رات کے وقت نکل جاتے اور لوگوں کے حالات کا خود پتہ لگاتے۔ باہر سے وفود آتے تو ان سے حالات دریافت فرماتے حج کے موقع پر جب تمام اطراف سے لوگ جمع ہوتے تو تمام حکام کو طلب کرتے اور عام اعلان فرما دیا کرتے تھے کہ جس شخص کو کسی عامل کے خلاف شکایت ہے وہ پیش ہے۔

ایک مرتبہ ایک قافلہ مدینہ کے باہر اترا ہوا تھا آپ اس کی حفاظت کے لئے پہرہ دے رہے تھے ایک بچے کے رونے کی آواز آئی۔ ماں کے پاس گئے اور کہا کہ وہ اپنے بچے کو بہلائے اور خاموش کرائے۔ تھوڑی دیر بعد ہاں سے پھر گزر ہوا۔ بچہ رو رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ڈانٹا اور کہا بچے کو کیوں نہیں بہلاتی۔ عورت نے جواب دیا کہ تم نے یونہی مجھے تنگ کر رکھا ہے۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ یہ بچہ کیوں رو رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے وجہ دریافت کی تو عورت نے جواب دیا کہ عمرؓ نے اعلان کر رکھا ہے کہ جب تک بچے دودھ نہ چھوڑیں اس وقت تک ان کا وظیفہ مقرر نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے اس کا دودھ چھڑا رہی ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بہت متاثر ہوئے اور اپنے دل میں کہا۔ اے عمر نا معلوم کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا فوراً منادی کرا دی۔ جس دن سے بچہ پیدا ہو اس دن سے وظیفہ مقرر کیا جائے گا۔

ایک مرتبہ رات کو مدینہ کے باہر گشت کر رہے تھے دیکھا کہ ایک عورت ہانڈی میں کچھ پکا رہی ہے اور بچے رو رہے ہیں۔ پاس جا کر تحقیق کی تو عورت نے بتایا: یہ بچے کئی وقتوں سے بھوکے ہیں۔ چولہے پر ہانڈی صرف ان کو بہلانے کے لئے چڑھا رکھی ہے۔ یہ سن کر واپس مدینہ آئے بیت المال سے اشیائے خوردنی لیں اور اپنے کندھے پر اٹھا کر اس عورت کے گھر پہنچائیں جب تک عورت نے پکا کر بچوں کو کھلا نہ دیا خود وہیں بیٹھے رہے۔ عورت نے اس حسن سلوک کو دیکھ کر کہا امیر المومنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمر۔

کارنامے

مذہبی کارنامے تعلیم قرآن حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں نہایت وسیع پیمانہ پر تعلیم قرآن کا سلسلہ قائم کیا تمام ممالک مفتوحہ میں تعلیم قرآن کے لئے مکاتیب قائم کئے اور بعض حالتوں میں قرآن مجید کی جبری تعلیم کا انتظام کیا چنانچہ ایک شخص کو جس کا نام ابوسفیان تھا خاص اس کام پر مامور کیا کہ بدوؤں کے قبائل میں دورہ کر کے ہر شخص کا امتحان لے اور جس کو قرآن مجید یاد نہ ہو اس کو سزا دے (صحابہ تذکرہ اوس بن خالد) جب شام فتح ہوا تو آپؓ نے حضرت عبادہ بن صامت کو حمص، حضرت ابوالدرداء کو دمشق

Marfat.com

اور معاذ کو فلسطین تعلیم قرآن کے لئے بھیجا ان کے بعد حضرت عبادہ بن صامت بھی فلسطین چلے گئے۔
(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبادہ بن صامت)

حضرت ابوموسے اشعری کو بصرہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو ان کے ساتھ حضرت عمران بن حصین کو بھی فقہ اور قرآن کی تعلیم کے لئے روانہ کر دیا۔ (فتوح البلدان صفحہ ۳۸۴)

حضرت عمرؓ نے قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت کے لئے اور بھی مختلف ذرائع اختیار کئے ضروری سورتوں یعنی بقرہ، نساء، مائدہ، حج، نور کی نسبت حکم دیا کہ تمام مسلمانوں کو ان کا سیکھنا لازمی ہوگا کیونکہ ان میں احکام اور فرائض مذکور ہیں (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۲۴)

حضرت عمرؓ نے قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ صحت تلفظ کا بھی نہایت اہتمام کیا۔ ہر جگہ تاکیدی حکم بھیج دیا کہ قرآن مجید کے ساتھ صحت اعراب کی تعلیم دی جائے اس کے ساتھ یہ حکم دیا کہ جو شخص علم لغت کا ماہر نہ ہو قرآن مجید نہ پڑھانے جائے (کنز العمال صفحہ ۲۲۶)

تعلیم حدیث | کلام اللہ کے بعد حدیث نبوی کا درجہ ہے چنانچہ اس کی تلاش حفاظت اور اشاعت کا بھی اہتمام کیا۔ حفاظ حدیث صحابہ کو حدیث کی تعلیم دینے کے لئے مختلف مقامات پر بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کو کوفہ معقل بن یسار، عبداللہ بن معقل اور عمران بن حصین کو بصرہ اور عبادہ بن صامت اور ابوالدرداء کو شام بھیجا اور امیر معاویہ والی شام کو لکھا کہ ان کے علاوہ دوسرے کی احادیث قبول نہ کریں (ازالۃ الخفا حصہ دوم ص ۱۶۱)

مسائل اور احکام کی حدیثوں کو بالفاظہا نقل کر کے اضلاع کے حکام کے پاس بھیجتے تھے آپ کے فرامین میں بکثرت احادیث ملتی ہیں۔ آپ کے زمانہ میں آئے دن نئے نئے مسائل پیش آتے تھے چنانچہ اس قسم کی نئی صورت پیش آتی تو آپ صحابہ سے دریافت فرماتے تھے اس کے متعلق انہیں کوئی حدیث نبوی معلوم ہے اس طریقہ سے احادیث کا معتدبہ حصہ جمع ہو گیا اور حدیثوں کی بڑی اشاعت ہوئی آپ روایات کے قبول کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ بغیر شہادت کے کسی کی روایت قبول نہ کرتے تھے۔ لوگوں کو کثرت روایت سے روکتے تھے۔

فقہ کی خدمت | عملی زندگی میں زیادہ تر فقہ سے کام پڑتا ہے خصوصاً حضرت عمر کے عہد میں اسلامی تمدن کی ترقی سے صدہا نئے مسائل پیدا ہوئے اس لئے اس زمانہ میں علم فقہ کی بڑی ترقی اور اشاعت ہوئی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ فقہ کی تکمیل حضرت عمرؓ ہی کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ موطا امام محمد میں ہے کہ انہوں نے عرفات میں خطبہ پڑھا اور حج کے تمام مسائل سکھائے۔ اس طرح اور متعدد خطبوں میں مسائل فقہ کی تعلیم دی لیکن تمام ممالک مفتوحہ کی فقہی تعلیم کے لئے یہ طریقہ کافی نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے اور بھی متعدد طریقے اختیار کئے۔

(موطا امام محمد صفحہ ۲۰۳)

Marfat.com

۱ - اکثر امراء اور عمال کے پاس اہم مذہبی احکام اور مسائل لکھ کر روانہ کرتے رہتے تھے چنانچہ نماز پنجگانہ کے متعلق تمام عمال کے نام ایک مفصل ہدایت نامہ تھا جس کو امام مالک نے موطا میں نقل کیا ہے۔

۲ - اضلاع کے عمال اور افسر جو مقرر کرتے تھے وہ عالم اور فقیہ ہوتے تھے اور تمام فرائض کے ساتھ ان کو تعلیم فقہ کا فرض بھی ادا کرنا ہوتا تھا۔ حضرت ابو موسےٰ اشعری بصرہ کے گورنر ہو کر آئے تو علی الاعلان فرمایا۔ "مجھ کو عمرؓ نے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں خدا کی کتاب اور سنت کی تعلیم دوں"۔

۳ - خاص اس مقصد کے لئے ممالک مفتوحہ میں نقہاء اور معلین مقرر کئے۔ شام فتح ہوا تو حضرت معاذ بن جبل حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت عبادہ بن صامت کو بھیجا کہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں اور فقہ کے مسائل سکھائیں (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبادہ بن صامت)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم کو بھی شام میں یہ خدمت تفویض ہوئی اور انہوں نے شام کے تمام تابعین کو فقہ سکھائی [۱] بصرہ کے لوگوں کی تعلیم کے لئے حضرت عمران بن حصین اور حضرت عبداللہ بن معقل رضؓ کو روانہ فرمایا اور ان کے ساتھ آٹھ بزرگ اور بھی اس غرض سے روانہ فرمائے [۲]

مصر میں تعلیم فقہ کے لئے حضرت حیان بن ابی جبلہ کو ایک جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا۔ انہیں میں حضرت عبداللہ بن مسعود اس خدمت پر مامور تھے [۳]

فتوحات آپ کے عہد خلافت میں تقریباً ۲ ۱/۲ ۲۲ لاکھ مربع میل رقبہ فتح ہوا۔ یہ فتوحات ایرانی اور رومی شہنشاہوں کے مقابلہ میں عرب کی ایک مفلوک الحال اور تھوڑی سی قوم نے حاصل کیں۔ ایران اور روما کی سلطنتوں کے پاس با فراط سامان جنگ، مکمل فوج اور ضرورت کے مطابق رسد موجود تھی۔ وہ ایک میدان جنگ میں ایک لاکھ سے دو لاکھ تک فوج جمع کر لیتے جب کہ ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کے پاس زیادہ سے زیادہ فوج جو کسی میدان جنگ میں جمع ہوئی چالیس ہزار سے زائد نہ تھی لیکن انہوں نے ہمیشہ دشمن پر غلبہ حاصل کیا۔ اس کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ شرک انسان کو کمزور بناتا ہے اور ایمان و توحید طاقتور اور توانا۔ اسلام نے عربوں کو جہانبانی کے وہ اصول اور گر سکھا دیئے تھے کہ ان کے مقابلہ پر بڑے سے بڑا دشمن بھی نہ ٹھہر سکا۔ مسلمانوں نے جس علاقہ کو فتح کیا وہاں کی آبادی نے انہیں خوش آمدید کہا اور یہی سمجھا کہ ہم مذہب حکمرانوں سے آزاد ہو گیا دوزخ سے نجات حاصل کرنا ہے۔ مفتوح اقوام نے فاتح عربوں کے اخلاق، شفقت، عدل، رحم، بیہ چشمی اور

[۱] (تذکرہ الحفاظ ترجمہ عبدالرحمٰن بن غنم) [۲] (طبقات الحفاظ تذکرہ عمران ابن حصین)
[۳] (تہذیب تذکرہ حیان بن ابی جبلہ) [۴] یعقوبی جلد دوم ص ۱۰۴)

Marfat.com

بلند حوصلگی سے دیکھ کر اپنے آپ کو ان کے قدموں میں ڈال دیا۔

حضرت عمرؓ نے اپنی ۱/۲ ۱۰ سالہ عہد حکومت میں فتوحات کا جو سلسلہ شروع کیا وہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ ان جنگوں نے عربوں کی فوجی برتری اور عظمت کا سکہ منوالیا۔ آپ نے پایہ کے جرنیل مناسب ترین مقامات پر فائز کئے اور ان کی وساطت سے ایسی شاندار کامیابی حاصل کی جن کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ میں نماز پڑھتا جاتا ہوں اور جنگ کی سکیمیں تیار کرتا جاتا ہوں آپ نے ہمیشہ مدینہ سے دور دراز علاقوں میں فوجوں کو ہدایات دے کر روانہ کیا۔ حتیٰ کہ جنگ قادسیہ کے موقع پر میدان جنگ کا نقشہ بھی تیار کیا۔ فتح مصر کے موقع پر آپؓ نے اسلامی کمانڈر کو لکھا کہ پہلے فوج کو جہاد کے لئے تیار کرو اور اس کے بعد یکبارگی حملہ کرو۔ اس طرح پوری جمعیت سے حملہ کرنے سے دشمن پر غالب آجاؤ گے۔ جنگ قادسیہ کے وقت آپؓ نے خود میدان جنگ میں جانا چاہا لیکن صحابہؓ نے روک لیا۔ دراصل آپ کی فوجی مہارت اس تربیت کی مرہون منت ہے جو آپؓ نے رسول پاک سے حاصل کی تھی آپ نے حضور کے ساتھ کم و بیش تمام جنگوں میں شرکت کی تھی حضرت عمرؓ نے فوجوں کی دیکھ بھال۔ ان کی نقل و حرکت ان کے لئے رسد اور مراعات کا خاطر خواہ انتظام کیا آپؓ نے فوجیوں کے لئے لازمی رخصت۔ ان کے لئے راشن وردی تک کی تفصیلات طے کیں۔ آپؓ نے اہم فوجی مراکز بھی قائم کئے تاکہ بوقت ضرورت ان سے فوجیں فراہم ہوسکیں اور مدینہ جیسے دور دراز علاقہ سے فوجوں کی نقل و حرکت میں جو دشواری پیدا ہوسکتی ہے اس کا خاتمہ ہو سکے۔ بصرہ اور فسطاط دو اہم فوجی مرکز آپ ہی کے عہد میں قائم کئے گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نڈر، دلیر اور بیباک سپاہی تھے۔ اس لئے تمام خطرات میں کود جاتے اور کبھی دشمن کی طاقت اور نفری انہیں مرعوب نہ کر سکی۔ (دیکھئے حضرت عمرؓ کی فتوحات)

تنظیم اسلامی نظام حکومت حضرت عمرؓ نے انتظام سلطنت ٹھوس بنیادوں پر قائم کیا۔ ملک کو آٹھ صوبوں میں تقسیم کیا۔ مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، بصرہ کوفہ، مصر اور فلسطین، مشرق میں تین صوبے الگ تھے خراسان، آذربائیجان اور فارس ہر صوبے میں ایک حاکم اعلیٰ، ایک میر منشی، ایک دفتر فوج کا میر منشی، عامل خزانچی، قاضی کا ہونا ضروری تھا جہاں تک حاکموں کے انتخاب کا تعلق ہے۔ حضرت عمرؓ جوہر شناس تھے۔ تاہم عہدہ داروں کا انتخاب بھی عموماً مشورہ کی بناء پر ہوتا تھا۔

آزاد عدلیہ کا قیام حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں دونوں محکمے انتظامیہ اور عدلیہ ایک ہی میں شامل تھے، الگ الگ نہ تھے۔ جب ملکی حالات درست ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا اور تمام اضلاع میں قاضی مقرر کر

Marfat.com

دیئے اور ان کی ہدایت کے لئے ایک فرمان بھیجا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ کو ایک نظر سے دیکھو۔ ان کی نشست گاہ میں کسی قسم کا امتیاز نہ کیا جائے۔ عدل و انصاف میں کسی کی رعائت نہ کرو، کسی بڑے آدمی کو کوئی ناجائز توقع پیدا نہ ہو سکے اور کمزور کو عدل و انصاف سے مایوسی نہ ہو۔ مدعی کے ذمہ ثبوت اور گواہ پیش کرنا اور جو شخص انکار کرے اس پر قسم ضروری ہے۔ فریقین کو آپس میں راضی نامہ کی اجازت ہے اگر اس سے شرعی حلال و حرام پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو، جن جدید مسائل میں تردد پیدا ہو۔ ان میں عقل و درایت سے کام لو۔ پچھلے نظائر اور امثال کی روشنی میں غور کرو، مدعی کو اتنی مہلت دو کہ وہ گواہ اور ثبوت آسانی سے پیش کر سکے۔ مسلمان ایک دوسرے کے لئے عادل گواہ کی حیثیت سے پیش ہو سکتے ہیں بجز ان مسلمانوں کے جن پر شرعی حد جاری ہو چکی ہو۔ ان کی جھوٹی گواہی کا تجربہ ہو چکا ہو۔ یا ان کا فریق مخالف کے ساتھ ذاتی تعلق یا قرابت داری ہو دیکھو! قلق اضطراب اور اذیت رسانی کی روش سے ہمیشہ بچنا.......

شورائی نظام وہ شورائی نظام جس کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پڑ چکی تھی۔ اس کو باقاعدہ سیاسی ادارے میں تبدیل کر دیا۔ اس مشاورتی ادارے کے ارکان حضرت علی، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت تھے۔ کبھی کبھی ممتاز مہاجرین اور انصار کی جماعت کو بھی مشورہ کے لئے طلب کر لیتے تھے۔

عمال کا محاسبہ حضرت عمرؓ کے دور میں عمال کا محاسبہ بڑی سختی سے کیا جاتا تھا۔ تمام عمال کو حج کے موقع پر حاضر ہونے کا حکم تھا۔ وہاں عام اعلان کیا جاتا تھا۔ جس شخص کو کسی عامل کے خلاف کوئی شکایت ہے وہ بیان کرے۔ شکایتیں پیش ہوتی تھیں اور اگر عامل کا قصور ثابت ہو جاتا فوراً سزا دی جاتی تھی۔

جیل خانے سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے عرب میں جیل خانے قائم کئے۔ مکہ میں صفوان بن امیہ کا گھر خرید کر اسے جیل خانہ بنایا۔ اضلاع میں بھی جیل خانے قائم کئے گئے۔

بیت المال کا قیام حضرت عمرؓ نے باقاعدہ بیت المال کی بنیاد رکھی اس سے پہلے جتنی آمدن ہوتی تھی وہ تقسیم کر دی جاتی تھی اور بوقت ضرورت چندہ جمع کر لیا جاتا تھا۔ آپ نے باقاعدہ بیت المال قائم کیا۔ تجارتی ٹیکس لگائے جن کی آمدن بیت المال میں جمع ہوتی تھی اس طرح جو رقم ملکی ضروریات پر خرچ کرنے سے بچ جاتی اس کو بیت المال میں جمع کرا دیا جاتا۔ تمام صوبوں اور مرکزی مقامات میں بیت المال قائم کئے گئے۔ ان کی نگہداشت

Marfat.com

کے لئے دیانت دار حاکم مقرر کئے گئے۔ بیت المال حضرت عبداللہ بن ارقم کا تقرر ہوا۔ صوبوں کے بیت المال میں مصارف کے بعد جو رقم بچ جاتی وہ مدینہ کے مرکزی بیت المال میں منتقل ہو جاتی تھی۔

محکمہ فوج حضرت عمرؓ سے قبل محکمہ فوج مستقل بنیادوں پر قائم نہ تھا۔ تمام مسلمان سپاہی تھے۔ جب ضرورت پڑتی مجاہدین کو بلا لیا جاتا۔ فوج تیار ہو جاتی ولید بن ہشام کے مشورہ سے حضرت عمرؓ نے فوج کا ایک منظم محکمہ قائم کیا۔ سپاہیوں کے نام رجسٹر میں درج کئے گئے اور مدارج کے مطابق ان کی تنخواہیں مقرر ہوئیں۔ چھاؤنیاں بنائی گئیں ان کی ضروریات کے لئے ہر قسم کا سامان مہیا کیا گیا۔

زرعی اصلاحات حضرت عمرؓ نے شام، عراق، مصر کی زمینوں کو ان کے کاشت کاروں کے قبضے میں رہنے دیں اور جاگیردار طبقہ کا خاتمہ کیا۔ زمین کی پیمائش کرائی اور آب پاشی کے نظام کی اصلاح کی۔

رفاہ عامہ کے کام حضرت عمرؓ نے رفاہ عامہ کے کاموں کی طرف خاص توجہ دی چنانچہ آپ کے عہد میں مندرجہ ذیل انہار بنوائیں گئیں۔

۱۔ نہر موسیٰ۔ بصرہ کی پانی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے دریائے دجلہ سے یہ نہر نکالی گئی۔

۲۔ نہر معقل۔ یہ نہر بھی دریائے دجلہ سے نکالی گئی۔

۳۔ نہر سعد: انبار کی پانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے سعد بن ابی وقاص نے اس نہر کا آغاز کیا اس کی تکمیل حجاج بن یوسف کے ہاتھوں ہوئی۔

۴۔ نہر امیر المومنین، دریائے نیل کو بحیرہ قلزم سے ملانے کے لئے یہ نہر تعمیر کی گئی تھی۔ یہ نہر ۹۹ میل لمبی تھی اس نہر کے تیار ہو جانے کے بعد مصر کے جہاز مدینہ کی بندرگاہ جار تک آنے لگے اور تجارت کو فروغ ہوا۔

- بڑے بڑے شہروں میں مسافر خانے تعمیر کرائے گئے۔
- ۱۷ھ میں مکہ اور مدینے کے راستے میں ہر ہر منزل پر سرائے چوکیاں اور حوض تعمیر کرائے۔
- مسجد نبوی میں توسیع کی گئی۔
- ۱۷ھ میں حرم کی عمارت کی توسیع کی۔
- کثرت سے مسجدیں تعمیر کرائیں۔
- قرآن اور حدیث کی تعلیم کے لئے مدرسے قائم کئے اور تنخواہ دار معلموں کا تقرر فرمایا۔

Marfat.com

نئے شہروں کی تعمیر	حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں مفتوحہ علاقوں کا مؤثر انتظام کرنے کے لئے نئی بستیاں آباد کروائیں ۔ کوفہ ۔ بصرہ ۔ فسطاط وغیرہ ۔
دفتری نظام	حضرت عمرؓ نے ایک ایرانی مدبر کے مشورہ سے دفتری نظام قائم کیا تھا۔ یہ نظام ایرانیوں کے طرز پہ قائم کیا گیا۔ یہ دفاتر مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے تھے

ان میں دیوانِ فوج اور دیوانِ خراج امتیازی حیثیت کے حامل تھے ۔

اہم سوالات

۱۔ حضرت عمرؓ کی اہم فتوحات کا جائزہ پیش کیجیے ؟ ۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے فاتح اور منتظم سلطنت کی حیثیت سے جو کارنامے سرانجام دیئے ان کی تفصیل بیان کیجیے ؟

۳۔ حضرت عمرؓ نے کون کون سی آئینی اور تنظیمی اصلاحات جاری کیں مختصراً بیان کیجیے ؟ ۔

۴۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں انتظامِ سلطنت اور اصلاحات کا تفصیلی جائزہ پیش کیجیے ؟

۵۔ حضرت عمرؓ نے غیر مسلموں کے ساتھ کیسا سلوک کیا مختصر بیان کیجئے ؟

۶۔ حضرت عمرؓ کی سیرت اور کارہائے نمایاں بیان کیجیے ؟

۷۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسلام کی جو خدمات انجام دیں ان کا جائزہ پیش کیجئے ؟ معزولی کی وجوہات بیان کیجیے ؟

۸۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیے ؟ ۔

۱۔ جنگ قادسیہ ۔
۲۔ معرکہ نہاوند
۳۔ جنگ یرموک
۴۔ فتح بیت المقدس ۔
۵۔ حضرت عمرؓ کے رفاہ عامہ کے کام

Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

زمانہ خلافت بارہ سال

یکم محرم ۲۴ھ تا ۱۸ ذوالحج ۳۵ھ ۔ ۷ نومبر ۶۴۴ء تا ۱۷ جون ۶۵۶ء

حالات زندگی نام عثمان کنیت اسلام سے پہلے ابو عمرہ اور اسلام کے بعد ابو عبداللہ تھی۔ لقب ذوالنورین (دو نوروں والا یہ اشارہ رسول کریم صلعم کی دو صاحبزادیوں کی طرف ہے جو یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں) والد کا نام عفان اور ماں کا نام اروی تھا۔ سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور ان کا قبیلہ بنو امیہ تھا۔ قریش کا قومی جھنڈا اس قبیلے کے پاس تھا۔ واقعہ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے۔ تجارت کرتے تھے۔ دولت مند تھے۔ اپنی دیانت اور امانت کی وجہ سے بہت شہرت رکھتے تھے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تو حضرت عثمانؓ کی عمر چونتیس برس کی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسلام کی حقانیت ان پر بیان کی۔ ان کی تبلیغ کی وجہ سے آپ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

جب آپ نے اسلام قبول کر لیا تو تمام عزیزوں نے آپ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ ان کا حقیقی چچا، حکم، ہر وقت مصائب پہنچانے کے درپے رہتا تھا۔ رسول کریمؐ نے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا مشورہ دیا تو آپ ہجرت کر گئے۔

اسلامی خدمات حضرت عثمانؓ نے اسلام کی مالی اعانت بہت کی۔ جب مسلمان مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو ان کو پانی بئر رومہ سے قیمتاً ملتا تھا۔ رسول کریم صلعم نے یہ خواہش کی کہ کوئی صاحب ثروت اس کنواں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے تو حضرت عثمانؓ نے پینتیس ہزار درہم سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

(۱)۔ مسجد نبوی کی جگہ کی قیمت بھی حضرت عثمانؓ نے دی۔ جنگ تبوک میں ایک ہزار دینار دیئے

Marfat.com

سو اونٹ مع ضروری سامان کے دیئے۔

۲۔ حدیبیہ کے موقع پر رسول کریم صلعم نے حضرت عثمانؓ کو اہل مکہ کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔ مشہور ہو گیا کہ آپؓ کو قتل کر دیا گیا ہے تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ کے خون کا قصاص لینے کے لئے بیعت لی جس بیعت کو بیعت رضوان کا نام دیا گیا۔ جب بیعت ہو چکی تو رسول کریم صلعم نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھا۔ اور اسے حضرت عثمان کی بیعت قرار دیا۔

۳۔ حضرت عثمان تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ صرف جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ حضرت رقیہؓ سخت بیمار تھیں۔

۴۔ غزوہ ذات الرقاع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ ہی کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔

۵۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں حضرت عثمانؓ مجلس شوریٰ کے رکن تھے اور خلیفہ کو مفید مشوروں سے فائدہ پہنچاتے۔

حضرت عثمان کا انتخاب

حضرت عمرؓ نے اپنی بیماری کے دوران ایک کمیٹی مقرر کی جس کے ارکان یہ تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضرت عمرؓ نے ان چھ کو اپنے میں سے ایک آدمی کو کثرت رائے سے خلیفہ منتخب کرنے کی ہدایت فرمائی یہ حضرات مسور بن مخرمہ کے گھر میں جمع ہوئے۔ بہت بحث و تمحیص کے بعد بھی کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ آخر کار حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ انتخاب کی صورت یہ ہے کہ چھ کی تعداد کو اور کم کر دیا جائے۔ ہر شخص جسے زیادہ خلافت کے لئے مناسب اور اہل سمجھتا ہو اس کا نام پیش کرے۔ اس تجویز پر حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کا نام پیش کیا لیکن آپ نے اپنا نام واپس لے لیا اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کا نام پیش کیا اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کا نام پیش کیا۔ اس طرح صرف خلافت کے لئے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے نام رہ گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ انصار اور مہاجرین کے معزز سرداروں سے مشورے کرتے رہے آخر تیسرے روز فجر کی نماز کے وقت حضرت عثمانؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ تمام اہل مدینہ بیعت کے لئے ٹوٹ پڑا۔ اور حضرت علیؓ نے بھی بیعت کر لی۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فیصلہ دینے سے پہلے علیحدگی میں یہ شرط پیش کی تھی کہ خلیفہ نامزد ہو جانے کے بعد آپ قرآن حدیث اور شیخین کی سنت کی پیروی فرمائیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ شرطیں قبول کر لیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ قرآن اور

Marfat.com

حدیث کو تو ہر صورت میں راہ عمل بنائیں گے۔ مگر یہ شرط رکھی گئی کہ شیخین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلوں۔ اس طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کے حق میں خلافت کا فیصلہ کر دیا۔

ابتدائی دور خلافت خلیفہ منتخب ہو جانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے خطبہ دیا اور لوگوں کو یہ نصیحت کی کہ وہ اللہ کی رضا اور خوشنودی میں زندگی بسر کریں متاع دنیا کے لالچ میں اپنی آخرت خراب نہ کریں۔ پھر آپؓ نے حکام کے نام ایک نصیحت نامہ جاری کیا جس میں عدل و انصاف سے کام لینے کی تلقین کی۔

ابتدا میں حضرت عثمانؓ نے فاروقی نظام میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کیا۔ صرف حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق مغیرہ بن شعبہ کو ولایت کوفہ سے معزول کر کے سعد بن وقاصؓ کو گورنر مقرر کیا۔

پہلا مقدمہ خلیفہ بنتے ہی حضرت عثمانؓ کے سامنے سب سے پہلا مقدمہ عبیداللہ بن عمر کا تھا۔ ابولولو نے تو خودکشی کر لی تھی لیکن اس کے دو ساتھیوں کو حضرت عمر کے صاحبزادے عبیداللہ بن عمر نے جوش انتقام میں قتل کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ نے قصاص کی رائے دی۔ دوسرے صحابہ نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور کہا کہ جلیل القدر باپ کے قتل ہو جانے کے معاً بعد بیٹے کو قتل کر دینا مناسب نہیں حضرت عثمانؓ نے قصاص کی سزا کو دیت سے بدل کر دیت کی رقم اپنی جیب سے ادا کر دی۔

فتوحات

افریقہ کے حالات

اسکندریہ کی بغاوت ۶۴۵ء مصر کے سارے علاقے پر رومیوں کا قبضہ تھا اور وہ اس علاقہ کی زرخیزی سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں حضرت عمرو بن العاص کی کوشش کے باعث یہ علاقہ فتح ہوا۔ جب سے یہ علاقہ رومیوں کے ہاتھ سے گیا تھا وہ برابر اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح دوبارہ اس کو فتح کریں۔ یہ بات یوں بھی ہر وقت ان کے سامنے رہتی تھی کیونکہ رومیوں کی بہت بڑی تعداد اسکندریہ میں آباد تھی۔ قیصر روم کا خیال تھا کہ وہ جب بھی کوئی قدم اسکندریہ کے خلاف اٹھائیں گے تو وہاں کی عیسائی آبادی مسلمانوں کے خلاف بغاوت کر دے گی جس کے باعث مسلمانوں کو

Marfat.com

شکست ہوئی مگر حضرت عمرؓ کا اتنا دبدبہ تھا کہ رومیوں کو اس بات کی کبھی ہمت نہ ہو سکی کہ وہ اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنا سکیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے ہوتے ہوئے انہیں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وہ ان کے دور میں خاموشی سے حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ جونہی حضرت عمرؓ کے انتقال کی خبر پھیلی۔ رومیوں نے سوچا کہ اب موقع اچھا ہے۔ شاہ روم نے اسکندریہ کی رومی آبادی کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا دیا اور ان کی مدد کے لئے قسطنطنیہ سے ایک عیسائی جنگی بیڑا بھی روانہ کر دیا۔ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ کو جب حالات سے آگاہی ہوئی تو وہ موقعے پر پہنچ گئے۔ اور رومیوں کو شکست دے کر ان کی تمام امیدوں پہ پانی پھیر دیا۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسکندریہ کی قبطی آبادی نے رومیوں کا ساتھ نہیں دیا۔ اس لئے شکست کھانے کے بعد جب رومی بھاگ رہے تھے تو انہوں نے قبطیوں کو خوب لوٹا اور انہیں بہت نقصان پہنچایا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے بہت کوشش کے بعد تھوڑا بہت سامان حاصل کر کے انہیں دلوایا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس قسم کی بغاوتوں کی روک تھام کے لئے کوئی قدم اٹھانا چاہئے۔ تاکہ پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہے اس لئے اسکندریہ کی شہر پناہ کو گرانے کا حکم دیا تاکہ اگر پھر کوئی جنگ پیش آئے تو دشمن اس میں پناہ نہ لے سکیں۔ اس طرح آئندہ ہونے والی بغاوتوں کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

مصر کے گورنر کی معزولی

تھوڑے عرصے بعد ایک واقعہ پیش آیا۔ جس کے باعث مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ کو معزول کر دیا گیا اور ان کی جگہ عبداللہ بن سعدؓ بن ابی سرح کو گورنر مقرر کیا۔ مصر کی فتح کے بعد حضرت عمرو بن العاص وہاں گورنر مقرر کئے گئے تھے لیکن مصر کے علاقہ کا ایک حصہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ماتحت تھا۔ دونوں کے تعلقات اچھے نہ تھے اور دونوں حاکم دربار خلافت میں ایک دوسرے کے خلاف شکایتیں کرتے تھے۔ مدت سے اس بات کی شکایت چلی آ رہی تھی کہ مصر کا خراج کم ہے۔ حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاصؓ کو ہدایت کی کہ خراج کو بڑھایا جائے۔ انہوں نے ایسا نہ کیا۔ جس پر حضرت عثمانؓ نے انہیں ان کے عہدے سے معزول کر دیا اور پورے مصر کو عبداللہ بن ابی سرح کے حوالے کر دیا۔

طرابلس کی فتح ۲۷ھ

جب خراج کی رقم بڑھانے کا سوال پیدا ہوا تو مصر کے گورنر عمرو بن العاصؓ نے انکار کر دیا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں ان کے عہدے سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو

Marfat.com

مصر کے علاقے کا نیا گورنر بنا دیا۔ یہ بڑے دور اندیش سیاستدان اور اعلیٰ درجے کے سپاہی تھے انہوں نے گورنر بنتے ہی حالات کو بدل دیا اور انہیں سکون ہوا تو آس پاس کے علاقوں کی طرف توجہ کی۔ مصر کی سرحد کے بالکل نزدیک طرابلس، تونس اور مراکش وغیرہ کے علاقے تھے۔ عبداللہ نے چاہا کہ ان کو فتح کیا جائے۔ چنانچہ وہ حملے سے پہلے ان تمام مقامات کا جائزہ لے چکے تھے اس لئے انہوں نے شمالی افریقہ پر حملہ کر دیا۔ اور طرابلس میں داخل ہو گئے۔ یہاں کا حاکم جرجیر تھا۔ اس نے مسلمانوں کے حملے کو روکنے کی ہر ممکن کوشش اور ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر میدان میں آ گیا۔ دونوں فوجیں آپس میں ٹکرا گئیں، لیکن فیصلہ کسی فریق کے حق میں نہ ہو سکا۔ جنگ طول پکڑ رہی تھی اور دربار خلافت میں تمام خبریں پہنچ رہی تھیں۔ حضرت عثمانؓ نے فوج کا ایک مضبوط دستہ عبداللہ بن زبیرؓ کی ماتحتی میں طرابلس کی جانب روانہ کر دیا۔ ان کی آمد پر بھی کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس پر عبداللہ بن زبیرؓ نے حکمت عملی سے کام لیا اور فوج کا ایک دستہ اور باقی فوج کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے بڑھے۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا جب دشمن کی فوج تھک گئی تو عبداللہ بن زبیرؓ کی باقی فوج نے جسے وہ پیچھے چھوڑ گئے تھے، حملہ کر دیا۔ دشمن مقابلہ نہ کر سکا اور فوراً ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔ جرجیر نے ۲۵ ہزار دینار سالانہ خراج ادا کرنے کا عہد کر کے صلح کر لی اور طرابلس پر مسلمانوں کا پوری طرح سے قبضہ ہو گیا۔ بس اب مسلمانوں کے لئے باقی کام آسان تھا۔ کیونکہ انہوں نے بڑی آسانی کے ساتھ تونس اور مراکش کے علاقوں پہ آگے بڑھ کر قبضہ کر لیا۔ ان فتوحات نے مسلمانوں کے لئے سپین پر حملہ کرنے کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ گو عبداللہ بن نافع نے سپین پر حملہ ضرور کیا مگر فی الحال مسلمان اسے اپنی سلطنت کا حصہ بنانے کا خیال نہ رکھتے تھے۔

آرمینیہ اور آذربائیجان کی بغاوت نیز ایشیائے کوچک کی فتوحات ۲۶ھ تا ۲۵ھ

آذربائیجان اور آرمینیہ کے باشندے کثرت سے عیسائی تھے اگرچہ یہ لوگ اسلامی سلطنت کے باج گزار تھے مگر اندرخانہ شاہ روم سے ساز باز کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ۲۵ھ میں انہوں نے عہدناموں کی خلاف ورزی کر کے بغاوت کر دی۔ حضرت عثمانؓ نے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے ولید بن عقبہ کو روانہ کیا۔ جس نے بغاوت فرو کر دی تھی۔

اسی دوران میں معلوم ہوا کہ ایشیائے کوچک میں ایک فوج مسلمانوں کے خلاف تیار ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس کے مقابلے کے لئے حبیبؓ بن مسلمہ کو بھیجا۔ انہوں نے عیسائیوں کو شکست دے کر ایشیائے کوچک کے بعض مقامات پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ

Marfat.com

ے ایشیا نے کوچک پر حملہ کیا اور انطاکیہ اور سلوس کے درمیان متعدد قلعے فتح کر کے ان مقامات پر اسلامی نو آبادیاں قائم کر دیں۔

مشرق وسطیٰ کے حالات

قبرص کی فتح ۶۴۹ء قبرص کی فتح کا حال بڑا دلچسپ ہے۔ کچھ ایسے حالات پیش آئے جن کے باعث یہ علاقہ بڑی آسانی سے فتح ہو گیا۔ حضرت عمرؓ بڑے دور اندیش تھے اور وہ ہر شخص کی قابلیت کا اندازہ جلد کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ جس شخص کو وہ جس عہدے کے لائق سمجھتے تھے اس کے سپرد وہی کام کرتے۔ وہ حضرت امیر معاویہؓ کی لیاقت سے آگاہ تھے۔ اس لئے انہوں نے ان کو صوبہ دمشق کا گورنر بنایا۔ جب سے انہوں نے اپنے عہدے کا چارج لیا تھا تب سے ان کی نگاہیں قبرص کے جزیرے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ وہ اس کے آس پاس کے علاقوں کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ان کا یہ خیال یوں بھی درست تھا کہ یہ علاقے اپنی زرخیزی اور شادابی کے باعث بڑے نفع بخش ثابت ہو سکتے ہیں حضرت عمرؓ سے امیر معاویہؓ نے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ اس علاقے پر سمندر کے راستے فوج کشی کریں مگر انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا مجبور ہو کر امیر معاویہؓ خاموشی اختیار کر گئے اور اپنے ارادے کو ملتوی کر گئے۔ مگر جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے حضرت امیر معاویہ کو پورے صوبہ شام کا گورنر مقرر کر دیا۔ اور اس طرح ان کے اختیارات بہت بڑھ گئے۔ انہوں نے ایک بار پھر خلیفہ سے قبرص کے جزیرے پر فوج کشی کی اجازت طلب کی۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ اس علاقے پر امیر معاویہؓ نے حملہ کیا۔ یہاں کے باشندے لڑنے والے لوگ نہ تھے بلکہ جنگ و جدل سے گھبراتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں سے سات ہزار درہم سالانہ ادا کرنے کا عہد کر کے صلح کر لی مگر کچھ عرصے کے بعد غداری کی اور رومیوں کے ساتھ مل گئے۔ اس پر امیر معاویہؓ نے دوبارہ حملہ کیا اور اس علاقے کو پوری طرح فتح کر کے یہاں پر نو آبادی قائم کر دی۔

شام کے ساحل پر رومیوں کا حملہ رومیوں کی فتوحات سے قبل شام کے علاقے پر رومیوں کا قبضہ تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ان تمام علاقوں کو فتح کر لیا گیا اور آخر جنگ یرموک نے شام کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ رومیوں کو اپنے علاقے

Marfat.com

چھن جانے کا بڑا رنج تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان علاقوں کو دوبارہ حاصل کریں۔ اس خیال کو رکھ کر شاہ روم نے ایک کثیر فوج جمع کی اور ایک بہت بڑا بیڑا تیار کیا۔ روم کے بادشاہ اپنی بحری طاقت پر بڑا ناز تھا اور وہ جانتا تھا کہ مسلمان اس جنگ میں کبھی کامیاب نہ ہوں بات بھی درست تھی کیونکہ مسلمانوں کی بحری طاقت نہ ہونے کے برابر تھی لیکن جب روم فوج نے شام کے ساحل پر حملہ کیا۔ امیر معاویہؓ مقابلہ کے لئے نکلے اور انہوں نے اس سختی مقابلہ کیا کہ دشمن کے قدم ساحل پر نہ جم سکے۔ رومیوں نے بڑی بہادری سے جنگ کی اور وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح ساحل پر قبضہ کر لیں۔ مگر ایسی نازک صورت میں ان کے لئے خود اپنی جان بچانا مشکل ہوگئیں اور وہ بھاگ کر واپس قسطنطنیہ چلے گئے۔ جب یہ خطرہ جاتا رہا تو امیر معاویہؓ نے قبرص کی فوجی اہمیت کو محسوس کیا۔ وہ اس حقیقت کو پاگئے کہ دشمن کسی وقت بھی قبرص پر قبضہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس خطرے کو دور کرنے کے لئے امیر معاویہؓ نے قبرص کو پوری طرح فتح کرکے اپنے علاقے میں شامل کر لیا۔

ایرانیوں کی بغاوت ۶۴۴ء

یہاں کے ساسانی بادشاہ یزدگرد کو مسلمانوں نے بری طرح شکست دی تھی اور ناکامی کے بعد وہ خراسان اور ترکستان کے علاقوں کی جانب بھاگ گیا تھا لیکن اس کی یہی کوشش تھی کہ کسی طرح اپنے کھوئے ہوئے علاقوں کو دوبارہ حاصل کرلے۔ اس سلسلے میں وہ مدت سے کوشش کر رہا تھا۔ آخر کار وہ کسی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے کافی فوج اکٹھی کرلی اور بصرے کے حاکم عبداللہ بن عامر سے اس نے کئی جھڑپیں لیں۔ اور ان کو کئی چھوٹی چھوٹی مہموں میں شکستیں دیں۔ ان فتوحات کے باعث اس کے حوصلے بلند ہوگئے۔ اور اس نے آگے بڑھ کر فارس کے علاقے پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ اس فتح نے اس کی حالت کو بہتر بنا دیا اور اس کے حوصلے اتنے بلند ہوگئے کہ وہ سوچنے لگا کہ ساری کھوئی ہوئی سلطنت پھر واپس آجائے گی۔ وہ آگے بڑھا اور نیشا پور کا محاصرہ کرکے اسے بھی فتح کرلیا۔

مسلمان یزدگرد کی جانب توجہ نہ کرسکے اس لئے وہ اپنے قدم مضبوط کرتا رہا۔ مسلمان اپنی پریشانی میں مبتلا تھے کیونکہ انہی دنوں طبرستان میں بغاوت ہوچکی تھی اور کوفے کے گورنر سعد بن العاصؓ اس کو ختم کرنے میں مصروف تھے۔ انہی دنوں ایک بڑا دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ یزدگرد کو کسی دیہاتی نے قتل کر ڈالا۔ مسلمانوں نے دوبارہ بڑی آسانی سے خراسان کے علاقے پر قبضہ کرلیا اور اس کے بعد طخارستان میں چڑھائی کرکے ایک بڑی زبردست جنگ کے بعد اسے بھی فتح کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس کے بعد عبداللہ بن عامر نے ایران کے ہر حصے میں فوجیں

Marfat.com

روانہ کیں تاکہ اگر کہیں باغی ہوں تو ان کا خاتمہ کیا جا سکے اور وہ تمام علاقے فتح کر لیے گئے جن کو اب تک فتح نہ کیا گیا تھا۔

سجستان غزنی و کابل کی فتوحات

فوجی نقطہ نظر سے عبداللہ بن عامر نے محسوس کیا کہ یہ چھوٹے چھوٹے علاقے جو باقی رہ گئے ہیں انہیں فتح کر لیا جائے تاکہ یہ نہ ہو کہ دشمن ان علاقوں میں اپنے اڈے بنائے چنانچہ اس اہمیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے ربیع بن زیاد کو فوج دے کر سجستان کی طرف روانہ کیا گیا۔ آپ سجستان کے دارالحکومت زرنج میں پہنچ گئے۔ یہاں کے لوگوں نے بڑی سختی سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا مگر آخر کار انہیں شکست کھانی پڑی اور زرنج پر قبضہ ہو گیا۔ ربیع ایک سال تک اس علاقے میں رہے۔ جب وہ واپس آئے تو وہاں کے لوگوں نے پھر بغاوت کر دی لیکن اس کا جلد خاتمہ کر دیا گیا اس طرح سجستان کی مہم کامیابی کے ساتھ ختم ہو گئی۔ اس کے بعد غزنہ سے کابل تک کے تمام علاقوں کو بڑی آسانی سے فتح کر لیا گیا۔

مسلمانوں کا بحری بیڑا

مسلمانوں نے بحری فوج کی طرف توجہ نہ کی۔ وہ صرف خشکی کی جنگ کے ماہر تھے لیکن جہاں تک سمندر کی جنگ کا تعلق تھا اس کے بارے میں ان کی واقفیت بہت محدود تھی۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ امیر معاویہؓ نے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کی کہ انہیں قبرص پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا کیونکہ وہ بحری جنگ کو خطرناک خیال کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو نقصان نہ ہو۔ اس خطرے کے پیش نظر انہوں نے اجازت نہ دی اور نہ ہی بحری فوج کی بنیاد رکھی جا سکی۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو امیر معاویہؓ نے پھر قبرص پر حملے کی اجازت چاہی۔ حضرت عثمانؓ نے بحری جنگ سے کوئی خطرہ محسوس نہ کرتے ہوئے اجازت دے دی۔ اس طرح حضرت عثمانؓ کے عہد میں پہلی بار مسلمانوں نے بحری جنگ لڑی۔

اس کے برعکس رومی بحری جنگ سے خوب واقف تھے اور ان کے پاس بڑے مضبوط جنگی جہاز موجود تھے۔ اس طرح انہیں یہ خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کو آسانی سے شکست دینے میں کامیاب ہوں گے لیکن امیر معاویہؓ نے ثابت کر دیا کہ گو مسلمانوں کے جنگی بیڑے نئے ہیں مگر وہ دشمن کا مقابلہ کر سکتے تھے اس لیے اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حضرت عثمان کا دور اس

Marfat.com

اعتبار سے بہت اہم ہے کیونکہ ان کے زمانے میں مسلمانوں کی بحری فوج کی بنیاد رکھی گئی حضرت عثمانؓ کے دور میں سلطنت کو وسعت ہوئی اور دوسری طرف مسلمانوں نے بحری جنگ لڑ کر دشمن پر واضح کر دیا۔ اب ان کا مسلمانوں کے خلاف کامیاب ہونا ممکن نہیں۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں کئی علاقوں میں مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم ہو گئیں۔

عہدِ عثمانؓ میں فتنہ اور انتشار کے اسباب

کبار صحابہ کی کمی حضرت عثمانؓ کے عہد تک صحابہؓ ایک ایک کر کے اللہ کو پیارے ہوتے چلے گئے اور جو زندہ تھے وہ اتنے معمر تھے کہ قومی ذمہ داریاں عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تھے۔ اس وجہ سے وہ قومی ذمہ داریوں کو اپنے کندھوں پر نہیں لیتے تھے۔ جو قومی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لئے آگے آگے تھے نہ وہ لوگوں میں اتنے محترم تھے اور نہ ہی دین کے ساتھ ان کو زیادہ وابستگی تھی اس وجہ سے عوام میں بددلی پیدا ہونا شروع ہو گئی۔

اکابر قریش کو مدینہ سے باہر جانے کی اجازت حضرت عمرؓ نے اکابر قریش کو مفتوحہ علاقوں میں زمینیں خریدنے سے منع کر دیا ہوا تھا۔ عہدِ عثمانؓ میں یہ پابندی ہٹا دی گئی۔ اکابرین قریش نے مفتوحہ علاقوں میں اراضیات خریدنا شروع کر دیا اور ان کے گھروں میں دولت کی فراوانی ہو گئی۔ اس طرح معاشرہ میں امیر اور غریب دو طبقے رونما ہو گئے۔

مفتوحہ قوموں کا جذبہ انتقام عرب قوم سے جب ہمسایہ حکومتوں نے ذلت آمیز شکستیں کھائیں تو ان کے افراد عرب قوم سے انتقام لینے کے لیے سوچنے لگے۔ یہ انتقام ایک طرح سے ہی لیا جا سکتا تھا کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کیا جائے۔ چنانچہ ابن سبا نے اسی پالیسی کے ماتحت فتنہ کھڑا کیا۔

دولت کی فراوانی جب دولت کی فراوانی ہو جاتی ہے تو وہ اپنے ساتھ بعض ایسے امراض لاتی ہے جو قوموں کے لئے نہایت ہی خطرناک ہوتے ہیں۔ لوگ عصوا مند کے لئے ایک دوسرے سے حسد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔ چنانچہ جب مسلمانوں میں دولت کی فراوانی ہوئی تو ان کے اندر اس قسم کے امراض پیدا ہو گئے۔

مروان کے غلط مشورے حضرت عثمانؓ نے مروان کو اپنا سیکرٹری مقرر کیا۔ اس نے اپنے عہدہ کو ناجائز استعمال کیا۔ لوگوں میں فتنہ پردازوں نے یہ غلط فہمی

Marfat.com

پھیلا دی کہ بدعنوانیاں حضرت عثمانؓ کر رہے ہیں اور لوگ ان سے بدظن ہونا شروع ہو گئے۔

عادل حکام کا فقدان حکومت کو کامیاب بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ حکومت کے افسر فرض شناس اور عادل ہوں۔ بدقسمتی سے حضرت عثمانؓ کو ایسے عمال نہ مل سکے۔ گورنر اپنے فرائض کو بہتر طریقہ پر انجام نہ دیتے تھے وہ غفلت اور سستی سے کام لیتے تھے جس سے نظام حکومت میں فساد رونما ہو گیا۔

معزول شدہ گورنروں کی مخالفت حضرت عثمانؓ نے کچھ گورنروں کو بعض وجوہ کی بنا پر ان کے عہدوں سے سبکدوش کیا تھا۔ یہ گورنر حضرت عثمانؓ سے ناراض تھے وہ ان کے خلاف کارروائیوں کی یا تو ہمت افزائی کرتے تھے۔ یا اغماض سے کام لیتے تھے۔

شرعی قوانین کے نفاذ پر نومسلمانوں کی برہمی پہلے خلفاء کی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی شرعی قوانین کے نفاذ کا خیال رکھا۔ نومسلم لوگوں کو یہ باتیں ناگوار گزرتی تھیں اس وجہ سے یہ نومسلم حضرت کے خلاف ہو گئے۔

اہم عہدوں پر تقرری حضرت عثمان نے حالات کے تقاضا کے مطابق بنی امیہ پر زیادہ اعتماد کرتے ہوئے ان کو حکومت میں بڑے بڑے ذمہ دار عہدے دیئے۔ اس پر فتنہ پردازوں نے نکتہ چینی شروع کر دی۔

قبائلی تعصب رسول کریم صلعم کی قوت قدسیہ نے قبائلی تعصب کو بالکل ختم کر دیا تھا یہی تعصب دوبارہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں ظاہر ہو گیا۔ بنو امیہ اور بنو ہاشم کی دیرینہ دشمنی رونما ہو گئی۔ گو بنو ہاشم نے فتنہ پردازوں کا ساتھ نہیں دیا لیکن فتنہ پردازوں نے اس دیرینہ دشمنی سے ضرور فائدہ اٹھایا۔

حضرت عثمانؓ کی نرم مزاجی حضرت عثمانؓ طبعاً نرم خو تھے اس وجہ سے عوام اور باغیوں پر حضرت عمرؓ جیسی گرفت ڈھیلی ہو گئی تو فتنہ پردازوں اور باغیوں نے سر نکالنا شروع کر دیا۔

عبداللہ بن سبا کی فتنہ پردازی عبداللہ بن سبا یہودی النسل تھا اس نے حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف پراپیگنڈا شروع کر دیا حضرت عثمانؓ اس غلط پراپیگنڈا کو دبا نہ سکے۔ ان وجوہ کے علاوہ کچھ فقہی قسم کے مسائل تھے جن کی وجہ سے معاشرہ میں غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ آپؓ نے تکبیر بالجہر (اونچی آواز سے) کہنا چھوڑ دیا۔

Marfat.com

۲۔ آپؓ نے جمعہ کے روز ایک اذان کی بجائے دو اذانیں دینے کا رواج ڈالا۔

۳۔ رسول کریم صلعم کے عہد مبارک میں گھوڑے اور غلام پر زکوٰۃ نہ تھی لیکن آپؓ نے گھوڑے کی زکوٰۃ وصول کی اس سے لوگ بدظن ہو گئے۔

۴۔ رسول کریم صلعم نے حکم بن العاص کو مدینہ سے باہر نکل جانے کا حکم دیا تھا حضرت عثمانؓ ان کو واپس مدینہ لے آئے۔

۵ حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کے غیر مستند نسخے جلوا دیئے۔ فتنہ پردازوں نے اس بات کو غلط پیرائے میں بیان کر کے لوگوں کو اشتعال دینا شروع کر دیا کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن کے نسخے جلوا کر ہتک کی۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف الزامات اور اعتراضات پر تنقیدی جائزہ

فتنہ پردازوں نے حضرت عثمانؓ پر بے شمار بے بنیاد الزام عائد کئے

پہلا اعتراض حضرت عثمان پر سب سے بڑا الزام جو لگایا جاتا ہے وہ گورنروں کے عزل و نصب سے متعلق ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی خلافت کے پہلے چھ سالوں میں کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ پچھلے چھ سالوں میں انہوں نے اپنے عزیزوں اور قریبیوں کو عامل (گورنر) کرنا شروع کر دیا۔

جواب اس اعتراض کا جائزہ ہم تاریخی طور پر لیتے ہیں جو کچھ شکایت ہوئی ہے وہ تین مقامات کے گورنروں کے متعلق ہے یعنی بصرہ۔ کوفہ۔ مصر۔ ملک شام میں حضرت عمرؓ کے وقت سے امیر معاویہؓ گورنر تھے اور حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی گورنر رہے۔ کوفہ میں حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت مغیرہؓ بن شعبہ تھے۔ حضرت عمرؓ نے وفات کے وقت اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ مغیرہؓ بن شعبہ کو ہٹا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے مغیرہؓ کو ہٹا کر سعد ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ سعد نے ابن مسعود سے جو خزانے کے مہتمم تھے کچھ روپیہ بطور قرض لیا۔ ابن مسعود نے کچھ عرصے کے بعد وہ روپیہ طلب کیا اس لئے دونوں میں کچھ تکرار اور جھگڑے کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس جھگڑے کا اثر اہل کوفہ پر پڑتا تھا۔ اہل کوفہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ نے سعد کو گورنری سے الگ کر کے ولید بن عقبہ کو گورنر مقرر کر دیا۔ ولید ماں کی طرف سے حضرت عثمانؓ کے رشتہ دار تھے۔ یہ واقعہ ۲۵ھ کا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ عزل اور نصب حضرت عثمانؓ کی خلافت کی ابتدا کا ہے۔ اس وقت کسی نے حضرت عثمانؓ پر رشتہ داروں کی تقرری کا الزام نہیں لگایا تھا۔ ولید کے متعلق یہ شکایت ہوئی کہ وہ شراب پیتا ہے، تحقیقات سے ثابت ہوا تو اس کو عہدے سے الگ

Marfat.com

کر دیا گیا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اپنے کسی عزیز کے مجرم ثابت ہونے پر اس کو سزا دیتے تھے اور رشتہ دار گورنروں سے باز پرس کرتے تھے۔

۳۰ھ میں سعید بن العاص کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ یہ بھی حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں میں تھا اس کو بھی ۳۴ھ میں شکایت پر الگ کر دیا اور ابوموسیٰ اشعری کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰ اشعری حضرت عمرؓ کے عہد میں بصرہ کے گورنر تھے۔ ۲۹ھ میں وہاں کے لوگوں نے ان کے خلاف شکایات کیں۔ آپؓ نے ان کو الگ کر کے ایسے شخص کو گورنر بنایا جسے خود ان لوگوں نے نامزد کیا۔ چونکہ وہ اس عہدہ کا اہل ثابت نہ ہوا۔ اس وجہ سے اس جگہ جلد عبداللہ بن عامر کو گورنر مقرر کر دیا گیا۔ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص تھے اور بالائی مصر حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن سعد بن ابی کے سپرد کیا اور انتظامی کام حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھ میں دیئے۔ ان دونوں کے درمیان جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاصؓ کو گورنری سے ہٹا دیا اور عبداللہ بن سعد کو گورنر مقرر کر دیا۔ جب باغیوں نے ان کی علیحدگی کا مطالبہ کیا تو حضرت عثمانؓ نے ان کو الگ کر دیا اور ان کی جگہ باغیوں کے نامزد آدمی محمد بن ابوبکرؓ کو مقرر کر دیا۔

اس تنقیدی جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ پر یہ الزام بالکل غلط ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو گورنر مقرر کرتے تھے۔ پھر ان سے کسی قسم کی باز پرس نہ کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ اگر کسی رشتہ دار کو عہدہ دیتے تو شکایت پر اس کو الگ کر دیتے۔ حتیٰ کہ شکایت پر ولید کو شراب پینے کی سزا دی۔

دوم ولید کو خلافت کے دوسرے سال یعنی ۲۵ھ میں مقرر کیا اور عبداللہ بن سعد کو خلافت کے تیسرے سال یعنی ۲۶ھ میں یہ تقرریاں خلافت کے ابتدائی دور کی ہیں جبکہ حضرت عثمانؓ پر اس قسم کا کوئی الزام نہ تھا۔

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

بیت المال سے ناجائز طور پر اپنے اعزہ و اقارب کو نوازا گیا۔ یہ اعتراض بھی بالکل غلط اور بے بنیاد ہے حضرت عثمانؓ اپنے مال سے اپنے اعزہ و اقارب کو تحفے تحائف دیتے تھے اور ان کی ضروریات پورا کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ بہت امیر تھے اور ان کی طبیعت میں جود و کرم کا مادہ بھی بہت زیادہ تھا۔ مخالفین نے حضرت عثمانؓ کی یہ مالی اعانت بیت المال کی طرف منسوب کر دی۔ بیت المال سے روپیہ حاصل کر کے اپنے قریبیوں کو دیتے تھے۔ عبداللہ بن ابی سرح کی حوصلہ افزائی کے لئے حضرت عثمانؓ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ دیا۔ اس کی مثل حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی دیتے رہے۔ جب لوگوں نے اعتراض کیا تو اس سے واپس لے لیا۔

Marfat.com

تیسرا اعتراض اور اس کا جواب بقیع کی چراگاہ کو اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ حضرت عثمانؓ کے دو اونٹوں کے لئے ایک چراگاہ کا مخصوص کر دینا بعید از قیاس ہے۔ حسب قاعدہ یہ چراگاہ عثمانی عہد میں بیت المال کے لئے ہی مخصوص تھی۔

چوتھا اعتراض اور اس کا جواب حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسر اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے ساتھ بدسلوکی۔

حضرت ابوذر غفاریؓ دولت جمع کرنے کے بعد شدید مخالف تھے۔ ان کی یہ مخالفت معاشرہ میں بعض لوگوں کے خلاف نفرت کا موجب بن رہی تھی۔ امیر معاویہؓ نے ان کو مدینہ بھیج دیا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی رضامندی سے ربذہ مقام پر بھیج دیا۔ ان کے ساتھ خدمت کے لئے دو غلام بھی بھیجے۔ عمار بن یاسر ایک غیر جانبدار کی حیثیت سے مصر کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے گئے تھے۔ لیکن انہوں نے باغیوں سے راہ و رسم بڑھائے تھے۔ عبداللہ بن مسعود نے اپنا مصحف گورنمنٹ کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا جبکہ حضرت عثمانؓ مصحف صدیقی پر تمام امت کو اکٹھا کر رہے تھے۔

پانچواں اعتراض اور اس کا جواب حدود کے اجراء میں غفلت برتنا یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ولید بن عقبہ پر شراب پینے کی وجہ سے حد جاری کی جب کہ گورنر تھا اس کے ساتھ یہ اعتراض بھی رفع ہو جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اموی عمال کی بدعنوانیوں کا تدارک نہ کرتے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی کسی اموی گورنر کے خلاف شکایت ملی فوراً اس کے خلاف کارروائی کی۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ اعلان کرا دیا کہ جس کو بھی کسی اموی گورنر کے خلاف شکایت ہے حج کے موقعہ پر آئے اور خلیفہ کے سامنے اس کی شکایت پیش کرے۔ مستغیث کی شکایت کو دور کیا جائے گا اور مستغیث علیہ کو سزا دی جائے گی۔ اس اعلان کے باوجود کوئی بھی مکہ حج کے موقع پر نہ آیا

چھٹا اعتراض اور اس کا جواب مصحف قرآن کو جلانا۔ قرأت کے اختلاف کی وجہ سے بعض جگہوں میں فتنے کھڑے ہو گئے۔ ان فتنوں کو دور کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ نے مصحف حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ دوسرے تمام مصحف (قرآن) کو جلا دینے کا حکم دیا تاکہ امت محمدیہ میں انتشار پیدا نہ ہو۔ یہ تو امت پر بڑا احسان ہے کہ آج تمام امت ایک قرآن پر جمع ہے اس وقت کا یہی تقاضا تھا کہ مصحف ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ تمام مصحفوں کو جلا دیا جاتا تاکہ قرأت کا اختلاف امت میں فتنہ کا موجب بنے۔

Marfat.com

ساتواں اعتراض اور اس کا جواب حکم بن العاص کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطن کیا تھا۔ آپ نے اسے واپس مدینہ بلا لیا۔

حکم بن العاص کی واپسی کے بارے میں حضرت عثمانؓ نے یہ وضاحت فرمادی تھی کہ آپؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واپسی کی اجازت لے لی تھی۔

حضرت عثمان کی شہادت کے اسباب اور اس کے نتائج

ابن سبا کا پراپیگنڈا عبداللہ بن سبا ایک یہودی النسل تھا۔ اس نے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار اور افتراق پیدا کرنے کے لئے اپنی تخریبی کارروائیوں کا آغاز اہل بیت کی محبت کے نام پر کیا۔ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے نبی کریم صلعم کے وصی حضرت علیؓ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ غاصب خلیفے تھے اس عقیدہ کو عجمیوں (غیر عربوں) میں بہت مقبولیت ہوئی کیونکہ وہ صدیوں سے قیادت اور سیاست کو موروثی تصور کرتے چلے آرہے تھے۔ اس عقیدہ کے ساتھ ساتھ ابن سبا نے حضرت عثمان کے عمال کو بدنام کرنا شروع کر دیا اور حضرت عثمانؓ پر کنبہ پروری کا الزام لگایا۔ بعض سادہ دل اور نیک بزرگ بھی ابن سبا کے پراپیگنڈا سے متاثر ہوئے۔ ابن سبا نے کام کا آغاز بصرہ سے کیا لیکن ابن عامر والیِ بصرہ نے اسے بصرہ سے نکال دیا تو وہ مصر چلا گیا اور مصر کو اپنی تحریک کا مرکز بنایا۔

بغاوت کا آغاز بغاوت کا آغاز کوفہ سے ہوا وہ اس طرح کہ اشتر نخعی اور اس کے ساتھیوں نے حضرت عثمان کو بدنام کرنا شروع کر دیا سعید بن العاص حاکم کوفہ نے حضرت عثمان کے پاس شکایت کی تو حضرت عثمانؓ نے ان فتنہ پردازوں کو شام بھجوا دیا حضرت امیر معاویہؓ ان کو سمجھانے بجھانے میں ناکام رہے تو ان کو حمص روانہ کر دیا گیا جہاں عبدالرحمان بن خالد بن ولید نے ان پر سختی کی اور وہ بظاہر دب گئے۔

یزید بن قیس کا خروج فتنہ پردازوں نے تمام ملک میں حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف فضا مکدر کر دی۔ عمال کے مظالم کے من گھڑت قصے انسان ایک دوسرے کو لکھتے۔ اور اس طرح عوام میں حضرت عثمانؓ کے عمال کے خلاف

Marfat.com

نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ اس نفرت کو عملی جامہ یزید بن قیس نے پہنایا۔ اس نے کوفہ میں مسلح خروج کیا اور مدینہ کی راہ لی لیکن راستہ میں قعقاع بن عمرو نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اس نے کہا کہ ہمارا مطالبہ صرف یہی ہے کہ سعید بن العاص کو ہٹا دیا جائے۔

چنانچہ اس کو چھوڑ دیا گیا۔ اس نے اشتر کو شام بلایا۔ سعید بن العاص بھی مدینہ سے آتے ہوئے مل گئے۔ اشتر نے ان کے غلام کو قتل کر دیا اور کہا کہ عثمانؓ سے کہو کہ ابوموسیٰ اشعری کو بھیج دے۔ سعید بن العاص واپس مدینہ لوٹے اور تمام ماجرا حضرت عثمانؓ سے بیان کیا حضرت عثمانؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔

عمال سے مشورہ جب تمام ممالک سے فساد کی خبریں آنے لگیں تو حضرت عثمانؓ نے عمال کا اجلاس طلب کیا۔ تمام صوبوں کے گورنر اس ہنگامی اجلاس میں شریک ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے تمام حالات ان کے سامنے رکھے اور رائے طلب کی۔ اس موقعہ پر سب نے اپنی اپنی رائے دی اور واپس لوٹ گئے۔

حضرت علیؓ کا مشورہ حضرت علیؓ کو بعض اکابر صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ کے پاس بھیجا تو حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو یہ مشورہ دیا کہ عمال پر سخت کنٹرول کیجئے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے ایک اجتماع کو خطاب کیا اور تمام حالات سے آگاہ کیا اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب لیا۔

تحقیقاتی کمیشن حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے تمام صوبوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے صحابہؓ کو بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ محمدؓ بن مسلمہ کو کوفہ، اسامہؓ بن زید کو بصرہ، عمارؓ بن یاسر کو مصر اور عبداللہ بن عمرؓ کو شام بھیجا۔ ان لوگوں نے حالات کا جائزہ لیا اور سب نمائندگان نے سوائے عمارؓ بن یاسر کے یہ رپورٹ دی کہ وہ تمام الزامات جو عمال پر لگائے جاتے ہیں بے بنیاد ہیں۔ ان میں سچائی کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ عمار بن یاسر مصر میں سبائیوں کے دام تزویر میں پھنس گئے اور ان کی باتوں سے متاثر ہوئے۔

اعلان عام اس تحقیقاتی کمشن کے بعد حضرت عثمانؓ نے اعلان کیا کہ جس شخص کو بھی کسی عامل کے خلاف شکایت ہے وہ حج کے موقعہ پر آئے اور اپنی شکایت پیش کرے۔ چنانچہ اس موقعہ پر تمام عمال حاضر ہو گئے لیکن شکایت وصول نہ ہوئی۔

حج کے بعد حضرت عثمانؓ نے تمام عمال سے مشورہ کیا اور سب نے سازشیوں اور فتنہ پردازوں پر سختی کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت عثمانؓ سے جاتے ہوئے امیر معاویہؓ نے درخواست کی کہ حالات خراب ہو رہے ہیں یا تو مدینہ چھوڑ کر شام چلے آئیں یا اجازت دیں

Marfat.com

کہ میں شام سے فوج بھیج دوں۔ حضرت عثمانؓ نے دونوں باتیں مسترد کر دیں۔ اور مدینہ میں ہی رہنا پسند فرمایا۔

فتنہ پردازوں کا مدینہ پر حملہ

اگلے سال ماہ شوال میں فتنہ پردازوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ کوفہ۔ بصرہ۔ مصر سے ایک ایک سپاہی حج کے بہانے مدینہ وارد ہوئے۔ مدینہ کے لوگ حج کے لیے مکہ جا چکے تھے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن کسی نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا بلکہ سختی سے ان کے رویہ کی مذمت کی۔ فتنہ پردازوں نے اہم راستوں پر قبضہ کر لیا ہوا تھا جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت عثمانؓ نے خطبہ دیا نماز پڑھائی اور اس کے بعد باغیوں کی فہمائش کی۔ باغیوں نے پتھراؤ شروع کر دیا۔ حضرت عثمانؓ شدید زخمی ہوئے۔ آپ کو اٹھا کر گھر پہنچا دیا۔

حضرت علیؓ اور دوسرے بعض اکابر صحابہ نے باغیوں کو سمجھایا کہ وہ فتنہ سے باز آ جائیں حضرت علیؓ کے سمجھانے پر باغی بظاہر مدینہ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

دوبارہ مدینہ میں آنا

اگلے روز فتنہ پرداز دوبارہ مدینہ میں گھس گئے اور یہ الزام دھرا کہ ان کے ہاتھ ایک خط آیا جس میں خلیفہ نے عامل مصر کو لکھا ہے کہ وہ باغیوں کو سخت دے۔ حضرت عثمانؓ نے حلفاً کہا کہ انہوں نے اس قسم کا کوئی خط نہیں لکھا۔ حضرت علیؓ بھی یہ سمجھ گئے کہ یہ الزام بالکل غلط ہے۔ باغیوں کے قول کے مطابق قاصد خط لے کر مصر جا رہا تھا لیکن یہ تینوں گروہ اکٹھے ہو کر مدینہ آئے جب کہ ان کے جانے کے راستے الگ الگ تھے۔ اگر وہ اپنے راستوں پر چلے گئے ہوتے تو اتنی جلدی اکٹھے نہیں ہو سکتے تھے۔ حقیقت میں کوئی گروہ بھی اپنے وطنوں کی طرف نہیں لوٹا تھا صرف ایک جعلی خط بنا کر مدینہ پر دوبارہ حملہ بول دیا۔

ان لوگوں نے اس دفعہ سختی سے کہا کہ حضرت عثمانؓ کو خلافت سے الگ ہو جانا چاہیے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں اس لباس کو نہیں اتار سکتا جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے ہاں اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو توبہ کر لوں گا۔ فتنہ پرداز ایک نہ مانے۔ حضرت علیؓ نے ان باغیوں کو چلا جانے کے لیے کہا لیکن نہ مانے۔

گھر کا محاصرہ

اس پر بعض فتنہ پردازوں نے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل مدینہ بھی مدافعت کے لیے آ پہنچے لیکن حضرت عثمانؓ نے انہیں قسم دے کر واپس لوٹا دیا۔ صرف حضرت حسنؓ۔ محمد بن مسلمہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔ چالیس

Marfat.com

دن تک محاصرہ جاری رہا۔ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ اسلامی فوجیں مدینہ کی طرف آ رہی ہیں انہوں
نے محاصرہ اور زیادہ سخت کر دیا اور اندر کوئی چیز نہیں جانے دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ
نے حضرت علیؓ کو کہلا بھیجا، لیکن بلوائیوں نے انہیں اندر جانے کی اجازت نہ دی
جب حضرت عثمانؓ کا تعلق باہر والوں سے بالکل منقطع ہو گیا تو گھر کی چھت پر چڑھ
گئے۔ اور اپنی پوزیشن کی وضاحت کی اور کہا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو یاد رکھنا پھر مسلمانوں
کی تلواریں میان میں داخل نہیں ہوں گی۔ آپ نے اسلامی خدمات بیان کیں اور آپ کا جو تعلق
حضرت رسول کریم صلعم کے ساتھ تھا بیان کیا لیکن بلوائی ٹس سے مس نہ ہوا - اس مرحلہ پر
صحابہ کرامؓ نے جنگ کی اجازت طلب کی لیکن آپؓ نے سب کو واپس لوٹا دیا اور حضرت عبداللہ
بن عباسؓ کو امیر الحج بنا کر مکہ روانہ کر دیا۔ مغیرہ بن شعبہ نے تین تجاویز پیش کیں یا تو ہمیں لڑنے
کی اجازت دیجئے یا مکہ چلے جائیے یا شام روانہ ہو جائیں لیکن آپ نے کوئی بات نہ مانی۔
اب بلوائیوں کو یہ خوف لاحق ہوا کہ باہر کے لوگوں کو تمام حالات کا علم ہو جائے گا اور
خلیفہ کی مدد کے لئے فوج بھی آ جائے گی اس وجہ سے اپنے ارادہ کو جلد عملی جامہ پہنایا جائے
اس کے بعد بلوائیوں نے دروازے کے راستے گھر میں جانے کی کوشش کی۔ دروازہ پر امام حسینؓ
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت محمد بن مسلمہؓ اور دوسرے صحابہ زادے پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے ان کی اندر جانے
کی کوششیں ناکام بنا دیں۔ اس دوران کچھ بلوائی عقب سے گھر کے اندر گھس آئے۔ حضرت عثمانؓ تلاوت قرآن مجید کر رہے تھے محمد بن
ابی بکر نے حضرت عثمانؓ کو داڑھی سے پکڑا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ بھتیجے اگر تمہارے والد زندہ ہوتے
اور وہ یہ فعل دیکھ لیتے تو سخت ناپسند کرتے۔ ایک روایت ہے کہ محمد بن ابی بکرؓ شرمندہ ہو
کر واپس چلا گیا۔ ایک بلوائی آگے بڑھا آپؓ کی پیشانی پر لاٹھی ماری خون بہنے لگا۔ ایک غلام
نے سینہ پر بیٹھ کر کئی وار کیے اور آپؓ کو شہید کر ڈالا۔ اس دوران آپؓ کی بیوی نائلہ آپؓ کے
آڑے آئیں۔ ان کی بھی انگلیاں کٹ گئیں۔

تجہیز و تکفین آپؓ کی شہادت جمعہ کو ہوئی۔ بلوائیوں کے خوف و ہراس کی وجہ سے ایک دن
تک لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ دوسرے دن چند صحابہؓ نے ہمت کی۔
جنازہ اور تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا۔

اثرات و نتائج

دار الخلافہ میں تبدیلی حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو
انہوں نے مدینہ کی جگہ کوفہ دار الخلافہ بنایا۔ مدینہ کو جو مرکزیت حاصل

Marfat.com

تھی وہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد عملاً ختم ہو گئی۔ زیادہ وسیع معنوں میں حکومت کی باگ ڈور عربوں کے ہاتھ سے نکل کر کوفہ میں عراقیوں اور شام میں شامیوں کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی۔ جو اسلامی سلطنت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی۔

معاویہ کا جوشِ انتقام

گورنرِ شام امیر معاویہؓ شہادت عثمانؓ کا مسئلہ لے کر اٹھا اور آن کی آن میں اس نے بنو امیہ کے قبائل کو متحد کر لیا کہ وہ خلیفہ کی شہادت کا بدلہ لیں۔ حضرت نائلہ کی ہاتھ کی کٹی ہوئی انگلیاں کسی نہ کسی طرح دمشق جا پہنچیں۔ معاویہؓ نے انہیں جامع مسجد کے صدر دروازے پر لٹکا کر اپنے پورے زورِ خطابت سے لوگوں کو اکسانا شروع کیا کہ وہ خلیفہ کی شہادت کا انتقام لیں۔ چونکہ حضرت عثمان کے بعد حضرت علیؓ برسرِ اقتدار آ گئے تھے۔ اس لئے اس مخالفت کے طوفان کا رُخ بھی انہی کی طرف پھیر دیا۔ اس کے نتیجہ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان اختلافات بڑھ گئے اور جنگِ صفین پر منتج ہوئے۔

سیاسیات کا آغاز

حضرت عثمانؓ کی شہادت سے ملک میں سیاسیات کا عملاً آغاز ہو گیا۔ خلیفہ کے خلاف الزامات کی نوعیت خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کو اپنے عہدہ سے ہٹانے کے لئے وہ معروف سیاسی ہتھکنڈے استعمال کئے گئے جو فی زمانہ بھی رائج ہیں یعنی پہلے سربراہ مملکت کو بدنام کرنے کے پہلو تلاش کئے جائیں پھر لوگوں میں یہ احساس پیدا کر دیا جائے کہ وہ اس کے ہاتھوں مظلوم ہیں، معاشرہ اور ریاست میں دھاندلی ہے لوگوں کا امن و سکون اسی صورت میں برقرار رہ سکتا ہے کہ حکومت میں تبدیلی پیدا کی جائے۔ اس کے لئے جو ذرائع بھی میسر آ سکتے ہیں ان سے خاطر خواہ استفادہ کیا جائے۔ ابن سبا کی سرگرمیاں درحقیقت ان سیاسی سرگرمیوں کا آغاز تھیں جن سے ابھی تک عرب نا آشنا تھے اور یہ ماننا پڑے گا کہ خلیفہ کو ان کے عہدے سے ہٹانے کے لئے وہ تمام معروف طریقے استعمال کئے گئے جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔ عوام سادہ لوح ہوتے ہیں ان کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے لئے صرف یہی ایک راستہ ہے کہ ان میں احساسِ مظلومیت پیدا کر دیا جائے۔ سبائی اس کام میں پوری طرح کامیاب رہے۔ انہوں نے کوفہ، بصرہ اور شام کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ مدینہ کے خلاف خروج کریں۔ مدینہ میں پہنچنے والے افراد اسی پراپیگنڈے سے متاثر تھے اور اسی غرض سے آئے تھے کہ خلیفہ کو اس کے عہدہ سے الگ کر دیا جائے۔ اس کی بہتر صورت یہ تھی کہ انہیں شہید کر دیا جائے اور اس میں کامیاب ہو گئے۔ باغی عناصر کا یہ وار خالی نہ گیا اور جب خلیفہ شہید ہو گئے تو اس سیاسی گروہ کا نصب العین پورا ہو گیا۔ اور

Marfat.com

حضرت علیؓ خلیفہ بنے لیکن سیاسیات کے طالب علم جانتے ہیں کہ جس طرح کی بنیاد ڈالی گئی تھی وہ حضرت علیؓ کے عہد میں ایک اور تحریک کی صورت میں اٹھی جسے ہم خارجی تحریک کہتے ہیں۔ یہ سبائی اور یہ خارجی اسلام کے اولین سیاسی گروہ ہیں جنہوں نے معاشرہ میں اپنی جڑیں مضبوط بناکر باہمی کشت و خون اور جنگ و قتال کا دروازہ کھول دیا۔

جمہوریت کا خاتمہ

حضرت عثمانؓ کی شہادت درحقیقت عربوں سے حکومت چھن جانے کا الارم تھا۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضرت علیؓ کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد حکومت درحقیقت دو حصوں میں بٹ چکی تھی۔ ایک علاقہ پر حضرت علیؓ کا قبضہ تھا اور دوسرے پر امیر معاویہؓ کا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ساری مملکت امیر معاویہؓ کی جھولی میں پہنچ گئی۔ مدینہ کے مقابلہ پر دو شہر کوفہ اور دمشق گویا اسی موقع کی تلاش میں تھے کہ اسلامی تعلیمات اور اصول حکومت کی دھجیاں بکھیرنے کے لئے انہیں ہی منتخب کرلیا جائے گا۔

جب امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کے بعد واحد خلیفہ کی حیثیت سے ابھرے تو انہوں نے دمشق کو دارالخلافہ بنایا، حالانکہ وہ مکہ اور مدینہ میں بھی صدر مقام بنا سکتے تھے لیکن انہیں شام میں اپنے خاندان کے افراد اور نومسلموں کی حمایت پر تکیہ کرنا پڑا۔ یہ سب لوگ اپنے نام و نمود کے لئے آگے بڑھے اور خلافت کو شخصی حکومت میں تبدیل کر دیا۔ اب بوریہ نشینوں کا دور ختم ہوگیا شہنشاہی رعب داب کا زمانہ آگیا۔ صحابہ کی جگہ مصاحبین نے لے لی۔ جمہوریت کی جگہ دہشت قائم ہوگئی۔ اجتہاد اور اجماع کی جگہ ملوکیت کی چھاپ پڑ گئی۔

باہمی نفاق کا آغاز

حضرت عثمانؓ سے روایت منسوب کی گئی ہے کہ شہادت سے ذرا پہلے انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے قتل کے بعد تم قرآن پر اکٹھے نہ رہو گے۔ دوسرے معنوں میں ان کی نگاہوں نے بھانپ لیا کہ اب مسلمانوں میں نفاق پیدا ہو جائے گا چنانچہ جب بھی ہمیں آپس کے نفاق کی وجہ معلوم کرنا ہو، ہمیں شہادتِ عثمان سے ہی اپنے سوال کا آغاز کرنا ہوگا۔ آپ کے بعد دو متصادم جماعتیں آپس میں برسرپیکار ہوگئیں۔ حضرت علیؓ کے حامی شیعان علیؓ کہلاتے اور معاویہؓ کے حامی شیعان معاویہ کہلاتے۔ ان کا یہ مقصد تھا کہ وہ اپنے اپنے امیدوار کو خلافت دلائیں۔ ان کے زوردار اقدامات سے ایک تیسری جماعت خارجیوں کی قائم ہوگئی جو شیعان علیؓ اور شیعان معاویہؓ، دونوں کے خلاف تھی۔ اس کا نعرہ تھا۔ "حکم صرف خدا کا ہے"۔ ہم ان میں سے کسی امیدوار کو خلیفہ نہیں مانتے۔ معاویہ کے بعد شیعان علیؓ طاقت یا خلافت سے محروم ہوگئے تھے لیکن خارجی بدستور موجود رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے بنو امیہ کے پہلے خلفاء کے زمانہ میں اودھم مچائے رکھا۔ حتیٰ کہ حجاج بن یوسف نے ان کا زور توڑا۔

Marfat.com

لیکن شیعان علیؓ جو واقعہ کربلا کے بعد سراسیمہ ہو گئے تھے اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے آل عباسؓ نے بھی حصولِ خلافت کی کوشش شروع کر دی یا ان کے ذہن میں خلافت کے حصول کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ بنو امیہ کے بعد برسرِ اقتدار آنے والے بنو عباس تھے شیعان علی نہیں۔ ان کے حالات پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان جماعتوں کا تصادم کوئی معمولی اور وقتی نہ تھی بلکہ اس کے لئے یہاں بہت مہنگی قیمت ادا کرنی پڑی۔ باہمی خانہ جنگیوں کی ابتدا ر حضرت عثمانؓ کے عہد سے ہوئی۔ جب کہ ان کی شہادت تو صرف ایک ذات تک مخصوص تھی۔ لیکن حضرت علیؓ کے عہد میں جنگ جمل، صفین اور نہروان اسلام کے ابتدائی دور کے خونریز تصادم تھے۔ اس کے بعد بنو امیہ کے خارجیوں کے خلاف اقدامات اور بنو عباس کے برسرِ اقتدار آنے پر بنو امیہ کی تباہ کاریاں تو ایک طرف رہیں۔ شیعانِ علیؓ پر جو ظلم و ستم ڈھائے گئے وہ تاریخ اسلام کا ایک نہایت خوشگوار پہلو ہے۔

خلیفہ کے انتخاب میں تبدیلی

اس واقعہ سے قبل تمام خلفائے راشدین انتخاب کے ذریعہ خلیفہ بنائے گئے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد امیر معاویہؓ نے قصاص عثمانؓ کی دعوت پر اپنی خلافت قائم کر لی اور اس کے بعد اُسے موروثی بنا ڈالا۔

اضطراب

فوری طور پر اس شہادت کی خبر سے ہر طرف اضطراب اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ صحابہ کرامؓ جو حضرت عثمانؓ سے اختلاف کیا کرتے تھے بھی سخت پریشان ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے خبر سنی تو دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا، خدایا میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ اگر ساری مخلوق اس قتل میں شریک ہوتی تو قوم لوطؑ کی طرح اس پر آسمان سے پتھر برستے۔

غیر ممالک کے حکمرانوں پر مسلمانوں کا جو رعب چھایا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے اندرونی انتشار کی وجہ سے جاتا رہا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے باعث فتنہ پرداز مسلمانوں کو باہمی اختلافات اور علاقائیت کے گڑھے کے کنارے پر کھڑا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد مسلمان ایک مرکز پر جمع نہ ہو سکے۔

عہدِ عثمانی میں سیاسی نظام

اسلامی سلطنت کا سیاسی نظام حضرت عمرؓ کے دور میں تقریباً اپنی تکمیل کو پہنچ چکا تھا تاہم،

Marfat.com

حضرت عثمانؓ نے اس نظام کو استوار کرنے کی کوشش کی۔

بغاوتوں کا استیصال اور نئے علاقہ کی فتح حضرت عثمانؓ نے ایران کی زبردست بغاوت کو دور کیا۔ افغانستان ترکستان اور خراسان کے بعض حصے اسلامی حکومت کا جزو بنے۔ آرمینیا آذربائیجان ایشیائے کوچک فتح ہوئے۔ جزیرہ قبرص مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ الجزائر اور مراکش اسلامی سلطنت کا حصہ بن گئے مصر پر قیصر روم نے حملہ کیا تو اسکندریہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا تو اسلامی فوج نے اسکندریہ کو دوبارہ فتح کیا اور قیصر کی فوج کا خاتمہ کیا۔

صوبوں کی تقسیم صوبوں کی تقسیم وہی رکھی۔ جو حضرت عمرؓ کے عہد میں تھی۔ صرف ایک تبدیلی کی کہ پہلے شام کئی صوبوں میں منقسم تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ایک صوبہ بنا دیا۔ اس کے علاوہ مفتوحہ علاقوں کو صوبوں میں تقسیم کیا گیا۔ ذیل میں مختلف صوبوں کے نام مع عمال کے درج ہیں۔

۱	مکہ	عبداللہ بن حضرمی	۱۱	اردن	ابو الاعور سلمی
۲	طائف	قاسم بن ربیعہ ثقفی	۱۲	فلسطین	علقمہ بن حکیم کنانی
۳	جند	عبداللہ بن ربیعہ	۱۳	قرقیسیا	جریر بن عبداللہ
۴	صنعاء	یعلی بن منبہ	۱۴	آذربائیجان	اشعث بن قیس کندی
۵	بصرہ	عبداللہ بن عامر	۱۵	حلوان	عتیبہ بن منہاس
۶	کوفہ	ابوموسیٰ اشعری	۱۶	ماہ	مالک بن حبیب
۷	مصر	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح	۱۷	ہمدان	نسیر
۸	شام	امیر معاویہ	۱۸	رے	سعید بن قیس
۹	قنسرین	حبیب بن مسلمہ فہری	۱۹	اصفہان	سائب بن اقرع
۱۰	حمص	عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید	۲۰	مصر	عبداللہ بن سعد

عمال کا احتساب جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ بات سراسر غلط ہے کہ حضرت عثمانؓ عمال کا احتساب نہیں کرتے تھے۔ آپ کے پاس جب بھی کسی عامل کے خلاف شکایت ہوتی تو فوراً معاملہ کی چھان بین کی جاتی۔ اگر شکایت صحیح ثابت ہوتی تو عامل کو سزا دی جاتی تھی۔ ولید پر شراب نوشی کا الزام لگا۔ تحقیقات سے یہ الزام درست ثابت ہوا تو ان کو برطرف کر کے ان پر حد جاری کی گئی۔

سعد بن ابی وقاص کو بیت المال کا قرض ادا کرنے کے جرم میں معزول کر دیا گیا

Marfat.com

صیغہ فوج میں ذیل کی اصلاحات کی گئیں۔

فوجی اصلاحات: ۱۔سپاہیوں کی تنخواہوں میں سو سو روپے کا اضافہ کیا گیا۔

۲۔ مفتوحہ علاقوں میں مزید چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔

۳۔ فوجی چراگاہوں کی تعداد میں اضافہ اور وسعت دی گئی۔ مزبہ کی چراگاہ اتنی وسیع تھی کہ چالیس ہزار اونٹ پرورش پاتے تھے۔

بحری بیڑا حضرت عثمانؓ کی اجازت سے حضرت امیر معاویہؓ نے بحیرہ روم کے جزیرہ قبرص پر قبضہ کر لیا اور اس کے دفاع اور رومیوں کے مقابلے کے لئے حضرت امیر معاویہؓ اور عبداللہ بن ابی سرح والی افریقہ نے ایک بحری بیڑا تیار کیا اور بحری مہمات کا آغاز ہوا۔ اور رومیوں کو شکستیں دیں اور ان کی بحری طاقت ٹوٹ گئی۔

رفاہ عام کے کام رفاہ عام کے لئے ملک میں سڑکیں، پل، مسجدیں، مہمان خانے، مختلف شہروں میں بنائے، مدینہ میں آنے والے راستوں پر مسافروں کے آرام کا پورا پورا انتظام کیا۔ کنوئیں اور سرائیں بنوائی گئیں۔ مدینہ کو سیلاب سے بچانے کے لئے ایک بھاری بند بنوایا گیا۔

حضرت عثمانؓ کی سیرت و کردار اور کارنامے

تعلیم حضرت عثمانؓ ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت وحی نازل ہوئی حضرت عثمانؓ موجود تھے۔ آنحضرت نے انہیں لکھنے کا حکم دیا آپ نے فوراً تعمیل کی۔

خشیت الٰہی اور رقت قلب اللہ کا خوف ہمیشہ ان کے دل پر طاری رہتا جب کسی قبر کے پاس سے گزرتے تو آخرت اور اللہ کے حضور پیشی کا خیال دل میں آجاتا تو آنکھوں میں آنسو تیر جاتے۔

محبت رسولؐ رسول کریم صلعم سے والہانہ محبت تھی، ہر وقت حضورؐ کی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے اور ان کی تکلیف کو دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتے تھے، ایک مرتبہ اہل بیت پر کئی دن فقر و فاقہ کے گزرے۔ آپؓ کو علم ہوا تو آنکھوں میں آنسو آگئے۔ فوراً کئی بورے گیہوں، آٹا، کھجور، بکری کا گوشت اور تین سو نقد لے کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ جب اس قسم کی تکلیف ہو تو فوراً عثمانؓ کو یاد فرمایا جائے۔

Marfat.com

رسول کریم صلعم کا تعلق رسول کریم صلعم کو آپ کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ آپ نے دو مرتبہ ان کو شرف مصاہرت سے سرفراز کیا۔ پہلے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ اُن کے عقد میں دی تھی ان کی وفات کے بعد ام کلثومؓ کی شادی کر دی۔

اللہ کی راہ میں خرچ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت دی تھی تو دل کی دولت سے بھی غنی کیا تھا۔ آپ ہر وقت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ دو لاکھ اشرفی مالیت کی جائیداد خدا کی راہ میں وقف کر دی ہوئی تھی۔

فیاضی آپ بہت فیاض تھے۔ سینکڑوں بیواؤں، یتامیٰ اور اپنے اعزہ و اقارب کی پرورش کرتے تھے۔ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے۔ آپ کی غیر معمولی فیاضی کی وجہ سے ہی آپ کے مخالفین نے آپ کے خلاف یہ الزام عائد کیا کہ بیت المال سے اپنے عزیزوں کو نوازتے ہیں۔

حیا آپ طبعاً باحیا تھے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلعم چند صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اور زانوئے مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ آپ نے اسے بند نہ کیا۔ تھوڑی دیر میں حضرت عثمانؓ تشریف لائے، انہیں دیکھ کر آپ نے کپڑا برابر کر لیا۔ صحابہؓ نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ عثمان کی حیا سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔

صبر و تحمل آپ صبر و تحمل کے مجسم پیکر تھے۔ مخالفین نے روبرو گستاخیاں کیں۔ گالیاں دیں، برا بھلا کہا، لیکن آپ نے ایک عظیم سلطنت کے خلیفہ ہونے کے باوجود جب کہ ایک فوج آپ کے اشارہ پر مخالفوں کو تہس نہس کرنے کو تیار رہی۔ صبر و تحمل سے کام لیا۔ آپ نے جان دے دی لیکن صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

تواضع آپ کے پاس لونڈی غلاموں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ سونے کے وقت ان کے آرام و راحت میں کوئی خلل نہ ڈالتے تھے۔ جب رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تو خود ہی پانی لے کر وضو کرتے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں مزاحمت فرماتے ہیں کسی غلام کو جگا لیا کریں۔ آپ نے فرمایا رات کا وقت آرام کرنے کے لئے ہے۔

غذا اور لباس آپ تمام زندگی دولت مند رہے۔ کسی زمانے میں بھی تنگ دستی نہیں دیکھی۔ اس لئے آرام اور آسائش کے عادی تھے۔ خوش خوراک اور خوش لباس تھے دسترخوان وسیع تھا۔

قرآن سے محبت حضرت عثمانؓ روایت کرتے ہیں کہ قرآن کا پڑھنا اور پڑھانا سب سے افضل ہے۔ اس لئے ان کو قرآن مجید سے خاص شغف تھا۔

Marfat.com

اور حافظ قرآن تھے۔ قرآن مجید کو نو مسلم قوموں کی تحریف سے بچانا ان کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ شہادت کے وقت بھی قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے۔

حدیث و فقہ میں مہارت آپ حدیث کی روایت میں بڑے محتاط تھے اور کثرت روایت سے اجتناب کرتے تھے۔ اسی لئے ان کی کل روایتوں کی تعداد ۱۴۶ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن حاطب کا بیان ہے کہ میں نے کسی صحابی کو حضرت عثمانؓ سے زیادہ پوری بات بیان کرنے والا نہیں دیکھا لیکن وہ بیان کرنے سے ڈرتے تھے۔ (ابن سعد جلد ۳ ص ۳۹)

حضرت عثمانؓ شرعی اور مذہبی مسائل میں مجتہد کی حیثیت رکھتے تھے خصوصاً حج کے ارکان اور مسائل کے علم میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ شیخین کے عہد خلافت میں ان سے فتوے پوچھے جاتے تھے۔ اور پیچیدہ مسائل میں ان کی رائے دریافت کی جاتی تھی۔ حدیث و فقہ کی بیشتر کتب میں ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو علم الفرائض (تقسیم ترکہ) میں بڑی مہارت حاصل تھی۔

اتباع سنت اور احترام رسولؐ رسول اکرم صلعم کا ادب و احترام اس قدر زیادہ تھا جس ہاتھ سے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی پھر اس کو نجاست سے مس نہیں ہونے دیا۔ اہل بیت نبوی اور ازواج مطہرات کا خاص خیال رکھتے تھے، رسول کریم صلعم کے ہر قول، فعل اور حرکات میں اتباع کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ وضو کر کے مسکرائے۔ لوگوں نے اس بے موقعہ تبسم کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔ میں نے ایک دفعہ آنحضرت رسول کریم صلعم کو اسی طرح وضو کر کے ہنستے ہوئے دیکھا۔ ایک دفعہ سامنے سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ حضورؐ بھی ایسا کیا کرتے تھے"۔ ایک دفعہ عصر کے وقت سب کے سامنے وضو کر کے دکھایا کہ رسول کریم صلعم اسی طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔

ایثار آپ نے مسلمانوں کے مال میں ہمیشہ ایثار سے کام لیا۔ چنانچہ اپنے زمانۂ خلافت میں ذاتی مصارف کے لئے بیت المال سے ایک پیسہ نہیں لیا اور اس طرح گویا اپنا مقررہ وظیفہ مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیا۔

اعزہ و اقارب سے سلوک اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ عمدہ سلوک سے پیش آتے تھے اور ان کی پرورش کرتے تھے۔ آپؓ کے چچا حکم بن العاص کو رسول کریم صلعم نے طائف میں جلا وطن کر دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے بارگاہ نبوتؐ میں ان کی

Marfat.com

خطا معاف کرا دی۔ اپنے اعزہ و اقارب کو اپنی جیب سے صلہ رحمی کے طور پر بڑی بڑی رقوم دیں۔ ایک دفعہ حضرت طلحہؓ نے ایک بڑی رقم قرض لی اور کچھ دنوں کے بعد واپس دینے آئے تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمہاری مروت کا صلہ ہے (طبری ص ۲۰۳۷)

مذہبی زندگی دن کے وقت خلافت کے کاموں میں مصروف رہتے اور رات کو اکثر عبادت و ریاضت میں گزارتے۔ کبھی کبھی رات بھر جاگتے اور ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے۔ دوسرے تیسرے دن عموماً روزہ رکھتے تھے۔ کبھی کبھی مہینوں روزے سے ہوتے اور شب کے وقت معمولی سا کھانا کھا لیتے۔ ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے اور خود امیر حج کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ اپنے عہد خلافت میں کوئی سال حج سے خالی نہیں گیا۔ البتہ جس سال شہید ہوئے اسی سال محصور ہونے کے باعث محروم رہے۔

کارنامے

اشاعتِ قرآن آپ کے عہد میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی ریاست کے مختلف علاقوں میں قرآن کی قرأت مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے چنانچہ مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو ایک ہی قرأت پر جمع کیا۔ خلیفہ نے تمام صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ آپ نے حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حفصہ سے وہ نسخہ منگوایا جو حضرت ابوبکرؓ نے زید بن ثابت اور دوسرے صحابہؓ سے جمع کرا کے مرتب کرایا تھا، یہ نسخہ بعد میں حضرت عمرؓ کی تحویل میں رہا اور وفات کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس تھا۔ آپ نے معتبر اصحاب کو اس نسخہ کی نقلیں تیار کرنے کا حکم دیا، جب وہ تیار ہو گئیں تو ایک ایک نسخہ بڑے شہروں میں اس حکم کے ساتھ بھیج دیا گیا کہ سب اسی کے موافق قرآن مجید نقل کرائیں اور اس سے پہلے اگر کسی کے پاس نقل ہو تو اسے ضائع کر دیا جائے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی ہی قرأت پر اصرار کیا جس پر ان کا وظیفہ بند کر دیا گیا۔

مسجد نبوی کی توسیع آپ نے مسجد نبوی کے طول و عرض میں ۴۰ گز کا اضافہ کروایا۔ پتھر چونے اور سیسے کے استعمال سے مسجد نبوی کو خوبصورت اور

مؤذنوں کی تنخواہ حضرت عثمانؓ نے اسلام کی اشاعت اور نماز باجماعت کے التزام کے لئے تمام مساجد میں تنخواہ دار مؤذن مقرر فرمائے۔

بحری بیڑا کی تشکیل آپ کے عہدِ مسعود میں مصر و شام کی حکومتوں نے آپ کی اجازت سے بحری بیڑا بنوایا اور بحری مہمات کا آغاز ہوا۔

Marfat.com

فوجی اصلاحات حضرت عثمانؓ کے عہد میں مزید فوجی چھاؤنیاں بنائی گئیں۔ فوج کی تنخواہ میں اضافہ ہوا۔ فوجی چراگاہوں کو وسعت دی گئی اور فوج کو مضبوط کیا گیا۔

رفاہِ عامہ کے کام

آپ کے عہد میں سڑکیں، پل، مسافر خانے بنائے گئے۔ مدینہ اور نجد کے راستہ میں ایک سرائے بنائی گئی اور کئی راستوں پر میٹھے پانی کے کنوئیں کھدوائے گئے۔ مدینہ کو سیلاب سے بچانے کے لئے ایک بند بنوایا گیا اور ایک نہر کھود کر پانی کا رخ دوسری طرف موڑ دیا گیا۔

فتوحات فتوحات پر بحث گزر چکی ہے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے،

اہم سوالات

۱۔ حضرت عثمان غنی کے انتخاب خلافت پر ایک جامع نوٹ لکھئے؟

۲۔ عہدِ عثمان میں وسط ایشیا اور شمالی افریقہ کی شاندار فتوحات تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہے وضاحت کیجئے؟

۳۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف اعتراضات اور الزامات کا تجزیہ کیجئے اور ان کی شہادت کے نتائج وضاحت سے بیان کیجئے؟

۴۔ حضرت عثمان غنی کے ابتدائی حالات، سیرت اور کارناموں کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالیئے؟

۵۔ حضرت عثمانؓ کی ان خدمات کا ذکر کیجئے جو انہوں نے اسلام کی خاطر سرانجام دیں؟

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ

۲۴ ذوالحجہ ۳۵ھ تا شوال ۴۰ھ
۲۳ جولائی ۶۵۶ء تا ۳۰ جولائی ۶۶۱ء

پیدائش سے خلافت تک نام علیؓ کنیت ابوالحسن والد کا نام ابوطالب تھا جو رسول کریم صلعم کے چچا تھے۔ ماں کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ قریش بنو ہاشم کے ساتھ تعلق تھا۔ خانہ کعبہ کی تولیت اسی خاندان کے سپرد تھی۔ حضرت علیؓ کی پیدائش بعثت نبویؐ سے دس سال پیشتر ہوئی۔ ابوطالب بہت عیال دار تھے۔ رسول کریم صلعم نے ان کی عسرت کو دیکھ کر حضرت علیؓ کی کفالت اور پرورش اپنے ذمہ لے لی۔

ایمان لانا بعثت کے چوتھے سال رسول کریم صلعم نے کوہ صفا پر اپنے خاندان والوں کو ایک دعوت پر جمع کیا اور ان سے فرمایا "میں تمہارے سامنے دنیا اور آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں۔ تم میں سے کوئی ہے جو میرا ساتھ دے گا"؟ اس کے جواب میں صرف ایک آواز بلند ہوئی "کہ گو میں عمر میں چھوٹا ہوں اور میری ٹانگیں کمزور ہیں تاہم میں آپ کا معاون و مددگار اور قوت بازو ہوں گا۔" یہ آواز حضرت علیؓ کی تھی۔ رسول کریم صلعم نے اس سوال کو تین بار دہرایا اور تینوں مرتبہ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ بعد میں حضرت علیؓ نے عمل سے اپنے جواب کو سچ کر دکھایا۔

رسول کریم صلعم کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے حضرت علیؓ کو تبلیغ کا بے حد شوق تھا جب رسول کریم صلعم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپؓ کو اپنے بستر پر لٹا دیا۔ اور تمام امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد کر دیں تاکہ صبح اٹھ کر امانت والوں کو ان کی امانتیں پہنچا دیں۔ حضرت علیؓ نے یہ فریضہ سرانجام دے کر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت فاطمہؓ سے نکاح ہجرت کے پہلے یا دوسرے سال رسول کریم صلعم نے اپنی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ کی عمر انیس یا بیس سال اور حضرت علیؓ کی عمر چوبیس یا پچیس سال تھی۔ حضرت علیؓ کی اولاد حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں کے نام حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت محسنؓ ہیں۔ محسنؓ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ لڑکیوں کے نام حضرت زینبؓ اور ام کلثومؓ ہیں

Marfat.com

جنگوں میں حصہ حضرت علیؓ نے تمام غزوات میں حصہ لیا اور خوب جوانمردی کے جوہر دکھائے۔ آپ کی شمشیر کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا۔ خیبر کی فتح آپ کے عظیم کارناموں میں شمار ہوتی ہے۔ ان کی بہادری کے کارناموں کی وجہ سے لَا فَتٰی اِلَّا علی کا مقولہ مشہور ہو گیا۔

خلفاءِ ثلاثہ کے عہد میں خدمات رسول کریم صلعم کی وفات کے بعد تینوں خلفاء حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے مشیر رہے۔ اور آپ کی رائے کو خلفاء بلند نظر سے دیکھتے تھے۔ آپؓ کی علمی خدمات کے متعلق جسٹس امیر علی رقمطراز ہیں۔ کہ "جب اسلام دور دراز ملکوں میں اپنا دائرہ حکومت وسیع کر رہا تھا۔ علی کھوا النشین عربوں کی زرخیز ذہنیتوں میں علمی ذوق کی صلاحیتیں ابھار رہے تھے۔ مدینہ کی مسجد میں علیؓ اور عبداللہ بن عباسؓ علم بیان، فلسفہ، تاریخ، قانون پر ہفتہ وار تقریریں کر رہے تھے۔ اور اس طرح علمی تحریک کا وہ مخزنی مواد وجود میں آگیا جس کا مدتوں بعد بغداد میں بڑے زور شور سے ظہور ہوا"

خلافت حضرت عثمانؓ کی شہادت کے تین دن بعد تک مدینہ پر لاقانونیت کے بادل چھائے رہے۔ اتنی بڑی سلطنت کا کوئی قائد نہیں تھا۔ آخرکار مہاجرین کی ایک جماعت حضرت علیؓ کے پاس گئی اور درخواست کی کہ آپ خلافت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھالیں۔ اور مسلمانوں کی کشتی اس طوفان سے پار اتاریں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ بوجھ کسی اور کے کندھوں پر ڈال دیجئے۔ میں اس کا وزیر بنوں گا اور اسلام کی خدمت کرتا رہوں گا۔ تمام صحابہؓ نے کہا کہ آپ کی موجودگی میں کوئی اور خلیفہ نہیں بن سکتا۔ آخرکار آپؓ نے کہا کہ میری بیعت خفیہ طریقہ سے نہیں ہوگی اور تمام مسلمانوں کی رضامندی ضروری ہے۔ مسجد نبوی میں تمام مسلمانوں کا اجتماع ہوا اور آپ کی بیعت ہوگئی اور ان تمام مفسدین اور قاتلین عثمانؓ نے بھی بیعت کر لی۔

مشکلات جب حضرت علیؓ خلیفہ بنے تو ان کے سامنے حسب ذیل مشکلات تھیں۔

۱۔ حضرت عثمانؓ کے قاتلین سے قصاص لینا۔

۲۔ اموی عمال کو ان کی گورنری سے علیحدہ کرنا۔

۳۔ اکابر صحابہؓ کے درمیان بعض غلط فہمیاں اور رنجشیں پیدا ہوگئی تھیں ان کو اتحاد اور اتفاق کی لڑی میں منسلک کرنا۔

Marfat.com

۴۔ دولت کی فراوانی کی وجہ سے روحانیت گم ہوگئی تھی۔ ان میں روحانیت پیدا کرنا۔

۵۔ نومسلموں کی خام تربیت بھی عہد فاروقی میں اتنی فتوحات ہوئیں۔ ان کے نتیجہ میں فوج در فوج لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کی اسلامی رنگ میں صحیح تربیت نہیں ہوئی تھی۔

قاتلانِ عثمانؓ کے خلاف قصاص کا شور اور مشکل مرحلہ

جب حضرت علیؓ کا انتخاب خلافت کے لئے ہوگیا۔ باغی گروہ اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ حضرت عثمانؓ کے بہیمانہ قتل کی خبر تمام علاقوں میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ ان کے خون آلود کپڑے اور ان کی زوجہ محترمہ نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق میں امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ گئیں اور چاروں طرف سے خونِ عثمانؓ کے قصاص کی آواز بلند ہوئی لیکن اس وقت خلیفہ کی مشکلات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جب چاروں طرف سے قصاص لینے پر زور دیا جانے لگا تو حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ "میں اس بات سے غافل نہیں ہوں لیکن تم دیکھتے ہو کہ وہی لوگ ہمارے اوپر غالب ہو رہے ہیں۔ جب تک ہم مغلوب ہیں قصاص کیونکر لے سکتے ہیں۔ اطمینان اور سکون ہونے دو۔ اس وقت مجھے مہلت دو۔"

حضرت علیؓ کا یہ جواب دور اندیشی اور حالات کے تقاضا کے متعلق تھا۔ حضرت علیؓ قصاص لینے سے انکار نہیں کرتے۔ صرف حالات کے ہموار ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس وقت حضرت علیؓ بھی قصاص لینے کی طرف مائل ہو جاتے تو تمام سلطنت میں خطرناک فساد کی آگ بھڑک اٹھتی اور سلطنت کا تمام نظام درہم برہم ہو جاتا۔ اور ملک میں ایام جاہلیت کا دور دورہ ہو جاتا کیونکہ مفسدین کی جماعت کی تعداد بھی کچھ نہ تھی۔ حالات تو یہاں تک ابتر ہو چکے تھے کہ قاتلین عثمان سے یہ کوئی بعید امر نہ تھا وہ حضرت علیؓ کو بھی قتل کر دیتے۔ کیونکہ ان کے سامنے تو صرف سلطنتِ اسلامیہ کو تباہ کرنا تھا۔ حضرت علیؓ کا قصاص عثمانؓ کو ملتوی کرنا دانائی اور وقت کے تقاضے کے مطابق تھا۔

نئے گورنروں کا تقرر حضرت علیؓ نے خلیفہ بنتے ہی پرانے سب گورنروں کو تبدیل کر کے نئے گورنروں کو مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔ مغیرہ نے انہیں مشورہ دیا کہ یہ وقت نہیں کہ پہلے لوگ آپ کی خلافت پر اکٹھے ہو جائیں۔ پھر گورنروں میں سے جو چاہیں

Marfat.com

تبدیل کردیں۔ ابن عباس جب حج کرکے مدینہ واپس آئے تو انہوں نے بھی یہی مشورہ دیا۔ اور امیر معاویہ کے متعلق تو بالخصوص کہا کہ وہ حضرت عثمانؓ کا مقرر کردہ نہیں ہے بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے گورنر چلے آرہے ہیں اور اس وقت اس کو الگ کرنا بھی مناسب نہیں۔ گورنروں کو الگ کرنے کے دو وجوہ ہی نظر آتے ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ تمام مشکلات کا سد باب ہو جائے۔ جب تمام گورنروں کو تبدیل کر دیا جائے گا تو کسی کو شکایت کا موقعہ نہ رہے گا۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؓ کو امیر معاویہ کی طرف سے عدم اطاعت کا کھٹکا محسوس ہو رہا تھا۔ انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ شروع میں ہی اطاعت نہ کرنے والے عناصر کی طاقت کو ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ابن عامر کی جگہ عثمانؓ بن حنیف کو گورنر مقرر کر دیا اور ابن عامر واپس آ گئے۔ مصر پر قیس بن سعد کو مقرر کیا اور وہ بھی کامیاب ہو گئے۔ مگر کوفہ اور شام کے گورنروں نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت علیؓ نے دوبارہ اطاعت کی طرف بلایا۔ ابو موسیٰ گورنر کوفہ نے اطاعت کا اقرار کر لیا۔ مگر امیر معاویہ اطاعت کے راستہ پر نہ چلے۔ قصاص عثمانؓ کا مطالبہ لے کر اٹھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے خون آلود کپڑے اور محترمہ نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر آویزاں کر دیں۔ صوبہ شام کے ساٹھ ہزار شیوخ کو یہ منظر دکھایا اور قصاص لینے پر برانگیختہ کیا۔ یہ منظر حضرت علیؓ کے قاصد کو بھی دکھایا اور اس کو کہا کہ خلیفہ سے جا کر کہنا کہ ساٹھ ہزار شامی حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے پر تلے ہوتے ہیں۔ بیعت کے جواب میں صرف خالی لفافہ حضرت علیؓ کی طرف بھیج دیا جب حضرت علیؓ کو ان حالات کا علم ہوا تو جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ کے تعلقات

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ جب حج کے بعد حضرت عائشہ لوٹ رہی تھیں تو ان دونوں اصحاب کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عائشہ کو بتایا کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو چکے ہیں۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی ہے۔ ملک میں انتشار پھیلا ہوا ہے۔ لوگ شہادت عثمان کے قصاص کے لئے بے تاب ہیں حضرت عائشہ نے عوام کو اپنے ساتھ ملا کر حضرت علیؓ کے خلاف خون عثمانؓ کے بدلے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔

حضرت علیؓ امیر معاویہؓ کے خلاف تیاریوں میں مصروف تھے۔ جب انہیں اطلاع ملی

Marfat.com

کہ حضرت عائشہؓ اپنے ہمراہ ایک لشکر لے کر بڑھ رہی ہیں تو انہوں نے امیر معاویہؓ کے خلاف تیاریوں کو ملتوی کر دیا اور حضرت عائشہؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس طرح امیر معاویہؓ کو اپنے حالات بہتر بنانے اور پوزیشن کو مضبوط کرنے کا موقع مل گیا۔

جنگ جمل دسمبر ۶۵۶ء یہ جنگ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان غلط فہمی کی بنا پر ہوئی۔ اس کی ذمہ داری خود غرض اور سبائی فرقے کے لوگوں کے سر عائد ہوتی ہے۔ اس جنگ کے کئی اسباب تھے۔

اسباب ۱: حضرت عثمانؓ کی شہادت نے تمام مسلمانوں کو رنجیدہ کیا۔ پھر جامع مسجد دمشق میں حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت نائلہؓ کی انگلیاں اور حضرت عثمانؓ کے خون آلودہ کپڑے دکھا کر فضا کو خراب کر دیا تھا۔ لوگ انتقام لینے کے لئے سخت بے تاب تھے۔ اسی بنا پر یہ جنگ لڑی گئی۔

۲: وہ لوگ جن کا حضرت عثمانؓ کی شہادت میں ہاتھ تھا اور انقلاب برپا کرنے والوں میں سے تھے۔ بیعت کرنے کے بعد حضرت علیؓ کی پارٹی میں شامل ہو چکے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جنگ ضرور ہو۔ کیونکہ امن کی صورت میں وہ اپنے آپ کو خطرے میں محسوس کرتے تھے اور جانتے تھے کہ ان کے خلاف کارروائی ہو جانے کے امکانات ہیں۔

۳: حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ کو تاکید کی کہ وہ حضرت علیؓ کو مجبور کریں کہ وہ خونِ حضرت عثمانؓ کا بدلہ لیں ورنہ ان کے خلاف جنگ کریں۔

۴: خونِ حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کی آوازیں تو مختلف سمتوں سے آ رہی تھیں مگر ایسے لوگ ایک مرکز پر جمع نہ ہو پائے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی قیادت کے باعث یہ اکٹھے ہوئے اور جنگ کے لئے تیار ہوئے۔

۵: حالات اتنی نازک صورت اختیار کر گئے تھے کہ حضرت علیؓ کے پاس بھی جنگ کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ رہ گیا تھا۔

۶: دونوں گروہ لڑنے کے لئے تیار نہ تھے مگر سبائی دونوں گروہوں میں شامل ہو کر صلح اور امن کی کوششوں کو ناکام بنا رہے تھے کیونکہ وہ صلح اور امن کی صورت میں خود کو خطرے میں محسوس کرتے تھے۔

۷: قعقاع بن عمروؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کو حضرت عائشہؓ

Marfat.com

کی خدمت میں بھیجا۔ دریافت کرنے پر حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ میں اصلاح چاہتی ہوں۔ یہی پیغام قعقاع بن عمروؓ نے حضرت علیؓ تک پہنچا دیا۔ چنانچہ مصالحت کی یہ کوشش عین کامیاب ہونے کو تھی جب سبائیوں کی سازش کی وجہ سے اچانک جنگ چھڑ گئی۔

واقعات جنگ منصوبے کے مطابق سبائیوں کے ایک گروہ نے حضرت علیؓ کی فوج کی طرف سے اور دوسرے گروہ نے حضرت عائشہؓ کے لشکر کی طرف سے رات کی تاریکی میں ایک دوسرے پر حملہ کر کے جنگ چھیڑ دی۔ حضرت عائشہ اور حضرت علیؓ دونوں نے جنگ کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر حالات دونوں کے قابو سے باہر ہو چکے تھے سبائی اپنی چال میں کامیاب ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کی تلوار پہلی بار مسلمان کے خلاف اٹھ چکی تھی اور مسلمانوں کا خون میدانِ جنگ میں بہہ رہا تھا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں میدانِ جنگ میں کام آئے۔ حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ جس اونٹ پر حضرت عائشہؓ بیٹھی ہوئی ہیں اسے زخمی کر دیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا اور اونٹ زمین پر بیٹھ گیا۔ حضرت عائشہؓ کے سپاہی میدان چھوڑنے لگے۔ اور شکست کے آثار نمایاں ہوئے۔ حضرت علیؓ نے یہ احکامات جاری کئے:

۱: کسی بھاگتے ہوئے سپاہی کا پیچھا نہ کیا جائے اور نہ ہی نقصان پہنچایا جائے۔

۲: کسی کو قیدی نہ بنایا جائے

۳: مال غنیمت پر قطعاً قبضہ نہ کیا جائے۔

اس کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی ملاقات ہوئی۔ غلط فہمیاں دور ہوئیں۔ دونوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کی خطائیں معاف ہوں۔ اس طرح چند دن کے قیام کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کو ان کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے ہمراہ مکہ روانہ کیا۔ ان کے ساتھ دوسری معزز خواتین بھیجی گئیں تاکہ راستے میں انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس جنگ کا دونوں کو بڑا دکھ ہوا۔ حضرت عائشہؓ اکثر اس واقعے کو یاد کر کے افسوس کیا کرتی تھیں۔

نتائج ۱: اس جنگ کو تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ پہلی بار یہ افسوس ناک واقعہ پیش آیا تھا کہ مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھا کر ایک دوسرے کا خون بہایا۔

۲: مسلمان اکثر غیروں سے ٹکرایا کرتے تھے۔ لیکن جنگ جمل میں وہ آپس میں لڑے اس سے ان کی طاقت کو نقصان پہنچا اور وہ کئی گروہوں میں بٹ گئے۔

۳: اس جنگ میں بہت سے مسلمان مارے گئے۔ اکابر صحابہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی

Marfat.com

...ار تھے۔ مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا اور پھر وہ ایک مرکز پر جمع نہ ہو سکے۔

۴: حضرت عائشہؓ کو اس جنگ کا بڑا رنج رہا۔ وہ اکثر افسوس کرتیں اور کہتیں:

"کاش میں دنیا سے بیس برس قبل اٹھ گئی ہوتی۔"

۵: حضرت علیؓ کو دوبارہ نظم و نسق درست کرنا پڑا اور اس جنگ کے بعد انہوں نے دارالحکومت کو مدینے کی بجائے کوفے میں منتقل کر دیا۔

۶: اس جنگ کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی مصروفیت سے فائدہ اٹھا کر اپنی طاقت کو بہت بڑھا لیا۔ اور پھر جنگ جمل کے باعث حضرت علیؓ کی فوجی تیاریوں میں کمزوری آ چکی تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ بائیس برس سے صوبائی گورنر رہے تھے لیکن اپنی معزولی کے احکامات کے بعد وہ اب مرکزی سیاست میں دل چسپی لینے لگے تھے۔

دار الخلافہ کی کوفہ میں منتقلی ۶۵۶ء بمطابق ۳۶ھ

رجب ۳۶ھ میں حضرت علیؓ نے مدینہ کی بجائے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنا لیا۔ اس تبدیلی میں ظاہراً دو اسباب تھے

۱: حرم نبوی کو خون خرابے سے بچانے کے لئے سیاسی مرکز کا انتقال کسی دوسری جگہ ضروری تھا۔

۲: حضرت علیؓ کیلئے کوفہ ہی موزوں دار الخلافہ تھا۔ کیونکہ عراق میں ان کے حامیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس کے دو نقصان ہوئے ایک تو یہ کہ مدینہ کی سیاسی اہمیت اور مرکزیت ختم ہو گئی۔ دوسرے حضرت علیؓ مسلمانوں کے حقیقی مرکز سے دور ہو گئے۔

حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہ کی کشیدگی

حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی کشیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ جنگ جمل میں مصروف ہونے کی وجہ سے حضرت علیؓ امیر معاویہؓ کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ اس لئے حضرت امیر معاویہؓ کو تیاری کیلئے کافی وقت مل گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ پچھلے بائیس برس سے شام کی گورنری پر فائز تھے۔ جب حضرت علیؓ نے انہیں معزول کیا تو انہوں نے برسر اقتدار رہنے کے لئے سیاسی چالیں چلنی شروع کر دیں۔ اب صوبائی گورنری انہیں ہیچ نظر آنے لگی اور وہ خلافت کے حصول کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کے پاس جریر بن عبداللہ کو بھیجا اور بیعت کا مطالبہ کیا۔ ایسا اب ممکن نہیں تھا کیونکہ امیر معاویہؓ نے مرکز سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی الگ حکومت قائم کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

Marfat.com

عمرو بن عاصؓ امیر معاویہؓ کے مشیر خاص تھے اور انہی کی بتائی ہوئی سیاسی چالوں پر امیر معاویہؓ عمل کرتے تھے۔ چنانچہ انہی کے مشورے کے مطابق امیر معاویہؓ نے شام کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے خلاف کارروائی سے اس لئے گریز کرتے ہیں کہ قتل میں ان کا اپنا ہاتھ ہے۔ چنانچہ شام کے لوگ اتنے بگڑ گئے اور اس پراپیگنڈہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ اگر آپ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم آپ کو صوبے سے باہر نکال دیں گے۔ یہی امیر معاویہؓ چاہتے تھے۔ انہوں نے سارے شام کا دورہ کیا اور رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کیا۔

حضرت علیؓ کو ان حالات کی خبر ہوئی تو وہ امیر معاویہؓ کی سیاسی چالوں کو بھانپ گئے۔ مگر وہ جنگ جمل سے متاثر تھے۔ اس لئے چاہتے تھے کہ مسئلے کا کوئی پُرامن حل نکل آئے۔ سنجیدہ مسلمان بھی آپس کی ایک اور جنگ کو ملت کے مفاد کے سراسر خلاف سمجھتے تھے۔ مگر امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا اور اپنی ضد پہ قائم رہے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ کوئی سمجھوتہ کرکے اپنے منصوبوں کو خاک میں ملانا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے فریقین میں کشیدگی بڑھتی چلی گئی۔

جنگ صفین

۶۵۷ء - ۳۷ھ

حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی کشیدگی ایک خطرناک جنگ کا پیش خیمہ بن چکی تھی حضرت امیر معاویہؓ پُرامن کوشش کے خلاف تھے۔ وہ اقتدار کے لئے حضرت علیؓ سے فیصلہ کن جنگ کرنے کا مکمل عہد کر چکے تھے۔ اس جنگ کی کئی وجوہات تھیں۔

اسباب

۱: جنگ کی بنا اسی دن پڑ گئی تھی جس دن حضرت علیؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو شام کی گورنری سے معزول کیا تھا۔ حضرت علیؓ امیر معاویہؓ سے بیعت کے لئے اصرار کرتے رہے۔ اس کے جواب میں وہ کوئی نہ کوئی نئی چال چل دیتے تھے۔ امیر معاویہؓ دراصل ایک زبردست سیاسی شخصیت تھے

۲: جہاں تک حضرت علیؓ کا تعلق تھا وہ ایک عجیب الجھن میں پھنس چکے تھے جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت میں حصہ لیا تھا وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ صلح نہ ہونے پائے کیونکہ اگر مصالحت ہو گئی تو پھر مظلوم حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو گرفتار کرنے کی اور انہیں سزا دی جائے گی۔ اپنے بچاؤ کے پیش نظر وہ صلح کی ہر کوشش

Marfat.com

لڑنا کام بڑا ریبہ ہے۔

۳: سبائی اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ مسلمانوں میں اتفاق نہ ہونے پائے کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو وہ از سر نو طاقت در ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے دونوں طرف جنگ کے لئے میدان ہموار کیا۔

۴: جنگ جمل کی مصروفیت کے باعث حضرت علیؓ امیر معاویہؓ کے معاملے کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاکر امیر معاویہؓ نے شام کے لوگوں کو اپنا حامی اور ہم خیال بنا لیا۔

۵: امیر معاویہؓ جانتے تھے کہ جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ کی فوجی قوت میں کمی واقع ہو چکی ہے۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے ان کے ساتھ جنگ کی جائے۔

۶: حضرت امیر معاویہؓ صوبائی سیاست دان تھے۔ وہ مرکزی معاملات میں دلچسپی نہیں لیا کرتے تھے لیکن جب سے حضرت علیؓ نے ان کی معزولی کا حکم جاری کیا تو انہوں نے حکم ماننے سے انکار کر دیا اور جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

۷: حضرت علیؓ خاندان بنو ہاشم سے تھے۔ امیر معاویہؓ خاندان بنو امیہ میں سے ہونے کی وجہ سے انہیں پسند نہیں کرتے تھے اور حضرت امیر معاویہؓ کی یہ کوشش تھی کہ خاندان بنو امیہ کی حکومت کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایک بار پھر بحال کیا جائے۔ اس کے حصول کے لئے چاہے جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔

۸: حضرت امیر معاویہؓ کو حضرت عمرو بن عاص جیسے دور اندیش اور زبردست کی حمایت حاصل تھی اور ان کا مشورہ امیر معاویہؓ کو یہی تھا کہ جنگ ضرور کی جائے۔ اس طرح حضرت امیر معاویہؓ صلح کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

۹: مجبوراً حضرت علیؓ کوفے سے اسّی ہزار فوج لے کر شام کی طرف بڑھے اور مقام نخیلہ پر قیام کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ شام سے ساٹھ ہزار فوج لے کر صفین کے میدان میں آ پہنچے۔ حضرت علیؓ کی فوج نے دریائے فرات کو عبور کیا اور میدان صفین میں پہنچ گئی۔

واقعات جنگ

دو دن خاموشی سے گزر گئے اور کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ تیسرے دن حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کے پاس ایک وفد بھیجا جس میں یہ اصحاب شامل تھے۔ بشیرؓ بن عمرو انصاری، سعیدؓ بن قیس ہمدانی وغیرہ۔ ان لوگوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو جنگ سلف ہو لنا کیوں سے آگاہ کیا، ... ... کی کوشش کی۔ امیر معاویہؓ نے جواب

Marfat.com

کہ یہی باتیں آپ حضرت علیؓ کو کیوں نہیں سمجھاتے اور گفتگو کے آخر میں کہا، ہمارے درمیان اب تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔ وفد مایوس ہو کر واپس لوٹ آیا۔ اب جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا۔ دونوں فریقوں کے درمیان ابتدائی جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ محرم کے مہینے کے آغاز کی وجہ سے دونوں فریقوں نے عارضی صلح کرتے ہوئے جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس دوران ایک بار پھر مصالحت کی کوشش کی گئی مگر امیر معاویہؓ نے دو شرطیں پیش کیں :

۱۔ قاتلین حضرت عثمانؓ جو اس وقت حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہیں انہیں گرفتار کیا جائے۔

۲۔ پھر ان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے ہم انہیں قتل کر دیں گے۔

امیر معاویہؓ کو بار بار سمجھایا گیا کہ آپ اپنے رویہ میں تبدیلی کریں۔ امن قائم ہو جانے کی صورت میں اس مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ دراصل وہ سیاسی چال چل رہے تھے انہیں معلوم تھا کہ اگر حضرت علیؓ نے ان کی شرائط کو پورا کیا تو خود ان کی فوج میں بغاوت ہو جائے گی۔ اس لئے وہ ایسا کرنے سے گریز کریں گے۔

عارضی صلح کی مدت ختم ہو گئی اور دونوں فریقوں میں ایک بار پھر جنگ جاری ہو گئی ایک ہفتے تک صورت یہ تھی کہ کبھی ایک فریق غالب آ جاتا اور کبھی دوسرا فریق۔ آخر کار حضرت علیؓ کی فوج نے زبردست حملہ کیا۔ امیر معاویہؓ کے کیمپ میں تشویش پھیل گیا۔ ان کے لشکر میں مایوسی پھیل گئی۔ میدان جنگ میں حضرت علیؓ نے اپنی تیغ کے جوہر دکھائے۔ امیر معاویہؓ کی شکست کے امکانات روشن ہو گئے۔ اس موقع پر عمرو بن عاصؓ آڑے آئے اور انہوں نے امیر معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ اپنے سپاہیوں کو حکم دیں کہ وہ قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کر کے پکاریں " یہ خدا کی کتاب ہے ہمیں اس کا فیصلہ منظور ہے۔"

حضرت علیؓ سمجھتے تھے کہ یہ سیاسی چال ہے اور شکست سے بچنے کے لئے امیر معاویہؓ نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا۔ مگر انہوں نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ عمرو بن عاصؓ کی چال کامیاب ہو گئی اور امیر معاویہؓ شکست سے بچ گئے۔

ثالثوں کا تقرر اور ان کا فیصلہ

حضرت علیؓ نے حضرت اشعثؓ کو امیر معاویہؓ کے پاس بھیج کر دریافت کیا کہ قرآن مجید کا فیصلہ کرنے سے آپ کی کیا مراد تھی۔ امیر معاویہؓ نے عمرو بن عاصؓ کے سمجھائے ہوئے پروگرام کے مطابق جواب دیا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ دونوں فریق اپنا ایک ایک نمائندہ ثالث کے طور پر مقرر کر دیں اور میں اپنی

Marfat.com

طرف سے عمرو بن عاصؓ کو اپنا نمائندہ مقرر کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کو اپنا نمائندہ بنانا چاہتے تھے مگر ان کے کیمپ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کے حق میں نعرے بلند ہونے لگے۔ مجبوراً حضرت علیؓ نے انہیں اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ جب ثالثوں کے درمیان ملاقات ہوئی تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے سیاسی حکمت عملی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی سادگی اور سادہ لوحی اور شرافت سے فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور بار بار ان کے سامنے یہ الفاظ دوہرائے "کشت و خون کو روکنا چاہیے" آخرکار دونوں ثالث اس فیصلے پر متفق ہوئے کہ ملت کے مفاد کے پیش نظر دونوں یعنی حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کو معزول کر دینا چاہیے حالانکہ پوزیشن یہ تھی کہ حضرت علیؓ امیرالمومنین تھے۔ اور امیر معاویہؓ صرف صوبائی گورنر۔ دونوں کو ایک سطح پر کھڑا کرنا مناسب نہیں تھا۔

آخرکار چھ ماہ کی مدت جو ثالثوں کو دی گئی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے ایک دن اپنے فیصلے کا اعلان کرنے کے لئے منتخب کیا۔ لوگوں میں منادی کرا دی گئی کہ وہ جمع ہو کر ثالثوں کا فیصلہ سن لیں۔ ہر ثالث کے ہمراہ چار سو سے زائد آدمی آتے ہوئے تھے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے ایک بار پھر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی شرافت سے فائدہ اٹھایا اور انہیں یہ کہا کہ آپ بزرگ ہیں۔ پہلے آپ فیصلہ پڑھ کر سنائیں پھر میں پڑھوں گا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ان کے دھوکے میں آ گئے۔ انہوں نے اٹھ کر متفقہ فیصلہ پڑھا جس کے الفاظ یہ تھے "ہم دونوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ملت کے مفاد کے پیش نظر دونوں یعنی حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کو معزول کیا جائے اور پھر عوام کو یہ حق دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں اپنا امیر چن لیں"۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کھڑے ہوئے یہ الفاظ کہے "حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت علیؓ کو معزول کیا میں بھی انہیں معزول کرتا ہوں لیکن امیر معاویہؓ کو ان کے عہدے پہ قائم رکھتا ہوں وہ تو خلافت کے سب سے پہلے مستحق ہیں۔ پھر حضرت عثمانؓ کے وارثوں میں سے ہیں"۔

ثالثوں کے فیصلے کے اعلان کے بعد چاروں طرف شور مچ گیا۔ کچھ لوگوں نے عمرو بن عاصؓ کو پیٹنا شروع کر دیا اور کچھ لوگوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے طرز عمل کی مذمت کی۔ حضرت علیؓ کے حامیوں میں سے ایک گروہ نے کہا کہ جنگ دوبارہ کرنی چاہیے لیکن حالات اب ایسے نہیں تھے۔ اس لئے حضرت علیؓ نے انہیں سمجھایا کہ جب میں جنگ جاری رکھنے کو کہتا تو تم نے جنگ بند کرنے پہ اصرار کیا اور جب میں نے عبداللہ بن عباسؓ کو ثالث مقرر کرنا چاہا تو آپ لوگوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حق میں زور لگایا۔ جب ان لوگوں کی بات نہ مانی گئی تو یہ لوگ حضرت علیؓ سے الگ ہو گئے

Marfat.com

نتائج ۱: یہ ایسی ہولناک جنگ تھی جس میں مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف تلواریں اٹھائیں۔

۲: اس جنگ نے حضرت علیؓ کی فوجی قوت کو بہت نقصان پہنچایا اور اس کے برعکس امیر معاویہؓ کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ اب اس کو مٹانا مشکل ہو گیا تھا۔

۳: اس جنگ نے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ دونوں کو برابر قرار دے دیا تھا حالانکہ حضرت علیؓ امیر المومنین تھے اور امیر معاویہ ان کے ماتحت صوبہ شام کے گورنر۔

۴: ثالثوں کا تقرر عمرو بن العاصؓ کی ایک سیاسی چال تھی۔ ایک ڈھونگ تھا حضرت علیؓ نے اس کو تسلیم کر کے نقصان اٹھایا۔

۵: ثالثوں کا فیصلہ حضرت علیؓ کے خلاف ایک کھلی سازش تھی۔ اس لئے انہیں بہت نقصان پہنچا۔

۶: اس جنگ میں سبائیوں نے پوری طرح اپنا کردار ادا کیا۔ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔

۷: اس جنگ کے انجام کے طور پر ایک نئی جماعت وجود میں آئی جسے خوارج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

خوارج

خوارج کی ابتداء جب جنگ صفین جاری تھی تو امیر معاویہؓ نے محسوس کیا کہ ان کی فوج کمزور پڑ رہی ہے۔ اس پر انہوں نے عمرو بن العاصؓ سے مشورہ کیا کہ ایسے حالات میں کیا کرنا چاہیئے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ قرآن پاک کو نیزوں پر اٹھا دیں۔ جنگ کا رخ بدل جائے گا۔ جب سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ایسا کیا گیا تو حضرت علیؓ فوراً شامی فوج کی چال بھانپ گئے اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ جنگ جاری رکھی جائے مگر حضرت علیؓ کی فوج کا ایک گروہ اس بات پر تل گیا کہ جنگ نہیں ہوگی کیونکہ قرآن درمیان میں ہے اور مجبور ہو کر حضرت علیؓ نے ثالث مقرر کرنا منظور کیا اور جنگ بند کرنے کا حکم دیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب حضرت علیؓ ثالث مقرر کرنے کی تجویز کی مخالفت کر رہے تھے اور جنگ جاری رکھنا چاہتے تھے تو اس وقت ایک گروہ اس ضد پر قائم تھا کہ جنگ بند ہونی چاہیئے۔ آخر جب حضرت علیؓ نے ان تمام باتوں کو مان لیا تو پھر ثالث مقرر کرنے کا مسئلہ سامنے آیا تو آپ نے اس ثالث بھی اپنے خیال کے مطابق بہتر نام پیش کرنے کی کوشش کی مگر لوگوں کی ضد کے باعث ابو موسیٰ اشعریؓ کا تقرر عمل میں آیا۔ اب بات

Marfat.com

حضرت علیؓ کے بس سے باہر تھی۔ کیونکہ دونوں فریقوں کے درمیان عہدنامہ ہو چکا تھا اور دونوں کے لئے پابندی لازمی تھی۔ اتنے میں حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ نے نعرہ بلند کیا کہ ثالث مقرر کرنا کفر ہے اور خداوند تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کو ثالث نہیں بنایا جا سکتا۔ یہی گروہ تھا جسے ہم خوارج کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ اگر ان کی بات مان لیتے تو بد عہدی ہوتی تھی کیونکہ اس سے قبل دونوں فریق عہد کر چکے تھے۔ ان حالات میں حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کی اور یہ بھی واضح کیا کہ جب میں ان تمام باتوں کی مخالفت کر رہا تھا تو اس وقت کسی نے میری بات نہ مانی۔ اب عہدنامہ ہو چکا ہے اس لئے میں اپنے قول سے نہیں پھر سکتا۔ خوارج نے حضرت علیؓ کو دھمکی دی کہ ”اگر آپ ثالثوں کو تسلیم کریں گے تو ایسی صورت میں ہم آپ کے خلاف لڑیں گے“ حضرت علیؓ نے ان تمام کا سختی سے جواب دیا اور بات کچھ عرصے کے لئے دب گئی لیکن خارجی فرقے کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ ثالثوں کے فیصلے کے بعد خوارج نے اپنی مخالفت کو تیز کر دیا اور عبداللہ بن وہب کو اپنا قائد چن لیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنی شروع کر دی۔

خوارج کے خیالات اس فرقہ نے اپنے خیالات کی وضاحت کر دی۔

۱۔ انہوں نے واضح کیا کہ ثالث مقرر کرنا سراسر غلط ہے ان کا خیال تھا کہ یہ معاملہ ثالثوں کے ہاتھوں میں دینے کی بجائے تلوار کے ذریعے طے ہونا چاہیئے تھا۔

۲۔ وہ حضرت علیؓ کو خلافت کا حقدار خیال کرتے تھے۔ اس طرح یہ بات صاف ہو گئی کہ وہ امیر معاویہؓ کے حامی نہ تھے۔

۳۔ ان کا یہ مذہبی عقیدہ بن گیا کہ دین کے معاملات میں حکم تسلیم کرنا ہی غلط ہے اس لئے جو حکم مقرر کرے وہ بھی کافر اور جو حکم کے فیصلے کو مانے وہ بھی کافر ان تمام لوگوں کے خلاف لڑنا دراصل جہاد ہے اور خدا جہاد کرنے والے سے خوش ہوتا ہے۔

۴۔ اس جماعت میں سرکش قسم کے عرب شامل تھے جن کا کام لڑنا جھگڑنا تھا۔ وہ نہ کبھی امن سے رہتے تھے اور نہ ہی انہیں پُرامن زندگی پسند تھی۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن سبا کے فرقے کے لوگ بھی اس جماعت میں آکر شامل ہو گئے تھے۔ خوارج نے پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ بصرہ، کوفہ، مدائن اور عراق میں اس جماعت نے اپنے آدمیوں کا جال بچھا دیا۔ ادھر حضرت علیؓ بار بار خوارج کو اتحاد کی دعوت دے رہے تھے مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ حضرت علیؓ یوں بھی خوارج کے خلاف کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتے تھے کیونکہ انہیں امیر معاویہؓ کی طاقت ختم کرنے کی غرض سے اپنی توجہ اور طاقت کو

Marfat.com

ادھر لگا نا تھا لیکن خوارج نے حضرت علیؓ کو اتنا پریشان کیا کہ حالات قابو سے باہر ہو گئے۔

خوارج کی سرگرمیاں خوارج بڑی تیزی سے اپنی تحریک کو پھیلا رہے تھے۔ مدائن کے گورنر کو جب خبر ہوئی تو اس نے ان کے خلاف کارروائی کی لیکن خلیفہ کا کوئی حکم نہ تھا۔ اس لئے گورنر مدائن نے خلیفہ سے لکھ کر ان کے بارے میں پوچھا اور اتنے عرصے میں ان کے لئے راستہ چھوڑ دیا تاکہ وہ جدھر چاہیں چلے جائیں۔ تمام علاقوں سے خوارج نہروان میں آکر اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ وہ سڑکوں پر چلتے ہوئے لوگوں کو پکڑ لیتے۔ ان سے دریافت کرتے کہ حکموں کے بارے میں کیا خیال ہے اگر وہ اس عقیدے یا خیال کا اظہار کرتے جو کہ خوارج کا تھا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر وہ رائے ان کی مخالفت میں ظاہر کرتے تو قتل کر دیتے۔ اب خوارج اتنے بے باک ہو گئے تھے کہ کسی سے نہ ڈرتے اور ان کے ہاتھوں کسی کی جان محفوظ نہ تھی۔ ان کی حالت دیکھ کر لوگوں نے حضرت علیؓ سے شکایت کی کہ ان کا کچھ انتظام کریں کیونکہ لوگ ان کے ظلم و ستم سے تنگ آ چکے تھے لوگوں نے مشورہ دیا کہ اگر ان کے خلاف کارروائی نہ کی گئی تو یہ اور زیادہ دلیر ہو جائیں گے اور حکومت کے لئے ان پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔

جنگ نہروان ۳۷ھ ۶۵۸ء حضرت علیؓ حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف فوجی کارروائی کرنے کی تیاری کر رہے تھے مگر انہیں اپنا پروگرام ملتوی کر کے خوارج کے خلاف جنگ کرنا پڑی۔ اتنے میں امیر معاویہؓ کو اپنی حالت درست کرنے کا موقع مل گیا۔ جنگ کرنے سے قبل حضرت علیؓ نے ایک بار پھر نصیحت کی کہ وہ اپنے غلط راستے کو چھوڑ دیں۔ لوگوں پر ظلم نہ کریں لیکن وہ کسی طرح نہ مانتے اور صلح اور امن کی ہر کوشش ناکام رہی۔ حضرت علیؓ نے ابو ایوب انصاریؓ کو حکم دیا کہ امان کا جھنڈا لے کر میدان میں کھڑے ہو جائیں اور یہ اعلان کریں کہ خوارج میں سے جو شخص بھی اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا اسے امان ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ اس جھنڈے کے نیچے آ گئے اور بہت سے لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ اور خارجیوں کی فوج میں صرف چار ہزار آدمی رہ گئے۔ آخر کار اعلان جنگ کر دیا گیا۔ خوارج کے قائد عبداللہ بن وہب اپنے آدمیوں کو لے کر میدان میں آ گیا۔ میدان میں آتے ہی خوارج نے زور سے حضرت علیؓ کی فوج پر حملہ کیا اور خوارج اتنی بہادری سے لڑے کہ گمان ہوتا تھا کہ خوارج کامیاب ہو جائیں گے۔ خوارج کی بہت بڑی تعداد جنگ میں کام آئی اور اس طرح ان کی قوت کا کسی حد تک خاتمہ ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ خوارج نے بہادری کے جوہر

Marfat.com

دکھائے اور جس طرح بہادری کا مظاہرہ انہوں نے میدان جنگ میں کیا اس کو دیکھ کر ہر شخص متاثر ہوا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس زبردست شکست کے باوجود ان کی جماعت کا پوری طرح خاتمہ نہ ہو سکا۔ خوارج کے خاتمے کے بعد حضرت علیؓ نے شام کا رخ کیا اور امیر معاویہؓ کی طرف توجہ کی مگر ان کی فوج نے ان کا ساتھ نہ دیا اور آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر حضرت علیؓ کوفے واپس لوٹ آئے۔ اتنے میں حالات بدل گئے اور مصر کے علاقے پر امیر معاویہؓ نے قبضہ کر لیا۔ ۳۸ھ/۶۵۸ء

مصر پر امیر معاویہؓ کا قبضہ حضرت علیؓ کی طرف سے مصر پر قیس بن سعد گورنر تھے۔ وہ عرب کے نامور مدبر تھے۔ امیر معاویہؓ نے قیس کو اپنی طرف کرنے کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کئے۔ طمع دیا۔ دھمکی دی لیکن جب طمع اور خوف کے حربے کارگر ثابت نہ ہوئے تو ایک نئی چال چلی وہ یہ کہ مشہور کر دیا کہ قیس ہمارا آدمی ہے اور ایک فرضی خط بھی پڑھ کر سنا دیا۔ اور جاسوسوں کے ذریعہ محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن جعفرؓ کو یہ خبر پہنچا دی کہ دونوں صاحب حضرت علیؓ کے پاس گئے اور اصرار کیا قیس بن سعد کو گورنری سے الگ کر دیا جائے چنانچہ ان کے اصرار پر قیس کو مصر کی گورنری سے الگ کر کے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا۔ محمد بن ابی بکر ناتجربہ کار تھا۔ اس نے خربتا والوں سے جنگ شروع کر دی۔ جن کے ساتھ قیس کے تعلقات مصلحتہً اچھے تھے خربتا والوں نے محمد بن ابی بکر کو شکست فاش دی۔ جب حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی تو انہوں نے اشتر نخعی کو مدد کے لئے بھیجا۔ وہ امیر معاویہؓ کے اشارہ سے راستے ہی میں قتل کر دیئے گئے۔ اب مصر کے دو بڑے رئیس مسلمہ بن مخلد انصاری اور معاویہ بن خدیج کندی امیر معاویہ کے طرفدار ہو چکے تھے امیر معاویہؓ نے عمرو بن العاص کو چھ ہزار فوج کے ساتھ مصر روانہ کیا۔ مصریوں نے عمرو بن العاصؓ کا ساتھ دیا۔ محمد بن ابی بکر نے جان توڑ کر مقابلہ کیا لیکن ناکامی ہوئی۔ لڑائی کے بعد عمرو بن العاصؓ نے محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا۔ اس طرح ۳۸ء میں مصر پہ امیر معاویہؓ کا پورا قبضہ ہو گیا اور عمرو بن العاص کو مصر کا والی مقرر کر دیا۔

امیر معاویہ کی دیگر مقبوضات پر پیش قدمی مصر اور شام پر قبضہ کرنے کے بعد امیر معاویہؓ نے تمام مملکت اسلامیہ میں فوجیں پھیلا دیں تاکہ زیادہ سے زیادہ علاقے فتح کر کے اپنی حکومت کو مضبوط بنائیں۔ نعمان بن بشیر کو دو ہزار کا لشکر دے کر عین التمر بھیجا۔ سفیان بن عوف کو چھ ہزار فوج دے کر انبار اور مدائن کی طرف بھیجا۔ عبداللہ بن مسعدہ فزاری نے مکہ اور مدینہ پہ چڑھائی کی۔ ۳۹ء میں یزید بن شجرہ کو پھر مکہ روانہ کیا۔ تاکہ حضرت علیؓ کے عامل کو وہاں سے نکال کر امیر معاویہؓ کے لئے بیعت لے

Marfat.com

۴۰ھ میں بسر بن ابی ارطاط نے تین ہزار سپاہ لے کر مدینہ پر حملہ کیا۔ جب حضرت علیؓ نے اس کے مقابلہ کے لئے چار ہزار فوج جاریہ بن قدامہ کی قیادت میں روانہ کی۔ بسر، مدینہ اور مکہ میں کافی تھل قتل وغارت کر چکا تھا۔ جاریہ فوج کی خبر سن کر بھاگ گیا۔

فریقین میں صلح حضرت علیؓ نے دیکھا کہ امیر معاویہؓ اپنی بیعت سے چپکے ہیں اور وہ کسی حالت میں بھی ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کریں گے تو انہوں نے خانہ جنگی اور قتل وغارت کو ختم کرنے کے لئے امیر معاویہؓ کی طرف مصالحت کا پیغام بھیجا چنانچہ ۴۰ھ میں فریقین میں مصالحت ہو گئی حجاز، عراق اور مشرق کا پورا علاقہ حضرت علیؓ کے پاس رہا اور شام، مصر اور مغرب کا حصہ امیر معاویہؓ نے لے لیا۔

فتوحات اور بغاوتوں کا فرو کرنا حضرت علیؓ کا تمام عہد اندرونی شورشوں کو دور کرنے میں صرف ہوا مگر پھر بھی ان کا عہد مزید فتوحات سے خالی نہیں۔ انہی کے عہد میں سیستان، کابل میں چند فتوحات ہوئیں۔ ۳۸ھ میں بحری راستے سے کوکن پر حملہ ہوا۔ کرمان اور فارس میں بغاوتیں ہو گئی تھیں۔ زیاد بن امیہ نے ان بغاوتوں کو فرو کیا اور ان علاقوں کو اطاعت پر مجبور کیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت ۴۰ھ ۶۶۱ء حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی باہمی صلح سے فتنہ پردازوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ وہ تو مسلمانوں کے انتشار اور افتراق میں ہی اپنی کامیابی سمجھتے تھے۔ آخر تین آدمیوں نے مل کر یہ مشورہ کیا کہ ایک ہی دن اور ایک ہی وقت پر حضرت علیؓ اور معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ پر حملہ کر کے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس منصوبے کے تحت تینوں آدمیوں میں سے ایک کوفہ میں ایک دمشق میں اور ایک فسطاط میں پہنچ گیا اور طے یہ پایا تھا کہ ۱۷ رمضان بروز جمعہ کو سب پر حملہ کر دیا جائے اتفاق کی بات ہے کہ مصر میں عمرو بن العاصؓ بیماری کی وجہ سے مسجد میں نہ آسکے، کسی دوسرے نے نماز پڑھائی اور وہ حملہ سے مارا گیا۔ دمشق میں معاویہؓ کو زخم لگا لیکن مہلک ثابت نہ ہوا۔ حضرت علیؓ کو شہید کرنے والے کا نام عبدالرحمٰن بن ملجم تھا۔ اس نے کوفہ میں دو اور آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ جب فجر کی نماز کے لئے حضرت علیؓ باہر نکلے تو تینوں نے یک دم حملہ کر دیا۔ ابن ملجم گرفتار ہوا۔ اور ایک قاتل مارا گیا اور تیسرا بھاگ گیا۔ حضرت علیؓ کو اٹھا کر واپس مکان لے جایا گیا۔ انہوں نے اپنے قاتل کو بلایا اور حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ اگر میں مر جاؤں تو اسے قتل کر دینا لیکن اور کوئی زیادتی نہ کرنا۔ اور حضرت علیؓ تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۰ رمضان کو اپنے مولا سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

Marfat.com

شیعہ فرقہ شیعیت کا تخم وہ صحابہ کی جماعت ہے جو حضرت علیؓ کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتی تھی۔ ان میں سے مشہور حضرت عباسؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت مقداد بن اسود، حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ تھے۔

شیعیت کا آغاز حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں عبداللہ بن سبا یہودی نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اس خیال کو ہوا دینی شروع کی کہ رسول کریم صلعم نے اپنے بعد حضرت علیؓ کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ ساتھ ہی حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف پراپیگنڈا شروع کر دیا۔ آخر سبائی تحریک حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سبب بنی۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا لیا گیا۔ امت نے حضرت علیؓ کو خلیفہ اس وجہ سے منتخب نہیں کیا تھا کہ وہ رسول کریم صلعم کے وصی تھے بلکہ اس وجہ سے منتخب کیا تھا کہ وہ زندہ صحابہ میں خلافت کے سب سے زیادہ اہل تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ساتھ ہی امت مسلمہ میں اختلاف اور خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس نازک دور میں حضرت علیؓ نے نہایت ہی تدبر اور ہوشمندی سے کام لیا۔ افتراق اور انتشار کو ختم کرنے کی سعی کی۔ چونکہ شہادت عثمانؓ نے مسلمانوں میں غلط فہمیاں اور رنجشیں پیدا کر دی تھیں اور قبائلی جذبات بھڑک اٹھے تھے۔ اس وجہ سے اسلامی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک حصہ کے امیر حضرت معاویہؓ ہو گئے اور دوسرے کے امیر اور خلیفہ حضرت علیؓ۔ امیر معاویہؓ کے طرفدار شیعان معاویہ کہلانے لگے اور حضرت علیؓ کے طرفدار شیعان علی۔ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ شیعان علیؓ پر مذہبی رنگ چڑھنا شروع ہو گیا اور کچھ فقہی اصول مرتب کر لئے

عقائد شیعہ امامت، امامت وہ امتیازی اصول ہے جو شیعہ فرقہ اور دوسری اسلامی فرقوں کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ محمد حسین آل کاشف الغطاء امامت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "امامت وہ منصب الٰہی ہے جو نبوت کی طرح پروردگار عالم کی جانب سے ہدایت خلق کے لئے عطا ہوتا ہے"(۱) ۱۔ (اصل و اصول شیعہ ص ۷۲)

۲۔ امام معصوم عن الخطاء ہوتا ہے۔

۳۔ امام کی معرفت اور پہچان جزو ایمان ہے۔

۴۔ امامت کے حق دار صرف حضرت علیؓ اور ان کی اولاد ہے۔

۵۔ امام کا انتخاب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت علیؓ کی خلافت پر تبصرہ حضرت علیؓ جب خلیفہ بنے تو اس وقت اسلامی

Marfat.com

سلطنت شدید اندرونی اختلاف کا شکار تھی کہ حضرت عثمانؓ فتنہ پردازوں کے ہاتھوں بے دردی کے ساتھ شہید ہوئے۔ اس شہادت کی وجہ سے مسلمانوں میں باہمی غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں جو خانہ جنگی پر منتج ہوئیں جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ ان خطرناک حالات میں حضرت علیؓ مکہ کے خلیفہ بنے۔ یہ حالات حضرت علیؓ کی کمزوری یا غلطی کی وجہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ ان حالات کے پیدا کرنے میں بے شمار عوامل تھے۔ سب سے بڑا عامل دولت کی فراوانی تھی۔ دوسرا عامل نسلی اور قبائلی تعصب تھا۔ تیسرا عامل یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے تربیت یافتہ اصحاب کم رہ گئے تھے۔ چوتھا عامل مسلمانوں کی اخلاقی گراوٹ تھی۔ پانچواں عامل یہ تھا کہ مفتوحہ قومیں اسلام کے شیرازہ کو بکھیرنے کے لیے منافقت سے اسلام کا لبادہ پہن کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ صرف عبداللہ بن سبا نے تمام اسلامی شیرازہ کو بکھیر دیا۔ ان حالات میں مسلمانوں کی قیادت ہاتھ میں لینا پھر ان کو ایک مرکز پر جمع رکھنا بہت ہی مشکل کام تھا۔ حضرت علیؓ نے نہایت ہی بصیرت اور شجاعت سے خلافت کا کام سرانجام دیا۔ اور اسی راستہ پر چلے جو قرآن اور حدیث کا بتایا ہوا تھا۔ یہ اعتراض کرنا کہ خلفشار کا سبب حضرت علیؓ کا عدم تدبر ہے نہ صرف تاریخی طور پر غلط ہے بلکہ حضرت علیؓ کی ذات کو نہ سمجھنے کا بھی سبب ہے وہ شخص جس کی صائب اور پختہ رائے سے پہلے تینوں خلفاء نے فائدہ اٹھایا اور ان کو اپنا مشیر بنائے رکھا اور ہر لاینحل عقدہ ان کے سامنے پیش کیا۔ اور اس نے اس گرہ کو ناخن تدبیر سے کھولا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب اس پر ذمہ داری کا بوجھ آن پڑے تو اس کی عقل اور فراست جواب دے جاتے۔ اور کسی ملکی اور سیاسی مسئلہ کو حل نہ کر پائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی سلطنت میں حالات ہی اس قسم کے پیدا ہو چکے تھے کہ تمام مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر جمع رکھنا مشکل ہو چکا تھا۔ اگر اس وقت کوئی اور شخص بھی خلیفہ بن جاتا تو ان حالات کو درست نہ کر پاتا بلکہ اس سے بھی زیادہ حالات دگرگوں ہوتے۔

حضرت علیؓ کی سیرت اور اسلامی خدمات

زہد آپ کی سیرت کا نمایاں پہلو زہد و تقویٰ ہے۔ آپ نے پوری زندگی خدا خوفی میں گزاری۔ زہد کے بارہ میں آپ کا یہ قول مشہور ہے "دنیا مردار ہے جو لذت حاصل کرنا چاہے اسے کتوں کی صحبت کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ آپ پر غربت اور امارت کے مختلف دور گزرتے ہیں لیکن کسی دور میں بھی متاع دنیا اپنی طرف نہ کھینچ سکی۔ چنانچہ رسول کریم صلعم کی زندگی میں

Marfat.com

آپ کی آمدنی اتنی ہوگئی تھی کہ چالیس ہزار سالانہ اس کی زکوٰۃ دیتے تھے۔ اس زمانہ میں بھی فاقوں کی نوبت آجاتی تھی۔ گھر میں سادگی کا یہ عالم تھا صرف ایک مینڈھے کی کھال تھی جو بستر کا کام دیتی تھی۔ اوڑھنے کے لئے ایک مختصر سی چادر تھی۔ آٹا پیسنے کے لئے ایک چکی تھی۔ کام کاج کے لئے کوئی ملازم نہیں رکھا۔ تمام کام سیدالنساء حضرت فاطمہؓ اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔

عبادت

عبادت حضرت علیؓ کی روح کی غذا تھی۔ حضرت زبیر بن سعیدؓ قریشی فرماتے ہیں کہ بنی ہاشم میں آپ سے زیادہ کوئی عبادت گزار نہ تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں وہ (علیؓ) قائم اللیل (رات کو اٹھ کر نماز تہجد پڑھنے والے) اور صائم النہار (دن کو روزہ رکھنے والے تھے۔

انفاق فی سبیل اللہ

جو کچھ ہاتھ میں آتا اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے اور آپؓ نے کبھی سائل کو ناکام واپس نہیں کیا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ سوالی آیا جو کچھ گھر میں پایا وہ سوالی کر دے دیا اور خود عسرت اور فاقہ اٹھایا۔ کلام اللہ کی یہ آیت يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا یعنی وہ اللہ کی محبت کے لئے مساکین اور یتامیٰ قیدیوں کو کھانا کھلاتے۔ اس قسم کے ایک واقعہ پہ نازل ہوئی۔

دیانت و امانت

آپ امین امت تھے۔ بیت المال سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ سردی سے کانپ رہے تھے اور ایک معمولی سی چادر تھی۔ ایک شخص نے عرض کی کہ بیت المال میں آپ کا بھی حق ہے وہاں سے چادر لے لیں اور آپ اتنی کیوں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا میں تمہارے حصہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ چادر مدینہ سے لایا تھا۔ ایک دفعہ آپ کے غلام قنبر نے بیت المال سے آپ کے لئے سونے چاندی کے برتن الگ کر لئے اور گھر لے گئے اور آپ سے کہا کہ بیت المال سے آپ کا اور آپ کے اہل و عیال کا بھی حق ہے لیکن آپ کچھ نہیں لیتے۔ میں نے آپ کے لئے ایک چیز چھپالی۔ فرمایا وہ کیا ہے؟ غلام نے جواب دیا گھر میں جا کر دیکھ لیجئے۔ جب گھر میں گئے تو سونے چاندی کے برتن دیکھے اور قنبر کو فرمایا۔ تیری ماں تجھ کو روئے تو میرے گھر کو اتنی بڑی آگ میں دھکیلنا چاہتا ہے۔ اس وقت کل برتن مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔

لباس اور غذا

غذا اور لباس بہت ہی سادہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن زریر نامی ایک شخص آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا۔ کھانا بہت ہی سادہ تھا۔ ابن زریر نے عرض کیا۔ یا امیرالمومنین آپ کو پرندے کے گوشت کا شوق نہیں۔ فرمایا خلیفہ وقت کو مسلمانوں کے مال سے صرف دو پیالیوں کا حق ہے ایک خود کھائے اور اپنے اہل و عیال کو

Marfat.com

کھلائے اور دوسری خلق خدا کے لئے پیش کرتے۔ ایک مرتبہ فالودہ کا پیالہ آپ کو پیش کیا گیا فرمایا کتنا خوش ذائقہ ہے لیکن میں نفس کو ایسی غذاؤں کا عادی بنانا نہیں پسند کرتا جس کا وہ عادی نہیں۔ امیر معاویہؓ کے استفسار پر حضرت علیؓ کے ایک حاشیہ نشین ضرار صدائی نے آپ کے حسب ذیل اوصاف بیان کئے ہیں جو آپ کی سیرت پر ایک جامع تبصرہ ہے۔ وہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے تھے۔ عادلانہ فیصلے کرتے تھے۔ ان کے ہر سمت سے علم چھوٹتا تھا اور حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا اور اس کی دلفریبیوں سے گھبراتے تھے۔ رات کی تاریکی میں اس کی وحشت سے انس رکھتے تھے۔ عبرت پذیر اور بہت غور و فکر کرنے والے تھے۔ موٹا جھوٹا کھانا پسند کرتے تھے۔ ہم میں ہم ہی لوگوں کی طرح رہتے تھے۔ جب ہم کچھ پوچھتے تھے تو اس کا جواب دیتے تھے۔ اگرچہ وہ ہم کو اپنے قریب رکھتے تھے اور خود ہمارے قریب رہتے تھے۔ غریبوں کو مقرب بناتے تھے لیکن ہم لوگ ہیبت سے ان سے گفتگو نہ کر سکتے تھے وہ دینداروں کی تعظیم کرتے تھے۔ ان کے سامنے طاقتور باطل کی طمع نہیں کر سکتا تھا اور کمزور انصاف سے مایوس نہیں ہوتا تھا۔ بعض مواقع پر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رات گزر رہی ہے۔ ستارے جھلملا رہے ہیں۔ اور وہ اپنی داڑھی مٹھی میں دبائے مار گزیدہ کی طرح بے قرار اور غم رسیدہ کی طرح اشک بار کہہ رہے ہیں۔ اے دنیا! کسی اور کو فریب دے تو مجھ سے لگاوٹ کر رہی ہے میری مشتاق ہے افسوس افسوس میں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔ تیری عمر تھوڑی اور تیرا مقصد حقیر ہے ہائے ہائے سفر طویل راستہ وحشت ناک اور زاد سفر تھوڑا ہے۔"(۱)

۱۔ روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۲۱۲)

دشمنوں سے سلوک

حضرت علیؓ اپنی شجاعت کی وجہ سے دشمنوں سے حسن سلوک کے معاملہ میں بڑے فراخ دل تھے۔ ایک لڑائی میں ان کا حریف برہنہ ہو گیا تو اسے چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے۔ ایک کافر نے حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا لیکن اسے چھوڑ دیا۔ جنگ میں اعلان کروا دیا کہ زخمیوں کے اوپر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں اور جو بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔ اپنے قاتل ابن ملجم کے لئے وصیت کر دی کہ اعضا نہ کاٹے جائیں۔

صابت رائے

حضرت علیؓ صابت الرائے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے واقعہ افک کے بارہ میں ان سے مشورہ لیا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے مشیر اعلیٰ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی مہاجر اور انصار کی مجلس شوریٰ کے اعلیٰ رکن تھے حضرت علیؓ کے متعلق حضرت عمرؓ نے فرمایا "اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اسی وجہ سے بعض امور میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دی معرکہ نہاوند اس کی واضح دلیل ہے۔

Marfat.com

بہادری کے کارنامے جنگ بدر میں انفرادی لڑائی کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو بھیجا۔ حضرت علیؓ نے اپنے حریف ولید کو ایک ہی وار میں جہنم واصل کر دیا۔ اس کے فوراً بعد ابو عبیدہؓ کی مدد کو پہنچے اور ان کے حریف کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔ جب عام حملہ شروع ہوا تو حضرت علیؓ نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ جنگ احد میں حضرت علیؓ نے دشمنانِ دین کی صفیں درہم برہم کر دیں۔ جب مسلمانوں کی اپنی غلطی کی وجہ سے جنگ کا نقشہ بدلا۔ اور مسلمان کفار کے اچانک حملے کی تاب نہ کر بھاگ اٹھے تو حضرت علیؓ ان صحابہ میں سے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے تھے اور دشمن کے تیر اپنے جسموں پر لیتے تھے۔ جنگ احزاب میں بھی آپؓ نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ عرب کا مشہور پہلوان عمرو بن عبدود آپ کی تلوار کا لقمہ بنا تھا۔ خیبر کا مشہور قلعہ قموص آپ نے ہی فتح کیا تھا۔ غزوہ حنین میں جب مسلمان کفار کے تیروں کی اچانک بوچھاڑ سے بھاگ اٹھے تو حضرت علیؓ ان جانباز صحابہ میں سے تھے جن کے قدم ثابت رہے اور اپنی بے نظیر شجاعت سے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔

نظام خلافت کی اصلاح ان خدمات میں سب سے بڑھ کر نظام خلافت کی اصلاح ہے حضرت عثمانؓ کے آخری دور میں سبائیوں اور فتنہ پردازوں کے غلبہ کی وجہ سے خلافت کا نظام خلافت راشدہ کی شاہراہ سے ہٹ چلا تھا۔ حضرت علیؓ نے دوبارہ اسے صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کی تو مخالف حالات نے آپ کو اس کا پورا موقع نہ دیا تاہم جہاں تک آپ کے بس میں تھا آپ نے دوبارہ خلافتِ راشدہ کے نظام کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔

فتوحات حضرت علیؓ کا پورا زمانہ خانہ جنگیوں میں گزرا۔ تخت خلافت پر قدم رکھنے کے بعد آپ کو ایک دن کے لئے بھی اندرونی جھگڑوں سے فرصت نہ ملی۔ اس لئے بیرونی فتوحات کی جانب توجہ کرنے کا آپ کو موقع نہ ملا۔ تاہم سیستان اور کابل میں بعض فتوحات حاصل ہوئیں۔ ۳۸ھ میں بحری راستہ سے کوکن پر حملہ ہوا۔

بغاوتوں کا استیصال مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر سرزمین عجم میں جا بجا بغاوتیں بپا ہو گئی تھیں۔ کرمان اور فارس کے صوبے باغی ہو گئے تھے۔ بعض اور علاقوں میں بھی بغاوت کے آثار تھے۔ حضرت علیؓ نے اندرونی دستور کے باوجود زیاد بن امیہ کو مامور کیا۔ اس نے بغاوت کو فرو کر کے باغی علاقوں کو قابو میں کیا

Marfat.com

کاتبِ وحی حضرت علیؓ ظہورِ اسلام کے وقت ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس لئے دوسرے صحابہؓ کی طرح آپ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحریری کام سرانجام دیتے تھے۔ کاتب وحی تھے بعض خطوط اور فرامین رسول کریم صلعم کی طرف سے لکھے گئے۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ بھی آپ نے ہی لکھا تھا۔

تفسیر اور علوم القرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے حضور خود آپ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ بعض مواقع پر قرآن مجید کی آیات کی تفسیر بھی فرماتے تھے۔ اسی لئے آپؓ ایک ایک آیت کے معنی اور شان نزول سے واقف تھے۔ ابن سعد میں ہے کہ ایک موقع پر آپؓ نے اظہار فرمایا کہ میں ہر آیت کے متعلق بتا سکتا ہوں کہ یہ کہاں اور کیوں اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔ ابن جریر طبری ابن ابی حاکم اور ابن اثیر میں کثرت سے آپؓ کی روایت سے آیات کی تفسیریں منقول ہیں۔ ابن سعد میں ہے کہ آپؓ نے رسول کریم صلعم کی وفات کے بعد چھ مہینے تک جو گوشہ نشینی اختیار کی۔ اس میں آپؓ نے قرآن مجید کی تمام صورتوں کو نزول کی ترتیب سے مرتب کیا۔ علم ناسخ و منسوخ میں آپؓ کو کمال حاصل تھا۔

علمِ حدیث حضرت علیؓ نے تقریباً تیس ۳۰ سال رسول کریم صلعم کی خدمت و رفاقت میں بسر کئے۔ اس وجہ سے آپؓ ارشادات نبوی کے عالم تھے۔ آپ روایت حدیث میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اس لئے ۵۸۶ احادیث آپؓ سے مروی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حضرت علیؓ کی تمام احادیث پر ایک اجمالی نظر ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلعم کے حلیہ مبارک آپ کی نماز، مناجات، دعا اور نوافل کے متعلق سب سے زیادہ روایات حضرت علیؓ سے مروی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت بارگاہ نبوت میں رہتے تھے اور ان کو عبادات سے خاص شغف تھا۔

فقہ حضرت علیؓ کو فقہ و اجتہاد میں خاص ملکہ حاصل تھا بڑے بڑے صحابہؓ بھی مسائل کے دریافت کرنے کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ پیچیدہ مسائل کی تہہ تک آپ کی نکتہ رس نگاہ آسانی سے پہنچ جاتی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "ازالۃ الخفاء" میں آپ کی طباعی کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مجنون عورت پر زنا کے جرم میں حد جاری کر دی۔ حضرت علیؓ کو علم ہوا تو فوراً آئے اور فرمایا کہ مجنوں شرعی سزا سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حکم واپس لے لیا۔ ایک دفعہ شریح بن ہانی نے حضرت عائشہؓ سے مسح علی الخفین کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کے لئے حضرت علیؓ کا نام بتایا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ آپ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس سائل کو حضرت علیؓ نے مسئلہ

Marfat.com

بتایا اسی وجہ سے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اقضانا علی اقرانا ابی" یعنی ہم میں مقدمات کے فیصلے کے لئے سب سے موزوں علیؓ اور سب سے بڑے قاری ابی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں اور ہم صحابہؓ کہا کرتے تھے کہ تمام مدینہ والوں میں سب سے صحیح فیصلہ کرنے والے علیؓ ہیں۔ رسول کریم صلعم نے دس ہجری میں یمن کی قضا کی خدمت آپؓ کے سپرد کی تھی۔

تصوف تصوف مذاہب کی جان اور شریعت کی روح ہے۔ تصوف کے اکثر سلسلے حضرت علیؓ پر جاکر ختم ہوتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ اصول اور امتحان میں ہمارے شیخ الشیوخ حضرت علیؓ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ" حضرت علیؓ کو خلافت سے پہلے اس میں بہت انہماک تھا مگر خلافت کے بعد اس کی معروفیت نے ان کو اس فن کی تفصیل بیان کرنے کی فرصت نہ دی۔

علم نحو کی بنیاد علم نحو کے موجد آپ ہی ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص کو قرآن مجید پڑھتے سنا۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے جس سے اعراب میں کوئی غلطی واقع نہ ہو۔ چنانچہ ابو الاسود دؤلی کو چند قواعد کلیہ بتا کر اس فن کی تدوین پر مامور کیا۔ اس طرح علم نحو کے ابتدائی اصول بھی آپ کی طرف منسوب ہیں۔

حضرت علیؓ کا نظام سلطنت

صیغہ مال حضرت علیؓ سے پہلے جنگلات سے کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے جنگلات پر محصول لگایا۔ چنانچہ صحرائے برس سے چار ہزار سالانہ آمدنی ہونے لگی۔ دوسرے جنگلات کی آمدنی الگ تھی۔ آپ نے گھوڑوں پر سے زکوٰۃ کو منسوخ کر دیا۔

بیت المال کی نگرانی حضرت علیؓ نے بیت المال کی سخت نگرانی کی۔ عمال سے خراج کی آمدنی انتہائی سختی کے ساتھ احتساب کرتے تھے۔ اگر ذرا بھی تاخیر ہو جاتی تو سختی سے محاسبہ کرتے۔ منذر بن جارود والی اصطخر اپنا زیادہ وقت سیر و شکار میں صرف کرتا۔ حضرت علیؓ نے انہیں کہا مجھے معلوم ہوا ہے تم اپنے فرائض کو چھوڑ کر سیر و شکار میں نکل جاتے ہو۔ کتوں سے کھیلتے ہو۔ اگر یہ صحیح ہے تو میں تم کو اس کا بدلہ دوں گا۔ چنانچہ واقعات کی تفتیش کرنے کے بعد الزام درست ثابت ہوا تو ان کو ان کے عہدے سے معزول کر دیا۔ ابو رافع نے بیت المال کا ایک موتی اپنی لڑکی کو پہنا دیا۔ حضرت علیؓ نے ہار دیکھ کر تحقیق کروائی۔ انہوں نے اقرار کر لیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم اپنی لڑکی کو موتیوں سے آراستہ کرتے ہو۔ جب حضرت فاطمہؓ

Marfat.com

کے ساتھ میرا نکاح ہوا تھا تو میرے پاس صرف مینڈھے کی ایک کھال تھی جس پر رات کو سوتا تھا۔ اور دن میں اسی پر مویشیوں کو چارہ دیتا تھا۔ بیت المال سے حضرت علیؓ کے گھرانے کا کوئی فرد بھی فائدہ اٹھانے کا مجاز نہیں تھا۔

بازار کی نگرانی حضرت علیؓ خود بازار چلے جاتے۔ دکان داروں کو صحیح ناپ تول کی ہدایت کرتے۔

صیغہ فوج گو آپؓ کے زمانہ میں بغاوتیں اور خانہ جنگیاں ہوتی رہیں۔ پھر بھی آپ نے متعدد چھاؤنیاں قائم کیں، قلعے تعمیر کروائے اصطخر کا قلعہ زیادہ آپ ہی کے دور میں تعمیر ہوا۔

ذمیوں سے حسن سلوک آپؓ نے عاملوں کو ذمیوں کے ساتھ نرم سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی۔ قرظہ بن کعب انصاری کو حضرت علیؓ نے لکھا "تمہارے علاقے کے ذمیوں نے شکایت کی ہے کہ ان کی ایک نہر پٹ کر مٹ گئی ہے جس کا بنانا مسلمانوں کا فرض ہے تم اسے درست کر کے آباد کرا دو۔ اور میری عمر کی قسم مجھے اس کا آباد رہنا زیادہ پسند ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ ملک سے نکل جائیں۔ یا عاجز و درماندہ ہو جائیں یا ملک کی بھلائی میں حصہ لینے کے قابل نہ رہیں"۔ ایک عامل عمرو بن مسلم کو جن کی درشت مزاجی کی ذمیوں نے شکایت کی تھی۔ حضرت علیؓ نے لکھا۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے علاقہ کے ذمی دہقانوں کو تمہاری درشت مزاجی کی شکایت ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے تم کو سختی اور نرمی دونوں سے کام لینا چاہیئے لیکن سختی ظلم کی حد تک نہ پہنچ جائے اور نرمی نقصان کی حد تک ان پر جو مطالبہ ہوتا ہے وصول کیا کرو لیکن ان کے خون سے اپنا دامن محفوظ رکھو (یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۸)

عدل و مساوات عہد حیدریؓ میں عدل و انصاف کا یہ عالم تھا۔ آپ بھی قاضی کے سامنے پیش ہوتے۔ ایک نصرانی پر زرہ کی چوری کا دعویٰ کیا تھا اور خود قاضی شریح کی عدالت میں حاضر ہوئے۔ قاضی نے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ قاضی شریح نے نصرانی کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس فیصلہ سے یہودی پر اتنا اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور کہا کہ یہ تو انبیاء علیہم جیسا انصاف ہے کہ امیر المومنین مجھے اپنی عدالت کے قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور قاضی امیر المومنین کے خلاف فیصلہ دیتا ہے۔

عمال کی اخلاقی نگرانی عہد فاروقیؓ کی طرح آپؓ کو عمال کی اخلاقی نگرانی میں بڑا اہتمام تھا وقتاً فوقتاً ان کو قیام عدل اور رعایا کے ساتھ لطف و شفقت کے احکام بھیجتے رہتے تھے۔ ان کے اعمال و افعال کا احتساب فرماتے تھے۔ ان کے طرز

Marfat.com

حکومت کی حیثیات کرانے تھے۔ اور ان کی غلط روی کا تدارک فرماتے تھے۔ منذر بن جارود والیٔ اصطخر کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اپنا زیادہ وقت سیر و شکار میں صرف کرتے اور فرائض منصبی میں غفلت برتتے ہیں تو انہیں لکھا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے فرائض چھوڑ کر سیر و شکار میں نکل جاتے ہو اور کتوں سے کھیلتے ہو۔ اگر یہ صحیح ہے تو میں تم کو اس کا بدلہ دوں گا۔ تمہارے گھر کا جاہل بھی تم سے بہتر ہے۔ چنانچہ انہیں طلب کر کے معزول کر دیا۔"

ایک اور عامل کے متعلق شکایتیں وصول ہوئیں۔ اُسے بڑا طویل خط لکھا جس کا ضروری اقتباس یہ ہے "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم عیش و تنعم کی زندگی بسر کرتے ہو۔ بخورات اور روغنیات کا زیادہ استعمال کرتے ہو۔ تمہارے دستر خوان پر الوان نعمت ہوتے ہیں۔ منبر پر تم صدیقین کا وعظ کرتے ہو۔ اور خلوت میں اہل اباحت کا عمل ہے۔ اگر یہ شکایتیں صحیح ہیں تو تم نے اپنے نفس کو نقصان پہنچایا اور مجھے تادیب پر مجبور کیا۔ . . . تم بیواؤں اور یتیموں سے حاصل کئے ہوئے مال سے عیش و تنعم میں ڈوب کر خدا سے صالحین کے اجر کی توقع کس طرح رکھتے ہو۔ گناہوں سے توبہ کر کے اپنے نفس کی اصلاح کرو اور خدا کے حقوق ادا کرو۔

خراج کی آمدنی کا احتساب عمال سے محاصل و خراج کی آمدنی کا نہایت سختی کے ساتھ احتساب کرتے تھے۔ مقررہ وقت سے اگر ذرا تاخیر ہو جاتی تو فہمائشی احکام جاری کرتے۔ ایک مرتبہ یزید بن قیس نے خراج بھیجنے میں تاخیر کی تو آپ نے لکھا۔ تم نے خراج بھیجنے میں تاخیر کی۔ اس تاخیر کا سبب مجھے معلوم نہیں ہے لیکن میں تم کو خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اس سے ڈراتا ہوں کہ ایسا کام نہ کرو جس سے تمہارا اجر برباد اور جہاد باطل ہو جائے۔ خدا سے ڈرو اپنے نفس کو حرام مال سے پاک رکھو۔ اور مجھ کو اس کا موقع نہ دو کہ تم سے مواخذہ کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔ مسلمانوں کو معزز کرو۔ لیکن اہل معاہدہ پر زیادتی نہ ہو۔ خدا نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس کو حصول نصرت کا ذریعہ بناؤ اور دنیا کا حصہ بھی فراموش نہ کرو۔"

ایک اور عامل نعمان بن عجلان کو جو بحرین کا خراج لے کر کہیں چل دیئے تھے لکھا کہ جس نے امانت میں خیانت کی اور اپنے نفس اور اپنے دین کو نہ بچایا اس نے دنیا میں بھی اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور آخرت میں جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ اس سے زیادہ تلخ اس سے زیادہ بدبختانہ اور اس سے زیادہ دیرپا ہے۔ اللہ کا خوف کرو تم صالح خاندان سے ہو اس لئے خوش گمانی کا موقع دو۔ مجھ کو جو خبر ملی ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس سے توبہ کرو اور اپنے متعلق رائے بدلنے پر مجبور نہ کرو خراج ادا کر دو۔

Marfat.com

نظام خلافت کی اصلاح ان سب سے بڑھ کر نظام خلافت میں اصلاح ہے۔ حضرت عثمانؓ کے آخری دور میں اموی نوجوانوں کے غلبہ سے خلافت کا نظام خلافت راشدہ کی شاہراہ سے ہٹ چلا تھا۔ حضرت علیؓ نے دوبارہ اسے صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کی گو مخالف حالات نے آپ کو اس کا پورا موقع نہ دیا تاہم جہاں تک آپ کے بس میں تھا۔ آپ نے دوبارہ شیخین کے دور کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔

عہدِ امام حسنؓ

۴۰ - ۴۱ھ بمطابق ۶۶۱ء

ابتدائی حالات زندگی حسن نام ابو محمد کنیت ریحانۃ النبی لقب۔ حضرت حسن رسول کریمؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے بطن سے تھے۔ رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ کے سوا رسول کریم صلعم کی کل اولادیں آپ کی زندگی میں ہی انتقال کر گئی تھیں اس لئے آپ فاطمہؓ اور ان کی اولاد سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ ان میں بھی حضرت حسنؓ سے خاص انس و تعلق تھا اور ان کی بڑی ناز برداری فرماتے تھے۔ حسنؓ شکل میں رسول کریم صلعم سے بہت مشابہ تھے۔ آٹھ سال تک رسول کریم صلعم کے دامن محبت میں پرورش پائی۔ سن رشد کو پہنچنے کے بعد کسی میدان میں آپ کا قدم پیچھے نہ رہا۔ حضرت عثمانؓ کی مدافعت میں زخمی ہوئے۔ جنگ جمل و صفین میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ تھے۔

انتخاب اور عزم مقابلہ حضرت علیؓ مرتضیٰؓ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ مسجد جامع میں جمع ہوئے اور آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ حضرت امیر معاویہؓ کو جب حضرت علیؓ کی شہادت اور امام حسنؓ کی بیعت کی خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے لئے دوبارہ بیعت لی اور ساٹھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ کوفہ کا رخ کیا۔ امام حسنؓ کو امیر معاویہؓ کی روانگی کی اطلاع ملی تو انہوں نے بھی چالیس ہزار لشکر لے کر امیر معاویہؓ کو روکنے کے لئے مدائن کی طرف کوچ کیا۔ امام حسنؓ ساباط پہنچے تو آپؓ نے آرام کرنے کے لئے وہاں لشکر کو قیام کا حکم دیا۔ یہاں آپؓ نے اپنے لشکر کی حالت کا اندازہ لگایا تو آپ نے اس کی عجیب کیفیت پائی۔ وہ اپنی طبعی فتنہ جوئی کے سبب مصالحت کو پسند نہ کرتے تھے مگر اپنی پست ہمتی کی وجہ سے جنگ کے لئے بھی مستعد نہ تھے۔ پھر ان میں اختلاف رائے بھی موجود تھا۔ آپ نے یہ کیفیت دیکھ کر انہیں جمع کیا اور تقریر کی کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ لڑائی لڑنا پسند نہیں کرتے۔ اس وجہ سے میں تمہیں اس کام پر مجبور نہیں کر

Marfat.com

سکتا جسے دل پسند نہیں کرتے۔ اس تقریر سے مجمع میں شور و غل مچ گیا۔ حضرت امام حسنؓ کو یقین ہو گیا کہ خلافت جیسی اہم ذمہ داری کا بوجھ اس قسم کے لوگوں کی مدد کے بھروسہ پر نہیں اٹھایا جا سکتا۔ حضرت امام حسنؓ ساباط سے مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔

راستہ میں جراح بن قبیصہ خارجی نے نیزہ مارا آپ کو مدائن میں لایا گیا۔ یہاں آپ قصر ابیض میں فروکش ہوئے۔ اور کچھ روز علاج کے بعد تندرست ہو گئے۔ امام حسنؓ نے قیس بن سعد بن عباد کو بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ بطور مقدمۃ الجیش کے آگے بھیج دیا۔ قیس بن سعد انبار پہنچ کر ٹھہر گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ انبار پہنچے۔ انہوں نے قیس کے لشکر کا محاصرہ کر لیا اور عبداللہ بن عامر کو پیغام صلح دے کر امام حسنؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔

صلح: عبداللہ بن عامر اور حضرت امام حسنؓ کے درمیان صلح کے لئے سلسلہ جنبانی شروع ہوا۔ اور آخر کار حضرت امام حسنؓ حسب ذیل چند شرائط کے ساتھ امیر معاویہؓ سے صلح کرنے پر رضامند ہو گئے۔

۱۔ اہل عراق کو امن عام دے دیا جائے، اور گزشتہ واقعات کے سلسلہ میں کسی کی گرفت نہ ہو۔

۲۔ اہواز کا خراج میرے نام لکھ دیا جائے۔

۳۔ میرے بھائی امام حسینؓ کو بیس لاکھ کا وظیفہ دیا جائے۔

۴۔ عطیات اور صلات میں بنی ہاشم کا حق دوسروں سے فائق سمجھا جائے۔

عہدنامہ کی تکمیل کے بعد امام حسنؓ مدائن سے کوفہ واپس تشریف لائے اور امیر معاویہؓ انبار سے محاصرہ اٹھا کر کوفہ آ گئے۔ جامع مسجد میں امیر معاویہؓ نے اہل عراق سے بیعت لی اور امام حسنؓ خلافت سے دست بردار ہو کر مدینہ تشریف لے آئے۔ یہ واقع ربیع الاول ۴۱ھ کا ہے۔ دس سال کی خانہ جنگی اور خونریزی کے بعد مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق ہوا تھا اس لئے اس سال کا نام "عام الجماعۃ" رکھا گیا۔

وفات: آپ نے دستبرداری کے نو سال کے بعد ۵۰ھ میں مدینہ انتقال فرمایا۔

خلافت راشدہ کا انتظام سلطنت

مرکزی حکومت: خلفاء راشدینؓ کا انتخاب کسی ایک طریق پر نہیں ہوا لیکن خلفاء راشدین کے انتخاب میں ایک بات عیاں اور واضح نظر آتی ہے کہ ان کے انتخاب میں عوام، مشورہ اور صاحب الرائے شامل تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سقیفہ میں ہوئی

Marfat.com

اس وقت بھی انصار اور مہاجرین کے صاحب الرائے افراد شریک تھے۔ پھر مسجد میں عام بیعت ہوئی اور سب نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ نے تمام صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد نامزد کیا۔ حضرت عمرؓ نے ایک کمیٹی بنا دی جو آپس میں مشورہ کر کے ایک خلیفہ چن لے۔ اس کمیٹی نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ہاتھ میں خلیفہ کے انتخاب کی باگ ڈور دے دی تھی۔ انہوں نے تمام صحابہ سے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے متعلق پوچھا کہ کس کو خلیفہ بنایا جائے۔ جب عبدالرحمٰن بن عوف نے دیکھا کہ اکثریت کا میلان حضرت عثمان کی طرف ہے تب حضرت عثمانؓ کے نام کا بطور خلیفہ اعلان کیا۔ جب حضرت علیؓ خلیفہ نہیں بنے تھے۔ مہاجرین آپ کے پاس گئے کہ آپ خلیفہ بنیں آپ نے انکار کیا۔ مہاجرین کے اصرار پر حضرت علیؓ رضامند ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ میں اپنی خلافت کا اعلان گھر کے اندر نہیں کرنا چاہتا۔ مسجد نبوی میں گئے اور سب لوگوں نے بیعت کی۔ اس طرح حضرت علیؓ کا انتخاب جمہور کا انتخاب تھا۔

خلیفہ رسول کریمؐ کا نائب ہے

اسلام کی رو سے خلافت کی دو قسمیں ہیں، خلافت خاصہ، خلافت عامہ، خلافت خاصہ سے مراد وہ خلافت ہے جب اللہ کسی بشر کو لوگوں کی ہدایت کے لئے مامور فرماتا ہے، تمام انبیاء علیہم السلام خلافت خاصہ کے حامل تھے۔

خلافت عامہ جب کوئی مامور وفات پا جائے تو اس کے مشن کو چلانے کے لئے اس کا جانشین خلافت عامہ کا حامل ہوتا ہے۔

کسی مامور کے جانشین غیر مامور کو اللہ کا خلیفہ بنانا سخت غلطی ہے اسی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کو بعض لوگوں نے خلیفۃ اللہ کہنا شروع کیا تو آپ نے ایسا کہنے سے روک دیا اور کہا میں اللہ کا خلیفہ نہیں ہوں بلکہ اللہ کے رسولؐ کا نائب ہوں۔

جمہوریت یا شورائی نظام

اسلامی نظام سلطنت شورائی اور جمہوریت ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے" اور ان کا حکم آپس میں مشورہ سے ہوتا ہے"۔ اس قرآنی تعلیم کے مطابق رسول کریم صلعم نے ریاست کے کاموں میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور ان کے مشوروں کے مطابق کام انجام دیئے۔ بعد ازاں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اپنے اپنے عہد خلافت میں سیاست کے کام کو باہمی صلاح مشورہ سے انجام دیتے تھے۔

Marfat.com

خلیفہ کا گزارہ خلیفہ کے کندھوں پر قوم کی ذمہ داری کا بوجھ آن پڑنے کی وجہ سے اس کے پاس فرصت نہیں ہوتی کہ وہ کوئی کاروبار کر سکے جس سے وہ اپنے خاندان کے افراد کا پیٹ پال سکے۔ اس وجہ سے خلیفہ اپنے اور اہل و عیال کے گزارہ کے لئے معمولی سی رقم بیت المال سے ماہوار یا سالانہ لیتا تھا۔

صوبائی نظام حضرت عمرؓ نے ملک کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا۔ مکہ۔ مدینہ۔ شام۔ جزیرہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ فلسطین مشرق میں تین صوبے الگ تھے۔ خراسان آذربائیجان اور فارس حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے بھی تمام سلطنت کو صوبوں میں تقسیم رہنے دیا۔ حضرت عثمانؓ نے صرف شام کے چار صوبوں کو متحد کر کے ان پر امیر معاویہؓ کو عامل بنا دیا تھا اور مشرقی مقبوضات پر عبداللہ بن عامر کو کئی صوبوں کا والی مقرر کر دیا۔ حضرت علیؓ کے عہد میں مصر، شام اور مغرب میں امیر معاویہؓ کی حکومت ہو گئی۔

عمال کا محاسبہ خلفاء راشدین کے عہد میں عمال سے سخت محاسبہ کیا جاتا تھا ذرا سی کوتاہی، لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے ان کو سزا دی جاتی تھی۔ ہر شخص کسی عامل کے خلاف شکایت خلیفہ کے پاس بے خوف و خطر کر سکتا تھا۔ عیاض بن غنم عامل مصر کو قیمتی لباس اور محل بنانے کے جرم میں یہ سزا دی کہ ان کو کمبل کا کرتہ پہنوا کر بکریاں چروائیں۔ حضرت سعد بن وقاص نے کوفہ میں محل بنوایا۔ جس کی ڈیوڑھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ڈیوڑھی کو گرا دیا۔ اور حضرت عثمانؓ نے ولید پر شراب پینے کی وجہ سے حد جاری کی۔ حضرت علیؓ نے بھی تمام عمال پر سخت احتساب رکھا۔

معاشی نظام اسلامی سلطنت کی آمدنی کے ذرائع حسب ذیل تھے۔

۱۔ زکوٰۃ زکوٰۃ وہ خدائی ٹیکس ہے جو صاحب حیثیت لوگوں پر فرض ہوتا ہے۔ اس کی شرح مال و دولت اور نقدی پر ڈھائی فیصد زمین کی پیداوار پر دس فیصد ہوتی ہے۔ چار اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں۔ پانچ ہو جائیں تو ایک بکری۔ دس پر دو بکریاں۔ پندرہ پر تین بکریاں اور بیس ہو جائیں تو چار بکریاں زکوٰۃ دی جائیں گی۔ تیس گائے بیل بھینسوں پر ایک سال کا بچھڑا، چالیس پر دو سال کا بچھڑا۔ ساٹھ پر دو سال کے دو بچھڑے۔ بھیڑ بکری کی تعداد چالیس سے ایک سو بیس تک پہنچ جائے تو ایک بکری ۱۲۱ سے ۲۰۰ پر دو بکریاں ۲۰۱ سے ۳۰۰ تک تعداد پر تین بکریاں۔ اس کے بعد ہر ایک سو پر ایک ایک بکری بڑھتی جائے گی۔

۲۔ خراج خراج نقد یا پیداوار کی ایک معین مقدار کا نام ہے جو غیر مسلموں کی ان زمینوں سے لیا جاتا تھا جس پر مسلمانوں نے مقابلہ کے بعد یا صرف صلح کے بعد تسلط قائم کیا تھا

Marfat.com

۴۔ جزیہ جزیہ کی رقم ایک معین مقدار کا نام ہے جو ذمیوں سے لی جاتی تھی اور مسلمان ہونے کے بعد ساقط ہو جاتی تھی۔ جزیہ کی مقدار حسب ذیل ہے۔

۱۔ دولت مندوں سے ۴۸ درہم سالانہ (بارہ روپے)

۲۔ متوسط طبقہ سے ۲۴ درہم سالانہ (چھ روپے)

۳۔ ادنیٰ طبقہ ۱۲ درہم سالانہ (تین روپے)

غریبوں، بے بسوں، اندھوں، اپاہجوں، مجنونوں دوسرے معذور افراد سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔

فے جنگجو قوموں کا جو مال بغیر کسی قسم کی جنگ و جدال کے ہاتھ آئے وہ فے کہلاتا تھا۔ فے کا ۱/۵ حصہ پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ایک حصہ رسول کریم صلعم کی زندگی تک آپ کا ہوتا تھا اور باقی چار حصے آپ کے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں کو دیئے جاتے تھے۔ ۴/۵ حصہ حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور تک فوج میں سامان جنگ خریدنے کے لئے تقسیم کر دیا جاتا۔ بعدہٗ یہ مال بیت المال میں داخل کر دیا جاتا تھا۔

غنیمت اس مال و دولت کو کہا جاتا ہے جو مسلمانوں نے غیر مسلموں سے مقابلہ کے بعد حاصل کیا ہو۔ مال و دولت کا ۱/۵ حصہ فے کی طرح پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا اور ۴/۵ حصہ مجاہدین کا حق سمجھا جاتا تھا، تقسیم میں سوار کو پیدل سے دگنا دیا جاتا تھا۔

عشر مسلمانوں کی زمینوں پر بجائے خراج کے پیداوار کا دسواں حصہ مقرر تھا۔ یہ عشر ہر فصل پر لیا جاتا تھا

صدقات اس میں صدقۃ الفطر قربانی اور کفارہ وغیرہ کی رقوم اور ملی اور قومی ضرورتوں کے وقت عام چندوں کی رقوم شامل ہیں۔

عشور تجارتی ٹیکس تھا۔ شروع میں صرف بیرونی تاجروں سے لیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ ملک کے ذمیوں کے لئے ۵ فیصد اور مسلمانوں کے لئے ۲½ فیصد تھا۔

فوج کا نظام رسول کریم صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں تمام مسلمان جہاد میں حصہ لیتے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں فوج کی باقاعدہ تشکیل ہوئی۔ فوج کا ریکارڈ تیار ہوا، فوجیوں کی تنخواہوں، رسد اور ان کے اہل و عیال کے لئے وظائف کا انتظام ہوا۔ اسلامی فوج دو قسم کی تھی۔ فوج اور رضا کار باقاعدہ فوج تو ہمیشہ جنگی مہمات میں مصروف رہتی تھی اور رضاکاروں کو ضرورت کے وقت بلا لیا جاتا تھا۔ دونوں افواج کا الگ الگ اندراج ہوتا تھا اور دونوں کو تنخواہیں ملتی تھیں

Marfat.com

فوجیوں کے لئے چھاؤنیاں بنائی گئیں۔ مشہور چھاؤنیاں مدینہ، کوفہ، بصرہ، موصل، فسطاط دمشق، حمص، اردن، فلسطین تھیں۔ فوج وہ تمام ہتھیار استعمال میں لاتی تھی جو قرون وسطیٰ میں رائج تھے۔ مثلاً تیر کمان۔ تلوار۔ ڈھال۔ زرہ بکتر۔ قلعہ شکن آلات۔ سنگ باری کے لئے منجنیق۔ اسلامی لشکر کے ساتھ جاسوسی اور خبر رسانی کا نظام موجود تھا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بحری فوج کو بھی ترقی ہوئی۔

فوج میں تمام عربی قبائل کے نام درج کیے گئے تھے۔ ان کے علاوہ دیگر اقوام کے مسلمانوں کے نام بھی مندرج ہوتے تھے۔ ہر دس آدمیوں کا ایک عریف ہوتا تھا جو ان کی شناخت رکھتا تھا اور ان کو تنخواہ دلاتا تھا۔

ہر سال تقریباً بیس ہزار جدید فوج بھرتی ہوتی تھی اور یہ سارا نظام اس قدر مرتب تھا کہ یہ ناممکن تھا کہ بوقت ضرورت کوئی شخص اپنے گھر بیٹھا رہے اور خلیفہ کو اس کا علم نہ ہو جائے۔ عمرؓ ایسے لوگوں کو قبیلہ کی مسجد یا مجمع عام میں کھڑا کر کے یہ کہتے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے جہاد سے جان چرائی۔ یہ سزا ان کے لئے قتل سے بھی بڑھ کر تھی کیونکہ عرب کے نزدیک بزدلی سے زیادہ کوئی بدنامی نہیں تھی۔

فوج کے ساتھ قاضی، معلم، ترجمان اور معالج وغیرہ بھی رکھے جاتے تھے نیز راستہ نکالنے اور پل باندھنے کا سامان بھی رہتا تھا۔ خلیفہ کا حکم تھا کہ فوج سفر میں ہو تو جمعہ کے دن ضرور قیام کرے تاکہ لوگ تازہ دم ہو جائیں۔ سپاہیوں کو جو کسی مہم پر بھیجے جاتے تھے بیشتر کو چار مہینے کے بعد گھر آنے کے لئے ایک مدت معینہ کی رخصت ملتی تھی۔

محکمہ احتساب حضرت عمر فاروقؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے نظام احتساب کی بنیاد رکھی۔ وہ محتسب کے فرائض خود انجام دیتے تھے[۱]۔ مثلاً ایک مرتبہ انہوں نے ایک شتربان کو دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد رکھا ہے تو اسے دُرّے لگائے اور سختی سے ڈانٹا۔ ایام حج میں انہوں نے لوگوں کو عورتوں کے ساتھ طواف کرنے سے سختی سے منع کیا اور ایک شخص کو ایک عورت کے ساتھ نماز پڑھنے پر دُرّے سے مارا[۲]۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بھی احتساب کا یہ طریقہ رائج رہا اور آپ نے احتساب کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا۔ جب مدینہ میں کبوتر بازی اور غلیل بازی کی وبا عام ہوئی تو آپ نے اس کی روک تھام کے لئے ایک شخص کو مقرر کر

۱۔ تاریخ الدولۃ الفاطمیہ، حسن ابراہیم حسن، ص ۲۳۲ ۲۔ الاحکام السلطانیہ، ص ۲۴۹

Marfat.com

دیا۔ اس طرح یہ پہلا موقع تھا کہ جب احتساب کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا۔ حضرت علی بھی اپنے دور خلافت میں کوفہ میں خود احتساب کے فرائض انجام دیتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ کو اس کا بات کا علم ہوا کہ اہل کوفہ سر راہ بیٹھ کر غیر شرعی حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں تو آپؓ نے انہیں راستوں میں بیٹھنے سے روک دیا۔ جب اشراف کوفہ نے یقین دلایا کہ ان سے قابل اعتراض حرکات صادر نہیں ہوں گی تب اس شرط پر اجازت دی کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں گے۔ راہ گیروں کو سلام کریں گے۔ ان سے کوئی تعرض نہ کریں گے اگر کوئی راہ سے بھٹکا ہوا شخص ان کے پاس آئے گا تو اُسے راہ بتائیں گے (۱)

۱۔ البیان والتبیین از ابی جاحظ ص ۱۰۷

پولیس قیام امن کا دارومدار پولیس پر ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کا مستقل محکمہ قائم کیا۔ پولیس کو احداث کہتے تھے۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں اس محکمہ نے باقاعدہ منظم شکل اختیار کرلی۔

صیغہ قضا مقدمات کا فیصلہ قانون شرع کے مطابق خلیفہ کے فرائض میں تھا۔ اس لئے خلفاء اس کام کے واسطے خود اپنی طرف سے نائب مقرر کرتے تھے۔ خلیفہ اول کے عہد میں ہر شہر کا جو عامل ہوتا وہی جھگڑوں کے فیصلوں کی خدمت بھی انجام دیتا تھا۔ لیکن عہد فاروقیؓ میں محکمہ قضا ایک جداگانہ مستقل صیغہ قرار دیا گیا۔ اس کو انتظامی امور سے کوئی تعلق نہ تھا۔ قاضیوں کو بیت المال سے تنخواہ دی جاتی تھی اور تجارت وغیرہ کی ممانعت تھی۔ ان تمام قاضیوں میں سے جو اس عہدے میں مقرر ہوئے تھے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ نہیں سنا گیا کہ اس نے کسی مقدمہ میں رعایت کی ہو۔ یا انصاف کا خیال نہ رکھا ہو۔ ان کی نگاہوں میں ادنیٰ اور اعلیٰ عوام اور خلیفہ سب برابر تھے۔

یہ قضاۃ مجتہد مطلق نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کا کام یہ تھا کہ قانون شرعی کو اچھی طرح سمجھ کر جن واقعات اور حوادث میں کوئی صریح حکم ملے تو نظائر امثال پر قیاس کرکے ان کا فیصلہ کریں یعنی قواعد کلیہ کا استنباط کرکے ان سے جزئی احکام نکالیں۔

قاضیوں کے علاوہ ہر شہر میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی پیدا ہو گئی تھی جو قراین شرعیہ سے استنباط احکام کا تفقہ حاصل کرتی تھی مشکل امور میں اس جماعت سے بھی مدد لیتے تھے۔ سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ اس زمانہ تک احادیث رسولؐ مدون نہیں ہوئی تھیں صحابہ دیار و امصار میں متفرق تھے اور ایک کے پاس جو حدیثیں تھیں وہ دوسرے کے پاس نہیں تھیں اس لئے قاضیوں کے فیصلے ایک ہی قسم کے معاملات میں باہم مختلف ہوتے تھے کیونکہ کوئی حدیث

Marfat.com

مل جاتی تھی۔ اس کے مطابق فیصلہ کر دیتا تھا اور کسی کو اس کا علم نہ ہوتا تھا۔ وہ استنباط اور اجتہاد سے کام لے کر ایک دوسرے نتیجہ پر پہنچتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن قیس کو اصول عدالت پر ایک ہدایت نامہ لکھ کر بھیجا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

" عدالت فرض محکم اور سنت رسولؐ ہے، اجلاس میں فریقین کو اپنے مساوی رکھو تاکہ جو ادنیٰ ہو وہ تمہارے عدل سے ناامید اور جو اعلیٰ ہو وہ تمہارے عدل سے امیدوار نہ ہو جائے، ثبوت مدعی کے ذمہ ہے اور (وہ ثبوت نہ لائے تو) قسم مدعا علیہ پر، مصالحت جائز ہے لیکن ایسی جس سے حلال حرام اور حرام حلال نہ ہونے پائے جو فیصلہ تم نے کیا ہے غور کرنے سے اگر حق کے خلاف نظر آئے تو اس سے رجوع کر ڈالو جس معاملہ میں خلجان ہو اور وہ کتاب و سنت میں نہ ملے تو خوب غور کرو۔ اس کے نظائر کو دیکھو۔ پھر انہیں قیاس کر لو، مدعی کو ثبوت کے لئے ایک مدت معینہ کی مہلت دو۔ اگر وہ ثبوت لائے تو اس کا حق دلا دو ورنہ اس کے خلاف فیصلہ کر دو۔ تمام مسلمان ایک دوسرے پر شہادت کے قابل اعتبار ہیں بجز ان لوگوں کے جنہوں نے حد شرعی میں درے کھائے ہوں یا جھوٹی شہادت میں ان کا تجربہ ہو چکا ہو یا ولا اور وراثت کے معاملہ میں مشتبہ ہوں "

قاضیوں کے انتخاب میں نہایت احتیاط سے کام لیا جاتا تھا۔ قضاۃ کے منصب پر صرف ایسے افراد کو فائز کیا جاتا تھا جن کی دیانت داری اور امانت شک و شبہ سے بالاتر ہوتی تھی۔ ان کا تقرر عموماً مرکز کی طرف سے ہوتا تھا، مقدمات کے فیصلے قرآن و سنت کے مطابق کئے جاتے تھے۔ اگر وہاں سے کوئی مثال نہ ملتی تو اجتہاد سے کام لے کر مقدمات کے فیصلے کر دیئے جاتے تھے۔

عہدہ وزارت اگر وزارت کا صرف یہ مفہوم، نظم و نسق میں رئیس مملکت کا ہاتھ بٹانا ہے تو یہ صدر اسلام میں پائی جاتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیاسی اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں حضرت ابوبکرؓ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر کہلاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں یہ اعزاز حضرت عمرؓ کو حاصل ہوا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ سیاسی، اجتماعی، مذہبی امور کا فیصلہ ان کے مشورہ سے فرمایا کرتے تھے۔ ان کے سپرد عدالت اور تقسیم زکوٰۃ کا محکمہ تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی حیثیت وزراء کی تھی۔ پیچیدہ مسائل ان کے مشورہ سے طے ہوتے تھے اور بہت سی دوسری ذمہ داریاں ان دونوں کے کندھوں پر تھیں۔ مثلاً حضرت

Marfat.com

علی کے ذمہ کتابت (SECRETARY SHIP) محکمہ جیل اور مسلمان قیدیوں کے فدیہ کا انتظام تھا۔

عہدہ کتابت خلفاء راشدین کے زمانے میں کاتب کا عہدہ موجود تھا جو خلیفہ کا نظام حکومت چلانے میں ہاتھ بٹاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے کاتب حضرت عثمانؓ بن عفان تھے۔ حضرت عمرؓ نے زیدؓ بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن ارقم کو اپنا کاتب مقرر کیا تھا حضرت عثمانؓ کے عہد میں مروان بن حکم اس عہدہ پر فائز تھے۔ حضرت علیؓ نے اس عہدہ کا قلمدان حضرت عبداللہ بن رافع کے سپرد کیا تھا۔

جیل خانے عہدِ فاروقیؓ سے پہلے عرب میں جیل خانوں کا رواج نہ تھا۔ غالباً اس کی تلافی کے لئے جرائم کی سخت سزائیں مقرر تھیں۔ حضرت عمرؓ نے جیل خانے قائم کئے مکہ میں صفوان بن امیہ کا گھر خرید کر اسے جیل خانہ بنایا۔ اس کے علاوہ اضلاع میں بھی جیل خانوں کے نام ملتے ہیں۔

رفاہ عام حضرت عمرؓ کے عہد میں مسجد حرام بڑھائی گئی۔ انہوں نے بیت المقدس میں بھی مسجد تعمیر کروائی۔ اس کے علاوہ کل ممالک اسلام میں ان کے عہد میں تقریباً چار ہزار مسجدیں بنائی گئیں۔ اسلامی مرکزوں میں امراء اور اعمال کے لئے مکانات، فوجی چھاؤنیاں مہمان خانے دفاتر اور خزانے تعمیر ہوئے۔ مدینہ سے مکہ تک کا راستہ انہوں نے درست کرایا اور اس میں جا بجا سرائیں بنوا دیں۔ آبپاشی اور دیگر ضروریات کے لئے متعدد نہریں نکلوائیں۔ جن میں نہر ابوموسیٰ، نہر معقل، نہر سعد، نہر امیر المومنین خاص طور پر مشہور ہیں نہر امیر المومنین کھدوا کر دریائے نیل کو ستر میل کھدوا کر بحیرہ قلزم سے ملا دیا تاکہ کشتیوں کے ذریعے غلہ مدینہ تک آسکے خلفائے راشدین کے عہد میں بصرہ، کوفہ، فسطاط، موصل اور جزیرہ میں متعدد شہر آباد کئے گئے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مسجد حرم اور مسجد نبویؐ میں اضافہ کیا گیا۔ مدینہ اور کوفہ وغیرہ میں ضیافت خانے قائم ہوئے اور جا بجا راستے اور دریاؤں کے پل بنائے گئے۔ ملک شام میں جہازوں کی تعمیر کا کارخانہ قائم ہوا۔ جہاں لبنان کے جنگلات سے درخت کاٹ کر پہنچائے جاتے تھے۔ اور کشتیاں تیار ہوتی تھیں۔

سکہ عرب میں اسلام سے قبل سونے اور چاندی کے ایرانی اور رومی سکے رائج تھے۔ رسول کریم صلعم اور خلیفہ اول کے وقت میں یہی سکے چلتے تھے۔ جب ایران فتح ہو گیا تو ۱۸ھ میں حضرت عمرؓ کے حکم سے ایرانی سکے کے نمونے پر مختلف وزن کے درہم ڈھالے گئے۔ نقش میں تبدیلی کر دی گئی۔ کسی پہ لا الٰہ الا اللہ کسی پر محمد رسول اللہ اور کسی پر صرف عمر

Marfat.com

تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں جو درہم ڈھالے گئے ان کا نقش "اللہ اکبر" تھا۔

ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت

رسول کریم صلعم نے آخر وقت ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی بڑی تاکید فرمائی۔ اس لئے خلفائے راشدین ان کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ عہد رسالت میں ان کے حقوق متعین ہو چکے تھے۔ نئے ذمیوں کو بھی وہی حقوق عطا فرمائے۔ چنانچہ حیرہ کے عیسائیوں کو از روئے معاہدہ یہ حقوق دیئے کہ ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہیں کئے جائیں گے اور نہ ان کا کوئی قصر گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں۔ ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہوگی اور نہ تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے روکے جائیں گے۔ (کتاب الخراج قاضی ابو یوسف) جزیہ کی شرح نہایت آسان تھی، اپاہج نادار ذمیوں کی کفالت کا بیت المال ذمہ دار تھا۔

ذمیوں کی جان و مال عزت ویسے ہی محفوظ تھی جیسے مسلمانوں کی اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی جان و مال اور عزت کو نقصان پہنچاتا تو اسے سزا دی جاتی۔ تعزیرات کا قانون ذمی اور مسلمانوں کے لئے یکساں تھا۔ اس میں دونوں کا درجہ مساوی تھا۔ جرائم کی جو سزا ذمی کو دی جاتی وہی مسلمان کو دی جاتی تھی۔ دیوانی قانون میں بھی ذمی اور مسلمان برابر تھے۔

ذمیوں کے شخصی معاملات ان کی اپنی شریعت اور قانون کے مطابق طے کئے جاتے تھے۔ اسلامی قانون ان پر نافذ نہیں کیا جاتا تھا۔

ذمی فوجی خدمات سے مستثنیٰ تھے اور دشمن سے ملک کا دفاع کرنا تنہا مسلمانوں کے فرائض میں شامل تھا۔

اشاعت تعلیم

قرآن مجید عہد رسالت میں ۲۳ سال تک تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت نازل ہوتا رہا۔ رسول کریم صلعم اس کو لکھواتے بھی رہے اور صحابہ کو زبانی یاد بھی کرا دیتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو بہت سے صحابہؓ پورے قرآن کے حافظ اور سینکڑوں ایسے تھے جن کو زیادہ تر حصے یاد تھے۔ یہ لوگ حفاظ اور قرار کہے جاتے تھے۔

مسیلمہ کذاب کی لڑائی میں تقریباً چار سو حفاظ اور قرار شہید ہو گئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے سوچا کہ اگر اسی طرح حاملان قرآن ختم ہوتے چلے گئے تو قرآن کس طرح محفوظ رہے گا۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ قرآن پورا ایک جگہ لکھ کر محفوظ کر لیا جائے۔ انہوں نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو جو کاتب وحی تھے اس کام کے لئے منتخب فرمایا۔ حضرت زیدؓ نے ممتاز صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر اس کی تمام سورتوں کو جو متفرق صحیفوں، تختیوں، کھجور کے پتوں اور اونٹ کی ہڈیوں پر لکھی ہوئی تھیں نہایت احتیاط کے ساتھ کتابی شکل میں جمع کر لیا۔ یہ مصحف حضرت ابوبکرؓ

Marfat.com

کے پاس رکھ دیا گیا۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جا بجا معلمین مقرر کئے گئے کہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور کتابت سکھائیں۔ بعض بعض اہل علم صحابہؓ قرآن و سنت کی تعلیم کیلئے مختلف دیار و امصار میں بھیجے گئے۔ بعض حالتوں میں جبری تعلیم کا انتظام کیا۔ چنانچہ ایک شخص کو جس کا نام ابو سفیان تھا خاص اس کام پر مامور کیا کہ بدوؤں کے قبائل میں دورہ کر کے ہر شخص کا امتحان لے اور جسے قرآن مجید یاد نہ ہو اسے سزا دے (صحابہ تذکرہ ادیس بن خالد) جب شام فتح ہوا تو آپ نے حضرت عبادہ بن صامت کو حمص اور حضرت ابو الدرداء کو دمشق اور معاذ کو فلسطین تعلیم قرآن کے لئے بھیجا۔ اس کے بعد حضرت عبادہ بن صامت بھی فلسطین چلے گئے

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبادہ بن صامت)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو ان کے ساتھ حضرت عمران بن حصین کو بھی فقہ اور قرآن کی تعلیم کے لئے روانہ کر دیا۔ (فتوح البلدان ص ۳۸۴) حضرت عمرؓ نے قرآن پاک کی تعلیم کے ساتھ صحت تلفظ کا بھی نہایت اہتمام کیا۔ ہر جگہ تاکیدی حکم بھیج دیا کہ جو شخص علم لغت کا ماہر نہ ہو وہ قرآن مجید نہ پڑھانے جائے۔ (کنز العمال ص ۲۲۶) حضرت عثمانؓ کے زمانے میں حذیفہ بن یمان نے جو آذربائیجان کی لڑائی میں شریک تھے جب نو مسلم اہل عجم کا قرآن سنا اور اس میں قرأت کے اختلافات دیکھے تو گھبرا کر عجلت کے ساتھ مدینہ میں آئے اور خلیفہ سے کہا کہ جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی آسمانی کتابوں میں اختلافات پیدا کر دیئے تھے مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسی طرح مسلمان بھی قرآن میں اختلافات نہ کر دیں۔ ابھی وقت ہے جلد خبر لیجئے۔

حضرت عثمانؓ نے وہی مصحف جو حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں لکھا گیا تھا اور جس کو حضرت عمرؓ اپنی وفات کے وقت اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے حوالہ کر گئے تھے منگایا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن عاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارثؓ کو مقرر کیا کہ اس کو نقل کریں۔ حضرت زید بن ثابتؓ کے سوا باقی تینوں شخص قریش میں سے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا اگر تم لوگوں میں کسی لفظ کی کتابت میں اختلاف واقع ہو تو قریش کی زبان کی رو سے فیصلہ کرنا کیونکہ یہی زبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی اور اسی میں قرآن مجید نازل ہوا۔ جب ان لوگوں نے متعدد نسخے لکھ لئے تو ہر صوبے میں ایک ایک نسخہ بھیج دیا اور حکم لکھا تھا کہ اسی کے موافق قرأت رکھی جائے۔ اصل نسخہ ام المومنین حفصہ کے پاس واپس بھیج دیا۔

تعلیم قرآن و سنت کا سلسلہ عہد عثمانؓ میں بھی بدستور بلکہ زیادتی کے ساتھ جاری رہا۔

Marfat.com

معلمین کو ہدایت تھی کہ وہ صحت اعراب کا لحاظ رکھیں۔ علاوہ بریں قرآن سمجھنے کے لئے عربی اشعار اور لغات کی بھی تعلیم دیں۔

حدیث | عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں جب قرآن کریم محفوظ ہو گیا تو حدیث رسول اللہ صلعم کی تحریری اشاعت عام ہوئی۔ فتوحات اسلامیہ کے سلسلے میں صحابہ کرام دور دراز علاقوں میں پھیل گئے اور جہاں گئے علوم نبوت کو بھی ساتھ لے کر گئے۔ چنانچہ شام، مصر اور عراق وغیرہ کے بڑے بڑے شہروں میں حدیث کی درس گاہیں قائم ہوئیں۔ عہد خلافت راشدہ میں ذوق حدیث کا یہ حال تھا کہ لوگ ایک ایک حدیث کے سننے کے لئے سینکڑوں میل سفر کرتے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں منقول ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن انیس سے صرف ایک حدیث سننے کے لئے ایک مہینہ کی مسافت (شام) کا سفر اختیار کیا۔ اس طرح حضرت ابو ایوب انصاری نے عقبہ بن عامر سے ایک حدیث سننے کے لئے ایک طویل سفر اختیار کیا اور ایک دوسرے بزرگ نے ابو درداء سے ایک حدیث سننے کے لئے مدینہ سے دمشق کا سفر اختیار کیا۔

کتب حدیث کے بقید ابواب فصول کی تدوین اگرچہ بہت بعد کا مرحلہ ہے تاہم اس میں بعض علماء صحابہ و تابعین نے اپنے حدیث کے ذخیرے صحیفوں کی صورت میں محفوظ کئے۔ اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا نام قابلِ ذکر ہیں۔ (مفتاح السنۃ ص ۱۹)

فقہ | قرآن کریم اور حدیث کے بعد فقہ کا نمبر ہے۔ عہد رسالت کے بعد پیش آنے والے حوادث کے متعلق فقہاء صحابہ نے جو احکام کتاب و سنت سے استنباط کئے وہ فقہ کہلاتے ہیں۔ گویا فقہ قانون اسلامی کے "بائی لاز" ہیں۔ خلفاء راشدین خود فقیہہ تھے، بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت تو معروف و مشہور ہے۔ ان کے علاوہ ان کے مشیران خصوصی بھی آئمہ فقہ تھے۔ جب کوئی نیا مسئلہ زیر بحث آتا تو خلفائے راشدین اس جماعت سے مشورہ کر کے اس کا فیصلہ کرتے پھر اس کا اعلان عام کر دیا جاتا۔ خلفائے راشدین مختلف موقعوں پر جو خطبے ارشاد فرماتے ان میں بھی مسائل ضروریہ کا بیان ہوتا یہ خطبے چونکہ بڑے بڑے اجتماعات میں ہوتے تھے اس لئے ان مسائل کی خوب تشہیر ہو جاتی۔ پھر تعلیم فقہ کے لئے مقبوضات اسلامیہ کے مختلف شہروں میں فقہا صحابہ کو بھی بھیجا گیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود کو کوفہ، عبداللہ بن مغفل اور عمران بن حصین کو بصرہ عبادہ بن صامت معاذ بن جبل اور ابو درداء کو شام اور حبان بن جبلہ کو مصر بھیجا۔ ان حضرات

Marfat.com

جس سے ہزارہا تشنگان علم نے اپنی پیاس بجھائی اور کئی شہر فقہ اسلامی کے مرکز بن گئے۔

نحو علوم

فہم قرآن کے لیے ادب عربیت کی تعلیم لازمی کردی اور حکم دیا کہ جو لغت عرب کا عالم نہ ہو وہ قرآن نہ پڑھائے (کنز العمال ج ۱، ص ۲۲۸)

حضرت عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ نے قرآن وسنت کی روشنی میں فرائض کو ایک مستقل علم کی حیثیت سے مدون کیا۔

حضرت علیؓ نے نحو ایجاد کیا۔ ایک شخص کو قرآن کریم غلط پڑھتے دیکھ کر آپ کو خیال آیا کہ ایسا علم ایجاد کیا جائے جس سے اعراب کی غلطیوں سے بچا جا سکے۔ چنانچہ آپ نے ابو الاسود دوئلی کو اپنی زیر ہدایت اس علم کی تدوین پر مامور کیا۔

عہد خلافت میں معاشرتی سیاسی اقتصادی تمدنی حالت

معاشرتی حالت: اقتصادی ترقی کی وجہ سے معاشرہ تین طبقوں میں تقسیم ہوگیا۔ اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں تینوں طبقوں میں اتنا بُعد پیدا نہیں ہوا تھا کہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت رکھیں۔ جب حضرت عمرؓ کا دور ختم ہوا حضرت عثمانؓ کا دور شروع ہوا تو حضرت عثمانؓ کا ابتدائی دور بھی خیر و عافیت سے گزر گیا لیکن ان کے آخری عہد خلافت میں طبقاتی کش مکش شروع ہو گئی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے سرمایہ داروں کے خلاف پرچار کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح مسلمانوں کی یک جہتی اور اتحاد میں رخنہ پڑنا شروع ہو گیا۔ امراء لوگ پختہ مکانوں میں رہتے اور ان کے مکانوں میں ہر قسم کی زیبائش اور آرائش کا سامان ہوتا تھا۔ باریک کپڑے پہنتے تھے اور نئی قسم کے کھانے کھاتے تھے۔ اس کے برعکس ادنیٰ طبقہ کے کھانے پینے اور رہائش میں کوئی نمایاں فرق نہ آیا۔ وہ لوگ کرتہ، کمر پر چمڑے کی پیٹی اور اونٹ کے بالوں کی ڈھیلی عبا پہنتے تھے۔ سروں پر عقال پہنتے تھے۔

غلامی کا خاتمہ: قرون وسطیٰ میں غلام کی حیثیت پالتو جانور کی تھی۔ آقا کو اختیار تھا کہ اس کو زندہ مار ڈالے، غلامی ایسی لعنت بن چکی تھی کہ اس سے نجات پانا ناممکن تھا۔ اسلام نے بتدریج غلامی کا خاتمہ کیا۔ دور خلافت میں غلامی کا خاتمہ ہوگیا چنانچہ حضرت عمرؓ نے غلامی کے خاتمے کے لیے کئی ایک اقدامات اختیار فرمائیں۔ آپؓ نے کسی عرب کو غلام بنانے کی اجازت نہیں دی۔ جنگوں میں ماسوائے چند مقامات کے اور کسی جگہ غلام بنانے کی اجازت نہیں دی۔ ابدازاں مستثنیٰ جنگوں کے غلاموں کو بھی آزاد

Marfat.com

کر دیا گیا۔ ہر غلام کو یہ اختیار تھا کہ وہ اپنے مالک سے معاہدہ کر لیں کہ وہ مزدوری کر کے اپنی قیمت قسط وار ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔ کفارہ فدیہ کے وسائل حریت اس کے علاوہ تھے۔ بیت المال سے غلاموں کی آزادی کا انتظام کیا جاتا رہا۔ اس طرح خلافت کے دور مسعود میں صدیوں کی غلامی کی رسم ختم ہو گئی۔

عورت کا مقام خلافت راشدہ میں عورت کو وہی مقام حاصل تھا جو رسول کریم صلعم کے عہد مبارک میں تھا۔ عورت کو قدر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کے حقوق کی نگہداشت کی جاتی تھی۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے متعلق شکایت کرتی تو اس کا ازالہ کیا جاتا تھا۔ اب عورت گھر کا تمدن بن گئی تھی۔ کثرت ازدواج پہ پابندی لگائی جا چکی تھی۔ عورت کی آبرو کی حفاظت کا بھی سختی سے اہتمام و انتظام تھا۔ عورت کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی۔ ملکی معاملات میں عورتیں دلچسپی لیتی تھیں۔ جنگوں میں شریک ہوتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

قبائلی نظام خلافت راشدہ میں قبائلی نظام پھر ابھرنا شروع ہو گیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی بگڑی ہوئی شکل (فتنہ ارتداد) کا قلع قمع کیا۔ حضرت عمرؓ نے قبائلی نظام کے اثرات کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اس نظام کا خاتمہ نہ ہو سکا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان تصادم شروع ہو گیا۔ جب ان کی شہادت واقع ہوئی تو قبائلی تعصب نے مسلمانوں میں افتراق پیدا کر دیا۔ امویوں کے عہد حکومت میں شمالی و جنوبی قبائل کے درمیان جنگ مستقل شکل اختیار کر گئی۔

سیاسی حالت حضرت ابوبکرؓ کے عہد سے حضرت عثمانؓ کے ابتدائی دور تک اسلامی فتوحات کا برابر سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ بڑی بڑی حکومتیں مسلمانوں کی فوجی طاقت کے سامنے گرتی چلی جا رہی تھیں۔ مشرق میں اسلامی حکومت کا غلبہ روس ترکستان تک پہنچ چکا تھا۔ افغانستان کے بیشتر علاقے اسلامی حکومت کے زیر نگین آ چکے تھے۔ مجاہدین کی نگاہیں ہندوستان کی طرف اٹھ رہی تھیں تو بدقسمتی سے مسلمانوں میں اختلافات رونما ہو گئے۔ ان اختلافات نے مسلمانوں کے شیرازہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ وہ تلواریں جو مخالفین کے لئے میانوں سے باہر آتی تھیں۔ اب وہ مسلمانوں کے خون سے رنگی جانے لگیں۔ لاکھوں توحید پرست سیاسی اختلافات کی وجہ سے لقمۂ اجل بنے اگر مسلمانوں میں اس وقت اختلاف رونما نہ ہوتا تو مجاہدین دعوت اسلام کو تمام یورپ اور افریقہ کے جنوبی کناروں تک پہنچا دیتے۔ اس اختلاف نے مجاہدین کے قدموں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

Marfat.com

اقتصادی اور تمدنی حالت اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی جوں جوں فتوحات کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہتر ہونی شروع ہو گئی۔ خلفاء راشدین کے ادوار میں فتوحات کا سلسلہ اتنا وسیع ہو گیا کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت کا نقشہ ہی بدل گیا جس کی وجہ سے رہنے سہنے میں تبدیلی واقع ہو گئی۔ مسلمانوں نے پکے مکان بنوانے شروع کر دیئے۔ ان میں زیبائش کا اعلیٰ سامان رکھا جانے لگا جس نے آرام کوشی کو رواج دیا۔

لباس اور خوراک میں تبدیلی رونما ہو گئی۔ عرب عام طور پر جو کی روٹی کھاتے تھے جب فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا تو میدے کی سفید روٹی اور پرندوں کا گوشت کھانے لگے۔ باریک کپڑا استعمال کرنے لگا۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے اپنے عمال کو باریک کپڑا پہننے کی ممانعت کر دی۔ خلافت راشدہ میں عورتوں کا پردہ موجود تھا۔ اور انہیں پورے حقوق اور آزادی حاصل تھی۔

خلفائے راشدین کے عہد میں اشاعت اسلام

خلافت راشدہ میں عموماً مسلمان تعلیم نبویؐ کا صحیح نمونہ اور پیکر اسلام تھا۔ اس لئے جہاں جہاں اہل اسلام پہنچے وہاں کے لوگ نہ صرف ان کی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے بلکہ ان کے خلوص کو دیکھ کر اسلام کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ شام، مصر، عراق، ایران کے باشندوں نے جب ان کے تقویٰ نیکی وفاداری اور حسن معاملات اور سب سے بڑھ کر مخلوق کی ہمدردی کو دیکھا تو دین اسلام کی خوبیوں کے قائل ہو کر کثرت سے مسلمان ہو گئے۔
مسلمان ہو گئے۔

جنگ شام میں دمشق کا بطریق خود حضرت خالد کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ اس کو دیکھ کر جو لوگ اس کے اثر میں تھے سب مسلمان ہو گئے۔ اس طرح مصر کا ایک رئیس شیطا پہلے سے اسلام کا گرویدہ تھا۔ جب اسلامی فوج وہاں پہنچی تو وہ مع دو ہزار آدمیوں کے اسلام لایا۔

Marfat.com

اہم سوالات

۱۔ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت پر روشنی ڈالیے اور ان کی مشکلات کا ذکر کیجیے؟

۲۔ جنگ جمل کے اسباب و واقعات اور نتائج مفصل طور پر بیان کیجیے؟

۳۔ مسلمانوں کی پہلی خانہ جنگی کی کیا وجوہات تھیں اور اس جنگ نے کونسے اثرات چھوڑے؟

۴۔ جنگ صفین کے اسباب و واقعات بیان کیجیے نیز ثالثوں کی تقرری کے معاملے کا تذکرہ کیجیے؟

۵۔ خوارج کون تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف کیوں بغاوت کی۔ ان کے مذہبی اور سیاسی عقائد بیان کیجیے؟

۶۔ حضرت علیؓ کی سیرت اور کارناموں پر مفصل بحث کیجیے؟

۷۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیے؟
امام حسن ۔ معاہدہ تحکیم ۔ جنگ نہروان ، حضرت علیؓ کی شہادت۔

۸۔ خلافت راشدہ کے نظام مملکت کا اجمالی جائزہ پیش کیجیے؟

Marfat.com

عہدِ بنو امیہ

معاویہ بن ابوسفیان

بانی دولت امویہ

۴۱ھ — ۵۹ھ

۶۶۱ — ۶۶۹

حالاتِ زندگی حضرت امیر معاویہؓ ابوسفیان بن حرب کے بیٹے تھے۔ ہجرت سے پندرہ سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ قبیلہ قریش کی شاخ بنوامیہ میں سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اموی قریشی ان کا نسب پانچویں پشت عبد مناف پر پہنچ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

ظہور اسلام کے زمانہ میں امیر معاویہ کے والد ابوسفیان سپہ سالاری کے عہدہ پر تھے۔ اس لیے جنگ بدر کے بعد مسلمانوں کے ساتھ جتنی لڑائیاں لڑی گئی ہیں۔ ان میں وہ کفار مکہ کے لشکر کے قائد ہوتے تھے۔ ان لڑائیوں میں حضرت معاویہ کا نام کہیں نظر نہیں آتا۔ غالباً اس کی وجہ ان کی کم سنی تھی۔ فتح مکہ کے بعد آپ کے والد اپنے خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضرت معاویہ کی عمر تیئس سال[1] تھی۔ امیر معاویہ پڑھے لکھے عقلمند، زیرک نوجوان تھے۔ رسول کریم صلعم نے جوہر قابل دیکھ کر کاتبانِ وحی میں شامل کر لیا۔ اطراف ملک سے جو وفود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان کی مہمانداری بھی آپ ہی کے سپرد تھی۔ غزوہ حنین اور محاصرہ طائف میں شریک ہوتے

ان کے کارناموں کا آغاز حضرت ابوبکرؓ کے عہد سے ہوتا ہے۔ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جب لشکر اسلام نے ملک شام پر چڑھائی کی۔ تو ان کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان کی زیر قیادت بھی ایک فوج دمشق کی طرف بھیجی گئی۔ امیر معاویہ کو اپنے بھائی کی امداد کے لیے اس فوج کے ایک دستہ کا افسر بنا دیا گیا۔ اور ان کو بھی شجاعت کے کارنامے

---

[1] بعض مورخین نے پچیس ۲۵ سال عمر لکھی ہے۔

Marfat.com

دکھانے کا موقع ملا۔ اور بعض موقعوں پر انہوں نے فوج کی قیادت کے فرائض بھی انجام دیے۔ شام کے ساحلی شہروں صیدا، عرقہ، بیروت کی فتوحات میں مقدمۃ الجیش کے افسر یہی ہے۔ عرقہ انہی کی کوششوں سے فتح ہوا[1] اور قیساریہ کے معرکہ کا سہرا جس میں اسی ہزار رومی قتل ہوئے آپ ہی کے سر رہا[2]۔ حضرت عمرؓ نے ان کی عمدہ کارگزاری اور ذہانت اور فطانت دیکھ کر انہیں اردن کا حاکم مقرر کر دیا۔ ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں یزید بن ابی سفیان کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے ان کی جگہ معاویہ کو حاکم مقرر کر دیا۔ آپ کے دورِ گورنری میں دمشق نے زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کی۔ سرحدی علاقہ ہونے کی وجہ سے سیاسی اور انتظامی لحاظ سے یہ بہت ضروری تھا کہ مسلمانوں کا ظاہری دبدبہ اور رعب و داب بھی دشمنوں کے دلوں پر قائم رہے۔ اس لیے آپ نے ظاہری شان و شوکت کے طریقے بھی اختیار کیے[3]۔

حضرت عثمان نے اپنے عہد میں امیر معاویہ پورے ملک شام کے والی مقرر کر دیا۔ ماتحت عمال کا عزل و نصب انہی کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عثمان کے دور میں آپ نے بڑے بڑے کارنامے نمایاں انجام دیئے۔ اس دور میں آپ نے طرابلس الشام فتح کیا۔ عموریہ پر فوج کشی کی۔ ایشیائے کوچک میں شامی سرحدوں کے قریب کے دو رومی قلعے فتح کیے۔ پھر قبرص پر بحری حملہ کرنے کے لیے بحری بیڑا تیار کرنے کی اجازت حضرت عثمان سے طلب کی اور قبرص فتح کے بعد سنگنائے قسطنطنیہ تک بڑھتے چلے گئے۔ ۳۱ھ میں قیصر روم قسطنطنیہ نے ایک بہت بڑا جنگی بیڑا جس میں قریبًا پانچ سو جہاز تھے۔ سواحل شام پر حملہ کے لیے بھیجا اس بیڑے کی قیادت خود قیصر روم کر رہا تھا۔ حضرت امیر معاویہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ بھی بذات خود اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ بحریہ کی قیادت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ہاتھ میں تھی۔ سطح سمندر پر خون ریز جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ کشتیوں کا خون ساحل تک بہتا ہوا نظر آیا۔ بے شمار رومی مارے گئے اور مسلمان بھی بہت شہید ہوئے۔ رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اس لڑائی کا یہ اثر ہوا کہ اہل روم کو پھر کبھی مسلمانوں پر بحری حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی[4]۔ اس زمانہ میں حضرت امیر معاویہ نے شام میں بحیرہ روم کے ساحل پر اور انطاکیہ سے لے کر طرطوس تک فوجی نوآبادیاں قائم کیں[5] جس سے آپ کو اسلامی حکومت کا دفاع مضبوط ہو گیا۔ دوسرے مسلمان دور دراز علاقوں تک پھیل گئے۔

۳۵ھ میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۳ [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۳ [3] طبری ص ۲۹۶ [4] الکامل ابن الاثیر جلد ۳ صفحہ [5] الکامل لابن اثیر جلد ۳ ص ۴۴

امیر معاویہؓ کو شام کی ولایت سے معزول کر دیا۔ مگر امیر معاویہ نے حضرت علی کے احکامات کو تسلیم نہ کیا۔ اور ان پر حضرت عثمان کی مدافعت سے پہلوتہی اور ان کے قاتلوں کی حمایت کا الزام لگایا۔ اہل شام نے قصاص عثمان کے مطالبہ پر امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

میدان صفین میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی فوجوں میں لڑائی ہوئی۔ اور آخر کار اس فیصلہ پہ لڑائی ملتوی ہوئی کہ دونوں طرف سے دو ثالث مقرر کیے جائیں اور وہ جو کچھ فیصلہ کریں۔ اس پر دونوں فریقین کار بند ہوں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص حکم مقرر ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت علی اور امیر معاویہ دونوں کو معزول کر دیا لیکن عمرو بنؓ العاص نے حضرت علی کو تو معزول کر دیا لیکن امیر معاویہ کو برقرار رکھا۔ حضرت علیؓ نے اس نامنصفانہ اور غیر عادلانہ فیصلہ کو تسلیم نہ کیا۔ پھر امیر معاویہ سے لڑنے کے لیے آمادہ ہوئے لیکن آپ کی فوج نے ساتھ نہ دیا۔ آخر کار اہل شام نے امیر معاویہ کو اور اہل عراق نے حضرت علی کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ ۴۰ھ / ۶۶۱ء میں حضرت علی ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اور ۴۱ھ / ۶۶۱ء میں حضرت حسن نے حق خلافت سے دست بردار ہو کر اپنے بے نظیر ایثار سے اس خانہ جنگی کا خاتمہ کر دیا۔ اور امیر معاویہ بلا شرکت غیرے تمام اسلامی مملکت کے خلیفہ بن گئے۔

تین سیاسی جماعتیں جس وقت حضرت امیر معاویہ نے زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ اس وقت میدان سیاست میں تین سیاسی جماعتیں تھیں۔

۱۔ حامیان بنی امیہ یہ وہ لوگ تھے جو ابتداً قصاص عثمان کا مطالبہ لے کر اٹھے تھے اور حضرت علی پر شہادت عثمان کا الزام لگا کر ان کی بیعت نہ کی۔ اور انہوں نے حضرت امیر معاویہ کو حضرت عثمان کا جانشین کی حیثیت سے خلیفہ تسلیم کیا۔ یہ تمام اہل شام اور کچھ دوسرے شہروں کے باشندے تھے۔

۲۔ شیعان علی یہ خلافت کو صرف اہل بیت کا حق سمجھتے تھے اور حضرت امیر معاویہؓ کے سخت مخالف تھے۔ لیکن امام حسنؓ کی دست برداری کے بعد وہ پست ہمت ہو گئے۔ اس لیے وہ امیر معاویہ کے عہد میں خاموش رہے۔ یہ لوگ زیادہ تر اہل عجم، اہل عراق اور اہل مصر تھے۔

۳۔ خوارج یہ فرقہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ دونوں کو گمراہ اور ان کے حامیوں کو واجب القتل سمجھتا تھا۔ یہ گروہ اگرچہ تعداد میں تھوڑے تھے مگر اپنے عقائد میں بڑے پختہ عمل پر نہایت ثابت قدم تھے۔ حضرت امیر معاویہ کی مصالحانہ پالیسی خارجیوں کے بارہ میں کامیاب نہ ہو سکی۔ یہ جماعت برابر ملک میں بدامنی پھیلاتی رہی۔

Marfat.com

خارجیوں کی شورش

۴۱ھ / ۶۶۱ء میں ایک خارجی فردہ بن نوفل اشجعی پانچ سو افواج کے ساتھ کوفہ کے قریب علم بغاوت بلند کیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو لیکر مقابلہ کے ارادہ سے مقام نخیلہ میں آکر ٹھہرا۔ امیر معاویہ نے اس مقابلہ کے لیے شامیوں کی ایک جماعت بھیجی۔ لیکن فردہ نے اسے شکست فاش دی۔ امیر معاویہ کا گمان تھا کہ اس میں اہل کوفہ کا بھی ہاتھ تھا۔ اس لیے انہوں نے ان کو لکھ بھیجا کہ "اس کی ذمہ داری تمہارے اُوپر ہے اگر تم لوگ فردہ کو گرفتار کرکے حوالہ نہ کروگے تو اس کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑے گا۔" اس حکم پر اہل کوفہ نے فردہ کو زندہ گرفتار کرکے کوفہ لے آئے۔ اب خوارج نے عبداللہ بن ابی الحوساء کو جو بنی طے کے قبیلہ کا تھا۔ اپنا سردار بنالیا۔ اہل کوفہ نے پھر مقابلہ کیا۔ ابن ابی الحوساء بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔ اس کے قتل کے بعد جونثرہ بن ودداع کے ہاتھ میں خوارج کی قیادت آئی۔ امیر معاویہ نے عبداللہ بن عوف کو مقابلہ کے لیے بھیجا جو نثرہ مارا گیا۔ لیکن خارجیوں کے پائے ثبات میں ذرا بھر بھی لغزش نہ آئی۔ ایک سردار مارا جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔ اس طرح ان کی شورش کا ایک سلسلہ جاری تھا۔

خارجیوں کی متواتر ہنگامہ آرائی دیکھ کر امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو جو بڑے آزمودہ کار اور مدبّر تھے۔ خارجیوں کی طاقت توڑنے اور ان کی ہنگامہ آرائیوں کے دروازے بند کرنے کے لیے کوفہ کا والی مقرر کیا۔ ان کے آنے کے بعد بھی کچھ دنوں تک خوارج شورش برپا کرتے رہے اور شبیب بن بجرہ، معین بن عبداللہ، ابی مریم اور ابی لیلیٰ وغیرہ نے سر اٹھایا لیکن مغیرہ بن شعبہ نے ایک سال کے اندر ان کی طاقت کو خاک میں ملا دیا۔

۴۳ھ میں ایک خارجی سردار مستورد بن علقمہ نے ایک سازش کی کہ یکم شوال ۴۳ھ کو جب لوگ نماز عید میں مشغول ہوں۔ تو ان پر اچانک حملہ کردیا جائے۔ مگر مغیرہ بن شعبہ کو بروقت اطلاع ہوگئی۔ انہوں نے اس سازش کو ناکام بنادیا۔ اور جس گھر میں یہ سازش ہو رہی تھی۔ اس کا محاصرہ کرالیا۔ مستورد تو نکل گیا اور اس کے گروہ کے چند آدمی گرفتار کرکے قید کردیئے گئے۔ مغیرہ نے اہل کوفہ کو جمع کرکے حسب ذیل تقریر کی۔

"لوگو! میں ہمیشہ تمہارے لیے عافیت پسند کرتا ہوں اور تکلیفوں اور مصیبتوں کو تم سے روکتا ہوں۔ مجھ کو خطرہ ہے کہ میرے اس طرز عمل سے احمق لوگ بد آموز نہ ہو جائیں۔ البتہ اچھے اور حلیم آدمیوں سے اس کی امید نہیں ہے۔ خدا کی قسم مجھے ڈر ہے کہ میں جاہل احمقوں کے ساتھ سنجیدہ، بھلے اور ناکردہ گناہ لوگوں کے مواخذہ پر مجبور نہ ہو جاؤں۔ اس سے پہلے کہ تم پر کوئی عام مصیبت آئے اپنے احمقوں کو روکو۔ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ نفاق اور مخالفت کا بیج بو رہے ہیں۔ خدا کی قسم وہ لوگ عرب کے جس قبیلہ سے ہوں گے۔ میں ان کو ہلاک کرڈالوں گا۔ اور ان کو ان کے بعد والوں کے لیے

Marfat.com

عذاب کا نمونہ بنا دوں گا۔" ان کی تقریر کے بعد ایک سردار معقل بن قیس نے کہا، آپ ایسے لوگوں کا ہم کو پتہ بتائیے اگر وہ ہماری جماعت سے ہیں۔ تو آپ اطمینان رکھیں ہم خود اس کا تدارک کر لیں گے اور اگر ہم میں سے نہیں ہیں۔ تو ہم اپنے قبائل کو حکم دیں گے کہ وہ اپنے عاقبت نااندیش لوگوں کو پکڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر کریں۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ مجھے ان لوگوں کے نام نہیں معلوم۔ معقل نے کہا تو پھر ہر قبیلہ کا سردار اپنے اپنے قبیلہ کی ذمہ داری لے۔ اور میں اپنے قبیلہ کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ اس تجویز پر مغیرہ نے تمام قبائل کے سرداروں کو بلا کر کہا کہ تم لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے ذمہ دار ہو۔ ورنہ اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

اس تہدید پر قبائل کے سرداروں نے اپنے اپنے شورش پسند عناصر کی نگرانی شروع کر دی۔ مغیرہ کی سختیوں سے تنگ آ کر مستورد اپنے قبیلہ کو چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ مغیرہ نے معقل کو اس کی سرکوبی کے لیے مامور کیا۔ ان میں اور مستورد میں بڑے بڑے معرکے ہوتے۔ ان معرکوں میں خارجی غالب رہے اور اگرچہ ایک لڑائی میں مستورد مارا گیا اور معقل بھی قتل ہوا۔ مستورد کے قتل کے بعد خوارج کا زور ٹوٹ گیا۔

زیاد بن ابی سفیان

زیاد شیعیان علی میں سے تھا۔ اور ان کی طرف سے فارس کا والی تھا۔ یہ امیر معاویہ کا سخت مخالف تھا۔ اس نے امیر معاویہ کی خلافت تسلیم نہ کی تھی۔ اور اسے ہر طرح سے اپنے حلقۂ اثر میں لانے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوئے تھے۔ امیر معاویہ کو فارس میں اس کے اثر و رسوخ کا حال معلوم تھا۔ مغیرہ بن شعبہ امیر معاویہ سے ملنے آئے تو امیر معاویہ نے زیاد کی طرف سے خدشہ کا اظہار کیا۔ مغیرہ نے زیاد کو ہموار کرنے کی خدمت اپنے ذمہ لے لی۔ مغیرہ، زیاد کے پاس گیا اور اسے سمجھایا کہ امام حسنؓ کی دست برداری کے بعد خلافت تو امیر معاویہ کے ہاتھ میں آگئی ہے بہتر یہ ہے۔ تم ان سے مصالحت کر لو۔ اس وقت وہ اس کے خواہشمند بھی ہیں اس لیے تمہاری ہر شرط مان لی جائے گی۔ زیاد نے مغیرہ کے مشورہ کو تسلیم کر لیا۔ امیر معاویہ نے مغیرہ کی واپسی کے بعد زیادہ کو امن نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ سنہ ۴۲ھ میں وہ ان کے پاس چلا آیا۔ اور فارس کی آمدنی اور خرچ کا جو حساب پیش کیا۔ امیر معاویہ نے اس کی تصدیق کر دی۔ اور اسے مغیرہ کی مدد کے لیے کوفہ بھیج دیا۔ پھر سنہ ۴۴ھ میں بعض شہادتوں کی بنا پر کہ ابوسفیان نے زمانہ جاہلیت میں اس کی ماں سے نکاح کیا تھا اسے اپنا سوتیلا بھائی تسلیم کر لیا۔ عام خیال یہ ہے کہ یہ محض امیر معاویہ کی سیاسی چال تھی۔ ورنہ درحقیقت وہ ابوسفیان کا لڑکا نہ تھا۔

بصرہ کی ولایت

عراق کا پورا خطہ شورش پسند اور فتنہ پرداز واقع ہوا تھا۔ یہاں کے والی عبداللہ بن عامر بہت نرم خو تھے اور کسی پر سختی کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

Marfat.com

وہ فتنہ پردازوں پر سختی نہ کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بصرہ شورشوں کی آماجگاہ بن گیا۔ اہل بصرہ نے امیر معاویہ سے بدامنی اور ابن عامر کی کمزوری کی شکایت کی۔ انہوں نے ان کو معزول کر کے حارث بن عبداللہ ازدی کو ان کی جگہ مقرر کیا۔ لیکن بصرہ میں فتنہ و فساد کی آگ نہ بجھی۔ آخرکار ۴۵ھ میں حضرت امیر معاویہ نے زیاد کو بصرہ کا والی مقرر کر دیا۔ اس نے آتے ہی جامع کوفہ میں ایک پرزور تقریر کی۔ یہ تقریر اپنی فصاحت و بلاغت اور زور بیان کے اعتبار سے عربی زبان کی بہترین تقریروں میں شمار کی جاتی ہے اور تواریخ میں "خطبہ تبراء" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے آخر میں کہا "میرے اور قوم کے درمیان جو کینہ تھا۔ وہ آج میں نے اپنے پروں کے نیچے دبا دیا۔ میں کسی سے محض دشمنی کی بنا پر مواخذہ نہیں کروں گا۔ اور نہ کسی کی پردہ دری کروں گا۔ تاآنکہ وہ خود میرے سامنے بے نقاب ہو جائے بے نقاب ہونے کے بعد بھی میں اس سے چشم پوشی کروں گا۔ تم میں سے جو محسن ہو۔ اس کو اپنے احسان میں زیادتی کرنی چاہیئے۔ اور جو برا ہو اسے اپنی برائیوں سے باز آنا چاہیئے۔ خدا تم لوگوں پر رحم کرے۔ تم لوگ اطاعت و فرمانبرداری سے میری مدد کرو۔[1]

زیادہ نے عبداللہ بن حصن کو کوتوال شہر مقرر کیا۔ وہ رات کو گشت لگا کر نگرانی کرتا تھا۔ لوگوں کو رات گئے، گھر سے نکلنے کی ممانعت کر دی۔ مقررہ وقت کے بعد جو شخص باہر نظر آتا۔ وہ قتل کر دیا جاتا۔ اس سختی سے بصرہ کی حالت جلد درست ہو گئی۔

کوفہ کی ولایت

سنہ ۵۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ فوت ہو گئے۔ ان کے انتقال کے بعد امیر معاویہؓ نے کوفہ کی ولایت بھی زیاد کے سپرد کر دی۔ زیاد پہلا شخص ہے جو کوفہ اور بصرہ دونوں شہروں کا والی ہوا چھ چھ مہینہ وہ ہر مقام پر رہتا۔ کوفہ آنے کے بعد اس نے بصرہ کی طرح جامع کوفہ میں بھی ایک خطبہ دیا۔ کوفہ کے شورش پسندوں نے اپنی عادت کے مطابق اس پر کنکریاں پھینکیں۔ زیاد نے فوراً مسجد کے دروازے بند کرا دیئے اور خود مسجد کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ اور حکم دیا کہ چار چار آدمی باہر نکلیں۔ جو شخص قسم کھا کر کنکریاں پھینکنے کا انکار کرتا اسے چھوڑ دیا جاتا جو شخص پس و پیش کرتا۔ اسے روک لیا جاتا۔ اس طرح تیس آدمی روک لیے گئے۔ اور ان کے ہاتھ اسی وقت کاٹ دیئے گئے۔

حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کا قتل

حجر بن عدی حضرت علیؓ کے حامیوں میں سے تھے۔ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت حسن کے ویسے ہی جان نثار رہے۔ آپ کی دست برداری سے حجر بن عدی کو بڑا صدمہ ہوا اور انہوں نے حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ کو امیر معاویہ کے مقابلہ پر برانگیخت کیا۔ لیکن یہ حضرات آمادہ نہ ہوئے۔

Marfat.com

جب امیر معاویہ نے اپنے عہد میں حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بنیاد رکھی۔ اور تمام صوبوں کے والیوں اور عمال کو حکم دیا گیا کہ وہ جمعہ کے خطبہ میں حضرت علیؓ کو بر سر منبر بڑا بھلا کہیں تو حجر بن عدی حضرت علیؓ کی توہین کو برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے بھی اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے امیر معاویہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ مغیرہ بن شعبہ تو بالکل خاموش رہے۔ جب زیادہ والی بنے تو حجر بن عدی اور ان کے چند ساتھیوں کو امیر معاویہ کے ہاں پیش کر دیا۔ امیر معاویہ نے زیاد کی رپورٹ پر حجرؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرا دیا۔ حضرت حجر بن عدی بڑے رتبہ کے صحابی تھے اس لیے ان کے قتل کا اثر بہت برا پڑا۔ حضرت عائشہ نے ان کی گرفتاری کی خبر سننے کے بعد ہی امیر معاویہ کے پاس ان کی سفارش کے لیے آدمی بھیجے لیکن وہ اس وقت پہنچے جب حجرؓ قتل کیے جا چکے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو بہت صدمہ ہوا۔ چنانچہ امیر معاویہؓ جب سال حج کے لیے گئے۔ اور حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے ان سے فرمایا۔ معاویہ تم کو حجر اور اس کے ساتھیوں کے قتل پر خدا کا خوف نہ آیا۔ معاویہ نے جواب دیا انہیں ان لوگوں نے قتل کیا جنہوں نے ان کے خلاف شہادت دی تھی۔

بغاوتوں کی روک تھام

امیر معاویہؓ نے اندرونی شورشوں کو دبانے کے ساتھ ساتھ مفتوحہ علاقوں کی بغاوتوں کا بھی استیصال کیا۔ ۴۱ھ میں بلخ، ہرات، بوشنج اور باذغیس کے باشندوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ مشرقی ولایت کے صوبہ دار عبداللہ بن عامر نے قیس بن ہیثم کو خراسان کا والی مقرر کر کے بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا۔ وہ بلخ پہنچے۔ اور اہل بلخ کو مطیع بنایا اور عبداللہ بن خازم نے ہرات، بوشنج اور باذغیس کے علاقوں کی بغاوت کو دبایا۔ اور امن قائم کیا۔

۴۳ھ ۶۶۳ء میں کابل کے حکمران نے علم بغاوت بلند کیا۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ اس بغاوت کو فرو کرنے پر مامور ہوئے۔ اس نے شہر کا محاصرہ اور سنگ باری کر کے شہر کی دیواروں کو توڑ دیا۔ کابل کے باشندوں نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ مسلمان انہیں شکست دے کر شہر میں داخل ہو گئے۔ بقول یعقوبی کہ خود شہر پناہ کے دربان نے پھاٹک کھول دیئے تھے۔

اس کے بعد اموی افواج اردگرد کے علاقوں کو فتح کرتی ہوئی غزنہ پہنچیں۔ اہل غزنہ نے تھوڑی سی مزاحمت کے بعد شکست تسلیم کر لی۔ اس طرح بخارا سے لے کر غزنہ اور کابل تک کے تمام علاقے اموی احاطۂ اقتدار میں دوبارہ شامل ہو گئے۔

Marfat.com

فتوحات

فتح سندھ

۴۴ھ میں مہلب کابل اور قندھار کے علاقوں کو فتح کرتا ہوا درہ خیبر کے راستے ہندوستان میں داخل ہوا اور دریائے سندھ کی زیریں وادی کو فتح کیا۔

دوسرے عرب جرنیل منذر مکران کا علاقہ فتح کرتا ہوا قلات کی طرف آگے بڑھا۔ یہ دونوں مہیں کامیاب رہی۔ اور بہت سا مال غنیمت حاصل کر کے واپس ہوئیں۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی ایک مہمات روانہ کی گئیں جو کامیاب واپس لوٹیں۔

ترکستان کی فتوحات

ترکستان کے نئے گورنر سعید بن عثمان نے دریائے جیحون کو عبور کر کے چھوٹے چھوٹے شہروں کو فتح کر لیا۔ ترکستان کے باشندوں نے جنگ کے بغیر سغد کا علاقہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ سمرقند والوں نے جنگ

قیروان

بربر قوم کی بغاوتوں اور شورشوں کے انسداد کے لیے عقبہ نے ترنس کے جنوب میں ایک فوجی چھاؤنی قائم کی۔ اسی سلسلہ میں خطرناک جنگلوں کو کاٹ کر زمین ہموار کی گئی۔ قیروان کی بنیاد ۶۷۰ء میں رکھی گئی۔ عقبہ ۵۵ھ تک اپنی فوج کے ساتھ قیروان میں مقیم رہے مگر ۶۵ھ میں بربر قوم نے متحد ہو کر قیروان پر اچانک حملہ بول دیا۔ مسلمانوں کا وہ محافظی دستہ قیروان میں پڑا ہوا تھا۔ اتنی بڑی فوج سے کس طرح لڑ سکتا تھا۔ آخر عقبہ تلوار کی نیام توڑ کر دشمنوں کی صفوں میں گھس گیا۔ اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا۔ قیروان پر بربر قوم کا تسلط قائم ہو گیا مگر اس وقت دور حکومت یزید بھی ختم ہو چکا تھا۔

کی مگر شکست کھائی۔ اس کے بعد انہوں نے مجبور ہو کر صلح کر لی اور وعدہ کیا کہ وہ سات لاکھ درہم سالانہ خراج ادا کرتے رہیں گے۔ سمرقند کے بعد ترمذ کا علاقہ بھی فتح کر لیا گیا۔ اس طرح ترکستان کا بیشتر حصہ اموی سلطنت کا حصہ بن گیا۔

شمالی افریقہ کی فتوحات ۶۶۱ء

عربوں میں "افریقیہ" کا لفظ افریقہ کے شمالی حصے کے لیے استعمال ہوتا تھا جو مصر سے الگ تھا۔

یہ ملک تین صوبوں میں تقسیم تھا۔ ۱۔ مغرب الاقصی ۔ ۲۔ مغرب الادنی ۔ ۳۔ افریقیہ جس کی حدود الجزائر سے شروع ہو کر سرحد مصر پر ختم ہوتی تھیں۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے زمانہ میں اس علاقہ پر فوج کشی ہو چکی تھی۔ چونکہ رومیوں نے سالانہ خراج کی ادائیگی پر صلح کر لی تھی۔ اس لیے مسلمان فوجیں واپس چلی آئی تھیں۔ مسلمانوں کی واپسی پر رومیوں کے ظالمانہ اور غیر عادلانہ سلوک سے تنگ آ

Marfat.com

یہاں کے باشندوں نے امیر معاویہ کو فوج کشی کی دعوت دی۔ عمرو بن العاص شمالی افریقہ کے گورنر تھے۔ آپ نے عقبہ بن نافع اور معاویہ بن خدیج کو شمالی افریقہ کی فتح کے لیے مامور کیا۔ ۶۶۱ء میں عقبہ نے شمالی افریقہ پر فوج کشی کر کے طرابلس، تونس، الجزائر کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد لواتہ اور زناطہ تک اسلامی فوجیں فتح کرتے ہوئے پہنچ گئیں۔ ۶۶۳ء میں سوڈان پر فوج کشی کی۔ اس کے کثیر حصہ کو اپنے حلقہ اقتدار میں شامل کر لیا۔ افریقہ کے سرکش بربروں کو کچل دیا گیا۔

قسطنطنیہ پر حملہ ۵۵ء

قسطنطنیہ کی رومی حکومت کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات خراب تھے۔ رومی آئے دن اسلامی سرحدوں پر حملے کرتے رہتے تھے۔ نیز مشرقی کلیسا کے مرکز کی حیثیت سے بھی بازنطینی حکمران عیسائیوں کی امیدوں کا مرکز تھے۔ اور وہ ہمیشہ اپنے کھوئے وقار کو بحال کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ رومی حملوں کی روک تھام کے لیے امیر معاویہ نے بالآخر بازنطینی حکومت کے دارالخلافہ کی تسخیر کا منصوبہ تیار کیا۔ جب اس منصوبہ کی اطلاع مکہ و مدینہ تک پہنچی تو اکابر صحابہ نے بھی اس لشکر میں سمولیت اختیار کی۔ ۵۵ھ میں سفیان بن عوف ازدی کو اس فوج کا قائد مقرر کیا۔ اس مہم میں حضرت ابوایوب انصاری۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے مقتدر صحابی بھی شریک تھے۔ فوج کے ایک دستہ کی کمان یزید کے ہاتھ میں بھی تھی۔ چنانچہ اسلامی بیڑا بحیرہ روم کی طوفانی موجوں کا مقابلہ کرتا ہوا باسفورس میں داخل ہوا۔ رومیوں نے پوری طاقت سے مدافعت کی۔ اور قسطنطنیہ کی سربفلک دیواروں سے اسلامی فوج پر آگ برسائی۔ بہت مدت مسلمان مجاہدین نہایت شجاعت سے لڑتے رہے مگر موسم سرما کی شدت اور ناموافق حالات کے باعث اسلامی لشکر کو محاصرہ اٹھانا پڑا۔ اس حملہ کا رومیوں پر اس قدر خوف طاری ہوا۔ آئندہ کئی برسوں تک انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی نہ کی۔

اس محاصرہ میں حضرت ابوایوبؓ انصاری فوت ہوئے اور انہیں قسطنطنیہ کی فصیل کے عین سامنے دفن کر دیا گیا۔

جزائر روڈس اور ارواڈ کی فتح

شامی علاقہ کے تحفظ کے پیش نظر جزائر روم کی فتح ضروری تھی۔ امیر معاویہ نے دور عثمانی ہی میں بحری بیڑا تیار کر کے بحیرہ روم کے جزیروں پر قبضہ شروع کر دیا تھا۔ جزیرہ قبرص عثمانی دور میں ہی فتح ہو چکا تھا۔ امیر معاویہ نے اپنے دورِ حکومت میں جنادہ بن امیہ کو روڈس فتح کرنے کے لیے مامور کیا۔ جنادہ نے یہ جزیرہ فتح کر کے مسلمانوں کی آبادی قائم کی۔

۵۴ھ میں جزیرہ ارواڈ پر حملہ کر کے اس جزیرے کو بھی اسلامی مملکت کا حصہ بنا لیا گیا۔

Marfat.com

یزید کو جانشین نامزد کرنا

مغیرہ بن شعبہ نے ۵۶ھ میں امیر معاویہ کے سامنے خلافت کو ان کے خاندان میں منتقل کرنے کی تجویز پیش کی اور کہا۔ "عثمان کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں جو اختلافات اور خونریزی قائم ہے۔ وہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ اس لیے میری رائے میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے کر اسے جانشین بنا دینا چاہیئے تاکہ جب آپ کا وقت آئے تو مسلمانوں کے لیے ایک سہارا اور جانشین موجود ہو۔ اور ان میں خونریزی اور فتنہ و فساد برپا نہ ہو"۔[1] (تاریخ اسلام مصنفہ سید معین الدین حصہ دوم صفحہ ۲۰)

کوفہ اور بصرہ دنیاوی لحاظ سے اور حجاز مذہبی حیثیت سے نہایت اہم مراکز تھے۔ مغیرہ نے کہا کہ کوفہ کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھوں پر لیتا ہوں۔ بصرہ کو زیاد ہموار کرے گا۔ اور حجاز کی ذمہ داری مروان بن حکم کے سپرد کیجیے۔

کوفہ میں مغیرہ کا بہت اثر تھا۔ یہاں بنو امیہ کے حامیوں کی بھی خاصی تعداد تھی۔ مغیرہ نے کوفہ پہنچ کر عمائدین کوفہ کا ایک وفد دمشق بھیجا اور اس وفد نے امیر معاویہ کے سامنے یزید کی ولی عہدی کی تائید کی۔ زیاد حاکم بصرہ کو جب امیر معاویہ کی خواہش کا علم ہوا تو انہوں نے عبید بن کعب سے مشورہ کیا۔ زیاد کی رائے میں یزید کی نامزدگی کی وجہ سے بہت سی سیاسی مسائل پیدا ہونے کا خدشہ تھا۔ لہٰذا اس معاملہ میں عجلت سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ زیاد نے کعب سے کہا کہ تم امیر معاویہ کے پاس جا کر یزید مشاغل اور لاابالی سے آگاہ کرو۔ اور انہیں سمجھاؤ کہ وہ اس معاملہ میں جلد بازی سے کام نہ لے۔ عبید نے کہا کہ امیر معاویہ کو یزید کی جانب سے بددل کرنا مناسب نہیں میں جا کر خود یزید کو سمجھاتا ہوں کہ وہ قابلِ اعتراض مشاغل چھوڑ دے اور سنجیدگی اختیار کرے۔ زیادہ نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ عبید نے جا کر یزید کو سمجھایا ان کے سمجھانے سے اس نے بہت سی قابلِ اعتراض باتیں چھوڑ دیں۔

حجاز کی زمین بیعت کے معاملے میں سخت تھی۔ امیر معاویہ نے حاکم مدینہ مروان بن حکم کو خط لکھا "اب میں ضعیف ہو گیا ہوں۔ میرے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں معلوم نہیں کب وقت آ جائے مجھے خوف ہے کہ میرے بعد پھر امت میں اختلاف نہ پیدا ہو جائے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی بھلائی کے لیے اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین بنا جاؤں۔ اس معاملہ میں تمہارا مشورہ ضروری ہے۔ اس کو اہل مدینہ کے سامنے پیش کرو اور وہ جو جواب دیں مجھے لکھو"۔[1]

مروان بن حکم نے اہل مدینہ کے سامنے امیر معاویہ کی رائے پیش کی، امیر معاویہ نے خط میں کسی جانشین کا نام نہیں لکھا تھا۔ بلکہ محض جانشین کا ذکر تھا۔ مروان نے اس کے متعلق رائے پیش کی سب نے اس سے اتفاق کیا۔ مروان نے امیر معاویہ کو اس کی اطلاع [illegible]

Marfat.com

سر احکم جانشین کے اعلان کا بھیجا۔ اس وقت مروان نے یزید کے نام کا اعلان کیا۔ یہ نام سنتے ہی لوگوں میں ناپسندیدگی کی لہر دوڑ گئی۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اٹھ کر کہا کہ یہ ابوبکر اور عمر کی سنت نہیں ہے نہ اسلام کا طریقہ ہے بلکہ قیصر و کسریٰ کی رسم ہے،، مروان نے امیر معاویہ کو اطلاع دی کہ مدینہ میں پانچ حضرات ایسے ہیں کہ یہ کسی قیمت پر یزید کو خلیفہ تسلیم نہیں کریں گے۔ امام حسینؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبدالرحمان بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن عباس۔ اور یہ بھی لکھا کہ ان پانچوں کی آواز پورے حجاز کی آواز ہے۔

یہ سن کر امیر معاویہ خود اس مہم کو سر کرنے کے لیے مدینہ گئے۔ امیر معاویہ پانچوں سے الگ الگ ملے۔ اور ہر ایک سے کہا کہ

"سب نے یزید کی بیعت کر لی ہے۔ اور تم ان پانچ آدمیوں کے رہبر ہو جو خلاف ہیں اگر تم بیعت کر لو۔ تو بقیہ چار بھی بیعت کر لیں گے"

ان میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے علاوہ ہر ایک نے جواب دیا کہ میں کسی کی رہبری نہیں کر رہا ہوں۔ آپ چاروں آدمیوں سے کہئے اگر وہ لوگ بیعت کر لیں تو مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ اس طرح گویا چار آدمیوں سے الگ الگ بیعت کا وعدہ لے لیا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے تلخ کلامی بھی ہوئی [1]

[1] تاریخ اسلام مصنفہ معین الدین حصہ دوم صفحہ ۲۲

امیر معاویہ کو جب یہ احساس ہوگیا کہ یہ لوگ بیعت نہ کریں گے۔ تو مدینہ کے مجمع عام میں اعلان کر دیا کہ پانچوں نے بیعت کر لی ہے۔ تم لوگ بھی بیعت کر لو۔ ابن اثیر کا بیان ہے۔ اس اعلان پر سب نے بیعت کر لی۔ کیونکہ یہ لوگ انہیں کے فیصلے کے منتظر تھے۔ امیر معاویہ کی واپسی کے بعد اہل مدینہ کو یہ علم کہ یہ محض فریب تھا۔ لیکن پھر کسی نے کوئی مخالفت نہیں کی [2]

علالت سنہ ۶۰ھ میں امیر معاویہ نے انتقال کیا۔ وفات کے وقت اٹھتر سال کی عمر تھی۔

وصیت وفات کے وقت یزید دمشق میں موجود نہ تھا۔ اس کے لیے ایک وصیت نامہ لکھوایا۔

"جان پدر! میں نے تمہاری راہ کے تمام کانٹے ہٹا کر تمہارے لیے راستہ صاف کر دیا ہے۔ دشمنوں کو زیر کر کے سارے عرب کی گردنیں تمہارے آگے جھکا دی ہیں۔ اور تمہارے لیے ایک بڑا خزانہ جمع کر دیا ہے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ اہل حجاز کے حقوق کا ہمیشہ لحاظ رکھنا کہ وہ تمہاری اصل و بنیاد ہیں۔ جو حجازی تمہارے پاس آتے اس سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا۔ اس کی عزت کرنا، ان پر احسان کرنا۔ اور جو نہ آتے، اس کی خبر گیری کرتے

Marfat.com

رہنا۔ اہل عراق کی ہر خواہش پوری کرنا۔ اگر وہ روزانہ عاملوں کا تبادلہ چاہیں تو روزانہ کر دینا کیونکہ عمال کا تبادلہ تلواروں کے بے نیام ہونے سے بہتر ہے۔ شامیوں کو اپنا مشیر بنانا۔ ان کا خیال ہر حال میں مدنظر رکھنا جب تمہارا کوئی دشمن تمہارے مقابلہ میں آئے تو ان سے مدد لینا لیکن کامیاب ہونے کے بعد ان کو فوراً واپس بلا لینا ورنہ دوسرے مقام پر زیادہ ٹھہرنے سے ان کے اخلاق بدل جائیں گے سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے۔ اس میں حسین بن علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ کوئی حریف نہیں، عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی خطرہ نہیں۔ انہیں زہد و عبادت کے علاوہ اور کسی چیز سے واسطہ نہیں ہے۔ عام مسلمانوں کی بیعت کے بعد انہیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا عبدالرحمن بن ابی بکر میں کوئی ذاتی حوصلہ و ہمت نہیں ہے جو اس کے ساتھی کریں گے۔ وہ اس کی پیروی کرلیں گے۔ البتہ حسین بن علیؓ کی جانب سے خطرہ ہے۔ اہل عراق انہیں تمہارے مقابلہ میں لاکر چھوڑیں گے۔ جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لینا کہ وہ قربت وار، بڑے حق دار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہیں۔ البتہ جو شخص لومڑی کی طرح کاوی وی کر شیر کی طرح حملہ کرے گا۔ وہ عبداللہ بن زبیرؓ ہے اگر وہ صلح کرلیں تو فبہا ورنہ قابو پانے کے بعد ان کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ان کے ٹکڑے اڑا دینا ہے

اپنے متعلق وصیتیں تجہیز و تکفین کے بارے میں وصیت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک کرتہ مرحمت فرمایا تھا۔ اس کرتے میں کفنانا۔ آپ کے موئے مبارک اور ناخن شیشہ میں محفوظ ہیں۔ ناخن اور موئے مبارک کو آنکھ اور منہ میں رکھ دینا شاید خدا اس کی برکت سے مغفرت فرما دے۔

نظامِ حکومت اور کارنامے

امیر معاویہ کی سیاسی حکمت عملی امیر معاویہؓ نے مخالف اور ناسازگار حالات میں جو اصول حکمت بنائے وہ یقیناً امیر معاویہ کی روشن خیالی سیاسی تدبیر، دور اندیشی پر دلالت کرتے ہیں۔ ان اصولوں کی وجہ سے دنیا کے مدبر ترین حکمرانوں کی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔

پہلا اصول امیر معاویہ نے اپنی حکمت عملی کا اصول خود اپنی زبان سے بیان کیا۔ "جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے وہاں تلوار کام میں نہیں لاتا۔ اور جہاں زبان کام دیتی ہے وہاں کوڑا کام میں نہیں لاتا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر بھی رشتہ

Marfat.com

قائم ہو تو میں اس کو نہیں توڑتا جب لوگوں اس کو کھینچتے ہیں تو میں ڈھیل دے دیتا ہوں اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں"۔

دوسرا اصول

امیر معاویہ نے عرب کی حمیری اور مضری قوتوں کی بڑھتی ہوئی رقابت اور دشمنی کو اس طرح دبایا کہ دونوں میں توازن قائم کر دیا۔ امیر معاویہ کا نسلی تعلق مضری قبیلے سے تھا۔ مگر سیاسی حکمت کی بناء پر مختلف اوقات میں دونوں قبیلوں کو انعام و اکرام سے اس طرح نوازتے تھے کہ دونوں قبیلے امیر معاویہ کو اپنی پشت پناہ سمجھتے تھے۔

تیسرا اصول

مخالفوں کی کثیر تعداد کو رفتہ رفتہ اپنے فیاضانہ سلوک اور زرپاشیوں اور حسن تدبیر سے اپنا ہمنوا بنا لیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن زبیرؓ اور آل ابی طالب کے تمام افراد امیر معاویہ کے مخالف تھے مگر امیر معاویہؓ کی فیاضیوں نے انہیں خاموش کر دیا۔ البتہ جو لوگ نرم پالیسی سے قابو نہ آتے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا۔ اس طرح امیر معاویہ نے اپنی سلطنت کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔

امیر معاویہ کے مشیر کار

امیر معاویہؓ کی شخصی حکومت تھی۔ لیکن اس عہد کے نامور مدبر اور سیاست دان عمرو بن العاص مغیرہ شعبہ اور زیاد بن ابی سفیان امیر کے خاص مشیروں میں تھے۔ اور ان کے مشورہ کے بغیر مملکت کا کوئی کام انجام نہیں دیتے تھے۔

صوبائی انتظام

امیر معاویہ کے عہد حکومت میں صوبائی نظام، عہد فاروقی کے نظام کے مطابق چلتا رہا۔ مغرب کے نئے مفتوحہ علاقے مصر کے اور مشرق کے خراسان کے ماتحت تھے۔

بری فوج

عسکری نظام بری فوج کا انتظام عہد فاروقی کے زمانے سے ہی بڑا مستحکم تھا لیکن آپ نے پھر بھی اس میں بہت اضافے کیے۔ فوجیوں کی تنخواہیں دگنی کر دی گئیں۔ فوج دو حصوں میں تقسیم تھی۔ تنخواہ دار اور رضاکار لیکن آپ نے رضاکار فوج کو بھی تنخواہ دار فوج میں مستقل کر دیا۔ آپ کے عہد میں باقاعدہ فوج ۲ لاکھ بیس ہزار تھی۔ موسم اور آب و ہوا کے لحاظ سے فوج کی دو قسمیں کیں۔ شاتیہ اور صائفہ یعنی سرمائی اور گرمائی، سرمائی فوج سرد ملکوں اور گرمائی فوج گرم ملکوں میں لڑنے کے لیے بھیجی جاتی تھی۔

بحری فوج

حضرت عثمان کے دور میں امیر معاویہ نے ہی بحری فوج کی تشکیل کی تھی۔ اپنے دور حکومت میں اس میں بہت اضافہ کیا۔ حضرت عثمان کے عہد میں بحری بیڑا پانچ سو جہازوں پر مشتمل تھا لیکن امیر معاویہ کے عہد حکومت میں ایک ہزار سات سو (۱۷۰۰) جنگی جہاز

Marfat.com

پر مشتمل تھا بلکہ

بحریہ کی مزید ترقی کے پیش نظر ملک کے ساحلی علاقوں میں متعدد جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے گئے۔ پہلا کارخانہ ۵۴ھ میں مصر میں قائم ہوا۔ علامہ بلاذری لکھتے ہیں۔

"پہلا جہاز سازی کا کارخانہ ۵۴ھ میں مصر میں قائم ہوا۔ بعد ازاں اردن میں عکا کے مقام پر ایک عظیم الشان کارخانہ قائم ہوا۔ ملک کے تمام کاریگر اور بڑھئی جمع کر کے ان کو تمام ساحلی مقامات پر بسایا گیا۔ تاکہ ان کارخانوں کے لیے لیبر کی کوئی کمی نہ رہے" [۲]

قلعوں کی تعمیر

دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے بہت سے قلعے تعمیر کرائے۔ شام کے علاقہ کو جس پر بازنطینی حکومت کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا قلعوں سے مضبوط کیا گیا۔ کئی پرانے اور ویران قلعوں کو از سر نو آباد کیا گیا۔ رومیوں کے پرانے قلعے "جبلہ" کو جو فتح شام کے وقت ٹوٹ گیا تھا۔ دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ روڈس میں ایک قلعہ بنایا گیا۔ جو تقریباً سات سال تک فوجی مرکز رہا [۳] مدینہ طیبہ میں "قصر خل" کے نام سے ایک قلعہ تعمیر کروایا گیا [۴] نیز انطرطوس، مرقیہ، بلیناس میں کئی نئے قلعے تعمیر کیے گئے۔

امیر البحر کا عہدہ

خلافت عثمانی میں بحری اور بری دونوں افواج کا سپہ سالار ایک ہی فرد ہوتا تھا۔ لیکن امیر معاویہ نے اسلامی بحریہ کو ترقی دینے کے لیے امیر البحر کا الگ عہدہ قائم کیا۔ سب سے پہلے امیر البحر عبداللہ بن قیس الحارثی مقرر ہوئے۔

منجنیق کا استعمال

منجنیق کا استعمال مسلمانوں میں غالباً سب سے پہلی مرتبہ امیر معاویہ کے عہد میں ہوا۔ کابل کے محاصرہ میں سنگ باری سے شہر پناہ توڑی گئی تھی۔

تنظیم مملکت

ملک کو مختلف محکمہ جات میں تقسیم کیا گیا اور ہر محکمہ کا ایک سیکرٹری مقرر تھا۔ سرجون رومی چیف سیکرٹری تھے۔ دوسرے محکموں کی تفصیل حسب ذیل تھی۔

ا۔ محکمہ مال کے سیکرٹری۔ عبیداللہ بن اوس غسانی۔

ب۔ محکمہ خاتم کے سیکرٹری۔ عبداللہ بن محمد حمیری۔

ان کے علاوہ عبدالرحمن بن دراج۔ جبیر بن حی، مرداس سلیمان بن سعید جائنٹ سیکرٹری تھے۔

صیغہ پولیس

ملک میں اندرونی قیام امن کے لیے پولیس کا انتظام نہایت احسن طریق سے مقرر تھا۔ یہ عدلیہ کے ماتحت تھا۔ اس کا کام قاضیوں کے فیصلوں

۱۔ الاسلام والحضارۃ العربیہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ ۔ ۲۔ فتوح البلدان صفحہ ۱۲۴ ۔ ۳۔ فتوح البلدان صفحہ ۲۳۴

Marfat.com

کو عملی جامہ پہنانا تھا۔ جرائم کی روک تھام، سماج دشمن عناصر کی سرکوبی حکومت کے احکام کے نفاذ میں تعاون، حدود الٰہیہ کا قیام بھی پولیس کے فرائض میں داخل تھا۔ [۱]

اس سلسلہ میں پہلے قیس بن حمزہ کو پھر زمل عمرو کو انسپکٹر جنرل پولیس مقرر کیا گیا۔ [۲]

خوارج اور سبائی عناصر کو اگرچہ ظاہری طور پر دبایا جا چکا تھا۔ لیکن یہ دونوں تحریکیں اندرون ملک میں مخفی طور پر کام کر رہی تھی۔ چنانچہ قیام امن کے تمام مشتبہ افراد کے نام تھانوں میں درج کیے گئے۔ ان کی دیکھ بھال اور نگرانی کے لیے مختلف صوبوں میں نگران مقرر کیے گئے۔ چنانچہ ابوالدرداء کو صوبہ شام کا نگران مقرر کیا گیا اور زیاد نے جعد بن قیس تمیمی کو عراق میں اس محکمہ کا انچارج مقرر کیا۔

صیغہ عدالت

اس دور میں صیغہ عدالت ہر قسم کے اثر سے آزاد تھا۔ اور کتاب و سنت کی روشنی میں فیصلہ کرتا تھا۔ اس عہد کے قاضی پاک متقی عالم اور مجتہد تھے۔ حدود اللہ میں کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فضالہ بن عبیداللہ الانصاری کو اور ان کے بعد ابوادریس الخولانی کو محکمہ قضا کا انچارج مقرر کیا۔

ٹکسال

زیاد بن ابی سفیان کی تحریک پر دارالضرب (ٹکسال) کا قیام عمل میں آیا جہاں دینار اور درہم اور فلوس بنائے جاتے ہیں۔ [۳]

محکمہ برید (ڈاک)

محکمہ رسانی کے لیے امیر معاویہ سے پہلے کوئی محکمہ نہ تھا۔ انہوں نے برید (ڈاک) کے نام سے ایک محکمہ قائم کیا۔ جس کا نظام یہ تھا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تیز رفتار گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ سرکاری ہرکارے اور گھوڑے منزل بہ منزل بدلتے رہتے تھے۔ اس طرح کم سے کم وقت میں ڈاک ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی تھی۔

دیوان خاتم

دیوان خاتم کے نام سے آپ نے ایک محکمہ قائم کیا جو سرکاری فرمان جاری کرتا تھا۔ اس کی ایک نقل اس محکمہ میں محفوظ رکھی جاتی تھی۔ اور فرمان کو لفافہ میں بند کر کے اس پر سرکاری مہر ثبت کی جاتی تھی۔ اس طرح فرامین میں رد و بدل کا امکان نہ رہا۔

رفاہ عامہ کے کام

امیر معاویہ کے دور حکومت میں رفاہ عام کے کاموں میں کافی ترقی ہوئی۔ جن سے رعایا کو بہت فائدہ پہنچا۔

۱۔ نہریں

آب پاشی کے لیے مدینہ کے قرب و جوار میں نہریں کھدوائیں نہر کظامہ نہر ارزق۔ نہر شہداء مشہور نہریں ہیں جن سے ہزاروں ایکڑ زمین سیراب ہوتی تھی۔

۱۔ تمدن اسلامی جرجی زیدان جلد ۱ صفحہ ۱۹۱ ۔ ۲۔ ابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۲ ۔ ۳۔ خلافت اور ملوکیت مودودی صفحہ ۲۳۹

Marfat.com

اس سے ملک کی زراعت میں بڑی ترقی ہوئی۔ اور قحط سالی کا خطرہ جاتا رہا۔

۲ - اس عہد میں بہت سے پرانے تباہ شدہ شہر آباد کیے گئے اور کچھ نئے شہر بسائے گئے۔ چنانچہ شام کا اجڑا ہوا شہر مرعش دوبارہ آباد کیا گیا۔

افریقہ میں بربر قوم کو قابو میں رکھنے کے لیے قیروان شہر کی بنیاد عقبہ کے ہاتھوں رکھی گئی۔ رفتہ رفتہ یہ شہر ترقی کر کے شمالی افریقہ کا مرکزی شہر بن گیا۔

۳- اسلامی نوآبادیاں

۴۳ھ میں انطاکیہ میں ایک نوآبادی قائم کی اور روڈس اور ارواڈ کے جزیروں میں مسلمانوں کو آباد کیا گیا۔

۴ - حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں قیمتی غلاف چڑھانا شروع کیا۔ لیکن امیر معاویہ نے ایک توشہ خانہ کعبہ کی خدمت کے لیے متعدد غلام مقرر کیے۔ دوسرے دیبا اور حریر اور ریشم کا بہترین غلاف بیت اللہ پر چڑھایا[1]

[1] - یعقوبی جلد ۲ ص ۲۸۳

۵- مجاہدین کے بچوں کے وظائف

مجاہد کے بچوں کے وظائف سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے مقرر کیے۔ امیر معاویہؓ نے بھی اس کو قائم رکھا۔

ذمیوں کے مال و جائیداد کی حفاظت

امیر معاویہؓ نے غیر مسلموں کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کی۔ ان کے معاہدہ کا پورا احترام کیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یوحنا کے گرجے کے پاس ایک مسجد بنائی گئی تھی۔ حضرت امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں مسجد کو وسیع کرنے کے خیال سے گرجا کو بھی مسجد میں شامل کرنا چاہا۔ لیکن عیسائی گرجا کی زمین دینے پر راضی نہ ہوئے۔ لہٰذا آپ نے مسجد کی وسعت کے ارادہ کو ترک کر دیا۔ آپ نے عقبہ بن عامر فہری صحابی کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ وہ مصر کے ایک گاؤں میں اپنا رہائشی مکان بنوانا چاہتے تھے۔ اس غرض کے لیے امیر معاویہؓ نے انہیں ایک ہزار جریب زمین دی۔ انہوں نے ایک غیر آباد زمین اس مقصد کے لیے منتخب کی۔ آپ کے خادم نے کہا۔ حضرت یہ جگہ غیر آباد ہے۔ مکان کی تعمیر کے لیے یہ کوئی اچھی جگہ نہیں اس لیے آپ کوئی عمدہ قطعہ زمین منتخب کیجئے۔ عقبہ بن عامر نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ذمیوں سے جو معاہدہ ہے اس میں ایک شرط یہ بھی ہے۔ کہ ان کی زمین ان کے قبضہ سے نکالی جائے۔

ذمہ دار عہدوں پر غیر مسلموں کا تقرر

امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں متعدد غیر مسلموں کو اہم عہدوں پر مامور کیا۔ چنانچہ ابن آثال نصرانی کو حمص کا کلکٹر مقرر کیا۔ اور سرجون بن منصور کو پرائیویٹ سیکرٹری بنایا۔

Marfat.com

علمی خدمات

امیر معاویہ نے حکومت میں مادی ترقیوں کے ساتھ ساتھ مختلف علوم میں بھی ترقی ہوئی۔ اس دور میں بڑے بڑے آئمہ تفسیر پیدا ہوئے جن کی بدولت تفسیری ذخیرہ میں اضافہ ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت علی کے رفیق ابو حمزہ نے تفسیریں لکھیں۔

اس دور میں حدیث اور فقہ میں بھی ترقی ہوئی۔

اس دور میں تدوین تاریخ و سیرت کا آغاز ہوا۔ حضرت عروہ بن زبیر۔ عکرمہؓ، وہب بن منبہ اور عبید بن شریہ اس دور کے سیرت نگار اور مورخ تھے۔ عبید بن شریہ کو تدوین تاریخ پر مامور کیا۔ اس اہتمام میں دو کتابیں مدون ہوئیں۔ ایک شرکی "کتاب الامثال" کے نام سے اور دوسری تاریخ کی "اخبار الملوک و اخبار الماضین" کے نام سے۔[1]

امیر معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں ایک دارالترجمہ بھی قائم کیا۔ اس کی نگرانی پر ابن آثال طبیب کو مقرر کر کے طب یونانی کی کتب کا عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔

مالیات

آپ کی حکومت کی آمدنی کی حسب ذیل مدات تھیں۔

خراج خراج نقد یا پیداوار کی ایک معین مقدار کا نام ہے۔ غیر مسلموں کی ان زمینوں سے لیا جاتا تھا۔ جن پر مسلمانوں نے مقابلہ کے بعد یا صرف صلح کے بعد تسلط قائم کیا تھا۔

جزیہ جزیہ کی رقم ایک معین مقدار کا نام ہے جو ذمیوں سے لی جاتی تھی۔ اور مسلمان ہونے کے بعد ساقط ہو جاتی تھی۔

زکوٰۃ زکوٰۃ مسلمانوں سے وصول کی جاتی تھی۔

فۓ محارب قوموں کا جو مال بغیر کسی جنگ کے ہاتھ آئے وہ فۓ کہلاتا ہے۔

غنیمت مال غنیمت اس کو مال کہا جاتا ہے جو مسلمانوں نے غیر مسلموں سے مقابلہ کے بعد حاصل کیا ہو۔

ٹیکس حجاج بن یوسف کے بھائی نے یمن کی زمینوں پر عشر کے علاوہ ایک اور ٹیکس لگا دیا تھا۔[2]

سیرت و کردار

حلم مورخین کے نزدیک آپ کی سب سے بڑی خوبی حلم اور بردباری ہے۔ ایک مرتبہ احنف بن قیس سے پوچھا گیا کہ بردبار کون ہے؟ آپ یا معاویہ آپ نے

Marfat.com

فرمایا" بخدا میں نے تم سے بڑا جاہل کوئی نہیں دیکھا۔ معاویہ قدرت رکھتے ہوئے حلم و بردباری سے کام لیتے ہیں اور میں قدرت نہ رکھتے ہوتے بردباری کرتا ہوں۔ لہٰذا میں اُن سے کیسے بڑھ سکتا ہوں یا ان کے برابر کیسے ہو سکتا ہوں ۔ ۲۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے " آپ نے طاقت سے نہیں۔ نرمی۔ بردباری اور خدا داد ذہانت سے فرمانروائی کی" (جلد ۴ صـ۶۰۱)

خوف، خشیت الٰہی

تقویٰ اور خشیت الٰہی کے بارہ میں امیر معاویہ کو خلفائے راشدین کی کسوٹی پر پرکھنا نہیں چاہیئے۔ انہیں دُنیا کی مختلف آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑا جن میں وہ اپنا دامن نہ بچا سکے۔ لیکن پھر بھی ان کا دل خوفِ سے معمور تھا۔ اور مواخذہ قیامت کے خوف سے کانپ جاتے تھے۔

شجاعت

امیر معاویہ شجاعت میں بھی ممتاز تھے۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب کو جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔ آپ ہی نے قتل کیا۔ حضرت عمرؓ نے قیساریہ کی مہم پر آپ کو متعین فرمایا۔ یہ مہم اس قدر سخت تھی جس میں اسی ہزار رومی مارے گئے تھے۔ اس مشکل مہم کو سر کرنے میں کامیاب ہونا آپ کی شجاعت پر بیّن دلیل ہے۔

سپہ گری

آپ کا خاندان مدتوں سے سپہ گری میں مشہور تھا چنانچہ آپ نے عسکری ماحول میں اور ایک سپہ سالار باپ اور سپہ سالار بھائی کی زیرِ تربیت پرورش پائی اس لیے سپہ گری آپ کی گھٹی میں بھری ہوئی تھی۔ قیساریہ، قبرص، اور قسطنطنیہ کی مہمیں آپ کی سپہ گری کی غمازی کرتی ہیں۔

آپ نے ملکی سرحدوں کی حفاظت کے لیے نئی چھاؤنیاں قائم کیں۔ قلعے تعمیر کروائے۔ یہ بھی آپ کی سپہ گری اور عسکری ذہنیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف سوشل سائنسز میں لکھا ہے " امیر معاویہ ایک اعلیٰ قسم کے فوجی منتظم تھے۔ آپ کے جرنیلوں نے مملکت اسلامیہ کو وسعت عظمیٰ سے ہمکنار کیا۔ آپ کا شمار عرب کے مشہور چار زیرکوں میں ہوتا ہے" (جلد ۱۱)

سر ولیم میور لکھتا ہے۔ معاویہ ایک اعلیٰ درجے کے سپہ سالار تھے۔ شامی مہم میں یزید بن ابی سفیان کی فوج کے علمبردار تھے۔

خطابت

امیر معاویہ بہترین خطیب اور شعلہ بیان تھے۔ آپ نے اپنے متعلق خود فرمایا ہے کہ "میں نے جو اچھے نتائج حاصل کیے ہیں وہ اپنی قوت بیان کی بدولت حاصل کیے ہیں" ۔ ۱۔ انسائیکلو پیڈیا اف اسلام:

مشہور مورخ ابن طقطقی لکھتا ہے " معاویہ بڑے صاحب حکمت اور فصیح و بلیغ خان تھے" ۔ الفخری صـ۱۰۳ ۔

Marfat.com

فضل و کمال

امیر معاویہ علمی اعتبار سے بھی بہت بلند تھے۔ ابتداء سے ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ چنانچہ ظہور اسلام کے وقت صرف ۱۷ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ امیر معاویہ ان میں سے ایک تھے۔ ۳؎ اس وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کاتب وحی مقرر فرمایا تھا۔ شعر و ادب کا بھی آپ خاص ذوق رکھتے تھے۔ آپ کے اس علمی شوق کا نتیجہ تھا کہ آپ نے اپنے عہد حکومت میں ایک مورخ عبید بن شریہ سے تاریخ پھر نمایاں طور پر یک بہتی بخشی۔

توسیع سلطنت

اندرون ملک کی شورشوں اور بغاوتوں کو دبانے کے بعد امیر معاویہ نے فتوحات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چنانچہ افریقہ میں عقبہ بن نافع کی زیر کمان فتوحات کا سلسلہ جاری ہوا۔ روڈس اور ارواڈ فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیے مشرقی افغانستان پر یلغار کی۔ اور مشرقی افغانستان نے مملکت اسلامیہ کی اطاعت قبول کی مہلب نے سندھ پر چڑھائی کی۔ چنانچہ امیر معاویہ کے عہد میں اسلامی مملکت کی سرحدیں جزائر روم سے شمالی افریقہ اور بحر اوقیانوس تک اور حجاز سے سندھ اور ترکستان تک پھیل چکی تھیں۔

حسن انتظام

امیر معاویہؓ نے ملکی انتظام کے لیے دور رس اقدام کیے۔ مرکزی اور صوبائی نظام کی تنظیم نو کی۔ مدبر اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک گورنر صوبوں میں مقرر کیے۔ لوگوں کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کے لیے پولیس فورس قائم کی۔ مجرموں کو سخت سزائیں دی گئیں۔

فوجی تنظیم اور بحریہ میں توسیع

امیر معاویہ نے بری اور بحری افواج کی تنظیم نو کی۔ فوجیوں کی تنخواہیں دگنی کر دی گئیں۔ بری فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آپ سے پہلے فوج دو حصوں میں تقسیم تھی۔ تنخواہ دار فوج اور رضاکار فوج لیکن آپ نے رضاکار فوج کو بھی باقاعدہ تنخواہ دار فوج میں منتقل کر دیا۔ آپ کے عہد میں باقاعدہ فوج کی تعداد ۲ لاکھ بیس ہزار تھی۔ موسموں اور ملکوں کے اختلاف کی وجہ سے فوج کے دو حصے کر دیئے گئے تاکہ فوجی مہموں میں کوئی مزاحمت پیش نہ آئے۔ شتائیہ (سرمائی فوج) صائفہ (گرمائی فوج)

علاوہ ازیں ایک ریزرو (RESERVE) فوج کی تشکیل کی۔ اور اس کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا۔ بری فوج اور بحری فوج۔

بحری فوج کی تشکیل حضرت عثمان کے دور خلافت میں آپ ہی نے کی تھی۔ لیکن اپنے دور میں اس نے بہت اضافہ کیا۔ حضرت عثمان کے عہد میں پانچ سو جہازوں کا بیڑا تھا جب کہ حضرت امیر معاویہ کے عہد حکومت میں بحری بیڑا ۱۷۰۰ جنگی جہازوں پر مشتمل تھا۔ اسلامی بحریہ

Marfat.com

لی مزید ترقی کے پیش نظر ملک کے ساحلی علاقوں میں متعدد جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے گئے
قدیم تن داستانیں، سلاطین عجم کے حالات زبانوں کی ابتدا۔ اور ان کی نشر و اشاعت کی تاریخ لکھوائی
جو کہ تاریخ کی سب سے پہلی کتاب ۔۔

جود و سخا آپ بہت فیاض اور سخی تھے۔ چنانچہ آپ کی فیاضی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے تمام مخالف آپ کی زر پاشیوں اور سخاوت کی وجہ سے خاموش ہوگئے طبری نے لکھا ہے "لوگ معاویہؓ کے جود و کرم سے بحر بیکراں کی طرح مستفید ہوتے تھے"۔

ایک موقعہ پر عبداللہ بن عباس نے فرمایا "جو لوگ معاویہ کے پاس جاتے ہیں وہ ایک وسیع وادی میں اتر جاتے ہیں"۔

قیام عدل آپ نے قیام عدل کی طرف خاص توجہ دی۔ دربار خلافت میں جانے سے قبل آپ روزانہ مسجد میں تشریف لے جاکر رعایا کی شکایات سننے کے لیے بیٹھتے تھے۔ آپ کے پاس کمزور خاتون، عورتیں اور بچے غرض کہ ہر طبقہ کے لوگ آتے تھے اور اپنی اپنی شکائتیں بیان کرتے تھے۔ آپ اس وقت ان کی شکایات کے تدارک کا حکم دیتے تھے دربار میں تشریف لے جاکر آپ اشراف سے کہتے کہ جو لوگ اپنی بعض وجوہ کی بناء پر مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ ان کی ضروریات مجھ سے بیان کرو۔

فتوحات آپ کے عہد حکومت میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

کارہائے نمایاں اموی حکومت کا استحکام

امیر معاویہ نے اپنے تدبر و حکمت عملی سے اموی حکومت کی بنیادوں کو اتنا مضبوط کر دیا کہ یہ خاندان تقریباً ایک صدی تک حکومت کرتا رہا۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو مملکت اسلامیہ انتشار اور افتراق کا شکار تھی۔ مختلف علاقوں میں باغی سر اٹھا رہے تھے۔ آپ نے اندرونی خلفشار اور بغاوتوں کو بہت ہی قلیل عرصہ میں ختم کر کے ایک مضبوط حکومت کی بنیاد رکھ دی۔ بقول سید امیر علی "بحیثیت مجموعی معاویہ کا عہد داخلی طور پر امن اور بیرون ملک نہایت کامیاب تھا" کولمبیا انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے "معاویہ کی پالیسی ہمیشہ بردبارانہ رہی۔ اور روشن دماغی سے امور مملکت انجام دیتے رہتے"۔ آپ نے اسلامی مملکت کو اس سے قبل بحریہ میں امیر البحر کا عہدہ نہیں ہوتا تھا چنانچہ آپ نے اسلامی بحریہ کی ترقی کے پیش نظر امیر البحر کا عہدہ الگ قائم تھا۔

Marfat.com

نئے شہروں کی تعمیر

آپ نے اسلامی نوآبادیاں قائم کیں کیونکہ زمین کے مزارعہ ہونے سے رہائشی زمین کم ہوگئی۔ چنانچہ ۴۳ھ میں انطاکیہ میں ایک نوآبادی قائم کی گئی لے روڈس اور دوسرے کئی جزیروں میں بھی جہاں غیر مسلم آباد تھے۔ مسلمانوں کو بسایا گیا۔ علاوہ ازیں کئی ویران شدہ شہروں کو آباد کیا گیا۔ جیسے افریقہ میں ایک نیا شہر قیروان بسایا گیا۔

رفاہ عامہ

امیر معاویہ نے زندگی کے ہر شعبہ میں اصلاحات نافذ کیں آب پاشی کی ترقی کے لیے نئی نہریں کھدوائی گئیں۔ مدینہ کے قرب وجوار میں نہر کظامہ، نہر ارزق، نہر شہداء وغیرہ متعدد نہریں کھدوائیں۔ نہر معقل جو حضرت عمر کے زمانہ میں حضرت معقل نے کھدوائی تھی۔ زیاد بن ابی سفیان نے اس نہر کو دوبارہ کھدواکر صاف کرایا۔ بخارا کے کوہستان سے عبیداللہ بن زیاد نے ایک نہر کھدوائی۔

آپ نے کئی مساجد تعمیر کروائیں اور بہت سی پرانی مساجد کو منہدم کرکے ازسرنو تعمیر کروایا۔ چنانچہ زیاد بن ابی سفیان نے بصرہ کی جامع مسجد گرواکر ازسرنو اینٹ اور چونے سے نہایت وسیع اور خوب صورت شکل میں بنوایا۔

ذمیوں سے سلوک

امیر معاویہ نے غیر مسلموں کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کی۔ ان کے معاہدات اور جذبات کا پورا پورا احترام کیا۔ اوران کے جان ومال وعزت کی اچھے طریقہ سے حفاظت کی۔ مذہبی امور میں مداخلت نہ کی حضرت عمر کے زمانہ میں یوحنا کے گرجے کے پاس ایک مسجد بنائی گئی تھی۔ امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں مسجد کو وسیع کرنے کے خیال سے گرجا کو بھی مسجد میں شامل کرنا چاہا لیکن عیسائی رضامند نہ ہوتے، لہٰذا آپ نے مسجد کی وسعت کا خیال ترک کردیا۔

بادشاہت کا آغاز

امیر معاویہؓ نے اسلامی طرز حکومت میں چند ایسی بنیادی تبدیلیاں کیں۔ جن کی وجہ سے بادشاہت کا آغاز ہوا۔ اور ان کی حکومت خلافت راشدہ کے نہج سے ہٹ گئی۔

۱۔ خلفائے راشدین کے طریقہ انتخاب پر نظر ڈالیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ان کے انتخاب میں عوام کی رائے کا بہت بڑا دخل تھا۔ اور کسی خلیفہ نے اپنے بعد اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا۔ امیر معاویہ نے اس طریقہ کار کو چھوڑ کر اپنے بیٹے یزید کو نامزد کردیا۔ اور اس کے لیے بیعت بھی لے لی۔

۲۔ خلافت راشدہ کی اساس شورائیت اور جمہوریت پر تھی۔ ان کی راہنمائی کے لیے مجلس شوریٰ

Marfat.com

موجود تھی۔ اس مجلس کے ارکان اکابر صحابہ تھے۔ وہ لوگ پوری آزادی سے ملکی معاملات میں خلیفہ کو مشورہ دیتے تھے۔ امیر معاویہ نے مجلس شوریٰ کو ختم کر دیا۔

۳۔ امیر معاویہ نے بیت المال کو شاہی خزانہ میں تبدیل کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیت المال جو قومی امانت سمجھا جاتا تھا۔ ذاتی ملکیت تصور کیا جانے لگا۔ امیر معاویہ نے اپنے آرام و آسائش پر بھی بیت المال سے خرچ کیا۔ اس طرح اپنے مخالفوں کو خاموش رکھنے کے لیے ان کو بڑی بڑی رقوم بیت المال میں سے دیں۔

۴۔ خلفائے راشدین کے عہد میں اعلیٰ عہدوں پر تقرری تقویٰ اللہ اہلیت کی بنا پر ہوتی تھی۔ لیکن امیر معاویہ نے عمال کی تقرری محض سیاسی سوجھ بوجھ کی بنا پر کی۔

۵۔ امیر معاویہ نے اپنے دفاتر اور محل قیصر و کسریٰ کے نمونہ پر تعمیر کرائے۔ ان کا طرز رہائش شاہانہ تھا۔

یزید اوّل

۶۰ھ — ۶۴ھ

۶۸۰ء — ۶۸۳ء

حالاتِ زندگی

یزید نام، معاویہ بن ابی سفیان والد کا نام۔ میسون بنت بحدل ماں کا نام، سنہ ۲۶ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوا۔

اس وقت امیر معاویہؓ سارے ملک شام کے امیر تھے۔ اس لیے ناز و نعمت کے آغوش میں پرورش پائی۔ جب سن بلوغت کو پہنچے تو بادۂ رنگین کی محفلیں جمانی شروع کیں۔ سیر و شکار کا بہت شوق تھا۔ باپ نے اصلاح کی کوشش کی۔ قسطنطنیہ کی مہم پر زبردستی بھیجا۔ دو مرتبہ امیر حج بھی مقرر کیا۔ مگر تربیت طبیعت پر غالب نہ آسکی۔

امیر معاویہ نے زندگی میں کوفہ، بصرہ اور حجاز کے لوگوں سے بیعت یزید حاصل کر لی تھی۔ حجاز کے پانچ بزرگ ایسے تھے جنہوں نے اس بیعت سے انکار کر دیا۔ یہ پانچوں مدینہ میں مقیم تھے۔ حسین بن علیؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور عبدالرحمان بن ابی بکرؓ

Marfat.com

امیر معاویہ کا وصیت نامہ

ان پانچ آدمیوں سے بیعت حاصل کرنے کے لیے امیر معاویہ نے وفات سے پہلے ہی یزید کے لیے ایک وصیت نامہ لکھ دیا تھا۔ جس کے چند جملے درج ذیل ہیں "سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے اس میں حسینؑ بن علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ کوئی حریف نہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی خطرہ نہیں۔ انہیں زہد و عبادت کے علاوہ اور کسی چیز سے واسطہ نہیں۔ عام مسلمانوں کی بیعت کے بعد انہیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ میں کوئی ذاتی حوصلہ و ہمت نہیں ہے جو ان کے ساتھی کریں گے۔ وہ اس کی پیروی کر لیں گے۔ البتہ حسین بن علیؓ کی جانب سے خطرہ ہے۔ اہل عراق انہیں تمہارے مقابلہ میں لاکر چھوڑیں گے۔ جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے۔ تو درگذر سے کام لینا کہ وہ قرابت دار، بڑے حق دار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہیں۔ البتہ جو شخص لومڑی کی طرح کاوے دے دے کر شیر کی طرح حملہ کرے گا۔ وہ عبداللہ بن زبیر ہے۔ اگر وہ صلح کر لیں تو نبھاؤ ورنہ قابو پانے کے بعد ان کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دینا۹

بیعت کا مطالبہ

باپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ بالا بزرگوں سے بیعت حاصل کرنے کے لیے یزید نے ولید بن عقبہ کو تاکیدی حکم بھیجا۔ ولید نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے مروان بن حکم سے جو مدینہ ہی میں موجود تھا مشورہ کیا مروان نے کہا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن عمر کی تو فکر نہ کرو۔ یہ تو حکومت کے طلبگار ہی نہیں البتہ حسین بن علیؓ اور عبداللہ زبیرؓ کو اسی وقت بلاؤ اور یزید کی بیعت پر مجبور کرو۔ اگر بیعت نہ کریں تو زندہ باہر نہ جانے دو۔ چنانچہ ولید نے مروان کی موجودگی میں حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو طلب کیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ ایک دن کی مہلت لے کر مکہ روانہ ہو گئے۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا "مجھ جیسا شخص خفیہ بیعت نہیں کر سکتا۔ اب عام لوگوں کو اس مقصد کے لیے جمع کیجیے۔ میں بھی ان کے ساتھ آؤں گا۔ جو سب کی رائے ہوگی کیا جائے گا۔

مروان نے قتل کا مشورہ دیا لیکن ولید نے ایسا نہ کیا۔ امام حسین کے جانے کے بعد ولید نے مروان سے کہا "بڑے افسوس کی بات ہے تم جانتے ہو کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کروں۔ خدا کی قسم قیامت کے دن جس سے حسینؓ کے خون کا مطالبہ کیا جائے گا۔ وہ بڑے خسارے میں رہے گا۔"

امام حسین مکہ کو

حضرت امام حسین کا بغیر بیعت کیے ہوتے مدینہ میں قیام کا امکان نہ تھا۔ جنگ کرنے میں مسکن و مدفن نبی کی بے حرمتی کا سوال تھا

Marfat.com

چنانچہ محمد بن حنیفہ کے مشورہ سے شعبان ۶۰ھ میں مع اہل و عیال کے مکہ روانہ ہو گئے۔ مکہ کے راستہ میں حضرت امام کو عبداللہ بن مطیع ملے۔ حالات معلوم کرنے کے بعد انہوں نے آپ سے عرض کیا۔

"حضرت اگر آپ مکہ کو چھوڑ کر کہیں اور جانا چاہیں تو کوفہ کا قصد ہرگز نہ فرمائیے گا۔ وہ بڑا منحوس شہر ہے۔ آپ کے والد کو وہیں شہید کیا گیا۔ آپ کے بھائی پر وہیں قاتلانہ حملہ ہوا۔ اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا بلکہ جہاں تک ہو سکے۔ ایک حرم کو نہ چھوڑیے گا۔ کیوں کہ اہل حجاز آپ کے مقابلہ میں کسی کو ترجیح نہ دیں گے۔ وہاں بیٹھ کر آپ اپنے حامیوں کو اپنے گرد بآسانی جمع کر سکتے ہیں" [1] اخبار الطوال صفحہ ۲۴۳

حضرت امام نے مکہ پہنچ کر شعب ابی طالب میں قیام کیا۔ اہل مکہ اور دوسرے مقامات کے لوگ جو حج کے سلسلہ میں آئے ہوتے تھے۔ انہیں جب حضرت کی آمد کا علم ہوا۔ تو جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ہر وقت یہ لوگ آپ کو گھیرے رہتے اور آپ کی طرفداری و جاں نثاری کا دم بھرتے۔ عبداللہ بن زبیر خانہ کعبہ کے ایک گوشہ میں مقیم تھے وہ تمام دن نماز و طواف میں گزارتے کبھی کبھی امام حسین کے پاس بھی آتے اور مشوروں میں شریک ہوتے۔

عراق کے شیعان علی ابتداء سے امیر معاویہ کے خلاف تھے۔ اور وہ یزید کی خلافت کی تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ اس وجہ سے حضرت امام حسینؓ کو اہل کوفہ نے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ حضرت امام حسین نے واقعات کا صحیح جائزہ لینے کے لیے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ اور اہل کوفہ کو لکھا۔

"تمہارے خطوط ملے، تمہاری خواہش معلوم ہوئی اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو حالات کی تحقیق کے لیے بھیجتا ہوں۔ جیسا کہ تم نے لکھا ہے اور تمہارے آدمیوں کا بیان ہے۔ اگر واقعی تم لوگ میری خلافت پر متفق ہو تو مسلم وہاں کے حالات دیکھ کر مجھے اطلاع دیں گے۔ میں فوراً روانہ ہو جاؤں گا"

یہ خطوط لے کر مسلم بن عقیل کوفہ روانہ ہو گئے اور مختار بن ابی عبید کے گھر میں قیام کیا۔ ان کی آمد کی خبر سن کر ان کے پاس حامیان امام حسین کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ نعمان بن بشیر اس زمانہ میں کوفہ کے والی تھے۔ ان کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ اہل کوفہ مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں تو انہوں نے جامع مسجد میں سب کو مخاطب کر کے کہا کہ

"تم لوگ امت میں فتنہ اور تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اس کا نتیجہ بربادی اور تباہی ہے۔ جیسا کہ تم خود تجربہ کر چکے ہو"

Marfat.com

نعمان چونکہ عابد اور زاہد و عافیت جو شخص تھا۔ اس لیے انہوں نے کسی قسم کی سختی نہ کی۔ اور کہا جب تک لوگ لڑنے کے لیے نہیں نکلیں گے میں خود پیش قدمی نہیں کروں گا۔ حامیان بنی امیہ میں سے ایک شخص نے یزید کو خط لکھا کہ کوفہ کے لوگ مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام حسین کے لیے بیعت کر رہے ہیں۔ اگر تم کوفہ کو اپنے زیر اقتدار میں رکھنا چاہتے ہو تو کوئی دوسرا والی بھیجو کہ وہ اس فتنہ کا انسداد کرے۔

یزید نے نعمان کو معزول کر کے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی والی کر دیا اور حکم دیا کہ فوراً وہاں پہنچ کر مسلم کو نکال دو یا قتل کر دو۔ ابن زیاد کوفہ میں آیا اور یہ اعلان کیا۔

"میں فرمان برداروں پر مہربان ہوں اور فتنہ پردازوں کا دشمن ہر محلہ کے جو رئیس ہیں وہ اپنے اہل محلہ کے نام لکھ کر مجھ کو دیں اور جو اجنبی یا خارجی یا مشکوک آدمی ہے اس کو میرے پاس لائیں۔ ہر شخص اپنے اپنے حلقہ کا ذمہ دار ہے۔ جس محلہ میں کوئی باغی ملے گا۔ اس محلے کے رئیس کو اس کے دروازے پر پھانسی دی جائے گی۔ جب مسلم بن عقیل کو اس اعلان کی خبر ہوئی تو انہوں نے ہانی بن عروہ کے گھر میں پناہ لی۔ لیکن یہاں بھی باوجود اتنی سختیوں کے بیعت کرنے والوں کا تانتا لگا رہا۔ اور خفیہ طور پر بیعت ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اٹھارہ ہزار کوفیوں نے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور مسلم بن عقیل نے امام حسین کو خط لکھ بھیجا کہ حالات سازگار ہیں آپ ضرور تشریف لائیں۔

مسلم بن عقیل کی شہادت

عبیداللہ بن زیاد کے غلام معقل نے محب اہل بیعت کے بھیس میں مسلم بن عقیل کا پتہ چلا کر ابن زیاد کو اطلاع دی۔ ابن زیاد نے فوراً ہانی کو طلب کر کے ان سے پوچھا کہ "کیا تم نے اپنے گھر میں مسلم کو پناہ دی ہے؟" کچھ حجت کے بعد ہانی نے اقرار کر لیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ "مسلم کو فوراً حوالے کرو"۔ ہانی نے کہا کہ "وہ میری پناہ میں ہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ ابن زیاد نے ان کو پٹوا کر قید میں ڈال دیا۔ اور کوفہ میں یہ خبر پھیل گئی۔ مسلم بن عقیل کو جب ان کی اطلاع ملی تو وہ اٹھارہ ہزار حامیوں کو لے کر نکل پڑے اور قصر امارت کا محاصرہ کر لیا اس وقت ابن زیاد کے پاس کل پچاس آدمی تھے۔ ابن زیاد نے معززین شہر سے کہا کہ آپ اپنے اپنے قبیلہ والوں پر اپنا اثر استعمال کریں۔ اور انہیں مسلم کا ساتھ چھوڑنے کی ترغیب دیں۔ یہ لوگ باہر نکلے اور اپنے اپنے قبیلہ والوں کو ڈرانا دھمکانا شروع کیا پھر امان کا جھنڈا بلند کر دیا۔ مسلم بن عقیل کے ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر الگ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ صرف تیس آدمی رہ گئے۔ مسلم نے یہ حال دیکھا تو پناہ لینے کے لیے کندہ کے محلہ کی طرف چلے محلہ تک پہنچتے پہنچتے بالکل تنہا رہ گئے، اندھیری

Marfat.com

رات تھی۔ مسلم تھکن سے چُور چُور تھے حیران تھے کہ کہاں سر چھپائیں۔ ایک بڑھیا عورت دروازہ پر کھڑی نظر آئی۔ آپ اس کے پاس پہنچے اور اپنی داستان مصیبت سنائی اور اس کو رحم آگیا۔ اور اپنے گھر کی ایک کوٹھری میں چھپا لیا لیکن بڑھیا کے بیٹے نے انعام کے لالچ میں آکر ابن زیاد کو اطلاع دے دی۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ ابن اشعث نے مسلم بن عقیل کی پناہ گاہ کا محاصرہ کر لیا مسلم کو جب معلوم ہوا کہ دشمن سر پر آگیا ہے۔ تو مردانہ وار تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ حالانکہ یہ بیچارے تنہا تھے۔ اور مقابلہ میں ستر آدمی مگر بڑی دیر تک داد شجاعت دیتے رہے اور کسی کو اپنے پاس پھٹکنے کا موقع نہ دیا۔ آخر محمد بن اشعث نے کہا۔ ہم آپ کو امان دیتے ہیں آپ بے خطر ہماری پناہ میں آجائیں۔ آپ ہمارے غیر نہیں ہیں جب مسلم بن عقیل کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو اس نے امان کے وعدہ کو پس پشت ڈالتے ہوئے آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔ مسلم بن عقیل نے محمد بن اشعث سے کہا کہ میرے قتل کی اطلاع امام حسینؓ تک پہنچا دینا اور نہیں میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ اہل کوفہ پر ہرگز بھروسہ نہ کریں اور جہاں تک پہنچ چکے ہوں وہیں سے واپس چلے جائیں۔ ابن شعث نے مسلم بن عقیل کا پیغام حضرت امام حسین کے پاس پہنچا دیا۔

امام حسین کا سفر کوفہ

مسلم بن عقیل نے حضرت امام حسینؓ کو پہلے یہ خبر بھیج دی تھی کہ کوفہ کے حالات سازگار ہیں۔ اسی لیے امام حسین نے مکہ سے کوفہ کا قصد کیا۔ عبداللہ بن عباسؓ عمر و بن عبدالرحمانؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ کو مشورہ دیا کہ کوفہ ہرگز نہ جائیں کیوں کہ حضرت علیؓ اور امام حسنؓ کے ساتھ جو سلوک اہل کوفہ نے کیا تھا اس سے ان کے کردار پر روشنی پڑتی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت امام حسین کو حکومت کی خواہش ہوتی تو وہ ضرور مکہ قیام کرتے اور وہاں بیٹھ کر آسانی سے اہل حجاز سے بیعت حاصل کر لیتے اور بیعت حاصل کرنے کے بعد ایک کثیر فوج کے ساتھ کوفہ روانہ ہوتے لیکن انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو یہ جواب دیا کہ "میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا ہے کہ حرم کا ایک مینڈھا ہے جس کی وجہ سے حرم کی حرمت اٹھ جائے گی۔ میں وہ مینڈھا بننا نہیں چاہتا۔"

اس جملے سے ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین انتہائی دور اندیش اور ذی فہم تھے حضرت امام حسین کو گوارا نہ تھا کہ حرم کی بے حرمتی کی جائے۔ اس لیے وہ خیر خواہوں کے مشورے کے خلاف ذی الحجہ ۶۰ھ کو معہ اہل و عیال مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے۔ مقام صفاح پہنچے تو آپ کو فرزدق شاعر عراق سے لوٹتا ہوا ملا۔ آپ نے اس سے وہاں کے حالات پوچھے فرزدق نے کہا "اہل

Marfat.com

عراق کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی اُمیہ کے ساتھ ہیں اور فیصلہ خدا کے اختیار میں ہے۔"

آگے چل کر آپ کو آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر ملے انہوں نے آپ سے بڑی تاکید کے ساتھ واپس لوٹ جانے کی درخواست کی۔ اور کہا "مجھے خوف ہے۔ اس راستے میں آپ کی جان کا ضرر اور آپ کے خاندان کی بربادی نہ ہو" اپنے ساتھ وہ عمرو بن سعید حاکم مدینہ سے ایک امان نامہ بھی لکھوا کر لائے مگر امام حسین نے اپنا ارادہ نہ بدلا۔ اور سفر جاری رکھا۔

آپ مقام ثعلبیہ پر پہنچے تو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے واپسی کا قصد کیا۔ بنی عقیل کی تلواریں نیام سے باہر آگئیں اور بنی ہاشم کے تیور بدل گئے اور وہ کہنے لگے کہ ہم مسلم بن عقیل کا قصاص لیں گے۔ آپ نے فرمایا "تمہارے بعد ہمارا جینا کس کام کا ہے چلو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں"۔ آپ کے ساتھ دوران سفر بہت سے بدوی شریک سفر ہو گئے تھے۔ آپ نے ان سب کو جمع کیا اور فرمایا۔

" مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن لقطر کے قتل کی خبریں موصول ہو چکی ہیں۔ ہمارے حامیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اس لیے تم میں سے جو شخص لوٹنا چاہے وہ خوشی سے لوٹ سکتا ہے میری جانب سے اس پر کوئی الزام نہیں" یہ سُن کر عوام کا ہجوم جو راستہ سے ساتھ ہو گیا تھا چھٹنے لگا۔ اور صرف وہی جان نثار باقی رہ گئے جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے۔

حر بن یزید تمیمی کی آمد

ابن زیاد کو امام حسین کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی چنانچہ اس نے یزید کی ہدایت کے مطابق مدینہ سے عراق آنے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی تھی۔ اور حُر بن یزید تمیمی کو ایک ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ امام حسینؓ مقام ذی حشم پہنچے تو حُر بھی وہاں پہنچ کر حضرت قافلہ کے مقابل پر پڑاؤ ڈال دیا۔ اس سے آپ نے فرمایا کہ "میں خود نہیں آیا۔ ہوں بلکہ تم لوگوں کے خطوط اور آدمی آتے تھے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ ہماری راہنمائی کیجئے۔ اگر تم لوگ اس بیان پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر چلوں ورنہ یہیں سے لوٹ جاؤں" حُر اور اس کے ساتھیوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت امام حسین نے دو تھیلے نکلوا کر کوفیوں کے سامنے خطوں کے ڈھیر لگوا دیئے۔ اس نے کہا "ہم کو اس سے بحث نہیں۔ ہم تو اس کام پر مامور ہوئے ہیں کہ آپ کو حراست میں لے کر ابن زیاد کے سامنے کوفہ پہنچا دیں۔

امام حسین نے فرمایا "یہ تو ناممکن ہے" پھر اپنے ساتھیوں کو واپس لوٹنے کا حکم دیا۔ حُر نے مزاحمت کی اور کہا "میں آپ کو واپس نہ جانے دوں گا لیکن آپ سے جنگ بھی نہیں کروں گا۔ بہتر یہ ہے کہ آپ

کوئی ایسا راستہ اختیار کیجئے۔ جو عراق اور حجاز دونوں کے درمیان ہو۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ آپ یزید کو لکھئے شاید کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مجھے آپ کے مقابلہ میں صف آرا نہ ہونا پڑے۔
حضرت امام حسین اس پر راضی ہو گئے۔

خطبہ مقام بیضہ میں حضرت امام حسین نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔
"لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ظالم، حرام کو حلال کرنے والے خدا کے عہد کو توڑنے والے، خدا اور رسول کے مخالف، بندگان خدا پر جبر و تشدد سے حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور قولاً اور عملاً اس پر غیرت نہ آئی تو خدا کو حق ہے کہ اس شخص کو اس بادشاہ کی جگہ دوزخ میں داخل کرے لوگو! خبردار ہو جاؤ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی۔ اس لیے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے"

حُر اس کے بھائی، اس کے بیٹے اور اس کے غلام کے دلوں میں یہ خطبہ میخ کی طرح گھر کر گیا مگر باقی اہل لشکر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ عذیب الہجانات پہنچ کر طرماح بن عدی نے جو کوفہ سے آ رہے تھے۔ قیس بن مسہر کے قتل کی خبر دی اور کوفہ کے جنگی انتظامات بیان کیے اور اپنے یہاں میں چلنے کی دعوت دی۔ لیکن حضرت امام حسین نے شکریہ کے ساتھ ان کی پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا "حُر سے جو میرا قول و قرار ہو چکا ہے۔ میں اس کے خلاف نہ کروں گا۔"
نینوی پہنچے تو حر کو ابن زیاد کا خط ملا جس میں لکھا تھا۔
"حسین اور ان کے ساتھیوں کو فوراً روک لو۔ اور انہیں ایسی جگہ اُترنے پر مجبور کر دو، جہاں کوئی اوٹ اور پانی نہ ہو۔"

میدان کربلا میں آمد حُر نے حضرت امام حسین کو یہ حکم سنا دیا لیکن اس کی تعمیل پر کوئی اصرار نہیں کیا۔ اور ۲ محرم ۶۱ھ مطابق ۲ اکتوبر ۶۸۰ء کو حضرت امام حسین نے کربلا میں قافلہ اتارا۔ تیسری محرم کو عمر بن سعد چار ہزار فوج لے کر کربلا پہنچا۔ یہ حضرت امام حسین کا قریبی رشتے دار تھا۔ عمر بن سعد کو ابن زیاد نے رے اور سرحد دیلم کا حاکم مقرر کیا تھا وہ اپنے علاقہ میں جانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ امام حسین کی روانگی کی اطلاع پہنچی اور ابن زیاد نے اسے ان کی مدافعت کا حکم دیا۔ عمر بن سعد نے معذرت چاہی مگر ابن زیاد نے کہا اگر اس خدمت میں پس و پیش کیا تو رے اور سرحد دیلم کی ولایت سے الگ کر دیا جائے گا۔ عمر بن سعد نے حکومت کے لالچ سے اس حکم کی تعمیل کو منظور کر لیا۔ مگر امام حسین سے لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے آخر وقت تک مفاہمت کی کوشش کی۔ حضرت امام حسین سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں آئے [illegible]
[illegible]

Marfat.com

ہوں۔ عمر بن سعد نے ابن زیاد کو لکھ بھیجا کہ حسین واپس جانے کے لیے تیار ہے۔ لیکن وہاں سے حکم آیا کہ پہلے بیعت لے لو۔ اس کے بعد غور کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہی دوسرا حکم پانی بند کر دینے کا پہنچا۔ اس حکم کے بعد عمر بن سعد نے ۷ محرم ۶۱ھ سے فرات پر پہرہ بٹھا دیا۔ حضرت حسین کے سوتیلے بھائی عباس بن علی چند آدمیوں کو لے کر زبردستی پانی لے آئے۔

ایک رات حضرت امام حسین کی درخواست پر عمر بن سعد کے ساتھ رات کے وقت علیحدگی میں گفتگو ہوئی جس میں حضرت امام حسین نے تین تجاویز پیش کیں۔

۱۔ مجھے واپس مکہ جانے کی اجازت دی جائے۔

۲۔ یزید سے براہ راست معاملہ طے کرنے کے لیے مجھے شام بھیج دیا جائے۔

۳۔ مجھے اجازت دی جائے کہ میں کسی محاذ کی طرف نکل جاؤں۔ کفار کے خلاف جہاد میں مصروف ہو جاؤں۔

عمر بن سعد نے تینوں تجاویز ابن زیاد کو لکھ دیں۔ اور اپنی طرف سے ان پر اطمینان کا اظہار کیا۔ ابن زیاد نے ان تجاویز کو پسند کیا لیکن شمر ذی الجوشن نے ان تمام تجاویز کو رد کرنے کا مشورہ دیا اور کہا۔ امام حسین کو اس حالت میں گرفتار کرنا زیادہ مناسب اور ضروری ہے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے اپنی رائے بدل لی۔

شمر ذی الجوشن کی آمد

ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کو ایک فوجی دستہ دے کر بھیجا اور عمر بن سعد کو لکھا کہ میں نے تمہیں اس لیے نہیں بھیجا کہ حسین کے مقابلہ سے جان بچاؤ اور انہیں غلط امیدیں دلاؤ۔ یا لڑائی کو طول دو یا میرے سامنے ان سے سفارشی بن کر آؤ۔ حسین اگر بلا شرط اطاعت قبول کریں تو انہیں میرے پاس بھیج دو۔ اگر انکار کریں تو ان سے جنگ کرو۔ اور قتل کر دو۔ اگر تمہیں اس حکم کی تعمیل میں پس و پیش ہو تو میں شمر ذی الجوشن کو بھیج رہا ہوں تم فوج اس کے حوالے کر دو اور اپنے آپ کو معزول سمجھو۔ یہ حکم آتے ہی عمر بن سعد نے جنگ کا تہیہ کر لیا، شب دہم کو صلح کی آخری گفتگو بھی ناکام رہی اور ۱۰ محرم کو اعلان جنگ ہو گیا۔ امام حسین نے رات کی تاریکی میں شمع گل کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو آخری دفعہ پھر آزمایا۔ فرمایا کہ

"لوگو! وقت موعود آپہنچا ہے اس لیے میں تم کو خوشی واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں" جان نثاروں نے یہ سنا تو اپنی گردنوں پر تلواریں رکھ کر چلائے کہ اے امام اگر ہماری وفاداری پر شک ہے تو ہم اپنی تلواروں اور اپنے ہاتھوں سے اپنی گردنیں کاٹ کر اپنی وفاداری کا ثبوت دیں۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت امام حسین نے تبلیغ اسلام کے آخری فرائض انجام دیئے اس کا یہ اثر ہوا کہ اسی بڑی فوج سے کل چار آدمی حر اس کا بیٹا، بھائی، اور غلام گھوڑے دوڑاتے ہوئے امام کی جماعت میں آ ملے۔ باقی پورا لشکر خاموش کھڑا رہا۔ حضرت امام حسین اور ان کے جاں نثار ساتھی شب بھر خدا کے آستانہ پر سجدہ ریز رہے۔ اہلبیت کے خیموں کی حفاظت کے انتظامات کرکے صبح کو بہتر جاں نثاروں کی مختصر فوج کو ترتیب دیا۔ عباس کو علم مرحمت فرمایا۔ میمنہ پر زہیر بن قیس اور میسرہ پر حبیب بن مظہر کو متعین کیا اور پھر بارگاہ ایزدی میں دعا کی۔

جنگ شہادت

لڑائی شروع ہوئی مٹھی بھر زمیوں نے وہ بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ تاریخ تاقیامت ان کے کارنامے فراموش نہ کر سکے گی۔ انصار و اعوان کی شہادت کے بعد نماز عصر سے پہلے حضرت علی اکبرؓ عبداللہ بن مسلمؓ عقیل کے فرزند عبدالرحمان، ان کے بھائی فرزندان زینب بنت علی، قاسم بن حسن اور ابوبکرؓ باری باری شہید ہو گئے۔ پھر عباس پانی کی کوشش میں فرات تک پہنچے۔ پانی لے کر واپس ہوتے اور راستے میں شہید ہو گئے۔ بہتر جان نثاروں کی لاشیں اٹھانے کے سلسلے میں امام حسین بہتر لڑائیاں لڑ چکے تھے۔ پھر بھی جب تنہا رہ گئے تو ایسا حملہ کیا کہ فرات تک راستہ صاف نظر آنے لگا۔ فرات کی طرف بڑھے پانی لے کر پینا چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے تیر چلایا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ آپ فرات سے لوٹ آئے۔ اب آپ میں کوئی سکت باقی نہ تھی۔ شامیوں نے چاروں طرف سے گھیر کر تیر و تلوار برسانا شروع کیا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے ہاتھ اور گردن پر وار کیے۔ سنان بن انس نے تیر چلایا اور آپ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ آپ کے گرنے کے بعد سنان بن انس نے سر اقدس جدا کر دیا۔ یہ حادثہ عظمیٰ ۱۰ محرم ۶۱ھ مطابق ستمبر ۶۸۰ء کو پیش آیا۔

اس معرکہ میں ۷۲ آدمی شریک ہوئے تھے جن میں بیس خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ خاندان نبوی میں صرف امام زین العابدین زندہ بچے جو بوجہ علالت جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ شہادت کے دوسرے دن غاضریہ والوں نے شہداء کی لاشوں کو سپرد خاک کیا۔

اہل بیت کا سفر شام

اہل عراق امام حسین کے اور ان کے حرم کو مع علی بن حسین کے جو مریض تھے، ابن زیاد کے سامنے لائے۔ اس نے ان کو شمر وغیرہ چند عراقی سرداروں کے ساتھ دمشق کو روانہ کیا۔ جب یہ قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا تو اس کو یہ کیفیت دیکھ کر بہت رنج ہوا آنکھوں سے آنسو بھر آئے۔ عراقیوں سے کہا "تم نے کیا کیا۔ میں تمہاری اطاعت سے بلا حسین کے قتل کئے ہوئے بھی راضی تھا۔ ابن زیاد پر اللہ کی لعنت۔ میں اگر اس کی جگہ ہوتا تو درگذر سے کام لیتا۔

حقیقت یہ ہے کہ یزید امام حسین کی مظلومانہ شہادت اور اہل بیت رسول سے ظالمانہ سلوک

Marfat.com

کے نتائج سے خوف زدہ ہو گیا تھا۔ اس خوف کے مارے ابن زیاد کے فعل سے اظہار بیزاری اور خاندان نبوت پر نوازشات کی بارش کرنے لگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یزید کی بیوی بندہ محب اہل بیت رسول تھی۔ اس نے بھی اہل بیت رسول کی خوب خاطر مدارات کی اور ان کے مصائب پر اشک بار ہوئی۔ چند دن عزت و احترام سے اہل بیت کو مہمان رکھ کر دیا تھا اور بالآخر رسول کے ہمراہ عزت و احترام کے ساتھ ان کو مدینہ پہنچا دیا۔

سانحہ کربلا کی اہمیت

حضرت امام حسین نے اپنا سر دے کر اسلام کی آبرو بچائی آپ کی مخالفت یزید سے نہ تھی بلکہ اس نظام حکومت سے تھی جو فسق و فجور اور خاندانی قبائلی عصبیت کی بنیاد پر قائم کیا جا رہا تھا۔ امام حسین نے جمہوری نظام کی حمایت میں جابر بادشاہ کے خلاف کلمہ حق کہا اور اس مسئلہ پر سر دھڑ کی بازی لگا کر دنیا کو یہ سبق دے گئے کہ جو نظام اسلامی اصولوں کے خلاف ہو۔ وہ مومن کے لیے ناقابل قبول ہے۔ واقعہ کربلا نے تمام مسلمانوں کے دلوں میں بنو امیہ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کر دیئے اور بنو امیہ کی سیاست پر ایسی کاری ضرب پڑی کہ عوام کی نظروں میں ان کی قدر و منزلت بہت کم ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد اموی حکمرانوں کے خلاف مسلسل بغاوتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ ستر برس کے بعد اموی اقتدار کا تختہ الٹ دیا گیا۔

سانحہ کربلا کے نتائج و اثرات

سانحہ کربلا کے نتائج کئی لحاظ سے دور رس تھے مثلاً (۱) اس واقعہ کی بدولت تمام اسلامی دنیا میں کہرام مچ گیا۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں بنو امیہ کی حکومت کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات پیدا ہو گئے جو بعد ازاں مختلف تحریکوں کی صورت میں اموی حکومت کے خلاف رونما ہوتے رہے اور اس کی بنیادوں کو متزلزل کرتے رہے۔ اس طرح یہ واقعہ بالآخر اموی سلطنت کے زوال کا سب سے بڑا سبب بنا۔

(۲) مدینہ پر یزیدی لشکر کا حملہ

واقعہ کربلا کے بعد اہل حجاز یزید کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ چونکہ حجاز والوں نے حکومت یزید کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لیے یزید نے اس کی سرکوبی کا پورا پورا تہیہ کر لیا۔

اسباب

اہل حجاز کو یزید کے اعمال بد سے نفرت تھی۔ اسلام کی حقیقی روح سے واقفیت ہونے کی وجہ سے مدینہ اور مکہ کے لوگ یزید کی بیعت کی خلافت کو تسلیم کرنے

Marfat.com

کے لیے تیار نہ تھے۔ کربلا کے حادثہ فاجعہ سے اہل مدینہ خاص طور پر متاثر ہوئے اور انہوں نے حکومت یزید کے خلاف عملی کارروائی کرنے کا تہیہ کر لیا۔

مکہ میں عبداللہ بن زبیر موقع کے منتظر تھے۔ جونہی امام حسین کی شہادت کی خبر مکہ پہنچی تو انہوں نے اہل مکہ کے سامنے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ یزید کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے ایک وفد نعمان بن بشیر انصاری کی قیادت میں اہل حجاز کو سمجھانے کے لیے بھیجا۔ نعمان بن بشیر نے ہر چند مصالحت کرانے کی کوشش کی مگر ناکام ہو کر وہ شام کو روانہ ہو گیا۔

نعمان بن بشیر کی واپسی کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا ۶۲ھ میں اہل مدینہ نے بغاوت کر دی اور یزید کے عامل عثمان کو قید کر لیا۔ اس پر یزید نے ایک زبردست لشکر مسلم بن عقبہ کی زیر قیادت مدینہ والوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔

واقعہ حرہ مسلم بن عقبہ نے مدینہ والوں کو اطاعت یزید کے لیے کہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد مدینہ سے باہر حرہ کے میدان میں زبردست جنگ ہوئی جس میں مدینہ والوں کو شکست ہوئی۔ شامی سپاہیوں نے تین روز تک شہر میں قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ چوتھے روز اعلان ہوا کہ ہر وہ شخص جو بیعت نہیں کرے گا۔ بے دریغ قتل کر دیا جائے گا۔ اس پر مدینہ کے بچے کھچے لوگوں نے بیعت کر لی۔ یہ واقعہ ۲۶ اگست ۶۸۲ء کو پیش آیا۔ حادثہ کربلا کے بعد یہ واقعہ یزید کے دامن پر ایک سیاہ دھبہ ہے۔

۳۔ **مکہ پر حملہ** مدینہ کی مہم سے فارغ ہو کر مسلم، عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لیے مکہ کی طرف کوچ کیا۔ کیوں کہ انہوں نے اہل حجاز سے بیعت لے کر اپنی خلافت کا علم بلند کر دیا تھا۔ راستہ میں مسلم بن عقبہ نے وفات پائی۔ اس کے بجائے حصین بن نمیر نے یزید کی ہدایت کے مطابق لشکر کی قیادت سنبھالی۔ یہ لشکر ۲۶ محرم ۶۴ھ کو مکہ پہنچا۔ ابن زبیر حرم میں پناہ گزین تھے۔ حصین بن نمیر نے محاصرہ کر کے سنگ باری شروع کر دی۔ اس سے خانہ کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا۔ ابن زبیر حرم کے اندر سے مدافعت کرتے رہے۔ ابھی محاصرہ جاری تھا۔ یزید کی وفات کی خبر آگئی اور محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ عبداللہ بن زبیر کی خلافت اموی حکومت کے متوازی قائم ہو گئی۔ اسلامی دنیا کی یکجہتی پر ایک زبردست دھچکا لگا

۴۔ **مسلمانان عالم کی دو گروہوں میں** اس سانحہ کے بعد مسلمانان عالم دو گروہوں میں بٹ گئے۔ اس طرح وسیع پیمانے پر خانہ جنگی کے امکانات پیدا ہو گئے۔ [illegible] کے لیے [illegible] کام دیا۔

Marfat.com

۵ - سیاسی و مذہبی تحریکیں

اس واقعہ کے ردعمل میں کئی سیاسی، مذہبی تحریکوں نے جنم لیا۔ مختار ثقفی نے کربلا کے شہداء کا پورا پورا بدلہ لیا تا آئیں امام حسین کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ اہل ایران نے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے واقعہ کربلا کا سہارا لیا چنانچہ حسین مظلوم کا نام ایران میں نعرہ انقلاب بن گیا۔ جب بھی یہ لوگ حصول اقتدار کے لیے اٹھے، تو انہوں نے حسین مظلوم کے نام کا نعرہ بلند لیا۔ اس طرح ایران ہمیشہ اموی حکومت کے لیے خطرہ کا باعث بنا رہا۔

۶ - عباسی تحریک

عباسیوں نے واقعہ کربلا کے ردعمل سے خوب فائدہ اٹھایا اور ان کے داعی ملک کے کونے کونے میں پھیل گئے اور اموی مظالم کی داستانیں پر زور انداز میں بیان کیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آہستہ آہستہ عباسی تحریک زور پکڑ گئی اور اموی اقتدار کو خاک میں ملا دیا۔

فتوحات

یزید نے عقبہ بن نافع کو دوبارہ افریقہ کا سپہ سالار مقرر کیا اور جو وعدہ امیر معاویہ کر گئے تھے اس کو پورا کیا۔ عقبہ نے قیروان پہنچ کر ابوالمہاجر کو زنجیروں میں مقید کیا اور ایک لشکر جرار لے کر مقام باغایہ کی طرف بڑھے۔ جہاں رومیوں کا اجتماع تھا۔ دونوں فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ اور رومیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور پیچھے ہٹ کر شہر میں داخل ہو گئے۔ عقبہ نے محاصرہ کو غیر ضروری خیال کر کے بلاد زاب کی طرف بڑھا۔ اور وہاں کے سب سے بڑے شہر اربہ کو رومیوں سے چھین لیا۔ آگے بڑھ کر تاہرت پر پھر مقابلہ ہوا۔ رومیوں نے بربر کو اپنا شریک بنا لیا تھا۔ دشمن کی کثرت تعداد سے مسلمانوں کو بڑی مشکل پیش آئی، لیکن رومی اور بربر دونوں نے شکست کھائی۔

مسلمان پھر طنجہ کی طرف بڑھے۔ وہاں ایک رومی رئیس بلیان تھا۔ اس نے صلح کر لی۔ اس کے بعد طنجہ کے مغرب میں سوس ادنیٰ کو فتح کیا۔ پھر سوس اقصیٰ کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں روم اور بربر کی متحدہ فوج سے مقابلہ ہوا۔ اسلامی فوج سب کو شکست دیتے ہوئے۔ بحر ظلمات تک پہنچ گئی۔ اب اسلامی فوج قیروان کو واپس ہوئی چونکہ سارا ملک فتح ہو چکا تھا۔ اس لیے زیادہ خطرہ نہ تھا۔ فوجوں کے دستے الگ الگ روانہ ہوئے۔ عقبہ کے ساتھ تھوڑی سی فوج رہ گئی۔

کسیلہ بن کرم کی بغاوت

ایک بربری سردار کسیلہ جو ابوالمہاجر کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔ عقبہ کے ساتھ تھا۔ لیکن عقبہ نے ابوالمہاجر پر جو سختیاں کی تھیں ان کی وجہ سے وہ دل میں ان کا سخت دشمن تھا کسیلہ نے جب دیکھا کہ عقبہ کے ساتھ تھوڑی سی فوج ہے۔ اس موقع پر کسیلہ رومیوں کے ساتھ جا کر مل گیا۔ پھر اپنے ہم قوموں کی ایک کثیر جماعت فراہم کر کے مسلمانوں پر حملہ کیا عقبہ کے ساتھ جس قدر فوج تھی اس میں سے کوئی نہ بچ سکا بلکہ ابنی جماعت

Marfat.com

لیے ہوئے قیروان کی طرف بڑھا۔ وہاں عقبہ نے قیس بن زہیر کو اپنا نائب بنا کر چھوڑا تھا۔ اس مقابلہ کرنا چاہا۔ لیکن فوج کمزور تھی۔ لڑنے پر راضی نہیں ہوئی۔ اس لیے مجبوراً مسلمان بھاگ برقہ چلے آئے۔ کسیلہ نے قیروان پر قبضہ کرلیا۔ وہاں کے مسلمانوں کے اہل وعیال جو رہ گئے تھے کو امان دی۔

فتوحات خراسان

۶۱ھ میں یزید نے مسلم بن زیاد کو خراسان و سجستان کا والی مقرر کیا اور عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ چھ ہزار منتخب سوار اپنے بھائی مسلم کے حوالے کر دے۔ مسلم نے اس جمعیت کو لے کر دریائے جیحون کو پار کیا۔ بحر الغدم کے قریب خراسان اور ترکستان کے سرداروں نے ایک شہر کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔ موسم سرما میں جب مسلمان حکام مرد و شاہجہاں چلے جاتے تو یہ سردار جمع ہو کر آپس میں مشورے کرتے اور مسلمانوں کے مقابلہ کی تدبیریں سوچتے۔ مسلم سے اجازت لے کر مہلب بن ابی صفرہ نے اس شہر کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں کے سرداروں نے پانچ کروڑ کی قیمت کا سامان دے کر مہلب سے صلح کرلی۔ اس کے بعد مسلم نے سمرقند اور خجند پر فوج کشی کی۔

فتوحات سجستان

مسلم بن زیاد نے اپنے بھائی یزید بن زیاد کو سجستان کا والی مقرر کر دیا تھا۔ مگر اہل کابل نے بغاوت کی اور ابوعبیدہ بن زیاد کو قید کرلیا۔ یزید بن زیاد ایک فوج لے کر مقابلہ کے لیے گیا۔ مگر شکست کھائی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ مسلم کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے طلحہ بن عبداللہ خزاعی کو بھیجا۔ طلحہ نے پانچ لاکھ درہم فدیہ دے کر ابوعبیدہ کو رہا کرایا۔

اس کے بعد طلحہ سجستان کے حاکم مقرر ہوئے۔ کامیابی کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد انتقال ہوگیا۔

وفات

۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ مطابق ۱۰ نومبر ۶۸۳ء کو یزید نے سرزمین شام کے شہر حوران میں وفات پائی۔ انتقال کے وقت ۳۸ سال کی عمر تھی۔ مدت حکومت ۳ سال ۹ ماہ تھی۔

معاویہ ثانی

یزید کی وفات کے بعد دو بیعتیں ہوئیں۔ ایک شام میں معاویہ بن یزید کی خلافت کے لیے دوسری حجاز میں عبداللہ بن زبیر کے لیے معاویہ ثانی کی عمر ۲۱ سال تھی۔ جب لوگوں نے بیعت کی تو اس نے سب کو مخاطب کرکے کہا کہ:

"تم لوگوں نے مجھ کو خلیفہ بنایا لیکن میں اپنے اندر اس کے فرائض بہ ادا کرنے کی قوت نہیں پاتا۔

میں نے تلاش کی امت میں کوئی شخص حضرت عمر جیسا ملے تو امارت کو اس کے سپرد کر دوں پھر میں نے چاہا کہ حضرت عمر کی طرح چند بہترین افراد کو نامزد کردوں کہ وہ اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنالیں، مگر ایسے لوگ بھی مجھ کو نہ مل سکے، اس لیے تم لوگ خود جس کو چاہو منتخب کر لو۔ مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا اور تین مہینے کے بعد جب وفات پائی تو اس کا جنازہ نکلا۔

مروان بن حکم

۶۴ھ تا ۶۵ھ
۶۸۴ء ۶۸۵ء

حالاتِ زندگی مروان بنو امیہ کی دوسری شاخ بنو العاص سے تھا۔ مروان ۲ھ میں پیدا ہوا۔ مروان کا باپ حکم بن العاص حضرت عثمان کا حقیقی چچا تھا۔ فتح مکہ کے بعد حکم نے اسلام قبول کیا۔ بعض شکایات کی بنا پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جلاوطن کر دیا تھا۔ اس وقت مروان کی چھوٹی عمر تھی۔ اس لیے وہ بھی باپ کے ساتھ طائف میں رہا۔ عہد نبوی کے آخر میں حضرت عثمان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی واپسی کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ اور اپنے عہد خلافت میں اسے اور اس کے باپ دونوں کو مدینہ واپس بلا لیا۔ اور مروان کو اپنا سیکرٹری بنالیا۔ یہ شخص بہت ہی چالاک تھا۔ حضرت عثمان اس پر بہت اعتماد کرتے تھے اس لیے مہر خلافت بھی اس کے سپرد کر رکھی تھی۔ جب آپ کے خلاف فسادیوں نے فتنہ و فساد برپا کیا، حاکم مصر کے نام منسوب خط کی جعل سازی کی ذمہ داری بھی اس پر عائد کی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں حضرت عثمان کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ جنگ جمل، اور معرکہ صفین میں حضرت عائشہ اور امیر معاویہ کے ساتھ تھا۔ امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں اسے مدینہ کا والی بنا دیا تھا۔ ابن زبیر کے دعویٰ خلافت تک وہ اسی عہدہ پر تھا۔

مروان کی شام میں آمد اور خلافت

جب یزید کی وفات کی خبر مدینہ پہنچی تو مروان بن حکم کی ہمت اس قدر پست ہو چکی تھی کہ اس نے عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی آمادگی کا اظہار کیا۔ اس کا بیٹا عبدالملک بھی بیماری کی حالت میں مدینہ میں موجود تھا۔ اس موقع کو ابن زبیر نے ضائع کر دیا۔ محض جذبات کی رو میں بہہ کر عبداللہ ابن زبیر نے مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کو جلاوطن کر دیا۔ یہی مروان سیدھا شام پہنچا۔ شام سیاسی انتشار

Marfat.com

کا شکار تھا۔ شام میں بنوامیہ کی طاقت کا دارومدار دو بڑے قبیلوں بنو کلب اور بنو قیس پر تھا۔ بنو کلب یزید بن معاویہ کی ننھیال تھی۔ وہ اپنے تعلقات کی وجہ سے خلافت کو بنوامیہ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ بنو قیس، عبداللہ بن زبیرؓ کے حامی ہو گئے تھے۔ پھر بنو کلب اور ان کے ہم خیال بھی کسی ایک شخص کی خلافت پر متفق نہ تھے۔ کچھ خالد بن ولید کے حق میں تھے، کچھ مروان بن حکم کو پسند کرتے تھے۔ اور کچھ عمرو بن سعید بن عاص کے طرف دار تھے۔ ضحاک بن قیس والی دمشق جو بنو قیس کا سردار تھا عبداللہ بن زبیر کو دعوت دے رہا تھا۔ یہ وہ حالات تھے جس وقت مروان بن حکم مدینہ منورہ سے شام پہنچا۔ اور مروان کا یہ ارادہ ہوا کہ عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ مگر اسی زمانہ میں عبیداللہ بن زیاد عراق سے شام پہنچ گیا۔ اس نے مروان سے کہا۔ آپ قوم کے سردار ہیں آپ کو ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ مروان کو ابن زیاد کے مشورہ سے حوصلہ ہوا اور ابن زبیر کی بیعت نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بالآخر مقام جابیہ میں حامیان بنوامیہ جمع ہوئے چالیس روز تک اجلاس جاری رہا۔ چنانچہ بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ ہوا کہ مروان کو خلیفہ بنا دیا جائے اور خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کو علی الترتیب ولی عہد مقرر کر دیا جائے۔ وہیں مروان کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی اور اسے ۶۴ھ میں خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔

جنگ مرج راہط محرم ۶۵ھ

شام میں اس وقت عبداللہ بن زبیر کے حامی بکثرت موجود تھے۔ ان کا سردار ضحاک بن قیس تھا اور دمشق پر ان کا قبضہ تھا۔ بنوامیہ کے ایک سردار یزید بن ابی النمس نے پیش قدمی کر کے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ آخر فریقین کے درمیان مرج راہط کے مقام ۶۵ھ میں ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں عبداللہ بن زبیرؓ کے حامیوں کو مکمل شکست ہو گئی اور اس کا سرغنہ ضحاک مارا گیا۔ نعمان بن بشیر بھی حمص چھوڑ کر بھاگا۔ لیکن وہاں کے لوگوں نے تعاقب کر کے اس کو قتل کر دیا۔ زفر بن حارث قنسرین سے قرقیسا میں جا کر قلعہ گیر ہو گئے۔ بنوامیہ نے اس کا محاصرہ کر لیا، لیکن وہ اپنی جان بچا کر وہاں سے نکل آئے۔ اب سارا ملک شام مروان کے قبضہ میں آ گیا۔

مصر پر قبضہ

شام پر قبضہ اور تسلط کو مستحکم کرنے کے بعد مروان نے مصر کا رخ کیا۔ مصر پر عبداللہ بن زبیر کی طرف سے عبدالرحمٰن بن حجدم والی تھے۔ انہیں مروان کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ مقابلہ کے لیے نکلا۔ مگر مروان بن حکم نے عمرو بن سعید کو کچھ فوج دے کر دوسری طرف سے مصر میں داخل کرا دیا۔ عبدالرحمٰن نے مقابلہ کی سکت نہ پاتے ہوئے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور مصر بلا مقابلہ مروان کے قبضہ

Marfat.com

ولی عہدی میں تغیر

جابیہ کی کانفرنس میں ولی عہد خالد بن یزید اور عمرو بن سعید نامزد ہوئے تھے لیکن چند مہینوں بعد مروان نے ان دونوں کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے عبدالملک اور اس کے بعد عبدالعزیز کو ولی عہد بنادیا۔

وفات ۲۷ رمضان ۶۵ھ / ۶۸۵ء

مروان نے خالد کی ماں یعنی یزید کی بیوی سے سیاسی مصالحت کی خاطر شادی کرلی تھی، لیکن جب مروان نے جبر یہ خالد کو ولی عہدی سے الگ کر کے اپنے بیٹے عبدالملک اور عبدالعزیز کو ولی عہد نامزد کیا تو خالد کی ماں نے گھر والوں کو زہر پلا کر اس کا گلا گھونٹ دیا۔

عبداللہ بن زبیر

۶۵ھ / ۶۸۵ء تا ۷۳ھ / ۶۹۲ء

حالاتِ زندگی عبداللہ بن زبیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام کے صاحبزادے تھے آپ ۲ھ (۶۲۴ء) میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ حضرت اسماء حضرت ابوبکر صدیق کی بڑی صاحبزادی اور حضرت عائشہ کی حقیقی بہن تھیں۔ سات آٹھ سال کی عمر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بچپن سے ہی بڑے بہادر، شجاع اور زیرک تھے۔ خلافت راشدہ کے آغاز سے ہی نو عمری کے باوجود آپ بڑی بڑی مہمات میں شریک ہوئے۔ جنگ یرموک میں آپ نے والد کے شانہ بشانہ شرکت کی۔ بعد ازاں جب حضرت زبیرؓ کو عمرو بن العاص کی امداد کے لئے روانہ کیا گیا۔ تو آپ بھی ساتھ تھے۔ مصر کی فتح میں شریک تھے۔

حضرت عثمان کے عہدِ خلافت میں آپ نے خراسان کی فتح میں نمایاں حصہ لیا۔ طرابلس انہی کی کوششوں سے تسخیر ہوا۔ جنگِ جمل میں اپنی خالہ حضرت عائشہؓ کے طرف دار تھے۔ ان کی حفاظت میں اس بہادری سے لڑے کہ سارا بدن زخموں سے چھلنی ہوگیا اور سارے جسم پر چالیس سے زائد زخم تھے۔ جب امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزید کی خلافت کی بیعت حاصل کرنی چاہی تو آپ نے شدید مخالفت کی۔ امیر معاویہ کی وفات کے بعد جب یزید کے قاصد آپ سے بیعت لینے آئے تو آپ نے ایک دن کی مہلت لے کر مدینہ سے نکل کر مکہ آگئے اور حرم کعبہ میں پناہ لے لی۔

Marfat.com

خلافت

حضرت امام حسین کی شہادت کی خبر جب مکہ میں پہنچی تو یزید کے خلاف شدید ردعمل ہوا۔ اہل مکہ نے ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا۔ ابن زبیرؓ شخصیت ہر لحاظ سے قابل احترام تھی۔ اور اس وقت عالم اسلام میں نمایاں حقیقت رکھتے تھے چنانچہ اہل مدینہ نے بھی آپ کی بیعت کر لی۔ اور سارے حجاز میں خلیفہ تسلیم کر لئے گئے۔

ابن زبیر کے مدمقابل کوئی قابل احترام شخصیت نہ تھی۔ اس لئے آپ نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ اور آپ کے والی سارے صوبوں میں پھیل گئے چنانچہ مصر اور عرب کے مختلف حصوں پر آپ کا تسلط قائم ہو گیا۔ یہاں تک کہ خود بنی امیہ کے پایۂ تخت شام میں اردن کے والی حسان بن بحدل کے علاوہ تمام صوبوں کے حکام اور سردار ابن زبیرؓ کے حامی و مددگار بن گئے۔

عراق پر اس وقت عبداللہ بن زیاد والی تھے۔ اس نے صوبہ کو اپنے زیر اثر رکھنے کی کوشش کی اور اہل بصرہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔

"اے اہل بصرہ! میں یہیں پیدا ہوا۔ اور یہیں پلا بڑھا۔ اور یہیں کا والی مقرر ہوا۔ جب یہاں کی ولایت پر میرا تقرر ہوا۔ تو فوجی دفتر میں تمہارے ستر ہزار جوانوں کے نام درج تھے لیکن آج ایک لاکھ جوانوں کے نام درج ہیں، اسی طرح انتظامی عہدوں پر تمہارے نوے ہزار آدمی مقرر تھے لیکن آج یہ تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار تک پہنچ گئی ہے تمہارے سب دشمنوں کو میں نے قید خانوں میں بند کر دیا ہے اب کوئی ایسا نہیں جس سے تمہیں کھٹکا ہو"

یزید کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور شام میں تخت نشینی کے متعلق جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ تم قوت و طاقت اور دولت و ثروت کے لحاظ سے دوسرے ملک کے لوگوں سے ممتاز ہو مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی کو اپنا خلیفہ منتخب کر لو جسے تم انتخاب کر لو گے میں بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ اہل شام نے کسی موزوں آدمی کا انتخاب کیا تو انہیں اختیار ہوگا کہ تم بھی اسی کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ یا اپنی طاقت جداگانہ قائم رکھو۔ تمہیں دوسرے ملکوں کی مدد کی ضرورت نہیں ہے وہی تمہارے محتاج ہیں۔

اہل بصرہ اس کا اشارہ سمجھ گئے۔ اور اس کی بیعت پر آمادگی ظاہر کی۔ مگر اس نے انکار کر دیا لیکن جب ان کا اصرار بڑھا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر اپنی خلافت کی بیعت لے لی۔ جونہی یہ لوگ مسجد سے باہر آئے۔ انہوں نے دیواروں سے ہاتھ رگڑنے شروع کر دیئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم ہرگز اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔

اب ابن زیاد نے اہل کوفہ سے بیعت حاصل کرنے کے لئے ایک آدمی روانہ کیا مگر انہوں

Marfat.com

صاف انکار کر دیا۔ اہلِ بصرہ کو جب اہلِ کوفہ کا حال معلوم ہوا تو انہیں بھی جرأت ہوئی اور انہوں نے بھی کھلم کھلا ابن زیاد کی بیعت سے انکار کرنا شروع کر دیا اسی دوران ایک شخص مسلمہ بن ذریب تیمی نے عبداللہ بن زبیرؓ کی دعوت دینی شروع کر دی۔ لوگ دھڑا دھڑ ان کی بیعت کرنے لگے۔ ابنِ زیاد کی جب مخالفت بڑھی تو وہ عراق چھوڑ کر شام کی طرف بھاگ گئے۔ اہلِ عراق نے ابنِ زبیرؓ کی اطاعت قبول کر لی۔

ابنِ زبیر کا عدم تدبر

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یزید کی وفات کے بعد حصین بن نمیر نے محاصرہ اٹھا لیا۔ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے ملا۔ اور کہا آپ میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی شخص خلافت کا مستحق نہیں ہے۔ میں بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ آپ شام کی طرف چلیں میرے ساتھ جو فوج ہے اس میں وہاں کے اکثر رؤساء ہیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ کل اہل شام بلا اختلاف آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ لیکن جو لوگ آپ کے مقابلہ پر لڑے ہیں۔ ان کو امن عام دے دیجئے۔ تاکہ ان کے دل آپ کی طرف مطمئن ہو جائیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے جوش میں آکر بلند آواز سے کہا کہ میں معافی کبھی نہیں دوں گا۔ اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنے ایک ایک مقتول کے بدلے دس دس شامیوں کو قتل کروں گا۔

حصین بن نمیر نے کہا۔

"میں آپ کو مدبر آدمی سمجھتا تھا مگر میرا خیال غلط نکلا ہے میں آہستہ آہستہ گفتگو کر رہا ہوں اور آپ چیخ کر جواب دیتے ہیں۔ میں آپ کو خلافت کی پیشکش کرتا ہوں اور آپ قتل و ہلاکت کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں"

یہ کہہ کر حصین بن نمیر اپنے لشکر میں چلا گیا اور مدینہ کے راستے شام روانہ ہو گیا۔

ابنِ زبیرؓ کی سب سے بڑی سیاسی غلطی تھی۔ جب تک وہ شام کو فتح کر کے بنو امیہ کے مرکز پر قبضہ نہ کر لیتے ان کی خلافت کو استحکام نہیں مل سکتا تھا۔

دوسری بار پھر سیاسی غلطی کی جب ابنِ زبیرؓ نے کل بنو امیہ کو جن میں مروان اور اس کا لڑکا عبدالملک بھی تھا مدینہ سے نکلوا دیا۔ جب کہ مروان ابنِ زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ ہو گیا تھا۔ ابنِ زبیرؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مروان کو پکڑنے کے لئے آدمی روانہ کئے لیکن اب سب کچھ بے سود تھا۔ مروان ابنِ زبیرؓ کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

اگر ابنِ زبیرؓ سے یہ سیاسی غلطیاں سرزد نہ ہوتیں۔ تو بنو امیہ کی خلافت کبھی مستحکم نہ ہو سکتی اور تاریخِ اسلام ایک نیا موڑ اختیار کر لیتی۔

Marfat.com

عبداللہ بن زبیرؓ کا خاتمہ

عراق کی حالت

یزید کی وفات کے بعد اہل عراق نے عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنا خلیفہ منتخب کر لیا۔ اس وقت بصرہ یمان کے بھائی مصعب بن زبیرؓ کی حکومت تھی اور کوفہ پہان کا مقرر کردہ عبداللہ بن زبیرؓ عامل تھا۔ لیکن یہ دور انتشار اور افتراق کا دور تھا۔ سارا عراق مختلف مذہبی اور سیاسی تحریکات کا مرکز بنا تھا۔ اور ان میں شیعان علی، حامیان ابن زبیرؓ، خوارج، اور توابین قابل ذکر ہیں۔ اس جگہ توابین پر بحث کی جاتی ہے۔

توابین

مروان نے اپنی موت سے پہلے عبیداللہ بن زیاد کو جزیرہ پر لشکر کشی اور قرقیسا میں زفر بن حارث کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اور اسے ہدایت کی تھی کہ یہاں سے فارغ ہو کر عراق کی طرف بڑھے اور یہ وعدہ کیا تھا کہ جس قدر علاقہ وہ فتح کرے گا اسی کی حکومت میں دے دیا جائے گا۔ ابن زیاد ابھی جزیرہ ہی میں تھا کہ مروان کی موت کی خبر آگئی۔ اس کے ساتھ ہی عبدالملک کا حکم ملا تو اسے مروان نے جس مہم پر متعین کیا تھا اسے جاری رکھے چنانچہ ابن زیاد جزیرہ قرقیسا کی مہمات سے فارغ ہو کر عراق کی طرف بڑھا۔ ابن زیاد جب عین الوردہ پہنچا تو اہل عراق کی ایک جماعت سے مقابلہ ہوا۔ جو اپنے آپ کو توابین کہتے تھے۔

توابین کی مختصر تاریخ

توابین کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ حضرت امام حسین کی حسرت ناک شہادت کے بعد کچھ اہل کوفہ کو حضرت امام حسین کے ساتھ اپنی بدعہدی پر سخت ندامت آئی، انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اس گناہ کا کفارہ یہی ہو سکتا ہے کہ قاتلین حسین کو قتل کیا جائے یا اس کوشش میں اپنی جانوں کو قربان کر دیا جائے۔ ان لوگوں نے اپنے آپ کو منظم کیا اور سلیمان بن صرد خزاعی مشہور محب اہل بیعت کو اپنی تحریک کا قائد منتخب کر لیا۔ ان کی تعداد چھ ہزار تھی چنانچہ مخفی طور پر ساز و سامان اور اسلحہ فراہم کرتے رہے اور لوگوں کو اپنے ساتھ شرکت کی ترغیب دلاتے رہے ۶۵ھ میں موقع پا کر نکلے۔ عبداللہ بن زید انصاری والی کوفہ کو جب اس تحریک کا علم ہوا تو اس نے توابین سے کوئی تعرض نہ کیا۔ بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کی اور کہا اگر تم قاتل حسین (ابن زیاد) کے مقابلہ کے لئے نکلو گے تو میں تمہاری مدد کروں گا۔

لڑائی

عین الوردہ پر توابین کا ابن زیاد کے ایک افسر شرحبیل بن کلاع سے مقابلہ ہوا۔ توابین نے شرحبیل کے لشکر کو شکست دی۔ ابن زیاد نے پھر حصین بن نمیر کو دوسرا لشکر دے کر بھیجا۔ توابین نے اسے بھی شکست دی۔ توابین بڑی بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے اور اپنے دشمن

Marfat.com

شکست دیتے رہے مگر ابن زیاد ان کے مقابلہ کے لئے تازہ دم فوجیں بھیجتا رہا۔ آخر سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھی قتل ہو گئے اور جو باقی بچے وہ کوفہ واپس چلے آئے۔

خروج مختار ثقفی

اس دور کی بدنظمی اور طوائف الملوکی کو دیکھ کر مختار بن ابی عبید ثقفی، امام حسینؓ کے خون کے مطالبہ کے بہانے سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے مشہور کر دیا کہ محمد بن حنفیہ نے جو امام مہدی ہیں اس کام کے لئے مجھے مامور فرمایا ہے۔ مختار چاہتا تھا کہ ابراہیم بن اشتر کو بھی جو شجاع اور نامور رئیس تھا اپنے ساتھ متفق کرے جب اس کے پاس یہ پیغام بھیجا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اپنی جماعت کا قائد بناؤ تو تیار ہوں۔ ورنہ نہیں تین دن کے بعد مختار اس کے پاس گیا اور امام مہدی یعنی محمد حنفیہ کی طرف سے ایک جعلی خط بنا کر اس کو دکھلایا۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ مختار کو میں قصاص حسین کے مطالبہ کے لئے نامزد کرتا ہوں تم اس کی پیروی کرو۔ ابراہیم نے کہا میرے پاس محمد بن حنفیہ کے اکثر خطوط آتے رہتے ہیں۔ لیکن ان میں کبھی انہوں نے اپنا لقب امام مہدی نہیں لکھا۔ اس پر کئی شخصیتوں نے شہادت دی کہ امام موصوف نے ہمارے سامنے یہ خط لکھا ہے اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

ابراہیم کو ان شہادتوں پر یقین آگیا فوراً صدر سے ہٹ کر وہاں مختار کو بٹھایا اور خود حاشیہ پر بیٹھا۔ اس کے بعد باہم مشورہ کر کے طے کیا کہ فلاں تاریخ کو ہم لوگ مطالبہ کے لئے نکلیں گے۔ چنانچہ ربیع الاول ۶۶ھ میں یہ جماعت نکلی پہلے عبداللہ بن مطیع کو جو ابن زبیرؓ کی طرف سے کوفہ کے والی تھے نکال کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کے لوگوں سے اس بات پر بیعت لینی شروع کی کہ کتاب و سنت پر عمل کریں گے اور امام کے قاتلوں سے بدلہ لیں گے۔ اہل بصرہ بھی اس بیعت میں شامل ہو گئے۔

کوفہ کے لوگ اس فوج میں شریک تھے جو امام حسینؓ کے مقابلہ کے لئے گئی تھی مثلاً شمر ذی الجوشن عمر بن سعد، زیاد بن مالک، عمران بن خالد قیشری، ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کے مکانات پیوند خاک کر دیئے۔

محمد ابن حنفیہ قید میں

عبداللہ بن زبیرؓ عرصہ سے محمد بن حنفیہ اور عبداللہ بن عباس پر بیعت کے لئے زور دے رہے تھے۔ مگر یہ دونوں بزرگ کہتے رہے کہ جب تک عالم اسلام آپ کی خلافت پر متفق نہ ہو جائے گا ہم بیعت نہ کریں گے۔

جب مختار کا کوفہ پر قبضہ ہو گیا تو اس نے محمد بن حنفیہ سے باقاعدہ بیعت خلافت لینے کی اجازت طلب کی۔ اس سے پہلے مختار اسی قسم کی درخواست امام زین العابدین سے بھی کر چکا تھا۔ مگر آپ اس ہتھکنڈوں کو سمجھتے تھے اس لئے آپ نے علی الاعلان مسجد نبویؐ میں اس کی قلعی کھولی

Marfat.com

ادھر سے مایوس ہو کر جب مختار نے محمد بن حنفیہ کی طرف رجوع کیا تو امام موصوف نے محمد بن حنفیہ کو بھی یہی رائے دی کہ وہ اس کے دھوکہ میں نہ آئیں وہ محض اپنی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے اہل بیت کا نام استعمال کرنا چاہتا ہے مگر محمد بن حنفیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے مشورہ سے ابن زبیرؓ کے مقابلہ میں اس کی حمایت حاصل کرنے کے لئے اس کی درخواست کو منظور کر لیا۔

اب عبداللہ بن زبیرؓ نے محمد بن حنفیہ سے بیعت کے لئے سختی شروع کر دی۔ جب وہ نہ مانے تو انہیں زمزم کی چار دیواری میں قید کر دیا، اور قتل کی دھمکی دی۔

محمد بن حنفیہ نے مختار کو اپنے حال سے مطلع کیا۔ مختار نے ایک فوج بھیج کر انہیں قید سے چھڑا لیا اور چار لاکھ کی رقم بھی ان کے اخراجات کے لئے بھیج دی

ابن زیاد کا قتل

اس کے بعد کوفہ سے ایک لشکر ابراہیم اشتر کی قیادت میں ابن زیاد کے مقابلہ میں بھیجا۔ محرم ۶۷ھ میں دریائے زاب کے کنارے ابراہیم اور عبیداللہ بن زیاد میں ایک خون ریز جنگ ہوئی۔ جس میں ابراہیم کو مکمل فتح نصیب ہوئی۔ اور عبیداللہ میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر مختار کی خدمت میں بھیجا گیا۔

مصعب اور مختار کا مقابلہ (رمضان ۶۷ھ مطابق مارچ ۶۸۷ء)

اس فتح کے بعد مختار کی قوت بڑھ گئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی اب اس سے اندیشہ ہونے لگا۔ مگر خود مختار بظاہر عبداللہ بن زبیرؓ کی اطاعت، فرمانبرداری کا دم بھرتا رہا اس فرمانبرداری کو پرکھنے کے لئے جب عبداللہ بن زبیرؓ نے عمرو بن عبدالرحمن کو اپنی طرف سے کوفہ کا والی مقرر کر کے بھیجا تو مختار نے اسے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ اب ابن زبیرؓ پر مختار کی فرمانبرداری کی حقیقت واضح ہو گئی۔ چنانچہ اس فتنے کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے اپنے بھائی مصعب بن زبیرؓ کو ایک لشکر جرار دے کر عراق کی طرف روانہ کیا۔ مختار نے اپنے ایک بہادر جرنیل احمد بن سلیط کو ساٹھ ہزار کی جمعیت دے کر کے مقابلے کے لئے بھیجا فریقین کے درمیان بڑی خونریز جنگ ہوئی جن میں ابن سلیط شکست کھا کر میدانِ جنگ سے بھاگ گیا مختار نے اپنے جرنیل کی شکست کی خبر سنی تو خود مقابلے کے لئے نکلا مگر شکست کھا کر کوفہ کے قلعہ میں محصور ہو گیا۔ مصعب نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ مختار نے جب بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھی تو انیس جان نثاروں کے ساتھ باہر نکلا۔ اور مردانہ وار لڑتا ہوا مارا گیا۔ مصعب نے اس کا سر کاٹ کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس بھیج دیا۔ اس طرح یہ فتنہ ختم ہوا۔ یہ واقعہ رمضان ۶۷ھ مطابق مارچ ۶۸۷ء کا ہے۔

Marfat.com

خارجیوں کے خلاف اقدامات

مختار کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ نے خارجیوں کی قوت کو ختم کرنے کے لئے قدم اٹھایا۔ گو یزید کے مقابلہ میں انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن وہ اپنے انتہا پسندانہ عقائد کی وجہ سے کسی کے ساتھ بھی زیادہ عرصہ نہیں چل سکتے تھے۔ خوارج کے سردار نافع بن ازرق نے عراق میں بڑی بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ عبداللہ بن حارث نے ان کے مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں۔ نافع مارا گیا۔ لیکن خوارج کا زور نہ ٹوٹا۔ اور ان کی شورش اور فتنہ انگیزی کی وجہ سے بصرہ کی آبادی کو خطرہ لاحق ہوا۔ انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ سے فریاد کی۔ انہوں نے مہلب بن ابی صفرہ کو خارجیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا انہوں نے خونریز تصادم کے بعد خارجیوں کو بصرہ سے ہٹایا۔ یہاں سے ہٹنے کے بعد فارس کی طرف نکل گئے۔

عراق پر عبدالملک کا قبضہ ۷۱ھ ۶۹۰ء

مختار کے خاتمہ کے بعد حجاز کے علاوہ عراق بھی عبداللہ بن زبیرؓ کے قبضہ میں آگیا۔ ادھر شام اور مصر عبدالملک کے قبضہ میں تھا۔ بعض لوگوں نے عبدالملک کو مشورہ دیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ سے مصالحت کر لو۔ اور اپنے مقبوضہ ممالک پر قانع رہو۔ مگر عبدالملک نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا۔ اور ایک بڑی جمعیت کے ساتھ عراق پر فوج کشی کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مصعب بن زبیرؓ بھی مقابلہ کے لئے نکلے دیر جاثلیق میں دونوں فوجوں نے آمنے سامنے پڑاؤ ڈال دیئے عبدالملک عراقیوں کی باغیانہ فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس نے حکومت و دولت کا لالچ دے کر تقریباً تمام عراقی سرداروں کو عین میدان جنگ میں توڑ لیا۔ البتہ ابراہیم بن اشتر عبدالملک کے جال میں نہ پھنسا۔ عبدالملک نے ابراہیم کو جو سربمہر خط بھیجا تھا وہ مصعب کے سامنے پیش کر دیا ابراہیم نے مصعب سے کہا کہ عبدالملک نے آپ کے تمام سرداروں کی وفاداری کو خرید لیا ہے مناسب یہ ہے کہ آپ ان سرداروں کو قصر ابیض میں قید کر دیں مگر مصعب نے اس تجویز کو قبول نہ کیا۔ آخر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تو عراقی سرداروں نے عین لڑائی کے وقت غداری کی۔ اور لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ البتہ ابراہیم بن اشتر نے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دی۔

ابراہیم کے قتل کے بعد مصعب مایوس ہو گئے۔ عبدالملک نے مصعب کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے آپ کو قتل کرنا منظور نہیں میں آپ کو بلا شرط امان دیتا ہوں مصعب نے اس پیش کش کو قبول نہ کیا۔ اور بہادری اور عزیمت کے ساتھ لڑتے ہوئے جان دے دی۔

دیر جاثلیق کی فتح کے بعد عراق بھی عبدالملک کے قبضہ میں آگیا اور اس نے کوفہ اور بصرہ میں اپنی طرف سے والی مقرر…

Marfat.com

محاصرہ مکہ ۷۲ھ ۶۹۲ء

مصعب بن زبیر کے قتل کی وجہ سے عبداللہ بن زبیر کی سیاسی و فوجی قوت کو بہت ضعف پہنچا تھا۔ لہٰذا اب عبدالملک کے لئے ابن زبیرؓ کے اقتدار پر آخری ضرب لانا آسان تھا چنانچہ حجاج بن یوسف کو ابن زبیر کے مقابلہ کے لئے حجاز روانہ کیا۔ اس لشکر کو مدینہ پر تسلط کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ مدینہ سے یہ فوج جمادی الاول ۷۲ھ مطابق ۶۹۲ء میں طائف میں آکر خیمہ زن ہوئی۔ حجاج یہاں سے تھوڑی تھوڑی فوج میدان عرفات میں بھیجتا رہا۔ اور یہاں عبداللہ بن زبیرؓ کی فوج سے مقابلہ ہوتا رہا۔ مگر کوئی فیصلہ کن صورت پیدا نہ ہوئی۔

اب حجاج نے عبدالملک کو خط لکھ کر حرم میں داخل ہونے اور عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ اور کچھ کمک بھی مانگی عبدالملک نے اسے حرم میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ اور طارق کو پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ مدد کے لئے بھیجا۔ حجاج نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور منجنیق نصب کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری شروع کر دی۔ اس دوران میں حج کا آگیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی سفارش پر ایام حج کے لئے سنگ باری موقوف رہی۔ ایام حج گزرتے ہی پھر سنگ باری شروع کر دی گئی۔ اور خانہ کعبہ کی عمارت کو سخت نقصان پہنچا۔ محاصرہ نے طول کھینچا۔ اور مکہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ عبداللہ بن زبیر کی طاقت روز بروز کم ہونے لگی اور ان کے ساتھی ایک ایک کر کے ان سے علیحدہ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے دو بیٹے بھی چھوڑ کر حجاج کی امان میں چلے گئے۔

یہ ناسازگار حالات دیکھ کر عبداللہ بن زبیر مایوس ہو گئے اور اب اپنی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"اماں جان! میرے تمام ساتھی حتیٰ کہ میرے اہل و عیال میرا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ جو تھوڑے سے بہت باقی ہیں وہ بھی زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔ اس حالت میں فتح کی تو کوئی امید نہیں البتہ میرے دشمن مجھے امان دینے کے لئے آمادہ ہیں آپ کی کیا رائے ہے؟"

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا! بیٹا اگر تم سمجھتے ہو کہ تم حق پر تھے۔ اور حق ہی کی تم نے دعوت دی۔ تو تم بھی اپنے شہید ساتھیوں کی طرح حق کے لئے اپنی جان قربان کر دو اور اپنی باگ بنو امیہ کے رنڈوں کے ہاتھ میں نہ دو اگر تمہارا مقصد دنیا کی طلب تھا تو افسوس تم پر کہ تم نے اپنی جان کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرا دیا۔ اگر تم یہ کہو کہ میں حق پر تو تھا مگر ساتھیوں کے ضعف کے سبب اب مقابلہ کی طاقت نہیں تو یہ شرفاء اور اہلِ دین کا شیوہ نہیں کہ وہ ہمت ہار بیٹھیں دنیا میں ہمیشہ زندہ نہیں رہنا راہ حق میں جان کو قربان کر دینا ہی بہتر ہے۔"

Marfat.com

عبداللہ بن زبیرؓ نے عرض کیا:-

"اماں جان! مجھے موت کا تو ڈر نہیں ہاں یہ ڈر ضرور ہے کہ میرے دشمن قتل کے بعد میرا مثلہ کریں گے اور میری لاش کو پھانسی پر لٹکائیں گے۔"

حضرت اسماءؓ نے فرمایا:-

"بیٹا! بکری جب ذبح ہو گئی تو اسے کھال کھینچنے سے تکلیف نہیں ہوتی جاؤ جو کچھ ارادہ ہو کر گزرو۔ اور اللہ کی مدد پر بھروسہ کرو۔"

اس جواب سے ابن زبیرؓ بہت خوش ہوئے اور ماں کو آخری بار الوداع کہی اس کے بعد چند ساتھیوں کو لے کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ جس طرف نکل جاتے تھے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے۔ آخر سینکڑوں کو خاک و خون میں ملا کر شہید ہوئے شہادت کے بعد حجاج نے آپ کا سر عبدالملک کے پاس شام بھیج دیا اور جثہ مقام حجون میں سولی پر چڑھا دیا۔ حضرت اسماءؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا کیا اس شہسوار کے سواری سے اترنے کا وقت ابھی نہیں آیا۔ عبدالملک کو خبر ہوئی تو اس نے اس حرکت پر حجاج کو ملامت کی اور لاش کو حضرت اسماءؓ کے حوالے کرنے کا حکم دیا چنانچہ مقام حجون میں آپ کی لاش کو دفن کر دیا گیا۔

عبداللہ بن زبیر کی شہادت ۱۷ جمادی الآخری ۷۳ھ مطابق اکتوبر ۶۹۲ء کو ہوئی شہادت کے وقت آپ کی عمر بہتر سال تھی آپ کی خلافت نو سال رہی۔

عبداللہ بن زبیر کی وفات کے بعد سارے حجاز پر عبدالملک کا قبضہ ہو گیا اب ساری دنیائے اسلام میں اس کا کوئی مقابل باقی نہ رہا۔

ابن زبیر کی ناکامی کے اسباب۔

تدبر و حکمت عملی سے عاری ہونا یزید کی موت کے بعد دنیائے اسلام میں صرف عبداللہ بن زبیر کی ہی ایک ایسی شخصیت تھی، جو ملت اسلامیہ کو ایک مرکز پر جمع رکھ سکتے۔ مروان، عبدالملک، حصین بن نمیر جیسے اموی امراء یزید کی وفات کے وقت مدینہ میں موجود تھے۔ مروان بن حکم، حصین بن نمیر، ابن زبیر کی بیعت کرنے کو تیار تھے۔ لیکن ابن زبیر کو امویوں سے اتنی شدید نفرت تھی۔ آپ نے بیعت لینے کی بجائے انہیں مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ یہ وہ پہلی سیاسی غلطی تھی جس نے امویوں کی خلافت کو حیات نو بخشی۔ مروان ایک ہوشیار اور جہاں دیدہ آدمی تھا۔ جب وہ شام پہنچا تو اس نے بنو امیہ کے تمام بہی خواہوں اور مددگاروں کو اپنی بیعت پر رضامند کر لیا۔ اس طرح

Marfat.com

تمام بنو اُمیہ ایک مرکز پر جمع ہو گئے۔ اگر ابن زبیر مروان بن حکم اور حصین بن نمیر کی بیعت لے لیتے اور ان کو مدینہ سے جانے کی اجازت نہ دیتے تو بنو اُمیہ کبھی بھی یک مرکز پر جمع نہ ہو سکتے اور مروانی خلافت کبھی قائم نہ ہو سکتی۔

مختار ثقفی اور خارجیوں کی شورشیں

عبداللہ بن زبیر کی قوت توابین، مختار ثقفی اور خارجیوں کی شورشوں اور بغاوتوں کو فرو کرنے میں زائل ہو گئی۔ عبدالملک خاموشی سے ان تمام حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اور اپنی فوجی طاقت کو بڑھاتا رہا۔ ان تمام ہنگاموں سے نمٹنے کے بعد ابن زبیر کی فوجی قوت کمزور ہو چکی تھی۔ اس لئے اموی انہیں آسانی سے شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔ اگر امویوں کے خلاف بروقت قوت استعمال کی جاتی۔ تو اموی کسی صورت میں بھی اپنے اقتدار کو مستحکم نہ کر سکتے۔

عراقیوں کی غداری

جب حجاج نے عراق پر فوج کشی کی۔ تو مصعب کی فوج میں عراقی سرداروں نے غداری کی۔ اور وہ حجاج کے ساتھ مل گئے جس کی وجہ سے مصعب کو شکست ہوئی۔ عراق ابن زبیر کے اقتدار سے نکل گیا۔ اس شکست کے بعد عراق، ایران، تمام پر اموی اقتدار قائم ہو گیا۔

مصعب بن زبیر کی شہادت

عراقیوں کی غداری کی وجہ سے مصعب بن زبیر حجاج بن یوسف کے خلاف لڑتے ہوئے مارے گئے۔ اس طرح عبداللہ بن زبیر ایک بہادر اور دلیر آدمی سے محروم ہو گئے۔

حجاج بن یوسف کی سفاکی

جب حجاج نے مکہ کا محاصرہ کیا تو اس نے مکہ پر اس قدر سنگ باری کی کہ بیت اللہ کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا مکہ کا اس طرح سخت محاصرہ کیا کہ باہر سے اندر کوئی چیز نہیں جاتی۔ اہل مکہ اس طویل محاصرہ کو برداشت نہ کر سکے۔ آہستہ آہستہ اہل مکہ حجاج سے ملنا شروع ہو گئے۔ اور ابن زبیر کو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حجاج کے جرار لشکر کے ساتھ لڑنا پڑا۔

ابن زبیر کا مکہ سے باہر نہ نکلنا

ابن زبیر مکہ میں اس وجہ سے مقیم تھے کہ حرم کعبہ کے احترام کی وجہ سے دشمن ان کے خلاف کوئی جنگ نہ کر سکے گا۔ لیکن اموی اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے ہر قدم اٹھانے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ ان کا مکہ سے نکلنا ایک بہت بڑی غلطی تھی۔ حصین بن نمیر نے مکہ کے اردگرد پہاڑیوں پر منجنیق نصب کر کے مکہ پر سنگ باری کی تھی۔ ابن زبیر کو چاہیئے تھا کہ دشمن کے آنے سے قبل شہر کو چھوڑ کر کسی محفوظ جنگی مقام پر ڈیرہ لگا لیتے۔ لیکن انہوں نے پہلے تجربہ سے فائدہ نہ اٹھایا۔

Marfat.com

حجاج بن یوسف نے اس قدر سخت محاصرہ کیا۔ جو ابن زبیر کی تباہی کا سبب بنا۔

یزید کے بعد کی صورت حال سے فائدہ نہ اٹھایا

یزید کے انتقال کے بعد اور معاویہ ثانی کے دست بردار ہوتے پر سارے عالم اسلام کی نظریں عبداللہ بن زبیر پر جمی ہوئی تھیں۔ اموی کسی ایک ہاتھ پر جمع نہ تھے۔ ابن زبیر حجاز اور عراق پر مسلط تھے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ خارجی بھی ابن زبیر سے ملنے کو تیار ہو گئے تھے۔ ان حالات میں ابن زبیر کے لئے یہ ضروری تھا کہ امویوں کی مرکزیت کو ختم کرنے کے لئے شام پر قبضہ کر لیتے۔ شام پر قبضہ کے بعد سارے عالم اسلام کا ابن زبیر کی خلافت کو تسلیم کر لینا یقینی امر تھا۔

شخصیت و کردار

ابن زبیر چند سال تک قریب قریب کل دنیائے اسلام اور سات برس تک حجاز اور عراق کے خلیفہ رہے لیکن اس مدت میں ایک دن بھی امن و سکون سے نہیں گزارا۔ تمام عرصہ خلافت جنگ و جدل میں گزارا۔ اس وجہ سے وہ نظام حکومت قائم ہی نہیں کر سکے تھے۔ تاہم ان حالات میں انہوں نے چند ایک یادگار کام انجام دیئے۔ ان میں خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر قابل ذکر کارنامہ ہے۔

بعثت نبوی سے قبل ایک مرتبہ قریش نے خانہ کعبہ کی عمارت کو از سر نو تعمیر کیا تھا۔ لیکن سرمایہ کی کمی کی وجہ سے اس کا تھوڑا سا حصہ جسے اب حطیم کہتے ہیں چھوٹ گیا تھا۔ رسول کریم صلعم نے خواہش کی تھی۔ اسے بھی شامل کر کے بنیاد ابراہیمی پر دوبارہ عمارت تعمیر کی جائے۔ اس ترمیم سے قریش کے مشتعل ہو جانے کا خطرہ تھا اس لئے آپ اس خواہش پر عمل نہ کر سکے (صلی اللہ علیہ وسلم)

بنو امیہ اور ابن زبیر کے معرکوں میں کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا تھا۔ اس لئے ابن زبیر نے اسے گرا کر رسول کریم صلعم کے پیش نظر نقشہ کے مطابق از سر نو تعمیر کروایا۔

فضل و کمال

ابن زبیر نے حضرت عائشہ کی صحبت میں پرورش پائی تھی۔ اس لئے فضل و کمال کے لحاظ سے وہ اپنے ہمعصروں میں ممتاز تھے۔ قرآن کے اچھے قاری تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس آپ کی قرأت کے معترف تھے۔

فقہ میں بھی خاص ملکہ تھا۔ مدینہ کے فقہاء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان سے ۳۳ روایتیں حدیث کی کتب میں درج ہیں۔ بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔

مذہبی زندگی

عبادت، ریاضت، زہد و تقویٰ کے پیکر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ان کی مذہبی زندگی کے معترف تھے۔ ہر کام میں رسول کریم صلعم کی سنت کو مد نظر رکھتے تھے

Marfat.com

ایک مرتبہ ان کے اور ان کے بھائی عمرو بن زبیر کے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہوا۔ سعید بن عاص حاکم مدینہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا اس نے دونوں کے مرتبہ کا خیال سے اپنے پہلو میں جگہ دی۔ عمرو تو بیٹھ گئے لیکن ابن زبیر نے انکار کر دیا۔ اور کہا یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو قاضی کے سامنے بیٹھنا چاہیئے۔

شجاعت ابن زبیر بہت بہادر شخص تھے ہر معرکہ میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان کی ساری زندگی بہادری کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔

جرأت وحق گوئی ابن زبیر بڑے جری اور حق گو تھے۔ کسی موقع پر بھی حق گوئی سے احتراز نہ کرتے تھے امیر معاویہ نے اپنی زرپاشیوں سے ہر کسی کا منہ بند کر دیا تھا۔ لیکن ابن زبیر پر ان کا بس نہ چل سکا ہے۔

عبدالملک بن مروان

۶۵ھ / ۶۸۵ء تا ۸۶ھ / ۷۰۵ء

ابتدائی حالات اور تخت نشینی مروان نے اپنی زندگی میں خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کو ولی عہد سے خارج کر کے عبدالملک کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ چنانچہ مروان کی وفات کے بعد ۶۵ھ میں عبدالملک مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۹ سال تھی۔ اس کی پیدائش حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ۲۶ھ کو ہوئی۔ ان کی والدہ کا نام عائشہ بنت معاویہ تھا۔ مروان نے اس کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ اور مدینہ کے علماء و فضلاء سے پورا پورا استفادہ کیا۔ اپنے زمانہ کے اکابر علماء میں تھا۔ اور اس دور کے بڑے بڑے علماء اس کے علمی کمالات و فضائل کے معترف تھے۔ اس وجہ سے وہ اموی حکمرانوں میں سب سے زیادہ پڑھا لکھا خلیفہ شمار ہوتا ہے۔ جب عبدالملک تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ اس وقت بنو امیہ کی حکومت آخری سانس لے رہی تھی۔ اور عبدالملک وہ خلیفہ ہے جس نے حکومت بنی امیہ کے مردہ قالب میں روح پھونک کر اس کو ایک دفعہ زندہ، صحت مند اور طاقتور بنا دیا۔ بعض مورخ اسے سلطنت بنی امیہ کا دوسرا بانی یا حقیقی بانی کہتے ہیں۔

عبدالملک کی مشکلات خلیفہ عبدالملک کو تخت نشینی کے وقت دو قسم کی مشکلات تھیں۔ اندرونی مشکلات اور بیرونی مشکلات۔

Marfat.com

اندرونی مشکلات

۱۔ حجاز، عراق اور خراسان کے باشندے عبداللہ بن زبیر کو خلیفہ تسلیم کر چکے تھے اور ان صوبوں پر عبداللہ بن زبیر قابض تھے۔

۲۔ خون حسین کے قصاص کے لئے کوفہ میں ایک جماعت منظم ہو چکی تھی۔ جس کو تاریخ میں "توابین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت امام حسینؓ کی حمایت میں ان سے جو قصور رہوا تھا ان کی شہادت کے بعد اس پر سخت نادم ہوئے اور یہ طے کیا کہ جب تک ہم اس خون کا انتقام نہیں ہمارے اس گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ خفیہ طور پر اس زمانہ سے اسلحہ و سازوسامان فراہم کرتے اور ربیع الثانی ۶۵ھ میں ایک ایسی رات آئی کہ چھ ہزار آدمی صحابی رسول حضرت سلیمان بن صرد کی قیادت میں کوفہ سے نکل پڑے۔ مروان نے ایک فوج اس جماعت کو کچلنے کے لئے بھیجی۔ توابین بڑی بے جگری کے ساتھ لڑے آخر سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھ قتل ہونے جو باقی بچے وہ کوفہ واپس چلے آئے۔ اور مختار ثقفی کی قیادت میں کوفہ کے بازاروں میں تیغ بکف نکل پڑے۔ اور انہوں نے حسین کے قاتلوں کو گرفتار کر کے قتل کرنا شروع کر دیا

۳۔ بصرہ پر عبداللہ بن زبیر کے بھائی مصعب کی حکومت تھی جو بنی امیہ کے خاندان کے خلاف جنگ کرنا جہاد سمجھتا تھا۔

۴۔ خراسان پر عبداللہ بن زبیر کی طرف سے عبداللہ بن خازم کی حکومت تھی۔

۵۔ صوبہ "عروض" میں جس میں عمان، صنعاء، اور یمامہ بھی شامل تھے۔ نجدہ حروری نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔

۶۔ مسلمانوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے ملک انتشار اور افتراق کا شکار ہو چکا تھا۔ جن کی بناء پر اس دور میں خوارج نے بڑا زور پکڑا عرب، عراق اور ایران کے مختلف حصوں میں علم بغاوت بلند کیا امویوں کے خلاف شدت کے ساتھ سرگرم عمل ہو گئے۔

۷۔ عوامی ردِ عمل

اموی حکومت بادشاہت کا رنگ اختیار کر چکی تھی۔ مسلمان اس طرز حکومت کو اسلامی تعلیم کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ اس طرز حکومت کو بطیب خاطر قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔

بیرونی مشکلات

۱۔ ترکستان اور شمالی افریقہ کے بربر چونکہ خود مختار تھے۔ اس لئے ان کی طرف سے بغاوتوں کا خطرہ ہر وقت عبدالملک کے لئے باعث تشویش تھا۔ اور وہ کوئی بھی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ جس کو استعمال کر کے اپنی خود مختارانہ حیثیت برقرار رکھ سکیں۔

۲۔ رومی اپنے مفتوحہ علاقوں کو واپس حاصل کرنے کی خاطر اکثر مملکت اسلامیہ کی سرحدات

Marfat.com

پر حملہ کرتے رہتے تھے۔ اسلامی حکومت انتشار اور افتراق کا شکار ہو چکی تھی۔ اندرونی خلفشار کی وجہ سے فوجی قوت بھی کمزور ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے رومی حملہ کا خطرہ ہر وقت اسلامی سرحدات پر منڈلا رہا تھا۔

جنگِ توابین

جیسا کہ پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت امام حسین کے خون کا انتقام لینے کے لئے ۶۱ھ تا ۶۵ھ میں سلیمان بن صرد کی قیادت میں باقاعدہ تنظیم کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ چھ ہزار کی تعداد میں یہ لوگ کوفہ سے نکل پڑے اور قبر حسین سے لپٹ لپٹ کر رو دئے اسی جگہ قسم کھائی کہ امام حسین کے قاتلوں سے بدلہ لے کر رہیں گے۔ کربلا سے رخصت ہو کر یہ لوگ قرقیسا پہنچے وہاں زفر بن حارث کی مدد حاصل کر کے عین الوردہ کی طرف بڑھے عبید اللہ بن زیاد، عبدالملک کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ عین الوردہ کے مقام پر توابین کے گروہ اور عبید اللہ بن زیاد کی افواج کے درمیان جنگ ہوئی۔ ابن زیاد نے سب سے پہلے شرحبیل بن کلاع کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ توابین نے شرحبیل کے لشکر کو شکست دی۔ ابن زیاد نے پھر حصین بن نمیر کو دوسرا لشکر دے کر بھیجا توابین نے اسے بھی شکست دی۔ توابین بڑی بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے اور دشمنوں کو شکست دیتے رہے مگر ابن زیاد ان کے مقابلہ کے لئے تازہ دم فوجیں بھیجتا رہا۔ آخر سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھی قتل ہو گئے اور جو باقی بچے وہ کوفہ واپس چلے

مختار ثقفی کی شورش

۶۶ھ میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے قاتلین امام حسین سے بدلہ لینے کا نعرہ بلند کیا یہ شخص کوفہ کا ایک معمولی باشندہ تھا اور نسل کے اعتبار سے عجمی تھا مگر بڑا عالی حوصلہ باہمت اور چالاک آدمی تھا۔ جب یزید اول کے بعد ملک میں افراتفری پھیلی تو مختار کے دل میں بھی حکومت حاصل کرنے کی امنگ پیدا ہوئی۔ اولاً اس نے اپنی تحریک کے لئے حضرت امام زین العابدین کی سرپرستی حاصل کرنا چاہی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے اپنی چالاکی سے تحریک کو حضرت علیؓ کے لڑکے محمد بن الحنیفہ جو غیر فاطمی تھا، سے وابستہ کر دیا۔ اور اپنے پیروکاروں کو تلقین کی کہ وہ محمد بن الحنیفہ کو حضرت علی کا جانشین سمجھیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مختار کی تحریک نے عجمی لوگوں میں ہر دلعزیزی حاصل کر لی

ربیع الاول ۶۶ھ میں ایک خانگی جھگڑے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختار نے کوفہ پر قبضہ کر لیا ادھر عبدالملک کے جرنیل عبید اللہ بن زیاد نے پیش قدمی کرتے ہوئے موصل پر قبضہ کر لیا۔

اس کے مقابلے پر مختار نے اپنے ایک قابل جرنیل ابراہیم بن مالک الاشتر کی قیادت میں فوج بھیجی محرم ۶۷ھ میں دریائے زاب کے کنارے ابراہیم اور عبید اللہ بن زیاد میں ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں ابراہیم کو فتح نصیب ہوئی۔ اور عبید اللہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر مختار کی خدمت میں بھیجا اس فتح کے بعد مختار

Marfat.com

کی قوت بڑھ گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی اب اس سے اندیشہ ہونے لگا۔ مگر خود مختار بظاہر ابن زبیرؓ کی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرتا تھا۔ اس کی فرمانبرداری کو پرکھنے کیلئے جب عبداللہ بن زبیرؓ نے عمر بن عبدالرحمن کو اپنی طرف سے کوفہ کا والی مقرر کر کے بھیجا تو مختار نے اسے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ اب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر مختار کی حالات کی اصلیت واضح ہوگئی چنانچہ اس فتنے کو ختم کرنے کیلئے انہوں نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو ایک لشکر جرار دیکر عراق کی طرف بھیجا مختار نے اپنے ایک بہادر جرنیل احمد بن سلیط کو ساٹھ ہزار کی جمعیت دے کر مصعب کے مقابلہ کیلئے بھیجا فریقین کے درمیان بڑی خونریز جنگ ہوئی جس میں ابن سلیط شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ گیا مختار نے جب اپنے جرنیل کی شکست کی خبر سنی تو خود مقابلے کیلئے نکلا۔ مگر شکست کھا کر کوفہ کے قلعے میں محصور ہوگیا۔ حضرت مصعب نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ مختار نے جب بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھی تو انیس جان نثاروں کے ساتھ باہر نکلا۔ اور مردانہ وار لڑتا ہوا مارا گیا۔ حضرت مصعبؓ نے اس کا سر کاٹ کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس بھیج دیا اس طرح یہ فتنہ ختم ہوگیا۔ یہ واقعہ رمضان ۶۷ھ مطابق ۶۸۷ء کا ہے

عراق پر عبدالملک کا قبضہ ۷۱ھ مطابق ۶۹۰ء

مختار کے خاتمہ کے بعد حجاز کے علاوہ عراق پر عبداللہ بن زبیرؓ کا قبضہ ہوگیا۔ ادھر شام اور مصر عبدالملک کے قبضہ میں تھا۔ بعض لوگوں نے عبدالملک کو مشورہ دیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ سے مصالحت کر لو اور اپنے مقبوضہ ممالک پر قانع رہو۔ مگر عبدالملک نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا اور ایک بڑی جمعیت کے ساتھ عراق پر فوج کشی کے ارادہ سے روانہ ہوا مصعب بن زبیرؓ بھی مقابلہ کیلئے نکلا۔ دیر جاثلیق میں دونوں فوجوں نے آمنے سامنے پڑاؤ ڈال دیئے۔ عبدالملک عراقیوں کی بنیادی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا اس نے حکومت و دولت کا لالچ دے کر تقریباً تمام عراقی سرداروں کو عین میدان جنگ میں اپنے ساتھ ملا لیا۔ البتہ ابراہیم بن اشتر عبدالملک کے جال میں نہ پھنسا بلکہ انہوں نے عبدالملک کے خفیہ خط کو پڑھنا بھی پسند نہ کیا اور اسے سر بمہر مصعب کے سامنے پیش کر دیا۔ ابراہیم نے مصعب سے کہا کہ اس قسم کے خطوط بھیج کر عبدالملک نے آپ کے تمام سرداروں کی وفاداری کو خرید لیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ ان سرداروں کو قصر ابیض میں قید کر دیں۔ مگر مصعب نے اس تجویز کو قبول نہ کیا۔ آخر دونوں [illegible] کا مقابلہ ہوا۔ عین جنگ کے موقعہ پر مصعب بن زبیرؓ کے عراقی لشکر کے سرداروں نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ البتہ ابراہیم بن اشتر نے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دیدی۔ عبدالملک بن مروان نے مصعب کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے آپ کو قتل کرنا منظور نہیں ہے آپ کو بلا شرط امان دیتا ہوں۔ مصعب نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا۔ اور حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے جان دے دی۔

دیر جاثلیق کی فتح کے بعد عراق بھی عبدالملک کے قبضہ میں آگیا اور اس نے کوفہ اور بصرہ میں اپنی طرف سے حکام مقرر کئے

حجاز پر حملہ اور محاصرہ مکہ ۷۲ھ ۶۹۲ء

عراق پر قبضہ ہو جانے کے بعد اب بجز حجاز کے کوئی صوبہ عبدالملک کے تسلط سے باہر نہیں رہا۔ اس لئے اس نے کوفہ سے حجاج بن یوسف ثقفی کی قیادت میں

Marfat.com

جمادی الاول ۷۲ھ مطابق ۶۹۲ء میں ایک فوج روانہ کی۔ اس نے مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور منجنیق سے شہر پر پتھر برسانے شروع کئے اہل حجاج بن یوسف نے محاصرہ اس شدت سے کیا کہ باہر سے کوئی چیز شہر کے اندر نہیں جا سکتی تھی۔ اہل شہر تنگ آ گئے اور امان لے کر حجاج کے پاس آنے لگے۔ یہاں تک کہ خود ابن زبیر کے دو بیٹے حمزہ اور حبیب بھی حجاج سے جا ملے۔ عبداللہ بن زبیر نے جب اہل مدینہ کی یہ حالت دیکھی تو اپنی والدہ حضرت اسماء کے پاس گئے اور کہا کہ میرے ساتھی یہاں تک کہ میرے بیٹے بھی میرا ساتھ چھوڑ گئے ہیں دشمن مجھے امان دینے کو تیار ہے بشرطیکہ میں اس کی اطاعت قبول کر لوں۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرت اسماء نے کہا کہ اگر تجھے یقین ہے تو حق پر ہے تو جس راہ میں تیرے ساتھیوں نے جانیں دی ہیں۔ اسی راہ میں تو بھی اپنی جان قربان کر دے اور بنی اُمیہ کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں نہ پہنیے۔ لیکن اگر تو دنیا کی خاطر لڑتا رہا ہے تو نہایت بُرا کیا۔ اپنے کو بھی ہلاک کیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اگر تو یہ خیال کرتا ہے کہ میں حق پر تھا لیکن حامیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے اب دشمن کے سامنے سر تسلیم خم کرنا بہتر ہے تو یہ شرفا اور دینداروں کا شیوہ نہیں اس سے تو قتل ہو جانا بہتر ہے۔

عبداللہ نے کہا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ قتل کرنے کے بعد اہل شام میری لاش کا مثلہ کریں گے حضرت اسماء نے کہا کہ بکری جب ذبح ہو گئی تو کھال کھینچنے سے اس کو کیا تکلیف۔

عبداللہ بن زبیر اپنے چند ساتھیوں کو لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ نہایت ہی شجاعت اور عزیمت کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ شہادت کے بعد حجاج نے آپ کا سر عبدالملک کے پاس شام بھیج دیا۔ اور جسم مقام حجون میں سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت اسماء کا اُدھر سے گذر ہوا تو آپ نے فرمایا کیا اس شہسوار کے سواری سے اترنے کا وقت ابھی نہیں آیا۔

عبدالملک کو خبر ہوئی تو اس نے اس حرکت پر حجاج کو ملامت کی اور لاش کو حضرت اسماء کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مقام حجون ہی میں آپ کی لاش کو دفن کر دیا گیا۔ عبداللہ بن زبیر کی شہادت ۱۷ جمادی الآخری ۷۳ھ کو ہوئی۔ عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان تمام ممالک اسلامیہ کا بلا شرکت غیرے خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔

رتبیل کی بغاوت

عبداللہ بن زبیر کے زمانہ میں سیستان کے علاقہ کا ایک ترک فرمانروا ملکی انتشار سے فائدہ اٹھا کر باغی ہو گیا۔ ۷۰ھ میں اُمیہ بن عبداللہ والی خراسان نے اپنے لڑکے عبداللہ کو رتبیل کی بغاوت کو دبانے کے لئے بھیجا جب وہ بست پہنچا تو رتبیل اطاعت قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اور بہت سا نقد و جنس پیش کر کے صلح کر لینی چاہی۔ لیکن عبداللہ نے منظور نہ کیا۔ سیستان کا علاقہ پہاڑی تھا۔ اور عبداللہ نے ایک فوجی غلطی یہ کی کہ وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ واپسی کے راستوں کی حفاظت کا کوئی سامان نہ کیا۔ سیستان پہاڑی علاقہ تھا۔ رتبیل نے اسے پہاڑی دروں کے درمیان گھیر لیا۔ سے لیہ عبداللہ نے مجبوراً رتبیل سے راستہ چھوڑنے کی درخواست کی۔ اور اس نے آئندہ

Marfat.com

فوج کشی نہ کرنے کا تحریری وعدہ لیا۔ جب عبیداللہ واپس آیا تو عبدالملک نے اس کو معزول کر دیا۔

دوسری فوج کشی

کچھ عرصہ تک رتبیل کا رویہ درست رہا۔ لیکن پھر اس نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس لئے ۷۸ھ میں حجاج نے دوبارہ عبیداللہ بن ابی بکرہ کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا وہ ۷۹ھ میں سیستان پہنچا۔ اور کئی قلعے مسمار کئے اور کئی مقامات پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اس نے بھی وہی غلطی کی جو اس سے پیشتر عبیداللہ کر چکے تھے۔ وہ بھی بغیر واپسی کا سامان کئے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا۔ رتبیل نے گھیرے میں لے لیا آخرکار عبیداللہ بن ابی بکرہ کو سات لاکھ درہم دے کر جان بچانی پڑی۔

تیسری فوج کشی اور کامیابی

حجاج نے بیس ہزار فوج بصرہ سے اور اسی قدر کوفہ سے نہایت سازوسامان کے ساتھ عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کی زیر قیادت ۸۰ھ میں روانہ کی۔ عبدالرحمن نے فتح کرنا شروع کیا جس جس شہر پر قبضہ کرتا تھا اس کا پورا انتظام کر کے آگے بڑھتا تھا۔ جب بہت سے مقامات فتح ہو چکے تو ابن اشعث اپنی فوجوں کو آرام دینے مفتوحہ علاقے کا انتظام کرنے اور باقی ماندہ حصے کے جغرافیائی حالات معلوم کرنے کے لئے رک گیا حجاج والی خراسان ابن اشعث سے رنجش رکھتا تھا۔ اس نے ابن اشعث کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور اس کو آرام طلبی پر ملامت کی۔ ابن اشعث کو یہ بھی حکم دیا کہ اگر تم آرام چاہتے ہو تو فوج کی کمان اپنے بھائی ابن اسحاق کے ہاتھ میں دے دو۔

فتنہ ابن اشعث

یہ فرمان جس وقت پہنچا تو اس نے فوج سے مشورہ کیا۔ فوج کے سپاہی بھی حجاج کے اس رویہ سے برگشتہ ہو گئے۔ انہوں نے حجاج کے خلاف ابن اشعث کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ابن اشعث رتبیل سے صلح کر کے حجاج کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا تستر کے قریب اس نے حجاج کو شکست دی۔ اہل عراق حجاج کے جور و ظلم سے نالاں تھے۔ اس لئے بصرہ میں بھی حجاج کو پناہ نہ ملی۔ اور کوفہ کے بعد بصرہ پر ابن اشعث کا قبضہ ہو گیا۔ ۸۲ھ میں حجاج فوجیں جمع کر کے پھر ابن اشعث کے مقابلہ کے لئے نکلا محرم ۸۲ھ میں مقام زاویہ میں حجاج اور عبدالرحمن کی فوجوں میں خونریز معرکے ہوئے۔ ابتداء میں عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کی فوجوں کو غلبہ ہوتا رہا۔ آخر حجاج نے ابن اشعث کے میمنہ پر زبردست حملہ کر کے اسے شکست دی۔ یہاں سے بھاگ کر ابن اشعث کوفہ پہنچا وہاں پھر دو لاکھ آدمی اس کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے عبدالملک نے اہل عراق کو پیغام بھیجا کہ اگر وہ حجاج کی حکومت سے نالاں ہیں تو حجاج کو معزول کر دیا جائے گا۔ مگر اب فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھے تھے کسی نے

Marfat.com

سکتا تھا۔ یہ واقعہ ۷۵ھ مطابق ۶۹۴ء کا ہے۔

حجاج کل بارہ سواروں کے ساتھ کوفہ میں داخل ہوا۔ اور سیدھے جامع کوفہ میں پہنچا۔ تقریر کے لئے منادی کرادی۔ اہل کوفہ تقریر سننے کے لئے جمع ہوئی۔ حجاج نے انہیں مخاطب کر کے ایک شعلہ بار تقریر کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"لوگو! خدا کی قسم! میں شر کو اس کی جگہ پر رکھتا ہوں اور اس کا پورا بدلہ دیتا ہوں میں بہت سے سروں کو دیکھتا ہوں (پکی ہوئی کھیتی کی طرح) جن کے کٹنے کا وقت آگیا ہے نیز کو تمہارے عماموں اور داڑھیوں کے درمیان خون ہی خون نظر آتا ہے۔ اب معاملہ آخری حد کو پہنچ چکا ہے۔ مجھ کو آسانی کے ساتھ دبایا نہیں جاسکتا۔ میں حوادث سے نہیں ڈرتا۔ امیر المومنین عبدالملک نے اپنے ترکش کے تمام تیروں کو جانچا۔ ان میں جو سب سے زیادہ سخت اور جگر دوز تھا وہ تمہارے سینہ کی طرف چلایا ہے تم مدتوں سے بغاوت، مخالفت، فتنہ انگیزی اور نفاق و شقاق کے عادی آرہے ہو۔

اب تم سیدھے ہو جاؤ اور سرِ اطاعت خم کر دو۔ ورنہ خدا کی قسم میں تم کو ذلت کا پورا مزہ چکھاؤں گا۔ تمہاری کجروی کو درست کر دوں گا۔ تمہیں لکڑی کی چھیل اور ببول کی پتیوں کی طرح جھاڑ ڈالوں گا۔ تم کو سرکش اونٹ کی طرح ماروں گا کہ سرکشی بھول کر مطیع ہو جائے گا۔ تم پر اتنے مصائب نازل کروں گا کہ تم پست ہو جاؤ گے۔ خدا کی قسم میں جو کچھ کہتا ہوں اسے کر دکھاتا ہوں۔ اور جو اقرار کرتا ہوں وہ صحیح ہوتا ہے اب مخالف جماعتیں ہیں، اور یہ میں ہوں خدا کی قسم اگر تم حق پر نہ آئے تو میری تلوار عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دے گی۔ اس وقت تم باطل سے باز آجاؤ گے اور اپنی ہوا و ہوس کو چھوڑ دو گے۔ نافرمانوں کی نافرمانی سے چشم پوشی کے معنی یہ نہیں کہ دشمنوں سے نہ لڑا جائے اور سرحدوں کو بیکار کر دیا جائے اگر لوگوں کو جنگ کی شرکت پر مجبور نہ کیا جائے تو وہ خوشی سے لڑنے کے لئے نہ آئیں گے جس بغاوت اور سرکشی سے تم نے مہلب کا ساتھ چھوڑا ہے اس کا حال مجھے معلوم ہے۔ خدا کی قسم آج کے تیسرے دن جو شخص واپس نہ گیا اور اور یہاں نظر آیا۔ اس کا سر قلم کر دوں گا اور گھر لٹوا دوں گا۔"

اس تقریر کے بعد اہل کوفہ کے نام عبدالملک کا فرمان پڑھ کر سنایا گیا۔ حجاج کی تقریر سے اہل کوفہ خوفزدہ ہو گئے۔ کوفہ کے بعد حجاج نے بصرہ میں جا کر ایسی شدید آمیز تقریر کی۔ ایک شخص شریک بن عمرو نے جسے سابق والی بشیر بن مروان نے بیماری کی وجہ سے شرکت

Marfat.com

عبدالملک کی بات نہ سنی۔ کئی خونریز جنگیں ہوئیں۔ جن میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہا آخر حجاج کو فتح ہوئی اور حجاج نے بزور شمشیر اہل عراق سے اپنی بیعت لی۔ ابن اشعث نے بھاگ کر رتبیل کے یہاں پناہ لی۔ حجاج نے کہا کہ ہمارے مجرم کو بھیج دو۔ ورنہ ہم خود آئیں گے۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث نے جب رہائی کی کوئی صورت نہ دیکھی تو کوٹھے پر سے گر کر خودکشی کی۔ رتبیل نے اس کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر حجاج کے پاس بھیج دیئے۔

خوارج کا استیصال

جب دو خلیفہ بیک وقت مملکت اسلامیہ کے دو مختلف حصوں پر حکومت کر رہے تھے اور دونوں میں معرکہ آرائی کا ہنگامہ گرم تھا۔ خارجیوں کو فتنہ و فساد برپا کرنے کا سنہرا موقعہ ہاتھ آگیا تھا۔ ان میں بھی آپس میں تفرقہ تھا کچھ حضرت عمرؓ کا دور خلافت واپس لانے پر مصر تھے اور کچھ لوگ شخصی حکومت کو فنا کر کے جمہوری حکومت قائم کرنے کی قسم کھائے ہوئے تھے۔ میدان جنگ میں وہ اس قدر دلیر تھے کہ موت سے کھیلتے تھے۔

عبدالملک نے خوارج کے فتنہ کو دبانے کی مہمات کا آغاز کیا۔ خالد بن عبداللہ نے جو اموں کی طرف سے نائب عامل کوفہ مقرر ہوا تھا مہلب کو محکمہ فوج سے ہٹا کر محکمہ مال گزاری میں بدل دیا اور ان کی جگہ اپنا بھائی عبدالعزیز مقرر کیا۔ مہلب کے ہٹتے ہی خارجیوں نے ہر طرف سے سر اٹھانا شروع کر دیا اور انہوں نے عبدالعزیز کو شکست دی۔

عبدالملک کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے دوبارہ مہلب کو خارجیوں کے خلاف لڑنے والی فوج کا قائد مقرر کر دیا۔ اور خود اہواز کی طرف روانہ ہوا۔ خالد بن عبداللہ خود بھی ان کی مدد کے لئے نکلا۔ علاوہ ازیں خلیفہ کے بھائی بشیر بن مروان عامل کوفہ نے بھی پانچ ہزار سپاہ کمک کے طور پر بھیجی چنانچہ تینوں نے مل کر اہواز کے خارجیوں کو شکست دی۔

ابو فدیک خارجی بحرین پر قابض تھا۔ اس کے خلاف ۷۲ھ میں دس ہزار فوج عمر بن عبداللہ کی زیر قیادت بھیجی گئی۔ ابو فدیک بہت شجاعت اور عزیمت سے لڑا لیکن شکست کھا کر مارا گیا۔ اس کے بعد خارجیوں نے اہواز میں علم بغاوت بلند کیا۔ عبدالملک نے ان کی بغاوت کو دبانے کے لئے مہلب کو مقرر کیا۔ اس کی فوج میں زیادہ تر کوفہ اور بصرہ کے لوگ تھے ابھی جنگ شروع ہوئی نہ تھی کہ یہ لوگ دفعتاً منتشر ہو گئے۔ اور گھر کی راہ لی۔ مہلب نے ان کو ہزار سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ اور لڑائی کے لئے تیار نہ ہوئے۔ عبدالملک کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حجاج بن یوسف کو عراق کی حکومت کا والی مقرر کیا۔ یہ فیصلہ بہت موزوں تھا۔ کیونکہ عراق میں حجاج جیسا جابر اور سخت گیر ہی امن قائم رکھ

Marfat.com

جنگ سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ عذر کیا۔ حجاج نے اس کا سر قلم کرا دیا۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ کوفہ اور بصرہ سے تمام لوگ فوج میں شرکت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

جب کوفہ اور بصرہ کے لوگ مہلب کے پاس پہنچ گئے تو مہلب نے خارجیوں کو رام ہرمز سے ہٹا دیا۔ یہاں سے ہٹنے کے بعد وہ کازرون میں جمع ہوئے مہلب نے ان کا تعاقب کیا دونوں میں عرصہ تک معرکے ہوتے رہے۔

فتنہ صالح و شبیب جزیرے میں ایک نیا فتنہ شروع ہو گیا صالح بن سرح تمیمی ایک عالم اور زاہد شخص تھا۔ وہ بنو امیہ کے مظالم کے استیصال کی دعوت لے کر اٹھا۔ بہت سے آدمی اس کے ساتھ مل گئے ایک دوسرا خارجی شبیب بن نعیم شیبانی بھی اس زمانہ میں بنی امیہ کے خلاف خروج کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اسے جب صالح کے ارادے کا علم ہوا تو اس نے اس کی جماعت میں شامل ہو کر کام کرنے کی درخواست کی۔

غرض صالح اور شبیب دونوں نے صفر ۷۶ھ میں ایک سو بیس رفقاء کے ساتھ مقام دارا میں بنی امیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ محمد بن مروان حاکم جزیرہ نے عدی بن عدی کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ عدی نے پہلے مصالحت کا پیغام بھیجا صالح نے اسے رد کر دیا آخر دونوں میں معرکہ ہوا۔ عدی نے شکست کھائی اور اس کا سامان حرب صالح کے ہاتھ آیا۔

محمد بن مروان نے خالد بن جزء کی قیادت میں تین ہزار کا ایک اور لشکر صالح کے مقابلہ کے لئے بھیجا مقام آمد میں فریقین میں سخت جنگ ہوئی صالح نے جب دیکھا کہ غنیم پر غالب آنا مشکل ہے تو وہ اپنے لشکر کو لے کر جزیرہ اور موصل کے علاقہ سے سکر کی طرف نکل گیا۔ حجاج بن یوسف ثقفی کو معلوم ہوا کہ یہ فتنہ اس کی حدود میں آ گیا ہے تو اس نے تین ہزار کا لشکر دے کر حارث بن عمیرہ کو مقابلہ کے لئے بھیجا مدبج میں صالح نے نوے ساتھیوں کے ساتھ اس لشکر کا مقابلہ کیا۔ صالح نے شکست کھائی اور مقتول ہوا۔

صالح کے قتل ہونے کے بعد اس کے ساتھیوں نے شبیب کو اپنا امیر تجویز کیا۔ شبیب نے اچانک حارث کے لشکر پر چھاپا مار کر اسے قتل کر دیا۔ حارث کا لشکر ہزیمت کھا کر مدائن چلا گیا۔ اب شبیب نے اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کو لے کر عام تاخت و تاراج شروع کر دی۔ حجاج نے یکے بعد دیگرے مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں لیکن شبیب نے سب کو شکست دی۔

آخر شبیب حجاج بن یوسف کے دارالامارت کوفہ میں داخل ہو گیا۔ جرأت کے ساتھ قصر امارت کی طرف بڑھا اور اپنے گرز سے قصر کے دروازہ پر ضربیں لگائیں پھر جامع مسجد پہنچا اور وہاں کچھ لوگوں کو قتل کیا۔ پھر کوفہ سے نکل گیا۔

Marfat.com

حجاج نے پے در پے عراقی فوجیں شبیب کے مقابلہ کے لئے بھیجیں مگر وہ کامیاب نہ ہو سکیں۔ حجاج نے عبدالملک کو کل حالات سے آگاہ کر دیا اور شامی فوج مدد کے لئے طلب کی۔ ابھی شامی فوج راستے میں ہی تھی۔ حجاج نے پچاس ہزار عراقیوں کا لشکر عتاب بن ورقا کی قیادت میں شبیب کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ ساباط کے قریب شبیب اور عتاب کا مقابلہ ہوا خارجیوں نے پچاس ہزار عراقیوں کو شکست فاش دی۔ عتاب بن ورقا میدان جنگ میں مقتول ہوا۔

اس دوران میں حجاج کے پاس شامی افواج پہنچ چکی تھی۔ اس مرتبہ حجاج خود شامی افواج کو اپنے ساتھ لے کر کوفہ سے نکلا۔ دونوں طرف فوجیں صف آرا ہو چکیں۔ آخر مقابلہ ہوا۔ شبیب نے شامی فوج کا دباؤ برداشت نہ کیا تو اپنے ساتھیوں کو لے کر پیچھے ہٹ آیا۔ حجاج نے مقابلہ بند کر دیا۔ اور شبیب کو موقع نکل جانے کا دیا۔ شبیب پہلے انبار گیا پھر دریائے دجلہ عبور کر کے اہواز پہنچا پھر فارس ہوتا ہوا کرمان آیا۔ شبیب جہاں کہیں بھی پہنچا شامی فوجیں بھی اس کے تعاقب میں وہاں پہنچیں اور فریقین میں خون ریز مقابلے ہوئے۔

شبیب آرام سے فارغ ہو کر کرمان سے لوٹا تو اہواز میں پہنچا دجیل کے پل پر سفیان بن ابرد سے اس کی آخری لڑائی ہوئی۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی خارجیوں نے شامیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ آخر سفیان نے شامیوں کو تیر بازی کا حکم دیا۔ خارجیوں نے حملہ کر کے بہت سے تیر اندازوں کو ختم کر دیا شام ہو چکی تھی۔ اس لئے شبیب نے دوسرے دن کے لئے جنگ ملتوی کر دی۔ شامیوں نے بھی ہاتھ روک لیا۔ شبیب رات گذارنے کے لئے دریا کا پل عبور کر رہا تھا۔ عین پل کے وسط میں اس کا گھوڑا بدکا اور مع شبیب دریا میں ڈوب گیا یہ واقعہ ۷۷ھ کا ہے۔

ازارقہ کی مہم ۷۶ھ مطابق ۶۹۵ء

کرمان میں خوارج کا ایک اور شاخ کا جو نافع بن ازرق کی نسبت سے ازارقہ کہلاتی تھی، بڑا زور تھا۔ مہلب نے ان کا زور توڑنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا تھا۔ شبیب کے خاتمہ کے بعد حجاج نے ادھر متوجہ ہوا۔ مہلب بن ابی صفرہ کی مدد کے لئے مزید فوجیں بھیجیں۔ اس زمانہ میں ازارقہ کا سردار قطری بن فجاۃ تھا۔ اتفاق سے اس کے ایک عہدہ دار نے ایک خا رجی کو قتل کر دیا۔ خارجیوں نے اس کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ قطری نے کہا یہ قاتل کی خطائے اجتہادی تھی۔ اس لئے قصاص واجب نہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے ایک جماعت نے عبد ربہ الکبیر کو اپنا سردار بنا لیا۔ یہ اختلاف دیکھ کر قطری اپنی جماعت کے ساتھ طبرستان چلا گیا جب عبد ربہ الکبیر تنہا رہ گیا۔ مہلب نے عبد ربہ الکبیر سے جنگ جاری رکھی اور ایک زبردست معرکہ کے بعد اسے شکست دیتے اور میدان جنگ میں تلوار کے گھاٹ اتارنے

Marfat.com

میں کامیاب ہو گیا۔

قطری کے خلاف سفیان بن ابرد کو بھیجا وہ طبرستان میں چند معرکوں کے بعد قطری اور اس کے ساتھی عبیدہ بن ہلال کو تہ تیغ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس سے خارجیوں کی بغاوت ختم ہو گئی۔

فتوحات

افریقی مہمات ۶۹ھ مطابق ۶۸۹ء

یزید اول کے عہد حکومت میں بربری سردار کسیلہ نے مسلمانوں کے اندرونی انتشار سے فائدہ اٹھا کر شمالی افریقہ کے شمالی مقبوضات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد اموی حکمران سلطنت کے اندرونی جھگڑوں میں کچھ مدت کے لیے اتنے مصروف رہے کہ افریقی مقبوضات کی طرف کسی اموی خلیفہ نے کوئی توجہ نہ دی۔ عبدالملک کو جب سلطنت کے دیگر جھمیلوں سے فرصت ملی۔ تو اس نے ۶۹ھ مطابق ۶۸۹ء میں ایک زبردست لشکر زہیر بن قیس کی قیادت میں افریقہ کی طرف روانہ کیا۔ کسیلہ اس وقت قیروان میں تھا۔ زہیر کی آمد کی اطلاع پا کر وہ لڑنے کے لئے تیار ہو گیا۔ ممش کے مقام پر ایک خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں کسیلہ کو شکست فاش ہوئی۔ زہیر اس سے فارغ ہی ہوا تھا کہ رومیوں نے سمندر کے ذریعہ افریقہ میں فوجیں اتار کر برقہ پر حملہ کر دیا۔ یہ اطلاع پا کر زہیر واپس برقہ پہنچ گیا۔ اور رومیوں سے شکست کھا کر میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس طرح شمالی افریقہ کے علاقوں پر سے مسلمانوں کا تسلط اٹھ گیا۔

حسان بن نعمان کی مہم افریقہ ۷۳ھ

زہیر کی موت کے بعد عبدالملک نے ۷۳ھ (۶۹۳ء) میں حسان بن نعمان غسانی کی زیر قیادت چالیس ہزار فوج دے کر افریقہ روانہ کیا۔ حسان نے تمام ان مراکز کی بیخ کنی کا ارادہ کیا۔ جن سے باغی عناصر کو امداد ملتی تھی۔ شمالی افریقہ میں متعدد ایسی حکومتیں تھیں جو قیصر روم کی باجگزار تھیں اور مسلمانوں کے خلاف بغاوت کو امداد دیتی تھیں۔ انہی میں سے ایک قدیم حکومت قرطاجنہ تھی۔ حسان نے سب سے پہلے اس کا رخ کیا۔ رومیوں اور بربریوں کو شکست دے کر بحیرہ روم کے کنارے قرطاجنہ کے خوبصورت اور قدیم شہر کو فتح کر لیا اس کے بعد حسان نے اصطفورہ کو فتح کر کے سارے علاقے میں مسلم افواج پھیلا دیں۔ اس فتح سے شمالی افریقہ میں رومی طاقت کا اہم اڈا مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔

کاہنہ کا عربوں کو شکست دینا

اب بربر اور افریقہ کی دوسری وحشی قوموں نے ایک ملکہ دامیہ کی جو کاہنہ کے لقب سے مشہور تھی۔

Marfat.com

قیادت تسلیم کرلی۔ اور ایک لشکر جرار اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگیا۔ حسان بن نعمان نے دریائے سکتانہ کے کنارے کاہنہ کی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ حسان کو شکست ہوئی اور ہزاروں مسلمان قتل و گرفتار ہوئے۔ اس شکست کے بعد تمام اسلامی مقبوضات ملکہ دامیہ کے قبضہ میں آگئے اور وہ پانچ سال تک افریقہ پر حکومت کرتی رہی۔

آخری فوج کشی اور افریقہ پر قبضہ

اس شکست کے بعد حسان برقہ چلے گئے۔ اور عبدالملک کو اطلاع دی۔ خوارج کی بغاوتوں کو فرو کرنے کے بعد ۷۴ھ میں عبدالملک نے تازہ دم فوجیں بھیج کر حسان کو پھر افریقہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔ کاہنہ نے اس وقت تک مسلمان قیدیوں کو رہا کرایا تھا۔ صرف ایک مسلمان خالد کو روک لیا تھا۔ اور اسے اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ خالد نے ایک خط کے ذریعے حسان کو مطلع کیا کہ رومی اور بربری منتشر ہوگئے ہیں اور میدان خالی ہے۔ حسان فوراً روانہ ہوا۔ ملکہ نے قرب و جوار کے تمام شہروں اور آبادیوں کو اس خیال سے برباد کر دیا کہ مسلمان حملہ آور جب شہر خالی دیکھیں گے تو واپس چلے جائیں گے۔ کیونکہ وہ صرف دولت کی طمع میں حملہ کرتے ہیں حسان جب مقابلہ کے لیے روانہ ہوا تو اس تباہ شدہ آبادی کے باشندوں نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ ملکہ دامیہ کو فاش شکست ہوئی۔ اور وہ قتل ہوگئی۔ اب افریقہ میں کوئی حریف مسلمانوں کا باقی نہ رہا اور بربر قوم بڑی تعداد میں دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ اس مہم کی تکمیل کے بعد حسان قیروان واپس آگئے۔

اہل روما کے خلاف جنگیں

۷۱ھ میں جب عبدالملک مصعب بن زبیر کے خلاف مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ رومیوں نے یکایک شام کے ساحلی شہروں پر حملہ کر دیا۔ عبدالملک نے مصلحت وقت دیکھ کر رومیوں سے ایک ہزار دینار فی ہفتہ پر صلح کرلی۔ جب عبدالملک اندرونی بغاوتوں کو دبانے میں کامیاب ہوگیا تو دوبارہ بلاد روم پر فوج کشی شروع کر دی۔ پہلے قیساریہ میں عبدالملک نے رومیوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کرلی پھر ۸۴ھ میں عبیداللہ بن عبداللہ نے قالیقلا کو ختم کیا۔ پھر ۸۷ھ میں عبیداللہ نے مصیصہ کو ختم کیا مصیصہ کی فتح کے بعد وہاں پہلی بار مسلمانوں کو آباد کیا گیا۔ ایک قلعہ تعمیر کر کے تین سو سپاہیوں کو اس کی حفاظت پر مامور کیا گیا۔

ترکستان کی فتح ۸۰ھ

خارجیوں کے خلاف کامیاب مہموں کے بعد مہلب نے ترکستان کا رخ کیا۔ چنانچہ ۸۰ھ میں اس نے نہر بلخ کو عبور کیا اور کش میں جاکر مقیم ہو بیٹھا۔ مہلب کے ساتھ پانچ ہزار فوج تھی۔ اور اس کے رفیق ابوالادہم کے ساتھ تین ہزار فوج تھی۔

Marfat.com

مہلب کش میں مقیم تھا کہ شاہ ختل کا بھائی اس سے آکر ملا۔ اسے ختل سے نپٹنے کی ترغیب دی۔ مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو اس کے ساتھ کر دیا۔ یزید اور شاہ ختل کا چچیرا بھائی برابر اپنی فوجیں ڈالے پڑے تھے۔ شاہ ختل نے اپنے چچیرے بھائی پر شبخون مارا۔ یزید نے اپنے لشکر کو آگاہ کرنے کے لئے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ شاہ ختل کا چچیرا بھائی سمجھا کہ مسلمانوں نے اس کے ساتھ بدعہدی کی ہے۔ اور اس پر حملہ کر دیا ہے اس افراتفری میں شاہ ختل نے اپنے چچیرے بھائی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ یزید بن مہلب نے شاہ ختل کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ نے مجبور ہو کر جزیہ پر مصالحت کر لی۔ یزید اپنے باپ مہلب کے پاس لوٹ گیا۔

مہلب نے اپنے دوسرے بیٹے حبیب کو شاہ بخارا کے مقابلے کے لئے بھیجا شاہ بخارا چالیس ہزار فوج لے کر مقابلہ کے لئے نکلا۔ دونوں میں کئی معرکے ہوئے مگر کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا۔ حبیب واپس لوٹ آیا۔

مہلب کش میں دو سال تک مقیم رہا۔ بعض مشیروں نے پیش قدمی کی رائے دی۔ مگر مہلب نے کہا۔ جو فتوحات ہو چکی ہیں۔ وہی کافی ہیں۔ اب اگر میں اپنی فوج کو صحیح سلامت لے کر مرو پہنچ جاؤں تو یہی غنیمت ہے مہلب سے اہل کش نے جزیہ پر صلح کر لی۔ مہلب کی وفات کے بعد عبدالملک نے یزید بن مہلب کو والی خراسان مقرر کر کے ترکستان پر مامور کیا۔ یزید کے بھائی فضل نے بادغیس اور ارد گرد کے بہت سے علاقوں کو فتح کر لیا اور اس طرح ترکستان بھی اموی سلطنت کا جزو بن گیا۔

اصلاحات

حضرت عبداللہ بن زبیر کے قضیے سے فارغ ہو کر عبدالملک نے سلطنت کے اندرونی نظم و نسق کو درست کرنے کے لئے کئی مفید اصلاحات نافذ کیں۔ جن کا ذکر حسب ذیل ہے۔

عربی بطور دفتری زبان

رومی اور ایرانی مقبوضات پر قبضہ کرنے کے بعد عربوں نے وہاں کے سرکاری دفتروں کے قدیم نظام میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ دفتری کام ایران میں پہلوی زبان میں اور رومی مقبوضات میں یونانی اور عبرانی زبان میں ہوتا تھا۔ عبدالملک نے یہ حکم دیا کہ آئندہ سرکاری دفتروں میں عربی زبان رائج کر دی گئی۔ اور رفتہ رفتہ کام آہستہ آہستہ عربی سانچے میں ڈھالا گیا۔ اس طرح عربی زبان کے باعث اموی سلطنت کے تمام دفتری نظام یکساں ہو گیا۔ اس حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کے لئے جو اکثر عرب تھے۔ دفتری کارگزاری کی نگرانی کرنا آسان ہو گیا۔

عربی رسم الخط کی اصلاح

عربی رسم الخط میں ابھی کچھ ایسی خامیاں تھیں۔ جو زبان دانی میں رکاوٹ تھیں۔ مثلاً عربی حروف پر نقطے نہیں ہوتے تھے۔

کی وجہ سے مشابہ الفاظ کے پڑھنے میں دقت ہوتی تھی (جیسے ب ت ث ا ح ج خ) اس کے علاوہ حروف پر اعراب (زیر، زبر، پیش) بھی لگوائے تاکہ عربی زبان سیکھنے میں غیر عربوں کو کوئی دقت پیش نہ آئے۔

خالص اسلامی سکے کا اجراء

عبدالملک کے عہد سے پہلے شام اور مصر میں رومی سکے استعمال ہوتے تھے عراق اور ایران میں پہلوی سکہ رائج تھا۔ جس میں رومی بوم کی تصویر کندہ تھی۔ اہل مکہ کا کوئی سکہ نہ تھا۔ تجارتی معاملات میں وہ رومیوں اور ساسانیوں کے سکے قبول کرتے تھے اور تبادلہ میں ان سکوں کی قیمت کا فیصلہ ان کے وزن کی رو سے کرتے تھے۔ مختلف اقسام کے سکوں کا استعمال تجارتی لین دین میں کئی الجھنوں کا باعث بنا تھا۔ عبدالملک نے عرب مملکت میں رومی اور ایرانی سکوں کے استعمال کو عرب حکومت اور قومی وقار کے منافی سمجھا۔ اس لئے اس نے ۷۶ھ مطابق ۶۹۵ء میں دمشق میں ٹکسال قائم کرکے خالص عربی دینار اور درہم تیار کرائے۔ علاوہ ازیں کوفہ اور بعلبک جیسے اہم مقامات میں ٹکسالیں قائم کی گئیں۔ حجاج کی نگرانی میں کوفہ کی ٹکسال سے چاندی کے گول درہم جاری کئے گئے۔ ان سکوں پر مختلف عربی کلمات کندہ کرائے گئے تھے۔ تمام اسلامی مملکت میں ایک قسم کے سکے رائج ہونے سے تجارتی لین دین میں تمام غیر اسلامی سکوں کا رواج سرکاری طور پر بند کر دیا تھا۔

محکمہ ڈاک کی تنظیم

اسلامی مملکت میں پہلی مرتبہ امیر معاویہ نے ڈاک اور خبر رسانی کے لئے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا۔ عبدالملک نے اسے منظم کرکے ساری اسلامی مملکت میں پھیلا دیا۔ تمام ڈاک کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جانے کے لئے صحرائے عرب اور شام میں اونٹ اور باقی علاقوں میں تیز رفتار گھوڑے استعمال ہوتے تھے۔ ساری مملکت کو مختلف حلقوں میں تقسیم کرکے ہر خطے کا علیحدہ نگران مقرر کیا گیا۔ جو "صاحب البرید" کہلاتا تھا۔ دراصل ڈاک کا یہ نظام خلیفہ کو مملکت کے حالات سے باخبر رکھنے کے لئے جاری کیا گیا۔ بعد ازاں عام رعایا کو بھی اس نظام سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا۔

بڑی بڑی دفتری آسامیوں پر عرب افسروں کا تقرر

عربی زبان کے رائج ہونے سے پہلے ایران و شام اور مصر کا مقامی نظام وہاں کے مقامی لوگوں کے ہاتھوں میں تھا۔ تمام بڑے بڑے دفتری عہدوں پر غیر عرب فائز تھے۔ لگان کی وصولی کا محکمہ تو عیسائی افسروں سے بھرا ہوا تھا۔ عبدالملک نے عیسائیوں اور مقامی لوگوں کی بجائے عربوں کو بڑے بڑے دفتری عہدوں پر فائز کیا۔ اس طرح تمام اسلامی سلطنت میں عربی عنصر غالب آ گیا۔ جس سے مقامی شورشوں کے بپا ہونے کے امکانات کم ہو گئے۔

Marfat.com

رفاہ عام کے کام

(۱) ۸۰ھ میں مکہ میں ایک بڑا سیلاب آیا تھا۔ جس کو سیل جارف کہا جاتا ہے۔ اور اس نے اہل مکہ کو کافی جانی اور مالی نقصان پہنچایا تھا عبدالملک نے مکانوں اور سڑکوں کی حفاظت کے لئے مضبوط حصار اور بند تعمیر کرائے۔

(۲) حجاج نے عبدالملک ہی کے دور میں عراق میں ایک شہر "واسط" بسایا جس کی شہر پناہ، مسجد اور قصر حکومت کی تعمیر میں کئی کروڑ صرف ہوئے۔ ۹۵ھ میں عبدالملک نے جامع دمشق تعمیر کرائی۔

واسط، بردعہ اور دیبل میں بھی مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ عبدالعزیز والی مصر نے جامع مصر کی توسیع کرائی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر

یزید کے زمانے میں مکہ پر شدید سنگ باری سے عمارت کعبہ کو نقصان پہنچا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تجویز کئے ہوئے نقشے کے مطابق خانہ کعبہ کی تعمیر اپنے عہد میں کرائی۔ اس سے عمارت کعبہ کا طول ہاتھ بڑھ گیا تھا۔ اور عمارت کے مشرقی اور مغربی جانب دو دروازے لگا دیئے گئے تھے۔ تاکہ زائرین کو اندر جانے میں تکلیف نہ ہو۔

عبدالملک کے عہد میں پھر اس عمارت کو عبداللہ بن زبیر سے جنگ کے دوران میں نقصان پہنچا تھا۔ حجاز پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد حجاج نے عبدالملک کے حکم سے خانہ کعبہ کی ساری عمارت گرا کر اسے پرانے نقشے کے مطابق از سر نو تعمیر کرایا۔ نیز اس وقت سے ہر سال ریشم کا غلاف تیار ہو کر دمشق سے خانہ کعبہ کے واسطے آنے لگا۔

اصلاحات کے اثرات

(۱) مملکت اسلامیہ کے تمام علاقوں میں عربی زبان کو سرکاری زبان قرار دینے سے ملکی، قومی وحدت کے تصور کو فروغ ہوا

۲۔ عربوں کو دفاتر میں بالادستی ہو گئی۔ غلط کار دفتری ملازمین کا محاسبہ کرنا آسان ہو گیا۔

۳۔ عربی زبان کو سرکاری زبان قرار دینے اور عربی رسم الخط کی اصلاحات نے عربی زبان کو فروغ حاصل ہوا۔

۴۔ اسلامی سکہ رائج کرنے سے ملکی معیشت مستحکم ہوئی۔ لین دین میں آسانی پیدا ہو گئی۔

۵۔ عربی زبان کی ترویج اور اشاعت، دفاتر میں عربوں کی بالادستی نے عجمیوں کے اندر قومی شعور کی لہر پیدا کر دی۔ یہیں سے عرب و عجم کی باہمی آویزش کا آغاز ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بنو امیہ کے خلاف عباسیہ تحریک شروع ہوئی تو اس میں ایرانی زیادہ پیش پیش تھے۔ اور انہی کے تعاون سے تحریک کامیاب ہوئی۔

Marfat.com

ولی عہد مروان، عبدالملک کے بعد اپنے دوسرے بیٹے عبدالعزیز کو خلیفہ بنا گیا تھا۔ مگر عبدالعزیز عبدالملک کی زندگی میں ۸۵ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لیے عبدالملک نے اپنے بعد اپنے دو بیٹوں ولید، اور سلیمان کے خلیفہ ہونے کی وصیت کی۔ اور اپنی زندگی میں ہی ان کے لیے بیعت حاصل کر لی۔

وفات ۸۶ھ مطابق ۷۰۵ء میں خلیفہ عبدالملک مرض الموت میں گرفتار ہوا۔ اسی حالت میں ۱۵ / شوال ۸۶ھ کو اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ اسے دمشق میں دفن کیا گیا۔

سیرت و کردار عبدالملک کے عہد حکومت کو تاریخ بنو امیہ کا سنہری باب سمجھنا چاہیے۔ اس نے اپنے ... استقلال کی بدولت اموی سلطنت کی گری ہوئی عمارت کو سنبھالا اور ... ان تھک کوششوں سے تمام شورش پسند عناصر کی بیخ کنی کی۔ عبدالملک ایسا مستقل مزاج تھا کہ نازک سے نازک حالات میں بھی اس کے چہرے پر شکن نہ آتی تھی۔ ۶۷ھ میں جب مختار ثقفی سے معرکہ آرائی کے لیے جا رہا تھا۔ تو اس کو ایک ہی رات میں پے در پے کئی حوصلہ شکن خبریں ملیں پہلے کسی قاصد نے اطلاع دی کہ عبیداللہ بن زیاد مختار کے مقابلہ میں مارا گیا۔ پھر خبر آئی کہ اس کا ایک نامور افسر عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ میں کام آیا ہے۔ اور مصعب بن زبیر اپنی فوجیں لے کر سرزمین فلسطین میں داخل ہو گئے ہیں۔ پھر کوئی قاصد خبر لایا کہ شہنشاہ روم کا لشکر سرحد شام کے شہر مصیصہ میں داخل ہو چکا ہے۔ پھر کسی نے یہ خبر دی کہ دمشق کے اوباشوں نے شہر میں شور مچا دیا ہے۔ اور اعراب نے حمص اور بعلبک میں لوٹ مار شروع کر دی ہے۔ یہ سب خبریں سن کر بھی خلیفہ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی۔ آخر اس ثابت قدمی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ دن آیا کہ سندھ سے جبل الطارق تک مسلمانوں کی متحدہ حکومت قائم ہوئی۔ علم و فضل کے اعتبار سے شیوخ مدینہ شلاً سعید ابن مسیب اور عروہ بن زبیر کے ہم رتبہ سمجھا جاتا تھا۔ امام شعبی کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں جس کو دیکھا اس سے اپنے آپ کو علم و فضل میں زیادہ پایا۔ بجز عبدالملک کے جن مسائل یا اشعار کا اس کے سامنے ذکر آیا ان میں اس نے کچھ نہ کچھ ضرور میرے علم میں اضافہ کر دیا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں۔ جس وقت عبدالملک کو خلافت کی خبر دی گئی۔ وہ ایک حجرہ میں تھا قرآن حکیم کھول رہا تھا۔ اس نے خلافت کی خبر پاتے ہی قرآن پاک سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اب تجھ میں اور مجھ میں جدائی پڑ گئی ہے۔ مشہور تابعی سعید بن مسیب نے عبدالملک کی درخواست پر پہلی جامع تفسیر لکھی۔

اس کے دور حکومت میں کچھ ایسے واقعات ضرور پیش آئے۔ جو تاریخ اسلام پر بدنما داغ ہیں شلاً حرم پر سنگ باری صحابی رسول حضرت انس بن مالک کی تذلیل اپنے مخالفین کے مقابلہ میں سخت گیری کو روا رکھنا۔ چنانچہ حجاج بن یوسف جیسے ظالم

Marfat.com

شخص کو کوفہ اور بصرہ کا امیر بنایا۔ جس نے ہزارہا انسانوں کو خاک و خون میں تڑپایا۔ اور عمرو بن سعید کو امان دے دھوکہ سے قتل کردیا۔

عبدالملک کی ذات ان الزامات سے یکسر بری نہیں مگر بیشتر ان واقعات کی ذمہ داری حجاج بن یوسف اور دوسرے عمال حکومت پر ہے۔ جو فطرتاً اور طبعاً ظالم اور سخت گیر ہے۔ عبدالملک نے حجاج کی خون ریزی اور اسراف بے جا پر ایک تادیبی خط لکھا تو حجاج نے جواب دیا کہ:

"اپنی عمر کی قسم باغی جس سزا کے مستحق تھے۔ ان کو پوری نہ دے سکا۔ اور اہل طاعت جس صلہ کے مستحق تھے۔ اسے بھی پیمانہ کر سکا۔ خدا کی قسم نہ مجھ پر دیت ہے۔ نہ قصاص کیونکہ میں نے قتل میں کوئی غلطی نہیں کی جنہیں بخش دیا ہے آپ ہی کے لئے دیا ہے اور جنہیں قتل کیا ہے۔ آپ ہی کے لئے کیا ہے؟"

اس خط سے اس کی سخت طبیعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ عبدالملک نے اس کے مظالم پر اس لئے گرفت نہ کی کہ عراق کے لوگ فسادی تھے اگر حجاج سخت گیر نہ ہوتا۔ تو عراق بلکہ خراسان کا سارا صوبہ عبدالملک کے ہاتھ سے نکل جاتا۔

علاوہ ازیں عبدالملک ایک سلطان تھا۔ خلیفہ راشد نہ تھا۔ اس وجہ سے اسے بکو خلفاء راشدین کے معیار پر نہیں پرکھنا چاہیئے۔ سلطنت کی قبا کا گنہگاروں اور بے گناہوں کے خون سے رنگین ہونا ایک معمولی بات ہے۔ عبدالملک کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ وہ تھے جنہیں اپنی اغراض ذاتی کی تکمیل کے لئے اسلام کی مرکزیت کو پارہ پارہ کرتے ہیں۔ کبھی باک نہ ہوا۔ چنانچہ وہ خود کہا کرتا تھا کہ ہر زمانہ کے حکام کا رویہ اس زمانہ کی رعایا کے طرز عمل کے مطابق ہوتا ہے۔ مجھے جن لوگوں سے واسطہ پڑا ہے۔ اگر حضرت عمرؓ کو ان سے واسطہ پڑتا تو وہ بھی طرز عمل اختیار کرتے۔

بہر کیف عبدالملک کو خلفائے بنی امیہ میں ایک بہت بلند مقام حاصل ہے۔ جس نے پُر آشوب دور میں عنان حکومت سنبھالی۔ پھر اس نے ایک ایسی مضبوط اسلامی عربی حکومت کی بنیادیں استوار کر دیں جو دشمنان اسلام کی اغراض فاسدہ کی تکمیل کی راہ میں حصار بن کر کھڑی ہو گئی۔ اور جس کے زیر سایہ مدت دراز تک اعلائے کلمۃ اسلام، علوم اسلامیہ کی اشاعت اور تمدن اسلامی کی حفاظت و تدریج کی خدمات انجام دی جاتی ہیں۔

Marfat.com

۵۹ھ

ولید اوّل بن عبدالملک

۸۶ھ / ۷۰۵ء تا ۹۶ھ / ۷۱۵ء

ابتدائی حالات اور تخت نشینی

ولید عبدالملک کا بڑا لڑکا تھا۔ اس کی ماں ولادہ بنت عباس قبیلہ عبس سے تعلق رکھتی تھی سنہ ۵۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ عبدالملک نے اس کو اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ اس کے دفن سے واپس آکر ولید نے جامع دمشق میں تقریر کی۔ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اگرچہ ولید علم و فن سے بیگانہ تھا۔ لیکن جہانداری کے اوصاف اس میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

ولید کا زمانہ امن و سکون کا زمانہ تھا۔ خوارج کی قوت ٹوٹ چکی تھی۔ شیعہ اہل بیت کے جذبات سرد ہو چکے تھے۔ بنی امیہ کے حریف ایک ایک کر کے ختم ہو چکے تھے اس لئے ولید کو اطمینان کیساتھ داخلی انتظامات اور خارجی اقدامات کی طرف توجہ کرنے کا موقع ملا۔

خوش قسمتی سے اسے محمد بن قاسم، قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر اور مسلمہ بن عبدالملک جیسے عظیم الشان سپہ سالار مل گئے جنہوں نے اسلامی حکومت کو چین سے یورپ تک وسیع کر دیا حقیقت یہ ہے کہ ان سپہ سالاروں کی فتوحات میں وہ راز مضمر ہے جس نے ولید کے عہد حکومت کو چار چاند لگا دیئے۔

وسط ایشیا کی فتوحات

بلخ، بخارا، طبرستان اور فرغانہ وغیرہ کی فتح

سنہ ۸۶ھ میں حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو خراسان کا والی مقرر کیا اس نے ترکستان کے علاقے کو فتح کرنے کا جامع منصوبہ بنایا سنہ ۷۰۵ء سنہ ۸۶ھ میں قتیبہ طالقان پہنچا تو بلخ کے سردار بھی اس سے آملے جب قتیبہ نے دریائے جیحون کے اس پار قدم رکھا، ترمذ، صغانیان کے بادشاہ نے تحائف اور ہدایا کے ساتھ استقبال کیا اور سونے کی کنجی اس کی خدمت میں پیش کی اور اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی۔ قتیبہ نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ شاہ صغانیان نے اپنے علاقہ کو قتیبہ کی نگرانی میں دے دیا۔ یہاں سے قتیبہ اخرون وسومان (طخارستان) کا قصد کیا۔ شاہ کفتیان، بیرون کو جب اپنے ہمسایہ شاہ صغانیان کی اطاعت کا حال معلوم ہوئی اس

Marfat.com

نے بھی فدیہ پیش کر کے صلح کر لی۔

اس کے بعد قتیبہ مرو لوٹ آیا اور اپنے بھائی صالح کو فتوحہ علاقہ کی نگرانی اور لشکر کی قیادت کے لئے چھوڑ آیا۔ صالح نے نصر بن سیار کی مدد سے کاشان اور فرغانہ کی تسخیر مکمل کی۔

نیزک حاکم بادغیس کا مسلمانوں سے مل جانا

نیزک کے پاس کچھ مسلمان قیدی تھے

قتیبہ نے انہیں رہا کرنے کو لکھا۔ نیزک نے نہ صرف انہیں رہا کر دیا بلکہ مسلمانوں سے معاہدہ صلح بھی کر لیا۔ اور اس پر کاربند رہتے ہوئے ترکستان کے معرکوں میں مسلمانوں کی مدد کرتا رہا۔ چنانچہ بخارا پر حملے کے وقت قتیبہ کے ساتھ تھا

بیکند کی فتح

بخارا کی ریاست بیکند بڑا تجارتی مرکز تھا۔ ۸۶ھ مطابق ۷۰۶ء میں قتیبہ نے اس پر فوج کشی کی۔ اہل بیکند نے سغد اور قرب و جوار کی دوسری اقوام سے مدد مانگی چنانچہ بہت بڑی جماعت ان کی مدد کے لئے آپہنچی اور مسلمانوں کو گھیر کر ان کے راستے بند کر دیئے۔ دو ماہ تک یہ کیفیت رہی۔ آخر محصور مسلمانوں نے ایک دن جان توڑ کر حملہ کیا حریف کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وہ شہر کی طرف بھاگے اور قلعہ بند ہو گئے۔ آخر محاصرے سے تنگ آکر انہوں نے صلح کر لی۔ قتیبہ نے یہاں ایک مسلمان حاکم مقرر کر کے واپس لوٹا۔ ابھی وہ راستہ میں ہی تھا کہ اہل بیکند نے مسلمان حاکم اور اس کے عملہ کو قتل کر کے شہر پر دوبارہ تسلط قائم کر لیا۔ جب قتیبہ کو اس کی خبر ملی تو وہ واپس چلا آیا۔ طویل محاصرہ کے بعد اس نے بزور شمشیر دوبارہ بیکند کو فتح کیا اور تمام جنگجو لوگوں کو تہ تیغ کر دیا اس شہر سے بے شمار زر و جواہر، اسلحہ اور چاندی کے برتن مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ اس کے بعد قتیبہ مرو لوٹ آیا۔

۸۸ھ مطابق ۷۰۷ء میں قتیبہ پھر بخارا پر حملہ آور ہوا۔ ادھر ترک، سغد، اہل فرغانہ نے دو لاکھ فوج جمع کر کے حملہ کیا جن کی قیادت شاہ چین کا بھتیجا کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے سغد، اہل فرغانہ کے متحدہ لشکر کو شکست فاش دی۔ اس لڑائی میں نیزک رئیس بادغیس نے مسلمانوں کی بڑی جان نثاری کے ساتھ مدد کی قتیبہ ترمذ کے راستہ مرو لوٹ آیا۔

بخارا اور سغد کی فتح ۹۰،۹۱ھ ۷۰۸ء

بیکند کی تسخیر کے بعد دوسرے سال

۸۹ھ میں قتیبہ نے بخارا کا محاصرہ کیا مگر بے نیل مرام واپس آیا۔ حجاج کو جب قتیبہ کی اس ناکامی کا حال معلوم ہوا تو قتیبہ سے بخارا کا نقشہ طلب کیا۔ اس کے بعد لکھا کہ فلاں سمت سے اس پر فوج کشی کی جائے۔ قتیبہ نے اس کے حکم کے مطابق ۹۰ھ ۷۰۹ء میں دوبارہ بخارا پر حملہ کیا۔ والی بخارا نے ترکوں

Marfat.com

اور سغدیوں سے امداد طلب کی وہ لوگ آگئے اور اہل بخارا بھی شہر سے نکل آئے۔ فریقین کے درمیان خونریز جنگ ہوئی۔ ترک اور اہل سغد بڑی شجاعت کے ساتھ لڑے۔ بہت سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ خیموں میں مقیم عربی عورتیں باہر نکل آئیں اور مجاہدین کے گھوڑوں کو مار مار کر واپس میدان جنگ میں بھیجنے لگیں مسلمان سپاہیوں نے دوبارہ میدان جنگ میں پلٹ کر دشمن پر اس زور سے حملہ کیا کہ اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ خاقان چین اور اس کا بیٹا دونوں زخمی ہو گئے اس کے بعد قتیبہ حملہ کر کے شہر میں داخل ہو گیا اور بخارا فتح کر لیا اس عظیم الشان فتح سے گرد و نواح کے بادشاہ مرعوب ہو گئے اور سب نے آکر جزیہ پر صلح کر لی۔

نیزک کی بغاوت ۹۰ھ

بادغیس کے رئیس نیزک نے مسلمانوں کی روز افزوں کامیابیوں کو دیکھا تو خوف زدہ ہوا اور قتیبہ سے اجازت لے کر طخارستان واپس آیا۔ یہاں آکر اس نے بلخ مرو روذ، طالقان، فاریاب، جوزجان اور کابل کے روساء کو اپنے ساتھ ملا کر علم بغاوت بلند کر دیا۔ قتیبہ کو خبر ملی تو اس نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن مسلم کو بارہ ہزار فوج دے کر بروقان روانہ کیا اور وہاں اسے ٹھہر کر انتظار کا حکم دیا پھر جاڑوں کا زمانہ ختم ہوتے ہی مناسب تیاریوں کے ساتھ باغی سرداروں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔

پہلے طالقان پہنچا یہاں ایک خونریز لڑائی کے بعد رئیس طالقان کو شکست دی۔ پھر قتیبہ فاریاب کی طرف بڑھا۔ وہاں کے حکمران نے اطاعت قبول کر لی پھر جوزجان کا رخ کیا۔ وہاں کا حکمران پہاڑوں کی طرف نکل گیا اور اہل شہر نے اطاعت قبول کر لی پھر بلخ ہوتا ہوا نیزک کی تلاش میں اپنے بھائی عبدالرحمٰن سے خلم کی گھاٹی میں جا ملا۔

راستہ بہت تنگ تھا اور اس کے دہانے پر ایک مضبوط قلعہ تھا۔ قتیبہ کے لئے نیزک کا استیصال اس جگہ بہت مشکل تھا۔ اسی اثناء میں ایک واقف حال نے قتیبہ کو پوشیدہ راستہ بتا دیا۔ جو گھاٹی کی پشت پر جا کر قلعہ میں نکلتا تھا۔ قتیبہ نے ایک دستہ اس پہاڑی کے ساتھ کر دیا۔ مسلمانوں کے عقب سے اچانک حملے نے ترکوں کے چھکے چھڑا دئے۔ کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ بھاگ نکلے۔ نیزک فرغانہ کی طرف بھاگ گیا اور اس نے کرز کی پہاڑی میں جا کر پناہ لی۔ مسلمانوں نے دو ماہ تک محاصرہ جاری رکھا۔ اس اثناء میں نیزک کی فوج میں چیچک کی وبا پھیل گئی اور سامان خوراک کا بھی قحط پڑ گیا۔ دوسری طرف موسم سرما قریب آپہنچا۔ جو عرب سپاہی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ اس نے سلیم نامی ایک شخص کو نیزک کے پاس بھیجا جو اسے سمجھا بجھا کر اس کے پاس لے آئے۔ چنانچہ سلیم، نیزک کو عفو تقصیر کا وعدہ کرنے کے بعد قتیبہ کے پاس لے آیا۔ قتیبہ نے نیزک اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور حجاج سے ان کے معاملے میں مشورہ طلب کیا۔ نیزک نے مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کی تھی۔ اس لئے حجاج نے

Marfat.com

اس کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ نیزک اور اس کے سات سو ساتھی قتل کر دیئے گئے۔

خوارزم اور سمرقند کی فتح ۹۳ھ مطابق ۷۱۱ء

۹۳ھ میں خوارزم پر قبضہ کیا پھر سمرقند پر جنگ ہوئی۔ اس میں بخارا اور خوارزم کے غیر مسلم باشندوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے سمرقند کا محاصرہ کر لیا آخر اہل سمرقند نے ہتھیار ڈال دیئے اور انہوں نے ذیل کی شرائط پر صلح کر لی۔

۱۔ اہل سمرقند بارہ لاکھ سالانہ خراج دیا کریں گے۔

۲۔ اس سال وہ بیس ہزار سوار مسلمان فوج کی امداد کے لئے دیں گے۔

۳۔ مسلمان شہر میں فاتحانہ داخل ہوں گے اور ان کے داخلے کے وقت غیر مسلم آبادی شہر خالی کر دے گی۔

۴۔ مسلمان یہاں مسجد بنا کر نماز پڑھیں گے اور خطبہ دیں گے۔

قتیبہ نے وہاں ایک مسجد بنوائی اور اس میں نماز ادا کی اور اپنے بھائی عبداللہ کو وہاں کا عامل مقرر کر کے خود مرو میں آ گیا۔

شاشں اور فرغانہ کی فتح

۹۴ھ مطابق ۷۱۳ء میں شاشں اور فرغانہ کو فتح کرتے ہوئے خجند اور کاشان تک مسخر کیا ۹۶ھ میں کاشغر پر قبضہ کیا۔

چین پر فوج کشی ۹۶ھ ۷۱۵ء

وسط ایشیا کی تسخیر کے بعد چین کی باری آئی چینیوں نے مسلمانوں کے خلاف اہل سمرقند کی مدد کی تھی۔

۹۶ھ مطابق ۷۱۵ء میں سرب فوج کاشغر فتح کر کے چین میں گھس گئے ہبیرہ بن مشرح کلابی کو چند اشخاص کے بادشاہ چین کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ طویل بحث و مباحثہ کے بعد خاقان نے ادائے جزیہ کا وعدہ کر کے صلح کر لی اور قتیبہ کو بہت سے بیش بہا تحفے بھیجے۔

فتح سندھ

۷۱۱ء مطابق ۹۲ھ

مسلمان فوجیں خلفائے راشدین کے دور میں ہی سندھ کی سرحد تک پہنچ چکی تھیں لیکن سرحد عبور کر کے مستقل فتح عمل میں نہ آئی تھی۔ مسلمان فاتح آگے بڑھنا چاہتے تھے مگر مرکز کی طرف سے اجازت نہ ملی تھی۔ ۴۳ھ میں عبداللہ بن عامر نے سیستان اور مکران فتح کئے۔ عبداللہ سندھ پر

Marfat.com

فوج کشی کرنا چاہتے تھے لیکن خلیفہ نے اجازت نہ دی۔ عرب سرحدوں پر تاخت کرنے والوں قبیلوں کے تعاقب میں مسلمان جرنیل اکثر بلوچستان وغیرہ علاقوں پر فوج کشی کرتے رہتے تھے۔ لیکن یہ علاقے فتح کر کے اسلامی سلطنت کا جزو نہیں بنائے گئے مگر محمد بن قاسم نے سندھ اور ملتان کو تسخیر کر کے اسلامی مملکت کا جزو بنایا۔

وجوہ

جزیرہ سراندیپ میں کچھ عربوں کا جو تجارت کی غرض سے وہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انتقال ہو گیا۔ راجہ سراندیپ ایک نیک دل اور صلح پسند شخص تھا اور مسلمانوں سے تعلقات پیدا کرنے کا خواہاں تھا۔ اس نے حجاج اور ولید بن عبدالملک کو خوش کرنے کے لیے ان عرب تاجروں کے اہل و عیال کو ایک جہاز میں سوار کرا کر روانہ کیا۔ اس کے علاوہ بہت سے قیمتی تحفے بھی ولید کے دربار میں پیش کرنے کے لیے بھیجے جب یہ جہاز دیبل (کراچی) کے قریب پہنچا تو سندھ کے بحری قزاقوں نے جہاز لوٹ لیا اور مسلمانوں کو جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے قید کر لیا۔ عرب عورتیں اور بچے جب اس ناگہانی مصیبت میں گھرے ہوئے تھے تو ایک عورت کی زبان سے بے اختیار یہ فریاد نکلی "اے حجاج ہماری مدد کر"۔ حجاج کو جب اس واقعہ کا علم ہوا۔ اور اس مظلوم عورت کی فریاد سنائی گئی تو حجاج نے کہا "میں ابھی مدد کو پہنچتا ہوں"۔

اسی وقت راجہ داہر کو لکھا کہ وہ قیدیوں کو رہا کرے کیونکہ بحری ڈاکو اس کے دائرہ اختیار میں ہیں۔ راجہ داہر نے انکار کر دیا چنانچہ حجاج نے ولید سے سندھ پر فوج کشی کرنے کی اجازت چاہی۔ ولید نے اجازت دے دی۔ حجاج نے عبداللہ بن نبہان کو مامور کیا لیکن یہ مہم ناکام رہی شکست کھا کر مارا گیا۔ دوسری مہم بدیل بن طہفہ بجلی کی زیر قیادت بھیجی یہ مہم بھی ناکام رہی۔ تب حجاج نے حالات کی سنگینی کا جائزہ لے کر فتح سندھ کے لیے باقاعدہ فوج منظم کرنا شروع کر دی اس فوج کی قیادت اپنے داماد اور نامور جرنیل محمد بن قاسم کے سپرد کی۔

۲۔ راجہ داہر نے عربوں کے شکست خوردہ باغیوں کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی تھی۔ اسلامی حکومت کے بار بار اصرار کے باوجود وہ ان باغیوں کو حکومت کے حوالے کرنے کو تیار نہ تھا۔

۳۔ راجہ داہر کی رعایا کا کثیر حصہ بدھ مت کا پیرو تھا۔ وہ ہندو راجہ کے تعصب کی وجہ سے بہت تنگ تھے۔ لہذا مقامی آبادی بھی مسلمانوں سے تعاون پر آمادہ تھی۔

واقعات

محمد بن قاسم کی روانگی

محمد بن قاسم نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ جس میں توپ خانہ اور پیدل فوج تھی سمندر کے راستے روانہ کیا گیا۔ خود

Marfat.com

اس اثنار میں خلیفہ اوّل ولید نے وفات پائی اور فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔

محمد بن قاسم کی سندھ سے واپسی اور اس کے انجام کا ذکر سلیمان بن عبدالملک کے عہد میں کیا جائے گا۔

فتح سپین (اندلس) ۹۲ھ / ۷۱۲ء

(اندلس)

سپین پر حملہ کی وجوہ

سپین براعظم یورپ کے جنوب مغرب میں واقع ہے یہ ملک سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے ابتری کا شکار تھا سپین پر گاتھ خاندان کے مظالم اور جابر حکمرانوں کا دور دورہ تھا۔ ملک میں غلامی عام تھی ان غلاموں کی حالت جانوروں سے بدتر تھی۔ یہ بغیر اپنے آقاؤں کی اجازت کے شادی بھی نہیں کر سکتے تھے۔ غلام اپنا خون پسینہ ایک کر کے جو دولت حاصل کرتے تھے۔ وہ ان کے آقاؤں کے عیش و عشرت میں کام آتی تھی۔ ملک کا متوسط طبقہ گراں قدر محصولوں کے بار سے دبا ہوا تھا۔ امرار پادری بڑی بڑی جاگیروں کے مالک تھے۔ امرار کے محل اور پادریوں کی خانقاہیں حسین عورتوں سے پری خانہ بنی ہوئی تھیں۔ ملک کی حکومت پر پادریوں کا بڑا اثر تھا۔ پادری بادشاہ کو بھی تخت حکومت سے برطرف کر سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ یہودی اقلیت کی حالت ناقابل بیان تھی۔ سترہویں کونسل کے ایک حکم کے مطابق ان کی تمام جائیدادیں ضبط کر لی گئی تھیں اور ان کو باشقت غلامی کی سزا دی گئی تھی۔

گاتھ فرمانرواؤں کا دستور تھا کہ امراء اور سرداروں کی اولاد شاہی محل میں پرورش پاتی تھی۔ بظاہر تو یہ کیا جاتا تھا کہ ان کو آداب شاہی کی تعلیم و تربیت دینی مقصود ہے مگر اس کا مقصد۔۔ یہ ہوتا تھا کہ یہ بطور یرغمال رہیں اور امیر و کبیر باغی نہ ہو سکیں کیونکہ ان کو اپنی اولاد کی جان کا خوف دامنگیر ہوگا۔

عہد ولید میں جب موسیٰ ابن نصیر والی افریقہ تھا۔ اسپین پر راڈرک کی حکومت تھی جس نے ملک کے بادشاہ ویٹیزا کو قتل کر کے تخت و تاج حاصل کیا تھا۔

کاؤنٹ جولین والی سبتہ کی لڑکی شاہی محل سرا میں مقیم تھی۔ یہ لڑکی نہایت خوبصورت تھی۔ راڈرک نے لڑکی کا دامن عصمت کو داغدار کر دیا۔ لڑکی نے اپنے باپ کو اس کی اطلاع دے دی۔ کاؤنٹ جولین نے راڈرک کی حکومت کا تختہ الٹنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس نے موسیٰ بن نصیر کو سپین پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔

۲۔ راڈرک اور گاتھ خاندان کے جور و ظلم کی بنا پر اکثر لوگ ملک چھوڑ کر شمالی افریقہ چلے گئے تھے۔ یہ لوگ بھی مسلمانوں کو اندلسی حکومت کے خلاف ابھارتے رہتے تھے۔ حملے کی صورت میں مسلمانوں

Marfat.com

کے ساتھ تعاون کرنے پر رضامند تھے۔ چنانچہ ان حالات کے پیش نظر موسیٰ بن نصیر نے خلیفہ ولید سے سپین پر حملہ کی اجازت حاصل کرلی۔

۳۔ طارق ایک بہادر اور باہمت سپہ سالار تھا وہ عرصہ سے طنجہ کے ساحل پر سات ہزار سپاہ کیساتھ مقیم تھا۔ شمالی افریقہ میں کوئی ایسا مقام نہ تھا جہاں وہ اپنی شجاعت کے جوہر دکھا سکے۔ وہ اکثر سپین پر فوج کشی کے منصوبے بناتا رہتا تھا۔ چونکہ وہ سپین کے اندرونی حالات سے ناواقف تھا۔ اس وجہ سے اس کو یہ علم تھا کہ موسیٰ بن نصیر کسی معقول وجہ بغیر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ جونہی جولین نے حملہ کرنے کی دعوت دی تو طارق نے فوراً اس سے خط لکھ کر موسیٰ بن نصیر سے اجازت طلب کی۔

عمائدین سپین کا وفد جولین نے سپین کے اکابرین کا ایک وفد طارق کے پاس بھیجا جس میں مقتول شاہ غیطیشہ کے فرزند اور بعض متقدر یہودی تھے۔ انہوں نے طارق کو حکومت سپین کی کمزوریوں سے آگاہ کیا اور حملہ کی صورت میں امداد کا یقین دلایا۔

واقعات موسیٰ نے ولید سے اجازت لے کر اپنے ایک غلام طریف ابن مالک کو پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ حالات کا جائزہ لینے کے لئے سپین روانہ کیا۔ ۹۱ھ میں سپین کے ساحلی علاقے سے مال غنیمت لے کر سلامتی کے ساتھ واپس آگیا تو اس نے ملک کے اندرونی اور سیاسی حالات سے موسیٰ بن نصیر کو اطلاع دی تو اگلے سال ۹۲ھ میں موسیٰ نے طارق بن زیاد کو سات ہزار بری فوج کے ساتھ کاونٹ جولین کی راہنمائی میں سپین پر فوج کشی کا حکم دیا۔ یہ فوج چار جہازوں پر سوار ہو کر جبل الطارق پر اتری۔ جو طارق کے نام سے آج تک جبل الطارق کہلاتی ہے۔ ساحل سپین پر اترنے کے بعد طارق نے تمام جہازوں (کشتیوں) کو جلا دیا تاکہ اسلامی فوج پر یہ بات واضح ہوجائے کہ سپین کو فتح کئے بغیر اب واپسی کا کوئی سوال ہی باقی نہ تھا۔

تدمیر (تھیوڈ) سے مقابلہ طارق آگے بڑھا اور سرحدی اضلاع کو تاراج کرنے لگا۔ الجزیرہ (ALGIERS) کے گورنر تدمیر (تھیوڈ) "THEODMIR" سے مقابلہ ہوا ابھی اثنا میں طارق کو موسیٰ کے بھیجے ہوئے پانچ ہزار سپاہیوں کی کمک پہنچ گئی۔ اس فوج کی تعداد بارہ ہزار پہنچ گئی۔ تدمیر نے ایک اجنبی فوج کو سرزمین سپین پر دیکھ کر فوراً حملہ کر دیا۔ طارق نے تدمیر کو شکست فاش دی۔ اس نے راڈرک کو اطلاع دی کہ ہمارے ملک پر ایسی قوم نے حملہ کیا ہے جس کی بابت یہ معلوم نہیں کہ وہ زمین سے نکلے ہیں یا آسمان سے اترے ہیں۔

راڈرک کی شکست راڈرک کو جب مسلمانوں کے حملے کا علم ہوا تو اس نے فوراً جنگ کی تیاری شروع کر دی اور اپنے تمام جاگیرداروں کو اکٹھا کر کے امداد

Marfat.com

کے لئے تیار ہو جائیں بعض مورخین لکھتے ہیں کہ بادشاہ قرطبہ سے روانہ ہوا تو اس کیساتھ نوے ہزار سپاہی تھے۔ علامہ مقری راڈرک کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیان کرتا ہے اور مورخ حتیٰ اس کی تعداد ۲۸ ہزار بیان کرتا ہے۔ یہ فوج بہترین سازو سامان سے لیس تھی۔

طارق نے اپنی قلیل فوج کو لشکر جرار کے سامنے صف آرا کیا۔ اور ایک پرجوش تقریر سے ان کے دلوں کو جذبہ جہاد سے بھر دیا ۹۲ھ مطابق جولائی ۷۱۱ء میں دریائے وادی لکہ کے کنارے مقابلہ ہوا۔ راڈرک بڑی شان کے ساتھ میدان میں آیا۔ وہ خود فوج کے آگے تخت رواں پر سوار تھا۔ معنوی اعتبار سے دونوں فوجوں میں بڑا فرق تھا۔ مسلمان ایک مقصد پر متحد تھے۔ جب کہ گاتھ امراء میں تشتت اور افتراق تھا اور وہ راڈرک سے نجات چاہتے تھے اور ان کا یہ خیال تھا کہ عرب لوٹ مار کرکے واپس چلے جائیں گے اور بعد میں سپین پر ان کی حکومت ہوگی۔

راڈرک نے میدان میں اترتے ہی حملہ کر دیا۔ مسلمان بھی مقابلہ میں آگئے۔ عین لڑائی میں میمنہ اور میسرہ کی فوجیں جن کی قیادت سپین کے پرانے فرمانروا وٹیزا کا لڑکا کر رہا تھا پسپا ہو گئیں اور راڈرک کو شکست فاش ہوئی۔ راڈرک خود لاپتہ ہو گیا۔ ابن اثیر کے قول کے مطابق دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ اس فتح نے مسلمانوں پر سپین کی فتح کے دروازے کھول دیئے۔

طارق کی مزید پیش قدمی

اس فتح کے بعد طارق نے اپنے دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا اسے معلوم ہوا کہ بقیہ فوج استجہ میں جمع ہوئی ہے وہ فوراً استجہ پہنچا جہاں اندلسی فوج بے جگری سے لڑی۔ آخر کار شہر مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ موسیٰ بن نصیر نے طارق کو مزید پیش قدمی سے باز رہنے کی ہدایت کی۔ لیکن فوجی نقطۂ نگاہ سے پیش قدمی نہ کرنا ایک بڑی بھاری غلطی تھی۔ اس لئے کاونٹ جولین کے مشورے سے سپین کے تمام صوبوں میں فوجیں پھیلائیں قرطبہ، غرناطہ، مالقہ، تدمیر وغیرہ تمام مقامات کی طرف فوجی دستے روانہ کئے لیکن دفاعی فوج نے کہیں بھی اسلامی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کیا۔ لوگ خوفزدہ ہو کر شہروں اور قصبوں کو چھوڑ کر بھاگ نکلے غلاموں کسانوں، یہودیوں نے اسلامی فوج کا جگہ جگہ استقبال کیا۔ اسلامی فوج کی راہنمائی کی۔ اس طرح بغیر شدید جنگ کئے ان سب علاقوں پر مسلمان قابض ہو گئے۔

سپین کے پایۂ تخت طلیطلہ کی طرف طارق خود بڑھا۔ جب طارق طلیطلہ میں داخل ہوا۔ تو لوگ دہشت کے مارے بھاگ گئے اور بغیر کسی مقابلہ کے طلیطلہ فتح ہو گیا۔ جہاں شاہان سپین کے بھرپور خزانے اور رعایا ئب روزگار اشیاء کے ذخیرے موجود تھے۔ طارق نے طلیطلہ میں یہودیوں کو آباد کیا یہ لوگ گاتھ حکمرانوں کے خلاف مسلمانوں کا ساتھ دے رہے تھے۔ طارق نے طلیطلہ میں جو مجلس ملوک سپین

Marfat.com

کے تاج اور طلیطلہ سے پچاس میل کے فاصلہ پر ایک سونے کی میز ملی جو حضرت سلیمان سے منسوب تھی یہ میز بیش قیمت جواہرات سے مرصع تھی۔

موسیٰ بن نصیر کی سپین میں آمد

طارق کی روانگی سے چودہ ماہ بعد والی افریقہ موسیٰ بن نصیر سپین کی مہم میں خود حصہ لینے کے لئے افریقہ سے روانہ ہوا رمضان ۹۳ھ میں ساحل سپین پر لنگر انداز ہوا۔ اس وقت طلیطلہ فتح ہو چکا تھا کاونٹ جولین نے موسیٰ کا استقبال کیا۔ موسیٰ نے اپنے کارنامے دکھانے کے لئے نیا میدان تلاش کیا۔ طارق کے مفتوحہ علاقوں کو چھوڑ کر صوبہ شدونہ کو عبور کرتا ہوا قرمونہ کی طرف بڑھا۔ کاونٹ جولین نے شکست خوردہ اسپینی کا بھیس بنا کر قرمونہ کے شہریوں سے اظہار ہمدردی کیا اور رات کو خاموشی سے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ موسیٰ دروازے پر منتظر تھا فوج لے کر داخل ہوا اور بلا مقابلہ شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد موسیٰ نے اشبیلیہ کا رخ کیا۔ یہ سپین کا دولت مند خوبصورت اور قدیم شہر تھا۔ ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد اشبیلیہ کو بھی فتح کر لیا۔ پھر موسیٰ ماردہ کی طرف بڑھا۔ یہ بھی بہت قدیم شہر تھا۔ یہاں کی عظیم الشان عمارات دولت مند تبکدے اور دل افروز تفریح گاہیں تمام سپین میں مشہور تھیں۔ یہ ایک اہم دینی مرکز بھی تھا۔ چنانچہ عیسائیوں نے اس کی حفاظت کے بہترین انتظامات کئے تھے اہل ماردہ نے شہر بند ہو کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا روزانہ ان کا لشکر لڑنے کے لئے نکلتا اور شام کو واپس ہو جاتا۔ جب یہ سلسلہ طویل ہوا اور اہل ماردہ نے خلاصی پانے کی کوئی راہ نہ پائی تو صلح کر لی اور شہر کے دروازے مسلمانوں پر کھول دیئے۔ اس دوران اشبیلیہ کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی جسے موسیٰ کے لڑکے عبدالعزیز نے دبا دیا۔

موسیٰ اور طارق کی ملاقات

فتح ماردہ کے بعد موسیٰ طلیطلہ کی طرف روانہ ہوا۔ طارق نے بڑی شان و شوکت کے ساتھ استقبال کیا طارق نے والدلیٹ کی جنگ کے بعد جتنی فتوحات کی تھیں وہ موسیٰ کی اجازت کے بغیر کی تھیں۔ موسیٰ نے فوجی نظم و ضبط کو قائم رکھنے کے لئے طارق سے ناراض ہوا۔ طارق نے وہ وجوہ بیان کیں جن کی بنا پر اسے فوراً پیش قدمی کرنا ضروری تھا۔ موسیٰ نے اس عذر کو قبول کر لیا۔ طلیطلہ پہنچ کر مال غنیمت کا جائزہ لیا پھر وہاں سے باقی ملک کو فتح کرنے کے لئے طارق کو مقدمۃ الجیش بنا کر آگے بھیجا خود پیچھے روانہ ہوا بقیہ علاقوں سرگوسہ، ارغون، ایر شلونہ پر قبضہ کر لیا اور کوہ پائرینز تک جا پہنچے۔ اس کے علاوہ پرتگال بھی فتح کر کے ایک الگ صوبہ کی حیثیت سے سلطنت اسلامی کا جز تھا۔

سپین کا نظم و نسق

عبدالعزیز والی سپین نے نہایت محنت سے ملک کا معاشی اور سیاسی نظام ایک سال کے اندر درست کیا۔

Marfat.com

۱۔ عوام کو جاگیرداروں، پادریوں کے مظالم سے نجات دلائی۔ قانون سب کے لئے یکساں قرار دیا گیا۔

۲۔ ہر شخص کو مذہبی آزادی دی گئی۔

۳۔ عبدالعزیز نے سرحدوں اور اندرونِ ملک میں فوجی چوکیاں قائم کیں تاکہ اندرونی بدامنی اور بیرونی حملے کا مقابلہ کیا جا سکے۔

۴۔ اہلِ حرفہ، کسانوں، پیشہ وروں کو تقاوی قرضے دیئے گئے تاکہ وہ خوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں۔

۵۔ ہر غیر مسلم پر بارہ سے چالیس درہم تک حسبِ حیثیت جزیہ لگایا گیا۔

انتظامِ سلطنت

عبدالعزیز نے مختلف اضلاع میں حاکم متعین کئے۔ جگہ جگہ شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم ہیں فوج، پولیس، عدالتوں کا قیام عمل میں لایا گیا

سپین کو چار صوبوں میں تقسیم کیا گیا۔

۱۔ پہلا صوبے میں جنوبی حصہ تھا اس میں قرطبہ، اشبیلیہ، ملاغہ وغیرہ کے شہر تھے۔

۲۔ دوسرے صوبے میں تمام وسطی ہسپانیہ بحیرہ روم کے ساحل سے سرحد پرتگال تک شامل تھا۔ اس میں طلیطلہ، بلنسیہ اور مرسیہ وغیرہ شہر واقع تھے۔

۳۔ تیسرے صوبے میں پرتگال، گلیسیا وغیرہ علاقے تھے لزبن، ماردہ وغیرہ اس کے اہم شہر تھے۔

۴۔ اس صوبے میں سارا شمالی علاقہ سرحد فرانس تک شامل تھا اس میں طرطوشہ، سرقسطہ، برشلونہ وغیرہ اہم شہر تھے۔

اہلِ فرانس سے مقابلہ

اب فرانس سامنے تھے اور اس کے بعد پورا یورپ۔ موسیٰ بن نصیر نے ان کامیابیوں سے متاثر ہو کر تمام یورپ کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اہلِ فرانس کو مسلمانوں کی فتوحات کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے چونکا دیا۔ اس وقت فرانس میں چارلس مارٹل کی حکومت تھی جس کو اہلِ عرب "قارلہ" کہتے تھے۔ ابھی وہ جنگی تیاریوں میں ہی مصروف تھا کہ مسلمانوں نے سرحد فرانس میں داخل ہو کر اربونہ کا قلعہ فتح کر لیا اور وہاں سے اسلامی افواج حصن بردون تک بڑھ آئیں چارلس مارٹل لشکر جرار لے کر اسلامی فوج کی یلغار کو روکنے کے لئے آگے بڑھا۔ یہ خبر سن کر موسیٰ اپنی فوجوں کو لے کر اربونہ واپس لوٹ آیا۔ ابھی وہ اربونہ میں داخل ہوا تھا۔ چارلس مارٹل نے دفعتہً اسلامی افواج پر شبخون مارا۔ مسلمان لڑائی کے لئے تیار نہ تھے۔ اس لئے بہت سے مسلمان شہید ہوئے

Marfat.com

چھوڑتے بنے نکل گئے اور اربونہ میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ چارلس مارٹل نے محاصرہ کر لیا۔ لیکن اربونہ ایک مضبوط شہر تھا۔ اس لیے چارلس مارٹل کو کامیابی نہ ہوئی۔ علاوہ ازیں چارلس کو مسلمانوں کی مدد آجانے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے چند دنوں کے بعد محاصرہ اٹھا کر لوٹ آیا اور وادی رودنہ میں قلعہ اور چھاؤنیاں قائم کر کے فوجیں متعین کر دیں۔ تاکہ مسلمان فرانس کی حدود کی طرف نہ بڑھ سکیں۔

موسیٰ کی واپسی

جب موسیٰ شمالی سپین کی فتوحات میں مصروف تھا۔ اسی زمانہ میں ولید بیمار تھا چنانچہ اس وقت حکم پہنچا کہ "فوراً دمشق پہنچو" چنانچہ موسیٰ ابن نصیر اور طارق بن زیاد ۹۵ھ میں بے پناہ مال غنیمت کے ساتھ پائے تخت دمشق روانہ ہوئے۔ واپسی پر اس نے اپنے بیٹوں عبدالعزیز، عبداللہ، عبدالملک کو علی الترتیب سپین، شمالی افریقہ اور مراکش کا والی مقرر کیا۔ موسیٰ کی اچانک واپسی مسلمانوں کے مفادات کے منافی تھی۔ خلیفہ ولید کے مرنے کے بعد جانشین خلیفہ سلیمان نے موسیٰ کو جیل میں ڈال دیا۔ بعد میں ایک سردار کی سفارش پر اسے رہا کر دیا۔ سلیمان نے موسیٰ پر اتنا تاوان ڈالا کہ وہ اس کو ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ مجبوراً امرائے عرب سے مانگ مانگ کر تاوان ادا کیا۔ آخری عمر میں فاتح اندلس موسیٰ بن نصیر مدینہ کی گلیوں میں بھیک مانگتا ہوا دیکھا گیا۔ اس عسرت میں اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

ایشیائے کوچک کی فتوحات

ولید کا بھائی مسلمہ بن عبدالملک ایشیائے کوچک میں رومیوں کے خلاف امیر معاویہ کے مجوزہ طریقہ پر ہر سال موسم سرما میں فوج کشی کرتا تھا۔ رومی حکومت کے مشہور قلعے بولق، اخرم، بولس طوانہ، عموریہ طرطوس فتح کیے گئے۔

جزائر بحیرہ روم

ولید کے عہد میں جزائر بحیرہ روم کی تسخیر کی طرف توجہ دی گئی تھی۔ رومی حکومت ان جزیروں کو مرکز بنا کر افریقہ میں بغاوتوں کو ہوا دیتی تھی لہذا جزائر ساڈینیا میورقہ اور منورقہ ۸۸ھ میں فتح ہوئے۔

ولید کی وفات

۲۵ رجمادی الآخر ۹۶ھ مطابق ۷۱۵ء میں نو سال آٹھ ماہ کی حکومت کے بعد انتقال ہوا۔ ولید نے سلیمان کو ولی عہدی سے خارج کرنے کی کوشش کی۔ لیکن موت نے مہلت نہ دی۔ چنانچہ اس کی وفات کے بعد سلیمان خلیفہ ہوا۔

ولید کا سنہری زمانہ

ولید اول کے زمانہ میں اموی خاندان سیاسی طاقت اور شان و شوکت کے لحاظ سے انتہائی عروج کو پہنچ گیا تھا۔ فتوحات، وسعت سلطنت، ملکی بندوبست، امن وامان، خوشحالی، تہذیب اور

Marfat.com

ثقافتی ترقی کے لحاظ سے یہ دور تاریخ اسلام میں بلند مقام رکھتا ہے بقول سر ولیم میور۔ ولید اوّل کا دور تاریخ اسلام کا شاندار دور ہے۔

فتوحات

اس دور کی سب سے بڑی خصوصیات فتوحات تھیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ محمد بن قاسم نے سندھ کو زیر کیا۔ چین کو قتیبہ بن مسلم نے پامال کیا۔ طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نے سپین اور پرتگال کی سرزمین پر اسلامی پرچم لہرایا اور ایشیائے کوچک میں مسلمہ بن عبدالملک نے اپنی خداداد شجاعت سے اسلامی عظمت کا علم بلند کیا۔ ان فتوحات کی وجہ سے اسلامی حکومت کا رعب بڑے بڑے سرکش غیر مسلم حکمرانوں کے دلوں پر چھا گیا۔ چنانچہ روم کے قیصر نے ولید کی سیاسی ہیبت و قوت سے مرعوب ہو کر مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے جی کھول کر امداد دی۔ دو سو کاریگر اس کار خیر کے لئے بھیجے۔

بحری بیڑا

بری فتوحات کے علاوہ مسلمانوں کا بحری بیڑا ولید اور اس کے جانشین کے عہد میں بہت زبردست ہو گیا۔ اس وقت سمندری فوج کے پانچ حصے تھے۔ ان میں سے ایک حصے کے ذمے شام کے ساحلی علاقوں کی حفاظت کی تھی۔ باقی حصے ساحل افریقہ اور ساحل روم کی حفاظت پر متعین تھے۔ بحیرۂ روم میں اسلامی بیڑے کی رومی بیڑے سے ٹکر ہوتی رہتی تھی۔ جس میں اسلامی بیڑے کو اکثر کامیابی نصیب ہوتی تھی۔ جزیرہ قبرص (سائپرس) اور جزیرہ روڈس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا جہازوں کی نقل و حرکت کے لئے تیونس اور اسکندریہ میں زبردست بحری اڈے قائم تھے۔ جہاز سازی کا سب سے بڑا کارخانہ تیونس کی بندرگاہ میں قائم کیا گیا۔ جہاں بیسیوں جہاز سالانہ تیار ہوتے تھے۔

امن و امان کا قیام

فتوحات کے علاوہ ملک میں امن و امان اور خوش حالی کا دور دورہ تھا۔ جو شخص بھی ملک میں انتشار اور بدامنی پھیلانے کی کوشش کرتا اس کو دست آہنی سے کچل دیا جاتا۔ حجاج کی زیر قیادت خوارج کے زور کو توڑ دیا گیا۔

علمی ترقی و سرپرستی

علم کو فروغ دینے کی خاطر اور علماء کو فکر معاش سے بے نیاز کرنے کی خاطر ولید نے فقہاء اور حفاظ قرآن کے لئے وظائف مقرر کئے علم طب کو ترقی دینے کے لئے ولید نے عملی قدم اٹھایا اس کے ایماء پر ایک یہودی مسمی ماسر جویہ نے طب کی ایک کتاب کا سریانی سے عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ بعد ازاں یہ کتاب شاہی کتب خانہ کی زینت بنی۔

ولید کے دور کی فتوحات بھی علم کی اشاعت اور ترقی میں مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوئیں مثلاً ۷۱۲ء میں سمرقند فتح ہوا۔ جہاں کاغذ سازی کی ایک فیکٹری تھی۔ کاغذ کی صنعت کی ابتداء چین میں ہوئی۔ وہاں سے اس صنعت کو چینی کاریگر سمرقند میں لائے تھے بعد ازاں عربوں نے کاغذ سازی کی صنعت کو بغداد، دمشق، قاہرہ شمالی افریقہ، سسلی اور سپین میں فروغ دیا۔ نویں صدی عیسوی سے عربوں کی قلمی کتابیں کاغذ پر تیار ہونے لگیں جو اس وقت بھی موجود ہیں۔ کاغذ سازی کی صنعت سسلی اور سپین سے یورپ میں

Marfat.com

بارہویں صدی عیسوی میں رائج ہوئی۔ اس طرح عربوں کے طفیل یورپ میں کاغذ سازی کی صنعت کی بدولت سائنس، ثقافت اور علوم و فنون کو فروغ ہوا۔

رفاہ عام کے کام ولید کے زمانہ میں رفاہ عام کے کاموں پر خاص توجہ دی گئی۔

۱۔ ۸۸ھ میں تمام مملکت اسلام میں سڑکوں کی مرمت کی گئی اور سڑک پر میل کے پتھر نصب کرائے گئے۔

۲۔ تمام راستوں پر مسافروں کے آرام کے لئے کنوئیں تعمیر کرانے اور زمین کو سرسبز بنانے کیلئے نہریں جاری کرائیں۔

۳۔ ہر سڑک اور ہر شہر میں جابجا مہمان خانے قائم کئے۔

۴۔ ساری مملکت میں شفاخانے قائم کئے۔ جن میں فاضل طبیب مریضوں کا علاج کرنے کے لئے متعین ہوئے۔

۵۔ ولید قرون وسطیٰ میں مملکت اسلامیہ کا پہلا فرمانروا ہے جس نے بھیک مانگنے کی ممانعت کر دی۔ معذور، ناکارہ، اپاہج لوگوں کے روزینے مقرر کئے۔ اندھوں کی راہنمائی اور اپاہجوں کی خدمت کے لئے آدمی مقرر کئے۔ اسی طرح یتیموں کی کفالت اور تربیت کا انتظام کیا۔

۶۔ رعایا کو خوشحال اور ملک میں قیمتوں کا توازن رکھنے کیلئے ولید خود بازاروں میں جاکر اشیاء کے نرخ کی نگرانی کرتا تھا۔

۷۔ رمضان میں مملکت اسلامیہ کی تمام مساجد میں روزہ داروں کے کھانے کا انتظام کیا۔

تعمیرات ولید اوّل کو نئی نئی عمارات کے بنوانے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ تعمیرات پر روپیہ بے دریغ صرف کیا۔ پرانی مساجد کی مرمت کی گئی اور نئی مساجد تعمیر کرائی گئیں۔

مسجد نبوی کی تعمیر تعمیرات میں انتہائی دلچسپی لینے کے باعث ولید کو معمار بادشاہ کہا جانے لگا۔

مسجد نبوی کی تعمیر مسجد نبوی کی تعمیر ولید کا سنہری کارنامہ ہے۔ ولید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مسجد نبوی کی تعمیر کا حکم دیا چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں مسجد النبی کی توسیع کرائی گئی۔ مسجد کے رقبہ میں امہات المومنین کے حجرے اور دیگر ملحقہ مکانات خرید کر ملائے گئے۔ توسیع کے پروگرام پر کثیر رقم خرچ ہوئی۔ باہر کے ملکوں سے کاریگر بلوائے گئے۔ شاہ روم نے ایک لاکھ مثقال سونا پچی کاری کا کام کروانے کو کاریگر فراہم کئے۔ پوری مسجد پتھر سے بنوائی گئی اور اس کی دیواروں پر طلائی مینا کاری کی گئی اور ایک منارہ بھی بنایا گیا۔ اس کی تعمیر پر تین سال صرف ہوئے اس کے صحن میں بیس ہزار آدمی اکٹھے بیٹھ سکتے تھے جب مسجد نے نئی تعمیری صورت اختیار کر لی تو ولید بذات خود اسے دیکھنے کے لئے مدینہ گیا۔

Marfat.com

جامع مسجد دمشق کی تعمیر

جامع دمشق کی تعمیر صرف ولید ہی کے دور کا نہیں بلکہ اموی دور کا یادگار کارنامہ ہے۔ اس مسجد کی تعمیر میں ہندوستان، ایران، افریقہ اور روم وغیرہ کے کاریگروں نے حصہ لیا تھا اور دنیا کے مختلف حصوں سے سامان تعمیر فراہم کیا گیا بارہ ہزار مزدور روزانہ کام کرتے تھے اور آٹھ سال کی مدت میں تعمیر ہوئی۔

مسجد دمشق فن کاری کا ایک نادر نمونہ تھی۔ اس کا تمام فرش مرصع تھا۔ دیواریں قد آدم سنگ مرمر کی تھیں اور اس پر رنگ برنگ کے قیمتی پتھروں سے بیل بوٹے تراشے گئے تھے۔ طلائی اور لاجوردی کام گلکاری، نقش نگار اور رنگین طغرے اس زمانے کی صناعی کا بہترین نمونہ خیال کئے جاتے ہیں۔ محرابوں میں بیش قیمت جواہرات کا جڑاؤ تھا۔ چھتوں پر منقش سیسہ چڑھا ہوا تھا۔

کاریگروں کی مزدوری پر چھپن لاکھ اشرفی خرچ آیا تھا۔ مورخ کہتے ہیں کہ مسجد دمشق کی تعمیر میں ملک شام کا سات برس کا خراج صرف ہوا تھا۔

روم کے قاصدوں نے جامع دمشق کو دیکھ کر کہا کہ اس عمارت کو دیکھ کر یہ یقین ہو گیا ہے کہ مسلمان ایک زندہ رہنے والی قوم ہے۔

دیگر تعمیراتی کام

رسول کریم صلعم کے روضہ مبارک کے چاروں طرف دوہری مضبوط دیوار تعمیر کی گئی سلطنت کے دیگر حصوں میں نئی مساجد تعمیر کی گئیں اور پرانی مساجد کی مرمت اور توسیع کی گئی۔

سیرت و کردار

اتنا عظیم انسان حکمران ہونے کے باوجود ولید نماز اور روزے کا بہت پابند تھا۔ قرآن شریف کے ساتھ اسے بہت والہانہ عشق تھا۔ ماہ رمضان میں ہر روز اور سال کے باقی گیارہ مہینوں میں ہر تیسرے دن وہ قرآن شریف کو ختم کرتا تھا۔

ولید دین دار آدمیوں کی بہت عزت کرتا تھا۔ ایک موقع پر وہ اپنے درباریوں کے ساتھ مسجد نبوی میں گیا وہاں عالم اسلام کے مشہور بزرگ سعید بن مسیب بیٹھے ہوتے تھے۔ ہر چند خلیفہ ولید نے اس بزرگ سے سلسلہ کلام شروع کرنا چاہا مگر انہوں نے بے رخی دکھائی۔ ان کی بے اتفاتی پر ولید مطلقاً خفا نہ ہوا۔ بلکہ اپنے درباریوں سے کہا یہ بزرگ سلف صالحین کی آخری نشانی رہ گئے ہیں۔ دوسرے اموی فرماں رواؤں کے برعکس ولید کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مہربانی اور محبت سے پیش آتا تھا ان کے حقوق کا خاص خیال رکھتا تھا۔

اولاد

وفات کے بعد اس نے انیس اولاد نرینہ چھوڑی۔ بعض نام یہ ہیں سلیمان، محمد عباس عمر، بشیر، روح، خالد، تمام، مبشر، حرب، یزید، عبدالرحمن، ابراہیم یحییٰ، ابو عبیدہ، مسرور اور صدقہ۔

Marfat.com

حجاج بن یوسف

حجاج بن یوسف دو خلفاء عبدالملک اور ولید کے ادوار کی ایک اہم شخصیت ہے اس وجہ سے اختصار کے ساتھ اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ گو اس کے کارناموں کا ذکر عبدالملک اور ولید کے ادوار میں گزر چکا ہے لیکن اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

حجاج بن یوسف طائف کے مشہور قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق رکھتا تھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اس نے اپنے باپ ہی سے حاصل کی جو ایک مدرس تھا۔ حجاج نے اپنی عملی زندگی کا آغاز طائف کے مدرسہ میں ایک استاد کی حیثیت سے کیا۔ لیکن اپنی خداداد قابلیت اور غیر معمولی ذہانت کے باعث عبدالملک کا مشیر بن گیا اور عبدالملک کو سلطنت کے انتظامی امور سنبھالنے اور مقامی شورشوں کو ختم کرنے میں بہت زیادہ مدد حجاج بن یوسف سے ملی۔ یہ شخص تمام اہم مسائل میں عبدالملک اور اس کی وفات کے بعد ولید بن عبدالملک کا معتمد علیہ اور مشیر خاص تھا۔ عراق فتح کرنے کے بعد عبدالملک نے اس شخص کو حجاز کی طرف حضرت عبداللہ بن زبیر کی سرکوبی کے لئے بھیجا پہنچتے ہی حضرت عبداللہ بن زبیر کا مکہ میں محاصرہ کر لیا۔ مکہ پر شدید سنگ باری کی۔ آخر کثیر خونریزی کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور حجاز پر عبدالملک کا تسلط قائم ہو گیا۔

حجاز کی مہم سر ہو جانے کے بعد عبدالملک نے حجاج کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ یہاں حجاج نے مہلب بن ابی صفرہ سے مل کر خارجیوں کی طاقت کو توڑا۔ ابن اشعث کی بغاوت کو فرو کیا اور ملک میں جبری قوانین نافذ کر کے کامل امن و امان قائم کر دیا۔ عبدالملک کی وفات کے بعد ولید نے حجاج کو عراق کا گورنر بنے دیا اور اس کے احترام اور مرتبے کا خاص خیال رکھا اس کے عہد میں حجاج نے اپنے داماد محمد بن قاسم کو سندھ کی فتح پر مامور کیا۔ سلطنت کے تمام انتظامی امور میں خلیفہ ولید حجاج سے مشورہ لیتا تھا۔

۹۵ھ میں حجاج بن یوسف کا کوفہ میں انتقال ہو گیا وہ تین سال تک حجاز کا والی اور پورے بیس سال تک عراق کا گورنر رہا۔ سر ولیم کا قول ہے کہ حجاج اپنی سیاست دانی کے باعث اموی سلطنت کا ایک مضبوط ستون ثابت ہوا جس کے بغیر اس عمارت کا انہی بنیادوں پر قائم رہنا ناممکن تھا۔ حجاج کے بعض دوسرے قابل ذکر کارناموں میں اس کی اصلاحات شامل ہیں اس نے قرآن پاک پر اعراب لگوائے محکمہ پولیس قائم کر کے امن و امان بحال کیا۔ زرعی ترقی کے لئے آب پاشی کا بہتر نظام بنایا۔ نو مسلموں پر جزیہ نافذ کیا چونکہ لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوتے جا رہے تھے حجاج کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اس طرح لوگ مسلمان ہوتے رہے تو حکومت کی آمدن کم ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے نو مسلموں پر بھی جزیہ لگا دیا اس سے مفتوحہ علاقوں میں شدید ردعمل پیدا ہوا اگرچہ حجاج ظالم جابر اور کینہ پرور تھا۔ تاہم اس میں چند ایسی صفات تھیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً امام حسن بصری کے بعد اس کی قرآن فہمی ایک مسلمہ امر تھی۔ اپنی سخت گیری سے کوفہ اور بصرہ جیسے شورش پسند مقامات میں کامل امن و امان قائم کیا وہ ایک زبردست مقرر تھا اس کے خطبے

Marfat.com

ہمیشہ فصیح و بلیغ ہوا کرتے تھے۔ اس نے اپنی ولایت میں رشوت ستانی کا خوب انسداد کیا۔ اس کی ہدایات کے مطابق محمد بن قاسم نے سندھ اور قتیبہ نے وسط ایشیا میں اسلامی فتوحات کا شاندار سلسلہ قائم کیا مگر اس شخص کا تشدد اور ظلم انتہا پسند تھا کہ بعض مصنفوں کے قول کے مطابق اس نے اپنے عہد میں ڈیڑھ لاکھ بے گناہ اشخاص کو موت کے گھاٹ اتارا۔ ان مظالم کے باعث وہ ساری مملکت میں بدنام تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز اس کے متعلق کہا کرتے تھے۔ اگر تمام امتوں کے خبیث آدمی ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور امت محمدی کا یہ خبیث شخص حجاج دوسرے پلڑے میں تو حجاج کا پلڑا بھاری ہوگا۔

خلیفہ سلیمان بن الملک

۹۶ھ تا ۹۹ھ

۷۱۵ء تا ۷۱۷ء

تعارف اور تخت نشینی سلیمان کی ولادت ۵۴ھ میں ہوئی جب ولید کا انتقال ہوا تو وہ رملہ میں تھا۔ خلیفہ عبدالملک نے اپنی وفات سے پہلے اپنے دو بیٹوں ولید اور سلیمان کو یکے بعد دیگرے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ ولید نے اپنے زمانہ حکومت میں کوشش کی تھی کہ سلیمان کو منسوخ کر کے اپنے بیٹے کو جانشین بنائے مگر اسے اس معاملہ میں چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ چنانچہ ولید کی وفات کے بعد ۹۶ھ میں سلیمان اسلامی مملکت کے تخت پر بیٹھا۔ تخت نشین ہوتے ہی اصول حکومت میں ایک صاف اور کھلا ہوا تغیر آگیا۔ اموی حکومت کی سیاست میں اس تبدیلی کا اندازہ اس کی تقریر سے ہوتا ہے جو تخت نشینی کے فوراً بعد اس نے کی۔

"الحمد للہ"! دنیا فریب اور باطل کا گھر ہے۔ دنیا روتوں کو ہنساتی اور ہنستوں کو رلاتی ہے۔ بے خوف خوف زدہ بن جاتے ہیں اور خوف زدہ بے خوف، دولت مند کو محتاج بناتی ہے اور محتاج کو دولت مند، کتاب اللہ کو اپنا پیشوا بناؤ اور اس کے حکم کے آگے سر جھکا دو۔ قرآن شیطان کے مکر کو اس طرح کھولتا ہے جس طرح صبح صادق کی روشنی تاریکی کو دفع کرتی ہے۔

اس کی تقریر بالکل اس کے دور کا آئینہ اور تصویر ہے۔ خوف زدہ بے خوف ہو گئے اور بے خوف خوف زدہ، محتاج دولت مند ہو گئے اور دولت مند محتاج۔ اس نے اپنے اس اصول کے مطابق تخت نشین ہوتے ہی دشمنوں سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔ چنانچہ اس نے محمد بن قاسم فاتح سندھ، قتیبہ بن مسلم فاتح ترکستان، موسیٰ بن نصیر فاتح سپین کی تحقیر اور تذلیل میں کوئی کسر نہ چھوڑی ان میں سے محمد بن قاسم کو سندھ کے والی یزید بن ابی کبشہ نے مقید کر کے عراق بھیجا جب وہ واسط پہنچایا گیا تو اسے وہاں کے حاکم صالح نے دردناک انداز میں شہید کر ڈالا۔ خراسان کے حاکم قتیبہ نے ڈر کے مارے خلیفہ سلیمان کی

Marfat.com

بیعت توڑ ڈالی اور علم بغاوت بلند کیا۔ مگر شکست کھا کر مارا گیا۔ موسیٰ بن نصیر اور اس کے بیٹے عبدالعزیز کے ساتھ سخت ناروا سلوک کیا گیا۔ موسیٰ پر اتنا تاوان ڈالا۔ وہ بھیک مانگتے ہوئے نظر۔۔۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سلیمان کے خاص مشیر تھے۔ اس لئے سلیمان کے محاسن میں آپ ہی کا مشورہ جھلکتا ہوا نظر آتا ہے لیکن جب سلمان اپنے مزاج اور طبیعت کی رہنمائی میں کام کرتا ہے تو اس کے اکثر و بیشتر اعمال میں جذبہ انتقام، احسن کشی اور خود سری کی بو آتی ہے۔ واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

قتیبہ بن مسلم فاتح ترکستان کا قتل

سلیمان ولید ہی کے دور کے حکام کا سخت مخالف تھا خصوصاً ان حکام کا جنہوں نے سلیمان کا نام ولی عہدی سے خارج کرنے میں ولید کی تائید کی تھی۔ حجاج اور قتیبہ پر بھی اسی سبب سے عتاب تھا کہ وہ بدقسمتی سے ان حکام کے عزیز یا تقرر کردہ تھے۔ حجاج کا انتقال ولید ہی کے زمانہ میں ہو چکا تھا اور اب سلیمان کے لئے اپنے جذبہ انتقام کی تسکین کے لئے صرف اس کے ماتحت حکام قتیبہ اور محمد بن قاسم باقی تھا۔

قتیبہ بن مسلم حاکم خراسان، حجاج کا ساختہ پرداختہ تھا۔ سلیمان کی ولی عہدی میں وہ مزاحم ہوا تھا۔ اس لئے اس کی تخت نشینی کے بعد اسے فکر ہوا کہیں سلیمان اس سے انتقام نہ لے چنانچہ اس نے پیش بندی کے طور پر ایک قاصد سلیمان کے پاس بھیجا اور اسے سلیمان کے نام تین خط دیئے پہلا خط میں اس نے سلیمان کو تخت نشینی کی مبارکباد دی تھی اور عبدالملک اور ولید سے اپنی وفاداری کا ذکر کیا تھا۔ پھر لکھا تھا کہ وہ سلیمان کا اسی طرح وفادار رہے گا اگر اسے معزول نہ کرے۔

دوسرے خط میں اس نے خراسان اور ترکستان میں اپنی فتوحات کا ذکر کیا۔ پھر لکھا کہ اگر اسے خراسان سے معزول کر کے اس کے حریف یزید بن مہلب کو اس کا جانشین بنایا گیا تو وہ خلیفہ کی بیعت توڑ دے گا۔ تیسرے خط میں سلیمان کی بیعت توڑنے کا اعلان تھا۔

یہ تینوں خطوط ایک ساتھ قاصد کو دیئے اور کہا کہ پہلے پہلا خط خلیفہ سلیمان کو دینا اگر وہ اسے پڑھ کر یزید بن مہلب کی طرف بڑھا دے تو پھر دوسرا خط دینا اگر وہ اسے پڑھ کر بھی یزید بن مہلب کے حوالے کر دے تو پھر تیسرا خط دینا۔

قتیبہ کا قاصد دربار خلافت میں حاضر ہوا تو حسب توقع یزید بن مہلب وہاں موجود تھا۔ قاصد نے پہلا خط سلیمان کو دیا سلیمان نے پڑھ کر یزید کے حوالہ کر دیا اب قاصد نے دوسرا خط سلیمان کو دیا۔ سلیمان نے اسے بھی پڑھ کر یزید کی طرف کر دیا۔ اب قاصد نے تیسرا خط دیا سلیمان اسے پڑھ کر غیظ و غضب میں آگیا تاہم اس نے دوراندیشی سے کام لیا۔ قاصد کو انعام و اکرام سے نوازا اور قتیبہ کی ولایت

Marfat.com

خراسان پر برقراری کا پروانہ دے کر اسے رخصت کیا۔ مگر قتیبہ نے جلدبازی سے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اسے اپنے ماتحت سرداروں سے بڑی توقعات تھی مگر کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ قتیبہ سخت برہم ہوا اور جوش وغضب میں قبیلہ بنی تمیم سے لڑ بیٹھا۔ بنی تمیم نے وکیع بن الاسود کی قیادت میں قتیبہ سے ایک خونریز جنگ لڑی۔ قتیبہ کو شکست ہوئی اور وہ قتل ہو گیا۔ اس کا سر سلیمان کے پاس بھیجا گیا۔ سلیمان نے یزید بن مہلب کو والی خراسان مقرر کیا۔

محمد بن قاسم کی گرفتاری

محمد بن قاسم اس زمانہ میں فتوحات سندھ کی تکمیل میں مصروف تھا۔ سلیمان نے اسے معزول کر کے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو سندھ کا والی مقرر کر کے بھیجا۔ یزید نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے صالح بن عبدالرحمٰن کے پاس واسط (عراق) بھیج دیا۔ صالح کے بھائی آدم کو حجاج بن یوسف نے خارجیت کے جرم میں قتل کیا تھا۔ صالح نے محمد بن قاسم اور اس کے اہل خاندان کو سخت سخت تکلیفیں دے کر قتل کر دیا۔

موسیٰ بن نصیر پر عتاب

موسیٰ بن نصیر کا انجام اس سے بھی زیادہ المناک ہے۔ موسیٰ بن نصیر جب ولید کے حکم کے مطابق سپین سے روانہ ہوا۔ اس وقت ولید بستر مرگ پر تھا۔ سلیمان نے اس سے خواہش کی تھی کہ سپین کا مال غنیمت اس وقت دارالخلافہ میں پہنچے جب ولید کے وفات کے بعد اس کا دور خلافت شروع ہو جائے۔ اس نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ "ولید کا وقت آخر ہے تم الیسی رفتار سے سفر کرو کہ ولید کے انتقال کے بعد دمشق پہنچو۔" مگر موسیٰ نے اس کی خواہش کو پورا کرنا ضروری نہ سمجھا تھا۔ موسیٰ ولید کی زندگی میں دمشق پہنچ گیا۔ ولید نے موسیٰ کی بڑی تعریف کی۔ سلیمان اس نافرمانی پر موسیٰ کا دشمن بن گیا۔ جب سلیمان تخت حکومت پر متمکن ہوا تو بھرے دربار میں اس کی تحقیر کی۔ اس کو دربار میں طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس کو گھنٹوں دھوپ میں کھڑا رکھنے کے بعد شرف باریابی عطا کیا۔ طنزیہ لہجے میں اس سے کہا کہ "اب تو تم بہت معزز اور بلند ہو گئے ہو۔" موسیٰ نے بھی ایسا ہی جواب دیا اس نے کہا کہ "میرے بیٹوں نے سپین، میورقہ، منورقہ، سردانیہ اور سوس اقصیٰ آپ کے قدموں میں پھینکا ہے۔ یقیناً میں اپنے آپ کو معزز سمجھتا ہوں۔" سلیمان اس جواب سے بھی برافروختہ ہوا۔ اس کا ارادہ تھا۔ اس کو سخت سزا دے مگر یزید کی سفارش سے کئی لاکھ جرمانہ کر کے چھوڑ دیا۔ موسیٰ اس گران قدر تاوان کو ادا نہ کر سکتا تھا۔ اس وجہ سے اس نے امراء و دوسرے رقم لے کر تاوان ادا کیا۔ آخر عمر میں موسیٰ مدینہ کی گلیوں میں بھیک مانگتا پھرتا تھا۔ اسی عسرت کی حالت میں ۹۷ھ میں اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

Marfat.com

فتوحات

طبرستان اور قہستان کی فتوحات

قتیبہ کے بعد یزید بن مہلب خراسان کی ولایت پر مامور ہوا۔ وہ ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ جرجان کی طرف روانہ ہوا۔ پہلے قہستان کا محاصرہ کیا۔ ان لوگوں کا طریقہ جنگ یہ تھا کہ پہاڑوں سے نکل کر دشمن پر چھاپہ مارتے اور شکست کا خوف ہوتا تو پھر پہاڑوں میں گھس جاتے یزید نے چاروں طرف ناکہ بندی کر کے ان کی رسد کے تمام ذرائع مسدود کر دیئے۔ مجبور ہو کر انہوں نے اطاعت کر لی۔ اس فتح کے بعد جو صلح ہو گیا عبداللہ بن معمر یشکری کو چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ جرجان میں چھوڑ کر خود یزید طبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ شاہ جرجان نے دیلم سے مدد مانگی دیلمی پوری طاقت کے ساتھ اہل جرجان کی مدد کے لئے آئے اور دونوں فوجوں میں سخت معرکہ ہوا۔ یزید کا ماتحت افسر ابو عیینہ اہل طبرستان کا تعاقب کرتے ہوئے پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ ان لوگوں نے اوپر سے تیر اور پتھر برسا کر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو ہلاک کر دیا پھر حاکم طبرستان نے حاکم جرجان سے خط و کتابت کر کے جرجان میں بھی بغاوت کرا دی۔ جرجان کے چار ہزار مسلمان سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ مسلمانوں کی چاروں طرف سے ناکہ بندی ہو گئی خراسان سے مدد ملنے کا کوئی امکان نہ رہا۔ اس موقع پر یزید بن مہلب نے بڑی ہوشیاری اور سیاست سے کام لیا اور ایک عجمی کے ذریعہ حاکم طبرستان کے دل میں مسلمانوں کا رعب اور ہیبت بٹھا کر اس کو صلح کی طرف آمادہ کیا۔ طبرستان سے صلح کر کے یزید نے جرجان کے باغیوں کا محاصرہ کیا اور مسلمانوں کے جانی نقصان کا پورا انتقام لے کر قلعہ فتح کر لیا۔ جرجان میں مسلمانوں کو آباد کیا۔ جہم بن قیس کو جرجان کا حاکم بنا کر خود خراسان واپس آگیا۔

قسطنطنیہ پر ناکام حملہ ۷۱۶ء

قسطنطنیہ کی تسخیر سے یورپ کا دروازہ کھل جاتا تھا اس لئے مسلمان فوجیں وقتاً فوقتاً قسطنطنیہ پر حملہ کرتی رہتی تھیں سلیمان کے عہد میں قسطنطنیہ کی سیاسی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ انتشار، خانہ جنگی اور طوائف الملوکی جو قسطط دوم (۷۱۲ء – ۷۱۳ء) کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی وہ تھیوڈوسس سوم (۷۱۶ء – ۷۱۷ء) تک جاری رہی اس لئے ۹۸ھ میں سلیمان نے مسلمہ کی قیادت میں قسطنطنیہ کی تسخیر کے لئے ایک لشکر جرار روانہ کیا۔ بحری بیڑہ بحر اسود کی طرف روانہ ہوا۔ اور مسلمہ خشکی کے راستے سے ایشیائے کوچک ہوتا ہوا آگے بڑھا عموریہ میں مسلمہ کی ملاقات لیون (LEON) سے ہوئی جو آگے چل کر لیون سوم (۷۱۷ء – ۷۴۱ء) کے لقب سے قسطنطنیہ کے تخت و تاج کا مالک ہوا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا قبضہ کرا دیگا حقیقت میں لیون قسطنطنیہ کا تخت حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو اپنا آلہ کار بنا رہا تھا۔

Marfat.com

مسلمہ نے خشکی اور تری دونوں جانب سے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ کئی ماہ تک محاصرہ جاری رہا لیون اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے برابر اہل قسطنطنیہ سے ساز باز کر رہا تھا۔ محاصرہ کی سختیوں سے تنگ آ کر رومیوں نے تاوان جنگ ادا کرنے کے وعدے پر صلح کرنے کی خواہش کی۔ مگر مسلمہ نے ان کی درخواست کو رد کر دیا۔ دریں اثنا قیصر روم مر گیا اور رومیوں نے لیون کو اپنا سردار بنانے پر رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ لیون چپکے سے اسلامی لشکر کو چھوڑ کر قسطنطنیہ پہنچ گیا اور رومیوں نے اسے اپنا شہنشاہ بنا لیا چونکہ لیون کو اسلامی لشکر کے کمزور پہلوؤں کا علم تھا۔ اس نے دھوکے اور فریب سے مسلمانوں کے سامان رسد تباہ کرا دیا اور اس وجہ سے فوج میں رسد کا قحط پڑ گیا۔ سردی کا موسم بھی آ گیا اور برفباری شروع ہو گئی جس سے ہزاروں سپاہی لقمہ اجل ہو گئے سلیمان ایشیائے کوچک کی سرحد پر دابق میں مقیم تھا۔ مگر برفباری کی وجہ سے وہ بھی فوجی امداد نہ بھیج سکا۔ دریں اثنا خلیفہ سلیمان کا انتقال ہو گیا اس کے جانشین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے باقی ماندہ اسلامی فوج کو واپس ہونے کا حکم دیا چنانچہ مسلمہ بن عبدالملک محاصرہ اٹھا کر واپس چلے آئے۔

قسطنطنیہ کے ناکام محاصرہ کے دو سو برس بعد ایک عیسائی بادشاہ نے مسلمانوں کی ناکامی کا سبب عمال وحکام کا ظلم وجور اور دین قیم کے احکام سے انحراف بتایا تھا۔

فتوحات کے لحاظ سے خلیفہ سلیمان اور اس کے پیشرو خلیفہ ولید کا عہد ساری اسلامی تاریخ میں بے نظیر ہے۔ اس وقت مسلمانوں نے ایک ایسی سلطنت قائم کر لی تھی جو روما کی سلطنت سے زیادہ وسیع تھی لیکن وسعت کے باوجود تمام مسلمانان عالم ایک جھنڈے کے نیچے جمع تھے اور ان کی یک جہتی میں ابھی تک کوئی فرق نہ آیا تھا۔

وفات اور ولی عہدی

سلیمان چند روز بیمار رہ کر ۱۰ صفر ۹۹ھ مطابق ۷۱۷ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔ اس کی مدت خلافت صرف دو برس ۸ ماہ تھی۔ مرنے سے تھوڑا عرصہ پہلے اس نے امراء سے مشورہ کرنے کے بعد اپنے چچیرے بھائی حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کو یکے بعد دیگرے اپنا ولیعہد نامزد کیا۔

کارنامے اور اصلاحات

سلیمانی دور بیرونی فتوحات کے لحاظ سے کچھ زیادہ ممتاز نہیں لیکن اندرونی اصلاحات کے لحاظ سے بہت ممتاز ہے۔

عمال کا محاسبہ

حکومت کو اموی عمال نے اپنے مظالم کی وجہ سے بدنام کر رکھا تھا۔ سلیمان نے اس حقیقت کو سمجھ لیا۔ اس لئے تخت نشینی کے ساتھ ہی اس نے عمال کا مواخذہ محاسبہ شروع کر دیا۔ اس کے دور میں بے گناہ قیدی تھے سب کو رہا کر دیا گیا۔ جلاوطن اشخاص کو واپسی کی اجازت دے دی۔

Marfat.com

مذہبی اصلاحات

سلیمان نے بعض مذہبی اصلاحات بھی کیں۔ اموی خلفاء نماز عموماً تاخیر سے پڑھا کرتے تھے۔ سلیمان نے اول وقت کا اہتمام کیا۔

مکہ میں چشمہ کا اجراء

مکہ میں میٹھے پانی کی قلت تھی۔ سلیمان نے آب شیریں کا ایک چشمہ جاری کرایا۔ اس چشمہ کی وجہ سے مکہ میں میٹھے پانی کی افراط ہوگئی۔

رملہ کی آبادی

شام میں ایک شہر رملہ آباد کیا۔ سلیمان کو رملہ کی جائے وقوع اور اس کی آب وہوا بہت پسند تھی۔ ولید کے زمانہ میں جب کہ وہ فلسطین کا حاکم تھا۔ اپنے قیام کے لئے یہاں چند عمارتیں بنوائیں تھیں پھر جب خلیفہ ہوا تو اسے بڑی ترقی دی۔ آبادی بڑھانے کے لیے لوگوں کو یہاں منتقل کیا۔ اس سلسلہ میں سرکاری عمارتوں کے علاوہ اور بہت سی عمارتیں بن گئیں اور رملہ اچھا خاصہ شہر بن گیا۔ سلیمان اکثر رملہ میں ہی رہتا۔

قریش اور اہل مدینہ کے وظائف

سنہ ۹۷ھ میں جب سلیمان حج کے سلسلہ میں مدینہ گیا تو عام اہل مدینہ میں روپیہ تقسیم کیا اور خاندان قریش میں چار ہزار وظیفے مقرر کئے۔ لیکن ان کے حلیفوں اور موالی کو نظر انداز کر دیا گیا۔

اہل مدینہ کے کہنے پر سلیمان نے قریش کے برابر حلیفوں اور موالی کے علیحدہ وظیفے مقرر کئے۔

سب سے بڑا کارنامہ

ان سب کارناموں سے بڑھ کر کارنامہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ولیعہدی ہے جنہوں نے اموی سلطنت کو خلافت راشدہ کے قالب میں بدل دیا۔

اولاد

انتقال کے بعد دس لڑکے یادگار چھوڑے۔ یزید، قاسم، سعید، عثمان، عبداللہ، عبدالواحد، حارث، عمرو، عمر، عبدالرحمن۔

سیرت و کردار

سلیمان بن عبدالملک اپنے اوصاف کے لحاظ سے اکثر خلفاء بنی امیہ سے ممتاز تھے وہ فصیح و بلیغ تھا۔ دینداری نیکی، حق پرستی اور اہل حق کی محبت کی طرف اس کا میلان تھا۔ کتاب و سنت کا اتباع اور احکام شریعت کا اجراء اس کا مطمح نظر تھا۔

اس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی قیدیوں کی رہائی کے احکام جاری کئے۔ رعایا سے حسن سلوک کیا۔ ظالم جابر حکام کو معزول کر دیا۔ اس کے ان کارناموں کی وجہ سے لوگ اسے مفتاح الخیر (بھلائی کی کنجی) کے نام سے یاد کرتے تھے (تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴)

اس نے احکام جاری کئے کہ نمازیں اول وقت ادا کی جایا کریں ۹۷ھ میں وہ حج بیت اللہ کیلئے گیا۔ اہل حرم کو داد و دہش سے نوازا صرف خاندان قریش میں چار ہزار وظیفے مقرر کئے

لشکر میں کسی کو گانے بجانے کی اجازت نہ تھی۔ اس نے تحقیق کرائی کہ غناء کا مرکز کہاں ہے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ ہے اس نے وہاں کے عامل ابوبکر بن حزم کو حکم بھیجا کہ تمام مغنیوں کو خصی کرایا جائے کیونکہ

Marfat.com

کا نہ سے دونوں کو اس کی طرف کشش پیدا ہوتی ہے اور بدکاری کی راہیں کھلتی نہیں۔

لیکن ان کا ہاتھ خیر کے باوجود اس کا دامن بے انصافیوں کے دھبوں سے داغدار ہے۔ اس نے اسلام کے نامور سپہ سالاروں کو مرتے کے گھاٹ اتار دیا۔ کچھ کو زندان کی زندگی گذارنے پر مجبور کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز

۹۹ھ تا ۱۰۱ھ
۷۱۹ء تا ۷۲۰ء

ابتدائی حالات زندگی اور تخت نشینی

عمر عبدالعزیز بن مروان کے صاحبزادے تھے۔ والدہ حضرت عمر فاروق کے بیٹے عاصم کی لڑکی تھیں۔ حضرت عمر کی ولادت ... مطابق ۶۸۱ء میں مدینہ میں ہوئی۔

ان کے والد مسلسل ۲۱ برس مصر کے گورنر رہے۔ شاہی خاندان کا رکن ہونے کی وجہ سے دولت و حکومت کی آغوش میں پلے۔ بچپن ہی سے علم دوستی کی طرف میلان تھا۔ تھوڑی سی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ باپ نے طبیعت کا میلان دیکھ کر مدینہ منورہ میں مشہور محدث صالح بن کیسان کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے بھیج دیا۔

زمانہ طالب علمی میں ایک دن ان کی نماز باجماعت فوت ہوگئی۔ استاد نے پوچھا تو آپ نے بتایا کہ میں اس وقت بالوں کو کنگھی کر رہا تھا۔ صالح نے عبدالعزیز کو جو اس زمانہ میں مصر کے والی تھے شکایت لکھ دی۔ عبدالعزیز نے فوراً ایک قاصد کو مصر سے روانہ کیا جس نے عمر بن عبدالعزیز کے بال منڈوا دیئے اس کے بعد ان سے بات چیت ہوئی۔

عبدالعزیز ایک مرتبہ حج کے لئے آئے تو مدینہ منورہ میں بھی حاضری دی۔ صالح بن کیسان سے بچے کے متعلق دریافت کیا صالح نے جواب دیا "میں نے کسی سے زیادہ کم سن بچے کے دل کو اللہ تعالیٰ کی عظمت سے لبریز نہیں پایا۔ صالح بن کیسان کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیز دوسرے صحابہ و مدینہ سے بھی استفادہ کیا حضرت انس بن مالک، سائب بن یزید، یوسف بن عبداللہ بن سلام، عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر جیسے جلیل القدر صحابہ کرام و تابعین عظام کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ اکابر امت کی صحبت کا یہ نتیجہ ہوا کہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے "میں تابعین میں سے بجز عمر بن عبدالعزیز کے کسی کے قول کو حجت نہیں سمجھتا۔"

جوان ہوئے تو عبدالملک بن مروان کی بیٹی فاطمہ سے شادی ہوئی۔ مسند خلافت پر آنے سے پہلے عمر بن عبدالعزیز اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ خوش باش اور جامہ زیب آدمی شمار کئے

Marfat.com

جاتے تھے جو ایک دفعہ پہن لیتے تھے دوبارہ نہ پہنتے تھے۔ خوشبویات کا اتنا شوق تھا کہ جس گلی سے گزرتے تھے وہ گلی معطر ہو جاتی تھی۔ داڑھی پر عنبر کا سفوف چھڑکتے تھے۔ جب والی مدینہ کا عہدہ سنبھالنے کے لئے روانہ ہوئے تو تیس اونٹوں پر صرف ان کا ذاتی سامان تھا۔

بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے لیکن تقویٰ کی باریک راہوں پر گامزن رہے اور دولت دین کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ولید نے جب انہیں جب مدینہ منورہ کی گورنری پر مامور کیا تو اس شرط پر قبول کی کہ وہ دوسرے حکام کی طرح ظلم نہ کریں گے۔ ۸۷ھ سے ۹۳ھ تک مدینہ کے گورنر رہے اس دوران آپ نے عدل و انصاف سے حکومت کی اور اہل حجاز کے دل جیت لئے۔ مسجد نبوی کی تعمیر آپ کے زمانہ گورنری کا شاندار کارنامہ ہے ۹۳ھ میں ولید نے انہیں مدینہ کی گورنری سے علیحدہ کر دیا۔ سلیمان آپ کی شخصیت سے بے حد متاثر تھا۔ چنانچہ اس نے وفات سے پہلے آپکو خلافت کے لئے نامزد کر دیا۔

بیعت خلافت

سلیمان کی وفات کے بعد رجاء بن حیوۃ نے خاندان بنو امیہ کے افراد جمع کر کے انہیں خلیفہ کی خبر سنانے کے بجائے ان سے اس کا وصیت نامہ قبول کر لینے پر بیعت لی۔ اس کے بعد خلیفہ کی وفات کی خبر سنا کر وصیت نامے کا متن پڑھا۔ تمام لوگ خاموش رہے۔ عمر بن عبدالعزیز کا نام سن کر صرف ہشام بن عبدالملک نے اعتراض کیا۔ لیکن رجاء نے سختی سے کہا۔ خاموشی سے بیعت کر لو۔ ورنہ تمہارا سر قلم کر دیا جائے گا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کو منبر پر بٹھا دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بادل نخواستہ منبر پر تشریف لائے اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔

"لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے لئے بغیر مجھ پر خلافت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے اس لئے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردن میں ہے میں خود اسے اتارے دیتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔"

یہ الفاظ سن کر لوگوں نے شور بلند کیا کہ ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے اور ہم سب آپ کی خلافت پر راضی ہیں۔ جب آپ کو یہ یقین ہو گیا کہ کسی شخص کو خلافت سے اختلاف نہیں تو آپ نے خلافت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا اور ایک تقریر کی جس میں خلیفہ اسلام کی حیثیت واضح کی فرمایا

"لوگو ہمارے نبی کے بعد اب دوسرا نبی نہیں آئے گا اور اللہ نے جو کتاب ان پر نازل کی ہے اس کے بعد کوئی اور کتاب احکام ربانی دامن میں لئے ہوئے نہیں آئے گی۔ میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں بلکہ محض پیرو ہوں۔ میں قوم کا معمولی فرد ہوں اور مجھے کسی دوسرے فرد

Marfat.com

پر امتیاز حاصل نہیں کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ خدا نے یہ خلافت مجھے دے کر مجھے تم سے زیادہ گراں بار اور ذمہ دار بنا دیا ہے"۔

مسجد سے باہر نکلے تو شاہی سواری آپ کے لئے پیش کی گئی اور جلوس کی شکل میں آپ کو قصر خلافت تک لے جانے کا ارادہ کیا گیا اور گھوڑوں اور خچروں کی قطاروں پر آپ کی نظر پڑی تو آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ارکان حکومت نے جواب دیا "شاہی سواری" آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں میرا گھوڑا ہی میرے لئے موزوں ہے"۔ چنانچہ تمام جلوس منتشر کر دیا گیا۔

اس کے بعد گھر تشریف لائے تو بے حد مغموم تھے غلام نے پوچھا کہ آپ اس قدر متفکر کیوں ہیں آپ نے جواب دیا "میرا فکر بے جا نہیں مشرق اور مغرب میں امت محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں جس کے حقوق کی ادائیگی میرے ذمہ نہ ہو۔ خواہ وہ طلب کرے یا نہ کرے"۔

ایک دفعہ ان کی بیوی فاطمہ نے ان کو تنہائی میں روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ آپ کو کیا غم ہے آپ خلیفہ وقت ہیں فرمایا کہ "یہی سب سے بڑا غم ہے میری نظر میں وہ مفلس ہیں جو بھوکے مر رہے ہیں وہ بیمار ہیں۔ جو بے علاج ہیں۔ وہ مظلوم ہیں۔ جو اپنی فریاد مجھ تک نہیں پہنچا سکتے وہ کثیر الاولاد ہیں جو کم پایہ ہیں وہ غریب الوطن ہیں۔ جو قید خانوں میں ہیں۔ خدا مجھ سے قیامت میں مواخذہ کرے گا اور میرے پاس کوئی نجات کا ذریعہ نہ ہوگا۔ یہ سوچ کر مجھے رونا آگیا ہے"۔

مسند خلافت پر بیٹھتے ہی ان کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی آگئی۔ عیش و تنعم کی زندگی چھوڑ کر سادگی کو زیور حیات بنا لیا۔ بیت المال سے مشک کی خوشبو آتی تھی تو ناک بند کر لیتے تھے۔ کسی نے کہا کہ "امیر المومنین"! سونگھنے میں کیا حرج ہے" جواب دیا کہ "سونگھنے کے علاوہ مشک کا مصرف ہی اور کیا ہے" سونگھا تو پورا فائدہ اٹھا لیا۔

اموی نظام حکومت کی خرابیاں

اموی عہد حکومت میں بادشاہت کی وجہ سے وہ تمام برائیاں آگئیں جو ایک مستبد حکومت میں آجاتی ہیں۔

۱۔ دینی روح کمزور ہو گئی۔

۲۔ عوام کی آزادی رائے ختم ہو گئی اور عوام کا مشورہ اور حکومت میں دخیل نہ تھا۔

۳۔ قومی بیت المال حکمران کا ذاتی خزانہ بن گیا جس کی کنجی صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں تھی۔ وہ جس طرح چاہے خرچ کرے۔

۴۔ عمال اور حکام کے ظلم و تشدد پر کوئی محاسبہ نہ تھا۔

Marfat.com

۵۔ شاہی خاندان کے افراد کے تصرف میں کروڑوں روپے کی جاگیریں تھیں۔

اصلاحات

جائیداد کی واپسی جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام معاشرہ کے لئے ناسور ہے۔ عہد اموی میں خلفاء کی غلط عنایات اور اقربا پروری کی وجہ سے شاہی خاندان کے افراد، اموی عمال، امرائے سلطنت نے جاگیریں نام کر لی تھیں۔ سینکڑوں من سونا اور چاندی ذخیرہ کر رکھا تھا۔ اس ناسور کو ختم کرنے کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اموی حکمرانوں کی عطا کردہ جاگیروں کو ضبط کرنے کا فیصلہ کیا اور اصلاح کی پہل اپنے گھر سے کی۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے خاندان شاہی کے افراد کو جمع کر کے ان سے فرمایا "میرا خیال ہے امت مرحومہ کا نصف یا دو تہائی حصہ تم لوگوں کے قبضہ میں ہے تم اسے ان لوگوں کو واپس کر دو جن سے لیا گیا ہے"۔ بنو مروان کو یہ فیصلہ کب گوارا تھا اور کیونکر مان سکتے تھے۔ وہ بولے ہمارے سر قلم ہو جائیں گے۔ لیکن یہ املاک واپس نہیں ہو سکتے ہم اپنے آباؤ اجداد کو کافر بنانے پسند کرتے ہیں اور نہ اپنے بچوں کو مفلس اور کنگال۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس معاشرتی برائی کو ختم کرنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ فرمایا "خدا کی قسم! اگر تم ایسا نہیں کرو گے میں تم کو ذلیل و خوار کر کے چھوڑ دوں گا"۔ اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ایک مجمع عام میں تقریر کی۔

"اموی خلفاء نے ہم لوگوں کو ایسی جاگیریں اور جائیدادیں دی ہیں جن کے دینے کا ان کو اور ہم کو ان کے لینے کا کوئی حق نہیں تھا۔ میں ان سب جاگیروں کو ان کے اصلی حق داروں کے نام واپس کرتا ہوں اور خود اپنی ذات اور اپنے خاندان سے اس کا آغاز کرتا ہوں"۔

اس تقریر کے بعد وہ خریطہ منگوایا جس میں جاگیروں کے فرمان رکھے ہوئے تھے۔ مزاحم ایک ایک فرمان نکال کر سناتے جاتے تھے اور عمر بن عبدالعزیز ان کو قینچی سے کاٹ کاٹ کر پھینکتے جاتے تھے۔ اس طرح اپنے پورے خاندان کی جاگیریں منسوخ کر دیں۔ یہاں تک کہ ان کی بیوی فاطمہ کے پاس عبدالملک کا عطا کردہ ایک بیش قیمت پتھر تھا وہ بھی بیت المال میں جمع کر دیا۔

مغصوبہ اموال کی واپسی اموی حکام اور سلاطین نے لوگوں کے جو اموال اور املاک جبراً غصب کئے تھے وہ بھی اصل مالکوں یا وارثوں کو لوٹانے کا حکم دیا۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ عراق میں اس کثرت سے مال واپس ہوئے کہ وہاں کا بیت المال خالی ہو گیا اور خلیفہ کو صوبے کے اخراجات کے لئے مرکزی بیت المال سے روپیہ بھیجنا پڑا۔

Marfat.com

فدک کا فیصلہ

فدک کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ نافذ کیا۔ "فدک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا جس کردہ اپنی اور بنی ہاشم کی ضروریات پر صرف کرتے تھے۔ سب جانتے تھے کہ دورِ خلافت راشدہ میں اس قانون پر سختی سے عمل ہوا۔ کہ یہ جائیداد رسولؐ کی بیٹی فاطمہؓ کو بھی نہ مل سکی اور ہمیشہ اسی مصرف میں آتی رہی۔ جس مصرف میں رسول اکرم لاتے تھے۔ آل مروان نے اسے اپنی جاگیر بنا لیا اور اب وہ وراثتاً مجھ تک آئی ہے۔ جو چیز فاطمہؓ کو نہ مل سکی۔ اس پر میرا حق کس طرح ہو سکتا ہے اس لئے میں تم کو گواہ بنا کر فدک کو اسی حالت پر واپس کرتا ہوں جس حالت میں وہ حیات رسولؐ میں تھا۔"

بیت المال کی اصلاح

اموی سلاطین بیت المال کو اپنی ذاتی جائیداد سمجھتے تھے۔ اور اس کے ذرائع آمد و صرف کے سلسلہ میں قرآنی حکم کو نظرانداز کر دیا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام ناجائز مصارف بند کر دیئے۔ اور قرآن مجید کے حکم کے مطابق ملک میں جتنے معذور اور مجبور اپاہج تھے ان کے وظائف مقرر کئے اور قرض دار جو افلاس اور ناداری کی وجہ سے اپنا قرض ادا نہیں کر سکتے تھے ان کے قرض کی ادائیگی کیلئے ایک عملہ قائم کیا۔ شیرخوار بچوں کے وظائف مقرر کئے۔ فقیروں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کے لئے ایک لنگر قائم کیا۔

ملک بھر میں حاجت مندوں میں صدقات تقسیم کرنے کا انتظام کیا اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ لوگ عمال کے پاس صدقے کا مال تقسیم کرنے کے لئے بھیجتے تھے اور لینے والا نہ ملتا۔ فتح الباری کا بیان ہے کہ رعایا اس قدر خوش حال تھی۔ ملک میں کوئی حاجت مند نظر نہ آتا تھا۔

سرکاری عمال کی کڑی نگرانی

اموی خلفاء اپنے ماتحت عمال اور حکام کی من مانی کارروائیوں کے متعلق بہت کم باز پرس کرتے تھے جس کا یہ نتیجہ نکلا تھا کہ عمال بنو امیہ نے طرح طرح کے ناجائز ٹیکسوں اور محصولات کے ذریعے لوگوں پر ظلم و ستم کے دروازے کھول رکھے تھے۔ آپ نے تمام ناجائز ذرائع آمدنی کو یکسر بند کرا دیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے عبدالحمید عامل کوفہ کے نام جو فرمان جاری کیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"ظالم عمال کے برے طرزِ عمل اور اللہ کے احکام میں زیادتی کے باعث اہل کوفہ کو سخت ترین مصائب و شدائد کا شکار ہونا پڑا ہے دین کی اساس عدل اور حسن سلوک ہے۔ ویران زمین کا ٹیکس آباد زمین سے نہ لو اور نہ آباد زمین کا ٹیکس ویران زمین سے لو۔ ویران زمین کو اچھی طرح دیکھ بھال لو۔ اور جتنے کی اس میں سکت ہو اس سے وہ خراج لو اور اس کو ٹھیک ٹھاک کرو کہ وہ آباد ہو جائے۔ پھر آباد زمین سے جو خراج وصول کرو وہ نرمی سے اور زمین کے مالکوں کی سہولت کی رعایت کرتے ہوئے وصول کرنا چاہئے۔ اس کے

Marfat.com

علاوہ سکہ بنانے والوں کی مزدوری پر کوئی ٹیکس نہیں ہے نوروز اور مہرگان کے تحفے تحائف، قرآن مجید کی قیمتیں، ہاؤس ٹیکس نکاح خوانی کا معاوضہ ان میں سے کوئی چیز بھی قبول نہیں کرنا چاہیے اور یہاں اس کی بھی تاکید جاتی کہ جو زمیندار مسلمان ہو جائے گا اس پر خراج واجب نہیں ہوگا۔"

آپ نے صرف عمال کے نام اس طرح کے فرامین جاری کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جس گورنر یا والی کے خلاف کوئی شکایت وصول ہوئی اور تحقیق کے بعد وہ شکایت صحیح ثابت ہوئی تو آپ نے اس کو قرار واقعی سزا دینے میں کوئی تامل نہیں کیا۔ چنانچہ یزید بن مہلب مالیہ کی نسبت معقول پیش نہیں کر سکا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو قید کر دیا اور لوگوں کی سفارش کے باوجود اسے رہا نہیں کیا۔

عمال چیزوں کا نرخ گھٹا کر کم قیمت پر خریدتے تھے اور اس سے فائدہ حاصل کرتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے فارس کے والی کو لکھا کہ

"تمہارے ماتحت عمال کم قیمت پر پہل خرید لیتے ہیں اور اس سے ناجائز فائدہ حاصل کرتے ہیں اگر یہ معلوم ہو گیا کہ تمہارے ایما سے ایسا ہوتا ہے تو خدا کی قسم میں تم نہیں چھوڑوں گا۔"

دور بنو امیہ کے استحکام اور استواری کا راز ہی یہ سمجھا جاتا ہے کہ خلفاء بنو امیہ کو ایسے ظالم عامل مل گئے جنہوں نے ظلم و تشدد سے لوگوں کو حکومت کا مطیع و فرمان بردار بنا، خلیفہ کے خلاف حق کی آواز بلند کرنے والے کو قتل کر دیا تا لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس قسم کے عہدیداروں سے نفرت تھی۔ جراح بن عبداللہ الحکمی والی خراسان نے لکھا کہ اہل خراسان اتنے سرکش ہیں کہ ان کو کوڑے اور تلوار کے علاوہ کوئی اور چیز ہرگز درست نہیں کر سکتی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ "یہ کہنا بالکل غلط ہے اور اہل خراسان کو صرف کوڑا اور تلوار ہی ٹھیک کر سکتی ہے۔ ان کو عدل اور حق درست کر سکتا ہے جہاں تک ہو سکے ان دونوں چیزوں کو عام کرو۔"

آپ فرمایا کرتے تھے کہ "بادشاہ کی مثال ایک بازار کی سی ہے جس میں وہی چیزیں لائی جاتی ہیں جن کی بازار میں مانگ ہوتی ہے۔ اگر بادشاہ خود نیک ہوگا تو رعایا بھی نیک ہوگی اگر وہ نیک نہیں ہے تو رعایا بھی نیک نہیں ہو سکتی۔"

ذمیوں کے ساتھ سلوک

آپ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو وہ عبادت گاہیں واپس کر دیں جو قبل ازیں ان سے چھین لی گئی تھیں والیوں اور عاملوں کو ہدایت کی گئی کہ ذمیوں کے حقوق کا پورا خیال رکھیں۔ ان کے مال پر دست درازی کرنے اور ان سے بیگار لینے کی ممانعت کر دی گئی۔ ذمیوں کی وہ زمینیں جو شاہی خاندان کی جاگیروں میں تھیں واپس کر دی گئیں ذمی کے خون کی قیمت مسلمان کے خون کے برابر کر دی۔ عدالتوں میں مسلمانوں اور ذمیوں بلکہ شاہی خاندان اور ذمیوں کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ایک مقدمہ کے سلسلے میں ہشام بن عبدالملک اور ایک عیسائی کو برابر کھڑا کیا

Marfat.com

جزیہ کی وصولی کے سلسلے میں عمال بڑی سختیاں کرتے تھے ان کی سخت ممانعت کر دی۔ حجاج نے عراق کے ذمیوں پر جزیہ کی شرح بڑھا دی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے وہ اضافہ منسوخ کر دیا۔ ناکارہ اور محتاج ذمیوں کے وظیفے بیت المال سے مقرر کر دیئے۔ چنانچہ عدی بن ارطاۃ کو ذمیوں کے سلسلے میں یہ فرمان روانہ کیا۔

"ذمیوں کے ساتھ نرمی برتو ان میں جو بوڑھا، معذور یا نادار ہو اس کی کفالت کرو جس طرح اگر تمہارا کوئی غلام بوڑھا ہو جائے تو مرتے دم تک اس کی کفالت کرنی پڑے گی۔"

مورخ فلپ کے ہٹی نے ذمیوں کے ساتھ مسلم حکمرانوں کے سلوک کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک فرمان کی رو سے عیسائیوں اور یہودیوں کو سرکاری کلیدی آسامیوں سے محروم کیا اور انہیں خاص قسم کے لباس پہننے کی تاکید کی۔ مزید برآں انہیں اظہار رائے کرنے اور کلیساؤں کے تعمیر کرنے سے روکا۔

مصنف کا یہ بیان غلط فہمیوں پر مبنی ہے۔ غیر مسلموں کو کلیدی آسامیوں سے محروم کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی دوسری حکومتوں کی طرح اسلامی حکومت خاص اصولوں اور نظریات پر مبنی ہے۔ اس لئے وہ اپنے کسی عہدے پر جس کا تعلق حکومت کی پالیسی کے تعین سے ہو کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کر سکتی جو اسلام کے بنیادی اصولوں کا مخالف ہو جس طرح برطانیہ، امریکہ یا کوئی دوسری حکومت اس شخص کو کلیدی آسامی پر فائز نہیں کرتی جو ان کے بنیادی نظریات کو نہیں مانتا۔

دوسرے ذمیوں کو ایک خاص لباس پہننے کی تاکید کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں ذمی عام طور پر فوجی لباس پہننے لگ گئے تھے جس سے انتظامی لحاظ سے غلط فہمیوں کے پیدا ہونے کا امکان تھا۔ حضرت خالد نے حیرہ کے ذمیوں سے معاہدہ کرتے وقت یہ شرط کی تھی کہ وہ فوجی لباس کے سوا ہر لباس استعمال کر سکتے ہیں۔ آج بھی کوئی حکومت لوگوں کو فوجی وردی کے عام استعمال کی اجازت نہیں دے سکتی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے بھی ایسا حکم دے کر مسلم طریقوں کی خلاف ورزی نہیں کی۔

خارجیوں کے متعلق پالیسی

حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں خارجیوں نے اپنے سردار بسطام کی قیادت میں شورش اور فتنہ برپا کر دیا تھا۔ کوفہ کے اموی گورنر عبد الحمید نے انہیں نرمی اور شفقت سے راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر اس کی تمام کوششیں اس سلسلہ میں ناکام رہیں۔ پھر خوارج کے سردار بسطام کو خط لکھا کہ تم میرے پاس آکر مناظرہ کرو ممکن ہے کہ تم راہ راست پر آ جاؤ۔ بسطام نے دو آدمی مناظرے کے لئے بھیجے۔ مناظرہ ہوا لیکن ابن سعد کا بیان ہے کہ خوارج پر مناظرے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ مجبور ہو کر آپ نے عبد الحمید کو مقابلہ کی اجازت دی۔ مگر دوران جنگ میں شرائط عائد کر دے۔

Marfat.com

۱۔ عورت بچے اور قیدی قتل نہ کئے جائیں

۲۔ مال غنیمت خوارج کے اہل و عیال کو واپس کر دیا جائے۔

۳۔ گرفتار شدہ لوگ صرف اس وقت تک قید رہیں جب تک راہ راست پر آ جائیں

آپ نے تمام اموی عاملوں کو لکھا کہ جب تک خارجی لوگ خونریزی نہ کریں ان سے کوئی باز پرس نہ کی جاتے۔ آپ کے ذاتی فضائل اور اصلاحی کاموں سے خارجی لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے بعد ازاں آپ کے عہد میں کوئی شورش برپا نہ کی۔

رفاہ عامہ کے کام

آپ نے رفاہ عامہ کے کاموں میں غیر معمولی سرگرمی دکھائی۔ ملک کے طول و عرض میں سرائیں بنوائیں۔ محتاجوں اور یتامیٰ کے لئے لنگر جاری کرائے جا بجا نہریں کھدوائیں اور مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر کرائی۔

جیل خانوں کی اصلاحات

اموی دور حکومت میں جو بھی حکومت پر نکتہ چینی کرتا۔ اس کو پکڑ کر غیر معینہ عرصہ کے لئے جیلوں میں بند کر دیا جاتا معمولی معمولی جرائم میں جیلوں کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑتیں۔ بعض شک و شبہ میں گرفتار کر لیا جاتا اور قید خانہ کی تاریک کوٹھڑیوں مقید کر دیا جاتا۔ بعض اوقات لاوارث قیدی مر جاتے کے بغیر گور و کفن قید خانہ میں پڑے رہتے اور نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ ہوتا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان تمام ظالمانہ طریقوں کا خاتمہ کیا۔ کہ

۱۔ کسی شخص کو محض شک کی بناء پر گرفتار نہ کیا جائے۔

۲۔ معمولی شک کی بناء پر تین تین سو کوڑے مارے جاتے تھے۔ اس قسم کی وحشیانہ سزاؤں کو ختم کر کے قانونی طور پر ایسے جرائم کی تعزیر مقرر کر دی جس کی انتہائی تعداد تیس کوڑے تھی۔

۳۔ حکم دیا کہ کسی قیدی کو اتنی بڑی بیڑیاں نہ پہنائی جائیں جس سے وہ نماز نہ پڑھ سکے اور قاتل کے سوا رات کو تمام قیدیوں کی بیڑیاں اتار دی جائیں۔

۴۔ قید کے دوران انہیں کھانے کے بجائے رقم دینے کا حکم دیا۔

۵۔ مختلف نوعیت کے قیدیوں کو الگ الگ رکھا جائے اور ان کی اچھی طرح خبر گیری کی جائے بالخصوص عورتوں کو مردوں سے الگ رکھنے کی تاکید کی۔

۶۔ تمام عمال کو ہدایات دیں کہ وہ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور ابوبکر بن حزم کو حکم دیا کہ وہ ہفتے کے روز جیل کا معائنہ کیا کریں۔

مذہبی اور معاشرتی اصلاحات

Marfat.com

ارکان مذہبی کی پابندی

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عمال کے نام فرمان جاری کیا کہ "نماز کے وقت تمام کاروبار چھوڑ دو جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا وہ دوسرے فرائض دینوی کی ہرگز پابندی نہیں کر سکتا"۔

زکوۃ کے بارے میں آپ نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ

"حجاج زکوۃ غیر محل سے لیتا اور بے محل صرف کرتا تھا میں تمہیں اس کی روش سے روکتا ہوں"۔

شراب نوشی کی ممانعت

آپ نے شراب کی دکانوں کو بند کرا دیا اور تمام عمال کے نام فرمان جاری کیا کہ کوئی ذمی شہروں میں شراب نہ لائے۔

اس طرح بعض لوگ نبید کے بہانے شراب پیتے تھے آپ نے اس قسم کی حرکتوں پر بھی پابندی عائد کر دی۔

اشاعت اسلام

سلطنت کی حدود میں توسیع کرنے کی بجائے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی طرف زیادہ توجہ دی۔ آپ نے سپہ سالاروں کو لکھا کہ وہ رومیوں کی جماعت سے ہرگز اس وقت تک جنگ نہ کریں جب تک ان کو اسلام کی دعوت نہ دے لیں۔ اس طرز عمل سے اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی جراح بن عبداللہ حکمی والی خراسان کی تبلیغی کوششوں سے چار ہزار ذمی مسلمان ہوئے اور اسماعیل بن عبداللہ والی مغرب کی تبلیغ سے تقریباً پورا شمال افریقہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

ابن سعد لکھتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی تبلیغ سے مختلف ملکوں میں اس کثرت سے ذمی مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی جب آپ سے اس امر کی شکایت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں ہادی اور رہبر کی حیثیت سے آئے تھے تحصیلدار کی حیثیت سے نہیں آئے تھے"۔

اخلاق کی اصلاح

دولت کی فراوانی اور رومی اور ایرانی تہذیب کی آمیزش کی وجہ سے مسلمانوں میں باطل رسوم اور عادات کا رواج ہو چکا تھا۔ عورتیں جنازے کے پیچھے بال بکھیرے نوحہ کرتی ہوئی جاتی تھیں۔ حماموں میں مرد اور عورتیں بے باکی اور بے شرمی کے ساتھ غسل کرتی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عمال کو فرمان بھیجا کہ

"مسلمانوں کو لہو ولعب اور راگ باجے وغیرہ سے کنارہ کرو جو نہ مانے اسے اعتدال کے ساتھ سزا دو عورتوں کی سڑکوں پر نوحہ کرتے ہوئے نکلنے پر تنبیہ کرو"۔

عورتوں کو حمام میں جانے سے روک دیا گیا اور مردوں پر یہ پابندی عائد کر دی گئی کہ وہ حماموں

Marfat.com

میں تہ بند باندھ کر غسل کریں۔

اہل بیت کی دلجوئی

شاہان بنو امیہ حضرت علی کو بر سر منبر برا بھلا کہتے تھے اور شیعان علیؓ پر سختیاں کرتے تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ پر تبرا بھیجنے کی بد رسم کو حکماً بند کر دیا اور شیعان علی پر سے تمام پابندیوں کو دور کر دیا۔

علمی خدمات

علماء کی قدردانی

اموی خلفاء کا دربار شاعروں، ظریفوں اور ادیبوں سے بھرا رہتا تھا لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں علماء، فقہاء، مفسرون اور محدثوں نے جگہ لے لی۔ خلافت کے اہم امور میں علماء اور فقہاء وغیرہ سے مشورہ کرتے۔ میمون بن مہران، رجاء بن حیوۃ، ریاح بن عبیدہ، سالم بن عبداللہ، محمد بن کعب قرظیؒ اور سعید بن مسیب یہ وہ لوگ ہیں جن سے آپ مذہبی امور میں مشورہ لیا کرتے تھے۔

خدمت علم

والی حمص کو لکھا کہ جو لوگ خدمت علم کے لئے دنیا چھوڑ بیٹھے ہیں انکا بیت المال سے سو سو دینار وظیفہ مقرر کر دیا جائے تاکہ وہ فکر معاش سے بے نیاز ہو کر خدمت علم کر سکیں۔ مختلف ممالک میں تعلیم عام کرنے کے لئے علماء بھیجے۔ ہدایت کے لئے تمام اسلامی مملکت میں واعظ اور مفتی مقرر کئے۔ مدینہ کے مشہور فقیہ اور محدث حضرت نافع کو جو حضرت عبداللہ بن عمر کے شاگرد تھے مصر بھیجا۔

قاری جعثل بن ہاعان کو قرآت کی تعلیم کے لئے مصر اور افریقہ روانہ کیا۔ عرب کے بدوؤں کی تعلیم یزید بن ابی مالک دمشقی اور حارث بن یمجد اشعری کو مقرر کیا۔

خدمت دین

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے احادیث نبوی کی تلاش اور جستجو کے لئے قاضی ابوبکر بن حزم والی مدینہ کو لکھا کہ تمام محدثین کے مجموعے جمع کئے گئے اور ان کی نقلیں کرا کر مملکت اسلامیہ کے اہم تعلیمی مراکز میں بھیجی گئیں۔

تاریخ

مغازی اور مناقب صحابہؓ یعنی صحابہ کے دور کے تاریخی حالات اور ان کے ذاتی کمالات کی طرف علمی حیثیت سے کوئی توجہ نہ کی جاتی تھی۔ آپ نے عاصم بن عمرو کو دمشق کی جامع مسجد میں ان کا درس دینے کا حکم دیا۔

یونانی کتب کا ترجمہ

مروان بن حکم کے عہد میں یونان کی ایک طبی کتاب کا ترجمہ ماسرجویہ نے کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کی نقلیں کر کے مملکت

Marfat.com

کے مختلف حصوں میں بھیجیں۔

وفات

صرف دو برس پانچ مہینے اور چار دن خلافت کر کے ۲۵ رجب ۱۰۱ھ میں دیر سمعان میں انتقال فرمایا۔

سیرت و کردار اور کارنامے

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دولت و ثروت اور ناز و نعم میں پرورش پائی۔ مگر مدینہ کے علمی ماحول نے آپ کی مخفیہ استعدادوں کو خوب اجاگر کیا۔ جب آپ بڑے ہوئے تو آپ کے والد امیر عبدالعزیز نے آپ کو دمشق سے مصر اپنے دارالامارت لے جانا چاہا مگر آپ نے فرمایا "اے باپ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ مجھے مصر کی بجائے مدینہ منورہ حاضر ہونے کی اجازت دی جائے میں چاہتا ہوں کہ وہاں رہ کر علماء فقہاء کی صحبت سے استفادہ کروں۔ باپ نے اجازت دے دی۔ آپ کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام کے ساتھ مشہور محدث صالح بن کیسان کی نگرانی میں ہوئی۔ اگر آپ تخت حکومت پر نہ بیٹھتے تو آپ مسند علم و فضل کے صدر نشین ہوتے حافظ ذہبی اور امام نووی آپ کے علمی کمال کے قائل تھے بڑے بڑے مقتدر تابعی علماء ان کے سامنے طفل مکتب معلوم ہوتے تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ جملہ علوم اسلامی میں آپ کو دسترس حاصل تھی میمون بن مہران کا قول ہے۔

"عمر بن عبدالعزیز کے سامنے علماء وقت کی حیثیت شاگردوں کی سی ہے"

خلافت پر فائز ہونے سے پہلے امیرانہ عیش و آرام سے زندگی بسر کی تھی لیکن خلیفہ ہوتے ہی بالکل درویشانہ روش اختیار کر لی۔ آپ کی خانگی زندگی بہت سادہ تھی۔ باوجود خلیفہ ہونے کے آپ صرف دو درہم یعنی آٹھ آنے روزانہ تنخواہ لیتے تھے۔ آپ کے کپڑوں میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ پر تکلف کھانے کی بجائے آپ زیتون کے تیل اور روٹی کے چند ٹکڑوں پر گزارہ کر لیتے تھے۔ مرض الموت میں جب قمیص بہت میلی ہو گئی تو مسلمہ بن الملک نے اپنی بہن فاطمہ (حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زوجہ) سے کہا لوگ عیادت کو آتے ہیں دوسری قمیص بدلوا دو۔ بہن خاموش رہیں۔ جب دوبارہ بھائی نے کہا تو بولیں "دوسری قمیص ہی نہیں بدلواؤں کہاں سے" آپ کی یہی سادگی تھی جس کی بنا پر ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز اویس قرنی سے بھی زہد میں آگے ہیں اور وجہ یہ بتائی کہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس دنیا پوری آن بان کے ساتھ آئی اور انہوں نے اسے ٹھکرا دیا اور اویس قرنی کو دنیا سے سابقہ ہی نہیں پڑا۔

اسی طرح مالک بن دینار نے فرمایا "لوگ کہتے ہیں مالک زاہد ہے مالک کا زہد کیا؟ زاہد عمر بن عبدالعزیز ہیں کہ دنیا منہ کھولے ہوئے ان کے سامنے آئی اور انہوں نے اس سے منہ موڑ لیا۔

خشوع و خضوع اور رقت قلب کا یہ عالم تھا کہ جب موت کا ذکر آتا تو آپ کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ آپ رات کی تنہائیوں میں اکثر روتے۔ جب لوگوں کو آپ کے اس طرح رونے کا علم ہوا تو پوچھنے پر

Marfat.com

فرمایا، تم لوگ زمانے پر مجھے ملامت نہ کرو۔ کیونکہ فرات کے کنارے ایک بچہ بھی ہلاک ہو جائے تو اس کے بدلے میں عمر پکڑا جائے گا۔"

دیانت کا یہ عالم تھا کہ خلیفہ بنتے ہی اپنی تمام املاک بیچ کر بیت المال میں جمع کرا دیں۔ جب تک خلافت کا کام کرتے بیت المال کی شمع جلاتے لیکن اس کے بعد ذاتی چراغ جلواتے۔ ایک بار بیت المال سے مشک ان کے سامنے لا کر رکھی گیا تو آپ نے اپنی ناک پر کپڑا رکھ لیا تاکہ خوشبو دماغ میں نہ جا سکے۔ ایک بار بیت المال کے کوئلوں سے گرم کیا ہوا پانی وضو کے لئے لایا گیا تو آپ نے استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔

آپ نہایت خوش خلق نرم خو اور شیریں بیان تھے۔ تواضع، عجز اور انکساری محبت شفقت اور رحمدلی آپ کی سیرت کے نمایاں پہلو ہیں۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ میں رنگین تھے۔ آپ کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ سنت نبوی کے رستے سے آپ کا قدم آگے پیچھے نہ ہو۔ جب اس دنیا سے کوچ کر گئے تو آپ کا کل ترکہ ۱۲ دینار تھا۔ اسی میں سے چند دینار کفن دفن میں صرف ہوئے بقیہ ورثے میں تقسیم کئے گئے۔

یزید ثانی

۱۰۱ھ تا ۱۲۵ھ
۷۲۰ء ۷۲۴ء

ابتدائی حالات یزید بن عبدالملک بن مروان ۷۵ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں عاتکہ، یزید بن معاویہ کی بیٹی تھی۔ اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی نامزدگی کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سلیمان کی وصیت کو کالعدم قرار دے کر یزید کی نامزدگی کو ختم نہ کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے وفات سے قبل بلا کر اسے عدل و انصاف سے حکمرانی کی تلقین کی۔ لیکن وہ چالیس روز سے زیادہ اپنے قابل فخر پیش رو کے طرز عمل کو اختیار نہ کر سکا۔ اور بہت جلد عیش و عشرت کی زندگی اختیار کر لی۔ دو کنیزوں حبابہ، سلامہ کو جلیس و مصاحب بنایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اصلاحات کو ختم کر دیا۔ دربار اموی کا پرانا نظام از سر نو جاری ہو گیا۔ عمر بن عبدالعزیز کے عہد کے تمام حکام و عمال معزول کر دیئے گئے تھے اور بنی امیہ پھر جاگیردار بن گئے۔ نظام حکومت میں وہ تمام عیوب از سر نو داخل ہو گئے جنہیں دور کرتے کرتے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی جان دے دی تھی۔ ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ عربوں کی فتح و کامیابی کا دور ختم ہو گیا اور اموی خاندان کا زوال و انحطاط شروع ہو گیا۔

اس عہد میں سرحدوں پر معمولی تصادم ہوتے رہے۔ ایک اہم واقعہ عراق کا بندوبست

Marfat.com

ہے جو حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں پہلی دفعہ ہوا۔ دوسرا قابلِ ذکر واقعہ آلِ مہلب زوال ... کا حال ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

مہلب بن ابی صفرہ

اموی دور کے جرنیلوں میں مہلب بن ابی صفرہ بہت مشہور ہے۔ امیر معاویہ کے عہد میں خراسان کا والی مقرر ہوا۔ اس سرحد کی حفاظت اور رخارجیوں کے استیصال کے سلسلے میں اس نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ عبداللہ بن زبیر کے دورِ اقتدار میں وہ ان سے مل گیا تھا۔ اور مصعب کی دعوت پر عراق میں آکر اس کی فوجی مدد کی۔ ان کے زوال کے بعد عبدالملک سے ... میں بھی وہ خراسان میں برسرِ اقتدار رہا۔ اس کی وفات ۸۲ھ مطابق ۲-۱۰۷ء میں ہوئی۔ مشرقی ممالک کے نائب السلطنت حجاج سے اس کے مراسم خوشگوار تھے۔

یزید بن مہلب

مہلب کے بعد اس کا بیٹا یزید بن مہلب خراسان کا حاکم بنا۔ اس کے تعلقات حجاج سے بگڑ گئے۔ کیونکہ وہ یمنی یا جنوبی پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ حجاج شمالی یعنی بنی قیس کی پارٹی سے۔ حجاج نے غبن کا الزام لگا کر اسے گرفتار کر لیا۔ یزید اس کی قید سے بھاگ کر ولی عہد سلیمان کے پاس چلا گیا۔ جو یمنیوں کی پشت پناہ تھا۔ جب سلیمان تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ تو اس نے یزید بن مہلب کو خراسان کا والی مقرر کیا تو اس نے حجاج کے خاندان کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اس طرح دونوں خاندانوں کی آتش رقابت تیز ہو گئی۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے عاملوں اور والیوں پر کڑی نگرانی شروع کر دی۔ یزید بن مہلب نے دشتہ کچھ رقم ... واجب الادا تھی۔ جو خلیفہ کے اصرار کے باوجود اس نے ادا نہ کی۔ اس پر آپ نے عدی بن ارطاۃ والی عراق کو لکھا کہ یزید بن مہلب کو گرفتار کر کے دمشق بھیج دو۔ چنانچہ اسے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ جب یزید بن مہلب نے یہ سنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد یزید بن عبدالملک تخت خلافت پر آگیا ہے اس کو اپنا حشر معلوم ہو گیا۔ اور وہ کسی تدبیر سے قید خانے سے فرار ہو گیا۔ اور بصرہ پہنچ کر وہاں کے اموی حاکم کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ بہت جلد یزید بن مہلب نے فارس، اہواز اور کرمان کے علاقوں پر یکے بعد دیگرے قبضہ کر لیا۔ اور ایک کثیر جمعیت فراہم کر کے وہ خلیفہ یزید ثانی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ یزید ثانی نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ عراق میں انبار کے نزدیک دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ اموی سپاہیوں نے فرات کے پل کو آگ لگا دی۔ عراقیوں کو جو اس کے ساتھ تھا اس سے دو دھوئیں دیکھ کر اس قدر پریشان ہوئے کہ ان کی صفوں میں انتشار پھیل گیا۔ عراقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ یزید نے

Marfat.com

ست کو روکنے کی کوشش کی مگر کوئی نہ رکا۔ یزید بن مہلب نے چند جاں نثاروں کے ساتھ بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے جان دے دی۔ اس کے دو بھائی حبیب بن مہلب اور محمد بن مہلب بھی میدان جنگ میں مارے گئے۔

اس شکست کے بعد یزید کا بھائی مفضل اپنے بچے کچھے ساتھیوں کے ساتھ واسط پہنچا۔ واسط میں یزید بن مہلب کا بیٹا معاویہ مقیم تھا۔ مفضل اور معاویہ دونوں نے اپنے خاندان کے ساتھ بصرہ کا قصد کیا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے سندھ کا قصد کیا۔ کرمان تک کا سفر اس قافلہ نے کشتیوں کے ذریعہ طے کیا۔ وہاں سے خشکی کے راستہ قندابیل (سندھ) پہنچا۔ قندابیل کا امیر وداع بن حمید یزید بن مہلب کا پروردہ تھا۔ آل مہلب کو اس سے حسنِ سلوک کی توقع تھی۔ مگر جب وداع کو معلوم ہوا کہ مسلمہ کی طرف سے ہلال بن احوز تمیمی مفضل کا تعاقب میں چلا آرہا ہے۔ تو اس نے آلِ مہلب کو پناہ دینے سے انکار کر دیا۔

قندابیل کے باہر آل مہلب کا ہلال بن احوز کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ خاندان مہلب کے تمام مرد مردانہ وار مقابلہ کر کے قتل ہوئے۔ عورتیں اور بچے گرفتار کر کے دمشق بھیج دیئے گئے۔ البتہ ابوعیینہ بن مہلب اور عثمان بن مہلب خاقان ترک کے ہاں پناہ لینے میں کامیاب ہو گئے۔

جب مسلمہ بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کے فتنہ کو کچل دیا تو یزید بن عبدالملک نے اسے کوفہ بصرہ کا والی مقرر کر دیا۔ مسلمہ نے اپنے داماد سعید کو حاکم خراسان مقرر کیا۔

نتیجہ — یزید بن مہلب کی ناکام بغاوت کا نتیجہ بہت بُرا نکلا۔ کیونکہ اس طرح عربوں کے قبائلی حسد کے شعلے اموی سلطنت کے طول و عرض میں پھر بلند ہوئے۔ سپین، افریقہ اور مشرقی ممالک میں جا بجا شورشیں برپا ہوئیں۔ اس خانہ جنگی سے اموی خاندان کے سیاسی وقار کو بہت دھکا لگا۔ اور ماوراء النہر کے علاقوں میں مختلف فتنوں نے سر اٹھایا۔ مختلف صوبوں کے نے عدل و انصاف سے حکومت کرنے کی بجائے لوگوں کو اپنے جور و ستم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ ان باتوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ عوام بھی اموی حکومت سے بدظن ہو گئے۔ اور ان کی سلطنت کو ختم کرنے کے لئے ملک کے مختلف حصوں میں سازشیں فروغ پانے لگیں۔ چنانچہ عباسیوں کی سیاسی تحریک کا آغاز یزید ثانی کے عہد میں ہوا۔ اگرچہ اسے زیادہ فروغ اس کے جانشین ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں ہوا۔

بغاوتیں اور فتوحات — ۱۔ ماوراء النہر: یزید نے اپنے بھائی مسلمہ کو عراق کا والی بنایا تھا۔ اور مسلمہ نے اپنے داماد سعید کو خراسان کا نائب متعین کر دیا تھا۔ سعید کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ماوراء النہر کے لوگوں نے بغاوت کر دی۔ اور

Marfat.com

مسلمانوں کو کافی جانی اور مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ ۱۰۳ھ میں سعید کو معزول کر کے سعید بن ہبیرہ کو نائب بنایا گیا۔ وہ اپنی انتہائی کوششوں کے بعد اتنا کر سکا کہ کشمار ونسف کے باغیوں کو مطیع کر سکا۔

۲۔ اذربائیجان :۔ ۱۰۴ھ میں ایک مہم اذربائیجان روانہ ہوئی۔ لیکن خزر اور قپچاق قبائل نے مسلمان فوجوں کو شکست دی۔ یزید نے ایک دوسری بڑی فوج جراح بن عبداللہ حکمی کی قیادت میں روانہ کی۔ جراح نے قبیلہ خزر کو شکست دے کر بلنجر اور الوبندر پر تسلط حاصل کیا۔ لیکن ترک کی فوجوں کے مقابلہ میں جراح کو پسپا ہونا پڑا۔ اس نے یزید سے فوجی امداد طلب کی یزید اس وقت بستر مرگ پر تھا۔

۳۔ ایشیائے کوچک :۔ یہاں ۱۰۴ھ میں عباس بن ولید نے ولسہ اور ۱۰۵ھ میں مروان بن محمد نے قونیہ فتح کیا۔

۴۔ افریقہ اور اسپین میں مصری اور یمنی قبائل بر سر پیکار تھے ان فتنوں کو کچلنے کے لئے مرکزی بیت المال سے روپیہ پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ اہل سپین ان محصولوں کے خلاف آواز بلند کر رہے تھے۔ جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم کے خلاف ان پر لگا دیئے گئے تھے۔

۵۔ خوارج :۔ خوارج نے پھر ملک کے مختلف حصوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی سعد بن ابی زینب اور ہلال بن مدلج ان کی قیادت کر رہے تھے۔ والی بحرین سفیان نے ان کو ۱۰۵ھ میں شکست دی۔ مگر فتنہ و فساد کی آگ نہ بجھائی جا سکی۔

وفات اور ولی عہد کی نامزدگی یزید ۳۳ برس کی عمر میں ۱۰۵ھ میں اس جہان فانی سے انتقال کر گیا۔ مرنے سے پہلے وہ اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک اور اپنے بیٹے ولید کو یکے بعد دیگرے اپنا جانشین نامزد کر گیا۔

ہشام بن عبدالملک

۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ
۷۲۴ء تا ۷۴۳ء

حالات زندگی ہشام بن عبدالملک بن مروان ۷۲ھ میں عائشہ بنت ہشام کے بطن سے پیدا ہوا۔ باپ نے اس کا نام منصور رکھا۔ کیونکہ اسی سال اس نے مصعب بن زبیر کو قتل کیا تھا۔ ماں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ہشام تجویز کیا اور اس نام سے مشہور ہوا یزید کے انتقال کے وقت وہ رصافہ میں مقیم تھا۔ وہیں اس کی تاجپوشی ہوئی اور بیعت اور

خاتم اس کی خدمت بیعت میں لے گئے۔ پھر دمشق پہنچ کر اس نے بیعت عام لی۔ خلافت کے وقت اس کی عمر چونتیس سال تھی۔ ۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ تک تقریباً بیس سال وہ تخت خلافت پر متمکن رہا۔ طبعاً وہ نرم مزاج اور سمجھدار تھا۔ مذہب کا اسے بہت لحاظ تھا۔ اور اس لئے تخت نشین ہوتے ہی اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرح دربار خلافت سے اکثر خلاف شرع امور خارج کر دیئے۔ اور انتظام سلطنت کی برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ تاکہ ملک میں خوشحالی اور فارغ البالی کا دور دورہ شروع ہو جائے۔ مگر اس کے پیشروؤں کی حکمت عمل سے جو خرابیاں ملک میں پیدا ہو چکی تھیں انہیں دور کرنا اس کے بس کا روگ نہ تھا۔ وہ اندر ہی اندر دیمک کی طرح اموی سلطنت کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی تھیں۔ علاوہ ازیں ہشام کے ذاتی کردار میں دو بڑے نقص تھے وہ لالچی اور شکی مزاج تھا۔ جس کے باعث وہ اپنے درباریوں کی باتوں میں آ کر راہ راست سے بھٹک جاتا تھا۔ دوسرے وہ اپنی ذاتی اغراض کی خاطر قبائلی رقابت کو ہوا دیا کرتا تھا۔ ان باتوں کی وجہ سے ہشام تدبر اور فراست میں عبدالملک کا ہم پلہ ہونے کے باوجود ایک ناکام حکمران ثابت ہوا۔ اس کے عہد کی اکثر فوجی مہمات ناکام رہیں اور خاندان بنو امیہ بڑی سرعت سے روبہ تنزل ہوا۔

اہم واقعات اور فتوحات

ترکستان کی مہمات

ترکستان میں بے شمار چھوٹے چھوٹے سردار تھے جو مسلمانوں کے باجگزار تھے یہ لوگ حکومت کی گرفت ڈھیلی ہو جانے پر سرکش ہو جایا کرتے تھے ان کے علاوہ آزاد فرمانروا بھی اسلامی علاقوں پر حملے کرتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے ہشام نے تخت نشین ہونے کے بعد وسط ایشیا کے سرکش سرداروں کو مغلوب کرنے کے لئے کئی ایک مہمات روانہ کیں

ہشام نے عمر بن ہبیرہ کی جگہ خالد بن عبداللہ کو عراق کا والی بنایا تھا۔ اس وقت مسلم بن سعید والی خراسان کی فوجیں ترکوں سے برسرپیکار تھیں۔ سعید نے فرغانہ کے ترکوں سے شکست کھائی اس لئے خالد نے سعید کو خراسان کی ولایت سے معزول کر کے اپنے بھائی اسد بن سعید کو مامور کیا۔ اسد نے ۱۰۸ھ میں غور پر حملہ کیا اور کافی مال غنیمت حاصل کیا۔ ۱۰۹ھ میں ہشام نے اس کو اس لئے معزول کر دیا کہ وہ تنگ دل تھا اور اس میں قبائلی عصبیت بھی زیادہ تھی۔ اس کی جگہ امیر اشرس بن عبداللہ سلمی کو خراسان کا حاکم مقرر کیا۔ اشرس نے ۸-۱۰۷ھ مطابق ۲۶-۷۲۵ء میں دوبارہ حملہ کر کے غور فتح کر لیا اشرس نے ابوالصیدا کو ایک جماعت کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لئے سمرقند روانہ کیا۔ ترکستان ... تعداد میں مسلمان ہو گئے۔ لیکن اشرس نے پھر بھی ان سے جزیہ وصول کرنے پر اصرار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ساف

Marfat.com

ہزار آدمی جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے۔ سارے ملک ماوراء النہر میں شورش پھیل گئی تو اشرس نے جزیہ کی معافی کا اعلان کر دیا جب یہ لوگ اطمینان سے بیٹھ گئے۔ تو اس نے سرغنوں اور حمایتی مسلمانوں کو گرفتار کر کے دوبارہ جزیہ لگا دیا اس امر نے نومسلم ترکوں کو حکومت سے برگشتہ کر دیا یہ لوگ بار بار اس حق کے حصول کے لئے آواز اٹھاتے رہے جو اسلام کا قانون انہیں عطا کرتا تھا۔ کئی غیر مسلم ترک سردار بھی ان کا ساتھ دیتے رہتے تاکہ عربوں کی طاقت کمزور ہوتے پر سیاسی آزادی حاصل کر لیں۔ چنانچہ ترکستان کے فرمانروا خاقان نے مسلمانوں کے ایک شہر کمرجہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور مسلمانوں کو شہر خالی کرنا پڑا ۱۱۱ھ مطابق ۷۲۹ء میں اشرس معزول ہوا۔ اور جنید کو سندھ سے بلا کر اس کی جگہ مقرر کیا گیا۔ مگر وہ بھی ترکستان کے پیچیدہ مسائل کو حل نہ کر سکا۔ اور اپنے پیشرو کی طرح وہاں امن قائم کرنے میں ناکام رہا۔ یہ بلد زمین لے کر سمرقند تک پہنچ گیا۔ اور ایک گھاٹی میں خیمہ زن ہوا۔ ابھی وہ خیمہ زن ہوا ہی تھا کہ خاقان صغد، فرغانہ اور چاچ کا ایک لشکر جرار لے کر وہاں پہنچ گیا۔ جنید نے مدد طلب کی امدا سورۃ ابن ابجر بارہ ہزار فوج لے کر پہنچا۔ مگر راستے میں ہی ترکوں نے اس فوج کو تہ تیغ کر دیا۔ بارہ ہزار میں سے کل دو ہزار زندہ بچے سورہ خود بھی ہلاک ہو گیا۔ فوجی امداد نہ پہنچنے پر جنید نے اپنی فوج کے ساتھ ترکوں کا مقابلہ کیا۔ اور اعلان کیا کہ "جو غلام اس جنگ میں کارہائے نمایاں دکھائے گا وہ آزاد ہے"۔ اس پر مسلمان جنہ ہے لڑے کہ ترکوں کو شکست دے کر سمرقند میں داخل ہو گئے۔ وہاں سے بخارا روانہ ہوئے۔ جنید نے ہشام کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ ہشام نے دو ہزار فوج امداد کے لئے بھیجی اس دوران خاقان نے بخارا کی طرف پیش قدمی کی جنید بھی فوراً وہاں پہنچ گیا۔ چنانچہ ترک وہیں سے واپس چلے گئے۔

عاصم بن عبداللہ

۱۱۶ھ مطابق ۷۳۴ء میں ہشام نے جنید کو اس جرم میں معزول کر دیا کہ اس نے یزید بن مہلب کی لڑکی سے شادی کر لی ہے اور اس کی بجائے عاصم بن عبداللہ ہلالی کو حاکم خراسان مقرر کیا۔ ہشام نے عاصم کو یہ بھی ہدایت کی کہ اگر وہ جنید پر قابو پا لے تو اسے زندہ نہ چھوڑے مگر جنید بیمار تھا۔ عاصم کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ اس فانی دنیا سے کوچ کر گیا۔ عاصم نے جنید کے جانشین اور اس کے عمال کے ساتھ سخت برتاؤ کیا۔

حارث بن شریح کی بغاوت

اسی سال حارث بن شریح نے خراسان میں علم بغاوت بلند کیا اس نے سیاہ لباس کو اپنا شعار بنایا۔ اور لوگوں کو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور آزادی انتخاب خلیفہ کے نام پر بیعت کی دعوت دی۔ بہت سے مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے۔ حارث نے بلخ، جوزجان، طالقان، اور مرو روذ پر قبضہ کر لیا۔ پھر وہ خراسان کے صدر مقام مرو کی طرف بڑھا، عاصم نے مرو کے دروازوں کے پاس مقابلہ کیا۔ حارث کو شکست فاش ہوئی۔ اور اس کے بہت سے ساتھی بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوب گئے۔ حارث جان بچا کر وادی مرو سے نکل گیا

Marfat.com

اس کے بعد عاصم نے ہشام بن عبدالملک کو لکھا کہ "خراسان کا امن و امان اس امر کا متقضی ہے کہ اسے ولایت عراق سے ملحق کر دیا جائے۔ اس صورت میں وقت ضرورت فوجی امداد پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ ورنہ مرکز سے دور ہونے کی وجہ سے بغاوت و شورش جاری رہے گی۔

اسد بن عبداللہ قیسری

ہشام نے عاصم کی اس رائے کو پسند کیا۔ اور خراسان کے صوبے کو ولایت عراق کے ماتحت کر دیا۔ مگر عاصم کو معزول کر کے خالد بن عبداللہ قیسری والی عراق کے بھائی اسد بن عبداللہ کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا عاصم کو معزولی کی خبر پہنچی تو وہ بہت برافروختہ ہوا۔ اس نے حارث بن شریح کے ساتھ اس شرط پہ صلح کر لی کہ حارث خراسان کے جس حصہ میں چاہے اقامت اختیار کر لے۔ اور دونوں مل کر ہشام کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیں۔

عاصم کی اس مصالحت کو امرائے لشکر نے پسند نہ کیا۔ اور اسے حارث سے لڑنے پہ مجبور کیا۔ مجبوراً عاصم کو حارث کے مقابلہ پر آنا پڑا حارث کو شکست ہوئی۔ اور وہ مرو روذ کی طرف چلا گیا۔

اس دوران میں اسد خراسان پہنچ گیا اس نے عاصم کو گرفتار کر لیا۔ اور بیت المال کے ایک لاکھ درہم بقایا کا مطالبہ کیا۔ اسد نے جنید کے عمال کو بھی جنہیں عاصم نے گرفتار کر لیا تھا۔ رہا کر دیا۔ اسد ایک مدبر اور جنگ آزمودہ سپہ سالار تھا۔ خراسان پہنچ کر اس نے ملک میں امن و امان قائم کرنے کی طرف توجہ دی۔

سنہ ۱۱۹ھ میں اسد نے ختل پر فوج کشی کی۔ اور ان کے سب سے بڑے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ کثیر مال غنیمت اور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اس کے بعد اسد نے ختل کی وادیوں میں اپنی فوجیں پھیلا دیں ختل اپنے علاقہ کو چھوڑ کر چین کی طرف چلے گئے۔

خاقان کا قتل

موسم سرما گزرنے کے بعد خاقان نے پھر بخارا پہ حملہ کر دیا لیکن شکست کھائی واپسی پر ایک ترک سردار کورصول کے ساتھ چوگان کھیلتے ہوئے خاقان کا ہاتھ ٹوٹ گیا خاقان نے قسم کھائی کہ وہ کورصول سے ضرور بدلہ لے گا۔ لیکن کورصول نے ایک رات شبخون مار کر خاقان کو قتل کر دیا۔ خاقان کے قتل کے بعد ترکوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور انکی طاقت کمزور ہو گئی

نصر بن سیار کا تقرر

نصر بن سیار ایک مدبر عادل اور شجاع افسر تھا۔ اس نے آتے ہی نظام کی تحقیقات کا آغاز کیا۔ معلوم ہوا کہ تیس ہزار مسلمان ایسے ہیں جن سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے اور اسی ہزار غیر مسلم ایسے ہیں۔ جن کا جزیہ معاف کر دیا گیا ہے اس نے ا... بدعنوانی کا ایک ہفتہ کے اندر اندر انسداد کر دیا پھر اس نے خراج کی بدنظمی کو دور کیا۔ اندرونی اصلاحات سے فارغ ہو کر اس نے مختلف سمتوں میں فوجیں پھیلا دیں۔ چاچ اور فرغانہ کے حاکم صلح پر مجبور

Marfat.com

ہو گئے۔ سغد اور ترک مسلسل لڑائیوں سے تنگ آچکے تھے۔ لہٰذا انہوں نے نصر سے مندرجہ ذیل شرائط پر صلح کر لی۔

۱۔ مذہبی آزادی کو برقرار رکھا جائے۔

۲۔ اسلام سے انحراف جرم نہ قرار دیا جائے۔

نصر ایک دور اندیش حکمران تھا۔ اس نے ان کے تمام مطالبات منظور کر لیے۔ اس طرح ترکستان کے علاقہ میں جو مسلسل بدامنی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ امن و امان قائم ہو گیا۔

آرمینیہ اور آذربائیجان

آرمینیہ اور آذربائیجان کے علاقے میں برسوں مسلمانوں اور ترکوں کا میدان جنگ بنے رہے اس محاذ پر ترک، ارمن اور خزر سلطان وغیرہ کی تمام قومیں خاقان کے لڑکے کی زیر قیادت مسلمانوں کے مقابلہ میں متحد ہو گئی تھیں۔ یہاں کا والی جراح بن عبداللہ حکمی تھا۔ جراح نے بلجر تک فتوحات حاصل کی۔ ۱۰۸ھ میں ہشام نے جراح کو معزول کر کے مسلمہ بن عبدالملک کو وہاں کا والی مقرر کیا۔ مسلمہ نے حارث بن عمر طائی کو اپنا نائب بنا کر بھیجا حارث نے ترکوں کے بہت سے شہروں کو فتح کر لیا۔ اور ان پر اپنی دھاک بٹھا دی۔

۱۱۰ھ میں مسلمہ خود باب الدان سے ترکی علاقہ میں بڑھا۔ خاقان بہت بڑی جمعیت کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلا۔ ایک ماہ تک لڑائی جاری رہی۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور خاقان نے فرار اختیار کی۔

۱۱۱ھ میں ہشام نے مسلمہ کو معزول کر کے پھر جراح بن عبداللہ کو مامور کیا۔ جراح نے تفلس کی طرف سے بلاد خزر پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے مدینہ بیضاء فتح کیا۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ کثیر مال غنیمت آیا۔

مسلمانوں کی واپسی کے بعد خزر نے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ علاقہ لان سے ترک بھی ان کے ساتھ اٹھے۔ جراح نے آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ "مدار دبیل" میں ایک خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں جراح بن عبداللہ حکمی کام آئے۔

جراح کے قتل سے ترکوں کے حوصلے بڑھ گئے انہوں نے اسلامی علاقہ کی طرف رخ کیا اور موصل کے قریب پہنچ گئے ترکوں کا یہ اقدام مسلمانوں کے لئے بڑا خطرناک تھا۔ ہشام کو خبر ہوئی تو اس نے سعید جرشی کو ترکوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور دوسرے مسلمان افسروں کو اس کی مدد کا حکم دیا۔ سعید ترکوں کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھا۔ ارزن پہنچا تو وہاں جراح کی باقی ماندہ فوج ان کے ساتھ مل گئی۔ پھر خلاط پہنچا اور اسے بزور شمشیر فتح کیا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھا اور بہت سے شہروں اور قلعوں کو فتح کرتا ہوا برزعہ پہنچ گیا۔

Marfat.com

خاقان کا بیٹا اس وقت ورثان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ سعید حرشی نے ورثان کے محصور مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ صبر اور استقامت سے کام لیں ہم جلد پہنچتے ہیں۔ خاقان کے بیٹے کو جب مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ محاصرہ اٹھا کر چلا گیا سعید حرشی نے بلامقابلہ شہر پر قبضہ کر لیا۔ سعید نے پے در پے فتوحات کیں۔ ہشام کو جب سعید حرشی کی فتوحات اور کامیابیوں کا علم ہوا تو اس نے اظہار خوشنودی اور اطمینان کیا۔

والیوں کا تنزل اور ترقی ہشام کھیل سمجھتا تھا۔ اس نے ۱۱۲ھ میں سعید کو واپس بلا لیا اور اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو دوبارہ آذربائیجان روانہ کیا۔ مسلمہ نے آتے ہی خاقان کے علاقہ میں اسلامی فوجیں پھیلا دیں۔ بہت سے شہر اور قلعے فتح کئے بہت سے ترک قید کئے اور ماوراء النہر کے تمام علاقہ پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ خاقان کا لڑکا ایک لڑائی میں مارا گیا۔ خزر سارے سرو سر سے قبائل جو فن انتقام میں متحد ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے میدان میں آگئے۔ مسلمہ نے مقابلہ کی سکت نہ پا کر پسپائی اختیار کی۔ اور باب الابواب میں قیام پذیر ہو گیا۔ چنانچہ ۱۱۴ھ میں ہشام نے مسلمہ کو واپس بلا لیا اور مروان بن محمد کو اس کی جگہ مقرر کیا مروان بن محمد ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر لے کر بلاد خزر میں داخل ہوا۔ اور تمام علاقہ کو تاخت و تاراج کیا بہت سے شہر اور قلعے فتح کئے۔ اور وہ تمام علاقے جو مسلمانوں سے چھن چکے تھے دوبارہ سلطنت اسلامی کا حصہ بنے۔

ایشیائے کوچک

شمال میں رومیوں کے ساتھ جنگ کا سلسلہ جاری تھا۔ شواتی اور صوائف اپنے اپنے موسم میں ان کے مقابلہ میں بھیجی جاتی تھیں جن کے سپہ سالار بیشتر خاندان خلافت کے افراد ہوتے تھے مثلاً مسلمہ بن عبدالملک مروان بن محمد عباس بن ولید معاویہ بن ہشام، سعید بن ہشام اور سلیمان بن ہشام۔ ان لوگوں نے رومیوں پر متعدد فتوحات حاصل کیں۔ قونیہ، خرشنہ قیساریہ اور دوسرے بہت شہر اور قلعے رومیوں سے چھین کر ان کے دلوں پر مسلمانوں کی بہادری کی دھاک بٹھا دی۔

ان معرکوں میں سب سے زیادہ عبداللہ بطال اور عبدالوہاب بن بخت نے شہرت حاصل کی۔ علاوہ ازیں حکومت اسلامیہ کا بحری بیڑہ بھی بحری راستہ سے حدود روم میں حملہ کرتا رہتا تھا۔ ہشام کے عہد میں عبدالرحمٰن بن معاویہ بن خدیج امیر البحر تھا۔

سسلی (صقلیہ) پر حملہ

امیر عبداللہ بن حباب والی افریقہ نے حبیب بن ابی عبیدہ فہری کو مغرب کی مہم پر مامور کیا تھا۔ اس نے سوس اقصیٰ، سوڈان اور سردانیہ میں فتوحات حاصل کرنے کے بعد ۱۲۲ھ میں بحری راستے سے صقلیہ پر حملہ کیا۔ اور صقلیہ کے دارالخلافہ سرقوسہ کا محاصرہ کیا۔ چند دنوں کے بعد اہل شہر نے اطاعت قبول کر لی۔ حبیب کا ارادہ تھا کہ پورے جزیرے کو فتح کرے مگر شمالی افریقہ میں بربر قوم نے بغاوت کی وجہ سے اس کو بلکہ افریقہ واپس

Marfat.com

جانا پڑا۔

سندھ کی مہمات سنہ ۱۰۷ھ مطابق ۷۲۵ء میں جنید بن عبدالرحمٰن سندھ کا حاکم مقرر ہوا۔ راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ سندھ میں ایک باجگزار ریاست کا مالک تھا اور وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ جنید اور جے سنگھ کی کشتی کیچڑ میں پھنس گئی اور جنید نے اسے گرفتار کر کے مروا دیا۔ جنید نے اپنی پیش قدمی کو جاری رکھا اور کیرج پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ماروار، مانڈل، دھنج، بھروچ، اجین اور مالوہ کے علاقے فتح کئے۔ اسی طرح راجپوتانہ کا بہت سا علاقہ اسلامی مملکت کا جزو بنا۔

سنہ ۱۱۱ھ مطابق ۷۲۹ء میں جنید کی جگہ تمیم مارمی حاکم سندھ مقرر ہوا۔ جنید کی واپسی پر ملک کے اندر بدامنی پھیل گئی۔ تمیم حالات پر قابو نہ پا سکا۔ اور عربوں کا وہاں رہنا دشوار ہو گیا۔ اس کے بعد حکم بن عوانہ کو سندھ کا والی مقرر کیا گیا۔ اس نے دریائے سندھ کے مشرقی سمت ایک مضبوط شہر محفوظہ نام آباد کیا۔ اور محمد بن قاسم کے بیٹے عمرو کی مدد سے باغی سرداروں کو شکست دے کر سندھ میں امن و امان قائم کیا۔ اس نے کامیابی کی خوشی میں منصورہ نام ایک اور شہر آباد کیا۔ جو بعد میں سندھ کا دارالخلافہ بن گیا۔ ایک معرکہ میں حکم بن عوانہ لڑتے ہوئے کام آیا۔ اس کے بعد سندھ کی عنان حکومت عمرو بن محمد قاسم کے سپرد کی گئی۔ اس نے نظم و نسق کو بہتر بنایا اور کچھ علاقے بھی فتح کئے۔ ایک ہندو راجہ اور ایک عرب سردار مروان بن یزید کی بغاوتیں فرو کیں۔

شمالی افریقہ وحشت بربریت اور سرکشی کی وجہ سے عرب بربر قوم کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے اس لئے بربر قوم کو جب بھی موقعہ ملتا تو وہ عرب حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کرتی عمر بن عبداللہ مرادی والی طنجہ نے غیر مسلم بربر جماعت سے جزیہ وصول کرنے کی کوشش کی اس وقت افریقہ کی فوجیں سسلی (صقلیہ) میں جنگ کر رہی تھیں۔ طنجہ فوجوں سے خالی تھا۔ اس موقع سے بربر قوم نے فائدہ اٹھا کر بغاوت کر دی۔ والی طنجہ کو قتل کر کے انہوں نے شہر پر قبضہ کر لیا اور پھر قیروان کی طرف بڑھے۔ فوراً حبیب ابن ابی عبید فہری کو سسلی سے بلایا گیا تاکہ بربر قوم کی بغاوت کو فرو کیا جائے۔ حبیب فوراً افریقہ پہنچا۔ اور باغیوں سے معرکہ آرا ہوا۔ لیکن باغیوں نے حبیب کو بھی شکست دی۔ تقریباً ساری فوج ماری گئی اس جنگ میں عرب کے بڑے بڑے شرفا اور عمائد کام آئے اس وجہ سے یہ جنگ "جنگ اشراف" کے نام سے مشہور ہے۔ حبیب کی شکست کے بعد بربر پورے افریقہ میں چھا گئے۔ اس شکست کے برے اثرات سے اسپین بھی محفوظ نہ رہا۔ وہاں بھی لوگ والی اندلس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہشام نے ۱۲۳ھ میں ۷۴۰ء افریقہ کے والی ابن حجاب کو معزول کر کے اس کی جگہ کلثوم بن عیاض قیشری کو تیس ہزار فوج کے ساتھ والی افریقہ بنایا۔ بربر قوم

Marfat.com

ت مقام بدورہ پر کلثوم کو بھی شکست دے دی۔ مسلمانوں کی ایک تہائی فوج کام آئی۔ اس و
پر ہشام نے حنظلہ بن صفوان کلبی کو اس مہم پر مامور کیا۔ حنظلہ کے مقابلہ کے لئے تین لاکھ بربر
تیار ہو گئے۔ اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ حنظلہ رات بھر فوجیوں کو اسلحہ تقسیم کرتا رہا۔ علی الصبح جنگ
شروع ہوئی۔ مسلمانوں نے تلواروں کی نیام توڑ کر پھینک دی۔ بربر قوم کو شکست ہوئی۔ اور ان
کے ایک لاکھ اسی ہزار آدمی قتل ہوئے۔ اس کے بعد افریقہ میں امن و امان قائم ہو گیا۔ حنظلہ کے
کے دوران حکومت میں باغیوں نے کبھی سر نہیں اٹھایا۔

اسپین کے حالات

ہشام کے دور حکومت میں اسپین کے حالات بھی تشویشناک ہو چکے تھے۔ اس کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ آئے دن والیوں کا عزل و نصب ہوتا رہتا تھا۔

۲۔ بربر قوم تجارت اور دیگر ضروریات کے سبب اسپین جاتے رہتے تھے اس لئے افریقہ کے مکدر حالات نے اندلس کی فضا کو بھی خراب کر دیا۔

۳۔ عربوں کی قبائلی رقابت اور رنجش اسپین میں سرد ہو گئی تھی

فرانس پر حملے

فتح اندلس کے بعد ہی مسلمانوں نے فرانس کو فتح کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی لیکن اس سلسلے میں سب سے اہم حملہ ہشام کے عہد میں ہوا۔

پہلا حملہ

سنہ ۱۰۳ھ مطابق ۷۲۱ء میں امیر عنبسہ اسپین کا والی مقرر ہوا۔ اس نے ۷۲۵ء میں جبل البرانس کو عبور کر کے قرقشونہ (کرکسون) پر حملہ کیا۔ وہاں کے باشندوں نے صلح کر لی۔ اس کے بعد عنبسہ نے لیانس (لیڈون) فتح کیا۔ پھر شہر اوٹن کو تباہ کر کے آگے بڑھا ہی تھا کہ عیسائی بے شمار فوجوں سے مقابلہ ہو گیا۔ سخت معرکہ پیش آیا اور عنبسہ جوش جہاد میں صفوں کو چیرتا ہوا آگے دور نکل گیا کہ چاروں طرف سے گھر گیا سخت زخمی ہوا۔ اس لئے جانبر نہ ہو سکا۔ عنبسہ کے بعد اسپین پر کئی والیوں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی۔ اور سنہ ۱۱۲ھ تک فرانس کے ساتھ کوئی معرکہ پیش نہ آیا۔

دوسرا حملہ

سنہ ۱۱۳ھ مطابق ۷۳۱ء میں امیر عبدالرحمن بن عبداللہ غافقی کو اسپین کا والی مقرر کیا گیا۔ اس کے زمانے میں پھر فرانس پر حملہ ہوا۔ عبدالرحمن نے ہر صوبے سے فوج طلب کی۔ مگر سرحدی صوبے کے حاکم عثمان نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور ڈیوک آف ایکوٹین سے مل گیا۔ عبدالرحمن نے ایک لشکر عثمان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ عثمان گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔ عثمان کا خطرہ دور ہوتے ہی عبدالرحمن جبل البرنات کو عبور کر کے ڈیوک آف ایکوٹین کے علاقے کو تباہ کرتا ہوا۔ بورڈیو پہنچا اور بورڈیو فتح کیا۔ پھر دریائے ڈارڈون کو پار کر کے طائی ٹیرس

پہنچ گیا اور بلاروزن کی بے شمار دولت پر قبضہ کیا۔ اس پر فرانس کے تمام فیوڈل سردار اختلافات ختم کر کے متحد ہو گئے اور یورپی ملکوں سے بھی فوجی مدد دی۔ اب مسلمان ٹورس (TOURS) اور پوئٹیرز (POITIERS) کے درمیان مقیم تھے۔ ۷۳۲ء چارلس مارٹل ایک ایک لشکر جرار لے کر آ گیا۔ ۷۳۲ء میں دونوں فوجوں کے درمیان مقابلہ ہوا۔ دن بھر جنگ ہوتی اور کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ دوسرے دن سہ پہر تک بھی مقابلہ ہوتا رہا۔ لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا مگر سہ پہر کے بعد ڈیوک آف ایکوئین کی تازہ دم فوجوں نے ایسا شدید حملہ کیا کہ مسلمان اس کی تاب نہ لا سکے۔ امیر عبدالرحمن لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کی شہادت نے مسلمانوں کے حوصلے پست کر دیئے اور وہ رات کی تاریکی میں میدان خالی کر کے پسپا ہو گئے دشمن پر مسلمانوں کی بہادری کا اتنا رعب چھا گیا تھا کہ اس نے تعاقب نہ کیا۔ اگر اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہو جاتی تو نہ صرف فرانس بلکہ پورے مغربی یورپ پر مسلمانوں کا تسلط ہو جاتا۔

تیسرا حملہ

اب امیر عبدالملک بن قطن فہری اسپین کی ولایت پر مامور ہوا۔ اس نے شکست کا بدلہ لینے کے لئے پھر فرانس پر حملہ کیا۔ لیکن موسم کی ناسازگاری کی وجہ سے اسلامی لشکر کو شدید نقصان برداشت کرنا پڑا۔ عبدالملک بہت مشکل سے مسلمانوں کو دشمن کے چنگل سے بچا کر واپس لا سکا۔ یہ حملہ فرانس پر مسلمانوں کا آخری حملہ تھا۔

خوارج

ہشام کے دور حکومت میں بھی اپنی جارحانہ سرگرمیوں میں مصروف رہے ۱۱۱ھ میں والی سیستان یزید بن عریف ہمدانی کو خارجیوں نے ان کے گھر پر قتل کر دیا۔ خالد بن عبداللہ قسری والی عراق نے اصغ بن کلبی کو ان کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔ لیکن خارجیوں نے سیستان کے پہاڑی علاقہ میں گھیر کر ان کی اکثر سپاہ کا صفایا کر دیا۔ پھر ۱۱۹ھ میں کوفہ کے قریب بہلول خارجی اٹھا۔ خالد بن عبداللہ نے فوجیں بھیج کر موصل میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ بہلول کے بعد اسی سن میں عمرو الیشکری اور فہری یکے بعد دیگرے اٹھے لیکن دونوں مارے گئے۔ ان کے بعد حیرہ میں خارجیوں نے لوٹ مار شروع کر دی بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا اور ان کی بستیوں کو جلا دیا اور حیرہ کے بیت المال پر قبضہ کر لیا۔ خالد نے فوجیں بھیجیں ان کے سردار وزیر سختیانی کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے خالد کو نصیحت کی۔ وہ اس کی نصیحت سے بہت متاثر ہوا کہ اسے قتل نہیں کیا۔ اور اپنے پاس ہی قید کر دیا۔ رات کو بلا کر اس کی باتیں سنتا۔ کسی نے ہشام سے شکایت کر دی۔ اس نے فوراً حکم بھیج کر قتل کرا دیا۔ اسی سن صحاری بن شبیب نے علم بغاوت بلند کیا لیکن یہ بھی مارا گیا۔

زید بن علی کا خروج

سانحہ کربلا کے بعد بنو امیہ کے حریف بنو ہاشم نے خفیہ دعوت کا سلسلہ تیز کر دیا۔ بنو ہاشم میں محمد بن حنفیہ اور بنو عباس پیش پیش تھے۔ ... نے بنو امیہ کے خلاف ملت اسلامیہ کے ہر صوبہ میں ایک منظم جماعت تیار کر دی جو وقت آنے پر خلافت ... کر

Marfat.com

ظلم و ستم، جبر و استبداد کے خلاف آواز بلند کرتی رہی خاص اہل بیت کرام ابھی تک خاموش تھے لیکن ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ حضرت زین العابدین کے صاحبزادے حضرت زید تلوار اٹھا کر میدان عمل میں آ گئے۔

زید حاکم عراق کی شکایت لے کر ہشام کے دربار میں پہنچے تو اس نے آپ سے بڑی تلخ گفتگو کی اور کہا کہ تم میری حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے ہو۔ اس ملاقات کے بعد ہشام نے یوسف والی عراق کو لکھ بھیجا کہ زید کی کڑی نگرانی کی جائے۔ زید کو ہشام کا طرز گفتگو ناگوار گزرا اور اس کے دربار سے نکلتے وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

"جو شخص زندگی کو محبوب رکھتا ہے اسے ذلت اور رسوائی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔"

اگرچہ کوفہ میں زید کا قیام حکومت کی نگرانی میں تھا۔ اہل کوفہ اپنی پرانی عادت کے مطابق خفیہ طور پر ان سے ملتے اور اپنی امداد کا یقین دلا کر دعوائے حکومت کی ترغیب دلاتے۔ اور کہتے کہ ایک لاکھ آدمی آپ کی امداد کے لئے تیار ہیں۔ عراق میں اموی کم ہیں اس وجہ سے آسانی سے خلافت قائم کر سکتے ہیں۔ حضرت زید نے حضرت امام جعفر صادق سے مشورہ کیا۔ امام جعفر نے کہا کہ "اہل عراق کا ہرگز اعتبار نہ کیجئے انہوں نے ہمارے باپ اور دادا کو دھوکا دیا" تھوڑے ہی دنوں میں ہزاروں کوفی آپ کے گرد جمع ہو گئے اور پندرہ ہزار اہل کوفہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور ایک تاریخ حکومت کے خلاف خروج کے لئے مقرر کی گئی۔

یوسف والی عراق کو وقت سے پہلے ہی اس سازش کا علم ہو گیا۔ جب یوسف بن عمر والی کوفہ مقابلہ کے لئے آیا تو سب کوفی چھوڑ گئے صرف دو سو جاں نثار باقی رہ گئے۔ اور آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ اور نہایت شجاعت سے میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد ایک فرقہ ان کا مقلد ہو گیا جو ان کو امام مانتا ہے اور جو زیدی کہلاتا ہے یہ فرقہ اب بھی یمن اور دوسرے مقامات پر موجود ہے۔

ولی عہدی

یزید بن عبدالملک نے اپنے بعد ہشام بن عبدالملک اور اپنے بیٹے ولید کو علی الترتیب ولی عہد نامزد کیا تھا۔ ہشام نے ولید کو محروم کر کے اپنے بیٹے مسلمہ کو ولی عہد بنانا چاہا۔ بعض افراد کی مخالفت کی وجہ سے ہشام کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ البتہ ہشام اور ولید کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی۔ ولید علاقہ اردن میں اپنی جاگیر میں چلا گیا اور ہشام کی موت تک وہیں مقیم رہا۔

وفات

۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ مطابق فروری ۷۴۳ء میں ہشام بن عبدالملک انتقال ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً پچپن سال تھی۔

Marfat.com

سیرت و کردار

ہشام عبدالملک بنی اُمیہ کے ان تین ممتاز ترین خلفاء میں سے تھا جنہوں نے اپنے تدبر اور سیاست کا نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت کر دیا۔ ان تینوں میں سے پہلے امیر معاویہ تھے جنہوں نے اموی حکومت کی داغ بیل ڈالی دوسرا عبدالملک تھا جس نے اس کی گرتی ہوئی دیواروں کو دوبارہ قائم کیا تیسرا یہ ہشام تھا جس نے اس کی عمارت کو تکمیل تک پہنچا دیا۔

علامہ ابن کثیر کا بیان ہے کہ ہشام دورزبین کفایت شعار، تیز فہم اور باتدبیر بادشاہ تھا۔ سلطنت کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات اس کی نگاہوں سے مخفی نہ رہتے تھے۔ بردباری اور تحمل اس کی امتیازی صفات تھیں۔ خوش قسمتی سے اسے بیس سال کا طویل زمانہ حکومت میسر آیا۔ میں بغاوت ہوئی تو اس کا سختی سے استیصال کر دیا گیا۔ اور مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم کر کے انہیں محفوظ کر دیا گیا۔ ایشیائے کوچک میں بہت سے قلعے مسلمانوں نے رومیوں کے ہاتھ سے چھین لئے۔ شمالی افریقہ میں بربریوں نے سر اٹھایا تو انہیں کچل دیا گیا۔ اسپین میں نظم و نسق کو درست کیا گیا۔ الغرض ہشام کا دور ہر اعتبار سے کامیاب دور کہا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس ہشام کے بعد اموی خلافت کی عمارت ان ان پیوند خاک ہو گئی۔

دورِ ہشام کے اہم کام

۱۔ ہشام نے بہت سی بنجر زمینیں آباد کیں۔

۲۔ بیت المال کی اصلاح کی۔ اور غیر شرعی ٹیکسوں کی آمدنی سے حتی المقدور اسے پاک رکھنے کی کوشش کی۔

۳۔ دفتروں کی از سر نو تعمیر کی گئی۔

۴۔ مکہ کے راستے میں حاجیوں کی سہولت کے لئے تالاب بنوائے۔

۵۔ ملک کی صنعتی ترقی کے لئے کوشش کی گئی۔

ولید ثانی بن یزید بن عبدالملک

۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ
۷۴۳ء تا ۷۴۴ء

ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان اس کی والدہ ام الحجاج بنت محمد بن یوسف ثقفی تھی۔ ولید ثانی اپنے باپ یزید بن عبدالملک کی وصیت کے مطابق ہشام کی وفات کے بعد ربیع الثانی ۱۲۵ھ مطابق ۷۴۳ء میں اردن میں تخت نشین ہوا۔ تخت نشین ہوتے ہی اپنے سلف کے دستور کے مطابق مخالفوں سے انتقام لینا شروع کر دیا۔ عباس بن عبدالملک بن مروان کو حکم دیا کہ فوراً رصافہ جا کر ہشام کے اہل و عیال کو نظر بند اور اس کے مال و جائیداد ضبط کرے۔ البتہ اس نے مسلمہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی۔ ت

Marfat.com

کیونکہ وہ اپنے باپ سے متفق الخیال نہ تھا۔ عباس بن عبدالملک نے رصافہ پہنچ کر ولید کے احکام کی تعمیل کی۔ اس کے بعد ہو امراء نے اس کو ولی عہدی سے معزول کرانے میں ہشام کی موافقت کی تھی ان کی طرف متوجہ ہوا۔ ہشام کے دو ماموں زاد بھائیوں محمد اور ابراہیم کو گرفتار کر کے دمشق منگوایا۔ اور ان کو کوڑوں سے پٹوایا پھر انہیں یوسف بن عمر والی عراق کے پاس بھیج دیا۔ یوسف نے انہیں سخت عذاب دے قتل کر دیا۔ سلیمان بن ہشام کو گرفتار کر کے اس کے سو کوڑے لگائے گئے۔ اور اس کے سر اور داڑھی کے بال مونڈ کر اسے عمان کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ یزید بن ہشام کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ اس نے اپنی ان صفات سے کام لے کر حکومت امویہ کے آفتاب اقبال کو نصف النہار تک پہنچا دیا۔

ہشام کی انتظامی قابلیت کے مخالف بھی قائل تھے۔ عبداللہ بن علی عباسی کہتا ہے کہ ہمیں نے بنی امیہ کے تمام خلفاء کے دفاتر کی جانچ پڑتال کی مگر ہشام کے دفاتر رعایا کے حق میں سب سے بہتر پائے۔"

وہ اپنے عمال کی پوری نگرانی رکھتا تھا۔ مدائنی کہتا ہے کہ "بنو امیہ کا کوئی خلیفہ ہشام سے زیادہ عمال حکومت اور دفاتر حکومت کی نگرانی کرنے والا نہ تھا" مالیات کے سلسلہ میں اس کی پالیسی بہت سخت تھی۔ فضول خرچی کو قطعاً ناپسند کرتا تھا۔ بلکہ اخراجات میں بھی جز رسی سے کام لیتا تھا۔ اس تشدد کی وجہ سے لوگوں میں وہ بخیل مشہور ہو گیا تھا۔

اس کی اپنی طرز زندگی بہت سادہ تھی۔ معمولی کپڑے پہنتا تھا اور معمولی غذا کھاتا تھا عقال بن شبہ کہتا ہے جب ہشام نے مجھے خراسان کی طرف بھیجنے کے لئے بلایا۔ تو میں نے اسے ایک سبز روئی قبا میں ملبوس دیکھا۔ مجھے یاد آیا کہ ولی عہدی کے زمانہ میں بھی میں نے اسے یہی قبا پہنے دیکھا تھا۔ ہشام میری نگاہوں کو تاڑ گیا اور کہنے لگا۔ "کیا بات ہے؟" میں نے کہا "ولی عہدی کے زمانہ میں میں نے آپ کو ایسی ہی قبا پہنے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ وہی تو نہیں ہے۔" ہشام نے قسم کھا کر کہا "یہ وہی قبا ہے میرے پاس سوائے اس کے کوئی اور قبا نہیں ہے۔" ابن اثیر ج ۵ ص ۹۶

اخلاق و عادات کے لحاظ سے بھی وہ بہت سادہ مزاج تھا شاہانہ غرور اس کے پاس بھی نہ پھٹکتا تھا۔ اپنی غلطی کو بے تامل تسلیم کر لیتا تھا۔ عیش و عشرت سے اسے لگاؤ نہ تھا۔ رقص و سرود اور لہو و لعب سے اسے نفرت تھی۔

عقیدہ و عمل کے لحاظ سے بھی ہشام ایک سچا اور پکا مسلمان تھا۔ ایک دن نماز جمعہ میں اس نے اپنے کسی بیٹے کو غیر حاضر پایا تو اس سے باز پرس کی۔ شہزادہ نے عذر کیا کہ میری سواری ناکارہ ہو گئی تھی۔ ہشام نے کہا کیا پیدل نہیں آ سکتے تھے۔ پھر ایک سال کے لئے سواری استعمال

Marfat.com

رسہ کی شہزادہ کو ولایت کردی۔

ہشام کے زمانے میں بڑے بڑے حوادثات پیش آئے۔ مگر مشرق اور مغرب میں اسلام کا جھنڈا ہمیشہ اونچا رہا۔ ترکستان اور آذربائیجان میں ترک اور تاتاری طاقت کو ختم کر دیا گیا۔ ربیع بن ولید اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دی گئی۔ ولید کی اولاد میں سے بھی کئی ایک قید خانہ میں ڈال دیئے گئے اس طرح ہشام کے خاندان کے ساتھ بدسلوکی کر کے اس نے بنو امیہ کو بھی اپنا مخالف بنا لیا۔ سلاطت و جبروت کا دارومدار یمنی قبائل کی امداد پر تھا۔ ولید نے ان کی بھی تحقیر و تذلیل کی اور ان کے مقابلے میں مضری قبائل کی کھلم کھلا حمایت شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یمنی اور مضری قبائل کی پرانی رقابت پھر عود کر آئی۔ اس ابتری سے فائدہ اٹھا کر عباسی تحریک نے کافی ترقی کی۔

یحییٰ ابن زید کی شہادت

یحییٰ اپنے والد زید بن علی کی شہادت کے بعد خراسان چلے آئے تھے۔ اور بلخ میں حریش بن عمر کے ہاں مقیم تھے۔ یوسف بن عمر والی عراق نے حاکم خراسان نصر بن سیار کو کہا کہ یحییٰ کو گرفتار کر لو۔ نصر نے حریش کو طلب کر کے یحییٰ کی سپردگی کا مطالبہ کیا۔ حریش نے لاعلمی ظاہر کی مگر نصر نے سختی کی تو حریش کے بیٹے نے یحییٰ کا پتہ بتا دیا۔ اور نصر نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ولید کو یحییٰ کی گرفتاری کی خبر پہنچی تو اس نے نصر کو کہا کہ یحییٰ کو گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں البتہ انہیں خراسان سے شام بھیج دو۔

نصر نے یحییٰ کو دس ہزار درہم دے کر شام روانہ کر دیا۔ یحییٰ شام کی طرف چل کھڑے ہوئے ابھی وہ بیہق ہی پہنچے تھے کہ انہیں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ان کے ساتھ دھوکہ نہ کیا جائے چنانچہ وہ نیشاپور لوٹ آئے اور وہاں خروج کی تیاریاں شروع کر دیں حاکم نیشاپور عمرو بن زرارہ نے نصر کو کل حالات سے مطلع کیا۔ نصر نے اسے مقابلہ کا حکم دیا عمرو دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ یحییٰ کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ یحییٰ نے اپنے ستر ساتھیوں سے اسے شکست دی۔ عمرو بن زرارہ لڑائی میں مارا گیا۔ نصر کو اس حادثہ کی خبر ہوئی تو اس نے سالم بن احوذ کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ جوزجان میں دونوں کا معرکہ ہوا۔ یحییٰ بن زید مع اپنی جماعت کے شہید ہوئے یہ واقعہ ۱۲۵ھ کا ہے۔

خالد کا قتل

خالد بن عبداللہ قسری عراق کا والی تھا۔ جس کو ہشام نے معزول کر دیا تھا۔ اس کی جگہ یوسف کو عراق کی ولایت پر مامور کر دیا تھا۔ خالد شام میں پُرسکون زندگی بسر کر رہا تھا سیاست سے بالکل کنارہ کش ہو گیا تھا۔ ولید نے خالد کو یوسف کے سپرد کر دیا۔ جو اس سے سخت تعصب رکھتا تھا۔ یوسف نے اسے برہنہ کر کے ایک چادر اڑھا دی اور ہولناک عذاب دے کر قتل کر دیا۔ خالد کے ساتھ اس سنگدلانہ برتاؤ سے یمنی قبائل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ یمنی قبائل نے قلعہ بخرا کا محاصرہ کر لیا۔ جہاں ولید مقیم تھا۔

Marfat.com

ولید کا قتل جب قلعے کا محاصرہ ہو گیا تو ولید کو ہوش آیا۔ اب مقابلے کے سوا چارہ نہ تھا چنانچہ اپنی مختصر جماعت کے ساتھ قلعے سے نکلا اور شکست کھا کر مارا گیا یہ واقعہ جمادی الثانی ۱۲۶ھ کا ہے۔

سیرت و کردار ولید ایک عیش پسند اور آوارہ مزاج نوجوان تھا۔ اس نے بیت المال کی رقم اپنے خوشامدیوں اور کاسہ لیسوں پر بے دریغ خرچ کی۔ ولید ثانی کی عاقبت نااندیشی اور غلط پالیسیوں کی وجہ سے استحکام سلطنت پر ناخوشگوار اثر پڑا اور اموی خاندان سرعت سے روبہ تنزل ہوا۔

ولید باوجود تمام کمزوریوں کے علم و فن کا دلدادہ تھا۔ ابو نواس نے جو عرب کا تیام تھا شعر و سخن میں ولید ثانی کے فیصلہ سے استفادہ کیا۔ شاعروں کو اتنی کثیر رقم انعام میں دے دیتا تھا کہ اس کی یہ فیاضی اسراف بیجا کی حد تک پہنچ جاتی تھی۔ اس کے دربار میں ابن شریح، معبد، عریض، ابن عائشہ جیسے باکمال مغنی موجود تھے۔

یزید سوم بن ولید
۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ

ولید کے بعد یزید سوم تخت نشین ہوا۔ ولید نے فوجیوں کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ یزید نے اس اضافے کو منسوخ کر دیا۔ اس لئے یزید سوم کو "یزید الناقص" بھی کہا جاتا ہے۔

خلیفہ بنتے ہی اس نے بڑی اچھی تقریر کی۔ مثلاً کہا کہ جب تک کسی علاقے کے باشندوں کی ضرورتیں پوری نہ ہو جائیں گی۔ اور اس کی حفاظت کا استحکام نہ ہو جائے گا میں کوئی نئی عمارت نہیں بنواؤں گا اور نہ اس علاقے کی آمدنی دوسرے علاقے میں منتقل کروں گا۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کروں گا۔ سال بہ سال لوگوں کے وظیفے دیتے رہوں گا۔ ماہ بہ ماہ ان کے کھانے پینے کا بندوبست کروں گا حقوق میں قریب اور دور کے رہنے والے برابر ہوں گے۔ اگر یہ سب باتیں پوری نہ ہوں تو میری اطاعت نہ کرنا اور مجھے معزول کر دینا۔ وہ بڑا عابد اور زاہد تھا۔ لیکن بگڑے ہوئے انتظامات کو درست کرنے کے لئے جس مستعدی کی ضرورت تھی۔ وہ اس میں نہ تھی۔ اس کے عہد میں حمص اور فلسطین میں بغاوتیں ہوئیں ان بغاوتوں کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ اس کا دامن ولید کے قتل سے داغ دار تھا۔ اور دوسرے اس کو یمنی قبائل کی پشت پناہی حاصل تھی اس لئے مضری قبائل اس کے مخالف ہو گئے۔ اس نے یوسف بن عمر والی عراق کو معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز

Marfat.com

کو مامور کیا اس دوران میں مروان بن محمد حاکم آرمینیہ نے علم بغاوت بلند کر کے جزیرہ پر حملہ کر دیا یزید نے اسے آرمینیہ آذربائیجان جزیرہ اور موصل کی حکومت سپرد کر دی۔ تاکہ وقتی طور پر بغاوت ختم ہو جائے۔ لہٰذا مروان نے اس کی بیعت کر لی۔

فلسطین کے لوگوں نے اموی حاکم سعید بن عبدالملک کو وہاں سے نکال دیا۔ اس پر یزید نے سلیمان بن ہشام کو ایک کثیر فوج دے کر باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا اس کے بعد یمن اور مصر میں بغاوتیں ہوئیں مگر ان کا قلع قمع کر دیا گیا۔

وفات اور ولی عہدی

یزید کو تخت و تاج سنبھالے ہوئے ابھی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ ۱۲۶ھ میں چونسٹھ برس کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا مرنے سے پہلے وہ اپنے بھائی ابراہیم بن ولید بن عبدالملک کو جانشین مقرر کر گیا۔

Marfat.com

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

۱۲۶ھ/۷۴۴ء تا ۱۲۷ھ/۷۴۵ء

یزید سوم کی وفات کے بعد ابراہیم بن ولید خلیفہ ہوا پہلے ذکر آچکا ہے کہ مروان بن محمد بن مروان والی آرمینیہ ولید کے قتل کے سلسلہ میں یزید سے ناراض تھا چنانچہ یزید کے آخری عہد میں اس نے موقع دیکھ کر جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ یزید سوم نے مصلحتاً جزیرہ کو اس کی حکومت میں دے کر اس کی مخالفت کو دبا دیا تھا۔

یزید کی وفات کے بعد مروان بن محمد بن مروان نے ابراہیم کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ اور اہل جزیرہ کی جمعیت ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوا۔ قنسرین اور حمص پر قبضہ کرنے کے بعد وہ آگے بڑھا۔ عین الجار کے مقام پر ابراہیم کے لشکر سے اس کا مقابلہ ہوا مروان نے ابراہیم کو پیغام بھیجا کہ اگر وہ ولید کے دونوں لڑکوں حکم اور عثمان کو جو اس کی قید میں ہیں رہا کر دے تو وہ مقابلہ سے دست بردار ہو جائے گا۔ ابراہیم نے انکار کیا۔ فریقین میں خونریز جنگ ہوئی۔ آخر ابراہیم کو شکست ہوئی اور مروان فاتحانہ دمشق میں داخل ہوا۔ یہ واقعہ ۱۲۷ھ کا ہے۔

مروان ولید کے دونوں بیٹوں میں سے کسی کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا مگر اس کے دمشق میں داخلے سے پہلے ہی ابراہیم نے انہیں قتل کرا دیا تھا اور خود فرار ہو گیا تھا۔

دمشق میں اس خانہ جنگی سے اس قدر انتشار پیدا ہو چکا تھا کہ شہریوں نے مروان کا استقبال کر کے بخوشی اس کو تخت پر بٹھا دیا۔ ابراہیم کی مدت خلافت تین چار ماہ سے زیادہ نہ تھی چونکہ ابراہیم کی خلافت مروان کی وجہ سے قائم نہیں ہو سکی تھی اس لئے اکثر مورخین نے اس کو خلفاء میں نہیں شمار کیا

Marfat.com

مروان دوم بن محمد بن مروان

۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ

۷۴۴ء تا ۷۴۹ء

تعارف مروان بن محمد بن مروان بن حکم اس کی والدہ کردستان کی ایک کنیز تھی جو پہلے ابراہیم الاشتر کے پاس تھی اس کے قتل کے بعد محمد نے اس کو لے لیا تھا۔ اس کے شکم سے ۷۲ھ میں مروان پیدا ہوا۔

مروان ایک تجربہ کار بیدار مغز اور بہادر حکمران تھا۔ اس کی جفاکشی کی وجہ سے لوگ اسے حمار کہتے تھے۔ افراد بنی اُمیہ میں شجاعت اور فن سپہ گری میں ممتاز تھا۔ متعدد لڑائیوں میں کامیابی حاصل کی اور بلاد خزر پر اس کی کوشش سے پورا تسلط قائم ہوا۔

۱۲۷ھ میں جب ابراہیم پر غلبہ پا کر دمشق میں داخل ہوا تو وہاں اس کی خلافت کی بیعت ہوئی اس کی تخت نشینی کے وقت اموی خاندان کی ساکھ بالکل بگڑ چکی تھی اور ملک میں ہر سو بد نظمی اور ابتری کا دور دورہ تھا۔ دیلوں کے گورنروں کی تساہل پسندی۔ اور نااہلی سے حکومت کا کاروبار بگڑ چکا تھا ایسے حالات میں مروان ثانی کی فراست اور سیاست دانی بے سود ثابت ہوئی۔ اور وہ اموی خاندان کا آخری فرمانروا ثابت ہوا۔ اور اس کے زمانہ میں عنانِ خلافت بنو اُمیہ کے ہاتھوں سے نکل کر بنو عباسیہ کے قبضہ میں چلی گئی۔

شام میں بغاوت شام کے اکثر لوگ مروان کی تخت نشینی کے خلاف تھے اس لئے انہوں نے سب سے پہلے بغاوت کی۔ اہلِ حمص سب سے پہلے مقابلہ میں آئے مروان نے بہت کشت و خون کے بعد ان کو مغلوب کیا۔ اس کے بعد اہل غوطہ نے مخالفت کی۔ انہوں نے بھی بہت نقصان اٹھایا پھر فلسطین کے لوگوں نے بغاوت کی۔ ان کا بھی وہی حشر ہوا۔ آخر میں سلیمان بن ہشام بن عبدالملک ، اپنی خلافت کا دعویٰ لے کر اٹھا۔ بیشتر اہل شام اس کے ساتھ مل گئے۔

مروان قرقیسیا میں تھا۔ وہاں سے فوج لے کر مقابلہ کے لئے آیا۔ سلیمان نے شکست کھائی اور میدان میں تیس ہزار لاشیں چھوڑ کر حمص کی طرف بھاگا۔ مروان نے تعاقب کیا وہ تدمر کی طرف نکل گیا اور ہاتھ نہ آیا۔

عبداللہ بن معاویہ کا خروج ملکی انتشار سے فائدہ اٹھا کر بنو ہاشم حضرت جعفر طیار کے پوتے عبداللہ بن معاویہ کی قیادت میں اٹھ کھڑے ہوئے

Marfat.com

اس زمانہ میں عراق کے والی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے عبداللہ تھے جن کو لوگ بہت عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ عبداللہ نے مقابلہ کیا۔ عبداللہ بن معاویہ کوفہ چھوڑ کر ایران کی طرف چلے گئے وہاں انہوں نے ہمدان۔ رے اور اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ آخر ابومسلم خراسانی نے اپنے زمانہ اقتدار میں انہیں شکست دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

خارجیوں کی سرکشی

خانہ جنگیوں سے خارجیوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئے عراق میں اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں ضحاک بن قیس شیبانی کی زیر قیادت کوفہ پر قبضہ کر لیا عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز والی عراق وہاں سے بھاگ کر واسط میں پناہ گزین ہوا۔ اور ضحاک نے وہیں آکر ان کو پکڑ لیا۔ پھر ان سے بیعت لی۔ اسی دوران سلیمان بن ہشام بھی مروان کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر ضحاک سے آملا۔ اب ضحاک کی قوت بڑھ گئی تھی۔ اس نے موصل کو بھی فتح کر لیا مروان اس زمانہ میں حمص میں مقیم تھا۔ اسے ضحاک کی ان کامیابیوں کی خبر پہنچی۔ تو اس نے اپنے بیٹے عبداللہ بن مروان کو جو والی جزیرہ تھا حکم بھیجا کہ وہ جزیرہ میں ضحاک کو داخل ہونے سے روکے۔ عبداللہ بن مروان ۸ ہزار فوج لے کر نصیبین میں آیا، ضحاک کے ساتھ ایک لاکھ فوج تھی اس نے نصیبین کا محاصرہ کر لیا۔ مروان اطلاع پاکر اپنی فوج لے آگیا۔ سخت جنگ کے بعد ضحاک مارا گیا۔ خارجیوں نے سعید بن بہدل کو اپنا امیر بنا لیا۔ اس نے مروان کے لشکر پر حملہ کر دیا قلب کو توڑتا ہوا خود مروان کے خیمہ تک پہنچ گیا۔ لیکن وہاں مارا گیا اس کے بعد شیبان بن عبدالعزیز خارجیوں کا امیر بنا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ اس کی جماعت کے لوگ ساتھ چھوڑ کر الگ ہونے لگے ہیں اس لئے وہ موصل میں آگیا مروان نے بھی تعاقب کیا۔ چھ ماہ تک موصل پر جنگ ہوتی رہی۔

اسی اثناء میں مروان نے یزید بن ہبیرہ کو عراق سے خارجیوں کا اثر زائل کرنے کے لئے کوفہ بھیجا ابن ہبیرہ نے پہلے کوفہ اور پھر بصرہ سے خارجیوں کو نکالا۔ عراق سے مطمئن ہو کر ابن ہبیرہ نے عامر بن ضبارہ کو سات ہزار کی جمعیت کے ساتھ مروان کی مدد کے لئے جو شیبان کے مقابلہ میں صف آرا تھا موصل بھیجا۔ شیبان نے جب سنا تو اس خوف سے کہ کہیں عراقی اور شامی دونوں فوجوں کے درمیان نہ پڑ جائے۔ موصل چھوڑ کر فارس کی طرف چلا گیا۔ راستہ میں مقام جیرفت میں عراقی فوج سے اس کا مقابلہ ہوا۔ شکست کھا کر سیستان کی طرف بھاگا۔ اور وہیں ۱۳۰ھ میں ہلاک ہو گیا۔

اسی زمانہ میں ابوحمزہ مختار بن عوف ازدی نے حجاز کو اپنی فتنہ انگیز سرگرمیوں کا مرکز بنا رکھا تھا۔ ابوحمزہ نے ۱۲۹ھ میں اپنے سات سو رفقاء کے ساتھ عین حج کے موقع پر میدان عرفات میں خروج کیا۔ عبدالواحد بن سلیمان والی مکہ نے ابوحمزہ سے مراسلت کر کے یہ طے

Marfat.com

کردیا کہ ایام حج میں شورش برپا نہ ہوگی اور حاجیوں کو مناسک حج کی ادائیگی کا اطمینان سے موقع دیا جائے گا۔

حج سے فراغت کے بعد عبدالواحد بن سلیمان خاموشی سے مکہ سے مدینہ چلا گیا۔ ابوحمزہ نے بلا مزاحمت مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر عبدالواحد نے اہل مدینہ کو خوارج کے فتنہ سے آگاہ کیا اور انہیں ان کے مقابلہ میں نکلنے کے لئے ابھارا۔ چنانچہ اہل مدینہ عبدالعزیز بن عبداللہ کی قیادت میں خوارج کے مقابلہ کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ پر قابض ہونے کے بعد ابوحمزہ بھی مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ مقام قدید پر مقابلہ ہوا۔ اہل مدینہ نے شکست کھائی۔ ابوحمزہ نے آگے بڑھ کر مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ مدینہ پر قابض ہونے کے بعد ابوحمزہ بھی مروان کے مقابلے کے لئے شام کی طرف روانہ ہوا۔ مروان نے عبدالملک بن محمد ابن عطیہ سعدی کو چار ہزار سواروں کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ وادی قری میں خونریز معرکہ ہوا۔ ابوحمزہ مارا گیا۔ بقیۃ السیف خوارج نے بھاگ کر مدینہ میں پناہ لی۔ مگر عبدالملک نے مدینہ پہنچ کر انہیں بھی قتل کیا۔ مدینہ میں ایک ماہ قیام کر کے عبدالملک نے صنعاء کی طرف بڑھا۔ وہاں خوارجیوں کا ایک سردار عبداللہ بن یحیٰی تھا۔ جو فتنہ انگیز سرگرمیوں میں مصروف تھا۔ ابوحمزہ اسی کا داعی تھا۔ عبداللہ بن یحیٰی کو عبدالملک کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر مقابلہ کے لئے نکلا۔ ابن یحیٰی قتل ہوا اور عبدالملک نے اس کا سر مروان کے پاس بھیج دیا۔[۱]

خاتمہ شیعہ بنی عباس خراسان میں ایک مدت سے بنوامیہ کی حکومت کے خلاف پراپیگنڈہ میں مصروف تھے۔ بنوامیہ کے اندرونی انتشار خوارج کی شورشوں، گورنروں کی تساہل پسندی نے دعوت عباسیہ کو مزید تقویت دی چنانچہ بنوعباس کے سب سے بڑی حامی ابومسلم خراسانی نے وہاں اپنا پورا تسلط قائم کر لیا۔ پھر قحطبہ بن شبیب کو کوفہ کی طرف بھیجا۔ وہاں ربیع الاوّل ۱۳۲ھ میں پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اس کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ اس نے عبداللہ بن علی کی قیادت میں ایک لشکر جرار مروان کے مقابلہ کے لئے بھیجا دریائے زاب پر مقابلہ ہوا۔ مروان شکست کھا کر مصر کی طرف چلا گیا صالح بن علی نے اس کا پیچھا کیا۔ مصر کے ایک گاؤں بوصیر کے گرجا میں مروان نے قیام کیا صالح نے پہنچ کر اس کو پکڑا اور ۲۸ ذی الحج ۱۳۲ھ میں قتل کر دیا تھا۔ اس دن خلافت بنی امیہ کا خاتمہ ہوا۔

عباسیہ تحریک کن مراحل سے گذر کر کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

Marfat.com

سیرت و کردار

مروان کی سیرت میں سب سے ممتاز خصوصیت اس کا تحمل اور انتھک محنت تھی۔ اس کی جفاکشی کی وجہ سے لوگ اسے حمار کہتے تھے۔ وہ نہایت طاقتور اور توانا شخص تھا۔ افراد بنی امیہ میں شجاعت اور فن سپہ گیری میں ممتاز تھا متعدد لڑائیوں میں کامیابی حاصل کی۔ اور بلاد جزیرہ پر اسی کی کوشش سے پورا تسلط قائم ہوا۔ جسمانی قوت کے ساتھ ساتھ وہ قوت ارادی بھی رکھتا تھا۔ جو کبھی کبھی ضد کی حد تک پہنچ جاتی تھی۔ وہ سادہ زندگی بسر کرنے کا عادی تھا۔ اور سفر و حضر میں سپاہیوں کے ساتھ ایک معمولی سپاہی کی طرح چلتا پھرتا تھا۔ شاہی محل میں بھی وہ عیش و عشرت کی زندگی سے اجتناب کرتا تھا۔ جب اس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ تو وہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ مگر بس تدبیر اور تدبر سے اس نے اپنے دشمنوں کی سرکوبی کی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بڑھتی ہوئی عمر نے اس کی جسمانی اور دماغی صلاحیتوں کو زنگ آلود نہیں کیا تھا۔ اس کی تخت نشینی کے وقت اموی خاندان کی ساکھ بالکل بگڑ چکی تھی۔ ملک میں ہر سو بدنظمی اور ابتری کا دور تھا۔ مروان کے گورنروں کی تساہل پسندی اور نااہلی نے حکومت کا کاروبار بگاڑ چکا تھا۔ ایسے حالات میں مروان ثانی کی فراست اور سیاست دانی بے سود ثابت ہوئی۔ ابن الاثیر کا بیان ہے کہ چونکہ تقدیر کا فیصلہ اٹل تھا اسی لئے اس کی بہادری اور دانائی اس کے کچھ کام نہ آسکی۔

ان سب خوبیوں کے باوصف اس کے کردار کا قابل اعتراض پہلو قبائلی اور گروہی تعصب تھا۔ مروان میں قبائلی تعصب بدرجہ اتم موجود تھی۔ وہ خود مضری قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے یمنی قبیلے کے افراد پر سختیاں شروع کر دیں۔ شاعروں نے اس سلگتی ہوئی آگ پر اپنی نظموں سے تیل چھڑکا۔ کمیت نے مضری قبائل کی شان میں ایک پرجوش نظم لکھی۔ ایک یمنی شاعر دعبل نے اس کے جواب میں ایک نظم لکھ کر مضری قبائل کی تذلیل کی۔ یہ نظمیں جگہ جگہ پڑھی گئیں اور قبائل کی آتش انتقام کو ہوا دیتی رہیں۔

ابو مسلم خراسانی نے اس انتشار سے خوب فائدہ اٹھایا اس نے تحریک عباسیہ کو خوب ترقی دی مروان اندرونی خلفشار کی وجہ سے تحریک عباسیہ کے سیلاب کو روک نہ سکا۔ آخرکار عباسیوں اور امویوں کا جمادی الثانی ۱۳۲ھ مطابق ۲۵ جنوری ۷۵۰ء میں دریائے زاب پر مقابلہ ہوا اور امویوں کو شکست ہوئی۔ قوت اور اقتدار امویوں کے بجائے عباسیوں کے ہاتھ منتقل ہو گیا۔

عباسی تحریک

ہاشمی اور اموی قبیلہ قریش کی دو شاخیں تھیں۔ ہاشمیوں اور امویوں میں مکہ کی شہری مملکت کے مختلف

Marfat.com

عہدوں کی وجہ سے رقابت اور خصومت چلی آرہی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ وسلم ہاشمی تھے۔ امویوں نے فتح مکہ تک شجر اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی۔ فتح کرنے کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ اور امویوں پر ظاہر کہ اب مخالفت بے سود ہے۔ تو وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ امویوں نے فتح مکہ سے حضرت عمرؓ کی شہادت تک مختلف معرکوں میں خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ اور اپنی سیاسی بصیرت اور حسن انتظام کی وجہ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو گئے۔ شام میں حضرت امیر معاویہ کی وجہ سے اپنی طاقت بڑھانے میں کامیاب ہو گئے۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور حضرت علیؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت عثمان کے خون کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ لیکن ملکی حالات اس طرح دگرگوں تھے کہ فوری طور پر حضرت عثمان کے خون کا قصاص لینا مشکل تھا۔ ان سب باتوں کو مد نظر رکھ کر دور اندیش خلیفہ حضرت علیؓ نے یہ جواب دیا کہ۔

"میں اس بات سے غافل نہیں ہوں لیکن تم دیکھتے ہو کہ وہی لوگ ہمارے اوپر غالب ہو رہے ہیں جب تک ہم مغلوب ہیں قصاص کیوں کر لے سکتے ہیں۔ اطمینان اور سکون ہو جانے دو اس وقت تک مجھے مہلت دو۔"

لیکن امیر معاویہ نے اس معقول وجہ کے باوجود بیعت نہ کی۔ اور مخالفت پر اتر آئے۔ آخر کار یہ اسلامی مملکت دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک حصہ پر حضرت علیؓ کا اقتدار تھا اور دوسرے پر امیر معاویہ کا حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین خلیفہ ہوئے لیکن امت اسلامیہ کی خیر خواہی اور عوام کی بہبودی کو مد نظر رکھ کر خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ امیر معاویہ نے اعلان دستبرداری کے بعد ۴۱ھ میں خلافت کا اعلان کر دیا یہیں سے اموی خلافت کا آغاز ہوا۔ گویا امیر معاویہ نے حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت پہ اموی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ امویوں نے اپنے دور خلافت میں شورائی نظام کو ختم کر کے ملوکیت کی بنیاد رکھی۔ اور بیت المال کو ذاتی ملکیت بنا لیا۔ اور اسلامی اخوت اور مساوات کو قبائلی عصبیت میں تبدیل کر دیا۔ خلفاء غیر شرعی افعال کے مرتکب ہونے لگے۔ ان امور کی بناء پر چار مخالف جماعتیں بنو اُمیہ کے اقتدار کو ختم کرنے کے لئے میدان عمل میں اتر آئیں۔

بنی اُمیہ کی چار مخالف جماعتیں

۱۔ قدیم خیال:۔ یہ لوگ اموی حکمرانوں کے غیر شرعی افعال اور اعمال کو دیکھ کر ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس گروہ میں اہل مکہ، مدینہ، اور صحابہ کرام کی اولاد شامل تھی۔ واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کی وجہ سے یہ لوگ بنو اُمیہ کے جانی دشمن ہو گئے۔ عبداللہ بن زبیر کے حامی یہی لوگ تھے۔

۲۔ شیعہ جماعت:۔ شیعان علی سانحہ کربلا اور ہاشمیوں پر مظالم کی وجہ سے بنو اُمیہ کے مخالف ہو گئے تھے۔ حضرت امام حسین کے بیٹے امام زین العابدین نے واقعہ کربلا کے بعد سیاسی معاملات میں کوئی حصہ نہ لیا۔ اس پر شیعہ لوگوں نے حضرت علیؓ کے غیر فاطمی بیٹے محمد بن الحنفیہ کو اپنی امیدوں کا مرکز بنا لیا۔

Marfat.com

۳- خارجی اموی اور ہاشمی دونوں کی حکومت کے خلاف تھے۔ ہر رنگ بہترین شخص بلا امتیاز قبیلہ و نسل خلیفہ منتخب کرنے کے حامی تھے۔

موالی یا غیر عرب مسلمان

بنو امیہ کے اکثر خلفاء غیر عرب مسلمانوں پر جزیہ لگا دیتے اور ان سے وہی سلوک روا رکھتے جو ان کے غیر مسلم بھائی بندوں سے کیا جاتا تھا۔ حکمرانوں کی تمام عنایات اور نوازشات صرف عربوں کے لئے مخصوص تھیں۔ اس پالیسی کی وجہ سے موالی حکومت کے مخالف ہو گئے۔ اور اس کا تختہ الٹنے کے لئے موقع کے منتظر تھے۔

حصول حکومت کے لئے عباسیوں کی جدوجہد

عباسیوں میں خلافت کے حصول کی خواہش اس وقت پیدا ہو گئی تھی جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الموت میں تھے۔ اس وقت حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ رسول کریمؐ کے بچنے کی امید کم ہے لہٰذا تم ان کی خدمت میں جا کر خلافت کا معاملہ کو طے کر لو۔ اگر بنی ہاشم نہ رہے تو غیر بنی جو خلیفہ ہوا اس کو ہمارے متعلق وصیت فرما دیں۔ حضرت علیؓ نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو خلافت سے محروم کر دیا تو پھر وہ قیامت تک کبھی ہم کو نہیں مل سکے گی۔ حضرت رسول کریمؐ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بالترتیب خلیفے ہوئے تو ان کے ادوار میں عباسیوں کی طرف سے بھی خلافت کا حق نہیں جتایا گیا اور نہ ہی حصول حکومت کے لئے کوشش کی گئی۔ جب امیر معاویہ نے یزید کو اپنا جانشین نامزد کیا تو بنی ہاشم نے بھی یزید کی نامزدگی کی بڑھ چڑھ کر مخالفت کی۔ اور حضرت امام حسینؓ نے صداقت اور انصاف کے پرچم کی سربلندی کے لئے اپنا خون دیا۔ اور اسی خون پر عباسیہ سلطنت کے قصر رفیع کی بنیاد رکھی گئی۔ بنو ہاشم نے خون حسینؓ کو امویوں کی سلطنت کو تباہ کرنے کے لئے سیاسی حربہ استعمال کیا۔ بنو ہاشم کے دو گروہ تھے۔ علوی اور عباسی۔ علوی بھی دو گروہوں میں منقسم تھے۔ فاطمی اور غیر فاطمی واقعہ کربلا کے بعد فاطمیوں نے سیاسی معاملات میں کوئی حصہ لینا پسند نہ کیا چنانچہ حضرت امام حسینؓ کے بیٹے امام زین العابدین نے گوشہ نشین ہو کر زندگی بسر کی۔

کبھی بھی اپنی ذات کے لئے خلافت کے طالب نہیں ہوئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد باقر نے بھی کبھی حصول اقتدار کی خواہش نہیں کی۔ محمد باقر کی وفات کے بعد ان کے بیٹے امام جعفر صادق نے علم و حکمت کی خدمت کی لیکن خلافت کے طالب نہیں ہوئے البتہ زیدیوں نے امام زید کی حمایت اور نصرت کا علم کوفہ میں بلند کیا وہ مقتول اور مصلوب ہوئے پھر ان کے بعد ان کے بیٹے یحییٰ اٹھے ان کا انجام بھی یہی ہوا۔

حضرت علیؓ کے غیر فاطمی فرزند محمد بن حنفیہ نے سیاسی معاملات میں حصہ لیا۔ اس وجہ سے وہ شیعہ لوگ جو سیاسی معاملات سے دلچسپی رکھنے والے تھے انہوں نے اپنی امیدوں کا مرکز محمد بن حنفیہ کو بنا لیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ابو ہاشم امام بنے۔ ابو ہاشم سلیمان بن عبدالملک سے ملنے گئے۔ تو اس نے ان کی ظاہری

Marfat.com

حکمرانی کی۔ لیکن خفیہ طور پر زہر دلوا دیا۔ شام میں ان کا اپنا کوئی عزیز نہ تھا۔ اس لئے وہ بیماری کی حالت میں حمیمہ چلے گئے جہاں حضرت عبداللہ بن عباس کے پوتے محمد بن علی بن عباس موجود تھے۔ امام ابو ہاشم نے وہیں انتقال فرمایا۔ چونکہ ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اس وجہ سے منصب امامت محمد بن علی کو سپرد کر دی اور اپنے عراقی اور خراسانی پیروکاروں کو ہدایت کر دی کہ وہ انہیں اپنا امام سمجھیں۔ اس طرح علوی امامت کا منصب علویوں سے عباسیوں میں منتقل ہوا۔

بنو عباس کی دعوت

محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نہایت ہی زیرک اور دانشمند تھے۔ انتظامی امور کی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ انہوں نے ہاشمی بے ضابطہ انفرادی دعوت کی بجائے باضابطہ دعوت کا نظام کیا۔ اس کے قواعد و ضوابط مرتب کئے۔ اپنے شیعوں میں سے داعیوں کی ایک جماعت منتخب کی کہ جو لوگوں میں اہلِ بیت کی امامت کی تبلیغ کرتے۔ اور کسی شخص کا نام نہ لیتے کیونکہ یہ خوف تھا کہ اگر کسی امام کا نام متعین کر دیا جائے گا۔ تو جس وقت کسی حکمران کو خبر ہو گی وہ اس کو قتل کرا ڈالے گا۔ انہوں نے تبلیغ کے دو مرکز کوفہ اور خراسان قائم کئے۔ کوفہ کو اس لئے کہ وہ شیعہ کا اصلی گہوارہ تھا۔ خراسان اس لئے کہ ان کو یہ بات سمجھانی آسان تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار اور اہلِ بیت خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ علاوہ ازیں اہل ایران اور خراسان قدیم زمانہ سے صاحب حکومت تھے اور بنو امیہ نے ان کو محکوم بنا رکھا تھا۔ حکومت کے اس طرز عمل سے وہ نالاں تھے اور دل سے انقلاب کے خواہاں تھے چنانچہ محمد بن علی نے اپنے داعیوں کو خراسان روانہ کرتے وقت جو تقریر کی تھی اس میں کہا تھا کہ۔

"کوفہ اور سواد کوفہ کے باشندے حضرت علی اور ان کی اولاد کے شیعہ ہیں بصرہ اور اس کے اطراف لوگ عثمانی ہیں۔ جن کا یہ خیال ہے کہ بندہ مقتول بن قاتل نہ بنیں۔ اہل جزیرہ دین سے خارج ہیں۔ نام مسلمانوں کے۔ اخلاق عیسائیوں کے۔ شام والے جاہل اور سرکش ہیں۔ اور سوائے بنو امیہ کے کسی کو نہیں جانتے مکہ اور مدینہ والوں پر ابوبکر اور عمر کی عقیدت غالب ہے لہٰذا تم لوگ مشرق کا رخ کرو جدھر سے دنیا کا چراغ دن روشن نکلتا ہے وہاں کے لوگوں کے دل صاف ہیں۔ سینے پرجوش ہیں۔ بدن قوی اور سر بڑے ہیں اور وہ تعداد میں بھی بہت ہیں۔"

جمعیت مخفیہ

تحریک عباسیہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں موجود تھی۔ اس وقت علی بن عبداللہ زندہ تھے لیکن اصل کام کرنے والے ان کے بیٹے محمد تھے۔ کوفہ کے مرکز میں انہوں نے اپنے خاص خانہ زاد غلام میسرہ کو مقرر کیا۔ اور خراسان میں محمد بن خنیس اور ابو عکرمہ سراج دو شخصوں کو متعین کیا۔

Marfat.com

مندرجہ ذیل بارہ نقیب منتخب کئے گئے۔

۱۔ سلیمان بن کثیر خزاعی۔	۲۔ مالک بن ہیثم خزاعی۔
۳۔ طلحہ بن کثیر خزاعی۔	۴۔ عمرو بن اعین خزاعی۔
۵۔ عیسیٰ بن اعین خزاعی۔	۶۔ قحطبہ بن شبیب طائی۔
۷۔ لاہز بن قریظ تمیمی۔	۸۔ موسیٰ بن کعب۔
۹۔ قاسم بن مجاشع۔	۱۰۔ ابو داؤد خالد بن ابراہیم شیبانی۔
۱۱۔ ابو ہمزی خیل بن عثمان الحنفی۔	۱۲۔ عمران بن اسمٰعیل المعیطی۔

ان نقیبوں کے ماتحت ستر اشخاص اور مقرر کئے۔ طریق کار کے لئے خود محمد بن علی نے ایک دستورالعمل لکھ کر ہر ایک کو ایک ایک نقل دے دی۔

اس منظم دعوت کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگ خفیہ طور پر جوق در جوق محمد بن علی عباسی کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ علیؓ اور فاطمہؓ اور ان کی اولاد کے جان نثاروں نے جو خلافت کو اہل بیت کا حق سمجھتے ہوئے محمد بن علی بن عبداللہ کی تائید کی۔ عباسیہ تحریک کی ترقی کے دو فوری سبب پیدا ہو گئے جن سے اس جماعت کو اپنے مقاصد میں کامیابی کا موقعہ مل گیا۔

پہلا سبب

خاندان بنی اُمیہ میں باہمی نزاع پیدا ہو گئی۔ اس کا آغاز اس طرح پر ہوا کہ ۱۲۵ھ میں جب ولید ثانی خلیفہ ہوا۔ تو اس نے لوگوں پر ناجائز تشدد شروع کر دیا۔ تو اس کے چچازاد بھائی یزید نے اس کے اوپر مختلف قسم کے الزامات لگائے۔ چونکہ یزید زاہد و عابد تھا۔ اس لئے لوگوں کو اس کی باتوں پر یقین آگیا۔ ایک بہت بڑا گروہ اس کا حامی بن گیا اس نے اس کی مدد سے ولید کو قتل کر کے تخت خلافت پر قبضہ کر لیا۔ گورنروں نے شام کے مختلف حصوں سے فوجیں لے کر ولید کے قصاص کے لئے یزید پر چڑھائی کر دی۔ اور بڑی خونریز معرکے ہوئے یزید اسی درمیان میں فوت ہو گیا۔ اور اس کی بجائے اس کا بھائی ابراہیم خلیفہ ہو گیا۔ مروان بن محمد ابراہیم کی خلافت پر رضامند نہ ہوا۔ اس نے دمشق پر حملہ کر دیا۔ ابراہیم خوف سے بھاگ گیا۔ مروان تخت خلافت پر متمکن ہو گیا۔

ان باہمی معرکوں کی وجہ سے بنو اُمیہ کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ مخالف قوتوں کو زور پکڑنے کا موقع مل گیا عوام باہمی لڑائی جھگڑوں سے تنگ آکر حکومت کے خلاف ہو گئے۔

دوسرا سبب

بنو اُمیہ کے آخری دور میں جاہلانہ عصبیت پیدا ہو گئی تھی۔ قبائل میں خونریز تصادم شروع ہو گئے۔ والی خراسان نصر بن سیار مضری قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کے خلاف یمنی قبائل نے جدیع بن شبیب کو اپنا سردار منتخب کر لیا وہ کرمانی کے نام سے مشہور تھا کیونکہ اس کی ولادت کرمان میں ہوئی تھی۔ اس قومی عصبیت کا یہ نتیجہ نکلا کہ نصر اور کرمانی میں باہم جنگ ہوئی

Marfat.com

اور نصر نے شکست کھائی۔

ابراہیم

اسی زمانہ میں امام محمد بن علی نے حمیمہ میں وفات پائی ان کے جانشین ان کے بیٹے ابراہیم ہوئے۔ نیز داعی بکیر بن ماہان نے کوفہ میں انتقال کیا۔ اس کی جگہ پر اس کا داماد ابوسلمہ خلال حفص بن سلیمان جو بنی حارث کے موالی میں سے تھا۔ مقرر کیا گیا۔

ابومسلم خراسانی

عباسی دعوت کا مبلغ اعظم ابومسلم خراسانی تھا۔ اس کی کوششوں نے دعوت کو امر واقع کی شکل دی تھی۔ اس کے نسب اور عباسی دعوت میں شرکت کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ابوحمزہ اصفہانی لکھتا ہے کہ وہ ایک عرب خاندان میں جو اصفہان میں مدت سے مقیم تھا پیدا ہوا لیکن بہت سے مؤرخ یہ رائے رکھتے ہیں کہ وہ عجمی الاصل اور پارسی نژاد نومسلم تھا۔ بعض اسے غلام قرار دیتے ہیں۔ اور بعض آزاد ولیم میور کے قول کے مطابق وہ عربی النسل نہیں تھا۔ اس کا نام ابراہیم بن عثمان تھا۔ اس کی پیدائش اصفہان میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا۔ تو عیسیٰ بن موسیٰ نے اس کی پرورش کی یہ شخص محب اہل بیت تھا۔ چنانچہ ابومسلم اس کے خیالات سے بہت متاثر ہوا۔ جب قحطبہ کا گزر کوفے سے ہوا۔ تو اس کی نگاہ ابومسلم پر پڑی چنانچہ اس کی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر اسے دعوت عباسی کی وسیع اشاعت کے لئے منتخب کیا۔ امام ابراہیم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد ابومسلم کی نئی زندگی کا آغاز ہوا۔

بعض مورخین کی رائے ہے۔ عیسیٰ اور معقل نام دو عباسی قید ہو گئے۔ ابومسلم ان کا غلام اور جیل میں ان کی خدمت کرتا تھا۔ بعض لوگ اس کے تعاون سے ملتے آئے اور اس کی ذہانت و فطانت سے متاثر ہو کر امام محمد سے اس کا ذکر کیا امام محمد کو ایسے ذہین لوگوں کی ضرورت تھی انہوں نے اسے بلا لیا۔ ایک روایت ہے کہ بکیر بن ماہان نے اسے خرید کر امام ابراہیم کی خدمت میں پیش کیا۔ ایک اور روایت ہے ۱۲۵ھ مطابق ۷۴۲ء میں امام محمد حج کے لئے گئے تو انہوں نے مکہ میں اسے خرید لیا۔ اس وقت اس کی عمر بیس سال تھی۔

ان تمام روایات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابومسلم ایک ذہین فطین شخص تھا۔ اہل بیت سے بہت محبت رکھتا تھا۔ جب اسے ابراہیم بن محمد کی خدمت میں باریابی کا موقع ملا تو وہ امام موصوف کے مزاج میں دخیل ہو گیا۔ اور ان کا رازدان بن گیا۔ امام کے خفیہ پیغامات اور ہدایات دوسرے عباسی داعیوں تک پہنچانا اس کے ذمہ تھا۔ ابومسلم کی مخفی صلاحیتیں امام ابراہیم کے زمانہ میں پوری طرح ظاہر ہوئیں۔ امام ابراہیم نے اسے ۱۲۸ھ دعوت عباسی کا امیر بنا کر خراسان روانہ کیا۔ اور خود اپنے ہاتھ سے عباسی علم جس کا نام سحاب تھا۔ اسے عنایت کیا۔ اس نے نہایت ہی ذہانت اور فطانت سے خراسان کے قریہ قریہ میں عباسی تحریک پھیلائی۔ اس وقت خراسان میں عجمیوں کی مخالفت کے سامان خود بخود ہوں

Marfat.com

میں خانہ جنگی پھیلی ہوئی تھی۔ ابو مسلم نے قبائلی عصبیت اور خانہ جنگی سے خوب فائدہ اٹھایا۔ قبائل کی طاقت کو ختم کرنے کے لئے ربیعہ کے مشہور قائد جدیع کرمانی کو صلح کے بہانے بلایا اور راستے میں قتل کرا دیا۔ کرمانی کا لڑکا علی اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے ابو مسلم سے مل گیا۔

امام ابراہیم کا قتل

اسی دوران ابو مسلم خراسانی اور امام ابراہیم کے خطوط پکڑے گئے۔ مروان نے ابراہیم کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ اس قتل نے عباسیوں کے جذبۂ انتقام کو بھڑکا دیا۔ ابو مسلم فوراً کوفہ آیا اور اس نے ابراہیم کے جانشین ابو العباس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ امام ابراہیم کے غم میں سیاہ لباس اور سیاہ پرچم عباسیوں کا نشان قرار دیا اور ۲۵ رمضان ۱۲۹ھ کا دن مقرر کیا گیا کہ جب سب عباسی ایک جگہ جمع ہو جائیں۔

عباسیوں کی یورش

۲۵ رمضان ۱۲۹ھ وہ مقررہ تاریخ تھی جب ہراۃ، پوشنج، مرو الروذ، طالقان، مرو، نساء، ابیورد، طوس، نیشاپور، بلخ، صغانیاں، طخارستان، ختلان، کش اور نسف وغیرہ کے عباسی سیاہ علم لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آناً فاناً ایک لاکھ سے زائد انسان ابو مسلم کے علم کے نیچے جمع ہو گئے۔ والیٔ خراسان نصر کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اس نے ایک بار پھر کوشش کی کہ ربیعہ اور یمن سے مصالحت کر لے لیکن ابو مسلم نے نصر کی یہ کوشش بھی کارگر نہ ہونے دی۔

عباسیوں کا پرچم

مرو پر تسلط :- جمادی الاوّل ۱۳۰ھ میں ابو مسلم نے علی کو لکھا کہ تم نصر پر حملہ کر دو میں مدد کے لئے آتا ہوں۔ علی نے ابو مسلم کی ہدایت کے مطابق حملہ کر دیا ابو مسلم جس وقت مرو میں داخل ہوا تو اس وقت نصر اور علی کی فوجوں میں خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ فوراً دونوں کو لڑائی سے روک دیا اور خود دار الامارت پر قبضہ کر لیا۔ اس نے وہاں کے لوگوں کی بیعت لی۔ جتنے مضری ملے سب کو تہ تیغ کر دیا۔ اس کے بعد شیبان کے پاس پیغام بھیجا کہا کہ بیعت کر لو۔ اس نے انکار کر دیا اور مرو کو چھوڑ کر سرخس کی طرف بھاگ نکلا اس کے تعاقب میں ایک دستہ بھیجا جس نے اس کو مع اس کے ساتھیوں کے قتل کر دیا۔ کرمانی کے دونوں بیٹوں علی اور عثمان نیز دوسرے یمنی سرداروں کو بھی ابو مسلم نے گرفتار کرا دیا۔

ابو مسلم نے نصر کے پیچھے قحطبہ بن شبیب طائی کو ایک ایک لشکر جرار دے کر طوس اور سوذقان بھیجا اس نے سوذقان میں نصر کے بیٹے تمیم سے جنگ کر کے اس کو قتل کیا نصر نیشاپور میں تھا اپنے بیٹے کے قتل کی خبر سن نیشاپور چھوڑ کر بھاگا۔ راستہ میں بیمار پڑا اور ساوہ میں پہنچ کر انتقال کر گیا۔ قحطبہ نے ... پر قبضہ کر لیا اور

اپنے بیٹے حسن کو ہمدان کی طرف بھیجا اس نے وہاں سے نہاوند شہرزور اور موصل تک کا علاقہ فتح کر لیا قحطبہ بھی وہاں گیا۔ اس طرح پورے خراسان کے علاقے پر عباسی پرچم لہرانے لگا۔

عراق و عجم

اب قحطبہ نے حسن کو ساتھ لے کر عراق کی طرف پیش قدمی کی۔ مروان کی طرف سے یزید بن عمر بن ہبیرہ وہاں کا حاکم تھا۔ اس نے کوفہ سے ۲۲ میل کے فاصلہ پر دریائے فرات کے مغربی کنارے پر مقابلہ کیا کئی دن تک لڑائی ہوتی رہی۔ اس اثناء میں قحطبہ نے وفات پائی۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا قائد بنا۔ ابن ہبیرہ نے متعدد لڑائیوں کے بعد شکست کھائی اور واسط کی طرف بھاگ گیا۔ حسن فوج کے ساتھ محرم ۱۳۲ھ میں کوفہ میں داخل ہوا ابن ہبیرہ کی شکست پر مروان کی زبان سے نکلا کہ یہ ادبار کی حد ہے کہ زندہ کو مردہ نے شکست دے دی"

کوفہ میں داعی ابو سلمہ خلال تھے۔ حسن نے امارت ابو سلمہ کے حوالے کر دی اور خود فوج لے کر واسط کی طرف ابن ہبیرہ کے تعاقب میں روانہ ہوا

ابو العباس کی بیعت

کوفہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد عباسیوں نے ابو العباس عبداللہ بن علی کے ہاتھ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۲ھ مطابق ۲۰ جنوری ۷۵۰ء کو کوفہ کی مسجد جامع میں بیعت کر لی۔ نعرۂ تکبیر کی آواز سے کوفہ کی فضا گونج اٹھی اور

مروان کا حشر

مروان تمام حالات سے باخبر ہوا۔ ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر میدان جنگ میں آیا۔ اور دریائے زاب کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ قحطبہ نے پہلے ابو عون کو بیس ہزار فوج کے ساتھ مروان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۲ھ کو زاب کا تاریخی معرکہ ہوا۔ جنگ میں بنو امیہ کو شکست فاش ہوئی۔ اور مروان موصل کی طرف بھاگا۔ مگر وہاں اس کے لئے شہر کے دروازے بند کر دیے گئے۔ وہاں سے حران پہنچا اور حران سے حمص لیکن عباسی فوجی دستے اس کے تعاقب میں تھے۔ موصل، حران اور حمص پر عباسیوں کا تسلط ہو گیا۔

البتہ دمشق میں معاویہ بن ولید نے مقابلہ کیا۔ مگر ۵ رمضان ۱۳۲ھ میں دمشق پر عباسیوں کا سیاہ پرچم لہرانے لگا۔ عباسی دستوں نے مروان کے تعاقب

Marfat.com

میں معرکا رنج کیا۔ مروان وہاں سے ایک گاؤں بوصیر کے کلیسا میں پناہ گزیں ہوا ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲ھ مطابق ۱۵ اگست ۷۵۰ء کو عباسی دستوں نے اسے پکڑ کر قتل کیا اور اس کا سر ابو العباس کے پاس کوفہ بھیج دیا گیا۔ اس پر اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

Marfat.com

بنو امیہ کے زوال کے اسباب

خاندان بنو امیہ نے تقریباً ایک سو برس تک حکومت کی۔ اس عرصے میں اس خاندان کے کل چودہ فرمانروا گزرے ہیں جن میں سے بعض بڑے مدبر ماہر سیاست۔ ذہین و فطین۔ انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے جن کی وجہ سے اسلامی فتوحات کا سلسلہ بہت وسیع ہوا۔ اور اسلامی مملکت کی حدود مغرب میں اسپین اور فرانس تک اور مشرق میں سندھ سے گزر کر ملتان تک جا پہنچیں بعض نکمے اور نااہل حکمران گزرے ہیں۔ ان نااہل حکمرانوں کے عہد میں چند ایسی تحریکوں نے جنم لیا۔ جن کی متحدہ کوششوں نے بالآخر اموی اقتدار کو خاک میں ملا دیا۔ اس خاندان کے زوال کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نفرت انگیز آغاز

بنو امیہ کی حکومت کا آغاز ہی نفرت انگیز تھا۔ امیر معاویہؓ نے محض سیاسی طاقت کے حصول کے لیے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ اس طرح اسلام میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ مسلمانوں میں تفرقہ اور انتشار پڑ گیا۔ اسلامی حکومت دو گروہوں میں بٹ گئی۔ اس سے نہ صرف مسلمانوں کی یک جہتی اور اتحاد کو دھکا لگا۔ بلکہ اموی حکمرانوں کے خلاف عوام کے قلوب میں نفرت اور کدورت پیدا ہو گئی۔ اسی نفرت اور عداوت کی آگ نے اموی اقتدار کی عمارت کو جلا کر رکھ دیا۔

۲۔ عوام کی تائید اور رضامندی کا فقدان

امیر معاویہ نے عوام کی تائید سے اقتدار حاصل نہیں کیا تھا بلکہ وہ فوجی طاقت کے بل بوتے پر اولاً شام و مصر کے حکمران بنے۔ پھر حضرت امام حسن کی دست برداری کے بعد عراق اور حجاز نے لوگوں سے جبراً بیعت لی۔ ان کے جانشینوں نے بھی بیعت لینے کے سلسلے میں جبر و تشدد کی راہ اختیار کی۔ جو نظام حکومت جبر و تشدد کی بنیاد پر کھڑا ہو۔ وہ دیرپا نہیں ہوتا۔ جونہی فوجی طاقت کمزور ہوئی۔ اور مخالف قوتوں نے طاقت پکڑی تو اموی اقتدار کی عمارت پیوند خاک ہو گئی۔

Marfat.com

۳۔ غیر اسلامی روایات کا اختیار کرنا

اموی حکمرانوں نے بے شمار غیر اسلامی روایات اور بدعتیں رائج کیں جن کی وجہ سے مسلمان اموی اقتدار کے خلاف ہو گئے۔ مثلاً امیر معاویہ نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا، مگر غیر مسلم کو مسلمان کا وارث نہ ٹھہرایا۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت میں اس بدعت کو موقوف کیا۔ مگر ہشام بن عبدالملک نے اسے [illegible] کر دیا۔ امیر معاویہ نے معاہد کی دیت کو نصف کر دیا اور نصف کو اپنے لیے وقف کر دیا۔ مال غنیمت [illegible] سے متعلق یہ ترمیم کی کہ چاندی اور سونے کو اپنی ذات کے لیے مخصوص کر کے بقایا مال کو شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ جنگ میدان میں بسر بن ارطاۃ نے مسلمانوں عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا۔ یہ بات شرعی لحاظ سے قطعاً ممنوع اور ناجائز تھی۔ مجلس شوریٰ کی جگہ دربارداری نے لے لی۔ خلیفہ عوام کے سامنے جواب دہ نہ تھا۔ نومسلموں پر جزیہ عائد کیا گیا۔ حکومت کی آمدنی غیر شرعی کاموں پر صرف ہونے لگی۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کو ترک کر کے اکثر اموی حکمران شراب خور اور عیش پرست بن گئے۔ ان وجوہ کی بنا پر بزرگان دین کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی اور وہ ہر اس تحریک کا ساتھ دینے کو تیار ہو جاتے۔ جو اموی اقتدار کی تباہی کے لیے جنم لیتی۔

۴۔ حکمران طبقہ کی نااہلی

شخصی حکومتوں کا قیام اور استحکام حکمران طبقہ کی اہلیت اور ذاتی قابلیت کا مرہون منت ہوا کرتا ہے۔ جب تک شخصی حکومت میں اعلیٰ دماغ کے حکمران پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ وہ حکومت مضبوط بنیادوں پر قائم رہتی ہے۔ جونہی نااہل حکمرانوں کے ہاتھ میں زمام اقتدار آ جاتا ہے تو وہ حکومت صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ چنانچہ جب تک بنو امیہ کو امیر معاویہ، عبدالملک، ولید اول اور ہشام جیسے مدبر اور ذہین، ماہر سیاست اور لائق حکمرانوں کی قیادت حاصل رہی۔ اسلامی مملکت کی حدود مغرب میں اسپین اور فرانس تک اور مشرق میں وادی سندھ سے گزر کر ملتان تک پہنچیں۔ جب مسند خلافت پر نااہل حکمران برفائز ہوئے تو بنو امیہ کی حکومت زوال پذیر ہونا شروع ہو گئی۔ خلیفہ ہشام کے چار جانشینوں میں سے ولید ثانی، یزید ثالث اور ابراہیم مسند اقتدار کے لیے غیر موزوں اور نااہل تھے جن کی وجہ سے اموی اقتدار خاک میں مل گیا۔ ان کے علاوہ بنو امیہ کے اکثر و بیشتر خلفاء شراب خور، عیش و عشرت کے دلدادہ حرم کی رنگینیوں کے خوگر تھے۔ سلیمان اور یزید ثانی کی عیش پرستی، ہشام کی کنجوسی اور ولید ثانی کی شراب خوری ضرب المثل بن کر رہ گئی تھی۔ ان خلفاء نے امور سلطنت سے بے اعتنائی برتی۔ لہٰذا اموی اقتدار کا زوال لازمی تھا۔ اس کے علاوہ دولت کی فراوانی نے انہیں آرام پسند اور کاہل بنا دیا تھا۔ مخالف قوتوں کا دلیری اور [illegible]ت سے مقابلہ کرنے کی سکت نہ رکھتے تھے۔ جب قوتوں نے زور پکڑا اموی خاندان کا قصر اقتدار [illegible]ناک ہو گیا۔

Marfat.com

۵۔ عمّال کا ظلم

جب حکمران طبقہ جور و ظلم، قہر استبداد اختیار کرتا ہے تو عمّال اور حکومت کے مختلف اداروں کے ذمہ دار افراد بھی وہ ظلم و استبداد کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ جس وجہ سے عوام حکومت سے نفرت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ آخر نفرت کی آگ اقتدار کی عمارت کو خاکستر کر دیتی ہے۔ چنانچہ بنو امیہ کے حکمران طبقہ نے لوگوں کو مطیع بنانے کے لیے جور و ستم کا طریقہ اختیار کیا۔ تو عمال بھی اسلامی روح کو یکسر فراموش کر کے ظلم و ستم پر کمربستہ ہو گئے۔ زیاد اور اس کے بیٹے عبیداللہ نے مدینہ اور عراق میں جو کچھ کیا اس کو سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حجاج نے مسعودی کی روایت کے مطابق سوا لاکھ کے قریب بے گناہوں کو تہ تیغ کیا۔ مگر اس کے باوجود عبدالملک جیسا ذہین و فطین اور بیدار مغز خلیفہ بھی حجاج کے اس ظلم و استبداد سے اغماض کرتا رہا اور اسے اپنی خلافت کے استحکام کا ایک بڑا ذریعہ سمجھتا رہا۔ لیکن وقت گزرنے سے جونہی حکومت کی گرفت کمزور ہوتی۔ وہی ظلم و ستم اندھی بن کر اموی اقتدار کو اڑا کر لے گیا۔

۶۔ خلافت اسلامیہ کی ملوکیت میں تبدیلی

اموی حکمرانوں نے خلافت راشدہ کے جمہوری اور شورائی نظام کو ترک کر کے شخصی حکومت قائم کرلی۔ اسلام میں موروثی خلافت یا حکومت کا کوئی تصور نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین کے عہد میں کوئی خاندان یا شخص خلافت کو اپنا موروثی حق نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اموی حکمرانوں نے اسلامی اصول کو ترک کر کے خلافت کو موروثی بنا دیا۔ امیر معاویہؓ نے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو نامزد کیا۔ اس کی پیروی میں دیگر اموی حکمرانوں نے خلافت کو اپنے خاندان تک محدود کر دیا۔ اس وجہ سے اموی حکومت میں بہت سی نمایاں خامیاں آگئیں۔ اس تبدیلی کے خلاف مسلمانوں کے دلوں میں شدید ردعمل پیدا ہوا۔ چنانچہ مخالف قوتوں نے اس ردعمل سے فائدہ اٹھا کر اموی اقتدار کا تختہ الٹا دیا۔

۷۔ ولی عہدی کا نظام

حکومت بنو امیہ کا ولی عہدی نظام بہت ہی برا تھا۔ سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں یزید کو اپنا ولی عہد نامزد کیا۔ بعد میں اموی خلفاء ایک سے زیادہ جانشین نامزد کرنے لگے۔ اس رسم کے نتائج بعض صورتوں میں خطرناک ہوتے تھے۔ جب جانشین اول خلیفہ ہو جاتا تو اس فکر میں پڑ جاتا تھا کہ دوسرے کو معزول کر کے اس کی بجائے اپنے بیٹے یا کسی عزیز خاص کو مقرر کرے۔ اس کی وجہ سے خاندان بنو امیہ میں باہمی عداوت پیدا ہو گئی۔

سب سے پہلے مروان اول نے دو ولی عہد مقرر کیے۔ عبدالملک پھر عبدالعزیز۔ جب عبدالملک مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ تو اس نے عبدالعزیز کو ہٹا کر اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو اس کی جگہ

Marfat.com

نامزد کر دیا۔ ولید نے خلیفہ ہو جانے کے بعد سلیمان کی بجائے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کی خواہش کی لیکن ان کی موت نے مہلت نہ دی۔ اور سلیمان خلیفہ ہو گیا۔ اس نے بھی عبرت حاصل نہ کی اور اپنے بعد عمرؓ بن عبدالعزیز اور یزید بن عبدالملک دو شخصوں کو ولی عہد نامزد کر گیا۔ یزید نے بھی اس غلطی کا اعادہ کیا۔ اپنے بعد ہشام اور پھر اپنے بیٹے ولید کے لیے وصیت کر دی۔ ہشام نے ولید کی بجائے اپنے بیٹے نامزد کرنا چاہا۔ اس سے دونوں میں کشیدگی ہو گئی۔ اس طرح خاندانی عناد ترقی کرتا جاتا جس سے حکومت کی بنیادیں کمزور ہوتی چلی گئیں۔

۸۔ قبائلی تعصب کا زندہ ہونا

زمانہ جاہلیت میں عربوں میں قبائلی تعصب زوروں پر تھا۔ مگر اسلام نے اسے ختم کر کے عرب قوم کو اخوت اور مساوات کے عالمگیر اصولوں کی لڑی میں منسلک کر دیا۔ مگر اموی حکمرانوں نے اپنی ذاتی اغراض کی خاطر اس قبائلی اور نسلی تعصب کو ہوا دی۔ بنو امیہ کے ہوش مند سیاست دان اس بات کو خوب جانتے تھے کہ قبائلی عصبیت کو بنیاد بنانے اور اس کو ہوا دینے میں ہی حکومت کو مستحکم کرنے اور کامیابی کے ساتھ حکومت کرنے کا راز مضمر ہے۔ وہ عصبیت کی بنیاد پر قبائل کو لڑاتے اور حکومت کرتے۔ مضری اور یمنی قبائل میں پرانی رقابت تھی۔ بنو امیہ نے یمنی قبائل کی حمایت سے حکومت حاصل کی تھی۔ اس لیے وہ ہمیشہ یمنی کے قبائل کے لوگوں کو فوقیت دیتے اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز کرتے تھے۔ بنو امیہ کے پورے دور میں کلبی اور قیسی کے نام سے بہت سی خون ریز جنگیں ہوئیں۔ ان کے نام بدلتے رہے۔ کہیں پر مضری اور یمانی کہلائی۔ کہیں پر ربیعہ اور مضر کہلاتی۔ کہیں پر حجازی اور شامی۔ غرض قبائلی عصبیت کی بناء پر بنو امیہ کے پورے دور میں مختلف ناموں سے کئی خون ریز جنگیں ہوئیں۔ ان قبائلی جھگڑوں سے ابو مسلم خراسانی نے خوب فائدہ اٹھایا۔ خراسان میں تحریک بنو عباس کی کامیابی کا بڑا سبب یہی قبائلی عصبیت تھی۔ ان لڑائی جھگڑوں نے بنو امیہ کی طاقت کو اتنا کمزور کر دیا۔ کہ ابو مسلم خراسانی کی ایک ہی یلغار نے بنو امیہ کے اقتدار کو خاک میں ملا دیا۔

۹۔ شہادت حسینؓ حرمین کی بے حرمتی

جنگِ صفین کے اثرات ابھی زائل نہیں ہوئے تھے کہ امیر معاویہ کے نامزد جانشین یزید کے دور میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت اور حرمین کی بے حرمتی کے واقعات پیش آئے تو ان واقعات نے مسلمانوں کے دلوں میں بنو امیہ کی حکومت کے خلاف شدید نفرت پیدا کر دی۔ اور ان کے نزدیک بنو امیہ کی تباہی اور بربادی ان کے ایمان کا جزو اعظم بن گئی۔ علاوہ ازیں حضرت علیؓ پر خطبہ میں لعن و طعن کی جو رسم امیر معاویہ کے زمانے سے شروع ہوتی تھی۔ اس نے عوام کے جذبات نفرت کو بھڑکائے رکھا۔ انہوں نے امویوں کے اقتدار کو ختم کرنے کی ٹھان لی۔ مختار کی یورشوں

Marfat.com

ابومسلم خراسانی کی تحریک میں یہی جذبہ انتقام کارفرما ہے۔ ان حالات میں بنوامیہ کی حکومت کا دارومدار صرف جبر واستبداد پر رہ گیا۔ اگر لوگوں کے سروں پر حجاج، ابن ہبیرہ، اور یوسف جیسے عمال کی تلوار مسلط نہ ہوتی تو حکومت بنوامیہ کبھی سے ختم ہو چکی ہوتی۔ جب حکومت بنوامیہ اندرونی جھگڑوں اور انتشار کی وجہ سے کمزور ہو گئی تو تحریک عباسیہ نے خاندان بنوامیہ کے قصر اقتدار کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

۱۰۔ امراء اور اراکین سے بدسلوکی

اموی حکمرانوں نے ان امراء اور اراکین سلطنت کو ذلیل و خوار کیا جن کی قوت کے بل بوتے پر اموی حکومت کی عمارت تعمیر ہوئی تھی۔ موسیٰ بن نصیر اور محمد بن قاسم جیسے اولوالعزم اور عظیم سپہ سالار سلیمان کے عتاب کے شکار ہوئے۔ یزید بن عبدالملک نے مہلب کے خاندان کو بڑی بیدردی سے قتل کیا۔ اس بدسلوکی نے امراء میں بددلی پھیلا دی۔ اور ان میں حکومت سے وفاداری کا جذبہ سرد پڑ گیا۔

۱۲۔ خوارج

یہ لوگ خلافت کو ایک جمہوری اور انتخابی ادارہ سمجھتے تھے اور خلیفہ کی اطاعت اس وقت تک ضروری سمجھتے تھے۔ جب تک وہ عدل و انصاف کی راہ پر گامزن ہے۔ جب وہ اس راستہ سے ہٹ جائے تو اس کی اطاعت کفر ہو جاتی اور اس کو قتل کرنا جائز تھا۔ عہدہ خلافت کے لیے ہر متقی اور پرہیزگار شخص منتخب ہو سکتا تھا۔ یہ لوگ اپنے نظریات میں بہت ہی متشدد تھے۔ اور یہ لوگ دلیری اور شجاعت میں بے مثال تھے۔ بڑے بڑے لشکروں کو چند خارجیوں نے شکست دے دی۔ یہ لوگ بنوامیہ کے خلاف برسرپیکار رہے اور ان لوگوں نے جابجا بغاوتیں کیں۔ ان کی بغاوتوں اور خونی معرکوں نے بنوامیہ کی خلافت کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔

۱۳۔ بیت المال کی بدنظمی

خلفاء راشدین کے زمانے میں بیت المال پوری قوم کی ایک امانت سمجھی جاتی تھی۔ خلفاء اس میں سے اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات اور احتیاجات کے لیے صرف اتنا لیتے جس سے معمولی طریقہ پر گذر ہو سکے لیکن اس کے برعکس خلفاء بنوامیہ نے بیت المال کو شخصی ملکیت سمجھ لیا۔ اسے جس طرح چاہتے خرچ کرتے۔ بادشاہان عجم کی سی شان و شوکت کے ساتھ زندگی بسر کرتے اور جو لوگ بنوامیہ کا پراپیگنڈا کرتے تھے۔ یا جن سے حکومت کو کسی قسم کی قوت بہم پہنچنے کا احتمال تھا۔ ان پر قوم کی امانت سے بے دریغ خرچ ہوتا تھا۔ اور ان کے خلاف جو لوگ حریت فکر و رائے کے ساتھ رہنا چاہتے تھے باوجود مستحق ہونے کے ان کے مقررہ وظائف بند کر دیئے جاتے تھے۔ چنانچہ یزید نے اہل حرمین کے وظائف بند کر دیئے تھے۔ انصار کی مقررہ تنخواہیں محض اس وجہ سے کئی بار روک دی گئی تھیں کہ وہ

Marfat.com

اہل بیعت کی حمایت کرتے ہیں۔ اس عمل نے لوگوں کو بنو امیہ کی حکومت کے خلاف کر دیا۔ اور عوام کی ہمدردیاں ان لوگوں کے ساتھ ہوگئیں۔ جو حکومت کے خلاف تھے۔ جب عوام کی مخالفت اور نفرت اور عداوت ایک مرکز پر مرتکز ہوگئی۔ تو بنو اُمیہ کی حکومت اس کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اور بربادی کے گڑھے میں جا گری۔

۱۴۔ موالی وہ غیر عرب جنہوں نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا تھا۔ موالی کہلاتے تھے۔ اسلام میں اگرچہ عرب اور غیر عرب میں کوئی امتیاز نہیں لیکن چونکہ بنو امیہ کی حکومت ابتداء سے ہی ایک عرب حکومت کے رنگ میں برسر اقتدار آئی تھی۔ اس وجہ سے انہوں نے عرب اور غیر عرب میں امتیاز کر کے قومی عصبیت کو نشو ونما دی۔ بنو اُمیہ ان کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ ان پر بعض اوقات ناروا مظالم کیے جاتے۔ حجاج کے متعلق مشہور روایت ہے کہ اس نے موالی (نومسلم عجمیوں) کی ایک کثیر جماعت جلاوطن کر کے گردونواح کے دیہاتوں میں محض اس وجہ سے منتشر کر دیا تھا کہ یہ لوگ عربوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کے باعث فصیح و بلیغ عربی بولنے پر قادر نہ ہو سکیں۔ ان سے خراج اور جزیہ بھی وصول کیا جاتا تاکہ حکومت کے خزانے میں کمی واقع نہ ہو۔ ان کی جاگیریں اور جائیدیں عربوں کو دے دی گئی تھیں۔ تاکہ بغاوت کا خیال دل میں نہ لا سکیں۔ اہم سرکاری عہدوں سے ان کو الگ رکھا تاکہ وہ فاتح کے برابر نہ ہو جائیں۔ غرض کہ اقتصادی، ثقافتی اور سماجی زندگی کا کوئی شعبہ ان کے لیے باقی نہ رکھا جس سے وہ اپنی تہذیبی انفرادیت کو فنا ہونے سے بچا سکتے۔ موالیوں کو غلامی سے نجات ملی تو ان پر اس سے بدتر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔

وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے۔ ان علاقوں میں نہیں رہ سکتے تھے جن میں عرب شرفاء کی سکونت ہو۔ انہیں ایک خاص قسم کی ٹوپی پہننی پڑتی تھی۔ تاکہ آسانی سے پہچانے جا سکیں۔ عربوں کا لباس استعمال نہ کر سکتے تھے اور نہ اونچے مکان بنا سکتے تھے اور نہ جانے کتنی پابندیاں تھیں۔ جو ان پر عائد کی گئی تھیں۔ غرض بنو امیہ کی عربی حکومت نے مفتوحہ اقوام کے ساتھ جو مظالم اور ناانصافیاں کی تھیں۔ وہ ان کی تباہی کا سبب بنیں۔

۱۵۔ بزرگانِ دین کی مخالفت بزرگانِ دین بنو امیہ کے حکمرانوں کے کردار اور طرز حکومت کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ ان لوگوں کا عوام پر اثر تھا۔ ان کی یہی خواہش تھی کہ خلافت راشدہ کا نظام دوبارہ قائم ہو۔ چنانچہ انہوں نے ہر اس تحریک کا ساتھ دیا۔ جس کا مقصد اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ اس طرح بزرگانِ دین کی مخالفت بنو امیہ کی حکومت کی تباہی کا باعث بنی۔

Marfat.com

۱۶۔ ملک کی اقتصادیات پر چند افراد کا قبضہ

بنو امیہ کے عہد حکومت میں ملک کی اقتصادیات پر اس خاندان کا قبضہ تھا۔ اموی شہزادے، امراء، اراکین سلطنت حد سے زیادہ امیر ہو گئے۔ اور اسی رفتار سے عوام کی حالت ابتر ہوتی چلی گئی۔ اموی عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے اور عوام کی نفرت بڑھتی چلی گئی۔ آخر کار یہی نفرت بنو امیہ کی حکومت کی تباہی کا باعث بنی۔

۱۷۔ سلطنت کا وسعت اور نا اہل حکمران

اموی عہد حکومت میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ مغرب میں سپین اور فرانس تک اور مشرق میں وادی سندھ سے گزر کر ... تک جا پہنچا۔ اتنی وسیع سلطنت کے نظم و نسق کو چلانے کے لیے اعلیٰ انتظامی صلاحیتیں رکھنے والے اور سیاست، مدبر حکمرانوں کی ضرورت تھی۔ لیکن دولت کی فراوانی، عیش و عشرت نے حکمرانوں میں انتظامی صلاحیتیں مسخ کر دی تھیں۔ خاندان بنو امیہ کے آخری خلفاء تو بڑے نا اہل اور غیر ذمہ دار ثابت ہوئے اور وہ اتنی بڑی سلطنت کو سنبھال نہ سکے۔ بنو امیہ کے نا اہل حکمران مخالف ذہین اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے مالک افراد کا مقابلہ نہ کر سکے۔

۱۸۔ عباسی تحریک

بنو امیہ کے دور حکومت میں عباسی تحریک نے جنم لیا۔ عباسی تحریک کا آغاز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں ہوا۔ اور ہشام کے عہد میں یہ تحریک اپنے شباب پر تھی۔ بنو امیہ آپس میں لڑ جھگڑ رہے تھے۔ ابو مسلم خراسانی نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا ایک لاکھ فوج جمع کر کے پہلے خراسان پر باقاعدہ قبضہ کیا۔ اس کے مختلف علاقوں کا انتظام اپنے معتمد لوگوں کے سپرد کر دیا۔ پھر قحطبہ نامی ایک جرنیل کی قیادت میں ایک جرار لشکر عراق عجم کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اموی حکومت کا اقتدار ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے رے، اصفہان اور نہاوند وغیرہ مقامات پر معمولی لڑائیوں کے بعد قحطبہ کی فوج کا قبضہ ہو گیا۔ ربیع الثانی ۱۳۲ھ (نومبر ۷۴۹ء) میں دریائے زاب کے کنارے عباسیوں اور مروان کا مقابلہ ہوا۔ مروان شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ اسی کے ساتھ ہی اموی حکومت کا چراغ گل ہو گیا اور عباسی اقتدار کے افق پر مہتاب بن کر چمکنے لگے۔

بنو امیہ کے عہد حکومت پر تبصرہ

بنو امیہ کے دور حکومت کی ابتداء ۲۵ ربیع الاول ۴۱ھ کو ہوئی۔ اس دن امیر معاویہ کے

Marfat.com

ہاتھ پر بیعت عام ہوئی تھی۔ اور اس کا خاتمہ مروان ثانی کے قتل پر ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲ھ کو ہوا۔ اس خاندان نے ۹۱ سال ۹ مہینے حکومت کی۔ ایک امریکی مورخ لکھتا ہے "بانی اسلام کے وصال سے سو برس بعد آپ کے پیرو اس سلطنت کے مالک بن گئے جو رومی سلطنت کے عہد شباب سے بھی زیادہ وسیع تھی۔ یہ سلطنت خلیج بسکے سے لے کر دریائے سندھ تک اور خلیج و چین و بحیرہ خوارزم شاہ و بحیرہ ارال سے دریائے نیل کے بالائی آبشاروں تک پھیلی ہوئی تھی۔ پیغمبر عرب کا نام خدائے قادر کے نام کے ساتھ ساتھ جنوبی و مغربی یورپ، شمالی افریقہ اور وسطی و مغربی ایشیا کے ہزاروں میناروں پر دن میں پانچ وقت پکارا جاتا تھا۔"

اسلامی مملکت کی اس وسعت اور عظمت میں بنوامیہ کی کوششوں کا بہت بڑا حصہ ہے اس وجہ سے بنوامیہ کے اس کارنامہ کا ہر مورخ معترف ہے۔

مرکزی نظام حکومت

خلیفہ دور بنی امیہ میں اسلام کا جمہوری اور شورائی نظام ختم ہو چکا تھا اور ملوکیت اور شخصی حکومت کی بنیاد رکھی جا چکی تھی۔ خلافت خاندانی اور موروثی بن چکی تھی۔ ملک کا سب سے بڑا حاکم خلیفہ تھا۔ جو خلفائے راشدین کی طرح امیر المومنین اور خلیفہ کہلاتا تھا۔ خلیفہ خود اپنا جانشین مقرر کرتا تھا۔ دارالخلافہ کے امراء، اکابر، عمائد اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے اور صوبوں کے عمال اپنے اپنے صوبوں میں اس کی بیعت لیتے تھے۔

مشاورت کا نظام ختم کر دیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں سلطنت کے انتظامی امور اور نظم ونسق مشاورت سے چلائے جاتے تھے۔ مجلس مشاورت کے عناصر ترکیبی میں جلیل القدر صحابہ، اعیان مدینہ اور سرداران قبائل داخل تھے۔ مسجد نبوی میں اس مجلس کا اجلاس ہوتا۔ رسول کریم صلعم اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین اس مجلس کے مشورہ کے بغیر کسی امر کا کوئی فیصلہ نہ کرتے تھے۔ خلافت راشدہ کے بعد عنان حکومت امیر معاویہ کے ہاتھ آئی۔ انہوں شورائی نظام بدل کر شخصی نظام حکومت کی بنیاد رکھی۔ وہ کسی سے مشورہ نہ لیتے اور نہ وہ کسی کے سامنے جواب دہ ہوتے تھے۔ نہ کوئی ان پر اعتراض کر سکتا تھا عبدالملک اموی خلیفہ نے برسر منبر کہا تھا "کہ آج اس مقام پر جو شخص مجھ سے یہ کہے گا کہ "اللہ کا خوف کرو" میں اسے قتل کر دوں گا۔"

خلفائے راشدین عام لوگوں کی طرح بازاروں میں گھومتے پھرتے عوام کی مشکلات کا جائزہ لیتے اور سب کے ساتھ مسجدوں میں جا کر نماز پڑھتے اور بیٹھتے تھے نہ ان کے مکانوں کے سامنے

Marfat.com

دربان بٹھایا اور نہ ان کا کوئی محافظ ہوتا۔ جب دور بنو امیہ میں خلفاء میں عوامی رنگ ختم ہو گیا۔ ولید بن عبدالملک جس وقت مسجد نبوی دیکھنے کے لیے گیا۔ تو وہاں سے سب لوگ نکال دیئے گئے۔ خلفائے بنو امیہ کے لیے جامع مسجد میں مقصورے بنا دیئے گئے اور جب وہ نماز پڑھتے تھے۔ تو دائیں بائیں مسلح سپاہی کھڑے رہتے۔ محلات پر دربان بٹھا دیئے گئے عمائے خلافت اور خاتم خلافت امتیازی نشان مقرر کیے گئے۔ خلفائے بنو امیہ کی حیثیت ایک مطلق العنان بادشاہ کی سی تھی۔ تمام عمال حکومت، قاضی، گورنر، جرنیل خلیفہ خود مقرر کرتا۔ اور وہ خلیفہ کے سامنے ہی جواب دہ ہوتے تھے لیکن خلیفہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا تھا۔

خلفائے بنو امیہ نے سادگی اور پاکیزگی کو ترک کر دیا۔ معاویہ نے دمشق میں اپنے لیے محل تعمیر کرایا۔ دربان مقرر کیے۔ امراء خلیفہ کی مجالس میں شرکت کے مجاز تھے۔ اسی محل میں خلیفہ اپنا دربار آراستہ کرتے خلفاء قیمتی شاہانہ لباس زیب تن کرتے نفیس ترین سواریوں کے جلو میں باہر نکلتے اس وقت مسلح محافظ ان کے گردوپیش پہرہ دیتے۔

وزارت بنی اُمیّہ کی خلافت جب موروثی اور خاندانی شکل اختیار کر گئی۔ اس وقت انہیں بھی اپنی سیاسی پالیسی بنانے اور نافذ کرنے کے لیے وزراء کی ضرورت پڑی۔ اس مقصد کے لیے چند ارباب فہم کا تقرر کیا گیا اعزاز اور قوت میں ان کی حیثیت وزیروں سے کم نہ تھی۔ اگرچہ اس لقب سے انہیں خطاب نہیں کیا جاتا تھا۔ زیاد بن ابیہ کا ایک نام ضرور ایسا ہے۔ جسے امیر معاویہ کے وزیر کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

کاتب وسعت سلطنت کی وجہ سے جب وزارت کی ذمہ داریاں اس قدر بڑھ گئیں کہ انہیں انجام دینا تنہا وزیر کے امکان سے باہر تھا۔ اس لیے مختلف محکموں کی نگرانی کے لیے چند دوسرے عہدے قائم کیے گئے تھے ان میں کاتب (وزارتی سیکرٹری) کا عہدہ سب سے بڑا تھا۔

بنو اُمیّہ کے عہد حکومت میں مختلف صیغوں کے لیے پانچ کاتب مقرر ہوتے اور رسل و رسائل خراج کے امور، فوجی معاملات، پولیس کے لیے ہدایات اور قاضی کے لیے ایک مستقل کاتب مقرر کیا گیا۔ مرتبہ کے لحاظ سے رسل و رسائل کے کاتب کی حیثیت سب سے بلند تھی۔ خلفاء اسی عہدہ پر اپنے کسی قریبی عزیز یا کسی معتمد خاص کو مامور کرتے تھے۔

حجابت حاجب اعلیٰ عہدہ دار ہوتا تھا۔ اس کا شمار امراء سلطنت میں تھا۔ اس کا منصبی فرض یہ تھا کہ وہ خلیفہ کے پاس حاضر ہو کر ملاقات کرنے والے کے نام، مرتبہ، پورے حالات دوران کی ضرورت سے خلیفہ کو اطلاع دے اور خلیفہ کی اجازت سے ان

Marfat.com

ی خدمت میں حاضر کر دے۔

مختلف محکمے

۱۔ دیوانِ جند اس کی حیثیت ایک ملٹری بورڈ کی سی تھی۔ جس کے ذمّہ فوج کا انتظام و انصرام تھا۔ اس محکمہ کا آغاز حضرت عمرؓ کے عہد میں ہوا تھا۔ فوجیوں اور دیگر مستحق افراد میں وظائف تقسیم کیے جاتے تھے۔ بنو امیّہ نے اس میں تبدیلی کر دی۔ غیر عرب سپاہیوں کے نام رجسٹر سے حذف کر دیئے گئے۔ مخالفین کے وظائف بند کر دیتے گئے اور ان لوگوں کو وظائف دیئے جانے لگے۔ جو بنو امیہ کی حکومت کے حامی تھے۔ پہلے یہ وظائف فوجی خدمات کے صلہ میں دیئے جاتے تھے لیکن جب لوگ انہیں پنشن تصور کرنے لگے تو ہشام نے اس غلط مفروضے کا خاتمہ کر دیا اور وہ تمام لوگ جو فوجی خدمات انجام نہیں دے رہے تھے۔ ان کے نام رجسٹر سے کاٹ دیئے۔

۲۔ دیوان الخراج یہ محکمہ محاصل کا حساب کتاب رکھتا تھا۔ آمدنی اور خرچ کا پورا پورا حساب اس دفتر سے تعلق رکھتا تھا۔ اس محکمے کو ہم موجودہ دور کی زبان میں دفتر مال کہہ سکتے ہیں۔ اکثر اوقات مالیات کا سر رشتہ ایک علیٰحدہ شخص، صاحب الخراج کے تفویض کیا جاتا تھا۔ یہ طرز عمل بظاہر امیر معاویہؓ ہی کی عہد حکومت سے شروع ہوا۔ آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ محکوم اقوام کا خراج تھا جس سے تمام ملکی اخراجات پورے کیے جاتے تھے۔ ارباب حکومت کی تنخواہیں، سپاہیوں کی ضروریات وغیرہ اسی مد سے ادا کیے جاتے تھے۔ امیر معاویہ نے مسلمانوں کی زکوٰۃ کی رقم کو بھی اسی مد میں شامل کر لیا تھا۔

۳۔ دیوان الرسائل یہ وہی محکمہ ہے جس کو ہم آج کل سیکرٹریٹ کہتے ہیں۔ یہ دفتر صوبائی حکومتوں سے خط و کتابت کا ذمّہ دار تھا۔ اور شاہی فرمان اسی دفتر کے ذریعے ملک کے مختلف حصوں میں پہنچتے تھے۔

۴۔ دیوان البرید امیر معاویہ نے سب سے پہلے برید کا صیغہ قائم کیا اس مقصد کے لیے مختلف مقامات پر تیز گھوڑے بارہ بارہ میل پر مقرر تھے جن کے ذریعہ خبر رسانی میں آسانیاں ہو گئیں۔ آغاز میں اس محکمہ کا کام صرف سرکاری ڈاک وغیرہ لے کر ملک کے ایک حصّہ سے دوسرے حصّہ تک پہنچانا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ یہ محکمہ عوامی حیثیت اختیار کر گیا۔ عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس میں مزید ترقی دی۔ اس محکمہ کے ذریعہ سراغ رسانی کا کام بھی لیا جاتا تھا ملک کے گوشے گوشے میں ہونے والے واقعات اور اہم خبریں اس محکمہ کے ذریعہ خلیفہ تک پہنچائی

Marfat.com

۵۔ دیوان الخاتم اس محکمہ کی ابتدا امیر معاویہ کے عہد میں ہوئی۔ اس دفتر میں حکومت کے سارے فرمان جمع کیے جاتے تھے تاکہ پتہ چل سکے کہ کون سا فرمان کب، کن حالات اور کس سلسلے میں جاری کیا گیا تھا۔ امیر معاویہ سے پہلے سرکاری کاغذات اور فرمان وغیرہ کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تھا۔ اور ریکارڈ نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی بدعنوانیاں اور خرابیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔ ایک بار امیر معاویہ نے عمرو بن زبیر کو زیاد بن ابی سفیان کے نام ایک فرمان میں عراق کے علاوہ سے ایک لاکھ درہم وصول کرنے کا اختیار کر دیا۔ عمرو بن زبیر نے اس رقم کو ایک لاکھ کی بجائے دو لاکھ میں تبدیل کر کے خزانہ سے فاضل رقم حاصل کر لی۔ بعد میں جب پڑتال کے دوران اس بدعنوانی کا علم ہوا تو امیر معاویہ نے اس قسم کی بدعنوانیوں اور جعل سازیوں کو ختم کرنے کے لیے دیوان الخاتم قائم کیا۔ جو شاہی فرمان جاری ہوتا اس کی دستخط شدہ نقل اس محکمہ کے پاس بطور ریکارڈ رہتی۔ اس دفتر کو ہم دفتر محافظ خانہ کہہ سکتے ہیں۔

۶۔ دیوان المستغلات یہ محکمہ اس آمدنی اور خرچ کا حساب رکھتا تھا جو خلافت کی مقررہ آمدنی کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے وصول کی جاتی تھی یا کسی اور مد میں خرچ ہوتی تھی مثلاً خیرات اور انعام وغیرہ۔

۷۔ دیوان الاحداث پولیس افسر کو صاحب شرط کہتے تھے۔ ہشام بن عبدالملک نے اس محکمہ کو بہت توسیع دی۔ ایک نیا محکمہ نظام احداث قائم کر کے اس محکمہ کو سپرد کر دیا۔

۸۔ دیوان طراز یہ دفتر شاہی پارچہ بافی کے کارخانوں کا انتظام کرتا تھا۔ جب مسلمانوں نے روم و فارس کی حکومتوں کو زیر تسلط کیا۔ اور اس وقت مسلمانوں نے کسریٰ اور قیصر کی تقلید کی اور شاہی لباس روم سے بن کر آنے لگا۔ عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک شاہی لباس روم سے آتا تھا۔ عبدالملک کے عہد خلافت میں یہ لباس مصر سے آنے لگا۔ بعد ازاں خلفاء نے اپنے اور حکومت میں پارچہ بافی کے کارخانے قائم کیے۔ جو ایک افسر کے ماتحت تھے۔ یہ افسر تانے بانے اور نقش و نگار کی دیکھ بھال کرتا۔

نظام مالیات خلفائے راشدین کے عہد میں بیت المال قومی امانت سمجھا جاتا تھا۔ خلیفہ وقت اس میں سے معمولی سی رقم بھی ناجائز طریقہ پر اپنی ذات یا اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنا گناہ عظیم سمجھتا تھا۔ اس قومی امانت کا روپیہ صرف عوام کی بہبود ہی کے لیے صرف ہوتا تھا۔ مگر امیر معاویہ اور اس کے جانشینوں نے دو سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز

اسے ذاتی ملکیت سمجھا۔ اور انہوں نے بڑی بڑی رقوم اپنے دوستوں اور عزیزوں کو دیں۔

ذرائع آمدنی | بیت المال کے اہم ذرائع آمدنی خراج، جزیہ، زکوۃ، فی، مال غنیمت، اور عشر تھے۔ ذیل میں ان پر ایک اجمالی نظر ڈالی جاتی ہے۔

خراج | خراج نقد یا پیداوار کا ایک معین مقدار کا نام ہے جو غیر مسلموں کی ان زمینوں سے لیا جاتا تھا۔ جن پر مسلمانوں نے مقابلوں کے بعد صرف صلح کے بعد تسلط قائم کیا تھا۔ بنو امیہ کے دور میں ان لوگوں سے بھی خراج لیا جانے لگا جو دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اس سے عجمی نومسلموں کے درمیان ایک عام اضطراب پیدا ہو گیا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس بے چینی کو دیکھا تو آپ نے حجاج کے اس دستور کو منسوخ کر دیا اور لکھا کہ ان سے عشر لیا جائے

جزیہ | جزیہ کی رقم ایک معین مقدار کا نام ہے۔ جو ذمیوں سے لی جاتی تھی اور مسلمان ہونے کے بعد ساقط ہو جاتی تھی۔ جزیہ ذمیوں پر زکوۃ کی جگہ ہے۔ مسلمان اور ذمی دونوں ایک ریاست کے شہری خیال کیے جاتے ہیں۔ ان کے حقوق میں کسی قسم کا امتیاز نہ تھا۔ مسلم ریاست ان کے جان و مال کا ذمہ لیتی تھی۔ اور ضروری تھا کہ جزیہ کی رقم ذمیوں کے فلاح و بہبود، تعلیم ترقی اور ان کی دوسری ضروریات پر صرف کی جاتے۔ شریعت نے جزیہ انہی ذمیوں پر واجب قرار دیا تھا جو اگر مسلمان ہوتے تو ان پر "جہاد" فرض ہوتا۔

جزیہ کی مقدار حسب ذیل تھی

۱۔ دولت مندوں سے ۴۸ درہم سالانہ (بارہ روپے)
۲۔ متوسط طبقہ سے ۲۴ درہم سالانہ (چھ روپے)
۳۔ ادنیٰ طبقہ سے ۱۲ درہم سالانہ (تین روپے)

غریبوں، بے بسوں، اندھوں، اپاہجوں، مجنونوں اور دوسرے معذور افراد سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ ہب اگر متمول نہ ہوتے تو انہیں جزیہ ادا نہ کرنا پڑتا تھا۔ یہ صرف عاقل بالغ اور آزاد مردوں پر واجب تھا۔ عورتوں اور بچوں سے نہ لیا جاتا تھا۔ ؎1

بنو امیہ کے دور میں جزیہ کی مقدار بڑھا دی گئی۔ امیر معاویہ نے اپنے گورنر مصر کو لکھا کہ "ہر قبطی مرد پر ایک قیراط بڑھا دو"۔ عبدالملک نے جزیہ کی مقدار میں تین دینار کا اضافہ کر دیا تھا

زکوۃ | انواع زکوۃ پانچ ہیں

۱۔ سونا چاندی۔ سونا بیس مثقال اور چاندی دو سو درہم، ان پر ایک سال گزر جانے

Marfat.com

۲/۱ دینا پڑتا ہے۔

۲۔ مولیشی:- ان میں اونٹ اگائے، بیل، اور بھیڑ بکری داخل ہیں۔ یہ ضروری تھا کہ وہ بار برداری گھی، دودھ، اور افزائش نسل کے لیے پالے گئے ہوں۔ اور سال کی اکثر مدت میں چرتے رہے ہوں۔ گھوڑے، گدھے، اور خچر اگر تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

۳۔ سامان تجارت تجارت کا سامان اگر سونے، چاندی کے نصاب تک پہنچ جاتا اور اس پر ایک سال بھی پورا گزر جاتا تو ۱/۴۰ دینا پڑتا۔

۴۔ سونے چاندی کی کان اور خزانہ قانون شریعت میں ان دونوں کی ایک حیثیت تھی۔ اگر دارالحرب میں ہوتا تو ۱/۵ حصہ ریاست کا تھا۔ ارض صلح میں ۱/۴ حصہ ریاست کا تھا۔ اور باقی پانے والا کا حق تھا۔

۵۔ غلہ اور پھل اگر زمینیں بارش اور قدرتی نالیوں کے ذریعے سیراب ہوتیں تو ان کی پیداوار کا ۱/۱۰ حصہ لیا جاتا۔ ۱/۲۰ اس وقت لیا جاتا جب انہیں سینچنا پڑتا ہو۔ اور نشوونما میں محنت اٹھانی پڑی ہو۔

فے محارب قوموں کا جو مال بغیر کسی قسم کی جنگ کے ہاتھ آتے وہ فے کہلاتا ہے۔ فے کا ۱/۵ حصہ پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا۔ ایک حصہ رسول کریم صلعم کی زندگی تک آپ کا ہوتا تھا۔ اور باقی چار حصے آپ کے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور بے زاد راہ مسافروں کو دیئے جاتے تھے۔ ۴/۵ حصہ حضرت عمر کے ابتدائی دور تک فوج میں سامان حرب خریدنے کے لیے تقسیم کر دیا جاتا جب حضرت عمر نے سامان حرب فراہم کرنے کا باقاعدہ انتظام حکومت کی طرف سے کر دیا تو یہ مال بیت المال میں داخل کر دیا جاتا۔ بنوامیہ کے دور میں بھی یہی دستور رہا۔

غنیمت مال غنیمت اس مال و دولت کو کہا جاتا ہے جو مسلمانوں نے غیر مسلموں سے مقابلہ کے بعد حاصل کیا ہو۔

عُشر سامان کا ۱/۱۰ حصہ ان غیر مسلم تاجروں سے لیا جاتا تھا جو دارالحرب سے دارالاسلام میں تجارت کرنے آتے۔ اسے عُشر کہا جاتا۔ یہ سال میں ایک دفعہ ادا کرنا پڑتا تھا۔

مزید ٹیکس حجاج بن یوسف کے بھائی نے یمن کی زمینوں پر عشر کے علاوہ ایک اور ٹیکس لگا دیا تھا۔ عبدالملک بن مروان نے تمام خراسان کی مردم شماری کرائی تھی اور ہر فرد پر ایک ٹیکس لگا دیا۔ اسی طرح عراق کے ہاشمیوں نے ٹیکس عائد کر دیئے

Marfat.com

گئے۔ عبدالملک نے اپنے غیر معمولی سیاسی تدبر سے ٹیکس کا نظام نہایت بلند معیار پر پہنچا دیا تھا اور ٹیکس کے افسران کو ایک پائی غبن کرنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ وہ نہایت سختی سے محاسبہ کرتا تھا۔ رشوت خور اور بددیانت افسروں کو معزول کر کے انہیں لرزہ خیز سزائیں دیتا تھا۔

خلیفہ کی ذاتی جاگیریں | ان کی آمدنی بھی براہ راست بیت المال میں جمع کی جاتی تھی۔

بنو امیہ کے زمانہ میں قضاۃ کا عہدہ خلفائے راشدین کے عہد میں جیسا تھا

نظامِ عدالت | ویسا ہی قائم رہا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں تمام قاضیوں کا تقرر خود خلیفہ کرتا تھا۔ لیکن حدود سلطنت میں اضافہ ہوا تو صوبوں کے قاضیوں کا تقرر مقامی گورنروں کے سپرد کر دیا گیا۔ اس محکمہ میں صرف مسلمانوں کے مقدمے فیصل کیے جاتے تھے دیگر مذاہب والوں کو پوری آزادی تھی کہ اپنے پیشوایان مذہب کے پاس رجوع کریں۔ قاضی عدالتی مقدمات کے فیصلے کرنے کے علاوہ اوقاف پر نگرانی رکھنے اور یتیموں اور اپاہجوں کی جائیدادوں کا انتظام کرتے۔

تمام مقدمات کا فیصلہ قرآن اور سنت کے مطابق کیا جاتا۔ اگر کسی معاملہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول سے کوئی واضح حکم نہ ملتا تو قاضی اجتہاد سے کام لیتے یا علماء کے مشورہ سے فیصلہ کرتے۔ عدالت کا محکمہ اپنے اختیارات و فرائض میں اموی فرمانرواؤں کے اثر و اقتدار سے بالکل آزاد تھا۔ ان سے ذاتی رجحانات کا اس پر کوئی اثر نہ تھا۔ اس زمانہ میں عدالت کے فیصلے گورنروں اور خراج کے افسروں تک بلا رو و رعایت نافذ کیے جاتے تھے۔

قاضیوں کی تنخواہیں ۱۲۰ دینار سالانہ لے کر ۲۰۰ دینار تک تھیں۔

عہد اموی میں قاضی کے انتخاب کے لیے ضروری تھا کہ وہ بلند سیرت، پاک باز، پرہیزگار، عالم، مجتہد اور عیوب سے مبرا ہو۔ اور عدل و انصاف کے مقابلہ میں دنیا کی کسی طاقت کی اسے پرواہ نہ ہو۔

فوجی نظام | بنی امیہ نے فوجی نظام کو کمال تک پہنچا دیا۔ عبدالملک نے جبری فوجی بھرتی کا قانون بنایا۔ اس کے عہد میں فوج میں عربی عنصر زیادہ تھا۔ افریقہ اور اندلس کی فتح کے بعد بربر قوم سے بھی خدمات لی گئی۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں شامی سپاہی ایک لاکھ کے قریب تھے۔ اموی فوج عبدالملک کے زمانہ میں اور بھی بڑھ گئی اور خصوصیت سے جب عراق پر قبضہ ہوا۔ تو وہاں کی فوج بھی اموی اقتدار میں آئی۔ امیر معاویہ کی وصیت کے مطابق عراق میں لڑنے والے سپاہی ایک لاکھ سے کم نہ تھے حجاج کے زمانہ میں اموی فوج اپنے عروج پر تھی۔ ایک ہی وقت میں اموی فوجیں ایک طرف سے ملتان تک جا پہنچی تھیں۔ دوسری طرف قتیبہ چین تک بڑھ گیا۔ کاشغر فتح کر لیا تھا۔ اور تیسری طرف موسیٰ بن نصیر افریقہ کے ساحل سے چل کر پورا اندلس فتح کر کے جنوبی فرانس تک جا پہنچا۔ یمن

Marfat.com

وقت ایں تین بڑے محاذوں پر یلغار کی جارہی ہے۔ محمد بن قاسم نے چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ سندھ پر حملہ کیا۔ فتح سندھ کے بعد انہوں نے مقامی لوگوں سے ایک نئی فوج مرتب کی۔ مگر کسی تاریخ سے اس کی تعداد معلوم نہیں۔ لیکن اس فوج کی تعداد بیس ہزار سے کم نہیں۔

طارق بن زیاد نے سات ہزار تین سو سپاہیوں کے ساتھ حملہ کیا۔ پانچ ہزار ان کی مدد کے لیے بھیجے گئے۔ گویا بارہ ہزار سپاہیوں سے انہوں نے سپین پر حملہ کیا۔ نفح الطیب کے بیان کے مطابق ان کی فتوحات کی خبر جب افریقہ پہنچی۔ تو ہزاروں بربران سے جا ملے۔ یہ بربری فوج پچیس ہزار سے کم نہ تھے۔ موسیٰ بن نصیر اپنے ساتھ دس ہزار سپاہی لے کر آئے۔ گویا دوسرے الفاظ میں اندلس پر حملہ آور فوج کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ تھی۔

اسی طرح جو فوج عبدالرحمٰن بن اشعث کی قیادت میں ترکستان پر حملہ آور ہوگی وہ طبری کے بیان کے مطابق پچاس ہزار تھی۔ قتیبہ بن مسلم کی فوج تو ایک لاکھ سے کم نہ تھی۔

اموی دور میں مسلمانوں کی بری فوج اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی فوج تھی۔ اور دنیا میں کوئی قوت ایسی نہ تھی۔ جو اس فوج سے مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتی۔

امیر معاویہ کے عہد میں سردی اور گرمی میں لڑنے والی فوجیں الگ الگ تھیں۔

فوج میدان جنگ میں پانچ حصوں میں تقسیم کی جاتی تھی۔ مقدمۃ الجیش۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب اور عقب۔

فوج کا اسلحہ

اسلامی ریاست اسلحہ اور سامان جنگ پر بے دریغ روپیہ خرچ کرتی تھی۔ ان کی فوج، سوار اور پیادہ دو حصوں میں تقسیم تھی۔ سوار زرہ اور نیزوں اور پیادہ زرہ، چھوٹے نیزوں اور تیر و کمان سے مسلح ہوتے تھے۔ پیادہ فوج میں تیر انداز سب سے اہم عنصر خیال کیا جاتا۔ جنگ کے وقت پیادہ سپاہ صف بستہ کھڑی ہوتی۔ اس کے آگے نیزہ باز، سواروں کے حملوں کو روکنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ پیادہ فوج گھٹنوں تک قبائیں اور پاجامے اور جوتے پہنے ہوتی تھی۔ سوار زرہ اور خود پہنے ہوتے تھے یہ خود فولاد کا ہوتا تھا۔

ایرانی اور دوسرے متمدن قوموں سے عربوں کے اختلاط کا اثر ان کے اسلحہ جنگ میں اصلاح اور ترقی کی صورت میں ظاہر ہوا۔[۱]

قلعوں کے محاصرے کے لیے بھاری بھاری مشینیں استعمال ہوتی تھیں جن میں منجنیق، الرادہ، اور دبابہ مشہور ہیں۔ ان مشینوں کے ذریعہ قلعوں کی مضبوط دیواروں کو توڑا جاتا تھا۔

۱۔ تلخیص مسلمانوں کا نظم مملکت (اردو ترجمہ) مصنفہ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن (علی ابراہیم حسن) مصری

Marfat.com

تنخواہ ہر سپاہی کو دو ہزار درہم سالانہ تنخواہ ملتی تھی۔ راتب، لباس، اور دیگر ضروریات کی تکمیل خزانے کے ذمہ تھی۔[2] عقد الفرید جلد ۱ - ۲۰۷

چھاؤنیاں کوفہ، بصرہ، واسط، قیروان، دمشق، قبرص، اردن اہم فوجی چھاؤنیاں اور عسکری کے مراکز تھے۔ ان چھاؤنیوں میں ہر وقت تازہ دم فوج تیار رہتی تھی۔

قلعے امیر معاویہ کے عہد میں دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے بہت سے قلعے تعمیر کرائے۔ شام کے علاقے کو جس پر بازنطینی حکومت کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ قلعوں سے مضبوط کیا گیا۔ انطرطوس، بلنیارس، اور مرقیہ میں نئے قلعے تعمیر ہوئے بوہیرل کے پرانے قلعے جبلہ کو جو فتح شام کے وقت ویران ہو گیا تھا۔ دوبارہ آباد کیا[1] روڈس میں ایک قلعہ بنوایا۔[2] مدینہ میں ایک قلعہ قصر خل تعمیر ہوا

ہشام بن عبدالملک کے عہد میں انطاکیہ میں جو اسلامی اور رومی حکومت کی نازک سرحد تھی۔ قلعہ قطرغاش، قلعہ لبدہ، قلعہ بوقا تعمیر ہوئے

بحری فوج امیر معاویہ کے زمانہ میں بحری فوج کی تشکیل ہوئی۔ انہوں نے بہت جنگی کشتیاں بنوائیں۔ اور ایک باقاعدہ بحری بیڑہ تیار کیا۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں بحری بیڑے میں سترہ سو جہاز تھے۔ اسلامی بحریہ کی مزید ترقی کے پیش نظر ملک کے ساحلی علاقوں میں متعدد جہاز سازی کے کارخانے تعمیر کیے گئے۔ پہلا کارخانہ ۵۴ھ میں مصر میں تعمیر ہوا۔

علامہ بلاذری لکھتا ہے "پہلا جہاز سازی کا کارخانہ ۵۴ھ میں مصر میں قائم ہوا۔ بعد ازاں اردن میں عکا کے مقام پر ایک عظیم الشان کارخانہ قائم ہوا۔ ملک کے تمام کاریگر اور بڑھئی جمع کر کے ان کو تمام ساحلی مقامات پر بسایا گیا تاکہ ان کارخانوں کے لیے لیبر کی کوئی دقت نہ رہے"

مقریزی کا بیان ہے کہ سب سے پہلا کارخانہ ۵۴ھ میں جزیرہ روضہ میں قائم ہوا۔

ولید کے زمانہ میں ولید کے زمانہ میں جب بحری قوت میں اور اضافہ ہوا۔ تو نئے کارخانے کھولے گئے۔ چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے تونس میں ایک کارخانہ قائم کیا جس میں صرف اسی کے زمانہ میں سو جہاز تیار ہوئے۔

اس دور کی تمام تر فتوحات بحری بیڑہ کی کارکردگی اور قوت کی بدولت [illegible] تھیں۔ بقول ڈاکٹر حسینی اس [illegible] میں بحیرہ روم کے اکثر جزائر اور سندھ وغیرہ کی فتوحات اسلامی بحریہ ہی کی بدولت ہوئی تھیں۔ ولید کے [illegible] میں اسلامی بحریہ کے جہاز ساحل شام، افریقہ، مصر، اور وادی نیل میں

وقت موجود رہتے تھے۔ تاکہ دشمن کا مقابلہ فوری طور پر کیا جا سکے۔

روم کے علاوہ بحر ہند اور بحیرہ احمر میں اسلامی بحری بیڑہ گشت کیا کرتا رہتا تھا۔

جنگی بحری جہازوں کے علاوہ بحری جہازوں پر مشتمل تجارتی بیڑہ الگ تھا۔ جو اسلامی مملکت کا تجارتی سامان دیگر ممالک کو لے جاتے اور دوسرے ملکوں سے تجارتی سامان ملکی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے لاتے۔ اس سے تجارت میں بہت اضافہ ہوا۔

حضرت عثمان کے عہد میں بحری اور بری دونوں فوجوں کا سپہ سالار ایک ہی فرد ہوتا تھا لیکن امیر معاویہ نے اسلامی بحریہ کی ترقی کے پیش نظر بحریہ کے لیے امیر البحر کا الگ عہدہ قائم کیا۔

صُوبائی حکومت

عہد بنی اُمیہ میں اسلامی سلطنت کا دائرہ عمل بہت وسیع ہو گیا۔ انتظامی سہولتوں کے لیے اس وقت پانچ بڑے بڑے صوبوں میں تقسیم کر دی گئی۔

۱۔ حجاز، یمن اور وسطی عرب ایک صوبے دار کے زیر نگین تھے۔

۲۔ مصر، بالائی اور زیریں مصر پر دوسرا والی تھا۔

۳۔ عراق عرب، عمان، بحرین، کرمان، سیستان، کابل، خراسان، ماوراء النہر، سندھ، پنجاب کے بعض علاقے یہ سب خطے ملا کر ان کا ایک صوبہ بنا دیا گیا تھا۔ یہ گورنر عراق کے ماتحت تھا جس کا صدر مقام کوفہ تھا۔ والی عراق نظم و نسق کی آسانی کے لیے ایک نائب والی خراسان اور ماوراء النہر کے لیے، دوسرا نائب والی بحرین اور عمان کے لیے اور تیسرا نائب والی سندھ اور پنجاب کے لیے مقرر کر لیتا تھا۔

۴۔ الجزیرہ۔ ارمینیہ، آذربیجان اور ایشیائے کوچک کے کچھ حصے مل کر ایک صوبہ بنتا تھا۔

۵۔ شمالی افریقہ اس کے حدود میں مغربی مصر، اسپین، جنوبی فرانس، صقلیہ، سردانیہ و دوسرے جزیرے شامل تھے۔ اس صوبے کا دار الخلافہ قیروان تھا۔ والی افریقہ کا ایک نائب طنجہ، دجلہ اور بحیرہ روم اور دوسرا اسپین پر حکومت کرتا تھا۔

صُوبائی حکام

۱۔ گورنر

گورنروں کے اختیارات و فرائض

Marfat.com

خود مختار گورنروں کے اختیارات و فرائض حسب ذیل ہوتے تھے۔

۱۔ ایک سپہ سالار کے فرائض و اختیارات اپنی فوج پر۔

۲۔ اپنے صوبہ میں حکام اور قاضیوں کے تقرر کا پورا اختیار۔

۳۔ مالیات کے محکمہ کا نظم و نسق۔

۴۔ تحفظ ناموس دین۔

۵۔ حدود اسلام اور تعزیرات کا عمل میں لانا۔

۶۔ امامت پنج وقتہ اور جمعہ کی نمازیں۔

۷۔ حاجیوں کے لیے سہولتیں مہیا کرنا۔

گورنروں کی دوسری قسم وہ تھی جن کے اختیارات و فرائض اپنے صوبہ میں خلیفہ کی طرف سے محدود تھے اور ان کے اختیارات کا دائرہ فوج، نظم و نسق، خلیفہ کی حمایت، ناموس دین کے تحفظ تک محدود تھا۔ عدالت، مالیات اور عاملہ کا اسے کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔

۲۔ عامل

صوبہ کی دوسری اہم شخصیت عامل کی تھی۔ صوبے میں امور مالیات کا نگران عامل ہوتا تھا۔ مرتبہ کے لحاظ سے گورنر (والی امیر) عامل سے بلند ہوتا تھا کیونکہ وہ فوجوں کا سپہ سالار بھی ہوتا تھا۔ جنگ کے دوران اس کا مرتبہ اور مقام اور بھی بڑھ جاتا تھا۔ مالی معاملات میں عامل کی رائے معتبر سمجھی جاتی تھی۔

صاحب الخراج

صاحب الخراج کے ذمہ ٹیکسوں کا جمع کرنا تھا۔ بعض اوقات عامل ہی یہ فریضہ انجام دے دیتا تھا۔

کاتب

ہر صوبائی دیوان (محکمہ) کا افسر اعلیٰ کاتب کہلاتا تھا۔ اس کی مدد کے لیے کئی اور نائب کاتب ہوتے تھے جو مختلف محکموں کے نگران کار ہوتے تھے۔ موجودہ زمانہ کی اصطلاح میں کاتب کو چیف سیکرٹری سمجھیے۔

صاحب الاحداث

صوبے میں سب سے بڑے پولیس افسر کو صاحب الاحداث کہتے تھے۔ ان کا کام صوبے میں امن و امان قائم کرنا۔ حادثے روکنا، بغاوتوں اور جرائم کا سدباب کرنا تھا۔ زیاد کے زمانہ میں صرف کوفہ میں ہی پولیس کے سپاہیوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔

صاحب البرید

صوبائی محکمہ ڈاک کا بڑا افسر صاحب البرید کہلاتا تھا۔ خط و کتابت کی ترسیل کے انتظامات کے علاوہ خلیفہ کو خفیہ طور پر تمام ملکی حالات اور اہم واقعات سے باخبر رکھنا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا۔

Marfat.com

قاضی صوبے کے محکمہ عدلیہ کا نگران اعلیٰ قاضی کہلاتا تھا۔ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی میں کرنا اس کا اہم فریضہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے کام مثلاً اوقاف کی نگرانی وغیرہ بھی اس کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔

صوبائی محکمے مرکز کی طرح صوبوں میں بھی دیوان جند، دیوان الخراج، دیوان البرید، دیوان المستغلات۔ دیوان الاحداث، دیوان عدالت، دیوان الرسائل۔ قائم تھے۔ ان کے اختیارات وفرائض تقریباً وہی تھے جو مرکزی محکموں کے تھے۔

امن و رفاہ عام کے کام بنو اُمیّہ کے عہد میں اگرچہ اندرونی شورشیں برپا ہوتی رہیں اور بیرونی فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ لیکن عمّال سلطنت نے انتظامی قابلیت کی بنا پر امن عامہ قائم رکھا۔ اور رفاہِ عام کے متعلق ضروری خدمات انجام دیں۔

زیاد اور حجاج والیان عراق گرچہ بہت ظالم اور سفاک تھے۔ لیکن ان کے مظالم اور سختیاں زیادہ تر شرپسندوں کو کچلنے اور سرکشوں کو دبانے کے لیے ہوتی تھیں۔ عوام کی بہبود اور فلاح ہمیشہ ان کے مدنظر تھی۔ چنانچہ زیادہ نے کوفہ میں اعلان کرا دیا تھا کہ جس کا جس قدر مال چوری ہو جائے۔ وہ مجھ سے آکر وصول کر سکتا ہے۔ اس کے عہد میں خود کوفہ میں جو شورشوں کا مرکز تھا۔ لوگ رات کے وقت اپنے مکانوں اور دکانوں کے دروازے نہیں بند کرتے تھے۔

ابن اشعث کے فتنہ میں جب کوفہ کی حکومت تھوڑے عرصے کے لیے حجاج کے ہاتھ سے نکل گئی اور جب دوبارہ قابض ہوا تو اس نے امام شعبی سے پوچھا کہ ہمارے بعد کیسی حکومت رہی۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے بعد خوف کے بستر پر سوئے اور بیداری کا سر مرگیا۔[1]

ولید خود عوام کی خبرگیری رکھتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے صرف اڑھائی برس خلافت کی۔ لیکن اس مختصر زمانہ میں یہ حالت ہو گئی کہ لوگ ان کے عمال کے پاس بکثرت مال لے کر آتے تھے کہ فقراء کو دیں۔ لیکن ان کو اپنا مال واپس لے کر جانا پڑتا تھا۔ طبقات ابن سعد میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ "حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ مستحقین پر صدقہ تقسیم کیا جائے۔ لیکن میں نے دوسرے سال دیکھا کہ جو لوگ صدقہ قبول کرتے تھے وہ خود صدقہ دینے کے قابل ہو گئے۔"

رفاہِ عام کے کام

۱۔ نہریں اور تالاب حضرت امیر معاویہ نے ذرائع آب پاشی کو نہایت ترقی دی۔ مدینہ کے قرب وجوار میں نہر کظامہ، نہر انفق، اور نہر شہداء وغیرہ متعدد نہریں کھدوائیں۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بصرہ میں ایک نہر کھودی گئی تھی۔ جو نہر معقل کے نام سے موسوم تھی زیاد نے دوبارہ اسے کھدا کر صاف کرایا تھا۔ عبداللہ بن زیاد نے بخارا کے کوہستان میں ایک نہر نکالی تھی۔ حکم بن عمرو کے اہتمام میں ایک نہر کھودی گئی۔ مگر اس کا افتتاح نہ ہو سکا امیر معاویہؓ نے پہاڑوں کی بعض گھاٹیوں کے گرد بند بندھوا کر ان کو بھی تالاب کی صورت میں بدل دیا۔ جن میں برسات کا پانی جمع ہوتا تھا۔

ان نہروں کے ذریعہ سے پیداوار میں جو ترقی ہوئی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف مدینہ کے قرب و جوار کی نہروں کے ذریعہ ڈیڑھ لاکھ وسق خرما اور ایک لاکھ وسق گیہوں پیدا ہوتا تھا۔ —

۸۰ھ میں مکہ میں بہت بڑا سیلاب آیا جو سیل جارفؔ کے نام سے مشہور ہے۔ اہل مکہ کو بڑا مالی اور جانی نقصان ہوا۔ عبدالملک نے آئندہ اس سے حفاظت کے لیے ان تمام مکانوں میں جو وادی کے کنارے تھے اور مسجدوں اور گلیوں میں مضبوط حصار اور بند بندھوا دیے۔ —

سلیمان بن عبدالملک نے مکہ میں آب شیرین کا ایک چشمہ جاری کرایا۔ جس کا پانی پینے کے نل کے ذریعہ مسجد حرام تک پہنچایا گیا۔ پھر ایک فوارے کے ذریعہ سے ایک حوض میں گرتا۔ جو رکن اسود اور زمزم کے درمیان تیار کرایا گیا تھا۔

ہشام نے مکہ کے راستہ میں متعدد حوض و تالاب تیار کرائے تھے۔

یزید بن عبدالملک نے بصرہ کے لوگوں کے لیے نہر کھدوائی جس کا نام نہر عمر تھا۔

ب۔ کنوئیں اور سرائیں

ولید نے ۸۸ھ تمام ممالک محروسہ میں سڑکیں درست کرائیں اور ان پر میل نصب کرائے۔ — اور تمام راستوں پر کنوئیں بنوائے۔ ہشام نے اپنے عہد میں مکہ مکرمہ کے راستہ میں زائرین کے پانی پینے کے لیے جا بجا حوض بنوائے۔ اور کنوئیں کھدوائے۔

ج۔ سرائیں اور مہمان خانے

ولید نے مسافروں کی سہولت کے لیے جا بجا مہمان خانے تعمیر کیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ممالک محروسہ میں بکثرت سرائیں بنوائیں۔ خراسان کے والی کو لکھا کہ وہاں کے تمام راستوں میں سرائیں تعمیر کرائی جائیں۔ سمرقند کے والی سلیمان بن ابی السری کو حکم بھیجا کہ اس علاقہ کے تمام شہروں میں سرائیں تعمیر کرائی جائیں اور جو مسلمان ادھر سے گزرے ایک شبانہ یوم اس کی میزبانی کی جائے اس کی سواری کی حفاظت کی جائے۔ بیمار مسافروں کو دو دن کی میزبانی کی جائے۔ جس کے پاس گھر پہنچنے کا سامان نہ ہو۔ اس کا سامان کیا جائے۔

Marfat.com

د۔ شفاخانہ مورخ یعقوبی لکھتا ہے کہ ولید پہلا شخص ہے جس نے مریضوں کے لیے شفاخانے بنائے۔ [1]

ہ۔ معذوروں کی کفالت کا انتظام ولید نے یتیموں، اپاہجوں اور گداگروں کے لیے محتاج خانے قائم کیے۔ اندھوں کے واسطے راہبر اور اپاہجوں اور جذامیوں کے لیے خدمت گار مقرر کیے اور ان کو وظیفہ دیا۔ یتیموں کی تعلیم و تربیت کے لیے معلمین کا تقرر کیا۔

دو اہم اصلاحات

و۔ عربی زبان کو دفتری زبان بنانا تمام محکموں میں عربی زبان رائج نہ تھی۔ عبدالملک نے تمام محکموں کی زبان عربی کر دی۔ حجاج بن یوسف کے دفتر میں صالح نامی تھا جس نے دفتر کو فارسی سے عربی میں منتقل کیا۔ عربی کو دفتری زبان قرار دینے سے سیاسی اور ادبی دونوں حیثیت سے اثر پڑا۔ اعلیٰ مناصب پر عرب ممتاز ہوئے۔ ادبی اثر یہ ہوا کہ بہت سی فارسی اور رومی اصطلاحات عربی میں معرب ہو گئے۔ گورنروں نے بھی اس پر عمل کیا۔

ب۔ سکے کی اصلاح عبدالملک نے رومی سکوں کی بجائے ۶۹۵ء میں سونے کا دینار اپنے نام سے اور چاندی کا درہم جاری کیے۔ ٹکسال دمشق میں پہلے پہل قائم کی۔ دوسرے خلفاء نے عراق، واسط جزیرہ میں ٹکسالیں قائم کیں۔

نئے شہر بسائے حجاج بن یوسف نے عبدالملک کے عہد میں کوفہ اور بصرہ کے درمیان واسطہ شہر آباد کیا۔ عقبہ بن نافع نے نیا شہر قیروان، افریقہ میں بسایا۔ اسد بن عبداللہ نے بلخ اور سلیمان بن عبدالملک نے رملہ آباد کرایا۔

Marfat.com

اموی دور میں علمی وفنی سرگرمیاں

عام طور پر مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کی علمی اور ادبی تاریخ عباسی دور میں شروع ہوتی ہے اس زمانہ میں مختلف علوم کی کتب کی تدوین ہوئی اور مسلمانوں نے دوسری قوموں کے علوم کی جانب توجہ کی لیکن اموی دور بالکل ہی علوم وفنون کی دولت سے محروم نہ تھا کیونکہ بنوامیہ نے اپنی زیادہ توجہ فتوحات اور قیام امن کی طرف مبذول کی اور علمی ترقی کو ابتدائی مراحل میں ہی داخل کیا اس لیے تکمیل عباسیوں کے دور میں ہوئی پھر بھی ان کے عہد کو علمی وادبی سرگرمیوں سے خالی تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مسلمانوں نے علوم کو دو قسموں میں تقسیم کیا ایک وہ علوم جن کا قرآن کے سمجھنے سے تھا انہیں علوم نقلیہ کہا جاتا تھا دوسرے وہ علوم جنہیں مسلمانوں نے دوسری قوموں سے اخذ کیا وہ علوم عقلیہ کہلاتے تھے۔

دینی علوم دینی علوم کی بنیاد عہد رسالت ہی میں پڑ گئی تھی اموی عہد میں بھی مسلمانوں نے اپنی توجہ زیادہ تر دینی علوم کی اشاعت میں صرف کی جن میں قرآن مجید، حدیث اور فقہ شامل ہیں غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ اس عہد میں بہت سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علماء تھے۔ جنہوں نے اس کو ساری دنیا میں پھیلایا حالانکہ حکومت بڑی حد تک مذہب سے سیاست کی طرف مائل ہو گئی تھی لیکن ان علماء، صحابہ اور تابعین کی کوششوں نے اس شمع کو بجھنے نہ دیا۔ بلکہ اسے اور روشن کیا۔ دینی علوم کی اشاعت کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انس بن مالک، خواجہ حسن بصریؒ، امام زہری اور قاضی شریح وغیرہ شامل تھے۔ اس دور میں دینی علوم کی تدوین کا آغاز ہوا۔ بعض نئے علوم پیدا ہوئے اور غیر قوموں کے بعض علوم سے بھی مسلمان روشناس ہوئے۔

علوم نقلیہ مسلمانوں نے علوم کو جن دو قسموں میں تقسیم کیا ان میں پہلی قسم علوم نقلیہ تھی جن میں علم تفسیر، علم قرأت، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام، علوم نحو، علم لغت، تاریخ مغازی وسیرت شامل تھے۔

Marfat.com

علم تفسیر تفسیر کی ابتدا نزول قرآن کے ساتھ ہو گئی تھی پھر اس میں برابر وسعت ہوتی گئی۔ اموی دور میں اس کے بڑے بڑے آئمہ پیدا ہوئے جن کے ذریعہ بڑا تفسیری ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اس دور کے مفسرین میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رض کے شاگرد رشید عکرمہ، مجاہد بن جبیر، حسن بصری کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

علم قرأت علم قرأت بھی امیہ دور میں ایک علم کی حیثیت سے سامنے آئی۔ ان قرار توں کے جاننے والے کو قرار کہا جاتا تھا ہر زبان کی طرح قرآن مجید کے بعض الفاظ کا تلفظ مختلف طریقوں سے کیا جاتا تھا۔ جن سے معنی پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا بعض الفاظ ایک ہی قبیلہ میں دو طرح سے بولے جاتے تھے یا مختلف قبیلوں میں ان کا تلفظ مختلف تھا قرآن مجید کے مشہور قرائے سبعہ (سات قاری) بنو امیہ کے دور میں تھے۔

علم حدیث علم حدیث کی تدوین و تالیف کا آغاز بھی اسی عہد میں ہوا دنیائے اسلام کے تمام علمی مراکز میں درس حدیث کے حلقے قائم تھے شائقین ایک ایک حدیث کی سماعت کے لیے دور دراز کا سفر اختیار کرتے۔ حدیث کا سب سے بڑا اور اہم مرکز مدینہ تھا۔ امام ابن شہاب زہری احادیث کی تلاش میں مدینہ کی گلی گلی کا چکر لگاتے اور مردوں اور عورتوں سے استفادہ کرتے۔ ابو قلابہ ایک ایک حدیث سننے کے لیے کئی کئی دن تک مدینہ میں قیام کرتے۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے امام زہری سے چار سو حدیثوں کا ایک مجموعہ مرتب کرایا تھا۔ حدیث کی اشاعت اور تدوین کا سب سے بڑا کارنامہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ہے آپ نے علماء سے حدیثوں کے مجموعے مرتب کرائے اور اس کی نقلیں تمام ممالک میں شائع کیں۔

محدثین نے حدیث کو قبول کرنے کے لیے چند اصول وضع کیے تھے سب سے پہلے یہ دیکھتے کہ آیا حدیث قرآن کے خلاف تو نہیں اگر خلاف ہوتی تو اس کو رد کر دیتے۔ دوم۔ حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کے خلاف نہ ہو۔ سوم۔ راوی عادل اور متقی ہو۔ چہارم۔ جب تک محدث حدیث کو راوی اول کی زبان سے سن نہ لیتا اس وقت تک اس حدیث کو قبول نہ کرتا۔

علم فقہ فقہ کا ذوق رکھنے والے فقیہ کہلاتے تھے۔ عام طور پر اس زمانہ میں بیشتر ایک ہی ذات مختلف علوم کی جامع ہوتی تھی مثلاً اکثر صحابہ و تابعین بیک وقت مفسر بھی تھے، محدث بھی اور فقیہ بھی، یہی انداز تابعین کے زمانہ میں تھا جو علماء محدث تھے وہی فقیہہ۔ اس زمانہ کے مشہور فقیہہ حسب ذیل تھے۔

Marfat.com

۱. عبیداللہ بن عبداللہ مسعود ۲. عروہ بن زبیر بن عوام ۳. قاسم بن محمد بن ابی بکر ۴. سعید بن مسیب ۵. سلیمان بن یسار ۶. ابوبکر بن عبدالرحمن ۷. خارجہ بن زید۔

یہ فقہائے سبعہ (سات فقہیہ) کے لقب سے مشہور تھے انہی کے ذریعہ فقہ کی اشاعت ہوئی ان کے علاوہ ابراہیم نخعی، امام شعبی، امام جعفر صادق اور قاضی شریح مکحول مشہور فقیہ تھے۔ ان میں سے بعض نے فقہ پر کتب بھی لکھیں۔ چنانچہ عروہ بن زبیر نے کئی کتب لکھیں لیکن پھر احتیاط کی بناء پر نذر آتش کر دیں جس کا ان کو ہمیشہ افسوس رہا۔ مکحول نے دو کتابیں کتاب السنن کتاب المسائل لکھی تھیں۔ امام زہری کے فتاوی تین ضخیم جلدوں میں جمع کیے گئے تھے۔

علم کلام

جن علوم میں اموی دور کے مسلمان منہمک تھے ان میں ایک علم کلام بھی تھا۔ علم کلام کا مفہوم تھا کہ اقوال کو منطق اور مناظرانہ انداز میں ڈھالا جائے اس علم سے واقفیت رکھنے والوں کو متکلمین کہتے تھے۔

علم نحو و صرف

زبان دانی اور لسانیات کے اصول صرف و نحو کہلاتے ہیں۔ کوفہ اور بصرہ علم نحو و صرف کے فروغ اور اشاعت کے مراکز تھے۔ یہاں عربی زبان اور صرف و نحو کی تحقیق کے کام کی داغ بیل پڑی۔ غیر عربوں کے لیے علم نحو کے بغیر قرآنی تعلیمات کو سمجھنا ممکن نہ تھا۔ عربی زبان کے تحفظ کی بھی ضرورت تھی۔ بصرہ کے ابو الاسود دؤلی کا نام علم نحو کی تدوین کے سلسلہ میں یاد کیا جاتا ہے جو بنو امیہ کے عہد میں تھا اور اس نے علم نحو کے اصول حضرت علی سے سیکھے کیونکہ حضرت علی نے ہی اس کے ابتدائی اصول وضع کیے۔

علم لغت

علم لغت کی بنیاد خلفاء راشدین کے دور میں پڑ چکی تھی کیونکہ حضرت عمر نے معلمین قرآن کے لیے عالم لغت ہونا ضروری قرار دیا تھا تمام مفسرین کو قرآن مجید کے الفاظ کی تحقیق کے لیے کلام عرب کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا لیکن لغت کی علمی تدوین اموی دور میں شروع ہوئی کیونکہ اس دور میں تفسیر نگاری کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ اور تمام مفسر تفسیر لکھنے کے لیے کلام عرب کا جاننا ضروری قرار دیتے تھے۔ اس دور کے دو بڑے امام لغت قتادہ بن دعامہ سدوسی اور ابو عمرو بن العلاء تھے۔ عیسیٰ بن عمر ثقفی نے اس فن پر کتاب الجامع لکھی۔

تاریخ، مغازی و سیرت

مسلمانوں نے شروع ہی سے علم تاریخ میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی اس کا سبب یہ تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے اپنی بے پناہ محبت کی وجہ سے ان کے حالات کو محفوظ رکھنا چاہتے تھے

Marfat.com

اس کے علاوہ عربوں کو قدیم سلاطین کے حالات اور کارناموں سے بھی دلچسپی تھی تاہم دوسری صدی ہجری میں عربوں نے اپنی تاریخ کی طرف توجہ مبذول کی۔ اس وقت یہ تاریخ دراصل مختلف منتشر اجزاء کی حیثیت رکھتی تھی جن کی ایک کڑی دوسری کڑی سے علیحدہ تھی۔ امیر معاویہ کے عہد میں عبید بن شریہ کی مدد سے تاریخ کی پہلی کتاب "کتاب الملوک واخبار الماضین" تحریر ہوئی۔ وھب بن منبہ اور کعب الاحبار یمن کے دو نو مسلم یہودیوں نے بھی اس دور میں علم اوائل میں نام پیدا کیا۔

مغازی اور سیرت پر سب سے پہلی کتاب عروہ بن زبیر نے لکھی۔ بعض محققین کے قول کے مطابق اس فن پر پہلی کتاب امام زہری نے لکھی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جس نے اس فن کو سب سے زیادہ ترقی دی وہ ابن اسحاق تھے۔

علوم عقلیہ

علوم عقلیہ میں فلسفہ، طب، کیمیا اور علوم نجوم شامل تھے۔

فلسفہ فلسفہ کا زور اگرچہ عباسی عہد میں زیادہ رہا لیکن اموی دور میں اس کی ابتداء ہو چکی تھی اس زمانہ میں زیادہ جبر و قدر کا مسئلہ زیر بحث رہا۔ علماء کا ایک طبقہ انسان کو اپنے افعال کا مختار اور اپنی قسمت پر قادر خیال کرتا تھا۔ یہ لوگ قدریہ کہلاتے تھے اس کے برعکس بعض علماء انسان کو مجبور محض خیال کرتے ہوئے تقدیر کے قائل تھے اس جماعت کو جبریہ کہا جاتا تھا۔ واصل بن عطا نے عقلیت میں بڑا نام پیدا کیا اور فرقہ معتزلہ کا بانی ہوا۔

طب طب کے میدان میں عرب یونانیوں کے شاگرد ہیں اس زمانہ میں طائف میں طبیب حارث بن کلدہ نے بہت شہرت حاصل کی۔ اس کا بیٹا نضر بھی اپنے زمانہ کا بہترین طبیب تھا۔ امیر معاویہ کا شاہی طبیب ابن اثال نامی عیسائی تھا بصرہ کے ایک یہودی طبیب ماس جویہ نے مروان بن حکم کے عہد میں علم طب پر ایک کتاب یونانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کی۔ ولید اول نے ملک میں کئی شفا خانے تعمیر کیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انطاکیہ اور حران میں طبی مدرسے قائم کیے۔ خالد بن یزید نے چند مصری علماء طب کو بلا کر اپنے پاس رکھا۔ انہوں نے دمشق میں رہ کر علمی کتابوں کے ترجمے کیے۔

کیمیا خالد بن یزید اول کو علوم و فنون سے بہت شغف تھا چنانچہ اس نے علم کیمیا، طب اور ہیئت پر یونانی اور مصری کتابوں کے عربی زبان میں ترجمے کرائے ایک مصری عالم مریانوس نے خالد کو علم کیمیا کی تعلیم دی۔ خالد نے ایک لیبارٹری قائم کی جہاں اپنے کیمیاوی تجربات کے نتائج معلوم کر کے چند رسائل میں محفوظ کرائے اس کو طب میں دستگاہ حاصل تھی۔

Marfat.com

علم نجوم اس دور کے مسلمانوں نے دوسرے علوم کے ساتھ علم نجوم کی طرف بھی توجہ کی لیکن اس علم نے دو ساول کے بعد فروغ پایا

شعر و شاعری بنو امیہ کے عہد میں عربی شاعری نے ترقی کی، ایام جاہلیت کے کلام میں جو خوبیاں اور اوصاف پائے جاتے تھے وہ موجود تھے

مگر اس عہد کے کلام میں بلند اور نازک خیال سے ایک عجیب قسم کی لطافت، لچک اور سلاست پیدا ہو گئی تھی۔ اس دور کے بڑے شعراء عمرو بن ابی ربیعہ، فرزدق، جریر، اخطل، کثیر، نصیب اور جمیل تھے۔ فرزدق اور اخطل نے بنو امیہ کے درباروں میں تربیت پائی تھی۔ ادب کی کتابوں میں ان شعراء کا کلام محفوظ ہے اس جگہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

کتابت و انشاء و خطابت اموی حکومت کا دفتری نظام بہت وسیع ہو گیا تھا اور عبد الملک نے عربی زبان سرکاری زبان

قرار دیا تھا اس لیے غیر قوموں کے لیے بھی اس کا سیکھنا ضروری ہو گیا تھا اس سے ان کا اسلوب انشاء کی آمیزش بھی عربی میں ہوئی۔ ان اسباب کی بناء پر انشاء میں بڑی ترقی ہوئی۔ اس زمانہ میں حکومت سے لے کر امراء تک کاتب رکھتے تھے ان کے لیے انشاء میں مہارت ضروری تھی بلکہ انشاء ہی ان کا سب سے بڑا وصف و کمال تھا اس لیے اس زمانہ میں انشاء نے مستقل فن کی حیثیت اختیار کر لی۔ اور متعدد کاتب پیدا ہوئے ان میں عبد الملک کے کاتب سالم اور عبد الحمید کے نام مشہور ہیں۔ عبد الحمید کے کمال فن پر یہ مقولہ مشہور ہے کہ کتابت عبد الحمید سے شروع ہوئی اور ابن عمید (عباسی دور کا ایک نامور کاتب) پر اس کا خاتمہ ہوا۔

عرب فصیح و بلیغ کلام کو بہت اہمیت دیتے تھے؛ اس زمانہ میں پر اثر خطبہ پراپیگنڈے کا بہترین ذریعہ تھا۔ حضرت علی، خواجہ حسن بصری، زیاد بن ابی سفیان، حجاج بن یوسف کے خطبے آج بھی ادب کی جان ہیں۔

فن تعمیر عرب یا اسلامی فن تعمیر کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیے کہ طلوع اسلام سے پہلے حجاز میں کوئی قابل ذکر عمارت نہ تھی، بدوی عربوں کی سکونت خیموں میں ہوا کرتی تھی جن کا کوئی مستقل مقام نہ تھا شہروں کے مکان پتھروں یا دھوپ میں سکھائی ہوئی اینٹوں کے بنے ہوتے تھے گھاس پھونس یا درخت خرما کی ڈالیوں کی چھتیں تھیں۔ کعبہ کی عمارت بالکل سادہ تھی جب عرب مشرق قریب اور وسطی ایشیا اور ممالک مغرب کے مالک ہوئے تو ایک ہی صدی کے اندر انھوں نے مفتوحہ اقوام کی بہترین عمارات سے اپنے ذوق کے مطابق خصوصیات کو اخذ کر کے ایک نئے طرز کا انتہا درجہ خوشنما طریقہ

Marfat.com

ایجاد کیا۔ جواب بھی سیاحانِ عالم سے خراجِ تحسین حاصل کرتا ہے یہ حسن کاریاں زیادہ تر مساجد اور دیگر مذہبی عمارتوں کے لیے مخصوص کر دی گئیں۔

چونکہ یہ سبز ٹائل کاری سے بنایا گیا تھا اور سبز چیزوں سے آراستہ کیا گیا تھا لہٰذا ان کا ذہبیا ہی نام دیا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے کوفے کی چھاؤنی قائم کی تو وہاں وسط میں ایک مسجد بھی بنائی امیر معاویہ کے والی زیاد نے اسے از سرِ نو تعمیر کروایا اور اس میں ساسانی نمونے کے ستون لگوائے اور اسی طرح بصرے کی جامع مسجد از سرِ نو تعمیر ہوئی۔ اس کی دیواریں پختہ اینٹوں سے تعمیر کی گئیں اور ان پر چُونا کیا گیا اس کے علاوہ ستون بھی زیادہ کیے اور پہلی بار ایک مینار تعمیر کیا اور اس طرح فن تعمیر میں مینار کا اضافہ ہوا۔ عبدالملک کے عہد میں فن تعمیر میں مزید ترقی ہوئی قبۃ الصخرا فن تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہے عبدالملک نے موریا پہاڑ کی چوٹی پر ایک گنبد تعمیر کرایا۔ فنی کمال اور حُسن گل بوٹوں، نگینہ کاری، خوبصورتی، دلفریبی اور ہمواری کے لحاظ سے فن تعمیر کا بہترین شاہکار ہے۔ اس کے علاوہ عبدالملک نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر بھی کی۔

خلیفہ ولید اول بن عبدالملک کا عہد تعمیرات کے لیے بہت مشہور ہے یوں تو ولید کے عہد میں سینکڑوں عمارتیں تعمیر ہوئی ہیں مگر مسجد نبوی اور مسجد دمشق کی تعمیر اور ان کی تزئین و آرائش اس کے دور کا زریں کارنامہ ہے۔

ولید نے قیصرِ روم کو لکھا کہ مسجد نبوی کے لیے تعمیری اور آرائشی سامان جتنا بھی ممکن ہو بھیج دو۔ اس نے ایک لاکھ مثقال سونا، چالیس گٹھے منبت کاری کا سامان اور ایک جماعت کاریگروں کی روانہ کر دی۔ مدائن سے نقش و نگار کا سامان منگایا گیا۔ یہ عمارت تین سال میں بن کر تیار ہوئی۔ دیواروں، دروں اور چھتوں پر مینا کاری کا اعلیٰ کام کیا گیا۔ صرف قبلہ رُخ دیوار کی محرابوں اور اس کی طلائی مینا کاری پر پینتالیس ہزار اشرفی خرچ ہوا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پوری عمارت پر کیا خرچ ہوا ہوگا۔ اگر کوئی نقش و نگار پسند آجاتا تو مزدوری کے علاوہ کاریگر کو تیس درہم انعام بھی ملتا۔ پوری عمارت عموماً پتھر سے بنائی گئی۔ جامع دمشق کی تعمیر صرف ولید ہی کے دور کا نہیں بلکہ اموی دور کا یادگار کارنامہ ہے۔ اس عمارت کو بارہ ہزار مزدوروں اور کاریگروں نے آٹھ سال کی محنت کے بعد تیار کیا تھا۔ پوری عمارت سنگ مرمر کی تھی۔ اس پر رنگ برنگ کے قیمتی پتھروں سے بیل بوٹے تراشے گئے تھے۔ طلائی اور لاجوردی کام، گلکاری، نقش و نگار اور رنگین طغرے اس زمانے کی صناعی کا بہترین نمونہ خیال کیے جاتے تھے۔ محرابوں میں بیش قیمت جواہرات کا برتاؤ تھا چھتوں پر منقش سیسہ چڑھا ہوا تھا۔ اس مسجد کی تعمیر میں ہندوستان، فارس، مغرب اور روم سے عمارتی

Marfat.com

سامان منگایا گیا تھا۔ جزیرہ قبرص سے سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے اٹھارہ جہاز آئے تھے۔
صرف کاریگروں کی مزدوری پر چھپن لاکھ اشرفی خرچ آیا تھا۔ مورخ کہتے ہیں کہ مسجد دمشق کی تعمیر میں ملک شام کا سات برس کا خراج لگ گیا۔

آداب السلطانیہ میں ہے۔

اس کو عمارات اور فلسفہ وغیرہ بنانے کا بہت ذوق تھا۔

دمشق شہر میں پانی کی فراہمی کا نظام بہت اچھا تھا۔ شہریوں کو پانی فراہم کرنے کیلئے سات نہریں تھیں اور غریب آدمی کے گھر میں بھی ایک فوارہ تھا۔ ہر کس و ناکس کو پینے اور نہانے کے لیے بکثرت پانی مہیا ہوتا تھا۔ شہر کے چھ بڑے بڑے دروازے تھے۔ ہر دروازہ پر اونچے برج بنے ہوتے تھے جنھیں دور سے ہر مسافر باآسانی دیکھ لیتا تھا۔ دمشق کو امویوں نے عالیشان محلات، حوض اور تفریح گاہیں بنا کر باغ فردوس کا نمونہ بنا دیا۔

عمارتوں کا شوق صرف حکمرانوں تک ہی محدود نہ تھا۔ شاہی خاندان کے افراد اور عمائد سلطنت نے بھی دمشق اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں نہایت عالی شان مکانات بنوائے۔ امویوں کے ایک رکن حر نے جو بعہد ہشام گیارہ سال موصل کا گورنر رہا ایک بیت العلوم، ایک سرائے اور اپنے لیے ایک نہایت خوبصورت محل تعمیر کروایا جو خالص سنگ مرمر کا تھا اور جس کی دیواروں پر مختلف رنگوں کے پتھروں کی پچی کاری کی گئی تھی۔ چھتیں نہایت مضبوط تھیں اور ہندوستانی ساگوان کے شہتیروں پر قائم کی گئی تھیں۔ نقش و نگاری میں ایسی باریکی و کاریگری سے کام لیا گیا تھا کہ نگار خانہ چین کا گمان ہوتا تھا۔ اس محل کو منقوشہ کہتے تھے۔

حجاج بن یوسف نے واسط میں اپنے لیے ایک شاندار محل بنوایا۔

عربوں کے فنِ تعمیر میں قدیم ایرانی یا ساسانی فنِ تعمیر کا عنصر غالب تھا۔ شام کی فتح کے بعد عربوں نے اپنے فنِ تعمیر کو زیادہ فروغ دیا۔ چنانچہ اموی بادشاہوں کے عہد میں عربوں کے فنِ تعمیر کی نمایاں خصوصیات اونچا گنبد، جالی دار محرابیں اور میناروں پر مشتمل تھیں۔ علاوہ ازیں محلات کے بڑے بڑے کمروں کے فرش سنگِ مرمر کے بنے ہوئے تھے۔

تعلیم

فتوحات اور مہمات جنگ کی مصروفیتوں کی وجہ سے خود خلفاء بنی امیہ علم کی اشاعت کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ لیکن سینکڑوں آئمہ اور علماء نے ملک کے گوشے گوشے میں حلقہ ہائے درس قائم کیے۔ اموی دور کا آغاز جس وقت ہوا اس وقت صحابہ کی ایک بڑی جماعت زندہ تھی۔ ہر صحابی علم کی مشعل تھی، ہر صحابی نور کا منبع تھا لیکن جن صحابہ نے اس دور میں سب سے بڑی علم کی اشاعت کی وہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن عمرؓ، ام المومنین حضرت عائشہؓ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت انس بن مالک تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا حلقہ درس بہت وسیع تھا جس میں ہر فن کی تعلیم ہوتی تھی۔ مدینہ طیبہ میں کئی حلقہ مدرس تھا جن میں ربیعہ رائی کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا۔ مدینہ کے علماء اور عمائدین سب اس میں شریک ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر علم کے بحر ذخار تھے۔ دنیا علم سیکھنے کے لیے ان کے پاس آتی تھی ان کے شاگردوں میں حسن بصری، سعید بن جبیر، سعید بن مسیّب، عطاء، عکرمہ، مجاہد، زہری اور نافع مشہور تھے۔

امام حسن بصری نے بصرہ میں امام شعبی اور ابراہیم نخعی نے کوفہ میں حلقہ ہائے درس قائم کیے ہزاروں لوگوں کو نور علم سے منور کیا۔

امام ابوحنیفہ فقہ مرتب کررہے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق کا حلقہ درس بہت مشہور تھا ہزاروں لوگ ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ بنوامیہ کے عہد میں کوئی مرتب نظام تعلیم اور اصطلاحی درسگاہیں نہ تھیں لیکن ہر صاحب علم بجائے خود ایک مستقل درسگاہ تھا جس سے شائقین علم فیض یاب ہوتے تھے اس طرح بنوامیہ کے عہد میں تعلیم کا سلسلہ نہایت وسیع ہوگیا تھا اور ساری دنیائے اسلام میں علمی لہر رواں دواں تھی۔

جہاں بنوامیہ کے عہد میں مرتب نظام تعلیم نہ تھا وہاں کوئی خاص لائبریریاں بھی نہ تھیں لیکن پھر بھی کتابوں کے کافی ذخیرے مہیا ہوگئے۔

اموی عہد کی علمی وادبی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ جہاں امویوں نے خلافت کو بادشاہت میں منتقل کیا جو ایک بڑا انقلاب تھا لیکن سیاسی اور معاشرتی حیثیت سے بنوامیہ کا دور ایک کامیاب دور رہا، ہر قسم کی علمی وادبی سرگرمیاں بھی جاری رہیں۔ فتوحات بھی ہوئیں۔ مفتوحہ علاقوں کا نظام بھی قائم ہوا تعلیمی لحاظ سے اس دور کی سب سے اہم خصوصیت یہ رہی کہ عربی زبان کو فروغ حاصل ہوا۔

مصوری اور موسیقی کو فروغ

چونکہ اسلام نے انسانوں اور جانوروں اور دیگر ذی روح چیزوں کی تصویر کشی کی ممانعت کردی تھی اس لیے مسلمان مصوروں نے نباتاتی اشیاء کو اپنے فن کے لیے منتخب کیا پودوں اور درختوں کی تصویروں اور جیومیٹری شکلوں کو اپنا یا گیا، رفتہ رفتہ انسانوں اور جانوروں کی تصویریں بھی بنائی جانے لگیں خلیفہ ولید اول کے زمانہ میں شاہی حمام میں دیواروں پر خلیفہ ولید اور ڈرک شاہ سپین اور

Marfat.com

شاہی خاندان کے دیگر افراد کی تصویریں منقوش تھیں بعض اوقات شکارگاہ کا منظر دکھایا جاتا تھا جن میں شیر گدھے پر حملہ کرتے ہوئے نظر آتا تھا۔ آرائشی سامان کی مختلف اشیاء پر کھجوروں کے پتوں اور مختلف میوہ جات کی تصویریں ہوتی تھیں۔

موسیقی قدامت پسند علماء کے اعتراضات کے باوجود موسیقی کو اموی بادشاہوں کی سرپرستی حاصل تھی۔ یزید اول پہلا اموی حکمران تھا جس نے دمشق میں آلات موسیقی اور گانے بجانے کو شاہی دربار کی رونق کے لیے ضروری قرار دیا۔ خلیفہ عبدالملک نے ابن مسیح اور طاؤس گویے اور ولید اول نے معبد گوئے کی سرپرستی کی۔ یزید ثانی نے دو لونڈیوں حبابہ اور سلامہ کے ذریعہ موسیقی کو فروغ دیا۔ ولید ثانی کے عہد میں شاہی دربار گویوں سے بھر گیا۔ ولید ثانی بذات خود بانسری اچھی بجاتا تھا۔ مکہ اور مدینہ سے گانے بجانے والے دمشق کی طرف شاہی دربار کی سرپرستی کے باعث کھچے چلے جاتے تھے۔ اس دور کے مذکورہ بالا گویوں کے علاوہ سائب، ابن سریج، ابن محرز، ابن عائشہ اور مالک تھے۔

معاشرتی زندگی اموی حکومت خالص عربی ہونے کے باعث ریاست کے نظم ونسق میں اہل عرب کو عجمیوں پر ترجیح دیتی تھی اور تمام کلیدی آسامیوں پر عربی النسل لوگ مقرر کیے جاتے تھے چونکہ عربی قبائلی تعصب ازسرنو بیدار ہو چکا تھا اس لیے غیر عرب مسلمانوں کے ساتھ بعض خلفاء کے عہدِ حکومت میں عرب مسلمانوں جیسا سلوک اختیار نہ کیا گیا ان سے جزیہ اور خراج اسلام لانے کے باوجود بھی وصول کیا جاتا رہا تاہم عجمی لوگ خوشحال تھے اور پرسکون زندگی بسر کرتے تھے۔ غیر مسلموں کو بھی مذہبی آزادی حاصل تھی۔ قانون کی نظر میں ان کا درجہ مساویانہ تھا اور ان کے مقدمات کا تصفیہ ان کی مذہبی روایات کے مطابق ہوتا تھا۔

اہل عرب قبائلی زندگی کے خوگر ہونے کے باعث چھوٹے چھوٹے قبائل کی صورت میں شہروں میں الگ الگ محلوں میں رہنے کے عادی تھے۔ ہر محلہ ایک چھوٹا سا شہر ہوتا تھا جس میں لوگوں کو خوشحال زندگی بسر کرنے میں تمام سہولتیں میسر ہوتی تھیں، ہر محلہ کے گرد فصیل کی صورت میں ایک مضبوط دیوار ہوتی تھی جس میں جابجا پھاٹک لگے ہوتے تھے اور مختلف پہرہ دار شہریوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ اُمراء بڑے بڑے محلات اور عالی شان مکانوں میں رہتے تھے ان کے گھروں کے کمروں میں قالینیں بچھی ہوتی تھیں۔ اور دروازوں پر پردے لٹکے ہوتے تھے۔ لوگوں کا لباس بالکل ڈھیلا ڈھالا ہوتا تھا اور مختلف پیشہ ور لوگ مختلف قسم کے لباس پہنتے تھے۔ لوگوں کی خوراک کھجور، گوشت، شہد، گندم جو کی روٹی اور زیتون کے تیل پر مشتمل تھی لوگ عام طور پر تین وقت کھانا کھاتے تھے میزوں اور کرسیوں کے استعمال کا رواج عام تھا۔ کھانے میں چمچوں کا استعمال عام ہو گیا تھا جو لکڑی یا چاندی

مٹی کے ہوتے تھے۔ کھانے سے پہلے ایک رومال بھی گردن سے سینے تک ڈال دیا جاتا تھا تاکہ کپڑے خراب نہ ہوں۔ صبح سویرے دودھ اور شہد استعمال ہوتا تھا۔ عالمِ اسلام کی ساری آبادی مندرجہ ذیل طبقوں میں تقسیم تھی۔

۱۔ **حکمران طبقہ** :۔ اموی معاشرہ میں سب سے اہم طبقہ حکمران طبقہ تھا اس میں خلیفہ شہزادے، سرکردہ اراکین، اعلیٰ فوجی جرنیل اور صوبوں کے والی تھے۔ یہ طبقہ بڑی بڑی جاگیروں کا مالک تھا یہ لوگ بڑی شان و شوکت سے عالی شان محلوں اور قلعوں میں رہتے تھے۔ اُمراء کے مکانوں کے دروازوں پر ایک دربان لکڑی یا پتھر کے مونڈھے پر بیٹھا رہتا اور ملاقاتیوں کو اندر جانے کی اجازت دیتا۔ بعض امراء کے گھر دو منزلہ ہوتے اور جن میں ایک سے زیادہ ہال مختلف وضع کے بنائے جاتے۔ ہال کے دائیں بائیں دروازے ہوتے جن پر بھاری بھاری پردے لٹکے رہتے۔ سردیوں میں بڑے کمرے کے فرش پر قالین بچھا دیئے جاتے گرمیوں میں صرف چٹائیاں بچھی رہتیں۔ برتن اور چیزیں وغیرہ رکھنے کے لیے دیواروں میں الماریاں لگی ہوتیں۔ سردیوں میں کمرے انگیٹھیوں سے گرم کیے جاتے اگرمیوں میں فوارے اور کھلے دریچے کمروں کو سرد رکھتے۔

اکثر اموی خلفاء اور اُمراء موسیقی اور شراب کے دل دادہ تھے۔ شکار کھیلنا ان کا دل چسپ مشغلہ ہوتا۔ خلیفہ اور اس کے اُمراء کی حرم سرائیں ہوتی تھیں جن میں خدمت گذاری کے لیے خواجہ سرا مقرر ہوتے تھے۔

۲۔ **عام عرب** :۔ چونکہ اموی حکومت خالص عربی حکومت تھی اس وجہ سے عام عربوں کو مراعات حاصل تھیں۔ سماجی درجہ بندی کے لحاظ سے وہ دیگر افراد سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے گو قبائلی تعصب بیدار ہو جانے کی وجہ سے بعض قبائل حکمران طبقہ کے مظالم کا نشانہ بنے رہتے تھے عام عربوں کو حکومتی وفاداریوں اور فوجی خدمات کے عوض وظائف اور تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ خلفاء ان کو انعام و اکرام سے نوازتے تھے۔ عام عربوں کا رہنا سہنا سادہ ہوتا تھا۔ گو فتوحات کی وجہ سے دولت کی فراوانی تھی، لیکن پھر بھی وہ ہر لحاظ سے عرب تھے ان کے لباس اور ان کے مزاج سپاہیانہ تھے، ان کے مکان آرائشی سامان سے خالی ہوتے تھے۔ اموی فتوحات کا سہرا انہی لوگوں کے سر ہے۔ اگر عام عرب بھی حکمران طبقہ جیسا رہن سہن اختیار کر لیتے تو عربوں پر فتوحات کے دروازے بند ہو جاتے۔

۳۔ **موالی** : عربی میں موالی ہر اس عجمی شخص کو کہتے ہیں جو یا تو غلامی سے آزاد کیا گیا ہو یا اس نے کسی عرب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہو۔ اموی عہد حکومت میں موالیوں سے مساویانہ سلوک

Marfat.com

ذکر کیا گیا اور اسلام قبول کرنے کے باوجود امتیازی سلوک روا رکھا گیا ان سے جزیہ اور خراج کی رقم وصول کی جاتی کتاب عقدالفرید میں لکھا ہے کہ اموی دور میں عربوں کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ وہ موالی کی سواریوں کو اپنی سواریوں سے آگے نہ ہونے دیتے اگر دسترخوان بچھتا تو موالی کو دسترخوان پر نہ بیٹھنے دیتے۔ اگر کبھی کوئی ایسا موقعہ آجاتا کہ موالی عمر یا علم و فضل کے اعتبار سے بزرگ ہوتا تو اسے دسترخوان پر اس طرح بٹھاتے کہ لوگوں کی نگاہیں اس پر نہ پڑیں۔ اموی دور میں موالی عربوں کے مقابلہ میں کوئی نسبی حیثیت نہ رکھتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بنوامیہ کی ان حرکات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا مگر اموی حکمران اور عمال اپنی غلط پالیسی سے باز نہ آئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ موالی بنوامیہ سے بدظن ہو کر ان کے مخالفین کے ہمنوا ہوگئے اور ان کے خلاف تحریکوں میں حصہ لینے لگے۔

۴۔ **ذمی** :- یہ وہ غیر مسلم لوگ تھے جنہوں نے اسلام قبول کئے بغیر مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں بودوباش اختیار کرلی۔ ان لوگوں میں عیسائی، یہودی، پارسی اور شمالی افریقہ کے بربر وغیرہ شامل تھے۔ یہ لوگ فوجی ملازمت سے بری تھے۔ یہ لوگ جزیہ ادا کرتے اس کے عوض اسلامی حکومت ان کے مال و جان کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی تھی قانون کی نظر میں ان کو مساویانہ درجہ حاصل تھا۔ ان کے باہمی مقدمات کا تصفیہ ان کے مذہبی قوانین اور رسم و رواج کے مطابق ہوتا تھا۔ انہیں ہر قسم کی مذہبی، فکری اور معاشی آزادی حاصل تھی، زراعت اور صنعت و حرفت کے پیشے ان لوگوں نے اختیار کر رکھے تھے۔ ابن عساکر اور یعقوبی لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ پہلے شخص تھے جنہوں نے مسیحین کو بڑے بڑے اہم عہدے دیئے۔ امیر معاویہ کی فوج میں نصرانی اور دوسرے غیر مسلم سپاہیوں کی کافی تعداد ملازم تھی۔

حمص کا صاحب الخراج نصرانی تھا۔ امیر معاویہ کا طبیب خاص ابن اثال بھی نصرانی تھا۔

۵۔ **غلام** :- یہ وہ لوگ تھے جو میدان جنگ میں قید ہو کر بطور مال غنیمت آتے تھے اسلامی تعلیمات کی رو سے ان سے بہترین سلوک کیا جاتا تھا۔ گھریلو کاموں میں یہ لوگ اپنے آقاؤں کا ہاتھ بٹاتے تھے، منڈیوں میں غلاموں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ آزاد کردہ غلام موالیوں کی طرح اپنے آقاؤں کے ساتھ رہائش رکھنا پسند کرتے تھے اور ان کے لاولد فوت ہو جانے کی صورت میں ان کے ترکہ کے مالک بنتے تھے۔

عورت کا مقام و رتبہ اموی عہد میں عورت کا سیاسی اور معاشرتی مقام دنیا کی دیگر متمدن اقوام کی عورتوں کے مقابلے میں بہت بلند تھا عربوں کے معزز گھرانوں کی کنواری دوشیزائیں مردوں سے بلا روک ٹوک گفتگو کر سکتی تھیں بعض معزز گھرانوں

Marfat.com

کے مرد اپنی خوبصورت اور حسین لڑکیوں کا ذکر سوسائٹی میں کرنا فخر سمجھتے تھے بسا اوقات خاندانی لڑکیاں مردوں سے بلاجھجک باتیں کرتی تھیں اور اپنے گھروں میں خوب آؤ بھگت کرتی تھیں۔

اموی دورِ حکومت میں بہت سی نامور خواتین ہو گزری ہیں مثلاً سیدہ سکینہ نہایت نامور اور ممتاز خاتون تھیں۔ بقول ایک مورخ کے وہ بلحاظ حسب ونسب، حسن وجمال، ظرافت وشرافت زہد وپارسائی اپنے زمانہ میں کوئی جواب نہ رکھتی تھیں۔ ان کا مکان شاعروں، فقیہوں، عالموں اور زاہدوں کی قیام گاہ تھی۔

ایک اور عورت ام البنین ولید اول کی بیوی اور عمر ثانی کی بہن اپنے زمانے میں نہایت ممتاز تھی اس کا اپنے خاوند پر بہت زیادہ اثر تھا۔ ایک مرتبہ اس نے حجاج بن یوسف کو اس کے مظالم پر سخت سرزنش کی اور بعد ازاں اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ وہ دھکے مار کر حجاج کو باہر نکال دیں۔ چنانچہ انہوں نے حجاج کو دھکے مار کر باہر نکال دیا۔

اسی دور میں بی بی رابعہ بصری گزریں جو اپنی پارسائی عبادت گزاری اور خوش خلقی کے باعث اسلامی دنیا میں مشہور تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اموی دور میں عورتوں کو اخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے مکمل آزادی حاصل تھی اور انہیں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

Marfat.com

اہم سوالات

۱۔ امیر معاویہ کے کارہائے نمایاں اور فتوحات کا مختصر ذکر کیجئے؟
۲۔ امیر معاویہ عمدہ سیاستدان اور اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے حامل تھے وضاحت کیجئے؟
۳۔ امیر معاویہ کے نظم و نسق اور انتظامی اصلاحات کا جائزہ پیش کیجئے؟
۴۔ حضرت امام حسین کی شہادت کے اسباب، واقعات اور نتائج تحریر کیجئے؟
۵۔ مروان بن حکم کن حالات میں تخت نشین ہوئے اور اس نے اپنے اقتدار کو کس طرح مستحکم کیا؟
۶۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیے ۱۔ جنگ مرج راہط ۲۔ توابین
۷۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی سیاسی زندگی کے حالات قلمبند کیجئے اور ان کی ناکامی کے اسباب بیان کیجئے
۸۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی سیرت اور سیاسی غلطیوں پر تبصرہ کیجئے؟
۹۔ عبداللہ بن زبیر کی شہادت کا حال بیان کیجئے اور ان کی سیرت و کردار کے اہم پہلوؤں کا جائزہ لیجئے
۱۰۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیے ۱۔ مختار ثقفی ۲۔ مصعب بن زبیر
۱۱۔ خلیفہ عبدالمالک بن مروان کے کردار اور اصلاحات پر ایک تفصیلی جائزہ پیش کیجئے؟
۱۲۔ عبدالمالک بن مروان سلطنت بنو امیہ کے اصلی بانی تھے تشریح کیجئے؟
۱۳۔ خلیفہ عبدالمالک کی ملکی فتوحات اور تنظیمی اصلاحات کو تفصیل سے بیان کیجئے؟
۱۴۔ ولید اوّل کے عہد میں اسلامی سلطنت کی توسیع کا حال لکھیے؟
۱۵۔ سندھ پر عربوں کے حملے کے اسباب، واقعات اور نتائج بیان کیجئے؟
۱۶۔ فتح سپین کے اسباب، واقعات اور نتائج بیان کیجئے؟
۱۷۔ حجاج بن یوسف کون تھا اس نے بنو امیہ کی حکومت مستحکم بنانے میں کیا خدمات انجام دیں؟
۱۸۔ حجاج بن یوسف کے کردار اور کارناموں کا تفصیلی جائزہ پیش کیجئے؟
۱۹۔ ولید اوّل کے شاندار کارناموں اور عہد حکومت کی ترقی پر ایک مفصل نوٹ تحریر کیجئے؟
۲۰۔ ولید کے دور کو خلافت بنو امیہ کا سنہری دور کیوں کہا جاتا ہے؟
۲۱۔ سلیمان بن عبدالمالک کے عہد حکومت کے اہم واقعات پر روشنی ڈالیئے؟
۲۲۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سیرت اور کارناموں پر نوٹ لکھیے؟
۲۳۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اصلاحات تحریر کیجئے اور ان کی اہمیت واضح کیجئے؟
۲۴۔ ہشام بن عبدالمالک کے عہد کی بغاوتوں اور فتوحات کا حال تحریر کیجئے؟
۲۵۔ عباسی تحریک کی ابتدا کیسے ہوئی۔ اس کی کامیابی کی وجوہات بیان کیجئے؟

Marfat.com

۲۶۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ تحریر کیجیے؟

ولید ثانی۔ یزید ثالث۔ جنگ زاب۔ ابو مسلم خراسانی۔

۲۷۔ بنو امیہ کے زوال کے اسباب تحریر کیجیے؟

۲۸۔ اموی دور میں علوم و فنون کی ترقی پر ایک جامع مضمون لکھیے؟

۲۹۔ بنو امیہ کا مرکزی اور صوبائی نظام حکومت کا حال بیان کیجیے؟

Marfat.com

معروضی سوالات

Marfat.com

Marfat.com

اہم واقعات ماہ و سال کے آئینے میں

عہدِ نبویؐ

- ولادت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاوّل عام الفیل ۲۲ اپریل ۵۷۱ء
- وفات حضرت عبدالمطلب ۵۷۹ء
- حضرت خدیجہؓ کیساتھ حضورؐ کا نکاح ۵۹۶ء
- حجرِ اسود نصب کرنے کا واقعہ ۶۰۶ء
- پہلی مرتبہ حضرت جبرئیلؑ کی آمد ۹ ربیع الاوّل ۱ نبوی ۶۱۰ء
- نزولِ قرآن کا آغاز رمضان المبارک ۱ نبوی اگست ۶۱۰ء
- کوہِ صفا کا وعظ ۶۱۴ء
- ہجرت حبشہ ۶۱۵ء
- واقعہ معراج النبیؐ ۲۷ رجب ۱۰ نبوی ۶۱۹ء
- سفر طائف ۲۷ شوال ۱۰ نبوی ۶۱۹ء
- بیعتِ عقبیٰ اولیٰ ذوالحجہ ۱۲ نبوی ۶۲۰ء
- بیعتِ عقبیٰ ثانی ذوالحجہ ۱۳ نبوی ۶۲۱ء
- ہجرت مدینہ۔ مکہ سے روانگی ۲۷ صفر ۱۳ نبوی ستمبر ۶۲۲ء
- قبا میں آمد ۸ ربیع الاوّل ۱ھ ستمبر ۶۲۲ء
- مسجد نبوی کی تعمیر ۱۹ ربیع الاوّل ۱ھ ۶۲۲ء
- مواخات مدینہ پہلی سہ ماہی ۱ھ ۶۲۲ء
- میثاقِ مدینہ وسط ۱ھ ۶۲۲ء
- تبدیلیٔ قبلہ ۱۷ شعبان ۲ھ ۶۲۴ء
- غزوۂ بدر ۱۷ رمضان ۲ھ ۶۲۴ء
- غزوۂ اُحد ۷ شوال ۳ھ مارچ ۶۲۵ء
- بئرِ معونہ۔ ستر صحابہؓ کی شہادت صفر ۴ھ جولائی ۶۲۵ء
- غزوۂ بنو نضیر ربیع الاوّل ۴ اگست ۶۲۵ء
- غزوۂ بنو مصطلق شعبان ۵ دسمبر ۶۲۶ء
- غزوۂ خندق ذیقعدہ ۵ھ ۶۲۷ء
- غزوہ بنو قریظہ ذوالحجہ ۶ھ اپریل ۶۲۷ء
- صلح حدیبیہ ۶ھ ۶۲۸ء
- فتح مکہ ۸ھ ۶۳۰ء
- حجۃ الوداع ۱۰ھ ۶۳۲ء
- وصالِ نبیؐ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز پیر ۷ جون ۶۳۲ء

خلافتِ راشدہ

- حضرت فاطمہؓ کی وفات، شعبان ۱۱ھ اکتوبر ۶۳۲ء
- مسیلمہ کذاب کا قتل شعبان ۱۲ھ اکتوبر ۶۳۳ء
- وفات حضرت ابوبکر صدیقؓ جمادی الثانی ۱۳ھ اگست ۶۳۴ء

اموی خلافت

- بصرہ کی تعمیر ربیع الثانی ۱۶ھ مئی ۶۳۷ء
- کوفہ کی تعمیر رجب ۱۶ھ اگست ۶۳۷ء
- بیت المقدس کی فتح شوال ۱۶ھ نومبر ۶۳۷ء

Marfat.com

و دمشق کی فتح ربیع الاوّل ۱۴ھ اپریل ۶۳۵ء

و جنگِ یرموک ربیع الثانی ۱۵ھ مئی ۶۳۶ء

و جنگ قادسیہ شوال ۱۵ھ نومبر ۶۳۶ء

و ابوعبیدہ ابن الجراح کی وفات ایضاً ایضاً

و امیر معاویہؓ گورنر دمشق بنے

محرم ۱۹ھ جنوری ۶۴۰ء

و قیساریہ کی فتح جمادی الثانی ۱۹ھ جون ۶۴۰ء

و ہرقل قیصرِ روم کی موت

شوال ۲۰ھ ستمبر ۶۴۱ء

و مصر کی فتح محرم ۲۱ھ دسمبر ۶۴۱ء

و خالد بن ولیدؓ کی وفات

جمادی الثانی ۲۱ھ مئی ۶۴۲ء

و نہاوند کی فتح محرم ۲۲ھ دسمبر ۶۴۲ء

و آذربائیجان کی فتح صفر ۲۲ھ جنوری ۶۴۳ء

و طرابلس کی فتح ربیع الثانی ۲۲ھ مارچ ۶۴۳ء

و شہادت فاروقِ اعظمؓ

یکم محرم الحرام ۲۴ھ نومبر ۶۴۴ء

و توسیع مسجد نبویؐ۔ شعبان/رمضان ۲۶ھ ۶۴۷ء

و افریقہ کی فتوحات شعبان ۲۷ھ مئی ۶۴۸ء

و مسلمانوں کی پہلی بحری جنگ

ذوالحجہ ۲۷ھ ستمبر ۶۴۸ء

و قبرص کی فتح محرم ۲۸ھ ستمبر ۶۴۸ء

و تسخیر آذربائیجان کی تکمیل۔ شوال ۲۸ھ ۶۴۹ء

و اصطخر فتح ہوا صفر ۲۹ھ اکتوبر ۶۴۹ء

و فارس و خراسان کی فتح

ذیقعدہ ۲۹ھ جولائی ۶۵۰ء

و وفات حضرت عبدالرحمٰن صفر ۳۲ھ ستمبر ۶۵۲

و اہواز کی فتح جمادی الاوّل ۱۷ھ مئی ۶۳۸

و جلولاء کا معرکہ شعبان ۱۷ھ اگست ۶۳۸

و عمواس کا طاعون محرم ۱۸ھ فروری ۶۳۹ء

و فتح سوڈان ۔ ربیع الثانی ۴۳ھ ۶۶۳ء

و فتح کابل ربیع الاوّل ۴۴ھ ۶۶۴ء

و امیر معاویہؓ نے نظامِ ڈاک قائم کیا

جمادی الثانی ۴۸ھ ۶۶۸

و حضرت حسنؓ کی وفات

ربیع الاول ۴۹ھ ۶۶۹

و یزید کی قیادت میں ذیقعدہ ۵۰ھ نومبر ۶۷۰ء
قسطنطنیہ پر حملہ

و بخارا کی فتح شوال ۵۴ھ ۶۷۴ء

و سعد ابن وقاصؓ کی وفات

محرم ۵۵ھ ۶۷۴ء

و امیر معاویہؓ کی وفات

رجب ۶۰ھ ۶۸۰ء

و سانحہ کربلا ۱۰ محرم ۶۱ھ ۶۸۰ء

و مختار ثقفی کی بغاوت

ربیع الاوّل ۶۳ھ ۶۸۲ء

و واقعہ حرہ ذوالحجہ ۶۳ھ ۶۸۲ء

و یزید کی وفات ربیع الاول ۶۴ھ ۶۸۳ء

و خلافت مروان محرم ۶۵ھ ۶۸۴ء

و خلافت عبدالملک ابن مروان

رمضان المبارک ۶۵ھ ۶۸۵ء

و عبیداللہ ابن زیاد کا قتل

ربیع الثانی ۶۷ھ ۶۸۶ء

و مختار ثقفی کا خاتمہ شوال ۶۷ھ ۶۸۷ء

Marfat.com

و شہادت حضرت عثمان غنی رضہ
۲۳ ذوالحجہ ۳۵ھ جون ۶۵۶ء
و خلافت حضرت محرم ۳۶ھ جون ۶۵۶ء
و جنگِ جمل جمادی الثانی ۳۶ھ دسمبر ۶۵۶ء
و جنگِ صفین محرم ۳۷ھ فروری ۶۵۷ء
و حکمین کا فیصلہ
رمضان المبارک ۳۷ھ فروری ۶۵۷ء
و شہادت حضرت علی رضہ
۲۰ رمضان ۴۰ھ ۶۶۱ء
و حضرت حسن رضہ کی دستبرداری
ربیع الاوّل ۴۱ھ ۶۶۱ء
و سندھ میں اسلامی فوج کا داخلہ
ذلیقعدہ ۴۲ھ ۶۶۳ء
و عمر بن عبدالعزیز والی مدینہ بنے
جمادی الاوّل ۸۷ھ
و جامع مسجد دمشق کی تعمیر رجب ۸۷ھ ۷۰۶ء
و فرغانہ کی فتح محرم ۸۸ھ دسمبر ۷۰۶ء
و صغد کی فتح ربیع الثانی ۸۸ھ مارچ ۷۰۷ء
و جزائر میورقہ اور منورقہ کی فتح
محرم ۸۹ھ دسمبر ۷۰۷ء
و محمد بن قاسم رح سندھ میں داخل ہوئے
جمادی الثانی ۹۲ھ اپریل ۷۱۱ء
و طارق بن زیاد اندلس پہنچے
رمضان ۹۲ھ جولائی ۷۱۱ء
و سندھ کی فتح ذلیقعد ۹۳ھ اگست ۷۱۲ء
و حجاج بن یوسف کی وفات
شوال ۹۵ھ جون ۷۱۴ء

و کوفہ پر عبدالملک کا قبضہ
ذوالحجہ ۷۲ھ ۶۹۲ء
و عبداللہ ابن زبیر رضہ کی شہادت
جمادی الاوّل ۷۳ھ ۶۹۲ء
و قاضی شریح رضہ کی وفات
ربیع الاوّل ۷۸ھ ۶۹۷ء
و امام ابو حنیفہ رح کی پیدائش
جمادی الثانی ۸۰ھ ۶۹۹ء
و واسط کی تعمیر ربیع الاوّل ۸۲ھ ۷۰۱ء
و آرمینیا کی فتح ربیع الثانی ۸۵ھ اکتوبر ۷۰۴ء
و عبدالملک کی وفات
شوال ۸۵ھ ۷۰۶ء
و ولید بن عبدالملک کی خلافت ایضاً
و وفات خواجہ حسن بصری رح شعبان ۱۱۰ھ ۷۲۸ء
و مسلمہ بن عبدالملک کی وفات
ذلیقعدہ ۱۲۱ھ ۷۳۸ء
و زید بن علی کا خروج محرم ۱۲۲ھ ۷۳۹ء
و وفات خلیفہ ہشام ربیع الثانی ۱۲۵ھ ۷۴۲ء
و خلیفہ ولید ثانی کا قتل
جمادی الثانی ۱۲۶ھ ۷۴۴ء
و خلیفہ یزید ناقص کی وفات
ذوالحجہ ۱۲۶ھ ۷۴۴ء
و خلیفہ ابراہیم کی دستبرداری
صفر ۱۲۷ھ ۷۴۴ء
و مروان ثانی کی تخت نشینی ایضاً
و ضحاک خارجی کا خروج
محرم ۱۲۸ھ ۷۴۵ء

Marfat.com

و خلیفہ ولید کی وفات	و ابومسلم خراسانی کا اعلانِ بغاوت
جمادی الثانی ۹۶ھ فروری ۷۱۵ء	رمضان ۱۲۹ھ ۷۴۶ء
و قتیبہ بن مسلم کا قتل	و ابومسلم کا خراسان پر قبضہ محرم ۱۳۱ھ ۷۴۸ء
ذوالحجہ ۹۶ھ اگست ۷۱۵ء	و واصل بن عطا معتزلی کی وفات
و سلیمان کی وفات صفر ۹۹ھ ۷۱۷ء	ربیع الاول ۱۳۱ھ ۷۴۸ء
و عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت ایضاً	و السفاح کے ہاتھ پر بیعت
و عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات	ربیع الثانی ۱۳۲ھ فروری ۷۴۹ء
رجب ۱۰۱ھ جنوری ۷۱۹ء	و عباسی خلافت کا آغاز
و ہشام کی تخت نشینی	و جنگ زاب، مروان ثانی کا قتل
شعبان ۱۰۵ھ ۷۲۴ء	ذوالحجہ ۱۳۲ھ ۷۵۰ء
و غور کی فتح محرم ۱۰۸ھ ۷۲۶ء	و بنوامیہ کا خاتمہ ایضاً

و خالی جگہ پُر کیجئے

- و سرزمین عرب کے جنوبی زرخیز علاقہ کا نام یمن ہے۔
- و شہروں میں بسنے والے عرب حضری کہلاتے تھے۔
- و اہلِ مکہ جب کسی کے خلاف جنگ لڑتے تو قبیلہ بنوامیہ کا سردار ان کا سالار ہوتا۔
- و خالد بن ولیدؓ کا تعلق قبیلہ بنومخزوم سے تھا جو لشکر قریش کے سوار دستے کی سربراہی کیا کرتا تھا۔
- و یہودیوں کو عرب سب سے زیادہ پڑھا لکھا طبقہ سمجھا جاتا تھا۔
- و مشرکین مکہ کے نزدیک فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں تھیں۔
- و حضور صلی اللہ علیہ وسلم شام کو تجارت کی غرض سے گئے تو حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ تھا۔
- و جس غار میں آپ صلعم پر پہلی بار وحی نازل ہوئی اس کا نام غارِ حرا تھا۔
- و ابولہب کی اسلام کی مخالفت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ چڑھاووں کی آمدن کھاتا تھا۔
- و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تبوک تھا۔
- و حبشہ کے حکمران نجاشی کا اصل نام اصحمہ تھا۔

Marfat.com

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کا تعلق قریش کی شاخ بنو ہاشم سے تھا اور والدہ محترمہ حضرت آمنہؓ کا تعلق قبیلہ بنو زہرہ سے تھا۔
- حضرت آمنہ کی قبر مدینہ کے پاس ابواء کے مقام پر ہے۔
- حضرت حمزہؓ کے قاتل کا نام وحشی بن حرب تھا۔
- آپؐ کے چچیرے بھائی جعفر بن ابی طالب غزوہ موتہ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔
- حضرت جعفر طیار نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے سامنے ایسی موثر تقریر کی کہ اس نے مہاجرین کو عمرو بن العاص کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔
- ہجرت مدینہ کے موقع پر حضرت علیؓ مکہ میں لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مقام قباء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آ ملے۔
- مکہ میں ابو لہب کی بیوی اُم جمیل آپکے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھی۔
- طائف میں حضورؐ نے تین سرداروں عبد یا لیل، مسعود اور حبیب کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی۔
- طائف میں زخمی ہونے کے بعد آپ نے عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ لی۔
- مدینہ میں سب سے پہلے ایاسؓ بن معاذ نے اسلام قبول کیا۔
- حضرت مصعبؓ بن عمیر کو اہل مدینہ میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ کیا تھا۔
- بیعت عقبہ اولیٰ میں مدینہ کے ۱۲ افراد نے حضورؐ کی بیعت کی۔
- بیعت عقبہ ثانی میں اہل یثرب کے ۷۵ نمائندوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔
- سب سے پہلے شاعر جو مشرف بہ اسلام ہوئے طفیل بن عمرو دوسی تھے۔
- نابینا صحابی جنہوں نے اسلام قبول کیا عبداللہؓ بن ابی مکتوم تھے۔
- رکانہ پہلوان نے حضورؐ سے کشتی لڑ کر آپ کی حقانیت کا اندازہ کیا اور مسلسل تین مرتبہ شکست کھا کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔
- ہجرت سے پہلے آپ نے تین روز تک غار ثور میں قیام کیا۔
- ہجرت کے دوران آپؐ کے راہبر کا نام عبداللہ بن اریقط تھا۔
- سب سے پہلی مسجد مدینہ کے قریب قبا میں تعمیر کی گئی۔
- آزادانہ نماز باجماعت کا آغاز قبا کے قیام کے دوران ہی ہوا۔
- سفر ہجرت میں آپؐ نے جس عورت سے دودھ لیا، اس کا نام ام معبد یا عاتکہ بنت خالد تھا۔

Marfat.com

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام قصویٰ تھا۔
- مدینہ میں حضورؐ کے میزبان حضرت ابو ایوب انصاری تھے۔
- حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو حضورؐ نے امین الملت کا خطاب دیا تھا۔
- حضورؐ کی معروف تلوار ذوالفقار جنگِ بدر سے حاصل ہوئی تھی۔
- غزوۂ اُحد کے موقع پر مکہ سے قریش کا لشکر روانہ ہوا تو حضرت عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع بھجوا دی۔
- اُحد کے موقع پر اسلامی لشکر مدینہ سے باہر نکلا تو عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر سے علیحدہ ہو گیا۔
- غزوہ اُحد کے بعد قبیلہ کلاب کے امیر ابو براکلابی نے حضورؐ سے مبلغ بھیجنے کی درخواست کی آپ نے ستر بزرگ صحابی ساتھ بھیج دئیے جن کو اس نے بیر معونہ کے مقام پر شہید کر دیا۔
- غزوہ احزاب میں سعدؓ بن معاذ اور سعدؓ بن عبادہ سرداران انصار کے سمجھانے کے باوجود بنو قریظہ نے میثاقِ مدینہ پر قائم رہنے سے انکار کر دیا۔
- فتح خیبر کے موقع پر حضرت علیؓ نے قلعہ قموص کو فتح کیا۔
- فتح خیبر میں حضرت زبیرؓ بن عوام نے مرحب کے بھائی کو یاسر کو قتل کیا تھا۔
- عہد نبویؐ میں قانون کی حکمرانی کا واضح ثبوت وہ واقعہ ہے جس میں مکہ کے ایک معزز خاندان سے متعلق عورت فاطمہ بنت الاسود کو چوری کے جرم میں سزا دی گئی۔
- نبوت کا ایک دعویدار طلیحہ اسدی تھا جو بالآخر فاروق اعظمؓ کے عہد میں مدینہ آکر توبہ کر کے مسلمان ہو گیا تھا۔
- دعویٰ نبوت کرنے والی عورت سجاح نے نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب کے ساتھ شادی کر لی تھی اور حق مہر میں اس سے عشاء اور فجر کی نمازیں معاف کرا لی تھیں۔
- قادسیہ کی فتح نے ایرانی قوت کو توڑ دیا - اس میں مسلمان لشکر کے قائد سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔
- روم کے محاذ پر فیصلہ کن جنگ یرموک کے مقام پر لڑی گئی۔ جس میں مسلمانوں کی قیادت خالدؓ بن ولید کر رہے تھے۔
- حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتنہ پھیلانے کا کام ایک یہودی عبداللہ بن سبا

Marfat.com

کیا جس کا تعلق یمن سے تھا۔

- حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن پاک کے مصحف صدیقی کی اشاعت عام اور باقی نسخوں کو تلف کر کے امت مسلمہ میں انتشار کے راستے بند کر دیئے۔
- حضرت علیؓ نے صحابہ کرامؓ کے مشورے کو نظر انداز کرتے ہوئے امیر معاویہؓ کو معزول کر دیا جس کی وجہ سے شام نے بغاوت کر دی۔
- حضرت حسینؓ کو کوفہ کے راستے میں فرزدق شاعر ملا جس نے کہا اہل کوفہ کے دل آپ کے ساتھ ہیں، تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔
- حضرت حسینؓ کی اولاد سے صرف ایک مرد علی بن حسینؓ زندہ بچے جن کو عام طور پر امام زین العابدین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔
- یزید کے حکم سے جس لشکر نے مدینہ میں قتل و غارت کی اور مکہ پہنچ کر حرم کعبہ میں سنگباری کی اس کے سربراہ کا نام حصین بن نمیر تھا۔
- عبداللہ بن زبیرؓ نے مروان بن حکم کو مدینہ سے نکال کر اور حصین بن نمرہ کا مشورہ نہ مان کر اپنے مخالفین کی قوت میں بہت اضافہ کر دیا۔
- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ کا نام حضرت اسماءؓ تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی اور حضرت عائشہؓ کی بہن تھیں۔
- ولید بن عبدالملک کے عہد میں محمد بن قاسمؒ نے سندھ، موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد نے اندلس فتح کیا۔
- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسلامی اصولوں پر مبنی حکومت قائم کی۔ اس لئے انہیں پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔
- حضرت عمر ثانی نے باغ فدک بنو ہاشم کو واپس کر دیا۔
- آخری اموی حکمران مروان بن محمد کو ۷۵۰ء میں جنگ زاب میں شکست ہوئی اور بنو امیہ کی حکومت ختم ہو گئی۔

مختصر جواب دیجئے

- یمن سے متعلق قبائل کو کیا کہتے تھے۔ قحطانی قبائل
- بدو کون تھے؟
- عرب کے خانہ بدوش قبائل جو صحرا میں جہاں کہیں پانی ملتا وہاں تھوڑی دیر قیام کرتے پھر

Marfat.com

دوسری جگہ چلے جاتے۔

و بنو ہاشم کو مکہ کی شہری ریاست میں کونسی خدمات تفویض کی گئی تھیں۔

ج خانہ کعبہ کا انتظام، حاجیوں کے خورد و نوش کا انتظام، آب زم زم اور دیگر چشموں سے پانی کی فراہمی (رفادہ و سقایہ)

و زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کی چند خوبیاں بیان کیجئے۔

ج وہ بہادر تھے غیور تھے، مہمان نواز تھے، فصیح اللسان تھے، غضب کی یادداشت رکھتے تھے، شعر و سخن سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔

و وادی غیر ذی زرع سے کیا مراد ہے۔

ج مکہ کو اسی نام سے پکارتے تھے کیونکہ یہاں کسی قسم کی زراعت نہیں ہوتی تھی۔

و حرب فجار کی وجہ تسمیہ لکھئے۔

ج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کی وہ جنگ جس میں قریش اور بنو قیس حرام مہینوں میں آپس میں لڑے اس لئے اسے حرب فجار کہا گیا۔

و حلف الفضول سے کیا مراد ہے؟

ج وہ معاہدہ جس میں امن وامان کے قیام، مسافروں کی حفاظت اور غریبوں اور مظلوموں کی دادرسی کا عزم کیا گیا تھا۔ اس میں شامل بہت سے لوگوں کا نام فضل تھا۔

و وحی لانے والے فرشتہ کا نام بتایئے۔

ج حضرت جبریل علیہ السلام

و نزول وحی کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو کس کے پاس لے گئیں۔

ج اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس۔

و سب سے پہلے ایمان کس کس نے قبول کیا۔

ج عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، مردوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق اور زیدؓ بن حارثؓ بچوں میں سے حضرت علیؓ۔

و عشرہ مبشرہ کے نام گنوایئے۔

ج حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علیؓ، ابوعبیدہ الجراحؓ، عبدالرحمٰنؓ ابن عوف، طلحہؓ، زبیرؓ، سعیدؓ ابن زید، سعدؓ بن ابی وقاص۔

و آپ کے چچا کا نام بتایئے، جو آپ کے دودھ شریک بھائی تھے۔

حضرت حمزہؓ۔

Marfat.com

و حضرت حمزہؓ کو کس نے اور کب شہید کر دیا تھا؟

ج ہندہ زوجہ ابوسفیان بنت عتبہ نے غزوۂ احد کے موقع پر۔

و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کے ان بھائیوں کے نام بتایئے جو ماں کی طرف سے سگے تھے؟

ج ابولہب اور زبیر

و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے بہن بھائیوں کے نام بتایئے۔

ج آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔

و غزوۂ بدر میں انفرادی مقابلوں میں کون سے تین معروف قریشی سردار کون سے صحابہؓ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔

ج شیبہ کو حضرت حمزہؓ نے، ولید کو حضرت علیؓ نے، عتبہ کو حضرت عبیدہؓ اور حضرت علیؓ دونوں نے۔

و عام الحزن سے کیا مراد ہے۔

ج غم کا سال، جس سال حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب دونوں کا انتقال ہوا۔

و اس شخص کا نام بتایئے جس کے ساتھ وعدہ ایفا کرنے کی خاطر حضورؐ ایک جگہ پر تین روز مقیم رہے۔

ج عبداللہ بن الحمساء۔

و حضرت خدیجہؓ نے کس کس کو آپؐ کے ساتھ تجارتی سفر پر بھیجا۔

ج اپنے غلام میسرہ اور اپنے رشتہ دار خزیمہ کو۔

و سب سے پہلا اسلامک سنٹر کون سا تھا جہاں تعلیم و تربیت کی جاتی تھی۔

ج دارِ ارقم بن ارقم۔

و اسلام کا سب سے پہلا شہید کون ہے۔

ج حارث بن ابی ہالہ حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر کے بیٹے تھے۔

و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کن میلوں میں جا کر اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

ج عکاظ۔ ذی المجاز۔ ذی المجنہ۔

و کفار مکہ نے مذاکرات کے لئے کس کو اپنا نمائندہ بنایا۔

ج عتبہ بن ربیعہ کو

و کاروانِ ہجرت مدینہ میں کون لوگ تھے۔

ج حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبرؓ، عامر بن فہیرہ اور راہ دکھانے والا عبداللہ بن اریقط۔

Marfat.com

و سفرِ ہجرت میں کن لوگوں نے حضورؐ کو گرفتار کرنے کی ناکام کوشش کی۔
ج سراقہ بن جعشم، بریدہ اسلمی۔
و اہلِ صفہ کون تھے؟
ج وہ صحابہ کرامؓ جو ہمہ وقت حضورؐ کی خدمت میں رہ کر دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔
و رئیس المنافقین کسے کہتے ہیں؟
ج عبداللہ بن ابی۔
و وصال کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کتنی تھی؟
ج ۶۳ سال
و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کس کس نے نبوت کا دعویٰ کیا؟
ج مسیلمہ کذاب، اسود عنسی۔
و خطبہ حجۃ الوداع میں کتنے صحابہ کرامؓ موجود تھے؟
ج ایک لاکھ چوبیس ہزار۔
و فتح مکہ کے موقع پر کون کون سے اسلام کے مخالفین کو معاف کردیا گیا، اور وہ مسلمان ہوگئے؟
ج صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، کعب بن زبیر، وحشی بن حرب، ابولہب کے بیٹے عتبہ اور معتب، ابوسفیان کی بیوی ہندہ، ہبار بن الاسود۔
و اس صحابی کا نام بتایئے جس نے اپنے منافق باپ کو خود قتل کرنے کی پیشکش کی تھی۔
ج عبداللہ بن ابی کا بیٹا عبداللہؓ بن عبداللہ۔
و کس لشکر کے سالار ایک آزاد کردہ غلام تھے، ان کا نام بتایئے۔
ج غزوہ موتہ، حضرت زیدؓ بن حارث۔
و کس مدعی نبوت کی ملاقات خود حضورؐ سے بھی ہوئی تھی۔
ج مسیلمہ کذاب، وہ بنو حنیفہ کے وفد میں شامل تھا اور اس نے حضورؐ سے مطالبہ کیا کہ اسے نبوت میں شریک کرلیا جائے۔
و فتح مکہ کے موقع پر کس کو حکمِ اذان ملا؟
ج حضرت بلالؓ کو، انہوں نے خانہ کعبہ کے اوپر چڑھ کر اذان دی۔
و مکہ فتح کرنے کے لیئے اسلامی لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا تو کونسی معزز شخصیت ہجرت۔

Marfat.com

کرکے آتے ہوئے راستہ میں ملی؟

ج حضور کے چچا حضرت عباسؓ جو اہل وعیال سمیت ہجرت کرکے مدینہ آ رہے تھے۔

و کونسے صحابی نے مکہ کو لشکر اسلام کی آمد کی اطلاع دینے کی کوشش کی، لیکن حضورؐ نے انہیں معاف فرما دیا؟

ج حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ۔

و غزوہ حنین میں مشکل وقت میں کونسے صحابہ کرامؓ حضور کے ساتھ رہے؟

ج حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ فضل بن عباسؓ، قثم بن عباسؓ، اسامہؓ بن زیدؓ، ایمنؓ بن عبید، مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب۔

و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی خطوط کے جواب میں کن حکمرانوں نے اسلام قبول کیا؟

ج عمان کے فرمانروا جیفر اور عبد، یمن کا حاکم بازان، بحرین کے والی منذر بن ساوی تمیمی، حبشہ کا فرمانروا اصحمہ (نجاشی)

و غزوہ خندق میں خندق کھودنے کی تجویز کس نے پیش کی تھی؟

ج حضرت سلمان فارسی۔

و آپؐ کے ہجرت کے ساتھی عامرؓ بن فہیرہ کہاں شہید ہوئے؟

ج بیر معونہ کے سانحہ میں۔

و حدیبیہ کے مقام پر ابوجندلؓ کو اہل مکہ کے حوالے کرتے ہوئے حضورؐ نے انہیں منع کیا کہا تھا؟

ج آپ نے فرمایا تھا۔ صبر کرو، جلد اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشاکش کی کوئی راہ نکال دے گا۔

و دربارِ رسالت امین الملت کا خطاب کسے ملا؟

ج ابو عبیدہؓ ابن الجراح۔

و سیف اللہ کا خطاب کسے اور کب ملا؟

ج غزوۂ موتہ میں جب حضرت خالدؓ بن ولید کو، جب وہ مسلمان لشکر کو بخیریت واپس لے آئے۔

و ان صحابی کا نام بتایئے جو غزوہ بدر میں کھجوریں کھا رہے تھے اور انہوں نے شوق شہادت میں کھجوریں پھینک دیں اور بہت سوں کو قتل کرکے شہید ہوگئے۔

ج عمیر بن الحمام۔

Marfat.com

و غزوۂ اُحد میں کس کی شہادت سے یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ محمدؐ شہید کر دیئے گئے ہیں؟
ج مصعبؓ بن عمیر۔
و غزوۂ اُحد میں پہاڑی پر متعین تیر اندازوں کا قائد کس کو مقرر کیا گیا تھا؟
ج حضرت عبداللہؓ بن جبیر۔
و غزوۂ اُحد میں حضورؐ کے کتنے دانت شہید ہوئے؟
ج چار دانت۔
و وہ صحابی کون تھے جنہوں نے غزوہ اُحد میں جان حضورؐ پر نثار کی اور پھر یہ تمنا کی کہ ان کی جان حضورؐ کے قدموں میں نکلے۔
ج زیادؓ بن سکن۔
و صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کا پہلا قاصد کون تھا؟
ج بدیل بن ورقا۔
و کون سے صحابی کو حضورؐ نے سفیر بنا کر بھیجا اور افواہ پھیل گئی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے؟
ج حضرت عثمانؓ کو۔
و جنگِ جمل کو، جمل کے نام سے کیوں پکارتے ہیں؟
ج اس لئے کہ یہ جنگ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے گرد لڑی گئی۔
و جنگِ صفین کے بعد جن دو شخصیتوں کو حکم بنایا گیا تھا، ان کے نام لکھیے۔
ج حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰؓ اشعری اور امیر معاویہؓ کی طرف سے عمروؓ بن العاص۔
و جنگِ نہروان کب اور کیوں اور کس کس کے درمیان لڑی گئی؟
ج ۳۷ھ میں حضرت علیؓ اور خوارج کے درمیان، کیونکہ خوارج نے دہشت گردی شروع کر رکھی۔
و امیر معاویہؓ نے مصر فتح کرنے کا کام کسے سونپا؟
ج عمروؓ بن العاص کو کیونکہ انہوں نے ہی مصر پہلی دفعہ فتح کیا تھا اور وہاں ان کو خاصا اثر ورسوخ حاصل تھا۔
و حضرت علیؓ کو شہید کرنے والے کا نام لکھیے۔
ج عبدالرحمٰن ابن ملجم خارجی
و شمر ذی الجوشن کون تھا؟

Marfat.com